جلد چہارم

عام فہم درسِ قرآن

مؤلف

حضرت مولانا غیاث احمد رشادی صاحب



منبر و محراب فاؤنڈیشن انڈیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

نام کتاب	:	عام فہم درسِ قرآن (جلد چہارم)
نام مؤلف	:	مولانا غیاث احمد رشادی
صفحات	:	۸۵۲
پہلا ایڈیشن	:	ماہِ فروری ۲۰۲۳ء ماہِ رجب ۱۴۴۴ھ
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
طابع وناشر	:	رشادی پبلشرز
جلد	:	(چہارم)
ٹائٹل وکمپیوٹر کمپوزنگ	:	عبدالسلام (کمپیوٹر آپریٹر صفا بیت المال)
قیمت	:	4500/- روپے (چھ جلدوں پر مشتمل مکمل تفسیر)
پتہ	:	دفتر رشادی پبلشرز متصل مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد۔ 500036
سیل نمبر	:	8019878784
ای میل	:	mmfi.info@gmail.com
ویب سائٹ	:	www.mmfi.info

مولانا غیاث احمد رشادی کی تمام تصنیفات کو اس ویب سائٹ پر دیکھئے:
www.payaamerashadi.org

ملنے کا پتہ

رشادی پبلشرز : متصل مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد۔ 500036

ویب سائٹ : **www.payaamerashadi.org**

سیل نمبر: **8019878784**

فہرست

عام فہم درسِ قرآن سے متعلق اکابر علماء کرام کے تاثرات کے اقتباسات

فقیہ ملت حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ

محبِّ عزیز حضرت مولانا غیاث احمد رشادی کا نام اور کام محتاج تعارف نہیں، آسان اور عام فہم انداز میں آپ نے بہت سارے دینی موضوعات پر مختصر اور تفصیلی کتابیں تالیف کی ہیں۔ صفا بیت المال کے ذریعے آپ نے خدمت خلق کی تحریک کھڑی کی ہے یہ بڑی بابرکت اور مفید ہے اور امت کا غریب طبقہ اس سے بہت مستفید ہورہا ہے، خدمت خلق ،اصلاح معاشرہ، اور شرعی رہنمائی غرض مختلف جہتوں میں آپ کا فیض جاری ہے، اب آپ کی خدمات میں ایک اہم باب قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر کا اضافہ ہوا ہے، جو یقینا بہت مبارک ہے۔

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا صغیر احمد خان رشادی صاحب دامت برکاتہم مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم سبیل الرشاد، بنگلور

الحمدللہ، مولانا غیاث احمد صاحب رشادی جو نہایت جید عالمِ دین ہیں، کئی فنون پر عبور رکھتے ہیں، اللہ نے ان کو ہر فن میں گیرائی و گہرائی عطا فرمائی ہے، تقریر اور تحریر میں ایک خاص ملکہ رکھتے ہیں، ان کی بیسیوں تصنیفات اس پر دلالت کرتی ہیں اور تقریر بھی بہت پُر مغز اور تحقیقی ہوتی ہے، بے سند باتوں سے پاک۔ ان کی یہ کتاب ''عام فہم درسِ قرآن'' جو سلسلہ وار دروسِ قرآن کا مجموعہ ہے، بہت لاجواب ہے۔

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد جمال الرحمن مفتاحی صاحب دامت برکاتہم سرپرست منبر ومحراب فاؤنڈیشن انڈیا

بڑی خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ مولانا غیاث احمد رشادی صاحب نے ''عام فہم درسِ قرآن'' کو مرتب فرما کر شائع فرمانے کا ارادہ فرمایا ہے۔ کہیں کہیں سے دیکھا بہت مفید پایا ہے۔ مختصر درس ہونے کے سبب ہر گھر میں اس کے سننے سنانے کا اہتمام ہونا چاہئے۔

خطیب بے مثال حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب دامت برکاتہم ناظم جامعہ اشرف العلوم حیدرآباد

ہمارے دوست مولانا غیاث احمد رشادی زید فضلہ ماشاء اللہ اپنی رفاہی اور سماجی خدمات کے وسیع وعریض سلسلے کے باوجود تعلیمی و تبلیغی ذمہ داریوں کو بھی نبھاتے رہے ہیں۔ انہوں نے قرآنِ مجید سے عوام الناس کے بہ سہولت استفادہ کرنے کیلئے ایک سلسلہ شروع کیا تھا جسے اب کتابی شکل میں بھی مرتب کر کے مزید سہولت بہم پہنچادی ہے۔ میں نے اس تفسیر کو مختصراً ملاحظہ کیا اور اسے آسان عام فہم معتبر اور مؤثر پایا؛ حق تعالیٰ مولانا موصوف کو بہترین اجر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا سید احمد ومیض ندوی صاحب مدظلہ استاذ دارالعلوم حیدرآباد

مؤلفِ کتاب مولانا غیاث احمد رشادی صاحب محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ ان کا کام ان کے نام سے زیادہ لوگوں میں متعارف ہے۔ لوگ انہیں ان کی ہمہ جہت خدمات کے حوالہ سے خوب جانتے ہیں۔ علمی کام اور انتظامی مصروفیات بہت کم ایک شخصیت میں جمع ہوتی ہیں۔ صفا بیت المال جیسے کل ہند نوعیت کے بافیض ادارہ کے وہ صدر ہیں جس کی خدمات کا دائرہ پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ نیز وہ ایک کہنہ مشق مؤلف بھی ہیں جنہوں نے تاحال ایک سو سے زائد علمی واصلاحی کتابیں تحریر کی ہیں۔ انتظامی مصروفیات کے ساتھ وہ علمی کاموں کے لئے بھی خوب وقت نکالتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ جس طرح ان کے ادارے صفا بیت المال نے پورے ملک میں قبولیت حاصل کرلی ہے اسی طرح ان کا یہ تفسیری مجموعہ بھی قبولِ عام حاصل کرے گا۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا محترم کے فیض کو عام وتمام فرمائے اور ان کی اس علمی کاوش کو ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔

عام فہم درسِ قرآن کی یہ خصوصیات ہیں

۱۔ ایک درس میں عموماً ایک آیت یا دو آیتیں یا تین آیتیں لی گئی ہیں۔

۲۔ سورۂ فاتحہ سے تسلسل کے ساتھ سورۂ ناس تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

۳۔ ہر آیت میں موجود تمام الفاظ کا لفظی ترجمہ بھی لکھا گیا ہے تا کہ استفادہ کرنے والے کو ہر لفظ کا ترجمہ بھی واضح طور پر معلوم ہو۔

۴۔ لفظی ترجمہ کے بعد ترجمہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۵۔ درس میں جتنی آیتیں لی گئی ہیں ان آیتوں میں کتنی باتیں بتلائی گئی ہیں نمبر وار ان باتوں کو واضح انداز میں تحریر کیا گیا ہے تا کہ استفادہ کرنے والے کو احکامِ الٰہی واضح طور پر معلوم ہو جائیں۔

۶۔ آیتوں کی تشریح عام فہم انداز اور آسان زبان میں کی گئی ہے۔

۷۔ تفسیر و تشریح میں علمی دقائق اور پیچیدہ اختلافی اقوال سے گریز کیا گیا ہے۔اس دور میں قاری کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ ان تمام اختلافی امور میں غور کرے۔

۸۔ جن آیتوں کی تشریح کی جارہی ہے ان آیات سے متعلقہ موضوع والی آیتیں جو قرآنِ مجید میں دوسری جگہ موجود ہیں عموماً ایک دو آیتوں کو ترجمہ اور حوالہ کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے تا کہ اس آیت کے سمجھنے میں قاری کو آسانی ہو اور مضمون بھی واضح ہو۔

۹۔ ہر درس کے آخر میں یا جہاں مناسب ہو درمیان ہی میں اس آیت سے ملنے والے سبق کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

۱۰۔ بعض ایسی آیتیں جن کا تعلق اقوام و احوال سے ہے وہاں ہمارے ملک بھارت کے مسلمانوں کو کچھ مفید اور اہم باتیں بتلادی گئی ہیں، مطالعہ کے دوران قاری کو اس کا علم و احساس ہو گا۔



سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ

یہ سورت ۶ رکوع اور ۹۸ آیات پر مشتمل ہے۔

﴿درس نمبر ۱۲۲۴﴾ بڑھاپے میں حضرت زکریا علیہ السلام کی ایک خاص دعا ﴿مریم: ۱-تا-۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كٰهٰيٰعٰصٓ ۝ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ كٰهٰيٰعٰصٓ كٰهٰيٰعٰصٓ ذِكْرُ ذکر ہے رَحْمَتِ رَبِّكَ آپ کے رب کی رحمت کا عَبْدَهٗ اپنے بندے زَكَرِيَّا زکریا پر اِذْ نَادٰى جب اس نے پکارا تھا رَبَّهٗ اپنے رب کو نِدَآءً خَفِيًّا پکارنا آہستہ قَالَ اس نے کہا رَبِّ اے میرے رب! اِنِّيْ بلاشبہ میں وَهَنَ کمزور ہوگئی ہیں الْعَظْمُ مِنِّيْ میری ہڈیاں وَاشْتَعَلَ اور بھڑک اُٹھا ہے الرَّاْسُ سر شَيْبًا بڑھاپے سے وَّلَمْ اور نہیں اَكُنْ ہوا میں بِدُعَآئِكَ تجھے پکار کر رَبِّ اے میرے رب! شَقِيًّا محروم وَاِنِّيْ اور بلاشبہ میں خِفْتُ ڈرتا ہوں الْمَوَالِيَ اپنے وارثوں سے مِنْ وَّرَآءِيْ اپنے پیچھے وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ اور ہے میری بیوی عَاقِرًا بانجھ فَهَبْ لِيْ چنانچہ تو عطا کر مجھے مِنْ لَّدُنْكَ مجھے اپنے پاس سے وَلِيًّا ایک وارث يَّرِثُنِيْ وہ وارث ہو میرا وَيَرِثُ اور وارث ہو مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ آلِ یعقوب کا وَاجْعَلْهُ اور تو بنا اسے رَبِّ اے میرے رب! رَضِيًّا پسندیدہ۔

ترجمہ:۔ كٰهٰيٰعٰصٓ ۝ یہ تذکرہ ہے اُس رحمت کا جو تمہارے پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی ۝ یہ اُس وقت کی بات ہے جب انہوں نے اپنے پروردگار کو آہستہ آہستہ آواز سے پکارا تھا ۝ انہوں نے کہا تھا کہ: "میرے پروردگار! میری ہڈیاں تک کمزور پڑ گئی ہیں اور سر بڑھاپے کی سفیدی سے بھڑک اُٹھا ہے اور میرے پروردگار! میں آپ سے دعا مانگ کر کبھی نامراد نہیں ہوا ۝ اور مجھے اپنے بعد اپنے چچا زاد بھائیوں کا اندیشہ لگا ہوا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، لہٰذا آپ خاص اپنے پاس سے مجھے ایک ایسا وارث عطا کر دیجئے ۝ جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب (علیہ السلام) کی اولاد سے بھی میراث پائے اور اے رب! اُسے ایسا بنائیے جو (خود آپ کا) پسندیدہ ہو۔

تشریح:۔ ان چھ آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کٓھٰیٰعٓصٓ یہ تذکرہ ہے اس رحمت کا جو تمہارے پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔
۲۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب انہوں نے اپنے پروردگار کو آہستہ آہستہ آواز سے پکارا تھا۔
۳۔ انہوں نے کہا تھا کہ میرے پروردگار! میری ہڈیاں تک کمزور پڑ گئی ہیں اور سر بڑھاپے کی سفیدی سے بھڑک اٹھا ہے۔
۴۔ اے میرے پروردگار! میں آپ سے دعا مانگ کر کبھی نامراد نہیں ہوا۔
۵۔ مجھے اپنے بعد اپنے چچا زاد بھائیوں کا اندیشہ لگا ہوا ہے۔
۶۔ میری بیوی بانجھ ہے۔ ۷۔ آپ خاص اپنے پاس سے مجھے ایک ایسا وارث عطا کر دیجئے
۸۔ جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے بھی میراث پائے۔
۹۔ اے رب! اسے ایسا بنائیے جو آپ کا پسندیدہ بھی ہو۔

چونکہ اس سورت کی ابتدائی آیات ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور آپ کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے واقعہ سے متعلق تفصیلات بیان کی گئی ہیں، اسی لیے اس پوری سورت کا نام سورۂ مریم رکھا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں صرف ایک ہی سورت ہے جو ایک خاتون کے نام سے ہے اور پوری قرآنِ مجید میں صرف ایک ہی عورت کا نام ہے وہ ہے حضرت مریم علیہا السلام۔ ان کے علاوہ کسی عورت کا نام قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ ہاں! دوسری عورتوں کا ذکر ضرور آیا ہے، مثلاً فرعون کی بیوی، لوط کی بیوی، نوح کی بیوی، ابولہب کی بیوی وغیرہ۔

سورۂ مریم مکی ہے، حبشہ کی جانب ہجرت کا جو واقعہ پیش آیا اس سے پہلے سورۂ مریم نازل ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں جب حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کو بلایا گیا تو اسی وقت حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھرے دربار میں سورۂ مریم کی تلاوت کی تھی۔ معلوم یہ ہوا کہ ہجرت حبشہ کے وقت یہ سورت نازل ہو چکی تھی۔ ترتیبِ قرآن کے لحاظ سے سورۂ مریم انیسویں سورت ہے، جس میں ۶ رکوع اور ۹۸ آیتیں ہیں۔

سورۂ مریم کی یہ ابتدائی چھ آیتیں ہیں۔ ان آیات میں جلیل القدر پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام کے بڑھاپے کے وقت کی ایک دعا کا مضمون ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام بوڑھے ہو چکے تھے، مگر انہیں اولاد نہیں ہوئی تھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنے بڑھاپے میں ایک فکر پیدا ہوئی، وہ یہ کہ میرے بعد قوم کی رہنمائی کیلئے کوئی ایسا شخص ہونا چاہیئے جو میرا سچا وارث اور حقیقی جانشین ہو جو لوگوں کی دینی رہنمائی کر سکے۔ ظاہر ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام دینار یا درہم، روپیہ یا پیسہ، سونا یا چاندی وراثت میں نہیں چھوڑ جاتے، وہ تو صرف اپنا دین اور اس دین کا وہ آفاقی علم چھوڑ کر جاتے ہیں جو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔ چنانچہ اسی فکر کی بنیاد پر حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے چپکے چپکے دعا مانگی، یعنی آہستہ سے دعا مانگی اور جو چیز وہ مانگنا چاہتے تھے اس سے پہلے اپنی کمزوری کا

اظہار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کو وہ بندے پیارے اور محبوب ہیں جو اپنی عاجزی اور بیچارگی کا اللہ کے سامنے اظہار کریں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و طاقت کے گن گائیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں اور میرے سر کے بال سفید ہو چکے ہیں اور میری بیوی بھی کوئی جوان نہیں، وہ تو بانجھ ہو چکی ہے، اس کو اولاد ہونے کے ظاہری اسباب بھی نہیں ہیں اور میرا آپ سے اتنا قریبی تعلق ہے کہ میں آپ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا ہوں۔ میری نظر ظاہری اسباب پر نہیں ہے بلکہ آپ کی قدرت و طاقت پر ہے اور مجھے اپنے رشتہ داروں سے اندیشہ ہے کہ وہ حق کی راہ سے ہٹ جائیں گے۔ اس لئے اے اللہ! مجھ کو اپنی طرف سے ایک ایسا وارث عطا فرمائیے جو میرا جانشین ہو اور یعقوب علیہ السلام کے خاندان کا بھی جانشین ہو اور آپ جو وارث مجھے عطا فرمائیں گے ایسا ہو کہ وہ آپ کو محبوب بھی ہو۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ فکر ہم سب کو بیدار کرتی ہے اور اس بات کو دعوت دیتی ہے کہ ہم اپنی نسلوں کے حق میں اس بات کی فکر کریں کہ ہماری نسلوں میں ایسا سچا وارث اور جانشین ضرور ہو جو ہمارے بعد ان نسلوں کے دین کی فکر کرے اور ان کی دینی رہنمائی بھی کرے۔

ہمارے ملک بھارت کے مسلمانوں میں سے ہر مسلمان کی یہ اہم ترین ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کی فکر کرے کہ ان کی نسلوں میں دینِ اسلام باقی رہے۔ اگر آج بھارت کے مسلمانوں نے اس فکر کو چھوڑ دیا تو ہمارے ملک کے مستقبل میں اسلام کا نام کیسے باقی رہے گا؟

ان آیات سے متعلق چند بنیادی باتیں پیش ہیں، جو سبق آموز اور معلومات سے پُر ہیں :

(۱) حضرت زکریا علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسل سے تھے اور پیشہ سے وہ بڑھئی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی پیشہ گھٹیا یا معیوب نہیں ہوتا۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں درزی، لوہار، بڑھئی وغیرہ بھی رہے ہیں۔

(۲) حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے جو دعا کی اس میں نِدَآءً خَفِيًّا کے الفاظ ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ انہوں نے رات کے درمیانی حصہ میں خاموش دعا کی، اس لئے کہ درمیانی شب کی دعا جلد قبول کی جاتی ہے۔

(۳) جس وقت حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی اس وقت ان کی عمر کیا تھی؟ اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں، ۶۰ سال یا ۷۰ سال یا ۷۵ سال یا ۸۵ سال یا ۹۹ سال یا ۱۲۰ سال۔

(۴) وَّلَمْ أَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا کہ میں آپ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔ بندہ کی زبان پر اللہ کے حضور یہ جملہ انتہائی محبوب، پیارا اور لاڈ والا جملہ ہے۔ ہم حضرت زکریا علیہ السلام کے اس مقام پر غور کریں کہ وہ اپنے پروردگار سے یہ کہہ رہے ہیں کہ گزری ہوئی زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے آپ سے کوئی چیز مانگی ہو اور آپ نے نہ دی ہو۔ میں نے جب بھی آپ سے مانگا آپ نے عطا کیا۔ ایسے ہی خوش نصیب احباب کو مُسْتَجَابُ الدَّعْوَاتْ کہا جاتا ہے جن کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں۔

﴿درس نمبر ۱۲۲۵﴾ **میرے یہاں لڑکا کس طرح پیدا ہوگا؟** ﴿مریم: ۷۔تا۔۱۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨاسْمُهٗ يَحْيٰى ۙلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ○ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ○ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ○ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّىْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ○ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ يٰزَكَرِيَّآ اے زکریا! اِنَّا بے شک ہم نُبَشِّرُكَ تجھے خوشخبری دیتے ہیں بِغُلٰمِ ایک لڑکے کی اسْمُهٗ اس کا نام ہے يَحْيٰى یحییٰ لَمْ نَجْعَلْ ہم نے نہیں بنایا لَّهٗ اس کا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے سَمِيًّا کوئی ہم نام قَالَ اس نے کہا رَبِّ اے میرے رب! اَنّٰى يَكُوْنُ کیسے ہوگا لِىْ غُلٰمٌ میرے لیے لڑکا وَّكَانَتِ جبکہ ہے امْرَاَتِىْ عَاقِرًا میری بیوی بانجھ وَّقَدْ بَلَغْتُ اور تحقیق میں پہنچ چکا ہوں مِنَ الْكِبَرِ بڑھاپے کی عِتِيًّا آخری حد کو قَالَ کہا كَذٰلِكَ اسی طرح ہے قَالَ کہا رَبُّكَ تیرے رب نے هُوَ عَلَىَّ وہ مجھ پر هَيِّنٌ آسان ہے وَّقَدْ خَلَقْتُكَ اور تحقیق میں نے ہی تجھے پیدا کیا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَلَمْ تَكُ جبکہ نہیں تھا تو شَيْئًا کچھ بھی قَالَ کہا رَبِّ اے میرے رب! اجْعَلْ لِّىْٓ میرے لیے ٹھہرا دے اٰيَةً کوئی نشانی قَالَ فرمایا اٰيَتُكَ تیری نشانی ہے اَلَّا تُكَلِّمَ یہ کہ نہ بات کر سکے گا تو النَّاسَ لوگوں سے ثَلٰثَ لَيَالٍ تین راتیں سَوِيًّا تندرستی کے باوجود فَخَرَجَ چنانچہ وہ نکلا عَلٰى قَوْمِهٖ اپنی قوم پر مِنَ الْمِحْرَابِ حجرے سے فَاَوْحٰٓى تو اس نے اشارہ کیا اِلَيْهِمْ ان کی طرف اَنْ سَبِّحُوْا کہ تم تسبیح بیان کرو بُكْرَةً وَّعَشِيًّا صبح اور شام۔

ترجمہ:۔ اے زکریا! ہم آپ کو ایسے بیٹے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ ہم نے اس سے قبل ایسا نام نہیں رکھا ○ زکریا نے کہا: ”میرے پروردگار! میرے یہاں لڑکا کس طرح پیدا ہوگا جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے سے اس حال کو پہنچ گیا ہوں کہ میرا جسم سوکھ چکا ہے؟“ ○ کہا: ”ہاں! ایسا ہی ہوگا۔ تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ تو میرے لئے معمولی بات ہے اور اس سے پہلے میں نے تمہیں پیدا کیا تھا جب تم کچھ بھی نہیں تھے۔“ ○ زکریا نے کہا: ”میرے پروردگار! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دیجئے۔“ فرمایا: ”تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم صحت مند ہونے کے باوجود تین رات تک لوگوں سے بات نہیں کرسکو گے۔“ ○ چنانچہ وہ عبادت گاہ سے نکل کر اپنی قوم کے سامنے آئے اور ان کو اشارے سے ہدایت دی کہ تم لوگ صبح و شام اللہ کی تسبیح کیا کرو۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں بارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے زکریا! ہم آپ کو ایسے بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔

۲۔ ہم نے اس سے قبل ایسا نام نہیں رکھا۔

۳۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے پروردگار! میرے یہاں لڑکا کس طرح پیدا ہوگا؟

۴۔ میری بیوی بانجھ ہے

۵۔ میں بڑھاپے کی وجہ سے اس حال کو پہنچ گیا ہوں کہ میرا جسم سوکھ چکا ہے

۶۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! ایسا ہی ہوگا۔

۷۔ تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ تو میرے لئے معمولی بات ہے۔

۸۔ اس سے پہلے میں نے تمہیں پیدا کیا تھا جب تم کچھ بھی نہیں تھے

۹۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا: میرے پروردگار! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دیجئے

۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم صحتمند ہونے کے باوجود تین رات تک لوگوں سے بات نہ کرسکو گے۔

۱۱۔ چنانچہ وہ عبادت گاہ سے نکل کر اپنی قوم کے سامنے آئے

۱۲۔ لوگوں کو اشارے سے ہدایت دی کہ تم لوگ صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کرو۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے اپنے جانشین اور وارث کیلئے دعا کی، یعنی اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی اس پیار بھری دعا کو قبول کرلیا اور حضرت زکریا علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے زکریا! ہم آپ کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ اے زکریا! ہم آپ کو بشارت دیتے ہیں۔ یہ جملہ دراصل فرشتوں کی جانب سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو آواز دی جس کی دلیل یہ ہے کہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۳۹ میں یوں موجود ہے فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى پس فرشتوں نے انہیں آواز دی جبکہ زکریا محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ بیشک اللہ تمہیں یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی آواز دی ہو اور فرشتوں نے بھی آواز دی ہو جیسا کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا کا ایک مطلب مفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ہم نے یحییٰ جیسا لڑکا پیدا ہی نہیں کیا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یحییٰ نام کا کوئی لڑکا پیدا نہیں کیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی بشارت سن کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میرے یہاں کیسے لڑکا پیدا ہوگا؟

جبکہ میں بڑھاپے کو پہنچ گیا اور میری بیوی بانجھ ہوگئی۔ اس سوال کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی قدرت و طاقت پر شک کیا جبکہ اللہ کی قدرت پر شک تو جائز ہی نہیں ہے اور ایک نبی سے اس قسم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے اس سوال کا مطلب انکار بھی نہیں ہے بلکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے بطورِ تعجب یہ بات کہی کہ میرے بوڑھے ہونے اور بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود کیسے لڑکا ہوگا؟ ظاہر ہے کہ فطری طور پر اس قسم کا تعجب ہونا کوئی نئی بات بھی نہیں ہے۔ ایسے مواقع پر عموماً اس قسم کے جملے زبان سے نکل ہی جاتے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ ہاں! ایسا ہی ہوگا۔ یعنی تمہارے بوڑھے ہونے اور تمہاری بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود ایسا ہوگا کہ تمہیں لڑکا ہوگا۔ پھر فرمایا گیا کہ تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ تو میرے لئے معمولی بات ہے۔ اے زکریا! تم اپنے آپ پر غور کرو کہ تم اس سے پہلے کچھ بھی نہیں تھے، مگر میں نے تم کو پیدا کیا، جس طرح تم کو پیدا کیا ہم یحییٰ کو بھی اسی طرح اپنی قدرت و طاقت سے پیدا کریں گے۔ یحییٰ کو وجود میں لانے کی قوت ہم رکھتے ہیں۔ اس بات کو سننے کے بعد حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے لئے کوئی ایسی نشانی مقرر فرما دیجئے جس سے مجھے پتہ چل جائے کہ میری بیوی کو حمل ٹھہر گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے لئے یہ نشانی مقرر فرما دی کہ اے زکریا! تم اچھے خاصے تندرست اور صحتمند ہونے کے باوجود تین دن تین رات تک کسی سے بات نہیں کر سکو گے۔ حضرت زکریا علیہ السلام باوجود صحتمند رہنے کے تین دن تک بات نہ کر سکے، لیکن ان کی زبان اللہ کے ذکر میں مصروف رہی جس کی دلیل یہ ہے کہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۴۱ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ حکم دیا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ اور آپ اپنے پروردگار کا کثرت سے ذکر کیجئے اور صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کیجئے۔ جب ذکر اور تسبیح کا حکم دیا گیا تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ذکر اور تسبیح کی حد تک زبان سے یہ کلمات ادا کرنے کی قوت دی گئی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا معمول یہ تھا کہ وہ محراب میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ اس موقع پر حضرت زکریا علیہ السلام محراب سے باہر آئے۔ عموماً دوسرے نمازی حضرت زکریا علیہ السلام کے انتظار میں رہتے تھے کہ وہ کب محراب سے باہر آئیں گے؟ جب حضرت زکریا علیہ السلام دروازہ کھولتے تو لوگ اندر داخل ہوتے اور ان کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی حاملہ ہوگئیں اور حضرت زکریا علیہ السلام کے لئے وہ نشانی قائم کر دی گئی کہ آپ بات نہیں کر سکتے تھے تو انہوں نے حسبِ عادت محراب کا دروازہ کھولا تو سامنے لوگ موجود تھے۔ لوگوں نے دیکھا کہ حضرت زکریا علیہ السلام بات نہیں کر رہے ہیں اور بولنے کی قدرت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت زکریا علیہ السلام نے اشارہ سے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ صبح و شام حسبِ سابق نماز پڑھتے رہیں۔

﴿درس نمبر ۱۲۲۶﴾ **اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھام لو** ﴿مریم: ۱۲۔تا۔۱۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ۝ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ يٰيَحْيٰى اے یحییٰ! خُذِ الْكِتٰبَ تو پکڑ کتاب کو بِقُوَّةٍ قوت کے ساتھ وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے اسے دیا الْحُكْمَ حکم صَبِيًّا بچپن ہی میں وَّحَنَانًا اور شفقت مِّنْ لَّدُنَّا اپنی طرف سے وَزَكٰوةً اور پاکیزگی وَكَانَ اور تھا وہ تَقِيًّا نہایت پرہیزگار وَّبَرًّا اور نیکی کرنے والا بِوَالِدَيْهِ اپنے ماں باپ کے ساتھ وَلَمْ يَكُنْ اور نہیں تھا وہ جَبَّارًا عَصِيًّا سخت نافرمان وَسَلٰمٌ اور سلام ہے عَلَيْهِ اس پر يَوْمَ جس دن وُلِدَ وہ پیدا ہوا وَيَوْمَ اور جس دن يَمُوْتُ وہ مرے گا وَيَوْمَ اور جس دن يُبْعَثُ وہ اٹھایا جائے گا حَيًّا زندہ کرکے۔

ترجمہ:۔ (پھر جب یحییٰ پیدا ہو کر بڑے ہو گئے تو ہم نے ان سے فرمایا:) ''اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھام لو۔'' اور ہم نے بچپن ہی میں ان کو دانائی بھی عطا کر دی تھی ۝ اور خاص اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی بھی اور وہ بڑے پرہیزگار تھے ۝ اور اپنے والدین کے خدمت گزار! نہ وہ سرکش تھے نہ نافرمان ۝ اور (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) سلام ہے ان پر اُس دن بھی جس دن وہ پیدا ہوئے، اُس دن بھی جس دن انہیں موت آئے گی اور اُس دن بھی جس دن انہیں زندہ کر کے دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ پھر جب حضرت یحییٰ علیہ السلام بڑے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھام لو۔

۲۔ ہم نے بچپن ہی میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دانائی بھی عطا کر دی تھی۔

۳۔ خاص اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی بھی دی تھی

۴۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام بڑے پرہیزگار تھے

۵۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنے والدین کے خدمت گزار بھی تھے

۶۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نہ سرکش تھے اور نہ ہی نافرمان

۷۔ سلام ہے حضرت یحییٰ علیہ السلام پر اس دن بھی جس دن وہ پیدا ہوئے، اس دن بھی جس دن انہیں موت آئے گی اور اس دن بھی جس دن انہیں زندہ کر کے دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا جار ہا ہے کہ وہ کتاب کو مضبوطی سے تھام لیں ۔اس کتاب سے مراد تورات ہے ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے ان سب نے تورات شریف پر ہی عمل کیا جیسا کہ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۴۴ میں ہے کہ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ماننے والے انبیاء وغیرہ فیصلے کرتے تھے ۔ یہاں لفظ ''قوت'' استعمال کیا گیا، یعنی اس تورات کو خوب اچھی طرح یاد بھی رکھو اور اس پر اچھی طرح عمل بھی کرو۔

اس کے بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ کہا جار ہا ہے کہ ہم نے یحییٰ کو ان کے بچپن ہی میں حکم عطا فرمایا۔حکم سے کیا مراد ہے؟اس سلسلہ میں بعض مفسرین نے فرمایا کہ حکم سے مراد نبوت ہے کہ ہم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن ہی میں نبوت عطا فرمائی ۔ یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے کہ انہیں بچپن ہی میں نبوت کی دولت عطا کی گئی، ورنہ عام طور پر انبیاء کرام علیہم السلام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کی جاتی تھی ۔بعض مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ حکم سے فہم یعنی سمجھ مراد ہے کہ ہم نے بچپن ہی میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سمجھ عطا فرمادی تھی، گویا حضرت یحییٰ علیہ السلام کو آسمانی کتاب اور دینی باتوں کو سمجھنے کی خاص صلاحیت عطا کی گئی تھی اور انہیں حکمت سے نوازا گیا تھا، جبکہ وہ ابھی سات سال کی عمر کو بھی نہیں پہنچے تھے ۔حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام یہ دو انبیاء ایسے ہیں جنہیں بچپن ہی میں نبوت عطا کی گئی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے دور کے بچوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہا کہ چلو! ہمارے ساتھ ہم کھیلتے ہیں تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم کھیلنے کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہیں ۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا گیا کہ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا ہم نے یحییٰ کو اپنے پاس سے رقت قلبی یعنی نرمی عطا فرمادی ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جب آدمی کا دل نرم ہوتا ہے تو وہ دین حق کے سیدھے راستہ پر بھی چلتا ہے اور نیک اعمال بھی کرتا ہے اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی، نرمی اور شفقت سے بھی پیش آتا ہے ۔حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جہاں نبوت، حکمت اور نرمی عطا کی گئی وہیں انہیں پاکیزگی بھی عطا کی گئی، اس لئے یہاں کہا گیا کہ وَزَكٰوةً۔عربی زبان میں زکوٰۃ کے اصل معنی پاکیزہ ہونا ہے اور شریعت میں زکوٰۃ کو زکوٰۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو اس کا وہ باقی مال پاک ہوجاتا ہے ۔حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ہر قسم کے گناہوں اور گندگیوں سے محفوظ، پاک وصاف رکھا گیا۔

وَكَانَ تَقِيًّا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اللہ کی نافرمانی سے بچنے والے اور اس کے حکموں کی فرمانبرداری کرنے والے متقی اور پرہیزگار تھے ۔

وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والے اور ان کی اطاعت و

فرمانبرداری کرنے والے اور اپنے قول و عمل سے اپنے ماں باپ کی نافرمانی سے بچنے والے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کے ہر حکم کو بجالایا اور ہر اس کام سے رکے رہے جس کام سے انہیں روکا گیا۔

وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ وہ لوگوں کے سامنے کبھی گھمنڈ اور غرور نہیں کرتے تھے جبکہ وہ سارے ہی لوگوں کے ساتھ عاجزی کا پیکر بنے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا اس میں کبھی بھی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خصوصیات اور ان کے بلند اوصاف بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنی جانب سے یہ اعزاز بخشا کہ سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ۔ الخ۔ انسان پر جو تین حالتیں گزرتی ہیں یعنی پیدائش، موت اور حشر۔ ان تینوں حالتوں میں حضرت زکریا علیہ السلام کو امن و سلامتی کی خوشخبری دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان کی پیدائش کے دن بھی امان و سلامتی دی گئی، یعنی شیطان کے شر سے ولادت کے دن بھی ان کی حفاظت کی گئی، موت کے دن بھی ان کو سلامتی دی گئی، قبر کے عذاب سے بھی ان کو امن و امان دی گئی اور جس روز وہ قیامت کے دن اٹھیں گے اللہ کے عذاب اور اس دن کی ہولناکی سے محفوظ رہیں گے۔

﴿درس نمبر ۱۲۲۷﴾ ہم نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس فرشتہ بھیجا ﴿مریم: ۱۶-تا-۲۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ○ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ○ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ○ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ○ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ○ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاذْكُرْ اور ذکر کیجئے فِي الْكِتٰبِ کتاب میں مَرْيَمَ مریم کا اِذِ انْتَبَذَتْ جب وہ علیحدہ ہوئی مِنْ اَهْلِهَا اپنے گھر والوں سے مَكَانًا ایسے مکان میں شَرْقِيًّا جو مشرقی جانب تھا فَاتَّخَذَتْ پھر اس نے بنالیا مِنْ دُوْنِهِمْ ان کے آگے سے حِجَابًا ایک پردہ فَاَرْسَلْنَآ پھر ہم نے بھیجا اِلَيْهَا اس کی طرف رُوْحَنَا اپنی روح کو فَتَمَثَّلَ تو اس نے شکل اختیار کی لَهَا اس کے لیے بَشَرًا سَوِيًّا ایک کامل آدمی کی قَالَتْ اس نے کہا اِنِّيْٓ بلاشبہ میں اَعُوْذُ پناہ پکڑتی ہوں بِالرَّحْمٰنِ رحمن کے ساتھ مِنْكَ تجھ سے اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا اگر ہے تو ڈرنے والا قَالَ اس نے کہا اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ یقینا میں بھیجا ہوا ہوں رَبِّكِ تیرے

رب کا لِاَهَبَ تا کہ عطا کروں لَكِ تجھے غُلٰمًا زَكِيًّا ایک لڑکا پاکیزہ قَالَتْ اس نے کہا اَنّٰى يَكُوْنُ کیسے ہوگا لِيْ غُلٰمٌ مجھے لڑکا وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ حالانکہ نہیں چھوا مجھے بَشَرٌ کسی بشر نے وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا اور نہ ہوں میں بدکار قَالَ اس نے کہا كَذٰلِكِ اسی طرح ہے قَالَ رَبُّكِ کہا ہے تیرے رب نے هُوَ عَلَيَّ وہ مجھ پر هَيِّنٌ آسان ہے وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً اور تا کہ ہم اسے ایک نشانی بنائیں لِّلنَّاسِ لوگوں کیلئے وَرَحْمَةً اور رحمت مِّنَّا اپنی طرف سے وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا اور معاملہ طئے شدہ ہے۔

ترجمہ:۔ اور اس کتاب میں مریم کا بھی تذکرہ کرو۔ اُس وقت کا تذکرہ جب وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر اُس جگہ چلی گئیں جو مشرق کی طرف واقع تھاO پھر انہوں نے ان لوگوں کے اور اپنے درمیان ایک پردہ ڈال لیا۔ اس موقع پر ہم نے ان کے پاس اپنی روح (یعنی ایک فرشتے) کو بھیجا جو ان کے سامنے ایک مکمل انسان کی شکل میں ظاہر ہواO مریم نے کہا: ''میں تم سے خدائے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں۔ اگر تم میں خدا کا خوف ہے (تو یہاں سے ہٹ جاؤ)O فرشتے نے کہا: ''میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں (اور اس لئے آیا ہوں) تا کہ تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔''O مریم نے کہا: ''مجھے لڑکا کیسے ہوجائے گا جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور نہ میں کوئی بدکار عورت ہوں؟''O فرشتے نے کہا: ''ایسے ہی ہوجائے گا۔ تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ: ''یہ میرے لئے ایک معمولی بات ہے اور ہم یہ کام اس لئے کریں گے تا کہ اُس لڑکے کو لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کی) ایک نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے رحمت کا مظاہرہ کریں اور یہ بات پوری طرح طئے ہو چکی ہے۔''

تشریح:۔ ان چھ آیتوں میں سولہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس کتاب میں حضرت مریم علیہا السلام کا بھی تذکرہ کرو۔

۲۔ اس وقت کا تذکرہ جب وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر اس جگہ چلی گئیں جو مشرق کی طرف واقع تھا۔

۳۔ پھر حضرت مریم علیہا السلام نے اپنے اور ان لوگوں کے درمیان پردہ ڈال لیا

۴۔ اس موقع پر ہم نے مریم علیہا السلام کے پاس اپنی روح یعنی ایک فرشتہ کو بھیجا

۵۔ وہ فرشتہ حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے ایک مکمل انسان کی شکل میں ظاہر ہوا۔

۶۔ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا میں تم سے رب رحمان کی پناہ مانگتی ہوں

۷۔ اگر تم میں اللہ کا خوف ہے تو یہاں سے ہٹ جاؤ

۸۔ فرشتے نے کہا میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں

۹۔ میں اس لئے آیا ہوں تا کہ تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں

۱۰۔ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا میرے لڑکا کیسے ہوجائے گا جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے؟

۱۱۔ نہ ہی میں کوئی بدکار عورت ہوں ۱۲۔ فرشتے نے کہا ایسے ہی ہو جائے گا
۱۳۔ تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے لئے ایک معمولی بات ہے
۱۴۔ ہم یہ کام اس لئے کریں گے تاکہ اس لڑکے کو لوگوں کے لئے ایک نشانی بنائیں۔
۱۵۔ اپنی طرف سے رحمت کا مظاہرہ کریں ۱۶۔ یہ بات پوری طرح طئے ہو چکی ہے۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۳۵ تا ۳۷ میں حضرت مریم علیہا السلام کے والد بزرگوار حضرت عمران اور ان کی اہلیہ یعنی حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کا ذکر ہے۔ اس نیک عورت نے جبکہ وہ حاملہ تھیں یہ منت مانی تھی کہ میرے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے کی نذر مانی ہے تو میری طرف سے قبول فرمالے۔ حضرت عمران کی بیوی نے جب بچی کو جنم دیا تو وہ کہنے لگیں :اے پروردگار! مجھے تو لڑکی ہوئی ہے اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں ہوتا، پھر انہوں نے اپنی بچی کا نام مریم رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو اچھی طرح قبول فرمایا اور ان کی بہترین پرورش کی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت لی۔ حضرت مریم علیہا السلام جب بڑی ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعہ انہیں بشارت دی کہ تمہیں ایک بیٹا دیا جائے گا جس کا نام مسیح ہوگا۔ وہ دنیا اور آخرت میں وجیہ ہوگا اور اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا۔

حضرت مریم علیہا السلام ایک دن اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر گھر کی مشرقی جانب ایک جگہ چلی گئیں۔ یہ سخت سردی کا دن تھا۔ وہاں وہ دھوپ میں بیٹھ گئیں اور سر کی جوئیں نکالنے لگیں اور اس علیحدہ جگہ پر حضرت مریم علیہا السلام نے پردہ ڈال لیا تھا تاکہ لوگوں سے پردہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف اپنے معزز فرشتے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو بھیجا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک صحیح سالم انسان کی شکل میں حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ حضرت مریم علیہا السلام انتہائی پاکباز، عفت وعصمت والی حیادار خاتون تھیں۔ حضرت مریم علیہا السلام نے جب انسانی شکل میں ایک آدمی کو دیکھا تو گھبرا گئیں اور کہنے لگیں کہ تو کون ہے جو میری تنہائی میں یہاں پہنچا ہے؟ میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ تیری شکل سے تو متقی معلوم ہو رہا ہے اور متقی کا کیا کام کہ وہ تنہائی میں کسی عورت کے پاس آئے؟ میں تو تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اور تو بھی اپنے تقویٰ کی لاج رکھ لے اور یہاں سے چلا جا۔

حضرت مریم علیہا السلام کی ان باتوں کو سن کر معزز فرشتے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں تاکہ تمہیں اللہ کی طرف سے ایک پاکیزہ لڑکا دے دوں۔ معزز فرشتے نے حضرت مریم علیہا السلام کے دل سے دہشت اور خوف کو نکالا اور یہ اطمینان دلایا کہ میں کوئی بُرے ارادے سے آپ کے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف اس لئے بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دوں۔ وہ لڑکا

گناہوں سے بالکل پاک ہوگا۔ وہ پاکیزگی اور عفت کے ساتھ پروان چڑھے گا۔

حضرت مریم علیہا السلام نے تعجب سے کہا کہ مجھے لڑکا کیسے ہوسکتا ہے؟ اس لئے کہ میں شوہر والی نہیں ہوں، میرا نکاح ہی نہیں ہوا ہے اور کوئی مجھ سے قریب بھی نہیں ہوا ہے، کسی نے مجھے چھوا تک نہیں ہے اور مجھ سے کسی بُرے کام کا تصور بھی نہیں ہے اور نہ ہی میں کوئی بدکار عورت ہوں۔ حضرت مریم علیہا السلام نے ظاہری اسباب کی روشنی میں یہ باتیں کہہ دیں۔ اس کے جواب میں فرشتے نے کہا کہ یہ تو ایسے ہی ہوگا اور تمہارے پروردگار کیلئے یہ بات آسان ہے کہ وہ بغیر باپ کے اور بغیر شوہر کے بیٹا پیدا کردے۔ اگر تمہارا شوہر نہ بھی ہو اللہ کیلئے تمہارے پیٹ سے لڑکا پیدا کرنے کی قدرت وطاقت ہے، جس پروردگار نے آدم کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا وہی پروردگار بغیر باپ کے بیٹا پیدا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے بطن سے پیدا ہونے والے بیٹے کو اپنے بندوں کے لئے رحمت بنادے گا، اس کو نبیوں میں سے ایک نبی کا درجہ دے گا اور وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف بلائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم وتقدیر میں یہ بات پہلے ہی لکھ دی ہے اور ایسا ہی ہو کر رہے گا۔ اس فیصلہ کا قلم سوکھ چکا ہے۔ اس فیصلہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور برابر تمہارے پیٹ سے لڑکا پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ اِذَا قَضٰٓى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ (آل عمران ۴۷:) جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کہہ دیتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کی شان یہ تھی کہ وہ عفت والی خاتون تھیں جس کا ذکر سورۃ التحریم کی آیت نمبر ۱۲ میں یوں ہے :وَمَرۡيَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِىۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا وَ صَدَّقَتۡ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَكَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِيۡنَ اور دوسری مثال عمران کی بیٹی مریم کی ہے جنہوں نے اپنی عزت و ناموس کو محفوظ رکھا تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور وہ اپنے پروردگار کے کلام اور اس کی کتابوں کو برحق سمجھتی تھیں اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو لوگوں کے لئے نشانی بنادیا اور اپنی طرف سے رحمت بھی بنادیا۔

کاش! میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی

﴿درس نمبر ۱۲۲۸﴾ ﴿مریم ۲۲ـتاـ۲۶﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فَحَمَلَتۡهُ فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۞ فَاَجَآءَهَا الۡمَخَاضُ اِلٰى جِذۡعِ النَّخۡلَةِ ۚ قَالَتۡ يٰلَيۡتَنِىۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا وَكُنۡتُ نَسۡيًا مَّنۡسِيًّا ۞ فَنَادٰٮهَا مِنۡ تَحۡتِهَاۤ اَلَّا تَحۡزَنِىۡ قَدۡ جَعَلَ رَبُّكِ تَحۡتَكِ سَرِيًّا ۞ وَهُزِّىۡۤ اِلَيۡكِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ تُسٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۞ فَكُلِىۡ

وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَحَمَلَتْهُ چنانچہ وہ حاملہ ہوگئی اس لڑکے سے فَانْتَبَذَتْ پھر وہ الگ ہوگئی بِهٖ اس کے ساتھ مَكَانًا قَصِيًّا ایک دور والے مکان میں فَاَجَآءَهَا پھر لے آیا اس کو الْمَخَاضُ دردِزِہ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ایک کھجور کے تنے کی طرف قَالَتْ اس نے کہا يٰلَيْتَنِيْ اے کاش میں! مِتُّ میں مرجاتی قَبْلَ هٰذَا اس سے پہلے وَكُنْتُ اور میں ہوجاتی نَسْيًا مَّنْسِيًّا بھولی بسری فَنَادٰىهَا چنانچہ اسے آواز دی مِنْ تَحْتِهَآ اس کے نیچے سے اَلَّا تَحْزَنِيْ یہ کہ نہ تو غم کھا قَدْ جَعَلَ تحقیق کردیا ہے رَبُّكِ تیرے رب نے تَحْتَكِ سَرِيًّا تیرے نیچے ایک چشمہ وَهُزِّيْٓ اور تو ہلا اِلَيْكِ اپنی طرف بِجِذْعِ النَّخْلَةِ کھجور کے تنے کو تُسٰقِطْ وہ گرائے گا عَلَيْكِ تجھ پر رُطَبًا جَنِيًّا تازہ پکی ہوئی کھجوریں فَكُلِيْ سو تو کھا وَاشْرَبِيْ اور پی وَقَرِّيْ اور ٹھنڈی کر عَيْنًا آنکھیں فَاِمَّا تَرَيِنَّ پھر اگر تو دیکھے مِنَ الْبَشَرِ آدمیوں میں سے اَحَدًا کسی کو فَقُوْلِيْٓ تو کہہ دینا اِنِّيْ **بے شک میں نے** نَذَرْتُ نذرمانی ہے لِلرَّحْمٰنِ رحمن کے لیے صَوْمًا روزے کی فَلَنْ لہٰذا ہرگز نہیں اُكَلِّمَ میں کلام کروں گی الْيَوْمَ اِنْسِيًّا آج کسی انسان سے۔

ترجمہ:۔ پھر ہوا یہ کہ مریم کو اُس بچے کا حمل ٹھہر گیا (اور جب ولادت کا وقت قریب آیا) تو وہ اس کو لے کر لوگوں سے الگ ایک دور مقام پر چلی گئیں ۞ پھر زچگی کے درد نے انہیں کھجور کے ایک درخت کے پاس پہنچا دیا۔ وہ کہنے لگیں: ''کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور مر کر بھولی بسری ہوجاتی!'' ۞ پھر فرشتے نے ان کے نیچے ایک جگہ سے اُنہیں آواز دی کہ: ''غم نہ کرو، تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کردیا ہے ۞ اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ، اُس میں سے پکی ہوئی تازہ کھجوریں تم پر جھڑیں گی ۞ اب کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی رکھو اور اگر لوگوں میں سے کسی کو آتا دیکھو تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ: ''آج میں نے ربِ رحمن کے لئے ایک روزے کی منت مانی ہے، اس لئے میں کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی۔''

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر یہ ہوا کہ حضرت مریم علیہا السلام کو اس بچے کا حمل ٹھہر گیا

۲۔ جب ولادت کا وقت قریب آیا تو حضرت مریم علیہا السلام اس حمل کو لے کر لوگوں سے الگ ایک دور مقام پر چلی گئیں۔

۳۔ پھر زچگی کے درد نے انہیں کھجور کے ایک درخت کے پاس پہنچا دیا

۴۔ حضرت مریم علیہا السلام کہنے لگیں کاش! میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور مر کر بھولی بسری ہوجاتی

۵۔ پھر فرشتے نے ان کے نیچے ایک جگہ سے انہیں آواز دی

۶۔ غم نہ کرو تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے

۷۔ کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ

۸۔ اس میں سے پکی ہوئی تازہ کھجوریں تم پر جھڑیں گی

۹۔ اب کھاؤ اور پیو اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو

۱۰۔ لوگوں میں سے کسی کو آتا ہوا دیکھو تو اشارہ سے کہہ دینا

۱۱۔ میں نے رب رحمان کیلئے ایک روزے کی منت مان لی ہے اس لئے میں کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

حضرت مریم علیہا السلام حیادار اور عفت والی نیک خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنی عفت و عصمت کو محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ ان کے ذریعہ بغیر باپ کے ایک ایسا بیٹا پیدا ہو جو قدرت کی نشانی بھی ہو اور وہ اپنی قوم کے لئے نبی بھی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعہ حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں اپنی روح پھونک دی۔ چنانچہ سورۃ التحریم کی آیت نمبر ۱۲ میں یوں کہا گیا وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا اور مریم بنت عمران کہ جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی پھر ہم نے اپنی طرف سے اس میں جان پھونک دی۔

حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان پر پھونک تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ماری مگر اس پھونک کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی اس لئے کہ پھونک مارنے کا حکم دراصل اللہ تعالیٰ ہی نے دیا تھا۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی حضرت مریم علیہا السلام کو اطلاع دی کہ ان کے ہاں لڑکا ہوگا تو حضرت مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی ہوگئیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان پر پھونک ماری۔ اس پھونک کے نتیجہ میں حضرت مریم علیہا السلام اللہ کے حکم سے حاملہ ہوگئیں۔ اس کے بعد حضرت مریم علیہا السلام اس حمل کو لئے ہوئے علیحدہ ہو کر دور چلی گئیں۔ قرآنِ مجید نے حضرت مریم علیہا السلام کے حمل کی مدت کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے اس لئے کہ اس مدت کو معلوم کرنے کی کوئی زیادہ ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہم تو یہی سمجھیں گے کہ جس طرح عام عورتوں کے حمل کی مدت نو ماہ ہوتی ہے حضرت مریم علیہا السلام کے حمل کی مدت بھی نو ماہ ہی ہو۔ حضرت مریم علیہا السلام علیحدہ ہو کر دور کیوں چلی گئیں؟ اس لئے کہ ان کو اپنی قوم سے حیا محسوس ہوئی اور اس لئے بھی وہ دور ہوگئیں تا کہ وہ تنہائی میں اللہ کی عبادت کر سکیں اور اپنے رب حقیقی سے مناجات کر سکیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام وادی بیت اللحم کے کونے تک چلی گئیں اور ایلیاء اور بیت اللحم کی وادی کے درمیان چار میل کا فاصلہ ہے۔ جس رب ذوالجلال نے بغیر دانہ کے پہلی مرتبہ کھیتی اگائی

ہے اور جو رب ذوالجلال بغیر بارش کے زمین سے درخت اگاتا ہے وہی رب اس بات کی بھی قدرت رکھتا ہے کہ وہ بغیر باپ کے بیٹا پیدا کر دے، جیسا کہ حضرت مریم علیہا السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر پیدا ہوئے۔

حضرت مریم علیہا السلام کو دردِ زِہ ہوا تو اس درد کی وجہ سے کھجور کے درخت کے پاس آ گئیں اور کھجور کے تنے کے قریب یا اس درخت سے ہی ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں اور اسی کیفیت میں کہنے لگیں کہ ہائے کاش! میں پہلے سے مرگئی ہوتی اور بالکل ہی بھولی بسری ہو جاتی کہ نہ کوئی مجھے جانتا اور نہ ہی پہچانتا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت حضرت مریم علیہا السلام کیلئے پریشانی کا وقت تھا، جنگل و بیابان اور تنہائی، درد سے بے چین اور کوئی ایسا چھپر یا بستر بھی نہیں کہ جس پر لیٹ سکیں اور یہ خیال بھی کھائے جا رہا تھا کہ اگر لڑکا پیدا ہو جائے گا تو لوگ کیا کہیں گے؟ اسی پریشانی نے انہیں یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ کاش! میں پہلے ہی مرچکی ہوتی اور میرا نام و نشان باقی نہ رہتا۔

حمل کی مدت کے سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو جیسے ہی حمل ٹھہرا تھوڑی ہی دیر میں ولادت بھی ہوگئی، اس لئے کہ حضرت مریم علیہا السلام کا لوگوں سے دور تنہائی میں اکیلے گھر سے باہر اور لوگوں سے دور رہنا سمجھ میں نہیں آتا اور اگر عام عورتوں کی طرح نو ماہ کا حمل ہوتا تو لوگوں کے طعنے اور اعتراضات شروع ہو جاتے جبکہ واقعہ یہ ہے کہ لوگوں نے اس وقت اعتراض کیا جب وہ اپنے بچہ کو لے کر لوگوں کے درمیان آئیں۔ حقیقت سے تو اللہ تعالیٰ ہی باخبر ہے کہ حمل کی مدت کتنی رہی؟

جب ولادت ہوگئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو اس جگہ سے نیچے کھڑے ہوئے تھے اور حضرت مریم علیہا السلام اوپر کسی ٹیلے پر تھیں تو یہ آواز دی کہ تم رنجیدہ نہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے نیچے ایک نہر بنا دی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے وہاں اپنا پاؤں مارا جس کی وجہ سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا اور وہیں ایک خشک کھجور کا درخت تھا اس میں اسی وقت پتے اور پھل آ گئے اور اسی وقت پک گئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا کہ تم درخت کے تنے کو حرکت دو اس حرکت کی وجہ سے تم پر تر و تازہ پکی ہوئی کھجوریں گریں گی اور تم ان تازہ کھجوروں میں سے کھاؤ اور اس نہر سے جو جاری ہوئی ہے میٹھا اور خوشگوار پانی پیو اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کرلو۔ یہ تمہارا بیٹا ہے جو تمہارے لئے تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اس واقعہ سے اس بات کا بھی علم ہوتا ہے کہ زچہ عورت کیلئے کھجور زیادہ مفید ہوتا ہے۔ اس کے بعد حضرت مریم علیہا السلام کو یہ ہدایت دی گئی کہ اگر تم کسی انسان کو دیکھو کہ وہ اس بچہ کی پیدائش کے بارے میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہے تو تم اشارہ سے یہ بات کہہ دو کہ میں نے بات کرنے کا روزہ رکھنے کی منت مانی ہے کہ میں کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی بلکہ میں فرشتوں سے بات کروں گی اور اپنے رب سے دعائیں مانگوں گی۔ پچھلی شریعتوں میں کھانے پینے سے رکنے کا روزہ بھی ہوتا تھا اور بات سے رکنے کا بھی روزہ ہوتا تھا۔ ان کے نزدیک روزہ کا طریقہ گفتگو سے رک جانا ہوتا تھا، مگر شریعت محمدی میں بات کرنے کا روزہ مشروع نہیں ہے۔

﴿درس نمبر ۱۲۲۹﴾ **حضرت مریم علیہا السلام بچے کو اٹھائے قوم کے پاس آئیں** ﴿مریم ۲۷۔۲۸۔۲۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ۝ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۝ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَاَتَتْ پھر وہ لے آئی بِهٖ اس کو قَوْمَهَا اپنی قوم کے پاس تَحْمِلُهٗ اسے اٹھائے ہوئے قَالُوْا انہوں نے کہا يٰمَرْيَمُ اے مریم! لَقَدْ جِئْتِ تحقیق تو نے کیا ہے شَيْئًا فَرِيًّا بہت بُرا کام يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ اے ہارون کی بہن! مَا كَانَ اَبُوْكِ نہ تھا تیرا باپ امْرَاَ سَوْءٍ بُرا آدمی وَّمَا كَانَتْ اور نہ تھی اُمُّكِ بَغِيًّا تیری ماں بدکار فَاَشَارَتْ تو اس نے اشارہ کیا اِلَيْهِ اس کی طرف قَالُوْا انہوں نے کہا كَيْفَ نُكَلِّمُ کیسے ہم کلام کریں مَنْ كَانَ اس سے جو ہے فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا گود میں بچہ۔

ترجمہ:۔ پھر وہ اُس بچے کو اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں۔ وہ کہنے لگے کہ: ''مریم! تم نے تو بڑا غضب ڈھا دیا ۝ اے ہارون کی بہن! نہ تو تمہارا باپ کوئی بُرا آدمی تھا نہ تمہاری ماں کوئی بدکار عورت تھی!'' ۝ اس پر مریم نے اُس بچے کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا: ''بھلا ہم اس سے کیسے بات کریں جو ابھی گہوارہ میں پڑا ہوا بچہ ہے؟''

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر حضرت مریم اس بچے کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں

۲۔ لوگ کہنے لگے اے مریم! تم نے تو بڑا غضب ڈھا دیا ہے

۳۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تمہارا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ ہی تمہاری ماں کوئی بدکار عورت تھی

۴۔ حضرت مریم علیہا السلام نے جواب میں اس بچے کی طرف اشارہ کیا

۵۔ لوگوں نے کہا بھلا ہم اس بچے سے کیسے بات کریں جو ابھی گود میں پڑا ہوا بچہ ہے؟

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت مریم علیہا السلام انہیں لے کر آبادی میں آئیں۔ وہاں قوم کے لوگ بھی موجود تھے تو لوگ کہنے لگے کہ اے مریم! یہ بچہ کہاں سے آ گیا؟ ہمیں تو یہی معلوم ہے کہ تمہاری شادی ہی نہیں ہوئی ہے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ بچہ بدکاری سے پیدا ہوا ہے۔ اے مریم! تو نے بڑے غضب کا کام کیا ہے کہ معمول کے برخلاف بغیر باپ کے تمہیں بیٹا پیدا ہو گیا ہے۔ چونکہ حضرت مریم علیہا السلام کے گھرانے کے لوگ

نیک تھے اور آلِ عمران کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا تھا جیسا کہ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۳۳ اور ۳۴ سے معلوم ہوتا ہے
اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ذُرِّيَّةً ۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اللہ نے آدم اور نوح اور خاندان ابراہیم اور خاندان عمران کو تمام جہان کے لوگوں میں سے منتخب فرمایا تھا۝ ان میں سے بعض، بعض کی اولاد تھے اور اللہ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔ قوم کے لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے منسوب کرتے ہوئے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا کہ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ ! اے ہارون کی بہن! بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں ہارون سے وہ ہارون مراد نہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے بلکہ حضرت مریم علیہا السلام کے زمانہ میں ایک صالح آدمی تھے جن کا نام ہارون تھا۔ بہر حال قوم نے حضرت مریم علیہا السلام سے یہ کہا کہ تم ایک پاکیزہ اور صالح گھرانے کی خاتون ہو، تم نے یہ کیا کر دیا اور تمہارے ابا حضرت عمران بھی تو فاسق و فاجر آدمی نہیں تھے وہ تو اللہ کے چنندہ خاص بندے تھے اور تمہاری ماں بھی سرکش نافرمان نہیں تھیں، آخر تم نے یہ کیا حرکت کر دی اور تمہیں یہ بیٹا کیسے ہو گیا؟

حضرت مریم علیہا السلام نے ان تمام باتوں کا اپنی زبان سے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اپنے نومولود بچہ کی جانب اشارہ کیا کہ تم لوگ اس بچہ سے پوچھ لو جو پوچھنا چاہتے ہو۔ حضرت مریم علیہا السلام نے صرف اشارہ پر اکتفاء کیا اور اپنی زبان سے کچھ نہ کہا اس لئے کہ حضرت مریم علیہا السلام نے بات نہ کرنے کی منت مان لی تھی۔ لوگوں نے یہ گمان کیا کہ یہ مریم ان کے ساتھ مذاق کر رہی ہے، ڈانٹتے ہوئے یہ سوال کیا کہ كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا ہم کیسے اس بچہ سے بات کریں جو ابھی گہوارہ میں ہو؟

ہمیں حضرت مریم علیہا السلام کے اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اپنے بچہ کو لے کر پورے اعتماد کے ساتھ اپنی قوم کے درمیان آئیں، اس لئے کہ انہیں یقین تھا کہ ان کا پروردگار ان کے عذر کو اپنی قدرت سے بتلا دے گا اور قوم کو حقیقت سے باخبر کر دے گا اور حضرت مریم علیہا السلام کی پاکیزگی اور عفت و عصمت کو قوم کے سامنے ظاہر و باہر کر دے گا۔ ایک سچے مومن مرد اور عورت کو چاہیئے کہ اگر وہ حق پر ہے تو اپنے پروردگار پر یقین رکھے کہ اس کا پروردگار اس کی ضرور مدد کرے گا۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظاہری حالت کو دیکھ کر لوگ عموماً کسی پر جلد فیصلہ کر بیٹھتے ہیں اور غلط فہمی کی وجہ سے کسی پر تہمت لگانے میں بھی دیر نہیں کرتے اور ایسے لوگ آخر کار نادم اور شرمندہ ہو جاتے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۲۳۰﴾ میں اللہ کا بندہ ہوں ﴿مریم ۳۰۔ تا۔ ۳۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ط اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا ۝ وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ص

وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَّبَرًّا ۢ بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ۝
وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا اِنِّيْ بلاشبہ میں عَبْدُ اللّٰهِ اللہ کا بندہ ہوں اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ اس نے مجھے کتاب دی ہے وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اور اس نے مجھے بابرکت بنایا ہے اَيْنَ مَا كُنْتُ جہاں کہیں بھی میں ہوں وَاَوْصٰنِيْ اور اس نے مجھے وصیت کی ہے بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ نماز کی اور زکوٰۃ کی مَا دُمْتُ حَيًّا جب تک میں زندہ رہوں وَّبَرًّا اور نیکی کرنے والا بِوَالِدَتِيْ اپنی والدہ کے ساتھ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ اور اس نے نہیں بنایا مجھے جَبَّارًا شَقِيًّا سرکش بدبخت وَالسَّلٰمُ اور سلام ہے عَلَيَّ مجھ پر يَوْمَ جس دن وُلِدْتُّ میں پیدا کیا گیا وَيَوْمَ اور جس دن اَمُوْتُ میں مروں گا وَيَوْمَ اور جس دن اُبْعَثُ حَيًّا میں اٹھایا جاؤں گا زندہ کرکے۔

ترجمہ:۔ (اس پر) بچہ بول اٹھا کہ: ''میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے ۝ اور جہاں بھی میں رہوں مجھے بابرکت بنایا ہے اور جب تک زندہ رہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے ۝ اور مجھے اپنی والدہ کا فرمانبردار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور سنگ دل نہیں بنایا ۝ اور (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) سلامتی ہے مجھ پر اُس دن بھی جب میں پیدا ہوا اور اُس دن بھی جس دن میں مروں گا اور اُس دن بھی جب مجھے دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جائے گا۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بچہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول اٹھے
۲۔ میں اللہ کا بندہ ہوں
۳۔ اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے
۴۔ جہاں بھی میں رہوں مجھے بابرکت بنایا ہے
۵۔ جب تک میں زندہ رہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے
۶۔ مجھے اپنی والدہ کا فرمانبردار بنایا ہے
۷۔ مجھے سرکش اور سنگ دل نہیں بنایا
۸۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر سلامتی ہے اس دن بھی جب میں پیدا ہوا اور اس دن بھی جس دن میں مروں گا اور اس دن بھی جب مجھے دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جائے گا۔

حضرت مریم علیہا السلام نے جب اس نومولود بچہ کی جانب اشارہ کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ابھی نومولود تھے اور گہوارہ میں تھے یہ بول پڑے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بارے میں آٹھ باتیں بتلائی ہیں:

پہلی بات یہ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں یعنی میں وہ ہوں جو ایک حقیقی معبود کی عبادت کرنے والا اور اس کی بندگی کرنے والا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی سب سے پہلے یہ بات اس لئے کہلوائی گئی تاکہ یہ بتلایا جائے کہ نصاریٰ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا تصور کرتے ہیں انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے

بیٹے نہیں بلکہ اس کے بندے ہیں۔ دوسری بات یہ بتلائی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب یعنی انجیل عطا کی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے میری تقدیر میں یہ بات لکھ دی ہے اور ازل ہی میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ مجھ پر کتاب نازل ہوگی۔ تیسری بات یہ بتلائی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مقدر میں یہ بات بھی لکھ دی ہے کہ میں نبی بنوں گا۔ اس میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ اگر میں نبی ہوں تو میری ماں فاحشہ نہیں ہوسکتی اس لئے کہ رب ذوالجلال کا دستور اور قانون یہ ہے کہ وہ زنا سے پیدا شخص کو نبی نہیں بناتا بلکہ وہ تو پاکیزہ پیٹ سے پاکیزہ نسل ہی سے نبی بناتا ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ میرے رب نے مجھے بابرکت بنایا ہے جہاں کہیں بھی میں رہوں یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے بندوں کے لئے نفع بخش بنایا ہے اور خیر کی تعلیم دینے والا بنایا ہے اور رشد و ہدایت کی طرف رہبری کرنے والا بنایا ہے۔ یعنی میرا مستقبل یہ ہے کہ میں مستقل لوگوں کی خیر خواہی اور نفع بخشی کا کام کروں گا۔ پانچویں بات یہ ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے اس نماز کے قائم کرنے کا حکم دیا ہے جو نماز بندے کو اپنے حقیقی رب سے ملاتی ہے اور جس نماز سے روح کو پاکیزگی نصیب ہوتی ہے اور جو نماز فحش کاری سے روکتی ہے اور اس رب ذوالجلال نے مال کی زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے جو زکوٰۃ باقی مال کو پاک کر دیتی ہے اور جس زکوٰۃ سے فقیروں اور مسکینوں کی امداد ہوتی ہے۔ میں جب تک دنیا میں زندہ رہوں میں نماز کا پابند اور زکوٰۃ دینے کا پابند رہوں میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے۔ چھٹویں بات یہ ہے کہ میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میری ماں کے ساتھ میں حسن سلوک کروں، میں میری ماں کی اطاعت کروں اور اس کے ساتھ احسان کا برتاؤ کروں۔ اس طرح میں ایک طرف میں نماز اور زکوٰۃ سے اللہ کی عبادت کروں اور دوسری طرف میں اپنی ماں کے ساتھ اچھا برتاؤ کروں۔ ساتویں بات یہ کہ میرے رب نے مجھے نافرمان اور بدبخت نہیں بنایا اور اللہ کی اطاعت سے منہ موڑنے والا نہیں بنایا۔ آٹھویں بات یہ ہے کہ میری پیدائش کے دن ہر قسم کی برائی سے مجھ پر سلامتی ہے کہ شیطان نے اس وقت مجھ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی اور نہ ہی شیطان موت کے وقت میرا اغوا کرے گا اور نہ ہی مرنے کے بعد زندہ ہونے کے وقت وہ مجھے اغوا کرے گا۔ ان تینوں اوقات میں مجھ پر سلامتی ہی سلامتی ہے۔

یقیناً وہ بندہ کامیاب و بامراد ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عافیت اور سلامتی نصیب ہو جائے۔ ہمیں اپنے پروردگار سے سلامتی اور عافیت کی دعا مانگنی چاہئے۔

﴿درس نمبر ۱۲۳۱﴾ **اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنے لئے کوئی بیٹا بنائے** ﴿مریم ۳۴۔۳۵۔۳۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ ذٰلِكَ یہ ہے عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عیسیٰ ابن مریم قَوْلَ الْحَقِّ حق کی بات الَّذِيْ فِيْهِ وہ جس میں يَمْتَرُوْنَ وہ لوگ شک کرتے ہیں مَا كَانَ نہیں ہے لِلّٰهِ اللہ کے لیے اَنْ يَّتَّخِذَ کہ وہ بنائے مِنْ وَّلَدٍ کوئی اولاد سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے اِذَا قَضٰى جب وہ فیصلہ کرتا ہے اَمْرًا کسی کام کا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ تو صرف وہ یہی کہتا ہے لَهٗ كُنْ اس کے لیے ہوجا فَيَكُوْنُ تو وہ ہوجاتا ہے وَاِنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ رَبِّيْ میرا رب ہے وَرَبُّكُمْ اور تمہارا رب ہے فَاعْبُدُوْهُ سو تم اُسی کی عبادت کرو هٰذَا یہی ہے صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ سیدھی راہ۔

ترجمہ:۔ یہ ہیں عیسیٰ بن مریم! ان (کی حقیقت) کے بارے میں سچی بات یہ ہے جس میں لوگ جھگڑ رہے ہیں O اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کوئی بیٹا بنائے، اُس کی ذات پاک ہے۔ جب وہ کسی بات کا فیصلہ کرلیتا ہے تو بس اُس سے یہ کہتا ہے کہ: ''ہوجا'' چنانچہ وہ ہوجاتی ہے O اور (اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دو کہ:)) یقیناً اللہ میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار، اس لئے اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیات میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ یہ ہیں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

۱۔ ان کی حقیقت کے بارے میں سچی بات یہ ہے جس میں لوگ جھگڑ رہے ہیں

۳۔ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کوئی بیٹا بنائے ۴۔ اللہ کی ذات پاک ہے

۵۔ جب وہ کسی بات کا فیصلہ کرلیتا ہے تو بس اس سے یہ کہتا ہے کہ ہوجا چنانچہ وہ ہوجاتی ہے۔

۶۔ اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دو کہ یقیناً اللہ میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے۔

۷۔ اس لئے اسی کی عبادت کرو ۸۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ وہ معبود برحق ہیں جو بے نیاز ہیں۔ دنیا کی ہر مخلوق اور کائنات کا ہر ذرہ اسی رب ذوالجلال کا محتاج ہے۔ مگر کائنات کا حقیقی خالق و مالک دنیا کی کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ وہ نہ اولاد کا محتاج ہے اور نہ بیوی کا محتاج ہے۔ وہ نہ دینار اور درہم کا محتاج ہے اور نہ ہی زمین و آسمان کا۔ جاہلوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کو منسوب کردیا اور یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنادیا اور مشرکوں نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بنادیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس حقیقت سے آگاہ کردیا کہ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ یہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اللہ کے بیٹے نہیں بلکہ یہ تو اللہ کی نیک بندی مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں۔ یہ وہ حق بات ہے جس میں کسی بھی قسم کا کوئی شک نہیں ہے، جس اہم معاملہ میں لوگ شک کررہے ہیں ان کا شک ان ہی کے منہ پر ماردیا جائے اور یہ حق بات ذہنوں میں بٹھالی جائے

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ وہ مریم بنت عمران کے بیٹے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ قرآنِ مجید کی تیرہ سورتوں میں ہے اور تقریباً تینتیس آیتیں ایسی ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۹ اور ۶۰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یوں کہا گیا اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ O اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے؛ اللہ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ان سے کہا" ہو جاؤ" بس وہ ہو گئے O حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے، لہٰذا شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو جانا۔ اللہ کے لئے یہ لائق نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اپنے لئے کسی کو بیٹا بنا لے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو اولاد کی حاجت ہی نہیں ہے۔ انسان محتاج ہے، اس لئے اس کو اولاد کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی شان بلند و بالا ہے۔ اس کو اولاد کی کوئی حاجت و ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو وہ بس یوں کہہ دیتا ہے کہ کُن ہو جا فَيَكُوْن پس وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت و طاقت کی بلند و بالا شان یہ ہے کہ اس کے ارادے کے ساتھ ہی وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔ جس رب ذوالجلال کی اس قدر اعلیٰ و بالا شان ہو اس کے بارے میں یہ خیال کیسے کیا جا سکتا ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو؟

اس کے بعد یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ کہ بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے پس تم اسی ایک رب کی عبادت کرو۔ اللہ تعالیٰ صرف مسلمانوں کا رب نہیں ہے بلکہ وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الفاتحہ ۱:) تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو عالَموں کا پروردگار ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۳۹ میں کہا گیا قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ آپ کہہ دیجئے کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو جو ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۱ میں یوں ہے اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، پس تم اسی کی عبادت کرو یہ ہے سیدھا راستہ۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کے سامنے جن باتوں کے رکھنے کا حکم دیا گیا ان باتوں میں یہ اہم بات بھی ہے کہ وہ اپنی قوم سے یہ بات کہہ دیں اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ کہ بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تم سب کا بھی رب ہے۔ پس تم اسی کی عبادت کرو۔ فَاعْبُدُوْهُ کے ذریعہ ساری انسانیت کو یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ وہ صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کریں جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور جو طریقہ اور راستہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا ہے یہ وہ راستہ ہے جو بالکل سیدھا ہے۔ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یہ سیدھا راستہ ہے۔ تم سب اسی سیدھے راستہ کی طرف چلو

﴿درس نمبر ۱۲۳۲﴾ کافروں کیلئے قیامت کے دن بڑی خرابی ہے ﴿مریم ۳۷۔۳۸﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَاخْتَلَفَ پھر اختلاف کیا الْاَحْزَابُ گروہوں نے مِنْۢ بَيْنِهِمْ آپس میں فَوَيْلٌ چنانچہ ہلاکت ہے لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ بڑے دن کی حاضری اَسْمِعْ بِهِمْ کیا ہی خوب سنتے ہوں گے وہ لوگ وَاَبْصِرْ اور کیا ہی خوب دیکھتے ہوں گے يَوْمَ جس دن يَاْتُوْنَنَا وہ ہمارے پاس آئیں گے لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ لیکن ظالم لوگ الْيَوْمَ آج کے دن فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ صریح گمراہی میں ہیں۔

ترجمہ:۔ پھر بھی ان میں سے مختلف گروہوں نے اختلاف ڈال دیا ہے، چنانچہ جس دن یہ ایک زبردست دن کا مشاہدہ کریں گے اُس دن اُن کی بڑی تباہی ہوگی جنہوں نے کفر کا ارتکاب کیا ہے ○ جس روز یہ ہمارے پاس آئیں گے اُس دن یہ کتنے سننے والے اور دیکھنے والے بن جائیں گے؟ لیکن یہ ظالم آج کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ توحید پر ہر طرح کے دلائل کے باوجود مختلف گروہوں نے آپس میں اس بارے میں اختلاف ڈال لیا۔

۲۔ کافروں کے لیے ایک بڑے بھاری دن کے آجانے سے بڑی خرابی ہونے والی ہے۔

۳۔ جس دن یہ کافر ہمارے پاس آئیں گے اس دن کیسے بینا اور شنوا ہو جائیں گے؟

۴۔ یہ ظالم مشرک اور کافر لوگ دنیا میں صریح غلطی اور گمراہی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

پہلی بات یہ کہ آسمانی کتابوں میں بالخصوص آخری آفاقی کتاب قرآنِ مجید میں توحید کو عقلی اور نقلی تمام دلائل کے ساتھ سمجھایا گیا۔ مومنوں کی نیک بختی ہے کہ انہوں نے توحید کا جام پی لیا اور موحد بن گئے۔ مگر یہ یہودی، نصرانی اور کفار و مشرکین توحید کے بارے میں آپس میں مختلف گروہ بن گئے۔ انہوں نے آپس میں اختلاف ڈال لیا۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر توحید کے عقیدے میں رخنہ ڈال لیا۔ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر شرک کی بنیاد رکھی۔ مشرکین نے بتوں کو ہی سب کچھ سمجھ لیا اور انہیں کا سجدہ کرنے لگے اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صاف اور واضح انداز میں بتلا دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ کا کلمہ ہیں جس کو

حضرت مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا گیا اور اللہ کی روح ہیں اس کے باوجود اہلِ کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے خیالات اور عقیدے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف ہوگئے۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نعوذ باللہ یہ کہا کہ وہ ولد الزنا ہیں اور جادوگر ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس دور کے ایک شخص کی طرف منسوب کردیا کہ وہ یوسف النجار کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کے مختلف گروہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف باتیں گھڑلیں۔نسطوریہ نامی گروہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور ملکیہ نامی گروہ نے کہا کہ وہ تین میں کے تیسرے ہیں جس کو ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ کہا جاتا ہے جن کے باطل عقیدہ کے مطابق انہوں نے اللہ کو باپ حضرت مریم علیہا السلام کو ماں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیٹا قرار دیا۔نعوذ اللہ من ذالک

دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ ایسے کافر لوگ دنیا میں تو مزے اور راحت کی زندگی بسر کررہے ہیں، مگر جب بڑا بھاری دن آجائے گا اور قیامت قائم ہوجائے گی تو اس دن ان کافروں کی بڑی خرابی ہونے والی ہے۔جن بدبختوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلط بیانی سے کام لیا اور یہ جھوٹ بات گھڑلی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں ان کے لئے یہاں وعید بیان کی گئی کہ قیامت کے دن ان بدبختوں کے لئے بڑی خرابی ہے۔

تیسری بات یہ بتائی گئی کہ دنیا میں تو یہ حق کے لیے اندھے اور بہرے بنے ہوئے ہیں، توحید اور حق کی کسی بات کے سنتے وقت وہ اندھے اور بہرے بن جاتے ہیں۔لیکن یہ کافر لوگ جب ہمارے پاس آئیں گے تو پھر انکی آنکھ بھی کھل جائے گی اور ان کے کان بھی کھڑے ہوجائیں گے۔اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو مہلت دے رہے ہیں اور اس مہلت کی وجہ سے اس غلط فہمی میں یہ مبتلا ہیں کہ ان کو ان کی حرکتوں پر سزا ہی نہیں دی جائے گی۔

چوتھی بات یہ بتلائی گئی کہ یہ کافر ومشرک لوگ دنیا میں کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ان کی گمراہی یقیناً مومنوں اور مسلمانوں کے لئے باعثِ عبرت ہونی چاہیے اور اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توحید کی چہاردیواری میں محفوظ رکھا ہے اور شرک کی گندگی اور نجاست سے ہماری حفاظت فرمائی ہے۔

﴿درس نمبر ۱۲۳۳﴾ دنیا میں یہ کافر غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ﴿مریم ۳۹۔۴۰﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاَنْذِرْهُمْ اور آپ انہیں ڈرائیں يَوْمَ الْحَسْرَةِ روزِ حسرت سے اِذْ قُضِيَ جب فیصلہ کیا جائے گا الْاَمْرُ معاملے کا وَهُمْ اور وہ فِيْ غَفْلَةٍ غفلت میں ہیں وَّهُمْ اور وہ لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے

اِنَّا نَحْنُ بلاشبہ ہم ہی نَرِثُ وارث ہوں گے الْاَرْضَ زمین کے وَمَنْ اوران کے جو عَلَيْهَا اس پر ہیں وَاِلَيْنَا اور ہماری طرف ہی يُرْجَعُوْنَ وہ لوٹائے جائیں گے۔

ترجمہ:۔ اور (اے پیغمبر!) ان کو اُس پچھتاوے کے دن سے ڈرائیے جب ہر بات کا آخری فیصلہ ہو جائے گا جبکہ یہ لوگ (اس وقت) غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لارہے ہیں O یقین جانو کہ زمین اور اُس پر سارے رہنے والوں کے وارث ہم ہی ہوں گے اور ہماری طرف ہی ان سب کو لوٹایا جائے گا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں :

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ ان غافل کافروں کو بھی حسرت اور پشیمانی کے دن سے ڈرائیے جبکہ فیصلہ کر دیا جائے گا۔

۲۔ دنیا میں یہ کافر غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لارہے ہیں۔

۳۔ تمام روئے زمین کے اور جو کچھ زمین پر ہے سب کے مالک اور وارث اللہ ہی رہ جائیں گے۔

۴۔ اللہ ہی کی طرف سارے کے سارے لوٹائے جائیں گے۔

انسان دنیا میں بے لگام زندگی بسر کرتا ہے، اپنے حقیقی خالق و مالک کے احکامات سے غافل ہو کر نافرمانی کے ساتھ اپنی زندگی گزارتا ہے۔ دنیا کی دولت میں اس قدر مست رہتا ہے کہ اس کو اس بات کا اندازہ ہی نہیں رہتا کہ مرنے کے بعد اس کے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا جائے گا؟ قیامت جب قائم ہوگی تو اس دنیا میں اس کے دل کی کیفیت کیا ہوگی؟ وہ قیامت کے دن اپنی زبان سے کیا کچھ کہے گا؟ قیامت کے اس حسرت اور پشیمانی والے دن سے ڈرانے کا اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو حکم دیا ہے جس دن ہر ایک کی بدانجامی اور خوش انجامی کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ قیامت کے دن کو يَوْمَ الْحَسْرَةِ پچھتاوے اور شرمندگی کا دن قرار دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن کافر حسرت کریں گے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۳۱ میں یہ منظر کشی یوں کی گئی حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا یہاں تک کہ جب وہ معین وقت پر اچانک آ پہنچے گا کہیں گے کہ ہائے افسوس! ہماری کوتاہی پر جو اس بارے میں ہوئی۔ قیامت کا دن ہر ایک کے لیے حسرت کا دن ہے۔ کافروں کے لیے حسرت کا دن اس طرح ہوگا کہ وہ جنتیوں کو جنت میں جاتا دیکھ کر اور اپنے آپ کو جہنم رسید ہوتے ہوئے دیکھ کر پچھتائیں گے کہ کاش! ہم مومن و صالح ہو جاتے۔ قیامت کا دن مومنوں کے لیے بھی حسرت کا دن ہوگا۔ چنانچہ طبرانی نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنتیوں کو سوائے اس بات کے کسی اور بات پر حسرت نہیں ہوگی کہ ان کے وہ لمحات اللہ کے ذکر کے بغیر گزر گئے صرف ان لمحات پر اہل جنت کو حسرت ہوگی اور وہ غفلت کے ساتھ گزری ہوئی زندگی پر پچھتائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مرنے والے کو حسرت اور ندامت سے سابقہ پڑے گا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ یہ ندامت وحسرت کس بنا پر ہوگی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک اعمال کرنے والے کو اس پر حسرت ہوگی کہ اس نے اور نیک اعمال کیوں نہ کر لیے؟ تا کہ اورزیادہ درجات ملتے اور بدکار آدمی کو اس بات پر حسرت ہوگی کہ وہ اپنی بدکاری سے باز کیوں نہ آ گیا۔(تفسیر مظہری)

دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ دنیا میں یہ کافر اس بات سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں کہ کل ان کا انجام کیا ہوگا؟ وہ صرف آج کو دیکھ رہے ہیں اور کل سے بالکل بے پرواہ اور غافل بن کر زندگی بسر کر رہے ہیں اور اسی غفلت نے انہیں ایمان لانے سے روک بھی رکھا ہے اور وہ ایمان نہیں لا رہے ہیں۔کافروں اور مجرموں کی غفلت کا ذکر قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں ہے۔سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۳۶ میں کہا گیا :وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ اور وہ ان سے بالکل ہی غفلت کرتے تھے۔سورۂ یونس کی آیت نمبر ۷ میں کہا گیا :وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔

تیسری بات یہ کہ دنیا میں وقتی طور پر آدمی چند چیزوں کا مالک بن جاتا ہے اور جب اس دنیا سے جاتا ہے تو چند دنوں کے لیے اپنی اولاد وغیرہ کو وارث بھی بنا دیتا ہے،مگر اس پوری روئے زمین کے اور اس پر موجود ساری چیزوں کے حقیقی مالک اور وارث تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔اللہ تعالیٰ اسی لئے فرما رہے ہیں کہ ہم ہی اس کے وارث ہیں، اس زمین کے بھی اور جو کچھ زمین میں ہے اس کے بھی۔دنیا جہاں کا حقیقی وارث تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں یہ بات بیان کی گئی ہے وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آل عمران ۱۸۰:) آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ہاں! وقتی طور پر انسانوں میں سے جس کو چاہے اللہ تعالیٰ اس زمین کا وارث بنا دیتے ہیں۔چنانچہ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۲۸ میں کہا گیا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہے وہ اپنے بندوں میں سے مالک بنا دے۔

چوتھی بات یہ بتائی گئی کہ اللہ ہی کی طرف سارے لوگ لوٹ کر جائیں گے۔مالدار ہو کہ غریب، چھوٹا ہو کہ بڑا بادشاہ ہو کہ رعایا، حاکم ہو کہ غلام، مرد ہو کہ عورت سب کے سب اسی پاک پروردگار کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ قرآنِ مجید میں بیسیوں مرتبہ انسانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ اسی پروردگار کی طرف انہیں لوٹ کر جانا ہے۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۸ میں کہا گیا ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ " پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے" اور آیت نمبر ۲۸۱ میں کہا گیا وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۰۵ میں کہا گیا اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۲۳۴﴾ **تذکرہ کیجئے کتاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا** ﴿مریم ۴۱۔۴۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاذْكُرْ اور ذکر کیجئے فِي الْكِتٰبِ کتاب میں اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم کا اِنَّهٗ كَانَ بے شک وہ تھا صِدِّيْقًا نَّبِيًّا نہایت سچا نبی اِذْ قَالَ جب اس نے کہا لِاَبِيْهِ اپنے باپ سے يٰٓاَبَتِ اے میرے باپ لِمَ تَعْبُدُ کیوں تو عبادت کرتا ہے مَا لَا يَسْمَعُ اس چیز کی جو نہ سنتی ہے وَلَا يُبْصِرُ اور نہ دیکھتی ہے وَلَا يُغْنِيْ اور نہ وہ کام آ سکتی ہے عَنْكَ شَيْـًٔا تیرے کچھ بھی

ترجمہ:۔ اور اس کتاب میں ابراہیم کا بھی تذکرہ کرو۔ بیشک وہ سچائی کے خوگر نبی تھے ۝ یاد کرو جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ: ''ابا جان! آپ ایسی چیزوں کی کیوں عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کا کوئی کام کرسکتی ہیں؟

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بتلائی ہیں:

۱۔ کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سچے انسان اور نبی ہونے کی اطلاع دی گئی۔

۳۔ حضرت ابراہیم نے اپنے باپ سے شرک سے بچنے سے متعلق جو بات کہی وہ بھی بتلائی گئی۔

پہلی بات کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس کتاب یعنی قرآنِ مجید میں لوگوں کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیجئے تا کہ ان کے سامنے توحید ورسالت کا مسئلہ واضح طور پر آ جائے۔

دوسری بات یہ کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک خصوصی صفت بتلائی گئی، وہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صدیق ہیں، راستی والے ہیں، سچائی کے خوگر ہیں، ان کا قول وعمل سچائی پر مبنی ہے اور ان کا خصوصی منصب بتلایا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے بھیجے ہوئے نبی بھی ہیں۔

تیسری بات یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ابّا جان کو (جو بت ساز بھی تھے کہ بت بناتے تھے اور بت فروش بھی تھے کہ بت بیچتے تھے اور بت پرست بھی تھے کہ اپنے ہی ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا بھی کرتے تھے) یہ بات بتلائی اور ان میں یہ شعور بیدار کرنے کی کوشش کی کہ اے ابّا جان! آپ کیوں ایسی چیز کی پوجا

کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کے کچھ کام آتا ہے، محض ایک پتھر جس کو خود آپ نے تراشا جس میں کسی بھی قسم کی کوئی حرکت نہیں اس کی کوئی طاقت نہیں، آپ اس کی کیوں عبادت کرتے ہو؟ یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شرک میں پوری طرح مبتلا اپنے باپ کو پوری عظمت ومحبت سے خطاب کیا ہے کہ یٰاَبَتِ اے میرے ابّا جان! باپ کی عظمت ومحبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے جو خطاب کیا ہے وہ ہر داعی کے لئے سبق آموز ہے۔ ہم دین کی طرف بلاتے ضرور ہیں مگر سلیقہ سے نہیں بلاتے، جس کے نتیجہ میں مدعو ہم سے قریب ہونے کے بجائے ہم سے دور ہوجاتا ہے۔ ہر داعی کو چاہیے کہ مدعو چاہے جس قدر گناہ گار اور فاسق ہو اس کے ساتھ نرم لہجہ اور نرم رویہ اختیار کیا جائے اور ایسے الفاظ اختیار کئے جائیں جن سے مدعو سوچنے پر مجبور ہوجائے۔

جس بھارت میں ہم مسلمان زندگی بسر کررہے ہیں دعوتِ دین کے طریقۂ کار سے متعلق ہم میں کمزوری پائی جاتی ہے۔ ہم اپنے برادرانِ وطن کے قریب ہونے اور ان کو اپنے اخلاق و کردار سے اپنا بنانے میں شاید ناکام و نامراد ہیں ورنہ اس میدان میں ہماری منصوبہ بندی لاکھوں نفوس کو ایمان میں داخل ہونے کا ذریعہ بن جاتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جس سچائی کا ذکر کیا گیا ہے وہ سچائی اگر ہندوستانی مسلمانوں میں صد فیصد آجائے تو عین ممکن ہے کہ برادرانِ وطن کی دس فیصد آبادی تو دین کے دائرہ میں داخل ہوجائے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے مکہ کی سرزمین میں اپنا تعارف ایک نبی کی حیثیت سے اپنی زندگی کے چالیسویں سال میں کروایا لیکن چالیس سال تک مکہ کی سرزمین بلکہ دوسرے علاقوں تک یہ حقیقت پہنچ چکی تھی کہ محمد بن عبداللہ درحقیقت امین بھی ہیں اور سچے بھی ہیں اور لوگ آپ ﷺ کو محمد الصادق الامین مان چکے تھے، جب آپ ﷺ نے نبی ہونے کا اعلان کیا تھا۔

﴿درس نمبر ۱۲۳۵﴾ ابّا جان! شیطان کی عبادت مت کیجئے ﴿مریم ۴۳۔۴۴۔۴۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ○ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ○ يٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ يٰۤاَبَتِ اے میرے باپ! اِنِّیْ بیشک میں قَدْ جَآءَنِیْ تحقیق آیا ہے میرے پاس مِنَ الْعِلْمِ وہ علم مَا لَمْ يَاْتِكَ جو نہیں آیا تیرے پاس فَاتَّبِعْنِیْۤ لہٰذا تو میری پیروی کر اَهْدِكَ میں تجھے بتلاؤں گا صِرَاطًا سَوِيًّا سیدھی راہ يٰۤاَبَتِ اے میرے باپ! لَا تَعْبُدِ تو عبادت نہ کر الشَّيْطٰنَ شیطان کی اِنَّ

الشَّيْطٰنَ بلاشبہ شیطان كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا رحمن کا بہت نافرمان ہے يٰٓاَبَتِ اے میرے باپ! اِنِّىٓ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَاب اس بات سے کہ چھوئے تجھے عذاب مِّنَ الرَّحْمٰنِ رحمن کی طرف سے فَتَكُوْنَ پھر تو ہو جائے لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا شیطان کا دوست۔

ترجمہ:۔ابا جان! میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا، اس لئے میری بات مان لیجئے، میں آپ کو سیدھا راستہ بتلا دوں گاO ابا جان! شیطان کی عبادت نہ کیجئے۔یقین جانیے کہ شیطان خدائے رحمن کا نافرمان ہےO ابا جان! مجھے اندیشہ ہے کہ خدائے رحمن کی طرف سے آپ کو کوئی عذاب نہ آ پکڑے، جس کے نتیجے میں آپ شیطان کے ساتھی بن کر رہ جائیں۔''

تشریح:۔ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ابّا جان! میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا

۲۔اس لئے میری بات مان لیجئے ۳۔میں آپ کو سیدھا راستہ بتلا دوں گا

۴۔ابّا جان! شیطان کی عبادت مت کیجئے ۵۔یقین جانیے کہ شیطان ربِّ رحمان کا نافرمان ہے

۶۔ابّا جان! مجھے اندیشہ ہے کہ رب رحمان کی طرف سے آپ کو کوئی عذاب نہ آ پکڑے

۷۔جس کے نتیجہ میں آپ شیطان کے ساتھی بن کر رہ جائیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا : اے میرے ابّا جان! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا۔ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے نبی اور رسول تھے اور اللہ کے نبیوں اور رسولوں پر آسمانی و آفاقی علم اللہ کی طرف سے اتارا اور قلب پر القاء کیا جاتا ہے۔ظاہر ہے کہ ان کے باپ نبی تو نہیں تھے تو جو علم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تھا وہ علم ان کے باپ کے پاس نہیں تھا۔چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم کی نسبت وحی الٰہی سے ہے اور جو علم وحی کے ذریعہ ملا ہو وہ حق ہی ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے یہ بھی کہا کہ آپ میری اتباع کرلیں۔میں آپ کو سیدھا راستہ بتلاؤں گا۔یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے اس لیے کہی کہ باپ بت پرست تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام توحید پرست تھے۔نجات کے لئے باپ کو ان کی اتباع کرنا لازم تھا، چاہے وہ بیٹے ہی کیوں نہ ہوں۔نسب میں باپ بڑا ہوتا ہے بیٹا چھوٹا ہوتا ہے، مگر جب نسبت نبوت کی کسی سے لگ جاتی ہے تو پھر باپ پر بھی بیٹے کی اتباع لازم ہو جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے یہ بھی کہا کہ ابّا جان! آپ شیطان کی بندگی مت کیجئے، شیطان تو رحمن کا نافرمان ہوتا ہے۔چونکہ ان کے باپ آزر شرک میں مبتلا ہو کر شیطان کی پرستش میں ڈوب چکے تھے،

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو اس حقیقت سے باخبر کر دیا کہ شیطان رحمن کا نافرمان ہوتا ہے، اگر آپ شیطان کی بندگی کریں گے تو آپ بھی رحمن کے نافرمان ہو جائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ ابّا جان! چونکہ آپ شرک میں مبتلا ہیں اور اس ناقابلِ معافی جرم کی وجہ سے مجھے اس بات کا اندیشہ اور خدشہ ہے کہ کہیں رحمن کا عذاب آپ کو نہ پکڑے۔ ایسی صورت میں آپ شیطان کے دوست ہو جائیں گے اور رحمن کی نگاہوں میں قصور وار اور مجرم ہو جائیں گے۔

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو مختلف انداز سے سمجھایا اور ان میں احساس دلانے کی کوشش اور فکر کی۔ دیکھئے اگلی آیتوں کی تفسیر کہ باپ نے اپنے بیٹے کو کیا جواب دیا؟

﴿درس نمبر ۱۲۳۶﴾ اے ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے بیزار ہو؟ ﴿مریم ۴۶-۴۷-۴۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا اَرَاغِبٌ کیا بے رغبتی کرتا ہے اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ تو میرے معبودوں سے يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اے ابراہیم؟ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ البتہ اگر باز نہ آیا تو اس سے لَاَرْجُمَنَّكَ البتہ میں تجھے ضرور سنگسار کر دوں گا وَاهْجُرْنِيْ اور تو چھوڑ جا مجھے مَلِيًّا لمبا عرصہ قَالَ اس نے کہا سَلٰمٌ عَلَيْكَ سلام ہو تجھ پر سَاَسْتَغْفِرُ میں ضرور مغفرت طلب کروں گا لَكَ تیرے لیے رَبِّيْ اپنے رب سے اِنَّهٗ كَانَ بلاشبہ وہ ہے بِيْ حَفِيًّا مجھ پر نہایت مہربان وَاَعْتَزِلُكُمْ اور میں تم سے کنارہ کش ہوتا ہوں وَمَا اور ان سے بھی جنہیں تَدْعُوْنَ تم پکارتے ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے وَاَدْعُوْا اور میں پکارتا ہوں رَبِّيْ اپنے رب کو عَسٰٓى امید ہے اَلَّآ اَكُوْنَ کہ نہیں ہوں گا میں بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا اپنے رب کو پکار کر محروم۔

ترجمہ:۔ ان کے باپ نے کہا: ''ابراہیم! کیا تم میرے خداؤں سے بیزار ہو؟ یاد رکھو، اگر تم باز نہ آئے تو میں تم پر پتھر برساؤں گا اور اب تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جاؤ۔'' ۝ ابراہیم نے کہا: ''میں آپ کو (رخصت کا) سلام کرتا ہوں۔ میں اپنے پروردگار سے آپ کی بخشش کی دعا کروں گا۔ بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے ۝ اور میں آپ لوگوں سے بھی الگ ہوتا ہوں اور اللہ کو چھوڑ کر آپ لوگ جن کی عبادت کرتے ہیں اُن سے بھی اور میں اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا۔ مجھے پوری اُمید ہے کہ اپنے رب کو پکار کر میں نامراد نہیں رہوں گا۔''

تشریح:۔ان تین آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔آزر نے کہا کہ اے ابراہیم! کیا تم میرے خداوں سے بیزار ہو؟

۲۔ یادرکھو! اگر تم باز نہ آئے تو میں تم پر پتھر برساؤں گا

۳۔اب تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جاؤ

۴۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں آپ کو رخصت کا سلام کرتا ہوں

۵۔ میں اپنے پروردگار سے آپ کی بخشش کی دعا کروں گا　　۶۔ بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے

۷۔ میں آپ لوگوں سے بھی الگ ہوتا ہوں

۸۔ اللہ کو چھوڑ کر تم لوگ جن کی عبادت کرتے ہو ان سے بھی الگ ہوتا ہوں

۹۔ میں اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا

۱۰۔ مجھے پوری امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر نامراد نہیں رہوں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر نے بیٹے ابراہیم سے کہا کہ اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے جن کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور جن کی ہم سب پوجا کرتے آئے ہیں ان معبودوں سے تو پھر گیا ہے؟ پھر دھمکی بھی دی کہ ابراہیم! اگر تم باز نہیں آؤ گے تو یادرکھو! تمہیں اس کی یہ سزا ملے گی کہ میں پتھر سے مار مار کر تمہیں ہلاک کردوں گا۔ اگر سلامتی چاہتے ہو تو ہمیشہ کے لئے میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پرسکون انداز میں کہا کہ آپ کو سلام ہو۔ یہاں سلام کے دو معنی ہو سکتے ہیں، پہلا یہ کہ یہ سلام قطع تعلق کے لئے ہو۔ مہذب طریقہ یہ ہے کہ ایسی باتوں کا جواب دینے یا اس پر بحث کرنے کے بجائے لفظ سلام کہہ کر علیحدہ ہو جائیں، جیسا کہ قرآنِ مجید میں کہا گیا کہ **وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا** (الفرقان ۶۳:) جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ خطاب کرتے ہیں تو یہ ان سے دوبدو ہونے کے بجائے لفظ سلام کہہ دیتے ہیں۔ دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ یہاں سلام سے وہ سلام مراد ہے جو عرف میں کہا جاتا ہے۔ اگر ہم دوسرا معنی لیتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرف میں جو السلام علیکم کہا جاتا ہے اسی معنی میں سلام کیا ہے تو اس پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرک باپ کو سلام کیسے کر دیا؟ جبکہ کفار و مشرکین اور یہود و نصاری کو سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض صحابہ اور تابعین جواز کے قائل ہیں اور بعض ناجائز ہونے کے قائل ہیں۔ امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر تمہیں کسی کافر یہودی نصرانی سے ملنے کی کوئی دینی یا دنیوی ضرورت پیش آجائے تو اس کو ابتدائی سلام کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور بے ضرورت سلام کی ابتداء کرنے سے بچنا چاہیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے یہ بھی کہا کہ میں اللہ سے آپ کی مغفرت کی درخواست کروں گا کہ میرا رب مجھ پر بڑا مہربان ہے۔اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاق کا پتہ چلتا ہے کہ باپ بیٹے سے کہہ رہا ہے کہ میں تم کو پتھر سے مار مار کر ہلاک کر دوں گا اور بیٹا باپ کے لئے سلامتی کا پیغام دے رہا ہے اور مغفرت کی دعا کرنے کا یقین دلا رہا ہے۔ یہ ہے داعی کے اخلاق۔داعی کو چاہیے کہ مدعو اگر اخلاق کی سطح سے گر جائے تو خود بھی نہ گر جائے بلکہ اپنے آپ کو داعی کے منصب پر فائز رکھ کر اخلاق کی بلندی پر قائم رہے اور مدعو کی سختی کے باوجود خود نرم اور مہربان بن جائے۔

ہمارا ملک بھارت اور یہاں غیر مسلموں کی تقریباً ایک ارب آبادی یہاں کے تقریباً پچیس کروڑ مسلمانوں کو سنہری موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ صبر و تحمل،نرم دلی اور رحمدلی،عدل وانصاف،احسان وایثار،عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے اخلاق کی بلندی پر فائز رہ کر ظلم کا جواب معافی سے دیتے ہوئے اور برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہوئے اور برا سلوک کرنے والوں کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کرتے ہوئے دین کی دعوت کی راہ ہموار کریں اور منصوبہ بند طریقہ سے خاموش انداز میں بغیر کسی تشہیر کے دین کی دعوت کا سلسلہ جاری رکھیں۔امید ہے کہ اس فطری اور مفید طریقۂ کار سے وہ نتائج وثمرات ظاہر ہوں گے جن کی آج بیحد ضرورت ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی مشرک کیلئے استغفار کرنا تو ممنوع ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کے لیے کیسے استغفار کا وعدہ کیا؟اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وعدہ اس وقت کا ہے جب ابھی ممنوع ہونے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا،جب ممنوع ہو گیا تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے مغفرت کی دعا نہیں کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات بھی صاف بتلا دی کہ میں آپ کو بھی چھوڑتا ہوں اور اللہ کو چھوڑ کر جن بتوں کی آپ لوگ عبادت کر رہے ہیں میں ان سب کو چھوڑتا ہوں اور میں تو صرف اللہ کی عبادت کروں گا اور یہ بات بھی سن لو کہ میں اپنے رب کی عبادت کر کے محروم بھی نہیں رہوں گا۔میرے لیے بظاہر محرومی نظر آ رہی ہے،مگر حقیقت یہ ہے کہ میں کبھی محروم نہیں رہوں گا،اس لیے کہ ربانی دستور یہ ہے کہ جو اللہ کی سچی عبادت کرتا ہے وہ کبھی محرومی کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ پیارا جملہ ہر مسلمان ہمیشہ یاد رکھے،بالخصوص اپنے رب مہربان سے دعا کرتے ہوئے یاد رکھے کہ انہوں نے یہ کہا عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا امید ہے کہ میں اپنے رب سے مانگ کر محروم نہیں رہوں گا۔ہم اپنے رب سے اس یقین کے ساتھ مانگیں کہ ہمارا رب ہماری دعا کو ضرور قبول کرے گا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی اپنے پروردگار سے یوں کہا تھا کہ وَّلَمْ اَكُنْ ۢبِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا (مریم ۴:) پروردگار!میں آپ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔حضرت ابراہیم اور حضرت زکریا علیہما السلام کی یہ کیفیت ہر مومن میں مطلوب ہے کہ ہم اپنے پروردگار سے مانگتے ہوئے محروم نہ رہنے کا یقین دل میں پیدا کریں۔

﴿درس نمبر ۱۲۳۷﴾ **خاندانِ ابراہیمی کی سربلندی** ﴿مریم ۴۹۔۵۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَلَمَّا پھر جب اعْتَزَلَهُمْ وہ ان سے کنارہ کش ہوگیا وَمَا اوران سے بھی جن کی يَعْبُدُوْنَ وہ عبادت کرتے تھے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا وَهَبْنَا ہم نے عطا کیے لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اسے اسحاق اور یعقوب وَكُلًّا اور ہر ایک کو جَعَلْنَا نَبِيًّا ہم نے نبی بنایا وَوَهَبْنَا لَهُمْ اور ہم نے انہیں نوازا مِّنْ رَّحْمَتِنَا اپنی رحمت سے وَجَعَلْنَا اور ہم نے کردیا لَهُمْ ان کیلئے لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا سچائی کی زبان بلند۔

ترجمہ:۔ چنانچہ جب وہ اُن سے اوران (بتوں) سے الگ ہو گئے جنہیں وہ اللہ کے بجائے پکارا کرتے تھے تو ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب (جیسی اولاد) بخشی اوران میں سے ہر ایک کو نبی بنایا ۝ اوران کو اپنی رحمت سے نوازا اورانہیں اونچے درجے کی نیک نامی عطا کی۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم سے اور وہ جن کی عبادت کرتے تھے ان بتوں سے دور ہو گئے تو ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کیا۔

۲۔ ان میں سے ہر ایک کو نبی بنایا۔ ۳۔ ان کو اپنی رحمت سے نوازا۔

۴۔ انہیں اونچے درجے کی بلندی عطا کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ بہت بڑا امتحان تھا کہ اللہ کی محبت میں انہیں اپنے باپ سے اور اپنے خاندان سے دور ہونا پڑ رہا تھا، اس لئے کہ باپ نے تو صاف طور پر دھمکی دے دی تھی کہ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا میرے پاس سے ہمیشہ کے لئے دفع ہو جاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سلسلے میں مفاہمت سے کام نہیں لیا کہ چلو! میں توحید کو چھوڑ دوں گا، شرک کے ساتھ ہی تمہارے ساتھ زندگی بسر کروں گا بلکہ توحید کے تقاضہ کے مطابق اپنا فیصلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سنا دیا کہ میں تم سے اور تم جن کی عبادت کر رہے ہو ان سے دور ہو جاؤں گا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو چھوڑا اور اپنی قوم کو چھوڑا نیز اپنی سرزمین کو چھوڑا اور اللہ کے علاوہ جن بتوں کی عبادت جس مقام پر ہو رہی تھی اس مقام کو چھوڑا اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرتے ہوئے بیت المقدس کی سرزمین کو اختیار کیا تا کہ وہ اپنے دین کا اظہار کرسکیں۔ اس موقع پر ایک اہم بات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بھی بتلا دی

کہ اگر چہ کہ میں تم سے دور ہو رہا ہوں اور بظاہر محرومی سی ہے مگر میرا رب مجھے محروم نہیں رکھے گا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے اوران تمام چیزوں سے جن کو وہ اللہ کے سوا عبادت کرر ہے تھے دوری اختیار کرلی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدد کی اور محرومی کے احساس کو دور کردیا اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے ان کی نسلوں میں حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب جیسی شخصیتیں عطا فرمائیں جو سب کے سب نبی تھے جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لئے اپنی رحمت کا ایک خاص حصہ بھی عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذکرِ خیر کو اوران کی نیک نامی کو بلند سے بلند کردیا۔ ہزاروں برس گزر گئے، آج بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کے افراد خاندان کے نام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ وتابندہ رکھا ہے۔

وہ کونسا لمحہ ہے جس لمحہ میں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما اسلام اوران کے خاندان کے افراد کی یاد نہیں ہوگی؟ ابھی بھی ہزاروں لاکھوں افراد سعی کے دوران اس خاندان کو یاد کرتے ہیں۔ رمیِ جمار اور طوافِ کعبہ کے دوران اس خاندان کو یاد کرتے ہیں۔ وقوفِ عرفہ اور قیام مزدلفہ ومنیٰ کے موقع پر اس مبارک ومسعود خاندان کو یاد کرتے ہیں۔ مقامِ ابراہیم کو دیکھ کر اور آبِ زم زم پی پی کر اس خاندان کو یاد کرتے ہیں۔ قیامت تک کے لیے اللہ نے اس خاندان کو نیک نامی اور اور بلندی سے نوازا۔ یہ صلہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اوران کے اس خاندان کی قربانی کا جو انہوں نے توحید کا جام پینے کے لئے دی اور روئے زمین پر توحید کے پیغام کو زندہ رکھنے کے لئے انتھک کوشش کی۔

سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۸۴ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا مذکور ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذکرِ خیر کی دعایوں کی تھی وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ اور میرا ذکرِ خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھئے۔ اسی دعا کا نتیجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کے خاندان کا نام آج بھی تروتازہ اور زندہ ہے اوران شاءاللہ قیامت تک ان کی نیک نامی اور بلندی کا چرچا دنیا جہاں میں باقی رہے گا۔

اِن آیات سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شرک سے دوری اختیار کی اور توحید پر قائم رہے اوراس معاملہ میں نہ اپنے باپ سے اور نہ اپنی قوم سے کوئی مصالحت کی۔ یہ انقلابی اقدام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے ہر فرد کو یہ سبق دیتا ہے کہ وہ توحید کے معاملہ میں اسی طرح ثابت قدم رہے اور ہر قسم کے شرک و کفر سے اپنے آپ کو دور رکھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ اہلِ مکہ کو سنا کر انہیں ان کے اس قول کا جواب دیا جارہا ہے کہ اے مکہ کے مشرکو! تم یہ کہتے ہو کہ ہم کیسے اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیں؟ اور تم اس بات کا دعویٰ بھی کرتے ہو کہ تم دینِ ابراہیمی پر قائم ہو تو تمہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقلید کرنی چاہیئے کہ جس طرح انہوں نے اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیا تم کو بھی چاہیئے کہ تم اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دو اور رسولِ رحمت ﷺ کے دین کو قبول کرلو۔

﴿درس نمبر ۱۲۳۸﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے اور رسول تھے ﴿مریم ۵۱-۵۲-۵۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى ۙ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ○ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ○ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ :وَاذْكُرْ اور ذکر کیجئے فِي الْكِتٰبِ کتاب میں مُوْسٰى موسیٰ کا اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا بلاشبہ وہ تھا چنا ہوا وَّكَانَ اور تھا وہ رَسُوْلًا نَّبِيًّا رسول نبی وَنَادَيْنٰهُ اور ہم نے اسے آواز دی مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ طور کی دائیں جانب سے وَقَرَّبْنٰهُ اور ہم نے اسے قریب کیا نَجِيًّا سرگوشی کرنے کیلئے وَوَهَبْنَا لَهٗ اور ہم نے اسے عطا کیا مِنْ رَّحْمَتِنَآ اپنی رحمت سے اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا اس کا بھائی ہارون نبی ○

ترجمہ :اور اس کتاب میں موسیٰ کا بھی تذکرہ کرو۔ بیشک وہ اللہ کے چنے ہوئے بندے تھے اور رسول اور نبی تھے ○ ہم نے اُنہیں کوہِ طور کی دائیں جانب سے پکارا اور انہیں اپنا رازدار بنا کر اپنا قرب عطا کیا ○ اور ہم نے ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر اپنی رحمت سے انہیں (ایک مددگار) عطا کیا۔

تشریح :ان تین آیات میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کتاب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیجئے۔

۲۔ بیشک حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے چنے ہوئے بندے تھے

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی اور رسول تھے

۴۔ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور کی دائیں جانب سے پکارا

۵۔ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا رازدار بنا کر اپنا قرب عطا کیا۔

۶۔ ہم نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی رحمت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مددگار بنا دیا۔

پہلی بات یہ کہ اس کتاب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دراصل کتابِ الٰہی میں ذکر کرنے والے تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ آپ لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سنائیے کہ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا حضرت موسیٰ علیہ السلام عام انسانوں کی طرح نہیں تھے بلکہ وہ اللہ کے خاص کیے ہوئے بندوں میں سے تھے، اس کے ساتھ وہ اللہ کے رسول بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے یہاں جو خاص لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ وہ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا اللہ کے خاص کیے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے ایسے بندے تھے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی

طرف ان کی توجہ نہیں ہوتی تھی۔ ان کا نشانہ اور ہدف اللہ کی رضا تھی، نفس اور اپنی تمام تر خواہشات کو اللہ کی مرضی کے لیے انہوں نے مخصوص کرلیا تھا۔ ایسے بندے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے لیے خاص کر لیتے ہیں ان کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ گناہوں اور برائیوں سے بچا لیے جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے موحد تھے جنہوں نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف کرلیا تھا اور وہ اسی پروردگار کے ہو گئے تھے۔

دوسری بات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق یہ کہی گئی کہ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ہم نے کوہِ طور کی داہنی طرف سے آواز دی اور راز کی باتیں کہنے کے لئے نزدیک بلایا۔ ملک شام میں مصر اور مدین کے درمیان طور نامی پہاڑ واقع ہے اور آج بھی اسی نام سے یہ پہاڑ مشہور ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے چلے اور کوہِ طور سے گزر رہے تھے تو ان کی داہنی جانب یہ پہاڑ تھا، اس لیے مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور کی داہنی جانب سے اس لیے بلایا کہ ان سے کچھ خصوصی کلام کر سکے۔ نَجِيًّا سرگوشی کو کہتے ہیں۔ راز کی کوئی بات جب کی جاتی ہے تو سر کو کان سے قریب کیا جاتا ہے۔ سر کے ساتھ گوش کا جو لفظ ہے اس گوش کے معنی فارسی میں کان کے ہیں۔ سرگوشی کا معنیٰ بالکل قریب سے راز کی کوئی بات اس طرح کرنا کہ ایک کا سر دوسرے کے کان سے لگا ہوا ہو۔

تیسری بات یہاں یہ کہی گئی کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ وقت کے گھمنڈی بادشاہ تک ایک اللہ کی بات پہنچے اور دین کی تبلیغ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے اپنی رحمت سے انہی کی برادری سے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ سورۂ طٰہٰ کی آیات نمبر ۲۹ تا ۳۱ میں حضرت ہارون علیہ السلام کو وزیر کا لقب دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں مانگا وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ O هٰرُوْنَ اَخِي O اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ اور میرے لئے میرے خاندان ہی کے ایک فرد کو مددگار مقرر کر دیجئے O یعنی ہارون کو جو میرے بھائی ہیں O ان کے ذریعے میری طاقت مضبوط کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کی قبولیت کا یوں اعلان کیا: قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى (طٰہٰ ۳۶:) اے موسیٰ! آپ کی مانگی ہوئی چیز دے دی گئی ہے۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۳۵ میں حضرت ہارون علیہ السلام کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تقویت پہنچانے کا یوں ذکر ہے: سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ ہم تمہارے بھائی سے تمہارے بازو کو مضبوط کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس دعوتی مشین کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی اور وزیر بنا کر بھیجا تا کہ وہ دینِ موسوی کی تبلیغ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دیں۔ یہاں یہ نکتہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اگر کسی خاص آدمی کے سامنے دعوتِ دین کی بات کرنی ہو تو وہ اکیلا نہ جائے بلکہ اپنے ساتھ کسی اور ہنرمند اور ذی صلاحیت شخص کو بھی لے جائے تا کہ دین کی دعوت کو نتیجہ خیز اور ثمر آور بنانے میں اس کا ساتھ رہنا معاون ثابت ہو۔

﴿درس نمبر ۱۲۳۹﴾ **حضرت اسماعیل علیہ السلام وعدہ کے سچے تھے** ﴿مریم ۵۴-۵۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا O وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاذْكُرْ اور ذکر کیجئے فِي الْكِتٰبِ کتاب میں اِسْمٰعِيْلَ اسماعیل کا اِنَّهٗ كَانَ بلاشبہ وہ تھا صَادِقَ الْوَعْدِ وعدے کا سچا وَكَانَ اور تھا وہ رَسُوْلًا نَّبِيًّا رسول نبی وَكَانَ اور تھا وہ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ اپنے گھر والوں کو حکم کرتا بِالصَّلٰوةِ نماز کا وَالزَّكٰوةِ اور زکوٰۃ کا وَكَانَ اور تھا وہ عِنْدَ رَبِّهٖ اپنے رب کے نزدیک مَرْضِيًّا پسندیدہ۔

ترجمہ:۔ اور اس کتاب میں اسماعیل کا بھی تذکرہ کرو۔ بیشک وہ وعدے کے سچے تھے اور رسول اور نبی تھے O اور وہ اپنے گھر والوں کو بھی نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے اور اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس کتاب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ کیجئے

۲۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام وعدے کے سچے تھے ۳۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام رسول اور نبی تھے

۴۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیتے تھے

۵۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے

حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو حکم دیا کہ اس کتاب میں لوگوں کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں بھی بتلائیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام وعدے کے سچے تھے۔ آدمی کے بااخلاق، بااعتماد اور مومن ہونے کی یہ علامت ہے کہ وہ وعدے کا سچا ہو۔ اس لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے وعدہ پورا کرنے کو ایمان کی علامت قرار دیا اور وعدے کی خلاف ورزی کو نفاق کی علامت بتلایا۔ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۷۵ میں کہا گیا: وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ایک سچی خاتون تھیں۔ قیامت کے دن سچوں سے ان کی سچائی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۸ میں یہی بات کہی گئی لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں سے ان کی سچائی کے بارے میں دریافت فرمائے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں یہاں بطورِ خاص یہ صفت بتلائی گئی کہ وہ وعدے کے سچے تھے۔ حضرت اسماعیل

علیہ السلام کی زندگی کا گہرائی سے مطالعہ کرنے والوں کو یہ بات محسوس ہوگی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یا کسی بھی اللہ کے بندے سے جب بھی کوئی وعدہ کیا اس کو اہتمام کے ساتھ پورا کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں ذبح کرنے کیلئے پیش کردیں گے اور انہوں نے یہ سب کچھ کر دکھایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایک شخص سے ایک جگہ صبح ملنے کا وعدہ کیا، وہ وقت پر نہ آیا تو اس کے انتظار میں تین دن تک وہیں ٹھہرے رہے۔ بعض روایت میں ہے کہ ایک سال اس شخص کا انتظار کرتے رہے۔ اس قسم کے واقعات ہم سے ضرور بعید محسوس ہوتے ہیں مگر انبیاء سے یہ بالکل بعید نہیں ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں یہاں یہ بھی بتلایا گیا کہ وہ رسول اور نبی تھے۔ وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ یہ کام تو ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے اور اور زکوٰۃ دینے کا حکم دے، مگر یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اس معاملہ میں جو خصوصی اہتمام وامتیاز تھا وہ بتلایا جارہا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک پسندیدہ شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی شخص کا پسندیدہ ہونا یہ بڑی سعادت مندی کی بات ہے اور ان کے پسندیدہ ہونے کی خبر آخری آفاقی کتاب میں دی گئی ہے۔ یہ اس سے بڑی سعادت کی بات ہے۔

﴿درس نمبر ۱۲۴۰﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند مقام عطا کیا ﴿مریم ۵۶۔۵۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِدْرِيْسَ ۫ إِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاذْكُرْ اور ذکر کیجئے فِي الْكِتٰبِ کتاب میں إِدْرِيْسَ ادریس کا إِنَّهٗ كَانَ بلاشبہ وہ تھا صِدِّيْقًا نَّبِيًّا نہایت سچا نبی وَّرَفَعْنٰهُ اور ہم نے اسے اٹھایا مَكَانًا عَلِيًّا بلند مکان میں۔

ترجمہ:۔ اور اس کتاب میں اِدریس کا بھی تذکرہ کرو۔ بیشک وہ سچائی کے خوگر نبی تھے ۝ اور ہم نے انہیں رفعت دے کر ایک بلند مقام تک پہنچا دیا تھا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کتاب میں حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ فرمائیے

۲۔ حضرت ادریس علیہ السلام سچے نبی تھے

۳۔ ہم نے حضرت ادریس علیہ السلام کو سربلندی دے کر بلند مقام تک پہنچا دیا تھا

حضرت ادریس علیہ السلام ایک سچے انسان تھے اور اللہ کے نبی تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے ایک ہزار سال پہلے گزرے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کے بعد پہلے نبی اور رسول ہیں جن پر اللہ

تعالیٰ نے ۳۳ صحیفے نازل فرمائے۔ حضرت ادریس علیہ السلام وہ پہلے انسان ہیں جن کو علمِ نجوم اور علم الحساب بطور معجزہ عطا فرمایا گیا۔ یہ سب سے پہلے انسان ہیں جنہوں نے قلم سے لکھنا اور کپڑا سینا ایجاد کیا۔ ان سے پہلے لوگ جانوروں کی کھال سے بنا لباس استعمال کرتے تھے۔ سب سے پہلے ناپ تول کا طریقہ بھی حضرت ادریس علیہ السلام ہی نے ایجاد کیا۔ اسی طرح اسلحہ یعنی ہتھیاروں کی ایجاد بھی انہوں نے کی ہے۔ حضرت ادریس علیہ سلام کے بارے میں یہ بات بتلائی گئی کہ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا اور ہم نے ان کو بلند مرتبہ عطا کیا، یعنی انہیں نبوت و رسالت بھی دی اور قربِ الٰہی کا خاص مقام عطا فرمایا۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کے دین کی طرف اور خالص توحید کی طرف بلایا اور آخرت کے عذاب سے بچنے کیلئے دنیا میں نیک اعمال کرنے کی لوگوں کو تلقین کی اور دنیا میں زاہدانہ زندگی گزارنے اور انصاف کے ساتھ جینے کا سلیقہ سکھایا اور ہر مہینہ کے چند دنوں میں روزے رکھنے کا حکم دیا اور نماز کی ترغیب دی اور دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے پر ابھارا اور کمزوروں کی مدد کے لئے زکوٰۃ دینے کا حکم دیا اور ہر نشہ والی چیز سے بچنے کا حکم دیا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر بیاسی (۸۲) سال تھی۔ حضور ﷺ سے ان کی ملاقات معراج کی رات چوتھے آسمان پر ہوئی۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے مقام و مرتبہ کے بلند ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، دن میں روزہ رکھتے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر سورۃ انبیاء کی آیت نمبر ۸۵ میں بھی ہے : وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِدْرِيْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کا ذکر کیجئے، یہ سب ثابت قدم رہنے والے لوگوں میں سے تھے۔

﴿درس نمبر ۱۱۴۱﴾ یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ﴿مریم :۵۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۩ ٥ السجدۃ

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہی ہیں وہ لوگ کہ اَنْعَمَ اللّٰهُ انعام کیا اللہ نے عَلَيْهِمْ ان پر مِّنَ النَّبِيّٖنَ نبیوں میں سے مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ اولادِ آدم سے وَمِمَّنْ اوران لوگوں میں سے جنہیں حَمَلْنَا ہم نے اٹھایا تھا مَعَ نُوْحٍ نوح کے ساتھ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْرَآءِيْلَ اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد سے وَمِمَّنْ اوران لوگوں میں سے جنہیں هَدَيْنَا ہم نے ہدایت دی وَاجْتَبَيْنَا اور ہم نے چن لیا اِذَا تُتْلٰى جب

تلاوت کی جاتی تھیں عَلَيْهِمْ ان پر اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ رحمن کی آیتیں خَرُّوْا وہ گر پڑتے تھے سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے وَّبُكِيًّا اور روتے ہوئے۔

ترجمہ:۔ آدم کی اولاد میں سے یہ وہ نبی ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا اور ان میں سے کچھ ان لوگوں کی اولاد میں سے ہیں جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا اور کچھ ابراہیم اور اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کی اولاد میں سے ہیں اور یہ سب ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور (اپنے دین کے لئے) منتخب کیا۔ جب ان کے سامنے خدائے رحمن کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی تو یہ روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔

تشریح:۔ اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ وہ انبیاء کرام ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا:

۲۔ ان انبیاء کرام میں سے کچھ ان لوگوں کی اولاد میں سے ہیں جن کو ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا۔

۳۔ ان میں سے کچھ وہ انبیاء ہیں جو ابراہیم اور اسرائیل یعنی یعقوب کی نسل سے ہیں

۴۔ یہ سب ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور اپنے دین کے لئے انہیں منتخب کیا

۵۔ جب ان کے سامنے ربِ رحمان کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں

سورۂ مریم کی آیت نمبر ۴۱ سے آیت نمبر ۵۷ تک مختلف پیغمبروں کے تذکرے کئے گئے اور ان پیغمبروں کی خصوصیات و امتیازات بتلائے گئے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے سلسلے میں قوموں نے غلو سے بھی کام لیا اور افراط و تفریط کا وہ شکار بھی ہو گئے۔ جیسا کہ حضرت عُزیر علیہ السلام کو یہودیوں نے اتنا اونچا درجہ دے دیا کہ ان کو اللہ کا بیٹا کہہ دیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس قدر افراط سے کام لیا کہ ان کو بھی اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان نبیوں کی خوبیوں کو سن کر سننے والا افراط و تفریط یا غلو کا شکار ہو۔ اس لئے ان تمام نبیوں کا مجموعی طور پر ذکر فرما کر یہ فیصلہ کُن حقیقت بتلا دی گئی کہ یہ سب وہ تھے کہ جب ان کے سامنے رب ذو الجلال کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے اور اپنی بندگی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ یہاں یہ حقیقت بتلا دی گئی کہ ان انبیاء کرام علیہم السلام کی فضیلت و برتری و امتیازی خصوصیات کے باوجود یہ اللہ کے بندے بھی ہیں جنہوں نے اللہ کی بندگی میں اپنے آپ کو اس کے سامنے جھکا دیا تھا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام نبیوں پر اپنے انعام و احسان کا اعلان بھی فرما دیا کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ یہ وہ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا۔ یہاں اشارتاً مختلف انبیاء کا ذکر کیا گیا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ سے حضرت ادریس علیہ السلام مراد ہیں۔ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ سے مراد صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ سے مراد حضرت اسماعیل،

حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام ہیں۔ اسرائیل سے حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام مراد ہیں۔

ان نبیوں پر اللہ تعالیٰ کے جس انعام و احسان کا تذکرہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت کی نعمت عطا کی اور اپنی نزدیکی یعنی قرب عطا کیا اور اپنے ہاں ان نبیوں کا مقام بلند کیا۔ دنیا جہاں کے دیگر تمام بندوں کے درمیان ان نبیوں کو منتخب کیا اور انہیں وہ ہدایت بخشی جس سے وہ ساری انسانیت کے لئے اعلیٰ مثال بن سکیں اور ان نبیوں کو ساری انسانیت کے لئے بہترین نمونہ بنا دیا۔ سورۃ فاتحہ کی آیت نمبر ۶ میں بھی ان سعادت مند شخصیات کا ذکر ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام و احسان ہوا صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں یہ پیاری حقیقت بتلائی گئی کہ جن نبیوں کو ہم نے چن لیا ان نبیوں کی شان یہ تھی کہ جب ان کے سامنے رب ذوالجلال کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے تھے۔ ان نبیوں کی کیفیت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل اور اس کی اتری ہوئی شریعت کے احکامات کو سن کر یہ انبیاء کرام علیہم السلام عاجزی اور انکساری کے ساتھ روتے ہوئے اور گڑگڑاتے ہوئے اپنے پروردگار کے سامنے سجدے میں گر جاتے تھے اور اس احساس کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی نعمتیں ہمیں عطا کی ہیں؟ وہ اس کی حد بیان کرتے ہوئے اور ان کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے اس رب ذوالجلال سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔

بندے کی مومنانہ شان یہ ہونی چاہئے کہ جس وقت اس کے دل میں اس بات کا احساس ہو کہ اس کے رب نے اس پر کس قدر نعمتوں کی بارش برسائی ہے اور کس طرح رب ذوالجلال نے اس پر اپنے انعامات کئے ہیں؟ تو وہ اپنے رب کی قدرت و طاقت اور اس کے جمال و جلال اور اس کی عظمت و کبریائی کے احساس کے ساتھ اس رب ذوالجلال کے سامنے سجدہ میں گر جائے اور عملی طور پر اپنے رب کو یہ بتلائے کہ وہ دنیا میں ایک بندے کی حیثیت سے جی رہا ہے اور اس کے لئے بندگی ہی زیب دیتی ہے۔ آدمی کا علم و احساس اس کو اس کے رب کے سامنے سجدہ کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۰۷ میں یہی حقیقت بتلائی گئی: اِنَّ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِهٖۤ اِذَا يُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ يَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ سُجَّدًا جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے ان کے پاس تو جب بھی اس کی تلاوت کی جاتی ہے وہ تھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۱۵ میں مومن کی یہ جذباتی کیفیت یوں بتلائی گئی: اِنَّمَا يُؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِّرُوۡا بِهَا خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوۡا بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَهُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں جنہیں جب بھی ان سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔

نماز کو برباد کرنے والے ناخلف لوگ

﴿درس نمبر ۱۲۴۲﴾ ﴿مریم ۵۹۔تا۔۶۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ○ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ○ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ○ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَخَلَفَ پھر جانشین ہوئے مِنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد خَلْفٌ ناخلف لوگ اَضَاعُوا انہوں نے ضائع کیا الصَّلٰوةَ نمازوں کو وَاتَّبَعُوا اور انہوں نے پیروی کی الشَّهَوٰتِ خواہشات کی فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ پس عنقریب وہ ملیں گے غَيًّا ہلاکت کو اِلَّا مَنْ تَابَ مگر جس نے توبہ کی وَاٰمَنَ اور ایمان لایا وَعَمِلَ صَالِحًا اور اچھا عمل کیا فَاُولٰٓئِكَ تو یہ لوگ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ جنت میں داخل ہوں گے وَلَا يُظْلَمُوْنَ اور نہ وہ ظلم کیے جائیں گے شَيْـًٔا کچھ بھی جَنّٰتِ عَدْنِ باغات ہمیشگی کے الَّتِيْ وہ جن کا وَعَدَ وعدہ کیا ہے الرَّحْمٰنُ رحمن نے عِبَادَهٗ اپنے بندوں سے بِالْغَيْبِ بن دیکھے اِنَّهٗ كَانَ بلاشبہ ہے وَعْدُهٗ اس کا وعدہ مَاْتِيًّا آنے والا لَا يَسْمَعُوْنَ نہیں سنیں گے وہ فِيْهَا اس میں لَغْوًا لغویات اِلَّا سَلٰمًا مگر سلام ہی وَلَهُمْ اور ان کے لیے رِزْقُهُمْ ان کا رزق ہوگا فِيْهَا اس میں بُكْرَةً وَّعَشِيًّا صبح اور شام۔

ترجمہ:۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کی جگہ آئے جنہوں نے نمازوں کو برباد کیا اور اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے چلے۔ چنانچہ ان کی گمراہی بہت جلد ان کے سامنے آ جائے گی ○ البتہ جن لوگوں نے توبہ کر لی اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کئے تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا ○ (ان کا داخلہ) ہمیشہ باقی رہنے والے ایسے باغات میں (ہوگا) جن کا ربِ رحمن نے اپنے بندوں سے ان کے دیکھے بغیر وعدہ کر رکھا ہے۔ یقیناً اس کا وعدہ ایسا ہے کہ اس تک ضرور پہنچیں گے ○ وہ اس میں سلامتی کی باتوں کے سوا کوئی لغو بات نہیں سنیں گے اور وہاں ان کا رزق انہیں صبح و شام ملا کرے گا۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کی جگہ آئے جنہوں نے نمازوں کو برباد کر دیا

۲۔ اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے چلے ۳۔ چنانچہ ان کی گمراہی بہت جلد ان کے سامنے آ جائے گی

۴۔ البتہ جن لوگوں نے توبہ کر لی اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کئے تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

۵۔ان پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا

۶۔ یہ ایسی جنت میں داخل ہوں گے جس میں ہمیشہ باقی رہنے والے باغات ہوں گے

۷۔جن باغات کا رب رحمان نے اپنے بندوں سے ان کے دیکھے بغیر وعدہ کر رکھا ہے

۸۔ یقیناً اس کا وعدہ ایسا ہے کہ اس تک ضرور پہنچیں گے۔

۹۔جنتی اس جنت میں سلامتی کی باتوں کے سوا کوئی لغو بات نہیں کہیں گے

۱۰۔وہاں ان کا رزق انہیں صبح وشام ملا کرے گا۔

عربی زبان کس قدر پیاری زبان ہے اور کتنی لطیف زبان ہے کہ صرف سکون اور زبر کی تبدیلی سے متضاد معنی پیدا ہوجاتے ہیں۔اس آیت کا چوتھا لفظ خَلۡفٌ ہے جولام کے سکون سے ہے جس کے معنی برے قائم مقام اور بری اولاد کے ہیں۔لیکن اگر لام پر زبر آجائے تو معنی بالکل الگ ہوجاتے ہیں خَلَفٌ لام کے زبر کے ساتھ معنی ہوں گے اچھی اولاد۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے تذکرے کے بعد ان کی آنے والی نسلوں کے بارے میں یہ بات بتلائی کہ ان مذکورہ پیغمبروں کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشوں کی پیروی کی۔ اس میں دو بری صفتوں کا ذکر ہے۔ایک یہ کہ ان ناخلف لوگوں نے نماز کو ضائع کر دیا۔اس سلسلے میں جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ سے مراد نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھنا ہے۔بعض مفسرین نے یہ کہا کہ اس سے مراد نماز کے آداب وشرائط میں سے کسی میں کوتاہی کرنا ہے،جس میں یہ بھی داخل ہے کہ بے وقت نماز ادا کی جائے۔بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے بغیر جماعت کے گھر میں نماز پڑھنا مراد ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں تمام گورنروں کو یہ ہدایت جاری کی کہ میرے نزدیک تمہارے سب کاموں میں سب سے اہم نماز ہے،تو جو شخص نماز کو ضائع کرتا ہے وہ دوسرے تمام دین کے احکام کو اور زیادہ ضائع کرے گا۔

دوسری بری صفت یہ بیان کی گئی کہ انہوں نے نفسانی خواہشات کی اتباع کی،یعنی ان لذتوں کے پیچھے پڑ گئے جو انسان کو اللہ کی یاد اور نماز سے غافل کر دے۔ان دو بری صفتوں کے اختیار کرنے والوں کے بارے میں اس آیت میں یہ بات بتلادی گئی کہ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا وہ عنقریب گمراہی کی سزا پائیں گے۔

ان ناخلف افراد کے تذکرہ کے بعد بطور استثناء ان لوگوں کا ذکر خیر کیا جارہا ہے جو گناہ والی پچھلی زندگی سے توبہ کرتے ہیں اور ایمان و اعمالِ صالحہ والی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ان کے ساتھ کوئی زیادتی بھی نہیں ہوگی اور جس جنت میں انہیں داخل کیا جائے گا وہ عارضی نہیں دائمی جنت ہوگی،جس میں وہ تمام نعمتوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔اس جنت میں جنتی سلام کے سوا کوئی اور فضول باتیں نہیں سنیں گے،یعنی بے ہودہ باتیں،بے حیائی کے گانے،گھٹیا قسم کی گالی گلوچ وغیرہ سے بالکل دور جنت کے پیارے ماحول میں وہ رہیں گے اور انہیں صبح وشام ان کا رزق بھی ملے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی روشنی میں فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنوں کا کھانا دن میں دو مرتبہ ہوتا ہے، صبح وشام۔ بعض حضرات نے بُكْرَةً وَّعَشِيًّا سے ہمیشہ ہمیش مراد لیا ہے، جیسا کہ ہم لوگ محاورہ میں کہتے ہیں ''دن رات کھاتے رہتا ہے۔'' اس کا مطلب جنت میں ہمیشہ کھانا پینا چلتا ہی رہے گا۔ وہاں کھانے پینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی اور نہ ہی زیادہ کھا جانے سے بدہضمی کا خوف ہوگا۔ جس طرح اس آیت میں فَخَلَفَ مِنْ ۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ کہا گیا اسی طرح سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۶۹ میں بھی کہا گیا: فَخَلَفَ مِنْ ۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ کتاب کو ان سے حاصل کیا وہ اس دنیائے فانی کا مال ومتاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہوجائے گی۔

﴿درس نمبر ۱۲۴۳﴾ متقی جنت کے حقیقی وارث ہیں ﴿مریم ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ تِلْكَ الْجَنَّةُ یہ وہ جنت ہے الَّتِيْ نُوْرِثُ جس کا ہم وارث بنائیں گے مِنْ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے مَنْ كَانَ تَقِيًّا اس کو جو پرہیزگار ہوگا وَمَا نَتَنَزَّلُ اور ہم نہیں اترتے اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ مگر آپ کے رب کے حکم سے لَهٗ اُسی کے لیے ہے مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا جو کچھ ہمارے آگے ہے وَمَا خَلْفَنَا اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ اور جو کچھ اس کے درمیان ہے وَمَا كَانَ اور نہیں ہے رَبُّكَ نَسِيًّا آپ کا رب بھولنے والا رَبُّ السَّمٰوٰتِ رب ہے آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَمَا اور اُس کا جو بھی بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان ہے فَاعْبُدْهُ پس آپ اسی کی عبادت کریں وَاصْطَبِرْ اور قائم رہیں لِعِبَادَتِهٖ اس کی عبادت پر هَلْ تَعْلَمُ کیا آپ جانتے ہیں لَهٗ سَمِيًّا اس کا کوئی ہم نام۔

ترجمہ:۔ یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اس کو بنائیں گے جو متقی ہو ۝ اور (فرشتے تم سے یہ کہتے ہیں کہ) ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر اُتر کر نہیں آتے۔ جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ سب اُسی کی ملکیت ہے اور تمہارا رب ایسا نہیں ہے جو بھول جایا کرے ۝ وہ آسمانوں اور زمین کا بھی مالک ہے اور جو مخلوقات اُن کے درمیان ہیں اُن کا بھی۔ لہٰذا تم اُس کی عبادت کرو اور اُس کی عبادت پر جمے رہو۔ کیا تمہارے علم میں کوئی اور ہے جو اُس جیسی صفات رکھتا ہو؟

تشریح:۔ ان تین آیات میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔ا۔ یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے ان بندوں کو بنائیں گے جو متقی ہوں

۲۔ فرشتے تم سے یہ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر اتر کر نہیں آتے

۳۔ جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ سب اسی کی ملکیت ہے۔

۴۔ تمہارا رب ایسا نہیں ہے جو بھول جایا کرے

۵۔ وہ آسمانوں اور زمین کا بھی مالک ہے اور جو مخلوقات ان کے درمیان ہیں ان کا بھی۔

۶۔ تم اسی کی عبادت کرو اور اسی کی طرف جھکے رہو۔

۷۔ کیا تمہارے علم میں کوئی اور ہے جو اس جیسی صفات رکھتا ہو؟

پہلی بات یہ کہ اللہ تعالی کی یہ وسیع وعریض جنت جو ہزاروں لاکھوں نعمتوں سے معمور ہے اس جنت کا مالک اللہ تعالی اس شخص کو بنائیں گے جس کو جنت کی آرزو اور تمنا ہو۔ وہ اپنی زندگی میں یہ فیصلہ کرلے کہ وہ اس دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اور پرہیزگاری میں اپنی زندگی بسر کرے گا۔ سورۃ المومنون کی ابتدائی گیارہ آیتوں کی تلاوت کرلیں اور اس کے ماحصل پر غور کرلیں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو جنت کا وارث نہیں بنائیں گے بلکہ کچھ صفتیں ایسی ہیں کہ جو کوئی ان صفات کا حامل ہوگا وہ اس جنت کا وارث ہوگا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ یہی وارث ہیں جو اس فردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ سورۃ الزخرف کی آیت نمبر ۷۲ میں کہا گیا: وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ یہی وہ جنت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو۔ سورۃ زمر کی آیت نمبر ۷۴ میں جنتیوں کے وہ کلماتِ تشکر بیان کئے گئے جو وہ جنت میں داخل ہونے کے بعد کہیں گے وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ یہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنادیا کہ جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں، پس عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔؟

دوسری بات جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعہ حضور ﷺ کو یہ بتلائی گئی کہ ہم یعنی فرشتے آپ کے پاس جب چاہے وقتاً فوقتاً نہیں آسکتے۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اپنی یہ آرزو ظاہر فرمائی کہ آپ ہمارے پاس ذرا زیادہ آیا کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ یعنی ہم فرشتے آپ کے پروردگار کے حکم ہی سے اترتے ہیں، جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اس بات کا امکان ہی نہیں ہے کہ آپ کا رب آپ کو بھول

جائے ، بس جب بھیجنا مصلحت ہوتا ہے بھیج دیا جاتا ہے۔ وہی آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ان سب چیزوں کا بھی رب ہے جو ان کے درمیان ہیں۔ سورۃ القدر کی آیت نمبر ۴ سے بھی اس بات کی تائید وتاکید ہوتی ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ اس کے سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح الامین اُترتے ہیں۔

تیسری بات یہ بتلائی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو باتوں کا حکم دیا گیا کہ فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ آپ اللہ ہی کی عبادت کیجئے اور اللہ ہی کی عبادت پر ثابت قدم بھی رہیے اور یہ بات یاد رکھیے کہ اللہ تعالی کا نہ کوئی ہمنام ہے اور نہ کوئی اس کا ہم پلہ ہے۔ وہ اپنی ذات اور اپنی صفات میں تنہا اور اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

مرنے کے بعد جی اٹھنا یقینی ہے

﴿درس نمبر ۱۲۴۴﴾ ﴿مریم ۶۶۔۶۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ۝ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْــًٔا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ اور کہتا ہے انسان ءَاِذَا مَا مِتُّ کیا جب میں مرجاؤں گا لَسَوْفَ تو البتہ عنقریب اُخْرَجُ نکالا جاؤں گا حَيًّا زندہ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ کیا انسان اور یاد نہیں کرتا اَنَّا کہ بے شک ہم ہی نے خَلَقْنٰهُ اسے پیدا کیا ہے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَلَمْ يَكُ شَيْــًٔا اور وہ کچھ بھی نہیں تھا۔

ترجمہ:۔ اور (کافر) انسان یہ کہتا ہے کہ: ''جب میں مر چکا ہوں گا تو کیا واقعی اُس وقت مجھے زندہ کر کے نکالا جائے گا؟'' ۝ کیا اس انسان کو یہ بات یاد نہیں آتی کہ ہم نے اُسے شروع میں اُس وقت پیدا کیا تھا جب وہ کچھ بھی نہیں تھا؟

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کافر انسان یہ کہتا ہے کہ جب میں مر چکا ہوں گا تو کیا واقعی اس وقت مجھے زندہ کر کے نکالا جائے گا؟

۲۔ کیا اس انسان کو یہ بات یاد نہیں آئی کہ ہم نے اسے شروع میں اس وقت پیدا کیا تھا جب وہ کچھ بھی نہیں تھا؟

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو شخص آخرت کا انکار کرنے والا ہے جس کے ذہن میں آخرت کا تصور ہی نہیں ہے وہ یہ کہتا ہے کہ جب میں مرجاؤں تو کیا پھر زندہ کر کے قبر سے نکالا جاؤں گا؟ اس انسان کے اس سوال کا جواب اللہ تعالی دے رہے ہیں کہ جو انسان یہ بات کہہ رہا ہے کیا اس کو یہ بات یاد نہیں ہے کہ جب وہ کچھ بھی نہیں تھا تو ہم نے اپنی قدرت وطاقت سے اس کو عدم سے وجود میں لایا؟ جب وہ کچھ بھی نہیں تھا تو ہم میں اس کو زندہ کرنے کی

طاقت ہے تو کیا اب اس کو دوبارہ زندہ کرنے کی طاقت ہم میں نہیں ہے؟ جبکہ ہر چیز کا پہلی بار وجود میں لانا مشکل ہوتا ہے، جب وہ مشکل کام ہمارے لئے آسان ہے تو اس کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کے بارے میں اس کو کیوں حیرت اور تعجب ہے؟ جبکہ یہ ایک فطری حقیقت ہے کہ کسی چیز کو نمونہ کے بغیر پہلی بار وجود میں لانا دشوار ہوتا ہے، اگر پہلے سے ایک نمونہ موجود ہو تو دوبارہ اس کی تیاری دشوار نہیں ہوتی۔ مرنے کے بعد زندہ کئے جانے سے متعلق قرآنِ مجید میں متعدد بار بتلایا گیا ہے۔ سورۂ حج کی آیت نمبر ٦٦ میں کہا گیا :وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۡ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ اسی نے تمہیں زندگی بخشی پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر وہی تمہیں زندہ کرے گا۔ مکہ کے مشرکین نے یہی اعتراض کیا تھا کہ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (المؤمنون ٨٢:) کیا جب ہم مرجائیں گے اور خاک اور ہڈی ہوجائیں گے پھر کیا سچ مچ ہم اٹھائے جائیں گے۔؟ سورۃ الواقعہ کی آیت نمبر ٤٧ میں بھی ان کا یہ اعتراض مذکور ہے :وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَئِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ اور کہتے تھے کہ کیا جب ہم مرجائیں گے اور کچھ مٹی اور ہڈی ہوجائیں گے تو کیا ہم پھر دوبارہ اٹھا کھڑے کئے جائیں گے۔؟ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ٥١ میں یوں کہا گیا :قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ پھر وہ یہ پوچھیں گے کہ کون ہے جو دوبارہ ہماری زندگی لوٹائے؟ جواب دیں کہ وہی اللہ جس نے تمہیں اول بار پیدا کیا۔ سورۃ الکہف کی آیت نمبر ٤٨ میں کہا گیا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ یقیناً تم ہمارے پاس اسی طرح آئے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ ہر دن بلکہ ہر لمحہ اپنی آخرت کو یاد کرے، اپنے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا یقین تازہ کرے۔ مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا تصور اور یقین جس قدر کامل ہوگا اسی قدر اس دن کی تیاری کرنا بھی آسان ہوگا۔

﴿درس نمبر ١٢٤٥﴾ **تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرے گا** ﴿مریم ٦٨۔تا۔٧١﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَوَ رَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۝ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ۝ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَوَ رَبِّكَ پس قسم ہے آپ کے رب کی لَنَحْشُرَنَّهُمْ البتہ ہم انہیں ضرور اکٹھا کریں گے وَالشَّيٰطِيْنَ شیطانوں کے ہمراہ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ پھر البتہ ہم انہیں ضرور حاضر کریں گے حَوْلَ جَهَنَّمَ جہنم کے اردگرد جِثِيًّا گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ پھر البتہ ہم ضرور کھینچ لیں گے مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ ہر گروہ میں سے اَيُّهُمْ جوان میں سے اَشَدُّ زیادہ سخت تھا عَلَى الرَّحْمٰنِ رحمٰن کے خلاف عِتِيًّا سرکشی میں

ثُمَّ لَنَحْنُ پھر یقیناً ہم اَعْلَمُ خوب جانتے ہیں بِالَّذِيْنَ ان لوگوں کو کہ هُمْ اَوْلٰى وہ زیادہ لائق ہیں بِهَا اس میں صِلِيًّا داخل ہونے کے وَاِنْ اور نہیں ہے مِّنْكُمْ تم میں سے اِلَّا وَارِدُهَا مگر وہ اس میں وارد ہوگا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ ہے آپ کے رب کے ذمے حَتْمًا مَّقْضِيًّا حتمی فیصل شدہ بات۔

ترجمہ:۔ تو قسم ہے تمہارے پروردگار کی! ہم ان کو اور ان کے ساتھ سارے شیطانوں کو ضرور اکٹھا کریں گے، پھر ان کو دوزخ کے گرد اس طرح لے کر آئیں گے کہ یہ سب گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے O پھر ان کے ہر گروہ میں سے اُن لوگوں کو کھینچ نکالیں گے جو خدائے رحمن کے ساتھ سرکشی کرنے میں زیادہ سخت تھے O پھر یہ بات ہم ہی خوب جانتے ہیں کہ وہ کون لوگ ہیں جو سب سے پہلے اس دوزخ میں جھونکے جانے کے زیادہ مستحق ہیں O اور تم میں سے کوئی نہیں ہے جس کا اس (دوزخ) پر گزر نہ ہو۔ اس بات کا تمہارے پروردگار نے حتمی طور پر ذمہ لے رکھا ہے۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ قسم ہے تمہارے پروردگار کی! ہم ان کو اور ان کے ساتھ سارے شیطانوں کو ضرور جمع کریں گے

۲۔ پھر ان کو دوزخ کے اطراف اس طرح لے آئیں گے کہ یہ سب گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔

۳۔ پھر ان کے ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو کھینچ نکالیں گے جو رب رحمان کے ساتھ سرکشی کرنے میں زیادہ سخت تھے۔

۴۔ یہ بات ہم ہی خوب جانتے ہیں کہ وہ کون لوگ ہیں جو سب سے پہلے اس دوزخ میں جھونکے جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔؟

۵۔ تم میں سے کوئی نہیں ہے جس کا اس دوزخ پر گزر نہ ہو

۶۔ اس بات کا تمہارے پروردگار نے حتمی طور پر ذمہ لے رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ میدانِ محشر میں سارے انسانوں کو نیز شیطانوں کو ایک جگہ جمع کریں گے اور سارے کے سارے دوزخ کے اطراف گھٹنوں کے بل جھکے ہوئے ہوں گے اور نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ آخر کار سارے ہی انسانوں کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، چاہو نہ چاہو سارے ہی لوگوں کو میدانِ محشر میں جمع کیا جائے گا۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۳ میں کہا گیا: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور جان رکھو کہ تم سب اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۸ میں کہا گیا: وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاۡ اِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ بالیقین خواہ تم مرجاؤ یا مار ڈالے جاؤ جمع تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف کئے جاؤ گے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۹۶ میں کہا گیا: وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۷۲ میں کہا گیا: وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور وہی ہے جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے۔ سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۲۵ میں کہا گیا: وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ آپ کا رب سب لوگوں کو جمع کرے گا اور نافرمانوں کو گھٹنوں کے بل لے کر آئیں گے۔ یہ مضمون

سورۂ جاثیہ کی آیت نمبر ۲۸ میں بھی ہے : وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً اور آپ دیکھیں گے کہ ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی۔ ساری مخلوق کے سامنے اللہ تعالیٰ کے جاہ وجلال کا ظہور ہوگا۔ ہر امت میں جو سرکش اور سردار قسم کے گمراہ لوگ گزرے ہیں ان کو پہلے دوزخ میں داخل کیا جائے گا تاکہ ان سرداروں کی اطاعت کرنے والے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے دیکھ لیں کہ ان دھوکہ باز سرداروں اور سرکشوں کا انجام کیا ہوا؟ یہ جو کہا گیا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو دوزخ پر سے گزرنا ہوگا، اس سلسلہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہر نیک اور بد کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا، البتہ مسلمانوں پر دوزخ ٹھنڈی اور تکلیف سے محفوظ بَرْدًا وَّسَلَامًا ہو جائے گی۔ جب مسلمان جہنم کا وہ ہولناک منظر دیکھ کر جنت میں داخل ہوں گے تو جنت کی نعمتوں کا لطف دوبالا ہو جائے گا اور ان کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں رہے گا۔ مفسرین کی ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہی وَارِدُهَا کا لفظ ہے جس کے معنی گزرنے کے ہیں کہ مسلمان جہنم سے گزریں گے، داخل نہیں ہوں گے۔

متقیوں کو نجات ملے گی

﴿درس نمبر ۱۲۴۶﴾ ﴿مریم ۷۲۔ ۷۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ ثُمَّ نُنَجِّي پھر ہم نجات دیں گے الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے اتَّقَوْا تقویٰ اختیار کیا وَّنَذَرُ اور ہم چھوڑ دیں گے الظّٰلِمِيْنَ ظالموں کو فِيْهَا جِثِيًّا اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے وَاِذَا تُتْلٰى اور جب تلاوت کی جاتی ہیں عَلَيْهِمْ ان پر اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ ہماری آیتیں واضح قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ان لوگوں سے جو ایمان لائے اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ کونسا دونوں فریقوں میں سے بہتر ہے مَّقَامًا باعتبار مقام کے وَّاَحْسَنُ اور زیادہ اچھا ہے نَدِيًّا باعتبارِ مجلس کے؟

ترجمہ:۔ پھر جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے، انہیں تو ہم نجات دے دیں گے اور جو ظالم ہیں انہیں اس حالت میں چھوڑ دیں گے کہ وہ اس (دوزخ میں) گھٹنوں کے بل پڑے ہوں گے ۝ اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر لوگ مؤمنوں سے کہتے ہیں کہ: ''بتاؤ، ہم دونوں فریقوں میں سے کس کا مقام زیادہ بہتر ہے اور کس کی مجلس زیادہ اچھی ہے؟''

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے ہم انہیں نجات دے دیں گے

۲۔ جو ظالم ہیں انہیں اس حالت میں چھوڑیں گے کہ وہ اس دوزخ میں گھٹنوں کے بل پڑے ہوں گے
۳۔ جب ان کے سامنے ہماری کھلی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر لوگ مومنوں سے کہتے ہیں کہ بتاؤ ہم دونوں فریقوں میں سے کس کا مقام زیادہ بہتر ہے اور کس کی مجلس زیادہ اچھی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں سے پہلی آیت میں متقیوں اور ظالموں کا انجام بتلایا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں تقویٰ اختیار کیا، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کی، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں نجات عطا فرمائیں گے اور انہیں دوزخ سے بچالیں گے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نجات دینا چاہیں اسی کو نجات مل سکتی ہے، آدمی اپنے ارادہ اور اختیار سے نجات نہیں پاسکتا۔ ہاں! وہ نجات پانے کے اسباب اختیار کرتے ہوئے نجات پانے کی کوشش ضرور کرسکتا ہے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۰۳ میں کہا گیا ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچالیتے ہیں اسی طرح ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے غرور و گھمنڈ والی باتوں کا تذکرہ فرمایا کہ جب ان کافروں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی کھلی اور واضح آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے غرور و گھمنڈ کے نشہ میں یہ بات کہتے ہیں کہ بتاؤ ہم دونوں گروہوں میں کس کا مقام بہتر ہے اور کس کی مجلس زیادہ شاندار ہے؟ یعنی کافروں کا یہ دعویٰ تھا کہ دیکھو! دنیا میں ہماری مجلس کتنی شاندار ہے، ہمارا ساز و سامان کس قدر اعلیٰ و بالا ہے، ہمارے اعوان و انصار کتنے زیادہ ہیں؟ ہم اللہ کے محبوب ہیں اسی لئے تو ہم کو یہ سب کچھ دیا گیا ہے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم کافر ہونے کے باوجود اللہ کے محبوب ہیں اور تم مسلمان ہونے کے باوجود اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہو۔ اگلی آیت میں کافروں کے اس غرور و گھمنڈ کو توڑا گیا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۲۴﴾ ان سے پہلے ہم کتنی نسلیں ہلاک کرچکے ہیں؟ ﴿مریم ۷۴۔۷۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ۝ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَكَمْ اور بہت سی اَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کیں قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ان سے پہلے قومیں هُمْ اَحْسَنُ وہ بڑھ کر تھیں اَثَاثًا باعتبار ساز و سامان وَّرِءْيًا اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کے قُلْ مَنْ كَانَ کہہ دیجئے جو شخص ہے فِي الضَّلٰلَةِ گمراہی میں فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ تو ڈھیل دیتا ہے اسے رحمن مَدًّا ڈھیل دینا

حَتّٰٓى یہاں تک کہ اِذَا رَاَوْا جب وہ دیکھ لیں گے مَا اس چیز کو جس کا يُوْعَدُوْنَ وعدہ دیئے جاتے ہیں وہ اِمَّا الْعَذَابَ یا عذاب وَاِمَّا السَّاعَةَ اور یا قیامت فَسَيَعْلَمُوْنَ تو وہ ضرور جان لیں گے مَنْ کون ہے هُوَ شَرٌّ وہ بدتر ہے مَّكَانًا باعتبارِ مکان کے وَّاَضْعَفُ اور کمزور تر ہے جُنْدًا باعتبارِ لشکر کے

ترجمہ:۔ اور (یہ نہیں دیکھتے کہ) ان سے پہلے ہم کتنی نسلیں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے ساز وسامان اور ظاہری آن بان میں ان سے کہیں بہتر تھیں O کہہ دو کہ: ''جو لوگ گمراہی میں جا پڑیں تو اُن کیلئے مناسب یہی ہے کہ ربِ رحمن اُنہیں خوب ڈھیل دیتا رہے۔'' یہاں تک کہ جب یہ لوگ وہ چیز خود دیکھ لیں گے جس سے انہیں ڈرایا جارہا ہے، چاہے وہ (اس دنیا کا) عذاب ہو یا قیامت تو اُس وقت انہیں پتہ چلے گا کہ بدترین مقام کس کا تھا اور لشکر کس کا زیادہ کمزور تھا؟

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ ان سے پہلے ہم کتنی نسلیں ہلاک کر چکے ہیں۔

۲۔ جو اپنے ساز وسامان اور ظاہری آن بان میں ان سے کہیں بہتر تھیں

۳۔ کہہ دو کہ جو لوگ گمراہی میں جا پڑیں تو ان کیلئے مناسب یہی ہے کہ رب رحمان انہیں خوب ڈھیل دیتا رہے

۴۔ یہاں تک کہ جب یہ لوگ وہ چیز خود دیکھ لیں گے جس سے انہیں ڈرایا جارہا ہے

۵۔ چاہے وہ اس دنیا کا عذاب ہو یا قیامت کا

۶۔ اس وقت انہیں پتہ چل جائے گا کہ بدترین مقام کس کا تھا اور لشکر کس کا زیادہ کمزور تھا؟

پچھلی آیت میں کافروں نے مسلمانوں سے یہ سوال کیا تھا کہ دنیا میں ہماری شاندار مجلس دیکھو، ہمارے ساز وسامان اور اسبابِ زندگی دیکھو اور بتاؤ کہ جب ہمارے پاس اتنا سب کچھ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم تو اللہ کے محبوب ہیں چاہے ہم کافر و مشرک ہوں۔ اس آیت میں کافروں کی اس غلط فہمی کا جواب دیا جارہا ہے کہ ان سے پہلے جو قومیں گزری ہیں چاہے وہ قومِ ہود ہو یا قومِ ثمود ہو، قومِ نوح ہو یا قومِ لوط، ساری قومیں ان کافروں سے زیادہ ساز و سامان رکھتی تھیں اور ان کی شان وشوکت بھی ان سے بڑھ کر تھی، مگر اللہ تعالی نے ان تمام قوموں کو ہلاک و برباد کر دیا۔ گزری ہوئی قوموں کی ہلاکت کا ذکر قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں موجود ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۶ میں کہا گیا اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی اُمتوں کو ہلاک کر دیا جن کے پاؤں ملک میں ایسے جما دیئے تھے کہ تمہارے پاؤں بھی ایسے نہیں جمائے اور اُن پر آسمان سے لگاتار مینہ

برسایا اور نہریں بنا دیں جو اُن کے (مکانوں کے) نیچے بہہ رہی تھیں پھر اُن کو اُن کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور اُن کے بعد اور اُمتیں پیدا کر دیں۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۴ میں کہا گیا: وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ کر ڈالیں جن پر ہمارا عذاب (یا تو رات کو) آتا تھا جب کہ وہ سوتے تھے یا (دن کو) جب وہ دوپہر کو آرام کرتے تھے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۳ میں کہا گیا وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ اور تم سے پہلے کئی امتوں کو جب انہوں نے ظلم اختیار کیا ہم ہلاک کر چکے ہیں اور اُن کے پاس پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے، ہم گنہگاروں کو اسی طرح بدلا دیا کرتے ہیں۔ اے پیغمبر! ان مشرکوں اور کافروں سے کہہ دیجئے کہ اللہ نے تم کو یہ ساز و سامان آزمائش کے طور پر دیا ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ ساز و سامان انعام کے طور پر ہو۔ اللہ تعالیٰ عیش و عشرت کے اس سامان کے ذریعہ آزمائش کر رہے ہیں اور مہلت بھی دے رہے ہیں۔ پھر جب ڈھیل کی مدت ختم ہوگی اور گلے میں پھندا کسا جائے گا تو انکی آنکھوں کے سامنے یا تو دنیا کا عذاب ہوگا یا تو قیامت کا منظر ہوگا، اس وقت ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کا حال برا ہے اور کس کا لشکر کمزور ہے؟

﴿درس نمبر ۱۲۴۸﴾ سیدھا راستہ اختیار کرنے والوں کی ہدایت میں ترقی ﴿مریم :۷۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ وہ زیادہ کرتا ہے اللہ الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے اهْتَدَوْا ہدایت پائی هُدًى ہدایت میں وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ اور باقی رہنے والی نیکیاں خَيْرٌ بہت بہتر ہیں عِنْدَ رَبِّكَ آپ کے رب کے نزدیک ثَوَابًا باعتبار ثواب کے وَّخَيْرٌ اور بہت بہتر ہیں مَّرَدًّا باعتبار انجام کے۔

ترجمہ:۔ اور جن لوگوں نے سیدھا راستہ اختیار کر لیا ہے اللہ ان کو ہدایت میں اور ترقی دیتا ہے اور جو نیک عمل باقی رہنے والے ہیں ان کا بدلہ بھی تمہارے پروردگار کے یہاں بہتر ملے گا اور ان کا (مجموعی) انجام بھی بہتر ہوگا۔

تشریح:۔ اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے سیدھا راستہ اختیار کر لیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت میں اور ترقی دیتا ہے

۲۔ جو نیک عمل باقی رہنے والے ہیں ان کا بدلہ بھی تمہارے پروردگار کے یہاں بہتر ملے گا

۳۔ ان کا مجموعی انجام بھی بہتر ہوگا

جس طرح ایک گناہ کے بعد انسان کے دل میں دوسرے گناہ کا شوق اور اس کی رغبت پیدا ہوتی ہے اور انسان گناہوں میں لت پت ہوتا چلا جاتا ہے بالکل اسی طرح جب انسان نیک عمل کا پابند ہو جاتا ہے تو پھر دوسرے نیک اعمال کی بھی توفیق ہونے لگتی ہے۔ تجربہ بتلاتا ہے کہ ایک شخص بے نمازی تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو نمازی بنا دیا، اب وہ رفتہ رفتہ تہجد گزار بن جائے گا اور اوّابین بھی پڑھنے لگے گا، ذکر و اذکار اور تلاوت بھی کرنے لگے گا۔ پھر رمضان المبارک کے فرض روزے رکھنے لگے گا، اس کے بعد نفل روزوں کی عادت بھی ہونے لگے گی۔ پھر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ذوق پیدا ہوگا، زکوٰۃ و صدقات کی طرف اس کا دل مائل ہوگا اور حج بھی ادا کرے گا۔ اسی طرح زندگی کے دوسرے امور میں بھی ترقی ہوتی جائے گی کہ وہ بیوی بچوں کے حقوق ادا کرے گا، ماں باپ کی خدمت ذوق وشوق کے ساتھ کرنے لگے گا، پڑوسیوں، رشتے داروں اور مہمانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے لگے گا، یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ ہمدردی کرنے لگے گا۔ یہی ہے وہ حقیقت جس کو اللہ تعالیٰ نے اس جملہ میں بیان فرمایا کہ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى جو سیدھے راستہ پر چلتے ہیں اللہ ان کو اور زیادہ سیدھا راستہ دکھاتے جاتے ہیں۔

دوسری حقیقت یہ بتلائی گئی کہ ان کافروں نے مسلمانوں کے سامنے مال و دولت اور زندگی کے ساز و سامان کی بنیاد پر اپنی فوقیت اور برتری کا اظہار کیا ہے جبکہ مال و دولت اور زندگی کا ساز و سامان اور یہ عیش و عشرت تو فانی اور عارضی ہے۔ اس کے مقابلے میں مومنوں اور مسلمانوں کے پاس وہ دائمی اور ابدی نعمتیں ہیں کہ انہوں نے دنیا میں عبادتیں کیں اور جو نیکیاں کیں وہ تو ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں اور خالق کائنات کے نزدیک اجر و ثواب نیز انجام کے اعتبار سے بہتر بھی ہے۔ مسلمانوں کا یہی تو اصل سرمایہ ہے۔ سورۂ کہف کی آیت نمبر ۴۶ میں بھی یہ حقیقت بتلادی گئی وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے اور آئندہ کی اچھی توقع کے اعتبار سے بہت بہتر ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۲۴۹﴾ جو کچھ یہ کہہ رہا ہے ہم اسے لکھ رکھیں گے ﴿مریم ۷۷-تا-۸۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَفَرَءَيْتَ کیا پس آپ نے دیکھا الَّذِيْ اس شخص کو جس نے كَفَرَ کفر کیا بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کے ساتھ وَقَالَ اور اس نے کہا لَاُوْتَيَنَّ البتہ میں ضرور دیا جاؤں گا مَالًا وَّوَلَدًا مال اور اولاد اَطَّلَعَ

کیا وہ مطلع ہوا ہے اَلْغَيْبَ غیب پر اَمِ اتَّخَذَ یا اس نے لیا ہے عِنْدَ الرَّحْمٰنِ رحمن کے ہاں سے عَهْدًا کوئی عہد كَلَّا ہرگز نہیں سَنَكْتُبُ ہم ضرور لکھیں گے مَا يَقُوْلُ جو کچھ وہ کہتا ہے وَنَمُدُّ اور ہم بڑھا دیں گے لَهٗ اس کے لئے مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا عذاب بڑھانا وَّنَرِثُهٗ اور ہم وارث ہوں گے مَا ان چیزوں کے جو يَقُوْلُ وہ کہتا ہے وَيَاْتِيْنَا اور وہ آئے گا ہمارے پاس فَرْدًا اکیلا ہی

ترجمہ:۔ بھلا تم نے اُس شخص کو بھی دیکھا جس نے ہماری آیتوں کو ماننے سے انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ: ''مجھے مال اور اولاد (آخرت میں بھی) ضرور ملیں گے۔'' O کیا اُس نے عالمِ غیب میں جھانک کر دیکھ لیا ہے یا اُس نے رب رحمن سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟ O ہرگز نہیں! جو کچھ یہ کہہ رہا ہے ہم اُسے بھی لکھ رکھیں گے اور اُس کے عذاب میں اور اضافہ کر دیں گے O اور جس (مال اور اولاد) کا یہ حوالہ دے رہا ہے اُس کے وارث ہم ہوں گے اور یہ ہمارے پاس تنِ تنہا آئے گا۔

تشریح: ان چار آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بھلا تم نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے ہماری آیتوں کو ماننے سے انکار کیا ہے؟

۲۔ اس نے یہ کہا ہے کہ مجھے مال اور اولاد آخرت میں بھی ضرور ملیں گے

۳۔ کیا اس نے عالمِ غیب میں جھانک کر دیکھ لیا ہے؟

۴۔ یا اس نے ربِ رحمان سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟

۵۔ ہرگز نہیں! جو کچھ یہ کہہ رہا ہے ہم اسے بھی لکھ رکھیں گے

۶۔ اس کے عذاب میں اور اضافہ کریں گے

۷۔ جس مال و اولاد کا یہ حوالہ دے رہا ہے اس کے وارث ہم ہوں گے

۸۔ یہ ہمارے پاس تنِ تنہا آئے گا۔

یہ آیتیں ایک واقعہ کے پس منظر میں نازل ہوئی ہیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ان کا کچھ قرض عاص بن وائل کے ذمہ تھا۔ وہ اس کے پاس تقاضہ لے کر گئے کہ میرا قرض ادا کر دو اس نے کہا کہ میں تو تمہارا قرض اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر اور انکار کا معاملہ نہ کرو۔ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا یہاں تک کہ تم مرو پھر زندہ ہو۔ عاص بن وائل نے کہا کہ اچھا تو کیا میں مر کر پھر زندہ ہو جاؤں گا؟ اگر ایسا ہے تو بس تمہارا قرض بھی اسی وقت چکا دوں گا جب دوبارہ زندہ ہو جاؤں گا، کیونکہ اس وقت بھی میرے پاس مال اور اولاد ہوں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ زیورات کے کاریگر تھے۔ انہوں نے زمانۂ جاہلیت

میں عاص بن وائل کے لئے سونے کا زیور بنایا تھا جس کی مزدوری باقی تھی اور وہ ادا کرنے میں ٹال مٹول کر رہا تھا، جب مطالبہ کیا تو اس نے ایسی بات کہی جس کا ذکر ان آیات میں ہے۔ یہاں یہ حقیقت بتلادی گئی کہ دنیا میں انسان کے پاس جو مال ہے اس کے حقیقی مالک تو ہم بن جائیں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا اور اکیلا آئے گا اور ہمارے پاس کا عذاب اس کا استقبال کرے گا۔

قرآنِ مجید میں مال اور اولاد کا ایک ساتھ ذکر متعدد بار آیا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۶ میں یوں ہے وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ اور مال اور اولاد سے تمہاری مدد کی۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۶۴ میں شیطان سے کہا گیا کہ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ اور ان کے مال اور اولاد میں سے بھی اپنا حصہ لے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰ میں بھی مال اور اولاد کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا کافروں کو ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑانے میں کچھ کام نہ آئیں گی۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۲۸ میں بھی اسی طرح ہے: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو دو نعمتیں انسان کو دی ہیں انسان ان دونوں نعمتوں کو اپنے رب کی مرضی کے مطابق استعمال کرے۔

﴿درس نمبر ۱۲۵۰﴾ باطل معبود اپنے عابدوں کے مخالف ہو جائیں گے ﴿مریم ۸۱۔۸۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاتَّخَذُوْا اور انہوں نے بنا لیے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا اٰلِهَةً اور معبود لِّيَكُوْنُوْا تا کہ وہ ہوں لَهُمْ عِزًّا ان کے لیے مددگار كَلَّا ہرگز نہیں! سَيَكْفُرُوْنَ عنقریب وہ خود ہی انکار کر دیں گے بِعِبَادَتِهِمْ ان کی عبادت کا وَيَكُوْنُوْنَ اور وہ ہو جائیں گے عَلَيْهِمْ ضِدًّا ان کے مخالف

ترجمہ:۔ اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود اس لئے بنا رکھے ہیں تا کہ وہ ان کی پشت پناہی کریں ۝ یہ سب غلط بات ہے! وہ تو ان کی عبادت ہی کا انکار کر دیں گے اور اُلٹے ان کے مخالف ہو جائیں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود اس لئے بنا رکھے ہیں تا کہ وہ ان کی پشت پناہی کریں

۲۔ یہ سب غلط بات ہے ۳۔ وہ باطل معبود تو ان کی عبادت ہی کا انکار کر دیں گے

۴۔ بلکہ یہ باطل معبود اُن عابدوں کے مخالف ہو جائیں گے

مشرکین اللہ کو چھوڑ کر دوسرے باطل معبودوں کی بات اس لئے کر رہے ہیں تا کہ یہ باطل معبود اللہ کے ہاں ان کی عزت کا سبب بن جائیں، جیسا کہ مشرکین کہا کرتے تھے کہ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللهِ یہ معبود اللہ کے پاس ہماری سفارش کریں گے۔اس لیے ہم ان کی عبادت کر رہے ہیں۔آج بھی ہم غیر مسلموں کو دیکھتے ہیں کہ پچاس فٹ کے بت گنیش کے نام سے تیار کرتے ہیں، ان کی پوجا کرتے ہیں اور ان سے مانگتے ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ سب اصل بھگوان کے پاس ان کی سفارش کریں گے اور دس پندرہ دن کے بعد اسی گنیش کو بھاری تعداد کے ساتھ لوگ جا کر پانی میں ڈبو دیتے ہیں اور ساتھ میں گالیاں بھی دیتے ہیں، جوتے بھی مارتے ہیں۔ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ بت جا کر اسی قدر موثر کن انداز میں بھگوان سے سفارش کریں گے۔اللہ تعالی فرماتے ہیں: یہ باطل معبود جن کی یہ پوجا کر رہے ہیں ان کی سفارش کیا کریں گے الٹے ان کے مخالف ہو جائیں گے اور ان کی عزت کے بجائے ان کی ذلت کا سبب بن جائیں گے۔اللہ تعالی ان باطل معبودوں کو قوت گویائی عطا فرمائیں گے۔وہ کہیں گے کہ اے اللہ! ان کو عذاب اور سزا دیجئے کہ انہوں نے آپ کو چھوڑ کر ہماری عبادت کی تھی۔

قرآنِ مجید میں ایک اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنانے سے بار بار روکا گیا ہے۔سورۃ النحل کی آیت نمبر ۵۱ میں کہا گیا وَقَالَ اللهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما چکا ہے کہ دو معبود نہ بناؤ، معبود تو صرف وہی اکیلا ہے۔سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۲۴ میں یوں ہے اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟ ان سے کہہ دو لاؤ اپنی دلیل پیش کرو۔سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۳ میں کہا گیا وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنہیں اپنے معبود ٹھہرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۲۵۱﴾ متقی رب ذوالجلال کے مہمان ہوں گے ﴿مریم ۸۳۔تا۔۸۶﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ۝ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ۝ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا آپ نے اَنَّآ اَرْسَلْنَا کہ بے شک ہم نے بھیجا الشَّيٰطِيْنَ شیطانوں کو عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر تَؤُزُّهُمْ اَزًّا کہ وہ انہیں ابھاریں (گناہوں پر) ابھارنا فَلَا تَعْجَلْ پس نہ جلدی کریں آپ عَلَيْهِمْ ان پر اِنَّمَا نَعُدُّ یقینا ہم گن رہے ہیں لَهُمْ عَدًّا ان کے لیے گننا يَوْمَ جس دن نَحْشُرُ ہم اکٹھا کریں گے الْمُتَّقِيْنَ متقیوں کو اِلَى الرَّحْمٰنِ رحمن کی طرف وَفْدًا مہمان

وَّنَسُوۡقُ اورہم ہانکیں گے الۡمُجۡرِمِيۡنَ مجرموں کو اِلٰى جَهَنَّمَ وِرۡدًا جہنم کی طرف پیاسے O

ترجمہ:۔ (اے پیغمبر!) کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ ہم نے کافروں پر شیاطین چھوڑ رکھے ہیں جو انہیں برابر اُکساتے رہتے ہیں؟O لہٰذا تم ان کے معاملے میں جلدی نہ کرو۔ ہم تو ان کے لئے گنتی گن رہے ہیں O (اُس دن کو نہ بھولو) جس دن ہم سارے متقی لوگوں کو مہمان بنا کر خدائے رحمن کے پاس جمع کریں گے O اور مجرموں کو پیاسے جانوروں کی طرح ہنکا کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چھ باتیں بتلائی ہیں۔

۱۔ اے پیغمبر! کیا آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہم نے کافروں پر شیاطین چھوڑ رکھے ہیں؟

۲۔ یہ شیاطین ان کافروں کو برابر اُکساتے رہتے ہیں

۳۔ لہٰذا آپ ان کے معاملہ میں جلدی نہ کیجئے ۴۔ ہم تو ان کافروں کے لئے گنتی گن رہے ہیں

۵۔ اس دن کو نہ بھولو جس دن ہم سارے متقی لوگوں کو مہمان بنا کر رب رحمان کے پاس جمع کریں گے

۶۔ مجرموں کو پیاسے جانوروں کی طرح ہنکا کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے

اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو کافروں کے پیچھے اس کام کے لیے لگا کر رکھ دیا ہے کہ وہ کفر اور گمراہی پر ان کافروں کو خوب ابھارتے رہیں اور اکساتے رہیں۔ پھر ان کی خوب آزمائش بھی ہو کہ شیطان کے نرغے میں آتے ہیں یا اس سے بچتے ہیں؟ شیطان کا کام ہی یہ ہے کہ وہ انسانوں کو گمراہ کرے اور اللہ کی رحمت سے انسانوں کو دور رکھے، اسی لئے شیطان کے نقشِ قدم پر چلنے سے روکا گیا: وَلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ (البقرہ ۲۰۸:) اور شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ جس کا ساتھی شیطان ہو اُسے جان لینا چاہئے کہ وہ بدترین ساتھی ہے وَمَنۡ يَّكُنِ الشَّيۡطٰنُ لَهٗ قَرِيۡنًا فَسَآءَ قَرِيۡنًا (النساء ۳۸:) اور جس کا ساتھی شیطان ہو وہ بدترین ساتھی ہے۔ شیطان کا کام یہ ہے کہ وہ برے کاموں کو بھلے اور اچھے کام ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ (النحل ۶۳) شیطان نے ان کے برے کاموں کو آراستہ کر دیا۔

جو کفار اپنے ہاتھوں کفر اور ضلالت کے اندھیرے میں پھنس رہے ہوں آپ (ﷺ) کو ان کے بارے میں غمزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ان کے حق میں عذاب کے جلد آنے کی درخواست بھی مت کیجئے۔ ہم خود ان کی باتوں کو شمار کر رہے ہیں، گویا ان کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے۔ متقیوں کو مہمان بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف جمع کریں گے، گویا قیامت کے دن متقی مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے جمع کیے جائیں گے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ متقی لوگ سواریوں پر سوار ہو کر پہنچیں گے اور سواری ہر شخص کی وہ ہو گی جس کو وہ دنیا میں اپنے لیے پسند کرتا تھا، اونٹ، گھوڑا یا دوسری سواریاں۔ مجرموں کو ہانک کر دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا اور ان مجرموں کی حالت ان پیاسے جانوروں کی طرح ہو گی جو پیاس کی شدت میں کنویں کی طرف جاتے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۲۵۲﴾ **قیامت کے دن کسی کو سفارش کرنے کا اختیار نہیں ہوگا** ﴿مریم ۸۷-تا-۹۲﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ لَا يَمْلِكُوْنَ اختیار نہیں رکھیں گے وہ الشَّفَاعَةَ سفارش کرنے کا اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ مگر جس نے لیا عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا رحمن سے عہد وَقَالُوا اور انہوں نے کہا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا رحمن نے اولاد بنائی ہے لَقَدْ جِئْتُمْ البتہ تحقیق تم آئے ہو شَيْئًا اِدًّا ایک بہت بڑی بھاری بات کو تَكَادُ السَّمٰوٰتُ قریب ہیں سب آسمان يَتَفَطَّرْنَ پھٹ پڑیں مِنْهُ اس سے وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ اور شق ہوجائے زمین وَتَخِرُّ الْجِبَالُ اور گر پڑیں پہاڑ هَدًّا ریزہ ریزہ ہوکر اَنْ اس سے کہ دَعَوْا انہوں نے دعویٰ کیا لِلرَّحْمٰنِ رحمن کے لیے وَلَدًا اولاد کا وَمَا يَنْۢبَغِيْ اور لائق نہیں لِلرَّحْمٰنِ رحمن کے اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا یہ کہ وہ پکڑے اولاد۔

ترجمہ:۔ لوگوں کو کسی کی سفارش کرنے کا اختیار بھی نہیں ہوگا، سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے ربِّ رحمن سے کوئی اجازت حاصل کرلی ہو ۝ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدائے رحمن کی کوئی اولاد ہے ۝ (ایسی بات کہنے والو!) حقیقت یہ ہے کہ تم نے بڑی سنگین حرکت کی ہے ۝ کچھ بعید نہیں کہ اس کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں ۝ کہ ان لوگوں نے ربِّ رحمن کیلئے اولاد ہونے کا دعویٰ کیا ہے ۝ حالانکہ ربِّ رحمن کی یہ شان نہیں ہے کہ اُس کی کوئی اولاد ہو۔

تشریح:۔ ان چھ آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ لوگوں کو کسی کی سفارش کرنے کا اختیار بھی نہیں ہوگا۔

۲۔ ہاں! ان لوگوں کو اختیار رہوگا جن کو اللہ تعالیٰ سفارش کرنے کی اجازت دیں گے

۳۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ رب رحمان کی کوئی اولاد ہے

۴۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے بڑی سنگین حرکت کی ہے

۵۔ کچھ بعید نہیں کہ اس کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں

۶۔ ان لوگوں نے رب رحمان کے لئے اولاد ہونے کا دعویٰ کیا ہے

۷۔ حالانکہ رب رحمان کی یہ شان نہیں ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو

قیامت کے دن شفاعت و سفارش کا حق ہر ایک کو نہیں ہوگا کہ دھڑلے سے جو چاہے جس کی چاہے شفاعت کردے، اس شفاعت کے لئے بھی رب ذوالجلال کا دستور ہے۔ وہ دستور یہ ہے کہ کوئی سفارش کا اختیار نہیں رکھے گا مگر وہی جس نے اللہ کے پاس سے اجازت لی ہو۔

شفاعت کے سلسلہ میں قرآنِ مجید یوں کہتا ہے: وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (البقرہ ۱۲۳:) اس دن سے ڈرتے رہو جب کوئی کسی کو نفع نہ دے سکے گا اور نہ ہی اس کی بابت کوئی سفارش قبول ہوگی اور نہ کوئی بدلہ اس کے عوض لیا جائے گا اور نہ مدد کئے جائیں گے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۵ میں کہا گیا: مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش کر سکے؟ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۳ میں کہا گیا: مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ مبَعْدِ اِذْنِهٖ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش کرنے والا نہیں۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۰۹ میں کہا گیا: يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا اس دن سفارش کچھ کام نہ آئے گی مگر جسے رحمان حکم دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ عہد سے مراد لا الٰہ الا اللہ کی شہادت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مومنوں ہی کو شفاعت کی اجازت ہوگی، کافروں کو اجازت نہ ہوگی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ عہد سے مراد کتاب اللہ کا حفظ ہے۔ مطلب یہ کہ شفاعت کرنے کا حق ہر ایک کو نہیں ملے گا، صرف ان لوگوں کو ہوگا جو دنیا میں ایمان کے عہد پر مضبوط رہے۔ قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام اور عام مسلمانوں میں سے جو صالحین ہیں ان کو شفاعت کی اجازت ملے گی اور باطل معبودوں کو شفاعت کی اجازت نہیں ہوگی، جن کی پوجا دنیا میں لوگ کرتے ہیں۔

دنیا میں جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کو منسوب کیا کہ اللہ تعالیٰ کو اولاد ہے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نصاریٰ نے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا یہودیوں نے اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مشرکین نے تجویز کیا، اس بدترین عقیدہ کی نفی ان آیات میں کی جارہی ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین نے اللہ کی طرف اولاد کو منسوب کرتے ہوئے ایسی خبیث حرکت کی ہے کہ کوئی بعید نہیں کہ اس حرکت کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑے اور زمین کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔ اللہ کی یہ شان ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے لئے اولاد تجویز کرے۔ یہ بیوی، یہ بچے ، یہ خاندان یہ سب مخلوق کے لئے تو زیبا دیتا ہے جو سرتا پا محتاج ہے، مگر بے نیاز و اعلیٰ رب ذوالجلال کیلئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے لئے بیوی یا بچے تجویز کرے۔ سورۂ اخلاص میں وضاحتاً یہ بتلا دیا گیا کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ O اَللّٰهُ الصَّمَدُ O لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ O وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کہو کہ وہ معبود برحق جس کی میں عبادت کرتا ہوں اللہ ہے وہ ایک ہے O اللہ بے نیاز ہے O وہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا O اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

﴿درس نمبر ۱۲۵۳﴾ سارے کے سارے رب کے پاس بندہ بن کر آئیں گے ﴿مریم ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا O لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا O وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنْ كُلُّ مَنْ نہیں ہے کوئی بھی فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین اِلَّا اٰتِي مگر وہ آنے والی ہے الرَّحْمٰنِ رحمن کے پاس عَبْدًا غلام بن کر لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ البتہ تحقیق اس نے ان کو شمار کر رکھا ہے وَعَدَّهُمْ عَدًّا اور گن رکھا ہے ان کو گننا وَكُلُّهُمْ اور وہ سب ہی اٰتِيْهِ آنے والے ہیں اس کے پاس يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا قیام کے دن تنہا تنہا۔

ترجمہ:۔ آسمانوں اور زمین میں جتنے لوگ ہیں، ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو رب رحمن کے حضور بندہ بن کر نہ آئے O یقین رکھو کہ اُس نے سب کا احاطہ کر رکھا ہے اور انہیں خوب اچھی طرح گن رکھا ہے O اور قیامت کے دن ان میں سے ایک ایک شخص اُس کے پاس اکیلا آئے گا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آسمانوں اور زمین میں جتنے لوگ ہیں ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو رب رحمان کے حضور بندہ بن کر نہ آئے

۲۔ یقین رکھو کہ اس نے سب کا احاطہ کر رکھا ہے ۳۔ انہیں خوب اچھی طرح گن رکھا ہے

۴۔ قیامت کے دن ان میں سے ایک ایک شخص اس کے پاس اکیلا آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی بھی مخلوقات ہیں چھوٹی بڑی، برّی بحری، جمادات، نباتات اور حیوانات، چرند پرند، حشرات الارض، شجر حجر، دریا، پہاڑ، سمندر، جن وانس سب اللہ کی بندگی اور غلامی میں ہیں اور اس کی قدرت کے احاطہ میں ہیں اور رب ذوالجلال کی ملکیت کے دائرہ میں ہیں، سب کو اسی کی غلامی میں رہنا ہے، ساری مخلوقات کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ اس کے دائرۂ قدرت سے باہر نکل جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ساری چیزوں کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے، اسی کی مٹھی میں ہیں یہ ساری چیزیں جو آسمان وزمین سے وابستہ ہیں، لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الزمر ۶۳) اُسی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں۔

اللہ تعالیٰ یہاں انسانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کر رہا ہے کہ تمام انسانوں کے اقوال، اعمال، اخلاق و کردار اور ان کی ساری اچھی بری حرکتوں سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے، یہاں تک کہ کونسا انسان کتنی مرتبہ سانس لے رہا ہے؟ کتنے

قدم چل رہا ہے؟ کتنی مسافت طے کر رہا ہے؟ کتنے لقمے چبا رہا ہے؟ کتنے گھونٹ پانی پی رہا ہے؟ کتنے لمحے جاگ رہا ہے؟ کتنے لمحے سو رہا ہے؟ کتنی دولت کما رہا ہے؟ اور کتنی دولت ضائع اور خرچ کر رہا ہے؟ ان ساری باتوں کا علم وہ رکھتا ہے۔ اس کی قدرت اور طاقت اور اس کے علم سے باہر کوئی چیز نہیں ہے۔ سورۃ الکھف کی آیت نمبر ۴۹ میں کہا گیا: وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا اور (اعمال کی) کتاب سامنے رکھ دی جائے گی، چنانچہ تم مجرموں کو دیکھو گے کہ وہ اُس کے مندرجات سے خوفزدہ ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ: ''ہائے ہماری بربادی! یہ کیسی کتاب ہے جس نے ہمارا کوئی چھوٹا بڑا عمل ایسا نہیں چھوڑا جس کا پورا احاطہ نہ کرلیا ہو'' اور وہ اپنا سارا کیا دھرا اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تمہارا پروردگار کسی پر کوئی ظلم نہیں کرے گا۔ سورۃ المجادلہ کی آیت نمبر ۶ میں کہا گیا: يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ جس دن اللہ ان سب کو جلا اٹھائے گا تو جو کام وہ کرتے رہے ان کو جتائے گا اللہ کو وہ سب (کام) یاد ہیں اور یہ ان کو بھول گئے ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۲۹ میں کہا گیا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ ہاں! اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ ہو جائے تو وہ جائز ہے) اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر مہربان ہے۔ یہ ساری مخلوقات قیامت کے دن اس کے پاس تن تنہا آئیں گی۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۹۴ میں بھی یہ حقیقت یوں بیان کی گئی: وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اور تم ہمارے پاس تنِ تنہا آ گئے جس طرح ہم نے اول بار تم کو پیدا کیا تھا۔

﴿درس نمبر ۱۲۵۴﴾ ایمان اور اعمالِ صالحہ سے محبتوں کا حصول ﴿مریم: ۹۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔ اِنَّ بلاشبہ الَّذِيْنَ وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے نیک عمل کیے سَيَجْعَلُ عنقریب پیدا کردے گا لَهُمْ ان کے لئے الرَّحْمٰنُ رحمن وُدًّا محبت

ترجمہ: ۔ (ہاں) بیشک جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں ربّ رحمن ان کے لئے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔

تشریح: ۔اس ایک آیت میں صرف ایک بات بتلائی گئی ہے:

ا۔جولوگ ایمان لے آئے اورانہوں نے نیک اعمال اختیار کئے ہیں رب رحمان ان کے لئے دلوں میں محبت پیدا کردے گا۔

ایمان والی زندگی گزارنے والا خوش بخت انسان اور اسی کے ساتھ نورٌ علیٰ نور وہ شخص جو اس ایمان کے ساتھ نیک اعمال کو اختیار کرتا ہے اور اپنی زندگی کو پیاری اور مثالی زندگی بنالیتا ہے کہ ایک طرف اس کا ایمان بھی مضبوط ہے اور دوسری طرف اس کی عبادت بھی مثالی ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کو یہ نقد انعام عطا فرماتے ہیں جو انعام کہ بہت ہی انمول انعام ہے وہ یہ کہ مخلوق کے دلوں میں اس نیک بخت شخص کی محبت پیدا کردیتے ہیں۔کسی شخص سے لوگوں کا از خود دوستی کے لئے ہاتھ بڑھانا اور اس کے حق میں لوگوں کا اپنے دلوں میں محبت پیدا کرلینا بہت بڑی نعمت ہے۔

بخاری، مسلم اور ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو پسند فرماتے ہیں تو جبرئیل امین سے کہتے ہیں کہ میں فلاں آدمی سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔جبرئیل امین آسمانوں میں یہ اعلان فرماتے ہیں اور سب آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر یہ محبت زمین پر نازل ہوتی ہے تو زمین والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور فرمایا کہ قرآن کریم کی یہ آیت اس پر گواہ ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۔ابنِ حبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمام ایمان والوں کے دل اس کی طرف متوجہ فرمادیتے ہیں۔(قرطبی)

﴿درس نمبر ۱۲۵۵﴾ ہم نے آپ کی زبان میں اس قرآن کو آسان کردیا ہے ﴿مریم: ۹۷۔۹۸﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ○ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔فَاِنَّمَا پس یقینا يَسَّرْنٰهُ ہم نے اس کو آسان کردیا بِلِسَانِكَ آپ کی زبان میں لِتُبَشِّرَ تاکہ آپ خوشخبری دیں بِهِ اس کے ساتھ الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کو وَتُنْذِرَ اور ڈرائیں بِهٖ اس کے ساتھ قَوْمًا لُّدًّا جھگڑالو قوم کو وَكَمْ اور کتنی ہی اَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کردیں قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ان سے پہلے قومیں هَلْ تُحِسُّ کیا آپ محسوس کرتے ہیں مِنْهُمْ ان میں سے مِّنْ اَحَدٍ کسی ایک کو اَوْ تَسْمَعُ یا آپ سنتے ہیں لَهُمْ ان کی رِكْزًا کوئی بھنک بھی۔

ترجمہ:۔ چنانچہ (اے پیغمبر!) ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان بنادیا ہے تاکہ تم اس کے ذریعے متقی لوگوں کو خوشخبری دو اور اسی کے ذریعے ان لوگوں کو ڈراؤ جو ضد کی وجہ سے جھگڑے پر آمادہ ہیں O ان سے پہلے ہم کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، کیا تمہیں ٹٹولنے سے بھی ان میں سے کسی کا پتہ ملتا ہے یا ان میں سے کسی کی بھنک بھی تمہیں سنائی دیتی ہے؟

تشریح:۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی ہیں؟

۱۔اے پیغمبر! ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان بنادیا ہے

۲۔تاکہ تم اس قرآن کے ذریعہ متقی لوگوں کو خوشخبری سنادو

۳۔اسی قرآنِ مجید کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈراؤ جو ضد کی وجہ سے جھگڑے پر آمادہ ہیں

۴۔ان سے پہلے ہم کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں

۵۔کیا تمہیں ٹٹولنے سے بھی ان میں سے کسی کا پتہ ملتا ہے؟

۶۔یا ان قوموں میں سے کسی قوم کی بھنک بھی تمہیں سنائی دیتی ہے؟

پہلی بات قرآنِ مجید سے متعلق ہے کہ قرآنِ مجید جو کہ آفاقی کتاب ہے یہ آسمان سے اتری ہوئی کتاب ہے، مگر اس کو اللہ نے آسان بنادیا کہ آسانی سے اس کو پڑھا بھی جاسکتا ہے اور آسانی کے ساتھ اس کو سمجھا بھی جاسکتا ہے قرآن مجید میں دوسری جگہ وضاحت کے ساتھ یہ بات بار بار کہی گئی وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ (القمر ۱۷) ہم نے قرآن مجید کو نصیحت کے لیے آسان کردیا ہے، ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ اسی کے ساتھ یہاں یہ بات بھی بتائی گئی کہ اس قرآن کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ متقیوں کو خوش خبری دی جائے اور مجرموں کو ڈرایا جائے۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہیں، اس لئے وہ اپنے بندوں کے ساتھ آسانی اور سہولت کا معاملہ فرماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ (البقرہ ۱۸۵:) اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں ہے۔سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۸۸ میں کہا گیا وَسَنَقُوۡلُ لَهٗ مِنۡ اَمۡرِنَا يُسۡرًا اور ہم اسے اپنے کام میں بھی آسانی ہی کا حکم دیتے ہیں۔سورۃ الطلاق کی آیت نمبر ۴ میں کہا گیا : وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ يُسۡرًا اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ اس کے ہر کام میں آسانی کردے گا۔سورۃ الاعلیٰ کی آیت نمبر ۸ میں اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ سے فرمایا وَنُيَسِّرُكَ لِلۡيُسۡرٰى ہم آپ کیلئے آسانی پیدا کردیں گے جس رب ذوالجلال نے انسان کو مشکلات میں پیدا کیا کہ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡ كَبَدٍ (البلد ۴) یقیناً ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔اس رب ذوالجلال نے ہر مشکل کے ساتھ آسانی کی بشارت بھی سنادی فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا O اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا (الانشراح :۶)

پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے بیشک مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔

دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ اللہ تعالی نے پچھلی کتنی ہی قوموں کو ان کے جرائم کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ یہ قومیں سلطنت والی دبدبہ والی طاقت والی حشمت والی اور وجاہت والی تھیں، مگر اللہ کی طاقت اور ارادے کے سامنے کچھ نہ کر سکیں، وہ سب کچھ ہونے کے باوجود ہیچ ہوگئیں۔ آج نہ ان کی آہٹ ہے اور نہ کوئی حس و حرکت، سب مرے پڑے ہیں۔

سُوۡرَۃُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ

یہ سورت ۸ رکوع اور ۱۳۵ آیات پر مشتمل ہے۔

﴿درس نمبر ۱۲۵۶﴾ **ڈرنے والوں کیلئے قرآنِ مجید نصیحت ہے** ﴿طٰهٰ :۱۔تا۔۴﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

طٰهٰ ۝ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ۝ اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ۝ تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰى ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ طٰهٰ طٰہٰ مَآ اَنۡزَلۡنَا ہم نے نازل نہیں کیا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ آپ پر قرآن لِتَشۡقٰٓى تا کہ آپ مشقت میں پڑیں اِلَّا مگر تَذۡكِرَةً نصیحت کے لئے لِّمَنۡ اس شخص کے واسطے جو يَّخۡشٰى ڈرتا ہے تَنۡزِيۡلًا نازل کیا گیا ہے مِّمَّنۡ اس ذات کی طرف سے جس نے خَلَقَ پیدا کیا الۡاَرۡضَ زمین کو وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰى اور بلند آسمانوں کو۔

ترجمہ:۔ طٰہٰ ۝ ہم نے تم پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم تکلیف اُٹھاؤ ۝ البتہ یہ اس شخص کے لئے ایک نصیحت ہے جو ڈرتا ہو ۝ اسے اُس ذات کی طرف سے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا جا رہا ہے جس نے زمین اور اُونچے اُونچے آسمان پیدا کئے ہیں۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! ہم نے آپ پر قرآنِ مجید اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ تکلیف اٹھائیں

۲۔ البتہ یہ قرآن اس شخص کے لئے نصیحت ہے جو ڈرتا ہے

۳۔ اس قرآنِ مجید کو اس ذات کی جانب سے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا جا رہا ہے جس نے زمین اور اونچے اونچے آسمان پیدا کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے لفظ طٰہٰ کے ذریعہ اپنے حبیب محمد عربی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ تکلیف اٹھائیں۔ جب قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تو رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساری رات عبادت کے لیے کھڑے رہتے اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتے یہاں تک کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پر ورم آجاتا اور دن بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی فکر میں رہتے تھے کہ مکہ کے ان کافروں کو کس طرح ہدایت ہو؟ اللہ تعالیٰ نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دونوں قسم کی مشقتوں کو دور کرنے کے لئے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ اے میرے حبیب! ہم نے قرآن مجید اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت اٹھائیں۔ ان آیتوں کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ معمول بنالیا کہ شروع رات میں آرام فرماتے تھے اور رات کے آخری حصہ میں بیدار ہو کر نماز تہجد ادا فرماتے تھے۔

اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى یہ قرآن مجید اس شخص کیلئے نصیحت ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بات اس پس منظر میں کہی گئی کہ جب رسول رحمت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساری رات تلاوتِ قرآن و نماز میں گزارتے تھے تو بعض کافروں نے یہ طعنہ دیا کہ ان لوگوں پر قرآن کیا نازل ہوا (نعوذ باللہ) ایک مصیبت نازل ہوگئی، نہ رات کا آرام اور نہ دن کا چین۔ اس آیت میں ان کے اس طعنہ کا جواب ہے کہ ان کو اس قرآن مجید کے پیغام کی حقیقت کا علم نہیں، اگر ان کے دل میں خشوع ہوتا تو یہ اس قرآن کو نصیحت کی چیز سمجھتے، جنہوں نے اس قرآن کو خشوع کے ساتھ پڑھا وہ قرآن ان کے لیے نصیحت بن گیا اور ان کی زندگی بدل گئی۔ یہ قرآن کسی انسان کا اپنی طرف سے بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ قرآنِ مجید اُتارا ہوا ہے اور اس کو اتارنے والا وہ خالق و مالک ہے جس نے وسیع و عریض زمین پیدا کی اور بلند و بالا آسمان بنائے۔ قرآنِ مجید کو دیگر آیات میں بھی نصیحت نامہ قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ الدھر کی آیت نمبر ۲۹ میں کہا گیا: اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ یقیناً یہ تو ایک نصیحت ہے۔ سورۃ الحاقہ کی آیت نمبر ۴۸ میں کہا گیا: وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ یقیناً یہ قرآن پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔ سورۃ الطلاق کی آیت نمبر ۱۰ میں کہا گیا: قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا یقیناً اللہ نے تمہاری طرف نصیحت اُتاردی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں

﴿درس نمبر ۱۲۵۷﴾ ﴿طٰہٰ: ۵۔تا۔۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ○ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ○ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلرَّحْمٰنُ رحمن ہے عَلَى الْعَرْشِ عرش پر اسْتَوٰی مستوی ہے لَهٗ اسی کیلئے ہے مَا جو کچھ ہے فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَمَا اور جو کچھ ہے فِی الْاَرْضِ زمین میں وَمَا اور جو کچھ ہے بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان وَمَا اور جو کچھ ہے تَحْتَ الثَّرٰی نمناک زمین کے نیچے وَاِنْ اور اگر تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ آپ بلند آواز سے بات کریں فَاِنَّهٗ تو بلاشبہ وہ يَعْلَمُ جانتا ہے السِّرَّ پوشیدہ وَاَخْفٰی اور پوشیدہ تر بات کو اَللّٰهُ اللہ لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی بھی معبود اِلَّا هُوَ مگر وہی لَهُ اسی کے ہیں الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی سب اچھے نام۔

ترجمہ:۔ وہ بڑی رحمت والا عرش پر استوا فرمائے ہوئے ہے O آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اور ان کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب بھی اسی کی ملکیت ہے اور زمین کی تہوں کے نیچے جو کچھ ہے وہ بھی O اگر تم کوئی بات بلند آواز سے کہو (یا آہستہ) تو وہ چپکے سے کہی ہوئی باتوں کو بلکہ اور زیادہ چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے O اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اُسی کے اچھے اچھے نام ہیں۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ربّ رحمان جو عرش پر جلوہ افروز ہے

۲۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اور ان کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب بھی اسی ایک اللہ کی ملکیت ہے

۳۔ زمین کی تہوں کے نیچے جو کچھ ہے وہ بھی اللہ ہی کی ملکیت ہے

۴۔ اگر تم کوئی بات بلند آواز سے کہو یا آہستہ تو وہ رب ذوالجلال چپکے سے کہی ہوئی باتوں کو بلکہ اور زیادہ چھپی ہوئی باتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

۵۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۶۔ اسی پروردگار کے اچھے اچھے نام ہیں۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی وہ بڑی رحمت والا جو عرش پر جلوہ فرما ہے۔ ربّ رحمان کے عرش پر جلوہ افروز ہونے کے سلسلے میں سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۴ میں بھی وضاحت ہے اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْشِ بیشک تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جلوہ افروز ہوا۔ اس کے علاوہ سورۂ رعد، سورۂ حدید اور سورۂ سجدہ میں بھی اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْش کی بات کہی گئی ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ قرآن مجید میں آیاتِ محکمات بھی ہیں اور آیات متشابہات بھی۔ آیاتِ محکمات وہ آیات ہیں جس کے معنیٰ و مطلب واضح ہوں اور جس میں کسی قسم کا اشتباہ نہ ہو۔ آیاتِ متشابہات وہ آیتیں ہیں جن میں اشتباہ ہوتا ہے اور جنکی مراد واضح نہیں ہوتی۔ انہی آیات میں سے یہ آیتیں بھی ہیں جن میں اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْش کا ذکر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی حقیقت اور کیفیت کے سلسلے میں جمہور سلفِ صالحین سے

منقول ہے کہ اس کی اصل حقیقت کسی کو معلوم نہیں ہے۔ یہ متشابہات میں سے ہے، اس لیے اس سلسلے میں اتنا عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْش حق ہے، اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق و مناسب ہی ہوگی ہمیں چاہیے کہ اس سلسلے میں اس سے آگے نہ بڑھیں، اسی میں ہمارے عقیدہ کی سلامتی ہے۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی اللہ کی ملکیت میں ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہے اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو کچھ چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں۔ یعنی ہر وہ چیز جو آسمان سے اوپر اور نیچے ہے اور زمین سے اوپر اور نیچے ہے سب اللہ کی ملکیت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں وہ چیزیں بھی ہیں جو تحت الثریٰ میں ہیں، یعنی زمین کے اندر جو تر مٹی ہے جو اس کے نیچے ہے اللہ اس کا بھی مالک ہے۔ عربی زبان میں اَلثَّرٰی نمناک گیلی مٹی کو کہتے ہیں جو زمین کھودنے کے وقت نکلتی ہے۔ ہم کمزور بندوں کا علم اس نمناک مٹی تک ختم ہو جاتا ہے، آگے ثری سے بھی نیچے کیا ہے؟ اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

ٹیکنالوجی کے دور کی حیران کر دینے والی نئی تحقیقات اور نئے آلات اور سائنس کی انتہائی ترقی کے باوجود زمین کے چھ سات میل کے بعد کی گہرائی میں کیا ہے؟ آج تک کسی کو کچھ معلوم نہ ہو سکا، جب کہ زمین کی گہرائی ہزاروں میل کی ہے۔ معلوم ہوا کہ تحت الثریٰ کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔

تم پکار کر جو بات کہتے ہو اس بات کے سننے میں کیا شبہ ہے؟ اللہ تعالیٰ تو چپکے سے کہی ہوئی بات کو بلکہ اس سے بھی زیادہ چھپی ہوئی بات کو جانتا ہے۔ ہم کمزور مخلوق ہیں، ہم صرف اسی بات کو جانتے ہیں جو آواز سے کہی جائے۔ اگر کوئی کسی کے کان میں خاموشی سے کوئی بات کہہ دیتا ہے تو ہم اس سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اس سے بھی باخبر ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۷۷ میں یہ بات کہی گئی کہ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ کیا ان کو اس کا علم نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کو سب خبر ہے ان چیزوں کی بھی جن کو مخفی رکھتے ہیں اور ان کی بھی جن کا وہ اظہار کرتے ہیں۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۹۹ میں فرمایا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم پوشیدہ رکھتے ہو۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے بڑے اچھے اچھے نام ہیں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۰ میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ موجود ہیں، حدیث میں ہے کہ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ اِسْمًا فَادْعُوْهُ بِهَا اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، ان ناموں سے اللہ کو پکارو۔ ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے معنی اور مطلب کو سمجھیں اور اس کے استحضار کے ساتھ رب ذوالجلال کو پکاریں اور اپنی ضروریات اس کے سامنے پیش کریں۔ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندے کی یہ ادا پسند آجائے اور وہ دعا قبول کر لے۔

﴿درس نمبر ۱۲۵۸﴾ **اے موسیٰ! میں ہی تمہارا رب ہوں** ﴿طٰہٰ: ۹-تا-۱۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی O اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَی النَّارِ ھُدًی O فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی O اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ ۚ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی O وَاَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَھَلْ اور کیا اَتٰکَ آئی ہے آپ کے پاس حَدِیْثُ مُوْسٰی موسیٰ کی بات ۔اِذْ رَاٰ نَارًا جب اس نے آگ دیکھی فَقَالَ تو کہا لِاَھْلِہِ اپنے گھر والوں سے امْکُثُوْٓا تم ٹھہرو اِنِّیْٓ بلاشبہ میں نے اٰنَسْتُ نَارًا آگ دیکھی ہے لَّعَلِّیْٓ تاکہ میں اٰتِیْکُمْ لے آؤں تمہارے پاس مِّنْھَا اس میں سے بِقَبَسٍ کوئی انگارا اَوْ اَجِدُ یا میں پاؤں عَلَی النَّارِ آگ کے پاس ھُدًی کوئی راستہ بتلانے والا فَلَمَّآ پس جب اَتٰھَا وہ آیا اس آگ کے پاس نُوْدِیَ تو آواز دیا گیا یٰمُوْسٰی اے موسیٰ! اِنِّیْٓ اَنَا بیشک میں رَبُّکَ تیرا رب ہوں فَاخْلَعْ سو تو اتار دے نَعْلَیْکَ اپنی جوتیاں اِنَّکَ بلاشبہ تو بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی مقدس وادی طویٰ میں ہے وَاَنَا اور میں نے اخْتَرْتُکَ تجھے پسند کرلیا ہے فَاسْتَمِعْ پس تو غور سے سن لِمَا اس کو جو یُوْحٰی وحی کی جاتی ہے۔

ترجمہ:۔ اور (اے پیغمبر!) کیا تم تک موسیٰ کا واقعہ پہنچا ہے؟ O یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کو ایک آگ نظر آئی تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: ''تم یہیں ٹھہرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں اس میں سے کوئی شعلہ تمہارے پاس لے آؤں یا اُس آگ کے پاس مجھے راستے کا پتہ مل جائے۔'' O چنانچہ جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں آواز دی گئی کہ: ''اے موسیٰ! O یقین سے جان لو کہ میں ہی تمہارا رب ہوں۔ اب تم اپنے جوتے اُتار دو۔ تم اس وقت طویٰ کی مقدس وادی میں ہو O اور میں نے تمہیں (نبوت کے لئے) منتخب کیا ہے۔ لہٰذا جو بات وحی کے ذریعے کہی جارہی ہے اُسے غور سے سنو۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ اے پیغمبر! کیا آپ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پہنچا ہے؟

۲۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کو ایک آگ نظر آئی تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا

۳۔ تم یہیں ٹھہرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید میں اس میں سے کوئی شعلہ تمہارے پاس لے آؤں یا اس آگ کے پاس مجھے راستہ کا پتہ مل جائے

۴۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو انہیں آواز دی گئی

۵۔ اے موسیٰ! یقین سے جان لو کہ میں ہی تمہارا رب ہوں

۶۔ اب تم اپنے جوتے اتار دو ۷۔ تم اس وقت طویٰ کی مقدس وادی میں ہو

۸۔ میں نے تمہیں نبوت کے لئے منتخب کیا ہے

۹۔ لہٰذا جو بات وحی کے ذریعہ کہی جارہی ہے اسے غور سے سنو

اللہ تعالی نے جب یہ ارادہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسی علیہ السلام کا وہ واقعہ سنائیں جو پاک میدان یعنی طوی میں پیش آیا تھا تو ایک سوالیہ انداز میں اس واقعہ کا اللہ نے آغاز کیا کہ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى کیا آپ کو موسی کی خبر پہنچی ہے؟ ہم آپ کو وہ واقعہ سناتے ہیں جس واقعہ میں توحید ورسالت سے متعلق اہم معلومات ہیں۔ واقعہ یہ ہوا کہ جب حضرت موسی علیہ السلام اپنی اہلیہ کے ساتھ مدین سے نکلے؛ رات کا وقت تھا کڑاکے کی سردی تھی۔ رات کی تاریکی کی وجہ سے راستہ بھی بھول چکے تھے اتنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دور سے ایک آگ دیکھی، وہ آگ نہیں تھی بلکہ وہ نور تھا۔ بس اس نور کی شکل آگ کی سی تھی۔ حضرت موسی علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرے رہو، میرے پیچھے پیچھے مت آؤ۔ میں نے ایک آگ دیکھی ہے، میں وہاں جا کر دیکھتا ہوں۔ شاید میں وہاں سے تمہارے پاس لکڑی وغیرہ میں لگا کر آگ کا شعلہ لے آؤں تاکہ سردی کا علاج ہو یا یہ کہ وہاں راستہ بتلانے والا کوئی آدمی مل جائے۔ یہ کہہ کر حضرت موسی علیہ السلام آگے بڑھے۔ جب آگ کے پاس پہنچے تو ان کو اللہ تعالی کی طرف سے آواز دی گئی کہ اے موسیٰ! میں تمہارا رب ہوں، پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو۔

خدا کی دَین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال آگ لینے کو گئے پیغمبری مل گئی

حضرت موسی علیہ السلام کو یہ خوشخبری بھیجی گئی کہ تم ایک پاک میدان یعنی طوی میں ہو اور میں نے تم کو نبی بنانے کے لیے منتخب کرلیا ہے، پس جو کچھ وحی کی جارہی ہے اس کو غور سے سن لو۔

ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر بلا کر نبوت دیئے جانے کا تذکرہ موجود ہے۔ یہاں چند باتیں ذہن میں رکھیں۔

پہلی بات یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں گزار کر اپنی اہلیہ کے ساتھ اس ارادہ سے نکلے تھے کہ مصر جا کر اپنی ماں اور بہن سے ملاقات کریں۔ راستہ میں چونکہ ملکِ شام کے بادشاہوں سے خطرہ تھا اس لئے عام راستہ چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غیر معروف راستہ اختیار کیا تھا، اس لئے اصل راستہ سے ہٹ کر طور پہاڑی کی مغربی اور داہنی سمت میں جا نکلے، اسی وقت وہ آگ نظر آئی۔ درحقیقت

وہ آگ نہیں بلکہ وہ نور تھا، وہ اللہ تعالی کی تجلی تھی۔ روح المعانی میں مسند احمد کے حوالہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب یٰمُوْسٰی کہہ کر آواز دی گئی تو انہوں نے لَبَّیْكَ کہہ کر جواب دیا اور عرض کیا میں آواز سن رہا ہوں، مگر آواز دینے والے کی جگہ معلوم نہیں، آپ کہاں ہیں؟ تو جواب آیا میں تیرے اوپر سامنے پیچھے اور تیرے ساتھ ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ میں یہ کلام خود آپ کا سن رہا ہوں یا آپ کے بھیجے ہوئے کسی فرشتہ کی یہ آواز ہے؟ تو جواب آیا کہ میں خود ہی آپ سے کلام کر رہا ہوں۔ اس لئے حضرت موسی علیہ السلام کو کلیم اللہ کہا جاتا ہے، یعنی اللہ سے بات کرنے والے۔

حضرت موسی علیہ السلام کو جوتے اتارنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ یہ مقامِ ادب ہے اور ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ جوتے اتار کر ننگے پاؤں ہو جائیں۔ جوتے اتارنے کا حکم غالباً اس لیے بھی دیا گیا ہو کہ حضرت موسی علیہ السلام کے قدمِ مبارک وادی کی مٹی سے لگ کر اس کی برکت حاصل کریں۔

وادیِ طویٰ جو کوہِ طور کے دامن میں ہے اس کا ذکر ہے امام قرطبی نے بیت اللہ، مسجد اقصی اور مسجد نبوی کی طرح وادیِ طویٰ کو بھی مقدس مقامات میں شامل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کے لئے انتخاب کی خوشخبری دی اور پھر حکم دیا کہ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی جو کچھ وحی کی جا رہی ہے اس کو غور سے سنو۔ حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ قرآن سننے کے آداب میں سے یہ ایک ہے کہ انسان اپنے تمام اعضاء کو فضول حرکت سے روکے، کسی دوسرے کام میں کوئی عضو بھی نہ لگے اور نظر نیچی رکھیں اور بات سمجھنے کی طرف توجہ دیں۔ جو شخص ادب کے ساتھ کوئی کلام سنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کلام کے سمجھنے کی توفیق دیتے ہیں۔ (قرطبی)

یہاں یہ نکتہ بھی ذہن میں رہے کہ اللہ کے کلام کو سننے کی بات آئی تو فَاسْمَعُوْا یا فَاسْمَعْ نہیں کہا گیا بلکہ فَاسْتَمِعُوْا اور فَاسْتَمِعْ کہا گیا۔ یعنی غور سے سنو۔ یہاں وحی کی بات آئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی جو وحی کی جا رہی ہے اس کو غور سے سنو اور قرآنِ مجید کے بارے میں کہا گیا کہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا (الاعراف: ۲۰۴) اور جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو۔

﴿درس نمبر ۱۲۵۹﴾ مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم رکھو ﴿طٰہٰ: ۱۴۔۱۵۔۱۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ○ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ ۢ بِمَا تَسْعٰی ○ فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ فَتَرْدٰی ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ بلا شبہ میں ہی اللہ ہوں لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود اِلَّآ اَنَا مگر میں ہی فَاعْبُدْنِیْ تو میری ہی عبادت کر وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اور نماز قائم کر لِذِكْرِیْ میرے ذکر کے لئے اِنَّ بلاشبہ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ قیامت آنے والی ہے اَكَادُ قریب ہے کہ اُخْفِیْهَا میں اس کو چھپاؤں لِتُجْزٰی تا کہ بدلہ دیا جائے كُلُّ نَفْسٍ ہر جان کو بِمَا اس کا جو تَسْعٰی وہ کوشش کرتی ہے فَلَا یَصُدَّنَّكَ پس نہ روکے تجھ کو عَنْهَا اس سے مَنْ وہ شخص جو لَّا یُؤْمِنُ ایمان نہیں رکھتا بِهَا اس کے ساتھ وَاتَّبَعَ اور اس نے پیروی کی هَوٰهُ اپنی خواہش کی فَتَرْدٰی پس تو ہلاک ہو جائے گا۔

ترجمہ:۔ حقیقت یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لئے میری عبادت کرو اور مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم کرو O یقین رکھو کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے۔ میں اُس (کے وقت) کو خفیہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اُس کے کئے کا بدلہ ملے O لہٰذا کوئی ایسا شخص تمہیں اس سے ہر گز غافل نہ کرنے پائے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلتا ہو، ورنہ تم ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ بیشک میں ہی اللہ ہوں　　　۲۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے

۳۔ اس لئے میری عبادت کرو　　　۴۔ مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم کرو

۵۔ یقین رکھو کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے

۶۔ میں قیامت کے وقت کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ ملے

۷۔ لہٰذا کوئی ایسا شخص تمہیں اس سے ہر گز غافل نہ کرنے پائے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلتا ہو

۸۔ ورنہ تم ہلاکت میں پڑ جاؤ گے

اللہ تعالی نے جب حضرت موسی علیہ السلام کو اپنے کلام کی جانب متوجہ فرمایا تو سب سے پہلے توحید سے متعلق یہ بات بتلائی کہ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں۔ اللہ تعالی نے سب سے پہلے توحید کی جانب متوجہ کیا اور یہ بات بتلا دی کہ معبود تو صرف اور صرف ایک اللہ ہے۔

فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ تم میری ہی عبادت کرو اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔ گویا اللہ تعالی نے عقیدۂ توحید کے بعد عملی طور پر عبادت کا حکم دیا اور عبادت میں بھی افضل العبادات نماز کا حکم دیا کہ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ اور میری ہی یاد کے لئے نماز قائم کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات بتلائی گئی کہ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ بے شک قیامت آنے والی ہے۔

اَكَادُ اُخۡفِيۡهَا میں اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں لِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍ تا کہ ہر شخص کو بدلہ دیا جائے بِمَا تَسۡعٰى جو اس نے کمایا ہے۔ یہ حقیقت یہاں بتلادی گئی کہ قیامت کے قائم کئے جانے کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ انسان نے اپنی زندگی میں جو کام کیے ہیں اس کا پورا پورا بدلہ اسے مل جائے۔قیامت کے سلسلہ میں سورۂ حجر کی آیت نمبر ۸۵ میں بھی کہا گیا :وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِيۡلَ اور قیامت تو ضرور آ کر رہے گی تو تم (ان لوگوں سے) اچھی طرح سے درگزر کرو۔

فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنۡهَا مَنۡ لَّا يُؤۡمِنُ بِهَا قیامت کی تیاری کرنے میں کوئی ایسا شخص تمہیں باز نہ رکھنے پائے جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتا اور جس کو اپنی نفسانی خواہشات پر ہی چلنا مقصود ہو۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ایسے لوگوں سے چوکنا رہنا چاہیے جو قیامت کے دن کی تیاری میں رکاوٹ بنیں۔اللہ تعالی نے یہ بات بھی بتلادی کہ جو شخص خواہشات کی اتباع میں لگا ہوا ہے اس کے پیچھے پڑے رہو گے تو پھر تو تباہی اور بربادی ہی حصہ میں آئے گی۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان آیتوں سے یہ سبق حاصل کریں اور ہم ایک معبود برحق پر ایمان رکھیں، اللہ کی عبادت کریں، نماز کی پابندی کریں، قیامت کے دن کی تیاری کریں اور ہر اس چیز سے بچیں جو اس تیاری میں رکاوٹ بنے۔

﴿درس نمبر ۱۲۶۰﴾ اے موسیٰ! آپ کے سیدھے ہاتھ میں کیا ہے؟ ﴿طٰہٰ ۱۷۔۱۸﴾

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَمَا تِلۡكَ بِيَمِيۡنِكَ يٰمُوۡسٰى ۞ قَالَ هِىَ عَصَاىَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيۡهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىۡ وَلِىَ فِيۡهَا مَاٰرِبُ اُخۡرٰى ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمَا تِلۡكَ اور کیا ہے وہ بِيَمِيۡنِكَ تیرے دائیں ہاتھ میں؟ يٰمُوۡسٰى اے موسیٰ! قَالَ اس نے کہا هِىَ عَصَاىَ یہ میرا عصا ہے اَتَوَكَّؤُا میں ٹیک لگاتا ہوں عَلَيۡهَا اس پر وَاَهُشُّ اور پتے جھاڑتا ہوں بِهَا اس کے ساتھ عَلٰى غَنَمِىۡ اپنی بکریوں پر وَلِىَ اور میرے لئے فِيۡهَا اس میں مَاٰرِبُ اُخۡرٰى اور بھی مقاصد ہیں

ترجمہ:۔ اور موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ ۞ موسیٰ نے کہا: ''یہ میری لاٹھی ہے۔ میں اس کا سہارا لیتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر (درخت سے) پتے جھارتا ہوں اور اس سے میری دوسری ضروریات بھی پوری ہوتی ہیں۔''

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے موسیٰ! آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟
۲۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ میری لاٹھی ہے
۳۔میں اس کا سہارا لیتا ہوں
۴۔اس سے اپنی بکریوں پر درخت سے پتے جھاڑتا ہوں

۵۔اس سے میری دوسری ضروریات بھی پوری ہوتی ہیں

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوتے ہوئے یہ پوچھنا ذکر کیا گیا ہے کہ اے موسیٰ! تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صرف یہ پوچھا کہ تمہارے سیدھے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ یہ ایک دوستانہ سوال تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں موجود ہیبت کو دور کرنے کے لئے تھا۔ یہ سوال اس لئے بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ اسی عصا کے ذریعہ اس معجزہ کو ظاہر کیا جائے جو وقت کے گھمنڈی فرعون کے غرور کو ختم کردے اور اس کی کمر توڑ دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سوال کے جواب میں کہ تمہارے سیدھے ہاتھ میں کیا ہے؟ صرف اتنا کہہ دیتے تو جواب ہوجاتا کہ وہ عصا ہے، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ تفصیل بھی بتلادی کہ میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں پر درختوں کے پتے جھڑاتا ہوں اور اس میں میرے اور دوسرے کام بھی نکلتے ہیں۔ یہ تفصیلات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شاید اس لیے بیان کئے تاکہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ دیر تک ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا رہے۔ اس سے یہ نقطہ ہمیں ملتا ہے کہ جب ہم نفل نمازوں میں تنہائی میں نماز کے لئے کھڑے ہوں تو اللہ تعالیٰ سے مناجات اور اس سے اپنے جذباتی تعلق کے اظہار کے لئے قیام اور بالخصوص سجدہ میں زیادہ وقت گزاریں تاکہ یہ عمل اللہ تعالیٰ سے قربت کا ذریعہ بن جائے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عصا کا استعمال پیغمبروں کی سنت ہے۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عصا استعمال فرمایا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۲۶۱﴾ اسے پکڑ لو اور ڈرو نہیں ﴿طٰہٰ ۱۹۔تا۔۲۱﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اَلۡقِهَا يٰمُوۡسٰى ۝ فَاَلۡقٰهَا فَاِذَا هِىَ حَيَّةٌ تَسۡعٰى ۝ قَالَ خُذۡهَا وَلَا تَخَفۡ ‌ سَنُعِيۡدُهَا سِيۡرَتَهَا الۡاُوۡلٰى ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا اَلۡقِهَا ڈال دے اسے يٰمُوۡسٰى اے موسیٰ! فَاَلۡقٰهَا پس جب اس نے ڈالا اسکو فَاِذَا تو ناگہاں هِىَ حَيَّةٌ وہ سانپ تھا تَسۡعٰى دوڑتا ہوا قَالَ اس نے فرمایا خُذۡهَا پکڑ لے اسے وَلَا تَخَفۡ اور تو مت ڈر سَنُعِيۡدُهَا ہم ابھی اسے لوٹا دیں گے سِيۡرَتَهَا الۡاُوۡلٰى اس کی پہلی حالت میں

ترجمہ:۔ فرمایا: ”موسیٰ! اسے نیچے پھینک دو“ ۝ چنانچہ انہوں نے اسے پھینک دیا۔ بس پھر کیا تھا! وہ اچانک ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا ۝ اللہ نے فرمایا: ”اسے پکڑ لو اور ڈرو نہیں۔ ہم ابھی اسے اس کی پچھلی حالت پر لوٹا دیں گے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ! آپ اس عصا کو ڈال دیجئے۔

۲۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عصا ڈال دیا پھر وہ عصا اسی وقت سانپ ہو گیا جو دوڑنے لگا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام سے فرمایا کہ اس کو پکڑ لو اور دیکھو! ڈرنا نہیں ہم ابھی اس کو پہلی حالت میں پھیر دیں گے یعنی سانپ سے پھر اس کو لاٹھی ہی بنا دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ڈال دیئے جانے کے بعد جو چیز تیز دوڑنے لگی تھی اس کے لئے قرآن مجید میں تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں، (۱) حَیَّۃٌ (۲) جَآنٌّ (۳) ثُعْبَانٌ۔

لفظ حَیَّۃٌ تو اسی آیت میں استعمال ہوا ہے یعنی سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر ۲۰ میں اور عربی زبان میں حَیَّۃٌ کے معنی سانپ کے ہے۔ دوسرا لفظ جَآنٌّ ہے جو سورۂ قصص کی آیت نمبر ۳۱ میں ہے: کَاَنَّھَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ عربی زبان میں جَآنٌّ چھوٹے اور پتلے سانپ کو کہتے ہیں۔ تیسرا لفظ ثُعْبَانٌ ہے جو سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۰۷ میں یوں ہے: فَاَلْقٰی عَصَاہُ فَاِذَا ھِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ پس آپ نے اپنا عصا ڈال دیا سو وہ دفعتاً صاف ایک اژدہا بن گیا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کو حَیَّۃٌ بھی کہا گیا اور جَآنٌّ اور ثُعْبَانٌ بھی کہا گیا تو آخر حقیقت میں یہ اژدہا تھا یا چھوٹا یا بڑا سانپ تھا؟ اس سلسلے میں مفسرین نے اس اشکال کو یوں دور کیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ سانپ شروع میں پتلا اور چھوٹا سا رہا ہو پھر موٹا اور بڑا ہو گیا ہو یا یہ کہ یہ سانپ تو بڑا اور اژدہا ہی تھا مگر اس کو جَآنٌّ یعنی ہلکا چھوٹا سانپ اس مناسبت سے کہا گیا کہ یہ عظیم الشان اژدہا تیز چلنے کے اعتبار سے چھوٹے سانپ کی طرح تھا۔ عام طور پر بڑے اژدھے تیز نہیں چل سکتے، مگر یہ بڑا ہونے کے باوجود تیز چلتا تھا۔

﴿درس نمبر ۱۲۶۲﴾ آپ فرعون کے پاس جائیے وہ سرکش ہو گیا ہے ﴿طٰہٰ ۲۲۔۲۳۔۲۴﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَۃً اُخْرٰی ○ لِنُرِیَکَ مِنْ اٰیٰتِنَا الْکُبْرٰی ○ اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاضْمُمْ اور ملا تو یَدَکَ اپنا ہاتھ اِلٰی جَنَاحِکَ اپنی بغل کے ساتھ تَخْرُجْ وہ نکلے گا بَیْضَآءَ چمکتا ہوا مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ بغیر کسی بیماری کے اٰیَۃً اُخْرٰی یہ دوسری نشانی ہے لِنُرِیَکَ تا کہ ہم دکھائیں تجھے مِنْ اٰیٰتِنَا الْکُبْرٰی اپنی کچھ بڑی بڑی نشانیاں اِذْھَبْ تو جا اِلٰی فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف اِنَّہٗ بے

شک وہ طَغٰی سرکش ہوگیا ہے

ترجمہ:۔ اور اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں دباؤ، وہ کسی بیماری کے بغیر سفید ہو کر نکلے گا۔ یہ (تمہاری نبوت کی) ایک اور نشانی ہوگی O (یہ ہم اس لئے کر رہے ہیں) تا کہ اپنی بڑی نشانیوں میں سے کچھ تمہیں دکھائیں O (اب) فرعون کے پاس جاؤ۔ وہ سرکشی میں حد سے نکل گیا ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ تم اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں بغل میں دے لو پھر نکالو۔

۲۔ وہ ہاتھ بلا کسی عیب و بیماری کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا۔

۳۔ یہ ہماری قدرت اور تمہاری نبوت کی دوسری بڑی نشانی ہوگی۔

۴۔ لاٹھی ڈال دینے اور ہاتھ کو گریبان میں دینے کا یہ حکم اس لئے ہے تا کہ ہم تم کو اپنی قدرت کی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دکھلائیں۔

۵۔ تم فرعون کے پاس جاؤ وہ حد سے نکل گیا ہے۔

اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جہاں عصا کا معجزہ عطا فرمایا کہ وہ سانپ یا اژدھے کی شکل اختیار کر لیا اور دوڑنے لگا۔ اسی طرح اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک معجزہ یہ بھی عطا فرمایا کہ انہیں حکم دیا گیا کہ آپ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈالیں، جو آپ اپنا ہاتھ بغل کے نیچے ڈال کر نکالیں گے تو آپ کا ہاتھ سورج کی طرح چمکنے لگے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ سلام نے اللہ تعالی کے حکم سے ایسا ہی کیا اور آپ کا ہاتھ سورج کی طرح روشن ہو گیا۔ یہ اللہ تعالی کی قدرت کا ایک منظر تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی دلیل کیلئے بطور معجزہ دیا گیا۔ یہاں یہ وضاحت بھی کی گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کا روشن و چمکدار ہونا کسی عیب یا بیماری کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ یہ ایک معجزہ کے طور پر تھا جو قدرت کا ایک منظر تھا۔

ان دو معجزات کے دیئے جانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اے موسیٰ! اب آپ فرعون کے پاس جائیے اس نے بہت سر اٹھایا ہے، اب آپ کو گھبرانے کی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کے پاس دو ایسے معجزے ہیں جن کو پیش کرنے سے فرعون جیسا بادشاہ بھی عاجز ہے، جو ظالم اور گھمنڈی فرعون خدائی کا دعوی کرتا ہے تم اس کے سامنے توحید کی دعوت دو اور اگر وہ تمہاری نبوت میں شک کرے تو وہ معجزے اس کے سامنے بتلاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کیے ہیں۔ سورۃ النّٰزِعٰت کی آیت نمبر ۱۷ میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے سے متعلق حکم کا یوں تذکرہ ہے: اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی کی ہے۔

﴿درس نمبر ۱۲۶۳﴾ **میرے لئے میرا کام آسان کردیجئے** ﴿طٰہٰ ۲۵۔تا۔۳۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۝ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا رَبِّ اے رب! اشْرَحْ لِيْ کھول دے میرے لئے صَدْرِيْ میرا سینہ وَيَسِّرْ لِيْٓ اور میرے لئے آسان کردے اَمْرِيْ میرا کام وَاحْلُلْ عُقْدَةً اور کھول دے گرہ مِّنْ لِّسَانِيْ میری زبان کی يَفْقَهُوْا وہ سمجھ سکیں قَوْلِيْ میری بات وَاجْعَلْ اور تو بنادے لِّيْ وَزِيْرًا میرے لئے وزیر مِّنْ اَهْلِيْ میرے اہل میں سے هٰرُوْنَ اَخِي میرے بھائی ہارون کو اشْدُدْ تو مضبوط کردے بِهٖٓ اس کے ساتھ اَزْرِيْ میری کمر وَاَشْرِكْهُ اور اسے شریک کردے فِيْٓ اَمْرِيْ میرے کام میں

ترجمہ:۔ موسیٰ نے کہا ''پروردگار! میری خاطر میرا سینہ کھول دیجئے ۝ اور میرے لئے میرا کام آسان بنادیجئے ۝ اور میری زبان میں جو گرہ ہے اُسے دور کردیجئے ۝ تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں ۝ اور میرے لئے میرے خاندان ہی کے ایک فرد کو مددگار مقرر کردیجئے ۝ یعنی ہارون کو جو میرے بھائی ہیں! ۝ ان کے ذریعے میری طاقت مضبوط کردیجئے ۝ اور ان کو میرا شریکِ کار بنادیجئے۔

تشریح:۔ ان آٹھ آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا اے میرے رب! میرا حوصلہ اور زیادہ وسیع کردیجیے۔

۲۔ میرا یہ کام میرے لئے آسان فرمادیجئے۔

۳۔ میری زبان پر سے لکنت ہٹادیجئے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

۴۔ میرے واسطے میرے کنبے میں سے ایک معاون مقرر کردیجئے۔

۵۔ ہارون کو معاون بنائیے جو میرے بھائی ہیں۔

۶۔ ان کے ذریعہ سے میری امت کو مستحکم کردیجئے۔ ۷۔ ان کو میرے کام میں شریک کردیجئے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہوکر اس اہم ترین دعوتِ توحید کے کام میں اسی کی مدد طلب کی اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے یہ کہا کہ اے میرے رب! میرے سینہ کو کھول دیجیے۔ یعنی میرے سینہ میں اس قدر فراخی اور وسعت عطا فرمائیے

جن میں نبوت کا وہ علم آ جائے جس علم کی اس کام کے لیے ضرورت ہوتی ہے اور میرے سینہ میں اس بات کی وسعت بھی پیدا کر دیجیے کہ اس راستہ میں مدِ مقابل سے جو کچھ سخت سست سننا پڑتا ہے میرا سینہ اس کو برداشت کر سکے۔ اسی کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کی کہ میرے لئے میرے اس کام کو آسان بھی کر دیجئے ظاہر ہے کہ وقت کے متکبر، ظالم، گھمنڈی اور صاحبِ اقتدار بادشاہ کے سامنے کھڑے ہونا اور اس کو اس کے باطل دعویٰ سے روک کر توحید کی دعوت دینا کوئی معمولی کام نہیں تھا، اس مشکل کام کی آسانی کے لئے رب ذوالجلال کی مدد و نصرت کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بغیر کمزور بندہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ سلام نے اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ میرے اس کام کو میرے لئے آسان کر دیجئے۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ جب بھی کوئی مشکل کام درپیش ہو تو اللہ تعالیٰ سے یوں آسانی طلب کی جائے: اَللّٰهُمَّ الْطُفْ بِيْ فِيْ تَيْسِيْرِ كُلِّ عَسِيْرٍ فَاِنَّ تَيْسِيْرَ كُلِّ عَسِيْرٍ عَلَيْكَ يَسِيْرٌ اے اللہ! ہم پر مہربانی فرما ہر مشکل کام کو آسان کرنے کیلئے، کیونکہ ہر مشکل کام کا آسان کر دینا آپ کیلئے آسان ہے۔

جس ملک میں ہم مسلمان زندگی بسر کر رہے ہیں ہمارے ساتھ کافر اور مشرک بھی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہم ان سب کو کفر اور شرک کی حالت میں رہتا دیکھ کر سکون کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان تک دینِ اسلام کا وہ پیغام پہنچائیں جو پیغام رسولِ رحمت ﷺ نے اہلِ مکہ کے سامنے پیش کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ موجودہ حالات میں بھی حق کے اس پیغام کو ہمارے برادرانِ وطن کے سامنے پیش کرنا مشکل کام ہے، لیکن مشکل کام کو مشکل سمجھ کر چھوڑ دینا ایک ذمہ دار مومن کیلئے زیبا نہیں دیتا۔ ایک مومن کو چاہئے کہ اس مشکل کام میں آسانی کیلئے اپنے رب سے دعا کرے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس جانے سے پہلے دعا کی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے تیسری دعا یہ فرمائی کہ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ میری زبان کی لکنت اور بندش کو کھول دیجئے تاکہ لوگ میرا کلام سمجھ سکیں۔ اس سلسلے میں مفسرین نے یہ وضاحت تحریر فرمائی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دودھ پینے کے زمانہ میں تو اپنی والدہ کے پاس رہے اور فرعون کے دربار سے ان کو دودھ پلانے کا وظیفہ بھی ملتا رہا، جب دودھ چھڑایا گیا تو فرعون اور ان کی بیوی آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑ لی اور اس کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا فرعون کو غصہ آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ فرعون کی بیوی آسیہ نے کہا کہ بادشاہ سلامت! آپ بچہ کی بات پر خیال کرتے ہیں جس کو کسی چیز کی عقل نہیں۔ اگر آپ چاہیں تو تجربہ کر لیں کہ اس کو کسی بھلے برے کا فرق نہیں ہے۔ تجربہ کروانے کی غرض سے انگارے اور جواہرات الگ الگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھ دیئے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ کے بجائے جواہرات پر ہاتھ ڈالنا چاہا،

مگر جبرئیل امین علیہ السلام نے ان کا ہاتھ آگ کی طشت میں ڈال دیا اور انہوں نے آگ کا انگارہ اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لیا، جس سے زبان جل گئی، جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی۔ اسی لکنت کو دور کرنے اور اس عقدہ کو کھول دینے کی دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہاں کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چوتھی دعا یہ فرمائی کہ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اے اللہ! فرعون کے پاس دعوتِ توحید پہنچانا ہے اس لیے اس اہم ترین ذمہ داری کے لیے آپ میرے ہی خاندان کے ایک فرد جو میرے بھائی ہارون ہیں ان کو میرا نائب بنا دیجئے۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۳۴ میں حضرت ہارون علیہ السلام کی وہ خصوصیت بھی ذکر کی گئی ہے کہ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا اور میرا بھائی ہارون مجھ سے بہت زیادہ فصیح زبان والا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس جانے کے لیے جس شخصیت کی رفاقت کی دعا کی اس میں اس جملہ کا اضافہ کیا کہ مِّنْ اَهْلِيْ میرے خاندان میں سے ایک فرد کو میرا وزیر بنا دیجئے۔ چونکہ خاندان کے آدمی کے عادات اور اخلاق سے آدمی مانوس رہتا ہے اور طبیعت میں باہم الفت اور مناسبت ہوتی ہے اور کام میں مدد بھی ملتی ہے بشرطیکہ اس میں کام کی صلاحیت دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ہو۔ معلوم یہ ہوا کہ یہ کوئی بری بات نہیں ہے کہ کسی اہم منصب پر آدمی اپنے خاندان کے کسی فرد کو اپنا نائب، معاون و مددگار بنا لے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالی سے یہ بھی کہا کہ ہارون جو کہ میرے بھائی ہیں ان کو میرے اس اہم ترین کام میں میرا شریک بنا دیجئے۔

﴿درس نمبر ۱۲۶۴﴾ اللہ کا ذکر اور اس کی تسبیح بکثرت کریں ﴿طٰہٰ ۳۳-تا-۳۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۝ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۝ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا تا کہ ہم تیری بہت تسبیح بیان کریں وَّنَذْكُرَكَ اور ہم تجھے یاد کریں كَثِيْرًا کثرت سے اِنَّكَ كُنْتَ بلاشبہ تو ہی ہے بِنَا بَصِيْرًا ہمیں خوب دیکھنے والا قَالَ اس نے کہا قَدْ اُوْتِيْتَ تحقیق تو دے دیا گیا سُؤْلَكَ اپنا سوال يٰمُوْسٰى اے موسیٰ!

ترجمہ:۔ تا کہ ہم کثرت سے آپ کی تسبیح کریں ۝ اور کثرت سے آپ کا ذکر کریں ۝ بیشک آپ ہمیں اچھی طرح دیکھنے والے ہیں ۝ اللہ نے فرمایا: ''موسیٰ! تم نے جو کچھ مانگا ہے تمہیں دے دیا گیا۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ تا کہ آپ کی کثرت سے ہم تسبیح بیان کریں۔ ۲۔ آپ کو کثرت سے یاد کریں۔

۳۔ بے شک آپ ہم کو خوب دیکھ رہے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تمہاری ہر درخواست کو منظور کرلیا گیا ہے اے موسیٰ!

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون تک دعوتِ دین اور حقِ رسالت ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کی تھیں جن کی تفصیلات پچھلی آیات میں بیان کر دی گئیں۔ ان دعاؤں کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی وجوہات ان آیات میں بیان کر رہے ہیں کہ اے اللہ! اگر آپ ہماری ان درخواستوں کو قبول و منظور فرمائیں گے تو ہم کثرت سے آپ کی تسبیح بھی بیان کریں گے اور آپ کو بکثرت یاد بھی کریں گے۔

یہاں ایک سوال مفسرین نے پیدا کیا اور اس کا جواب بھی تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کا ذکر تو تنہا آدمی بھی کرسکتا ہے اس میں حضرت ہارون علیہ السلام کی شرکت کو کیا دخل ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ذکر و تسبیح کے لئے بھی سازگار ماحول درکار ہوتا ہے اور اللہ والے ساتھیوں کی رفاقت کا بھی اس پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ اگر اللہ والے ساتھ ہوں تو ان کی اچھی رفاقت کی وجہ سے ایک ایسا ماحول پیدا ہوتا ہے جس سے تسبیح و ذکر میں مدد ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری آفاقی کتاب قرآن مجید میں تسبیح اور ذکر کا متعدد بار حکم دیا ہے سورۃ الاعلیٰ کی پہلی آیت میں رب الاعلیٰ کا حکم ہے کہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى اور سورۃ الواقعہ کی آخری آیت میں رب العظیم کی تسبیح کا حکم ہے، چنانچہ ہم رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھتے ہیں۔ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (البقرہ ۳۲ :) اور فرشتوں نے یہ بھی کہا وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ہم آپ کی تسبیح اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۴۱ میں حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ آپ اپنے رب کا کثرت سے ذکر کیجئے اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرتے رہیے۔ سورۂ رعد کی آیت نمبر ۱۳ میں یوں کہا گیا کہ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ گرج اس کی تسبیح و تعریف کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے بھی اور گرج جس کی آواز سے ہم گھبراتے ہیں۔ یہ بھی اللہ کے خوف سے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ سورۂ حجر کی آیت نمبر ۹۸ میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ آپ اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کیجیے اور سجدہ کرنے والوں میں شامل ہوجائیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بات اللہ تعالیٰ سے یہ بھی کہی کہ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا بے شک آپ تو ہم کو اور ہماری حالت کو خود دیکھ رہے ہیں۔ اس جملہ میں اپنی بے بسی کا اظہار ہے کہ ایسی حالت میں جب کہ ہمارے سامنے ایک ظالم، جابر اور گھمنڈی صاحبِ اقتدار بادشاہ ہے اور میرے ساتھ میرا کوئی حامی بظاہر نہیں ہے،

اس بے بسی کی حالت سے آپ پوری طرح اے اللہ! باخبر ہیں۔ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اس طرح پیارے انداز میں اپنی گزارش پیش کر رہے ہیں اور یہ بتلا رہے ہیں کہ فرعون کے پاس جانے کیلئے ہارون جیسے وزیر کا ہونا تو میرے لئے ضروری ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى تمہاری درخواست اے موسیٰ! قبول و منظور ہو چکی ہے۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دعا کی قبولیت کی بشارت دے دی گئی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا سے ہمیں اس بات کا سبق ملتا ہے کہ ہر کام سے پہلے اور کام کے دوران ہمیں اپنے رب کے سامنے بھکاری بننا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے بے نیازی کی کوئی شکل ہمارے قول و عمل سے ہرگز ظاہر نہ ہو، اس لئے کہ ہم کمزور بندے ہیں اور ہمیں محدود قسم کا اختیار دیا گیا ہے، سارا اختیار تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

﴿درس نمبر ۱۲۶۵﴾ ہم تو ایک اور دفعہ آپ پر احسان کر چکے ہیں ﴿طٰہٰ ۳۷۔۳۸۔۳۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰى ۝ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰى ۝ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق مَنَنَّا ہم احسان کر چکے ہیں عَلَيْكَ تجھ پر مَرَّةً اُخْرٰى ایک مرتبہ اور بھی اِذْ اَوْحَيْنَآ جب ہم نے الہام کیا اِلٰٓى اُمِّكَ تیری ماں کی طرف مَا يُوْحٰى وہ جو وحی کی جاتی ہے اَنِ اقْذِفِيْهِ یہ کہ تو ڈال دے اس کو فِى التَّابُوْتِ صندوق میں فَاقْذِفِيْهِ پھر ڈال دے اس کو فِى الْيَمِّ دریا میں فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ پس لا ڈالے گا دریا اسکو بِالسَّاحِلِ ساحل پر يَاْخُذْهُ کہ پکڑے اس کو عَدُوٌّ لِّىْ میرا دشمن وَعَدُوٌّ لَّهٗ اور اس کا دشمن وَاَلْقَيْتُ اور میں نے ڈال دی عَلَيْكَ مَحَبَّةً تجھ پر محبت مِّنِّىْ اپنی طرف سے وَلِتُصْنَعَ اور تا کہ تو پرورش کیا جائے عَلٰى عَيْنِىْ میری آنکھوں کے سامنے

ترجمہ:۔ اور ہم نے تم پر ایک اور مرتبہ بھی احسان کیا تھا ۝ جب ہم نے تمہاری ماں سے وحی کے ذریعے وہ بات کہی تھی جو اب وحی کے ذریعہ (تمہیں) بتائی جا رہی ہے ۝ کہ اس (بچے) کو صندوق میں رکھو، پھر اس صندوق کو دریا میں ڈال دو۔ پھر دریا کو چھوڑ دو کہ وہ اسے ساحل کے پاس لا کر ڈال دے، جس کے نتیجہ میں ایک ایسا شخص اس (بچے) کو اُٹھا لے گا جو میرا بھی دشمن ہوگا اور اس کا بھی دشمن اور میں نے اپنی طرف سے تم پر ایک محبوبیت نازل کر دی تھی اور یہ سب اس لئے کیا تھا تا کہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ ہم تو ایک دفعہ اور بھی آپ پر احسان کر چکے ہیں۔

۲۔ جبکہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام سے بتلائی جو الہام سے بتانے کے قابل تھی۔

۳۔ یہ کہ موسیٰ کو ایک صندوق میں رکھو پھر ان کو دریا میں ڈال دو پھر دریا ان کو کنارے تک لے آئے گا۔

۴۔ پھر ان کو ایک ایسا شخص پکڑے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور ان کا بھی دشمن ہے۔

۵۔ میں نے تمہارے اوپر اپنی طرف سے ایک محبت کا اثر ڈال دیا تا کہ جو بھی تم کو دیکھے پیار کرے۔

۶۔ تا کہ تم میری خاص نگرانی میں پرورش پاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی احسانات وانعامات ہوئے جن احسانات کا ذکر قرآن مجید کی مختلف آیتوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ہم کلامی سے نوازا اور انہیں موسیٰ کلیم اللہ کا خطاب ملا، نبوت اور رسالت کی نعمت عطا کی گئی، خاص قسم کے معجزات انہیں دیئے گئے۔ ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کئے گئے اس قسم کے انعام واحسان کا تذکرہ ہے جو ان کی پیدائش کے وقت میں کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے یوں فرمارہے ہیں کہ اے موسیٰ! ہم ایک دفعہ اور بھی آپ پر احسان کر چکے ہیں جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو چکے تھے۔ فرعون کے سپاہی بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے لڑکوں کو قتل کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان سپاہیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ان کی والدہ کو بذریعہ وحی یہ حکم دیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک تابوت میں بند کر کے دریا میں ڈال دیں اور اس بات کا اندیشہ اور خوف نہ کھائیں کہ یہ بچہ ہلاک ہوجائے گا بلکہ ہم اس بچہ کی حفاظت کریں گے، پھر تمہاری طرف ہی بحفاظت واپس پہنچائیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس کو نہ عقل تسلیم کر سکتی تھی اور نہ اس کا اندازہ کیا جاسکتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو یہ بات بتلادی گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا کنارے تک لے آئے گا اور ایک ایسا شخص تمہارے بیٹے موسیٰ کو پکڑے گا جو کافر ہونے کی وجہ سے میرا بھی دشمن ہے اور ان کا بھی دشمن ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تابوت میں رکھ کر دریا میں بہادیئے جانے کا یہ قصہ سورۃ القصص کی آیت نمبر ۷ میں بھی بیان کیا گیا ہے: وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ جب تم کو اس کے بارے میں کچھ خوف پیدا ہوا تو اُسے دریا میں ڈال دینا اور نہ تو خوف کرنا اور نہ رنج کرنا ہم اُس کو تمہارے پاس واپس پہنچادیں گے اور (پھر) اُسے پیغمبر بنادیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! میں نے تمہارے چہرے کے اوپر اپنی طرف سے محبت کا ایک اثر ڈال دیا تا کہ جو بھی تمھیں دیکھے وہ پیار کرے اور اس لیے بھی اس طرح کیا گیا تا کہ تم

میری خاص نگرانی میں پرورش پاؤ۔ یہاں عَدُوّ ”یعنی دشمن کا جو لفظ استعمال کیا گیا اس سے مراد فرعون ہے۔ فرعون ظاہر ہے کہ اللہ کا دشمن تھا اور اس کی دشمنی کی وجہ اس کا کفر تھا۔لیکن سوال یہ ہے کہ اس آیت میں فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی دشمن قرار دیا گیا، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اس لئے کہ اس وقت تو فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن نہیں تھا، وہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کو جانتا بھی نہیں تھا بلکہ فرعون نے تو اپنا بہت سارا مال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش پر خرچ کیا۔ یہاں مفسرین نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ دشمنی اللہ تعالیٰ کے علم کے اعتبار سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو علم تھا کہ فرعون آگے چل کر حضرت موسی علیہ السلام کا بھی دشمن ثابت ہوگا۔بعض مفسرین نے یہ بات بھی کہی ہے کہ فرعون اس وقت بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن تھا، یہی وجہ ہے کہ اس نے اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم بھی دے دیا تھا،لیکن اس نے صرف اپنی بیوی آسیہ کی خاطر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کو گوارہ کرلیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اندر اللہ تعالیٰ نے محبت کی ایک خاص کشش پیدا کردی کہ جو بھی آپ کو دیکھے وہ آپ سے محبت کرنے لگ جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خاص قسم کی عنایت ورحمت تھی کہ ان کے وجود میں محبوبیت کی ایک خاص شان رکھ دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارادہ کرلیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہترین تربیت براہ راست اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہو، اس لیے مصر کے بادشاہ فرعون کے ہاتھوں ہی میں اور اسی کے محل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رکھے جانے کے غیبی انتظامات کیے گئے اور خود فرعون کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے دشمن کی پرورش کررہا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۲۶۶﴾ ## ہم نے تم کو غم سے نجات دی ﴿طٰہٰ : ۴۰﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِذۡ تَمۡشِیۡۤ اُخۡتُكَ فَتَقُوۡلُ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰی مَنۡ یَّكۡفُلُهٗ ؕ فَرَجَعۡنٰكَ اِلٰۤی اُمِّكَ كَیۡ تَقَرَّ عَیۡنُهَا وَلَا تَحۡزَنَ ؕ وَقَتَلۡتَ نَفۡسًا فَنَجَّیۡنٰكَ مِنَ الۡغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوۡنًا ۟ فَلَبِثۡتَ سِنِیۡنَ فِیۡۤ اَهۡلِ مَدۡیَنَ ۬ ۙ ثُمَّ جِئۡتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوۡسٰی ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِذۡ تَمۡشِیۡۤ جب چلتی تھی اُخۡتُكَ تیری بہن فَتَقُوۡلُ پس وہ کہتی تھی هَلۡ اَدُلُّكُمۡ کیا میں رہنمائی کروں تمہاری عَلٰی مَنۡ اس شخص پر جو یَّكۡفُلُهٗ اس کی کفالت کرے فَرَجَعۡنٰكَ پھر ہم نے تجھے لوٹایا اِلٰۤی اُمِّكَ تیری ماں کی طرف كَیۡ تَقَرَّ تاکہ ٹھنڈی ہو عَیۡنُهَا اس کی آنکھ وَلَا تَحۡزَنَ اور غم نہ کھائے وہ وَقَتَلۡتَ اور تو نے قتل کیا نَفۡسًا ایک نفس کو فَنَجَّیۡنٰكَ تو ہم نے تجھے نجات دی مِنَ الۡغَمِّ غم سے وَفَتَنّٰكَ اور ہم

نے تجھے آزمایا فُتُوۡنًا خوب آزمانا فَلَبِثۡتَ پس توٹھہرا رہا سِنِيۡنَ کئی سال فِيۡۤ اَهۡلِ مَدۡيَنَ اہلِ مدین میں ثُمَّ جِئۡتَ پھرتو آیا عَلٰى قَدَرٍ تقدیر پر يّٰمُوۡسٰى اے موسیٰ!

ترجمہ:۔اس وقت کا تصور کرو جب تمہاری بہن گھر سے چلتی ہے اور (فرعون کے کارندوں سے) یہ کہتی ہے کہ: ''کیا میں تمہیں اُس (عورت) کا پتہ بتاؤں جو اِس (بچے) کو پالے؟''اس طرح ہم نے تمہیں تمہاری ماں کے پاس لوٹا دیا تا کہ اُس کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ غمگین نہ ہو اور تم نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا، پھر ہم نے تمہیں اس گھٹن سے نجات دی اور تمہیں کئی آزمائشوں سے گزارا۔ پھر تم کئی سال مدین والوں میں رہے، اس کے بعد اے موسیٰ! تم ایک ایسے وقت پر یہاں آئے ہو جو پہلے سے مقدر تھا۔

تشریح:۔اس آیت میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ یہ اس وقت کا قصہ ہے جب کہ تمہاری بہن تمہاری تلاش میں فرعون کے گھر کی طرف چلتی ہوئی آئی۔

۲۔ پھر تم کو دیکھ کر اجنبی بن کر کہنے لگی جب کہ تم کسی انا کا دودھ نہ پیتے تھے کیا تم لوگوں کو ایسے شخص کا پتا دوں جو اس کو اچھی طرح پالے رکھے؟

۳۔ چنانچہ ان لوگوں نے چونکہ ان کو تلاش تھی منظور کر لیا اور تمہاری بہن تمہاری ماں کو بلا کر لائیں۔

۴۔ پھر اس تدبیر سے ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پھر پہنچا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کو غم نہ رہے

۵۔ تم نے غلطی سے ایک قبطی شخص کو جان سے مار ڈالا۔

۶۔ پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی۔ ۷۔ مدین پہنچنے تک ہم نے تم کو خوب خوب محنتوں میں ڈالا۔

۸۔ پھر تم مدین والوں میں کئی سال رہے۔ ۹۔ پھر ایک خاص وقت پر تم اے موسیٰ! یہاں آئے۔

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد ان کی بہن سے متعلق یہ قصہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کی بہن کس طرح فرعون کے محل تک پہنچی؟ اور ایک خاص تدبیر کے ذریعہ اس نتیجہ تک پہنچی کہ ان کی ماں کے ہاتھوں میں ان کا بچہ آ گیا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے اس واقعہ کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، تاہم یہاں صرف اس حصہ کو ہم تحریر کرتے ہیں جس کا تعلق اس آیت سے ہے :

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس کو ایک تابوت میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دو، حضرت موسی علیہ السلام کی والدہ نے اس حکم کی تعمیل کر دی۔ جب اس تابوت کو دریا کے حوالہ کر چکیں تو شیطان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ تو نے کیا کام کیا کہ اگر بچہ تیرے پاس رہ کر ذبح بھی کیا جاتا تو اپنے ہاتھوں سے کفن دفن کر کے کچھ تو تسلی ہو جاتی؟ اب تو اس کو دریا کے جانور کھائیں گے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اسی رنج وغم میں مبتلا تھیں کہ دریا کی موجوں نے تابوت کو ایک ایسی

چٹان پر ڈال دیا جہاں فرعون کی باندیاں نہانے دھونے کے لیے جایا کرتی تھیں۔ ان باندیوں نے یہ تابوت دیکھا تو اٹھالیا اور کھولنے کا ارادہ کیا تو ان میں سے کسی نے کہا کہ اگر اس میں کچھ مال ہوا اور ہم نے کھول لیا تو فرعون کی بیوی کو یہ گمان ہوگا کہ ہم نے اس میں سے کچھ الگ رکھ لیا ہے، اس لیے سب کی رائے یہ ہوئی کہ اس تابوت کو اس طرح بند اٹھا کر فرعون کی بیوی کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ فرعون کی بیوی نے تابوت کھولا تو اس میں ایک ایسا لڑکا دیکھا جس کو دیکھتے ہی اس کے دل میں اس سے اتنی محبت ہوگئی جو اس سے پہلے کسی بچہ سے نہیں ہوئی تھی۔ دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کو بھول گئیں اور ان کی یہ حالت ہوگئی کہ ان کا دل ہر خوشی اور ہر خیال سے خالی ہو گیا۔ ادھر جب سپاہیوں کو یہ معلوم ہوا کہ فرعون کے گھر میں ایک لڑکا آ گیا ہے تو وہ چھریاں لے کر فرعون کی بیوی کے پاس پہنچ گئے تاکہ اس کو ذبح کر دیں۔ فرعون کی بیوی نے ان سپاہیوں کو جواب دیا کہ ابھی ٹھہرو، میں فرعون کے پاس جاتی ہوں اور اس بچہ کی جان بخشی کرا آتی ہوں، اگر فرعون نے اس کو بخش دیا تو یہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ آسیہ نے فرعون سے کہا کہ یہ بچہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ بیوی کے کہنے پر فرعون نے اس لڑکے کو قتل کرنے سے آزاد کر دیا۔

اب فرعون کی بیوی نے اس کو دودھ پلانے کے لئے اپنے آس پاس کی عورتوں کو بلایا۔ سب نے چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کی خدمت انجام دیں، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ قبول نہ کیا۔ آسیہ نے باندیوں کے سپرد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیا کہ مجمع میں جائیں، ہوسکتا ہے کہ کسی عورت کے دودھ کو قبول کر لے۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بے چین ہو کر اپنی بیٹی سے کہا کہ ذرا باہر جا کر تلاش کرو اور لوگوں سے دریافت کرو کہ اس تابوت اور بچہ کا کیا ہوا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن باہر نکلیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ باندیاں اسی بچہ کو لے کر دودھ پلانے والی عورت کی تلاش میں ہیں، تو اس نے کہا کہ میں تمہیں ایک ایسے گھرانے کا پتہ دیتی ہوں جہاں مجھے امید ہے کہ یہ ان کا دودھ بھی پی لیں گے اور وہ اس کو خیر خواہی اور محبت سے پالیں گے۔ باندیوں کو اس بہن پر شک ہوا کہ کہیں یہی اس بچہ کی ماں تو نہیں ہے؟ مگر وہ کسی تدبیر سے وہاں سے نکل کر اپنی ماں کے پاس آئی اور اپنی ماں سے سارا قصہ سنا دیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں اس جگہ پہنچیں جہاں یہ بچہ تھا۔ باندیوں کے کہنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے بچے کو اپنی گود میں لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فوراً ان کی چھاتیوں سے لگ کر دودھ پینے لگے، یہاں تک کہ پیٹ بھر گیا۔ یہ خوشخبری فرعون کی بیوی کو پہنچی کہ اس بچے کے لیے دودھ پلانے والی مل گئی ہے۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے پاس پہنچ گئے۔ آسیہ نے دودھ پلانے کی خاطر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ماں کے حوالہ کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لے کر ان کی ماں اپنے گھر آ گئیں۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲ میں بھی یہ قصہ بیان کیا گیا ہے: وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ط

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ O وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ O وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ O اور موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا اگر ہم اُن کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ وہ اس (قصے) کو ظاہر کر دیں غرض یہ تھی کہ وہ مومنوں میں رہیں O اور اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا تو وہ اُسے دُور سے دیکھتی رہی اور اُن (لوگوں) کو کچھ خبر نہ تھی O اور ہم نے پہلے ہی اس پر (دائیوں کے) دُودھ حرام کر دیئے تھے تو موسیٰ کی بہن نے کہا کہ میں تمہیں ایسے گھر والے بتاؤں کہ تمہارے لئے اس (بچے) کو پالیں اور اس کی خیر خواہی (سے) پرورش کریں؟

تم دونوں فرعون سے نرمی سے بات کرنا

﴿درس نمبر ۱۲۶۷﴾ ﴿طٰہٰ ۴۱ تا ۴۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ O اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ O اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى O فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاصْطَنَعْتُكَ اور میں نے تجھے خاص کرلیا ہے لِنَفْسِيْ اپنے لئے اِذْهَبْ اَنْتَ جا تو وَاَخُوْكَ اور تیرا بھائی بِاٰيٰتِيْ میری نشانیاں لے کر وَلَا تَنِيَا اور تم دونوں سستی نہ کرنا فِيْ ذِكْرِيْ میری یاد میں اِذْهَبَآ تم دونوں جاؤ اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف اِنَّهٗ بلاشبہ وہ طَغٰى سرکش ہو چکا ہے فَقُوْلَا پس تم دونوں کہو لَهٗ اس سے قَوْلًا لَّيِّنًا نرم بات لَّعَلَّهٗ شاید کہ وہ يَتَذَكَّرُ نصیحت پکڑے اَوْ يَخْشٰى یا ڈر جائے

ترجمہ:۔ اور میں نے تمہیں خاص اپنے لئے بنایا ہے O تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میرا ذکر کرنے میں سستی نہ کرنا O دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ وہ حد سے آگے نکل چکا ہے O جا کر دونوں اُس سے نرمی سے بات کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کرے یا (اللہ سے) ڈر جائے۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ میں نے تم کو اپنا نبی بنانے کے لیے منتخب کیا۔

۲۔ تم اور تمہارے بھائی ہارون دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ۔

۳۔ میری یادگاری میں سستی مت کرو۔ ۴۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت نکل چکا ہے۔

۵۔ اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید کہ وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بات کی خوشخبری دی کہ میں نے آپ کو اپنے لیے منتخب کرلیا ہے

اور آپ کو نبوت سے سرفراز کیا ہے۔ انہیں اس منصب کے ساتھ یہ ذمہ داری بھی دی کہ وہ اور ان کے بھائی ہارون دونوں مل کر فرعون کے پاس جائیں اور خالی ہاتھ نہ جائیں اپنے ساتھ وہ دو معجزات بھی لے کر جائیں جو انہیں پہلے ہی عطا کیے گئے، ایک معجزہ یہ کہ عصا کو زمین پر ڈالتے ہی اژدھا بن جائے اور دوسرا معجزہ یہ کہ ہاتھ کو گریبان میں ڈالتے ہی سفید اور روشن ہو جائے۔ مدین سے واپسی کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر جانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ مصر سے باہر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا استقبال کریں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام دونوں کی شہر سے باہر ملاقات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی بتلا دیا کہ فرعون حد سے نکل چکا ہے اور اس سے سختی سے نہیں بلکہ نرمی سے بات کرنا۔ نرمی کا فطری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سامنے والا عموماً نصیحت قبول کر لیتا ہے یا ڈر تو جاتا ہے۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ نہیں کہا کہ فرعون حد سے نکل گیا ہے اس لیے اس سے سختی سے بات کرنا بلکہ یہ کہا کہ اس کے حد سے نکل جانے کے باوجود تمہارا کام یہ ہے کہ اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا۔ یہ دعوت کا فطری انداز ہوتا ہے کہ دعوت دیتے ہوئے نرمی اختیار کی جائے۔ بعض لوگ سخت لہجہ اختیار کرنے ہی کو کامیابی تصور کرتے ہیں جو کہ یقیناً ایک بڑی غلطی ہے۔ مخاطب بڑا ہو یا چھوٹا، نرم ہو یا سخت، اچھا انسان ہو یا برا، ہر ایک کے ساتھ نرمی دین کی دعوت کے میدان میں بہرحال ضروری ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام فرعون کے دربار میں پہنچے۔ پہلے پہل تو ان کو فرعون کے دربار میں حاضر ہونے کا موقع نہیں دیا گیا، کئی مراحل سے گزرنے کے بعد بالآخر وہ دونوں فرعون کے پاس پہنچ گئے۔ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۳۶ میں بھی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو قومِ فرعون کے پاس جانے کا یوں حکم دیا گیا ہے: فَقُلۡنَا اذۡهَبَاۤ اِلَى الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا اور کہہ دیا ہم نے کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جو ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے ہیں۔ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۱۵ میں بھی یہ حکم ہے: فَاذۡهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمۡ مُّسۡتَمِعُوۡنَ تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ ہم خود سننے والے تمہارے ساتھ ہیں۔ سورۃ النّٰزعات کی آیت نمبر ۱۷ میں کہا گیا: اِذۡهَبۡ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر لی ہے۔

﴿درس نمبر ۱۲۶۸﴾ تم دونوں مت ڈرو میں تم دونوں کے ساتھ ہوں ﴿طٰہٰ ۴۵۔۴۶۔۴۷﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنۡ يَّفۡرُطَ عَلَيۡنَاۤ اَوۡ اَنۡ يَّطۡغٰى ۝ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِىۡ مَعَكُمَاۤ اَسۡمَعُ وَاَرٰى ۝ فَاۡتِيٰهُ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلَا رَبِّكَ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۝ وَلَا تُعَذِّبۡهُمۡ ؕ قَدۡ جِئۡنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰى ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَا ان دونوں نے کہا رَبَّنَآ اے ہمارے رب! اِنَّنَا نَخَافُ بلاشبہ ہم تو ڈرتے ہیں اَنْ یَّفْرُطَ کہ وہ زیادتی کرے گا عَلَیْنَآ ہم پر اَوْ اَنْ یَّطْغٰی یا یہ کہ وہ سرکشی کرے قَالَ اس نے کہا لَا تَخَافَا تم دونوں مت ڈرو اِنَّنِیْ بلاشبہ میں مَعَکُمَآ تم دونوں کے ساتھ ہوں اَسْمَعُ میں سنتا ہوں وَاَرٰی اور میں دیکھتا ہوں فَاْتِیٰہُ سو تم دونوں جاؤ اس کے پاس فَقُوْلَآ اور کہو اِنَّا بے شک ہم رَسُوْلَا دونوں رسول ہیں رَبِّكَ تیرے رب کے فَاَرْسِلْ پس تو بھیج دے مَعَنَا ہمارے ساتھ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل کو وَلَا تُعَذِّبْھُمْ اور انہیں نہ ستا قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰیَۃٍ تحقیق ہم تیرے پاس نشانی لائے ہیں مِّنْ رَّبِّكَ تیرے رب کی طرف سے وَالسَّلٰمُ اور سلامتی ہے عَلٰی مَنِ اس شخص پر جس نے اتَّبَعَ الْھُدٰی ہدایت کی پیروی کرلی

ترجمہ:۔ دونوں نے کہا: ''ہمارے پروردگار! ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا کہیں سرکشی پر آمادہ نہ ہو جائے۔''O اللہ نے فرمایا: ''ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں، سن بھی رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوںO اب اُس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم دونوں تمہارے رب کے پیغمبر ہیں، اس لئے بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دو اور انہیں تکلیفیں نہ پہنچاؤ، ہم تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور سلامتی اُسی کے لئے ہے جو ہدایت کی پیروی کرے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام دونوں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اندیشہ ہے کہ کہیں فرعون ہم پر زیادتی نہ کر بیٹھے یا یہ کہ زیادہ شرارت نہ کرنے لگے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں مت ڈرو میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سب سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

۳۔ تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجے گئے ہیں کہ اس نے ہم کو نبی بنا کر بھیجا ہے

۴۔ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے ان کو تکلیفیں مت پہنچا

۵۔ ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی یعنی معجزہ لے کر آئے ہیں۔

۶۔ ایسے شخص کے لیے سلامتی ہے جو سیدھی راہ پر چلے۔

جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس جانے کی ذمہ داری دی گئی اور اس سے متعلقہ ہدایات بھی دی گئیں تو دونوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ کہا کہ اے اللہ! ہم تو آپ کے حکم کے مطابق فرعون تک پہنچ کر دعوت حق پہنچانے کے لیے تیار ہیں، لیکن ہم کو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں وہ ہماری بات پہنچانے سے پہلے ہی ظلم وزیادتی نہ کر بیٹھے یا عین اس وقت جب کہ ہم اس کے ساتھ بات کر رہے ہوں کوئی اور شرارت نہ کرنے لگے کہ اس کی

اپنی بک بک اور شرارت کی وجہ سے ہماری بات ہی وہ نہ سنے اور دعوت حق کا حق ہی ادا نہ ہو۔ جب دونوں نے اس اندیشہ اور خدشہ کا اظہار کیا تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں اس معاملہ میں مت ڈرو۔ اس سلسلہ میں اس حقیقت کو یاد رکھو کہ میں جس کام کے لیے تم دونوں کو بھیج رہا ہوں میں تمہارے ساتھ ہوں اور جب میں تمہارے ساتھ ہوں تو پھر تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جب میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم اور وہ جو بول رہے ہوں گے اس کو سنوں گا اور جو کچھ بھی معاملہ پیش آئے گا اس کو دیکھوں گا اور میں تمہاری حفاظت کروں گا اور تمہارا رعب اسکے دل میں ڈالوں گا جس سے تم اپنی دعوت کو پورا کرسکو گے۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۳۵ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حوصلہ افزائی کے لئے کہے گئے مزید کلمات کا تذکرہ موجود ہے: قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ إِلَيْكُمَا بِاٰيٰتِنَا أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے، فرعونی تم تک پہنچ نہ سکیں گے ہماری نشانیوں کی وجہ سے تم دونوں اور تمہاری تابعداری کرنے والے ہی غالب رہیں گے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے اللہ تعالی کے سامنے دو طرح کے خوف کا اظہار کیا، ایک خوف کا اظہار یہ کہ کہیں فرعون ہماری بات سننے سے پہلے ہی ہم پر حملہ نہ کردے اور دوسرا یہ کہ وہ اس سے بھی آگے بڑھ کر کہیں سرکشی پر نہ اتر آئے اور آپ کی شان میں نامناسب کلمات نہ بکنے لگ جائے۔ یہاں یہ اشکال نہ ہو کہ حضرت موسیٰ حضرت اور ہارون علیہما السلام نے کیوں خوف کا اظہار کیا؟ خوف طبعی چیز ہے، طبعی طور پر خوف کا ہونا کوئی معیوب بات بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے اس خوف کو اپنی بشارتوں اور حوصلہ افزاء باتوں سے دور کردیا۔

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالی نے نبی بنایا اور نبی کا کام دعوت تھا، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے رب ذوالجلال کا تعارف پیش کرنے کے بعد جو مطالبہ کیا تھا وہ یہ تھا کہ أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ (الشعراء ١٧) ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے جن کو تو نے ظلم وستم کی قید میں رکھا ہے۔ بظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ مطالبہ دعوت حق کے مشین سے میل نہیں کھاتا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا کام اور مشین صرف دعوت دین نہیں ہوتا وہ ایک طرف مخلوق کو خالق سے ملانے کی فکر کرتے ہیں اور اس کے لئے دعوت دین کا کام کرتے ہیں تو دوسری طرف مظلوم مخلوق کو ظالم مخلوق سے نجات بھی دلاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دو اہم مقاصد کے تحت فرعون کے دربار میں گئے تھے، ایک تو ایمان کی دعوت دوسرے مظلوم بنی اسرائیل کی ظالم فرعون سے آزادی۔ نبیوں کے منصب سے مناسبت رکھنے والے افراد اور وہ ذمہ دار علماء وائمہ جو نبیوں کے وارث ہیں ان کی ذمہ داری صرف امامت اور تعلیم و تعلم اور درس وتدریس نہیں ہے بلکہ ان اہم ترین ذمہ داریوں کے ساتھ ان کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ سماج کے کمزور طبقات کی خدمت کریں اور سماج کے مظلوم طبقات کو ظلم وستم سے آزاد کرنے کے عملی اقدامات کریں۔

﴿درس نمبر ۱۲۶۹﴾ تم دونوں کا رب کون ہے؟ اے موسیٰ! ﴿طٰهٰ ۴۸۔۴۹۔۵۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ○ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ○ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّا بے شک ہم قَدْ اُوْحِيَ تحقیق وحی کی گئی ہے اِلَيْنَآ ہماری طرف اَنَّ الْعَذَابَ کہ بے شک عذاب ہے عَلٰى مَنْ اس شخص پر جس نے كَذَّبَ تکذیب کی وَتَوَلّٰى اور منہ پھیرا قَالَ اس نے کہا فَمَنْ آخر کون ہے رَّبُّكُمَا تم دونوں کا رب؟ يٰمُوْسٰى اے موسیٰ! قَالَ اس نے کہا رَبُّنَا ہمارا رب الَّذِيْٓ وہ ہے جس نے اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ ہر چیز کو دی خَلْقَهٗ اس کی شکل وصورت ثُمَّ هَدٰى پھر سوجھ بوجھ دی

ترجمہ:۔ ہم پر یہ وحی نازل کی گئی ہے کہ عذاب اُس کو ہوگا جو (حق کو) جھٹلائے اور منہ موڑے ○ (یہ ساری باتیں سن کر) فرعون نے کہا: ''موسیٰ! تم دونوں کا رب ہے کون؟'' ○ موسیٰ نے کہا: ''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو وہ بناوٹ عطا کی جو اُس کے مناسب تھی، پھر (اس کی) رہنمائی بھی فرمائی۔''

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ ہمارے پاس یہ حکم پہنچا ہے کہ اللہ کا عذاب اس شخص پر ہوگا جو حق کو جھٹلا دے اور اس سے روگردانی کرے

۲۔ فرعون کہنے لگا کہ پھر یہ تو بتلاؤ کہ تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ؟

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر رہنمائی فرمائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے یہ حقیقت بھی بتلا دی کہ ہمارے پاس یہ حکم پہنچا ہے کہ اللہ کا عذاب ہر اس شخص پر ہوگا جو حق کو جھٹلائے گا اور اس کے احکامات سے منہ موڑے گا۔ فرعون نے یہ سب کچھ سننے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیا کہ تم دونوں کا رب کون ہے جس کے بارے میں تم مجھ سے یہ کہہ رہے ہو کہ اس نے تم کو بھیجا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہم دونوں کا رب بلکہ ساری مخلوقات کا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی، پھر ان میں جو جاندار چیزیں تھیں ان کو ان کی منفعتیں اور مصلحتیں کیا ہیں اس کی بھی رہنمائی فرما دی۔ چنانچہ ہر جانور اپنی مناسب غذا اور اپنا مناسب جوڑا اور اپنا مناسب ٹھکانہ ڈھونڈ لیتا ہے، بس یہ سارے قدرت کے مناظر دکھلانے والا اور ان ساری چیزوں کا خالق و مالک بھی ہمارا اللہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مختصر انداز میں فرعون کے سامنے ساری مخلوقات کے خالق و مالک کا تعارف کروا دیا۔

اس آیت میں وہ اہم حقیقت بھی بتلائی گئی ہے جس سے رب ذوالجلال کی قدرت و طاقت اور اس کی الوہیت کو سمجھانا آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو پیدا کیا، پرندوں اور درندوں کو پیدا کیا، حشرات الارض کو پیدا کیا، ہزاروں قسم کی ان گنت ان تمام مخلوقات کو اتنا شعور اور اتنی عقل دی کہ وہ اتنا تو سمجھ جائیں کہ وہ کیا کھائیں کیا پئیں کہاں اپنا ٹھکانہ بنائیں کہاں سوئیں اپنی حفاظت کیسے کریں اپنے بچوں کی حفاظت اور ان کی پرورش کیسے کریں؟ انسان اگر ان ہزاروں مخلوقات کے چلنے پھرنے، خوراک تلاش کرنے اور اپنی جان کی حفاظت کیلئے چھپنے اور بچنے اور اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے اختیار کرنے والی تدبیروں پر غور وفکر کرے تو ان سب افکار کے نتیجہ میں اس کے دل ودماغ میں یہی بات آئے گی کہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران ۱۹۱) اے ہمارے رب! آپ نے یہ سب کچھ بیکار پیدا نہیں کیا آپ پاک ہیں پس ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا دیجئے۔ انسان خود اپنی پیدائش اور اپنی نومولود بچہ کی حرکتوں پر غور کرے کہ وہ بچہ جو ابھی پیدا ہوا اس کو کس نے سکھایا کہ اس کے زندہ رہنے کیلئے کچھ پینا بھی ہے اور اس کو کس نے بتلایا کہ ماں کی چھاتی کو چوسنے سے اس کو دودھ جیسی مقوی غذا نصیب ہوتی ہے، اس نومولود بچہ کو کس نے بتلایا کہ اگر وہ روئے گا تو اس کی ساری ضروریات پوری کر دی جائیں گی؟ یہی ہے وہ ہدایت ربانی ہے جس کو اس مختصر سے لفظ میں کہا گیا کہ ثُمَّ هَدٰى پھر اس رب نے ان مخلوقات کو ہر قسم کی راہ بتلائی۔ انڈے سے نکلا ہوا چوزہ پیدائش کے چند گھنٹوں بعد ہی زمین پر ٹھونگیں مارنے لگتا ہے اور دانہ چگنے لگتا ہے، اس کو کس نے بتلایا کہ اس کی ماں کے پاس اس کو دودھ نہیں ملے گا؟ اَللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

﴿درس نمبر ۷۰: ۱۲﴾ ان لوگوں کا علم میرے پروردگار کے پاس محفوظ ہے ﴿طٰہٰ ۵۱: ۔ ۵۲۔ ۵۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ○ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ○ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا فَمَا بَالُ پس کیا حال ہے الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى پہلی امتوں کا؟ قَالَ اس نے کہا عِلْمُهَا ان کا علم عِنْدَ رَبِّيْ میرے رب کے پاس ہے فِيْ كِتٰبٍ لوحِ محفوظ میں لَا يَضِلُّ رَبِّيْ میرا رب نہیں بھٹکتا وَلَا يَنْسَى اور نہ وہ بھولتا ہے الَّذِيْ وہ ذات جس نے جَعَلَ لَكُمُ تمہارے لئے بنایا الْاَرْضَ مَهْدًا زمین کو بچھونا وَّسَلَكَ اور اس نے بنادیئے لَكُمْ تمہارے لیے فِيْهَا سُبُلًا اس میں

راستے وَّاَنۡزَلَ اوراس نے نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً آسمان سے پانی فَاَخۡرَجۡنَا پھر ہم نے نکالیں بِهٖۤ اس کے ذریعہ سے اَزۡوَاجًا کئی اقسام مِّنۡ نَّبَاتٍ شَتّٰى مختلف نباتات کی

ترجمہ:۔ فرعون بولا: ''اچھا پھران قوموں کا کیا معاملہ ہوا جو پہلے گزر چکی ہیں؟''O موسیٰ نے کہا: ''ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں محفوظ ہے۔ میرے رب کو نہ کوئی غلطی لگتی ہے نہ وہ بھولتا ہے۔''O یہ وہ ذات ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنادیا اور اُس میں تمہارے لئے راستے بنائے اور آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اُس کے ذریعہ طرح طرح کی مختلف نباتات نکالیں۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ فرعون نے کہا کہ اچھا تو پہلے لوگوں کا کیا حال ہوا؟

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان لوگوں کا علم میرے پروردگار کے پاس محفوظ ہے۔

۳۔ میرا رب نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔

۴۔ وہ رب ایسا ہے جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو فرش بنایا اور زمین میں تمہارے چلنے کے واسطے راستے بنائے اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس پانی کے ذریعے مختلف اقسام کے نباتات پیدا کیے۔

فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہ بات سنی کہ اَنَّ الۡعَذَابَ عَلٰى مَنۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى اس شخص پر عذاب ہے جو اللہ کو جھٹلائے اور منہ موڑ لے تو وہ کہنے لگا کہ فَمَا بَالُ الۡقُرُوۡنِ الۡاُوۡلٰى اگر یہی بات ہے کہ جھٹلانے والوں اور منہ موڑنے والوں پر عذاب ہوتا ہے تو پھر گزرے ہوئے لوگوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اب تک نبیوں کو جھٹلایا، ان پر کونسا عذاب نازل ہوا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مختصر انداز میں یہ کہا کہ ان لوگوں کا علم تو میرے پروردگار کے دفترِ اعمال میں محفوظ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ میرا رب نہ غلطی کرتا ہے اور نہ ہی بھولتا ہے۔ یہ غلطی یہ خطا ولغزش اور یہ بھول کمزور مخلوق سے تو ممکن ہے مگر زمین وآسمان کے خالق و مالک سے نہ غلطی اور لغزش کا امکان ہے اور نہ ہی بھول کا احتمال ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نظارے دکھلائے جارہے ہیں کہ اللہ تعالی کون ہے؟ اَلَّذِیۡ وہ ہے اللہ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنادیا کہ جس پر تم آرام بھی کر سکتے ہو لیٹ اور بیٹھ بھی سکتے ہو، سکون سے سو بھی سکتے ہو، چل پھر سکتے ہو، محل و مکان بھی بنا سکتے ہو اور زمین پر ہل چلا کر اپنے لئے اناج، غلہ، ترکاریاں اور میوے بھی اگا سکتے ہو۔ اللہ تعالی نے تمہارے لیے زمین میں راستے بنادیئے کہ ایک گلی سے دوسری گلی کی طرف، ایک محلے سے دوسرے محلے کی طرف، ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف، ایک ریاست سے دوسری ریاست کی طرف اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف جا سکتے ہو اور منتقل ہو سکتے ہو۔ پھر اس رب

ذوالجلال نے آسمان سے پانی برسایا جس پانی کے برسنے سے مردہ زمین کو زندگی ملی اور زمین سے مختلف قسم کی چیزیں اناج، سبزیاں، میوے وغیرہ نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے نباتات کی اتنی بے شمار قسمیں پیدا کیں کہ انکی قسموں کا احاطہ کرنا بھی انسان کے بس میں نہیں ہے۔ اتنا ہی نہیں کہ ان پھلوں، پھولوں، ترکاریوں اور درختوں میں کتنے فوائد ہیں؟ انسان قیامت تک ان پر ریسرچ کرے تو وہ فوائد مکمل نہ ہوں۔ آئے دن ریسرچ سے نئی نئی تحقیقات ہوتی ہیں، انہی درختوں کی چالوں، ان کے پتوں اور ان کے پھلوں اور پھولوں کے فوائد کا علم تسلسل کے ساتھ سامنے آ رہا ہے اور قیامت تک ان منافع کا علم ہوتا رہے گا، فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ۔ اسی قسم کا مضمون سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲ میں بھی ہے الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّـكُمۡ فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا وَّاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے بارش برسا کر تمہارے کھانے کے لئے انواع واقسام کے میوے پیدا کئے پس کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔ سورۃ الزخرف کی آیت نمبر ۱۰ میں بھی اسی قسم کا مضمون آیا ہے الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّجَعَلَ لَـكُمۡ فِيۡهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں تمہارے لئے رستے بنائے تا کہ تم راہ معلوم کرو۔

عقل والوں کے لئے قدرت کی نشانیاں

﴿درس نمبر ۱۷: ۱۲﴾ ﴿طٰہٰ ۵۴ :۔ ۵۵﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

كُلُوۡا وَارۡعَوۡا اَنۡعَامَكُمۡ‌ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ۝ مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ كُلُوۡا تم کھاؤ وَارۡعَوۡا اور چراؤ اَنۡعَامَكُمۡ اپنے چوپایوں کو اِنَّ بے شک فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ اس میں البتہ نشانیاں ہیں لِّاُولِى النُّهٰى عقلمندوں کے لئے مِنۡهَا اسی سے خَلَقۡنٰكُمۡ ہم نے تمہیں پیدا کیا وَفِيۡهَا اور اسی میں نُعِيۡدُكُمۡ ہم تمہیں لوٹائیں گے وَمِنۡهَا اور اسی میں سے نُخۡرِجُكُمۡ ہم تمہیں نکالیں گے تَارَةً اُخۡرٰى ایک بار پھر

ترجمہ:۔ خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی چراؤ۔ یقیناً ان سب باتوں میں عقل والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں ۝ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا، اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے ایک مرتبہ پھر تمہیں نکال لائیں گے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہے۔

۱۔کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ۔

۲۔ان سب چیزوں میں عقل والوں کے واسطے قدرت کی نشانیاں ہیں —

۳۔ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو لے جائیں گے، پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکالیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جو نباتات یعنی پھل، پھلاریاں، غلے اناج اور ترکاریاں وغیرہ پیدا کیے ہیں۔ یہ انسانوں اور چوپایوں وغیرہ کی ضرورت کی تکمیل کے لئے ہیں۔گذشتہ آیات میں جن نباتات کا تذکرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسے ہوئے پانی کے ذریعہ مختلف قسم کی جو نباتات پیدا کی ہیں، ان کے بارے میں یہاں یہ حکم دیا جارہا ہے کہ كُلُوۡا وَارۡعَوۡا اَنۡعَامَكُمۡ تم ان ترکاریوں، پھلوں اور اناج وغیرہ میں سے خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشی کو بھی چراؤ۔رب ذوالجلال کی ان ساری چیزوں میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کھانے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ کھانے کا حکم بھی دیا ہے، اس لئے کہ کھانا انسانی ضرورت ہے۔کھانے کا حکم تو حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو دنیا میں آنے سے پہلے جنت ہی میں دیا گیا: وَكُلَا مِنۡهَا رَغَدًا حَيۡثُ شِئۡتُمَا (البقرة ۳۵:۲) جہاں سے چاہو تم دونوں فراغت سے کھاؤ۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۵۷ میں بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ كُلُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ جو کچھ ہم نے تم کو دیا اس میں سے کھاؤ۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۶۸ میں یوں کہا گیا يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوۡا مِمَّا فِى الۡاَرۡضِ حَلٰلًا طَيِّبًا لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ۔سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۸۸ میں یوں کہا گیا وَكُلُوۡا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ۔اللہ تعالیٰ نے یہاں کھانے کا حکم دیتے ہوئے ایک اہم امر کی طرف اپنے بندوں کو متوجہ کیا کہ قدرت نے جتنی چیزیں تمہاری ضروریات کی تکمیل کے لیے عطا کی ہیں ان کو استعمال کرتے ہوئے اپنی اس عقل کا بھی استعمال کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہے کہ کس طرح رب ذوالجلال نے اپنی قدرت و طاقت سے مختلف قسم کی سینکڑوں بلکہ ہزاروں چیزیں عطا کی ہیں؟ انسان کا کمال صرف کمانا اور کھانا نہیں ہے بلکہ اس کا کمال یہ ہے کہ ان نعمتوں کو دیکھ کر نعمتوں کے دینے والے کی جانب توجہ دی جائے۔عقلمند آدمی اس دنیا میں اندھا بن کر زندگی نہیں گزار سکتا، اس کی عقل اس کو بینا بنا دیتی ہے اور وہ اس وسیع و عریض زمین پر قدرت کے مناظر دیکھ کر قادر مطلق کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۵۴ میں بھی یہ بات کہی گئی کہ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى عقلمندوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی اپنی پیدائش یاد دلا رہے ہیں مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ ہم نے تم کو اسی مٹی سے پیدا کیا ہے۔دنیا کے سارے انسانوں کی پیدائش نطفہ سے ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش بالراست مٹی سے ہوئی، مگر اس آیت میں پورے انسانوں کے بارے میں کہا گیا کہ مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ ہم نے تم سب کو مٹی سے

پیدا کیا، تو اس کا مفسرین نے ایک جواب یہ دیا کہ ہر نطفہ دراصل مٹی ہی سے پیدا ہوتا ہے، وہ نطفہ دراصل مٹی سے پیدا ہونے والی چیزوں کے کھانے سے جو طاقت پیدا ہوئی اسی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ہر انسان کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و طاقت سے مٹی شامل فرماتے ہیں، اس لیے ہر ایک انسان کی تخلیق کو براہ راست مٹی کی طرف منسوب کیا گیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر پیدا ہونے والے انسان پر رحم مادر میں اس جگہ کی مٹی کا کچھ جز ڈالا جاتا ہے جس جگہ اس کا دفن ہونا اللہ کے علم میں مقدر ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر پیدا ہونے والے بچہ کی ناف میں مٹّی کا ایک جز ڈالا جاتا ہے اور جب مرتا ہے تو اسی زمین میں دفن ہوتا ہے جہاں کی مٹی اس کے خمیر میں شامل کی گئی تھی اور فرمایا کہ میں اور ابوبکر وعمر ایک ہی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور اسی میں دفن ہونگے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی یہ دونوں خلفاء مدفون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کو یہ بات یاد دلائی کہ وہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے وہیں اس کے ذہن میں یہ بات بھی بٹھادی گئی کہ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ ہم تم کو اسی مٹی میں پہنچادیں گے۔ مالدار ہو یا غریب، آقا ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، حاکم ہو یا محکوم، بچہ ہو یا بوڑھا، فرمانبردار ہو یا نافرمان سب کو اسی مٹی کی طرف لوٹ کر جانا ہے جس مٹی سے ان سب کو پیدا کیا گیا۔

اس کے بعد اس حقیقت سے بھی آگاہ کیا گیا کہ ہم دوسری بار اسی مٹی سے تم کو نکالیں گے۔ یہ وہی دن ہوگا جس دن قیامت قائم ہوگی اور ساری انسانیت زمین سے دوبارہ زندہ کرکے اُٹھائی جائے گی اور قادر مطلق اس بات کی طاقت رکھتے ہیں کہ ان سارے انسانوں کو دوبارہ زندہ کریں۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۲۵ میں بھی یہ بات بتلادی گئی کہ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ تم کو اسی زمین میں زندگی بسر کرنا ہے اور وہیں تمہیں مرنا ہے اور اسی میں سے پھر نکالے جاؤ گے۔ قرآنِ مجید میں بار بار مرنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھائے جانے کی بات اس لیے کہی گئی کہ مشرکین کو یہ بات ہرگز تسلیم نہیں تھی۔ وہ صاف طور پر کہتے تھے: اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ (المؤمنون ۳۵) کیا یہ تمہیں اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر کر صرف خاک اور ہڈی رہ جاؤ گے تو پھر زندہ کئے جاؤ گے؟ ان بے عقل مشرکین کو یہ بات کیوں ہضم نہیں ہوئی جو رب ذوالجلال ہمیں پہلی مرتبہ پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہے کیا وہ اس کو دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا؟ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت و طاقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۳۴ میں یہ بات صاف طور پر بتلادی گئی :قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔ سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۱۰۴ میں کہا گیا : كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے۔

﴿درس نمبر ۱۲۷۲﴾ فرعون جھٹلاتا رہا اور انکار کرتا رہا ﴿طٰہٰ ۵۶۔تا۔۵۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى O قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى O فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى O قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى O

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اَرَيْنٰهُ ہم نے اس کو دکھائیں اٰيٰتِنَا كُلَّهَا اپنی سب نشانیاں فَكَذَّبَ پھر بھی اس نے جھٹلایا وَاَبٰى اور انکار کیا قَالَ اس نے کہا اَجِئْتَنَا کیا تو ہمارے پاس آیا ہے لِتُخْرِجَنَا تا کہ تو ہمیں نکال دے مِنْ اَرْضِنَا ہماری زمین سے بِسِحْرِكَ اپنے جادو کے ذریعہ سے يٰمُوْسٰى اے موسیٰ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ سو البتہ ہم ضرور تیرے پاس جادو لائیں گے مِّثْلِهٖ اس جیسا ہی فَاجْعَلْ پس تو مقرر کر بَيْنَنَا ہمارے درمیان وَبَيْنَكَ اور اپنے درمیان مَوْعِدًا ایک وعدے کا وقت لَّا نُخْلِفُهٗ خلاف نہ کریں اس کے نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ ہم اور نہ تو مَكَانًا سُوًى ہموار جگہ ہو قَالَ اس نے کہا مَوْعِدُكُمْ تمہارا وعدہ ہے يَوْمُ الزِّيْنَةِ زینت (جشن) کا دن وَاَنْ اور یہ کہ يُّحْشَرَ النَّاسُ لوگ اکٹھے کئے جائیں ضُحًى چاشت کے وقت

ترجمہ: ۔حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اُس (فرعون) کو اپنی ساری نشانیاں دکھائیں، مگر وہ جھٹلاتا ہی رہا اور مان کر نہیں دیا O کہنے لگا: ''موسیٰ! کیا تم اس لئے آئے ہو کہ اپنے جادو کے ذریعہ ہمیں اپنی زمین سے نکال باہر کرو؟ O اچھا تو ہم بھی تمہارے سامنے ایسا ہی جادو لا کر رہیں گے۔اب تم کسی کھلے میدان میں ہمارے اور اپنے درمیان مقابلے کا ایسا وقت طئے کر لو جس کی خلاف ورزی نہ ہم کریں نہ تم کرو۔'' O موسیٰ نے کہا: ''تم سے وہ دن طئے ہے جس میں جشن منایا جاتا ہے اور یہ بھی طئے ہے کہ دن چڑھے ہی لوگوں کو جمع کر لیا جائے۔''

تشریح: ۔ان چار آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ہم نے فرعون کو اپنی وہ سب ہی نشانیاں دکھلائیں ۲۔وہ جھٹلاتا رہا اور انکار ہی کرتا رہا

۳۔فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ! تم ہمارے پاس یہ دعوی لے کر اس واسطے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو کے ذریعہ نکال باہر کرو

۴۔اب ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ایسا ہی جادو لاتے ہیں

۵۔تو ہمارے اور اپنے درمیان میں ایک وعدہ مقرر کر لو جس کے خلاف نہ ہم کریں اور نہ ہی تم کرو کسی ہموار میدان میں

۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تمہارے وعدے کا وقت وہ دن ہے جس میں تمہارا میلہ ہوتا ہے اور جس میں دن چڑھے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔

ظالم گھمنڈی اور مغرور فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ بہت ساری نشانیاں دکھلائی گئیں۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا معجزہ دیکھا اور ید بیضاء کا معجزہ دیکھا مگر فرعون کی بدبختی یہ رہی کہ اس کے جھٹلانے کا سلسلہ جاری رہا اور انکار پر انکار کرتا چلا گیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے معجزات فرعون کو دکھلائے تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اچھا! تم یہ ساری نشانیاں میرے پاس اس لیے لے آئے ہو تا کہ تم اپنے جادو کے زور سے ہمارے ملک سے ہم کو نکال دو اور تم عوام کو اس جادو سے اپنی طرف مائل کرلو اور اپنا فریفتہ بنالو اور لوگوں کو اپنا تابعدار بنا کر اس ملک کے تم رئیس بن جاؤ۔ پھر فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اب ہم بھی تمہارے مقابلہ کے لیے ایسا ہی جادو لے کر آتے ہیں۔ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور قدرت کی نشانیوں کو جادو سمجھ رہا تھا اس لیے اس نے سوچا کہ میرے ملک میں اس سے بڑے بڑے جادوگر ہیں، ان جادوگروں کے ذریعہ موسیٰ کے جادو کو مات دی جاسکتی ہے۔ اس لئے فرعون نے کہا کہ موسیٰ! چلو ہمارے اور تمہارے درمیان میں ایک وعدہ کا دن مقرر کرو جس کے خلاف نہ ہم کریں گے اور نہ تم کرو گے۔ فرعون کی اس پیشکش اور چیلنج کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبول کرلیا۔ فرعون نے اپنی اس پیشکش میں اس بات کی بھی وضاحت کردی کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو مقابلہ ہے وہ ایسے مقام پر ہو جو مسافت کے اعتبار سے آل فرعون اور بنی اسرائیل کے لیے برابر ہو، کسی بھی فریق کو زیادہ دور جانے کی مشقت اور تکلیف نہ ہو۔ فرعون کی اس پیشکش کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوں دیا قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مقابلے کی تاریخ اور وقت دونوں دے دیئے۔ تاریخ کا تعین اس طرح کیا کہ وہ دن جس دن مقابلہ ہوگا وہ يَوْمُ الزِّيْنَةِ میں ہونا چاہیے۔ یعنی عید یا کسی میلہ وغیرہ کا دن ہو جس دن سارے لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہوں۔ اس دن کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کونسا دن تھا؟ بعض کہتے ہیں کہ وہ دن آل فرعون کی کوئی عید مقرر تھی جس میں وہ زینت کے کپڑے پہن کر شہر سے باہر نکلنے کے عادی تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ نیروز کا دن تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ یوم السبت یعنی ہفتہ کا دن تھا اور بعض نے محرم کی دسویں تاریخ بتلائی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جہاں تاریخ دی وہیں وقت بھی متعین کردیا کہ اَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى چاشت کے وقت یہ مقابلہ ہوگا۔ یعنی جب سورج بلند ہو جائے دن کی روشنی چھا جائے۔ یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اپنی نیند پوری کرنے کے بعد فارغ ہو کر آسانی سے جمع ہوسکتے ہیں اور ایسے وقت میں لوگ سکون اور دلجمعی سے منظر کو دیکھ بھی سکتے ہیں اور عید کا دن یا میلہ کا دن ہے تو سارے کاموں سے فارغ بھی رہتے ہیں۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون اور اس کے جادوگروں کے درمیان مقابلہ کی تاریخ اور وقت مقرر ہو گیا۔

﴿درس نمبر ۱۲۷۳﴾ **جو جھوٹ باندھتا ہے آخر وہی ناکام ہوتا ہے** ﴿طٰہٰ ۶۰۔تا۔۶۴﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فَتَوَلّٰى فِرۡعَوۡنُ فَجَمَعَ كَيۡدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ○ قَالَ لَهُمۡ مُّوۡسٰى وَيۡلَكُمۡ لَا تَفۡتَرُوۡا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسۡحِتَكُمۡ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدۡ خَابَ مَنِ افۡتَرٰى ○ فَتَنَازَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ وَاَسَرُّوا النَّجۡوٰى ○ قَالُوۡۤا اِنۡ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيۡدٰنِ اَنۡ يُّخۡرِجٰكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِكُمۡ بِسِحۡرِهِمَا وَيَذۡهَبَا بِطَرِيۡقَتِكُمُ الۡمُثۡلٰى ○ فَاَجۡمِعُوۡا كَيۡدَكُمۡ ثُمَّ ائۡتُوۡا صَفًّا ۚ وَقَدۡ اَفۡلَحَ الۡيَوۡمَ مَنِ اسۡتَعۡلٰى ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَتَوَلّٰى فِرۡعَوۡنُ پس لوٹا فرعون فَجَمَعَ اور اس نے جمع کیا كَيۡدَهٗ اپنا مکر ثُمَّ اَتٰى پھر وہ آ گیا قَالَ لَهُمۡ مُّوۡسٰى موسیٰ نے ان سے کہا وَيۡلَكُمۡ ہلاکت ہو تمہارے لئے لَا تَفۡتَرُوۡا تم مت باندھو عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ پر جھوٹ فَيُسۡحِتَكُمۡ پس وہ تمہیں تباہ کردے گا بِعَذَابٍ عذاب کے ساتھ وَقَدۡ خَابَ اور تحقیق وہ ناکام ہوا مَنِ افۡتَرٰى جس نے جھوٹ باندھا فَتَنَازَعُوۡۤا پس انہوں نے جھگڑا کیا اَمۡرَهُمۡ اپنے معاملے میں بَيۡنَهُمۡ آپس میں وَاَسَرُّوا النَّجۡوٰى اور انہوں نے چپکے چپکے سرگوشی کی قَالُوۡۤا انہوں نے کہا اِنۡ هٰذٰنِ بلاشبہ یہ دونوں لَسٰحِرٰنِ البتہ جادوگر ہیں يُرِيۡدٰنِ دونوں چاہتے ہیں اَنۡ يُّخۡرِجٰكُمۡ کہ تمہیں نکال دیں مِّنۡ اَرۡضِكُمۡ تمہاری زمین سے بِسِحۡرِهِمَا اپنے جادو کے ذریعہ سے وَيَذۡهَبَا اور لے جائیں بِطَرِيۡقَتِكُمُ الۡمُثۡلٰى تمہارا طریقہ عمدہ فَاَجۡمِعُوۡا لہٰذا تم پختہ کرلو كَيۡدَكُمۡ اپنی تدبیریں ثُمَّ ائۡتُوۡا پھر تم آ جاؤ صَفًّا صف باندھ کر وَقَدۡ اَفۡلَحَ الۡيَوۡمَ اور تحقیق کامیاب ٹھہرا آج کے دن مَنِ اسۡتَعۡلٰى جو غالب آیا

ترجمہ:۔ چنانچہ فرعون (اپنی جگہ) واپس چلا گیا اور اُس نے اپنی ساری تدبیریں اکٹھی کیں، پھر (مقابلے کے لئے) آ گیا○ موسیٰ نے ان (جادوگروں سے) کہا: ''افسوس ہے تم پر! اللہ پر بہتان نہ باندھو، ورنہ وہ ایک سخت عذاب سے تمہیں ملیا میٹ کردے گا اور جو کوئی بہتان باندھتا ہے نامراد ہوتا ہے۔''○ اس پر ان کے درمیان اپنی رائے قائم کرنے میں اختلاف ہو گیا اور وہ چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے لگے○ (آخر کار) انہوں نے کہا کہ: ''یقینی طور پر یہ دونوں (یعنی موسیٰ اور ہارون) جادوگر ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور پر تم لوگوں کو تمہاری سرزمین سے نکال باہر کریں اور تمہارے بہترین (دینی) طریقے کا خاتمہ ہی کر ڈالیں○ لہٰذا اپنی ساری تدبیریں پختہ کرلو، پھر صف باندھ کر آ ؤ اور یقین رکھو کہ آج جو غالب آ جائے گا فلاح اُسی کو حاصل ہوگی۔''

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔فرعون دربار سے اپنی جگہ لوٹ گیا پھر اپنا مکر یعنی جادو کا سامان جمع کرنا شروع کیا پھر آیا
۲۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان جادوگروں سے فرمایا کہ اے کمبختی مارو! اللہ تعالیٰ پر جھوٹ مت باندھو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو کسی قسم کی سزا سے بالکل نیست و نابود ہی کردے۔
۳۔جو جھوٹ باندھتا ہے وہ آخر کو ناکام ہی رہتا ہے
۴۔بس جادوگر آپس میں اپنی رائے میں اختلاف کرنے لگے اور خفیہ گفتگو کرتے رہے
۵۔سب نے متفق ہو کر کہا کہ بے شک یہ دونوں یعنی موسیٰ اور ہارون جادوگر ہیں یہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہاری سرزمین سے باہر نکال دینا چاہتے ہیں
۶۔یہ بھی چاہتے ہیں کہ تمہارے عمدہ مذہبی طریقہ کا دفتر ہی اٹھادیں
۷۔اب تم سب مل کر اپنی تدبیر کا انتظام کرو اور صفیں آراستہ کر کے مقابلے میں آؤ
۸۔آج وہی کامیاب ہے جو غالب ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے دن اور وقت طئے ہو گیا تو اب مقابلہ کی تیاری شروع ہو گئی، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے لئے تو کسی قسم کی تیاری کی ضرورت ہی نہیں تھی اس لیے کہ ان کے پاس معجزات تھے جو کسی بھی طور جادو پر غالب آنے کے لیے تیار تھے، اب تیاری تو فرعون کو کرنی تھی۔ دن اور وقت کے مقرر ہو جانے کے بعد فرعون اپنی جگہ لوٹ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ سلام سے مقابلہ میں کامیاب اور غالب ہونے کی تدبیر میں مصروف ہو گیا۔ اس نے جادوگروں کو اور جادو کے آلات کو جمع کرنا شروع کیا۔ صرف دو افراد کے مقابلہ کے لیے اس نے ۷۲ جادوگروں کو جمع کر لیا۔ بعض روایتوں میں جادوگروں کی تعداد ۴۰۰ اور بعض روایتوں میں ۹ لاکھ کی تعداد بھی بتلائی گئی ہے۔ ان جادوگروں کا رئیس ایک اندھا آدمی تھا۔ مقابلہ کے آغاز سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو ہمدردانہ نصیحت بھی کی کہ اے کم بختو! تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ مت گھڑو، اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو کوئی ایسی سزا دے سکتا ہے جس سے تم تباہ و برباد ہو جاؤ اور یہ حقیقت یاد رکھو کہ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ آخر کار ناکام اور مغلوب ہی رہتا ہے۔ تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ یہ فرعون کوئی خدا یا اس کا کوئی شریک ہے، حقیقت ہرگز ایسی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی شریک اور ہمسر سے بالکل پاک ہے۔ یاد رکھو کہ اگر تم اپنی اس روش سے باز نہیں آؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری بنیاد اُکھاڑ دے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس ہمدردانہ نصیحت کا ان جادوگروں پر کوئی اثر نہیں ہوا، اس لیے کہ وہ تو وقت کے بادشاہ کی طرف سے پوری طاغوتی طاقت وقوت کے ساتھ آئے تھے اور ان کے لئے تو ظاہری سہارے کے طور پر وہ ساری چیزیں تھیں جن کی بنیاد پر وہ مقابلہ کے میدان میں آئے تھے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہ جملے

جادوگروں کے دلوں میں ایک ہلچل پیدا کر چکے تھے۔ عذاب کی اس دھمکی کی وجہ سے اب جادوگروں میں اختلاف سا ہو گیا کہ جو باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کہہ رہے ہیں یہ تو کسی جادوگر کی باتیں نہیں ہیں، یہ تو کچھ اور طاقت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوتی ہے۔ بعض جادوگروں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کا اثر ہوا اور جادوگروں کی صف میں اختلاف ہو گیا۔ بعض جادوگروں نے کہا کہ ان کا مقابلہ کرنا مناسب نہیں ہے اور بعض جادوگر اپنی بات پر جمے رہے اور مقابلہ کے لیے اڑے رہے اور اختلاف کو دور کرنے کے لیے وہ آپس میں کانا پوسی کرنے لگے اور آپس میں خفیہ مشورے بھی کرنے لگے۔ آخر کار جادوگروں کا فیصلہ یہی ہوا کہ مقابلہ کرنا ہی چاہیے اور یہ کہنے لگے کہ یہ دونوں جادوگر ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے ذریعہ تم کو یعنی فرعون اور آل فرعون کو تمہاری سرزمین یعنی مصر سے نکال دیں۔ یعنی یہ دونوں مصر پر اپنا قبضہ چاہتے ہیں اور تمہارے افضل اور بہتر طریقہ کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ گویا یہ جادوگر فرعون کے اقتدار اور اس کے طریقہ کو افضل اور بہتر سمجھ رہے تھے۔ پھر متفقہ طور پر یہ کہنے لگے کہ تم سب مل کر اپنی تدبیر کا انتظام کرو اور صفیں آراستہ کر کے مقابلہ میں آ جاؤ اور آج تو وہی کامیاب ہے جو آج غالب آ جائے۔

تم ہی غالب رہو گے

﴿درس نمبر ۱۲۷۴﴾ ﴿طٰہٰ ۶۵۔تا۔۶۹﴾

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قَالُوۡا يٰمُوۡسٰٓى اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِىَ وَاِمَّاۤ اَنۡ نَّكُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَلۡقٰى ۝ قَالَ بَلۡ اَلۡقُوۡا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمۡ وَعِصِيُّهُمۡ يُخَيَّلُ اِلَيۡهِ مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰى ۝ فَاَوۡجَسَ فِىۡ نَفۡسِهٖ خِيۡفَةً مُّوۡسٰى ۝ قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰى ۝ وَاَلۡقِ مَا فِىۡ يَمِيۡنِكَ تَلۡقَفۡ مَا صَنَعُوۡا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوۡا كَيۡدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا يُفۡلِحُ السّٰحِرُ حَيۡثُ اَتٰى ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالُوۡا انہوں نے کہا يٰمُوۡسٰٓى اے موسیٰ! اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِىَ یا یہ کہ تو ڈالے وَاِمَّاۤ اَنۡ نَّكُوۡنَ اَوَّلَ اور یا یہ کہ ہم ہی ہوں پہلے مَنۡ اَلۡقٰى جو ڈالیں گے؟ قَالَ اس نے کہا بَلۡ اَلۡقُوۡا بلکہ تم ہی ڈالو فَاِذَا تو ناگہاں حِبَالُهُمۡ ان کی رسیاں وَعِصِيُّهُمۡ اور ان کی لاٹھیاں يُخَيَّلُ خیال میں ڈالا گیا اِلَيۡهِ اس کے مِنۡ سِحۡرِهِمۡ ان کے جادو کی وجہ سے اَنَّهَا کہ بے شک وہ تَسۡعٰى دوڑ رہی ہیں فَاَوۡجَسَ فِىۡ نَفۡسِهٖ تو اپنے نفس میں محسوس کیا خِيۡفَةً مُّوۡسٰى موسیٰ نے خوف قُلۡنَا ہم نے کہا لَا تَخَفۡ مت ڈر تو اِنَّكَ اَنۡتَ بلاشبہ تو ہی الۡاَعۡلٰى غالب ہے وَاَلۡقِ اور تو ڈال مَا فِىۡ يَمِيۡنِكَ جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے تَلۡقَفۡ وہ نگل جائے گی مَا اس کو جو کچھ صَنَعُوۡا انہوں نے بنایا ہے اِنَّمَا صَنَعُوۡا بلاشبہ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے كَيۡدُ سٰحِرٍ جادوگر کا فریب ہے وَلَا يُفۡلِحُ السّٰحِرُ اور کامیاب نہیں ہوتا جادوگر حَيۡثُ اَتٰى جس جگہ بھی آئے

ترجمہ:۔ جادوگر بولے: ’’موسیٰ! یا توتم (اپنی لاٹھی پہلے) ڈال دو یا پھر ہم ڈالنے میں پہل کریں؟O موسیٰ نے کہا: ’’نہیں، تم ہی ڈالو‘‘ بس پھر اچانک ان کی (ڈالی ہوئی) رسیاں اور لاٹھیاں اُن کے جادو کے نتیجے میں موسیٰ کو ایسی محسوس ہونے لگیں جیسے دوڑ رہی ہیں O اس پر موسیٰ کو اپنے دل میں کچھ خوف محسوس ہوا O ہم نے کہا: ’’ڈرو نہیں، یقین رکھو تم ہی سر بلند رہو گے O اور جو (لاٹھی) تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے اُسے (زمین پر) ڈال دو، ان لوگوں نے جو کاریگری کی ہے وہ اُس سب کو نگل جائے گی۔ ان کی ساری کاریگری ایک جادوگر کے کرتب کے سوا کچھ نہیں اور جادوگر چاہے کہیں چلا جائے اُسے فلاح نصیب نہیں ہوتی۔‘‘

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ! کہیے آپ اپنا عصا پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں؟

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں! تم ہی پہلے ڈالو

۳۔ پس یکا یک ان جادوگروں کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کی نظر بندی سے موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں جیسے سانپ کی طرح چلتی دوڑتی ہوں

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں تھوڑا سا خوف ہوا

۵۔ ہم نے (اللہ تعالیٰ) کہا تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے

۶۔ یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں جو عصا ہے اس کو ڈال دو ان لوگوں نے جو کچھ بنایا ہے سب کو نگل جائے گا

۷۔ یہ جو کچھ بنایا ہے جادوگروں کا فریب ہے

۸۔ جادوگر جہاں کہیں مقابلہ کے لیے چلا جائے کامیاب نہیں ہوتا

چنانچہ وعدے کے مطابق مقابلہ شروع ہوا۔ ایک طرف حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام اور دوسری طرف فرعون کی طرف سے جمع کیے گئے ماہر جادوگر جو تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ تیسری جانب سارے لوگ اس مقابلہ کے منظر کو دیکھنے اور نتیجہ کے انتظار میں ہیں کہ اب کیا ہوگا؟ جادوگروں نے اپنی بے فکری اور بے پرواہی کا مظاہرہ کرنے کیلئے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی سے کہا کہ آپ پہل کرتے ہیں یا ہم کریں؟ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ پہلے آپ اپنا عمل کرتے ہیں یا ہم عمل کریں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلا جھجک کہہ دیا کہ بَلۡ اَلۡقُوۡا پہلے تم ہی ڈالو جو ڈالنا چاہتے ہو اور اپنے جادو کا وہ کرشمہ دکھلاؤ جو تم تیار کر کے لے آئے ہو۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان جادوگروں کو ہی ابتدا کرنے کا موقع دے کر اپنی بے فکری اور اطمینان کا ثبوت دے دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے جادوگروں کو موقع اس لئے بھی دیا تا کہ جادو کے سارے کرشمے ان کے سامنے آ جائیں اور اس کے بعد اپنے معجزات کا اظہار کریں، اس طرح بیک وقت حق کا ظہور واضح طور پر ہو

جائے گا۔ بہر حال جادوگروں نے اپنا عمل شروع کر دیا اور اپنی لاٹھیاں اور رسیاں جو اچھی خاصی تعداد میں تھیں بیک وقت زمین پر ڈال دیں اور وہ ساری لاٹھیاں اور رسیاں سانپ بن کر دوڑتی ہوئی نظر آنے لگیں ۔فرعون کے جادوگروں کا یہ جادو ایک قسم کی نظر بندی تھی جس کو مسمر یزم کہا جاتا ہے۔

یہ لاٹھیاں اور رسیاں دیکھنے والوں کو سانپ بن کر دوڑتی ہوئی دکھائی دینے لگیں، حقیقت میں یہ سانپ نہیں تھیں۔ ظاہر ہے کہ جب اتنی بڑی تعداد میں لاٹھیاں اور رسیاں سانپ کی شکل اختیار کر جائیں تو فطری طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خوف کا طاری ہونا معقول تھا فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی اس صورتحال کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خوف طاری ہوا جس خوف کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں چھپائے رکھا اور دوسروں پر اس خوف کو ظاہر ہونے نہ دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو خوف ہوا وہ اپنی جان کا خوف نہیں تھا بلکہ وہ خوف اس لیے تھا کہ کہیں مجمع کے سامنے جادوگروں کا غلبہ محسوس کیا گیا تو دعوت حق کا مقصد پورا نہ ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی اے موسیٰ! تم مت ڈرو تم ہی غالب رہو گے، اب آپ بھی اس جادو کا جواب دیجئے تمہارے سیدھے ہاتھ میں تو لاٹھی ہے ہی، اب اسی لاٹھی کو زمین پر آپ بھی ڈال دیجئے، یہ عصا ان کے تمام سانپوں کو نگل جائے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا، وہ ایک بڑا اژدھا بن کر ان جادوگروں کے سارے سانپوں کو نگل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہاں دو حقیقتیں بتلا دیں۔ ایک یہ کہ آپ کے ہاتھ میں جو ہے اس کا تعلق معجزہ سے ہے، جس کے پیچھے ہماری طاقت ہے۔لیکن یہ جو کچھ جادوگروں نے زمین پر ڈالا ہے وہ جادو کا دھوکہ اور فریب ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور یہ فطری بات ہے کہ دھوکہ مغلوب ہوتا ہے اور حقیقت غالب آتی ہے۔ دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۱۰۷ تا ۱۲۵ میں وہ سارا قصہ تفصیل سے مذکور ہے جو جادوگروں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان پیش آیا۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۷۷ تا ۸۱ میں بھی یہ قصہ تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۲۷۵﴾ سارے جادوگر سجدے میں پڑ گئے ﴿طٰہٰ ۷۰۔۷۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی O قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَلَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰی O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ بالآخر جادوگر گرا دیے گئے سُجَّدًا سجدے میں قَالُوْٓا انہوں نے کہا

اٰمَنَّا ہم ایمان لائے بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ہارون اور موسیٰ کے رب پر قَالَ اس نے کہا اٰمَنْتُمْ تم ایمان لائے ہو لَهٗ اس پر قَبْلَ اَنْ قبل اس سے کہ اٰذَنَ لَكُمْ میں تمہیں اجازت دیتا اِنَّهٗ بلاشبہ وہ لَكَبِيْرُكُمُ البتہ تمہارا بڑا ہے الَّذِيْ وہ جس نے عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ تمہیں جادو سکھایا ہے فَلَاُقَطِّعَنَّ لہٰذا البتہ میں ضرور کاٹوں گا اَيْدِيَكُمْ تمہارے ہاتھ وَاَرْجُلَكُمْ اور تمہارے پاؤں مِّنْ خِلَافٍ ایک دوسرے کی مخالف جانب سے وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اور البتہ میں تمہیں ضرور سولی دوں گا فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ کھجور کے تنوں پر وَلَتَعْلَمُنَّ اور یقیناً تم جان لوگے اَيُّنَآ کہ کون ہم میں سے اَشَدُّ زیادہ سخت ہے عَذَابًا عذاب دینے میں وَّاَبْقٰى اور زیادہ باقی رہنے والا؟

ترجمہ:۔ چنانچہ (یہی ہوا اور) سارے جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے۔ کہنے لگے کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے O فرعون بولا: ''تم ان پر میرے اجازت دینے سے پہلے ہی ایمان لے آئے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ موسیٰ تم سب کا سرغنہ ہے جس نے تمہیں جادو سکھلایا ہے۔ اب میں نے بھی پکا ارادہ کرلیا ہے کہ تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹوں گا اور تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا اور تمہیں یقیناً پتہ لگ جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے؟''

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ پس جادوگر سارے کے سارے سجدہ میں گر گئے اور با آواز بلند کہا کہ ہم تو ایمان لے آئے ہارون اور موسیٰ علیہما السلام کے پروردگار پر

۲۔ فرعون نے کہا کہ میری اجازت اور میری مرضی کے بغیر تم موسی پر ایمان لے آئے؟

۳۔ واقعی یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جادو میں تمہارے بھی استاد ہیں کہ انہوں نے تم سب کو جادو سکھلایا ہے

۴۔ تم سب کے ہاتھ پاؤں کٹواتا ہوں ایک طرف کا ہاتھ اور ایک طرف کا پاؤں اور تم سب کو کھجوروں کے درختوں پر ٹنگواتا ہوں تا کہ سب دیکھ کر عبرت حاصل کریں

۵۔ تم سب کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم دونوں میں کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے؟

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ڈالے گئے عصا نے سارے ہی سانپوں کو نگل کر میدان صاف کر دیا تو جادوگروں کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ ربانی طاقت ہے یہ معجزہ ہے کوئی جادو نہیں ہے، جو کام حضرت موسی علیہ السلام کے عصا نے کیا ہے وہ جادو نہیں ہوسکتا تو انہیں یقین ہو گیا کہ حضرت موسی علیہ السلام واقعی نبی ہیں تو وہ سارے جادوگر سجدہ میں گر گئے اور یہ اعلان بھی کر دیا کہ ہم موسی اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے۔ بعض روایتوں میں یہ بات موجود ہے کہ ان جادوگروں نے سجدہ سے اس وقت تک سر نہیں اٹھایا جب تک کہ ان کو جنت اور دوزخ کا

مشاہدہ قدرت نے نہیں کرادیا۔

جب فرعون نے دیکھا کہ سارے ہی جادوگر سجدہ میں پڑ گئے تو اس نے کہا کہ کیا تم میری اجازت سے پہلے ہی اس موسیٰ پر ایمان لائے ہو؟ سارے مجمع کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ سلام کی جیت اور اپنی ہار دیکھ کر فرعون بوکھلاہٹ کا شکار ہوگیا۔ فرعون نے کہا کہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ تمہارا استاد اور جادوگر شاگرد ہیں اور استاد اور شاگرد دونوں نے مل کر یہ سازش کی ہے، چلو! اب تم کو اس سازش کی سزا ملنی چاہیے۔ فرعون نے یہ اعلان کردیا کہ میں تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ دوں گا، جس کی یہ صورت ہوگی کہ اگر داہنا ہاتھ کٹے گا تو بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اور اگر بایاں ہاتھ کٹے گا تو دایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔ فرعون کی حکومت میں سزا کا یہی طریقہ رائج تھا کہ ایسی صورت میں انسان عبرت کا ایک نمونہ بن جاتا ہے۔ پھر فرعون نے یہ بھی کہا کہ میں ہاتھ کاٹے جانے کے بعد تمہیں کھجور کے درختوں پر سولی پر لٹکا دوں گا کہ تم اسی طرح ان درختوں پر لٹکے رہو گے یہاں تک کہ بھوک اور پیاس سے مر جاؤ، جس کے بعد تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ ہم میں کس کا عذاب سخت ہے اور دیر تک رہنے والا ہے، میرا یا تمہارے اس رب کا جس پر تم ایمان لائے ہو؟

﴿درس نمبر ۱۲۷۶﴾ **تجھ کو جو کرنا ہے دل کھول کر کرلے** ﴿طٰہٰ ۷۲۔ ۷۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالُوْا انہوں نے کہا لَنْ نُّؤْثِرَكَ ہم ہرگز ترجیح نہیں دیں گے تجھے عَلٰى مَا ان پر جو جَآءَنَا آئیں ہمارے پاس مِنَ الْبَيِّنٰتِ واضح دلیلیں وَالَّذِيْ اور اس ذات پر جس نے فَطَرَنَا ہمیں پیدا کیا فَاقْضِ چنانچہ تو کرلے مَآ اَنْتَ قَاضٍ جو کچھ بھی تو کرسکتا ہے اِنَّمَا تَقْضِيْ بس تو تو فیصلہ کرسکتا ہے هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اس زندگانی دنیا ہی میں اِنَّآ بلاشبہ ہم اٰمَنَّا ایمان لاچکے بِرَبِّنَا اپنے رب کے ساتھ لِيَغْفِرَ تاکہ وہ بخش دے لَنَا ہمارے لئے خَطٰيٰنَا ہماری خطائیں وَمَآ اور وہ بھی کہ اَكْرَهْتَنَا تو نے ہمیں مجبور کیا عَلَيْهِ اس پر مِنَ السِّحْرِ جادو کرنے کا وَاللّٰهُ اور اللہ خَيْرٌ بہت بہتر وَّاَبْقٰى اور بہت باقی رہنے والا ہے

ترجمہ:۔ جادوگروں نے کہا: ”قسم اُس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا ہے! ہمارے سامنے جو روشن نشانیاں آ گئی ہیں ان پر ہم تمہیں ہرگز ترجیح نہیں دے سکتے۔ اب تمہیں جو کچھ کرنا ہو کرلو۔ تم جو کچھ بھی کرو گے اسی

دنیوی زندگی کے لئے ہوگاO ہم تو اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تا کہ وہ ہمارے گناہوں کو بھی بخش دے اور جادو کے اُس کام کو بھی جس پر تم نے ہمیں مجبور کیا اور اللہ ہی سب سے اچھا اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔''

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ ہم تجھ کو کبھی ترجیح نہیں دیں گے ان دلائل کے مقابلہ میں جو ہم کو ملے ہیں اور اس ذات کے مقابلہ میں جس نے ہم کو پیدا کیا ہے

۲۔ تجھ کو جو کچھ کرنا ہے دل کھول کر کر لے اس دنیوی زندگی میں کچھ کر لے اس کے سوا تو کیا کر سکتا ہے؟

۳۔ بس ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے تا کہ ہمارے پچھلے گناہ معاف کر دے اور تو نے جو زبردستی جادو کا کام کروایا اس کو بھی معاف کر دے

۴۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے کئی درجے اچھے اور زیادہ بقاء والے ہیں، ہمیں نہ تیرے انعام کی آرزو ہے اور نہ ہی تیرے عذاب کا خوف ہے۔

ایک طرف فرعون کی طرف سے سخت ترین دھمکی اور سخت ترین سزا کا اعلان ہے اور وہ بھی وقت کے ظالم و جابر گھمنڈی بادشاہ کا اعلان ہے، دوسری طرف جادوگروں کا ایمان و یقین پر مبنی سخت موقف ہے۔ سارے جادوگر اپنے ایمان پر بڑی پختگی کے ساتھ قائم رہنے کا ان الفاظ میں ثبوت پیش کر رہے ہیں کہ ہم تجھے اور تیرے کسی قول کو ان دلائل اور معجزات پر ترجیح نہیں دے سکتے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ہمارے سامنے آ چکے ہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جادوگر جب سجدہ میں گر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت کے ان مقامات اور اپنی بیش بہا نعمتوں کا مشاہدہ کروا دیا جو ان کے ایمان کے بدلہ میں انہیں ملنے والے ہیں۔ جادوگروں نے کہا کہ ان نشانیوں اور دلائل کو دیکھنے کے بعد تیری بات ماننے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ بس اب تجھے جو کرنا ہے کر لے ہمارے بارے میں جو فیصلہ کرنا ہے کر لے اور جو سزا تجویز کرنا ہے کر لے، ہمیں تیرے فیصلے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا تو اپنے سخت فیصلہ سے جو بھی اثر ڈالے گا اور اس فیصلہ سے جو تکلیف بھی ہم کو ہوگی وہ تو اس دنیا کی زندگی ہی تک محدود ہے جو چند روزہ ہے۔ ہمارے مرنے کے بعد ہم پر تیرا کوئی قبضہ نہیں رہے گا۔ ہم مرنے سے پہلے اور مرنے کے بعد جس کے قبضہ میں ہیں وہ ہمارا رحیم رب ہے۔ ہمارے لیے اس کی سزا زیادہ مقدم ہے۔ ہم کو اس رب ذوالجلال کے فیصلہ کی فکر لاحق ہے۔

جادوگروں نے مزید برآں یہ بھی کہا کہ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا ہم تو اب اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں تا کہ ہمارا رب ہمارے گناہوں کو معاف کر دے جو ہم نے اپنی زندگی میں کیے ہیں اور ہمارے اس جرم کو بھی اللہ تعالیٰ معاف کر دے کہ ہم نے تیری زبردستی سے جادو جیسا گناہ بھی کر لیا۔ تیرے مقابلہ میں اور تیری شان و شوکت اور

طاقت وقوت کے مقابلہ میں ہمارے رب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ تجھ سے بہتر ہے اور وہ سدا باقی رہنے والا ہے۔ اے فرعون! تیرا وجود تو وقتی اور عارضی ہے اور تو فانی ہے، ایک دن تیرا وجود نہیں رہے گا، مگر ہم جس رب پر ایمان لا چکے ہیں وہ تجھ سے بہتر رحیم وکریم اور صدا باقی رہنے والا ہے جس کو بقاء ہے وہ کبھی فنا ہونے والا نہیں، جیسا کہ سورۃ الرحمن کی اس آیت میں یہ بتلایا گیا وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ۔

نیکوکار مومن کے لئے اونچے درجے

﴿درس نمبر ۱۲۷۷﴾ ﴿طٰهٰ ۷۴۔۷۵۔۷۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى O وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى O جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى O

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ بے شک جو شخص آئے گا رَبَّهٗ اپنے رب کے پاس مُجْرِمًا مجرم بن کر فَاِنَّ لَهٗ تو بلاشبہ اس کے لئے جَهَنَّمَ جہنم ہے لَا يَمُوْتُ نہ وہ مرے گا فِيْهَا اس میں وَلَا يَحْيٰى اور نہ جیے گا وَمَنْ اور جو شخص يَّاْتِهٖ آئے گا اس کے پاس مُؤْمِنًا مومن ہو کر قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ جبکہ اس نے نیک عمل کئے ہوں فَاُولٰٓئِكَ تو یہ لوگ لَهُمُ ان کے لئے ہیں الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى بلند درجے جَنّٰتُ عَدْنٍ (یعنی ہمیشگی کے باغات تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا اور یہی ہے جزا مَنْ تَزَكّٰى اس شخص کی جو پاک بنا O

ترجمہ: ۔حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اپنے پروردگار کے پاس مجرم بن کر آئے گا اُس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا O اور جو شخص اُس کے پاس مومن بن کر آئے گا جس نے نیک عمل بھی کئے ہوں گے تو ایسے ہی لوگوں کے لئے بلند درجات ہیں O وہ ہمیشہ رہنے والے باغات جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ صلہ ہے اُس کا جس نے پاکیزگی اختیار کی۔

تشریح: ۔ان تین آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہے:

۱۔ جو شخص مجرم ہو کر اپنے رب کے پاس حاضر ہوگا اس کیلئے دوزخ ہے جس دوزخ میں وہ نہ ہی مرے گا اور نہ ہی جیے گا

۲۔ جو شخص اس کے پاس مومن ہو کر حاضر ہوگا جس نے نیک کام بھی کیے ہوں ایسے لوگوں کیلئے بڑے اونچے درجے ہیں یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

۳۔ جو شخص کفر ومعصیت سے پاک ہو اس کا یہی انعام ہے۔

انسان جب اس دنیاوی زندگی کے بعد موت کے منہ میں چلا جاتا ہے پھر یہ انسان قیامت کے دن رب ذوالجلال کے روبرو کھڑا ہوگا تو قیامت کے دن انسان یا تو مجرم بن کر اللہ کے سامنے آئے گا یا مومن بن کر آئے گا۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۰۵ میں اسی حقیقت کو یوں بیان کیا گیا: یَوۡمَ یَاۡتِ لَا تَکَلَّمُ نَفۡسٌ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ ۚ فَمِنۡہُمۡ شَقِیٌّ وَّ سَعِیۡدٌ جس دن قیامت آ جائے گی اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بات بھی نہ کر سکے گا، ان میں کوئی بد بخت ہوگا اور کوئی نیک بخت۔ جو مجرم بن کر آئے گا اس کے لیے دوزخ کا فیصلہ ہوگا جس دوزخ میں وہ نہ ہی مرے گا اور نہ ہی راحت کی زندگی جی پائے گا اور جو مومن بن کر رب ذوالجلال کے دربار میں آئے گا جس نے دنیا میں نیک اعمال کئے تھے، اس کے لیے بلند درجات آخرت میں ملیں گے۔ وہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہوں گے جن باغات کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ خوش نصیب مومن و مسلمان ہمیشہ ہمیش ان باغات میں رہیں گے۔ ظاہر ہے کہ جس نے اپنی زندگی کفر و معصیت سے پاک گزاری ہوگی اس کا یہی انعام ہوگا۔ قرآن مجید کی مختلف جگہوں میں اس قسم کے مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴۷ میں یہ کہا گیا کہ وَلَا یُرَدُّ بَاۡسُہٗ عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا۔ یعنی جس مجرم کے بارے میں رب ذوالجلال دوزخ اور عذاب کا فیصلہ کر دیں اس کے اس فیصلہ کو کوئی ٹال نہ سکے گا۔ سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۲۲ میں فرمایا گیا کہ اِنَّا مِنَ الۡمُجۡرِمِیۡنَ مُنۡتَقِمُوۡنَ ہم بھی گنہگاروں سے انتقام لینے والے ہیں۔ سورۂ رحمن کی آیت نمبر ۴۳ میں فرمایا گیا ھٰذِہٖ جَھَنَّمُ الَّتِیۡ یُکَذِّبُ بِہَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھوٹا سمجھتے تھے۔ سورۃ الاعلیٰ کی آیت نمبر ۱۳ میں جہنمیوں کی کیفیت یوں بیان کی گئی ثُمَّ لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَلَا یَحۡیٰی جہاں وہ نہ ہی مرے گا اور نہ ہی جیئے گا۔

یہاں یہ حقیقت بھی بتلا دی گئی کہ ایمان کے ساتھ نیک اعمال کرنے والوں کا حسن انجام درجات کی بلندی ہوگی۔ قیامت کے دن ایمان اور اعمال صالحہ کی بنیاد پر درجات کی بلندی ہوگی۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۳۲ میں فرمایا گیا وَلِکُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے سبب درجے ملیں گے۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۴ میں فرمایا گیا لَہُمۡ دَرَجٰتٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ان کے لیے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵ میں ایمان اور اعمال صالحہ کی بنیاد پر جنت کی بشارت دی گئی وَبَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۲ میں یوں فرمایا گیا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں وہی جنت والے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۷ میں ایمان اور اعمال صالحہ پر اجر کی بشارت دی گئی اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔

بنی اسرائیل کو راتوں رات لے جاؤ

﴿درس نمبر ۱۲۷۸﴾ ﴿طٰہٰ ۷۷۔۷۸۔۷۹﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَلَقَدۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰٓى اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِىۡ فَاضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِيۡقًا فِى الۡبَحۡرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخۡشٰى ۞ فَاَتۡبَعَهُمۡ فِرۡعَوۡنُ بِجُنُوۡدِهٖ فَغَشِيَهُمۡ مِّنَ الۡيَمِّ مَا غَشِيَهُمۡ ۞ وَاَضَلَّ فِرۡعَوۡنُ قَوۡمَهٗ وَمَا هَدٰى ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَقَدۡ اور البتہ تحقیق اَوۡحَيۡنَاۤ ہم نے وحی کی اِلٰى مُوۡسٰٓى موسیٰ کی طرف اَنۡ اَسۡرِ کہ رات کو لے جا بِعِبَادِىۡ میرے بندے فَاضۡرِبۡ پھر تو بنا لَهُمۡ ان کے لئے طَرِيۡقًا فِى الۡبَحۡرِ يَبَسًا سمندر میں خشک راستہ لَّا تَخٰفُ نہ تجھے خوف ہوگا دَرَكًا پکڑے جانے کا وَّلَا تَخۡشٰى اور نہ تو ڈرے گا فَاَتۡبَعَهُمۡ فِرۡعَوۡنُ پس فرعون پیچھے لگا ان کے بِجُنُوۡدِهٖ اپنے لشکروں سمیت فَغَشِيَهُمۡ تو انہیں ڈھانپ لیا مِّنَ الۡيَمِّ سمندر سے مَا غَشِيَهُمۡ جس چیز نے انہیں ڈھانپ لیا وَاَضَلَّ فِرۡعَوۡنُ اور فرعون نے گمراہ کیا قَوۡمَهٗ اپنی قوم کو وَمَا هَدٰى اور نہ (سیدھی) راہ بتائی

ترجمہ:۔ اور ہم نے موسیٰ پر وحی بھیجی کہ تم میرے بندوں کو لے کر راتوں رات روانہ ہو جاؤ، پھر ان کے لئے سمندر میں ایک خشک راستہ اس طرح نکال لینا کہ نہ تمہیں (دشمن کے) آ پکڑنے کا اندیشہ رہے اور نہ کوئی اور خوف ہو ۞ چنانچہ فرعون نے اپنے لشکروں سمیت اُن کا پیچھا کیا تو سمندر کی جس (خوفناک) چیز نے انہیں ڈھانپا وہ انہیں ڈھانپ کر ہی رہی ۞ اور فرعون نے اپنی قوم کو بُرے راستے پر لگایا اور انہیں صحیح راستہ نہ دکھایا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے ان بندوں کو راتوں رات لے جاؤ

۲۔ ان کے لیے دریا میں اپنا عصا مار کر خشک راستہ بنا دینا

۳۔ نہ تو تم کو کسی کے تعاقب کا اندیشہ ہوگا اور نہ اور کسی قسم کا خوف ہوگا۔

۴۔ پس فرعون اپنے لشکر کو لے کر ان کے پیچھے چلا

۵۔ دریا کا پانی سمٹ کر ان پر جیسا ملنے کو تھا آ ملا

۶۔ فرعون نے اپنی قوم کو بری راہ پر لگا دیا اور نیک راہ ان کو نہ بتلائی۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا تو یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ وہ فرعون سے اس بات کا مطالبہ کریں گے کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے جیسا کہ اس سورت کی آیت نمبر ۴۷

میں یہ بات موجود ہے فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے اس بات کا مطالبہ بھی کیا، اس لئے کہ فرعون اور فرعون کی قوم کے لوگ بنی اسرائیل پر ظلم ڈھا رہے تھے۔ جب فرعون کے جادوگروں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان مقابلہ ہوا اور جادوگروں کی جادوگری حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے سامنے مات کھا گئی جس کی وجہ سے فرعون کی کمر ٹوٹ گئی۔ ادھر بنی اسرائیل حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی قیادت میں جمع ہو گئے اور ان کو مصر سے ہجرت کا حکم مل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ آپ میرے بندوں کو راتوں رات لے چلیں۔ اس صورت میں جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر چلے جائیں تو اس بات کا خطرہ تھا کہ فرعون ضرور ان کا تعاقب کرے گا اور اس بات کا بھی خطرہ تھا کہ جس جانب جانا ہے وہاں راستہ میں دریا حائل ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی مطمئن کر دیا کہ اگر آپ دریا پر اپنی لاٹھی ماریں گے تو درمیان سے خشک راستے نکل آئیں گے جس کی وجہ سے فرعون کے تعاقب کرنے کا خطرہ نہیں رہے گا۔

ان آیات میں یہی حقیقت بیان کی گئی کہ جب راستے میں دریا مل جائے تو بنی اسرائیل کے لیے دریا میں اپنا عصا مار کر خشک راستہ بنا دینا۔ یعنی اے موسیٰ! آپ اپنے عصا کو دریا پر مارنا اس سے دریا میں خشک راستہ بن جائے گا جس کی وجہ سے کسی کے تعاقب کرنے کا نہ کوئی اندیشہ ہوگا اور نہ ہی کسی قسم کا خوف یعنی غرق وغیرہ کا بھی خوف نہیں رہے گا بلکہ اے موسیٰ! آپ اور آپ کی قوم امن واطمینان سے پار ہو جاؤ گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر نکل پڑے اور صبح مصر میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر نکل پڑے ہیں۔ اطلاع کے ساتھ فرعون اپنے لشکروں کو لے کر ان کے پیچھے چلا، دیکھا کہ حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل دریا کے درمیان بنے خشک راستوں پر چل رہے ہیں اور دریا پار کر رہے ہیں، وہ بھی دریا میں چل پڑا۔ فرعون کا لشکر بھی اس کے ساتھ چل دیا۔ جب سارا لشکر دریا کے درمیان میں پہنچ گیا اور چاروں طرف سے دریا کا پانی سمٹ کر جیسا ملنے کو تھا آ ملا اور سارے خشک راستے بند ہو گئے اور سب غرق ہو کر رہ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دریا پر لاٹھی ماری تو اس میں بارہ سڑکیں اس طرح بن گئیں کہ پانی کے تودے جمے ہوئے سمندر کی طرح دونوں طرف پہاڑ کے برابر کھڑے رہے۔ اس منظر کو یوں بیان کیا گیا فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ اور درمیان میں جو پانی کی دیواریں ان بارہ سڑکوں کے درمیان تھیں ان کو قدرت نے ایسا بنا دیا تھا کہ ایک سڑک سے گزرنے والے دوسری سڑکوں سے گزرنے والوں کو دیکھتے بھی جاتے تھے اور ایک دوسرے سے باتیں بھی کر رہے تھے۔ یہ رب ذوالجلال کی قدرت کا عجیب نظارہ اور کرشمہ تھا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی تعداد اس وقت ۶ لاکھ ۳۰ ہزار اور دوسری روایت کے مطابق چھ لاکھ ۷۰ ہزار تھی۔ غور کریں کہ اتنی

بڑی تعداد کا دریا کو معجزانہ طور پر پار کرنا کس قدر حیرتناک تھا؟ اس واقعہ سے رب ذوالجلال کی قدرت وطاقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اوران لاکھوں بنی اسرائیل کے تعاقب کے لئے فرعون نے جو اپنی فوجیں بھیجیں ان کی تعداد سات لاکھ تھی اور ستر ہزار سیاہ گھوڑے تھے۔

ہم نے تم پر من وسلویٰ نازل کیا

﴿درس نمبر ۱۲۷۹﴾ ﴿طٰہٰ ۸۰-۸۱-۸۲﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ قَدۡ اَنۡجَيۡنٰكُمۡ مِّنۡ عَدُوِّكُمۡ وَوٰعَدۡنٰكُمۡ جَانِبَ الطُّوۡرِ الۡاَيۡمَنَ وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى ۝ كُلُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ وَلَا تَطۡغَوۡا فِيۡهِ فَيَحِلَّ عَلَيۡكُمۡ غَضَبِىۡ ۚ وَمَنۡ يَّحۡلِلۡ عَلَيۡهِ غَضَبِىۡ فَقَدۡ هَوٰى ۝ وَاِنِّىۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰى ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اے بنی اسرائیل قَدۡ اَنۡجَيۡنٰكُمۡ تحقیق ہم نے تمہیں نجات دی مِّنۡ عَدُوِّكُمۡ تمہارے دشمن سے وَوٰعَدۡنٰكُمۡ اور ہم نے تم سے وعدہ کیا جَانِبَ الطُّوۡرِ الۡاَيۡمَنَ طور کی دائیں جانب کا وَنَزَّلۡنَا اور ہم نے نازل کیا عَلَيۡكُمُ تم پر الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى من اور سلوٰی كُلُوۡا تم کھاؤ مِنۡ طَيِّبٰتِ پاکیزہ چیزوں سے مَا رَزَقۡنٰكُمۡ جو ہم نے تمہیں رزق دیا وَلَا تَطۡغَوۡا اور نہ تم سرکشی کرو فِيۡهِ اس میں فَيَحِلَّ کہ (اس کی وجہ سے) اترے عَلَيۡكُمۡ تم پر غَضَبِىۡ میرا غضب وَمَنۡ اور وہ شخص کہ يَّحۡلِلۡ عَلَيۡهِ اترے اس پر غَضَبِىۡ میرا غضب فَقَدۡ هَوٰى تو یقیناً وہ تباہ ہوگیا وَاِنِّىۡ اور بلاشبہ میں لَغَفَّارٌ البتہ بہت بخشنے والا ہوں لِّمَنۡ اس شخص کو جس نے تَابَ وَاٰمَنَ توبہ کی اور ایمان لایا وَعَمِلَ صَالِحًا اور نیک عمل کئے ثُمَّ اهۡتَدٰى پھر وہ راہِ راست پر رہا

ترجمہ:۔ اے بنی اسرائیل! ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم سے کوہِ طور کے دائیں جانب آنے کا وعدہ ٹھہرایا اور تم پر من وسلویٰ نازل کیا ۝ جو پاکیزہ رزق ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اُس میں سے کھاؤ اور اس میں سرکشی نہ کرو جس کے نتیجے میں تم پر میرا غضب نازل ہو جائے اور جس کسی پر میرا غضب نازل ہو جاتا ہے وہ تباہی میں گر کر رہتا ہے ۝ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جو شخص توبہ کرے، ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے راستے پر قائم رہے تو میں اُس کے لئے بہت بخشنے والا ہوں۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ اے بنی اسرائیل! ہم نے تم کو کیسی کیسی نعمتیں دیں کہ تم کو تمہارے ایسے بڑے دشمن سے نجات دی؟

۲۔ہم نے تم سے یعنی تمہارے پیغمبر سے تمہارے نفع کے واسطے کوہ طور کی داہنی جانب آنے کا وعدہ کیا
۳۔ہم نے تم پر من وسلوی نازل فرمایا
۴۔ہم نے جو نفیس چیزیں تم کو دی ہیں ان کو کھاؤ اور اس میں حد سے مت گزرو
۵۔کہیں میرا غضب تم پر واقع نہ ہو جائے ۶۔جس شخص پر میرا غضب واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہو گیا
۷۔میری بڑی بخشش ہے اس پر جو توبہ کرلے اور یقین لائے، نیک عمل کرے، پھر راہ پر رہے۔

ان آیتوں میں بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے وہ نعمتیں انہیں یاد دلائی جارہی ہیں جو ان پر کی گئیں۔

پہلی نعمت یاد دلائی گئی کہ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی۔سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۲۹ میں یہ بات موجود ہے کہ بنی اسرائیل نے جب حضرت موسی علیہ السلام سے یہ کہا کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت میں رہے، آپ کی تشریف آوری سے قبل بھی اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی تو حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ امید ہے اللہ تعالی تمہارے دشمن کو ہلاک کردے گا اور ان کی جگہ تم کو اس سرزمین کا خلیفہ بنا دے گا۔جب بنی اسرائیل کو لے کر حضرت موسی علیہ السلام مصر سے نکل گئے اور ان کے لیے دریا میں راستے بن گئے اور لاکھوں کی تعداد میں موجود بنی اسرائیل حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ دریا پار کر چکے تو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکر کو دریا میں غرق کر دیا۔اس طرح اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو دشمن سے نجات دی، اسی نجات والی نعمت کا یہاں ذکر کیا گیا۔فرعون اور آلِ فرعون سے بنی اسرائیل کی نجات کا ذکر دیگر آیات میں بھی ہے۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۴۹ میں یوں کہا گیا : وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ اور جب ہم نے انہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بدترین عذاب دیتے تھے۔سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۴۱، سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر ۶، سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۶۵ اور سورۃ الدخان کی آیت نمبر ۳۰ میں بھی بنی اسرائیل کی نجات کا تذکرہ موجود ہے۔

دوسری نعمت کا ذکر کیا گیا کہ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ اور ہم نے تم سے یعنی تمہارے پیغمبر موسی سے تمہارے نفع کے واسطے کوہ طور کی داہنی جانب آنے کا وعدہ کیا تاکہ وہاں تمہاری ہدایت؛ رہنمائی اور دنیوی واخروی کامیابی کے لیے وہ آفاقی کتاب تورات دی جائے جس پر عمل کرتے ہوئے تم اپنے رب کو راضی کرو اور اپنی آخرت بنالو۔جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ دریا پار کر چکے اور فرعون سے نجات بھی مل گئی تو اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام سے اور ان کے واسطے سے تمام بنی اسرائیل سے یہ وعدہ فرمایا کہ وہ کوہِ طور کی داہنی جانب چلے آئیں تاکہ حضرت موسی علیہ سلام کو تورات عطا کی جائے اور خود بنی اسرائیل بھی اس منظر کا مشاہدہ کرے جو حضرت موسی علیہ السلام اپنے رب سے گفتگو کرتے ہیں۔سورۃ مریم کی آیت نمبر ۵۲ میں بھی اس نعمت کا

تذکرہ موجود ہے وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور کی دائیں جانب سے آواز دی اور راز گوئی کر کے انہیں اپنے قریب کرلیا۔ ظاہر ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لیے یہ بہت بڑی نعمت تھی کہ کوہ طور کی حاضری آفاقی کتاب کے حاصل کرنے اور اللہ کے قرب اور نزدیکی پانے کا ذریعہ بن گیا اور اللہ کی نزدیکی ایک بندے کے لئے بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔

تیسری نعمت کا تذکرہ یوں کیا گیا کہ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى اور ہم نے تم پر من وسلویٰ اتارا۔ بنی اسرائیل پر من وسلوی نامی دو غذائیں اتارے جانے کا جو واقعہ پیش آیا یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب بنی اسرائیل دریا پار کرتے ہوئے آگے بڑھے اور ایک مقدس شہر میں داخل ہونے کا انہیں حکم ملا۔ بنی اسرائیل نے اس کی خلاف ورزی کی جس کی سزا انہیں یہ دی گئی کہ انہیں وادی تیہ میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیا گیا۔ اس وادی سے بنی اسرائیل چالیس سال تک باہر نہ نکل سکے۔ اس سزا کے باوجود حضرت موسی علیہ السلام کی برکت سے اس زمانے میں بھی بنی اسرائیل پر طرح طرح کی نعمتیں ہوتی رہیں۔ انہی نعمتوں میں سے ایک نعمت من وسلویٰ کا اتارا جانا بھی تھا جو بنی اسرائیل کیلئے بطور غذا من وسلویٰ آسمان سے اتارا جاتا تھا۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۵۷ میں بھی من وسلویٰ کا ذکر ہے وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۶۰ میں بھی ذکر ہے وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى۔ ان نعمتوں کے دیئے جانے کے بعد بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى اے بنی اسرائیل! جو کچھ ہم نے تم کو نفیس چیزیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ اور جو حدود ہم نے مقرر کیے ہیں ان میں حد سے زیادہ نہ گزرو، اگر تم حد سے زیادہ گزرو گے تو تم پر میرا غضب نازل ہوسکتا ہے اور جس پر میرا غضب واقع ہوگا وہ تو بالکل گیا گزرا ہو گیا اور نقصان اور خسارہ میں پڑ گیا۔ میں تو اس خوش نصیب کو معاف کرنے والا ہوں جو اپنے گناہوں پر توبہ کرلے اور اپنے ایمان کی فکر کرے، دل میں یقین کی کیفیت پیدا کرے اور نیک اعمال میں اپنی زندگی بسر کرنے لگ جائے اور راہ حق پر قائم رہے۔ سچی توبہ کرتے ہوئے جو اپنی زندگی میں تبدیلی لاتا ہے اور ایمان ویقین اور اعمالِ صالحہ میں لگ جاتا ہے تو رب ذوالجلال اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ یہ بات دیگر آیات میں بھی بیان کی گئی ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۱۰ میں کہا گیا: وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا مہربانی کرنے والا پائے گا۔

﴿درس نمبر ۱۲۸۰﴾ میں آپ کے پاس اسلئے جلد چلا آیا تا کہ آپ راضی ہوں ﴿طٰہٰ ۸۳۔۸۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمَآ اور کونسی چیز اَعْجَلَكَ تجھے جلدی لے آئی عَنْ قَوْمِكَ تیری قوم سے يٰمُوْسٰى اے موسیٰ! قَالَ اس نے کہا هُمْ اُولَآءِ وہ لوگ عَلٰٓى اَثَرِىْ میرے پیچھے ہیں وَعَجِلْتُ اور میں نے جلدی کی اِلَيْكَ تیری طرف رَبِّ اے میرے رب! لِتَرْضٰى تا کہ تو راضی ہو جائے

ترجمہ:۔ اور (جب موسیٰ کوہِ طور پر اپنے لوگوں سے پہلے چلے آئے تو اللہ نے ان سے کہا) موسیٰ! تم اپنی قوم سے پہلے جلدی کیوں آ گئے؟ O انہوں نے کہا: ''وہ میرے پیچھے پیچھے آ ہی رہے ہیں اور پروردگار! میں آپ کے پاس اس لئے جلدی آ گیا تا کہ آپ خوش ہوں۔''

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اے موسی! آپ کو اپنی قوم سے آگے جلدی آنے کا کیا سبب ہوا؟

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ وہ لوگ یہیں تو ہیں میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں

۳۔ میں آپ کے پاس اس لیے جلد چلا آیا تا کہ آپ زیادہ خوش ہوں گے۔

فرعون کے تعاقب اور دریا سے نجات پانے کے بعد جب حضرت موسی علیہ السلام اوران کی قوم بنی اسرائیل کا گزر ایک ایسی قوم سے ہوا جو بت پرست تھی تو بنی اسرائیل کو بھی شوق ہوا کہ ان کے لئے بھی کوئی محسوس قسم کا بت بنا دیا جائے تا کہ وہ اس بت کو معبود بنا کر عبادت کرنے لگیں۔ حضرت موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے اس جاہلانہ مطالبہ پر تنبیہ کی اور کہا کہ تم بڑے جاہل قسم کے لوگ ہو جس کو سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۳۹ میں یوں کہا گیا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یہ لوگ جس کام میں لگے ہیں یہ تباہ کیا جائے گا اور ان کا یہ کام محض بے بنیاد ہے۔ اس وقت اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام سے یہ وعدہ فرمایا کہ آپ اپنی قوم کے ساتھ کوہ طور پر آ جائیے، ہم آپ کو اپنی کتاب تورات عطا کریں گے جو کتاب آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لئے دستور العمل کی حیثیت رکھے گی۔ لیکن اس تورات کے دیئے جانے سے پہلے آپ ۳۰ دن اور ۳۰ رات کا مسلسل روزہ رکھیں، پھر اس مدت کے بعد اور دس دن کا اضافہ کرتے ہوئے اس کو چالیس دن کر دیا گیا۔ جب حضرت موسی علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ کوہ طور کی طرف روانہ ہو گئے تو حضرت موسی علیہ السلام کو اس وعدۂ ربانی کی وجہ سے شوق بھڑک اٹھا اور اپنی قوم کو یہ وصیت کر کے آگے چلے گئے کہ تم بھی میرے پیچھے آ جاؤ اور میں آگے جا کر عبادت میں مشغول ہو جاتا ہوں اور تم سب میرے غائبانہ میں میرے بھائی ہارون کی اتباع کرنا۔ چنانچہ بنی اسرائیل حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ اپنی رفتار سے پیچھے چلتے رہے اور حضرت موسی علیہ السلام جلدی کر کے آگے بڑھ گئے۔ حضرت موسی علیہ السلام کا خیال یہ تھا کہ ان کے لوگ بھی پیچھے پیچھے کوہ طور کے قریب پہنچ جائیں گے مگر وہاں قصہ کچھ دوسرا ہی ہو گیا جس کو اگلی آیت کے ضمن میں بیان کریں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیا کہ اے موسیٰ! آپ اپنی قوم سے آگے جلدی کر کے کیوں آ گئے؟ اس سوال کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بات تو یہ بیان کی کہ وہ لوگ یہیں تو ہیں میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں اور دوسری بات یہ بیان کی کہ میں سب سے پہلے آپ کے پاس یعنی اس جگہ جلدی سے اس لیے چلا آیا کہ آپ زیادہ خوش ہونگے، اس لئے کہ یہ فطری حقیقت ہے کہ کسی بھی حکم میں پیش قدمی کرنا اور آگے بڑھنا رضامندی اور خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ اس کی مثال اس طرح دی جاسکتی ہے کہ اگر استاد اپنے شاگردوں کو بلائے اور اس میں سے جو شاگرد حکم کے ساتھ ہی فوراً لپک کر استاد کے حکم کو بجالائے اور جلد حاضر ہوجائے ظاہر ہے کہ استاد اس شاگرد سے زیادہ خوش ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہ خیال کیا کہ اگر میں دوسروں سے پہلے کوہ طور پر پہنچ جاؤں گا تو میرا رب مجھ سے راضی اور خوش ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا بندۂ مومن کیلئے بہت بڑی نعمت ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۰۷ میں ایسے لوگوں کی تعریف کی گئی جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں :وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ اللہ تعالیٰ کو وہ بندے محبوب ہیں جو اس کی رضامندی میں نیک اعمال بجالاتے ہیں۔ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۶۵ میں کہا گیا وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ الخ۔ ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی رضامندی میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۲ میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلبگار ہوتے ہیں يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۱۹ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ خوشخبری دی گئی کہ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ بندۂ مومن کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی تدبیریں اختیار کرے۔ اچھی نیت سے اچھی تدبیر کرنے والے کی تدبیر کو رب ذوالجلال ضائع نہیں کریں گے، ان شاء اللہ۔

﴿درس نمبر ۱۲۸۱﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام غصہ اور رنج میں اپنی قوم کے پاس آئے ﴿طٰهٰ ۸۵۔۸۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ۝ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ؕ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِىْ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا فَاِنَّا چنانچہ بیشک ہم نے قَدْ فَتَنَّا تحقیق آزمائش میں ڈال دیا ہے

قَوْمَكَ تیری قوم کو مِنْۢ بَعْدِكَ تیرے بعد وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ اور سامری نے انہیں گمراہ کردیا فَرَجَعَ مُوْسٰٓى تو موسیٰ لوٹا اِلٰى قَوْمِهٖ اپنی قوم کی طرف غَضْبَانَ اَسِفًا غضبناک غمگین قَالَ اس نے کہا يٰقَوْمِ اے میری قوم اَلَمْ يَعِدْكُمْ کیا تم سے وعدہ نہیں کیا تھا رَبُّكُمْ تمہارے رب نے وَعْدًا حَسَنًا اچھا وعدہ اَفَطَالَ کیا پھر لمبا ہوگیا تھا عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ تم پر عہد اَمْ اَرَدْتُّمْ یا تم نے چاہا اَنْ يَّحِلَّ کہ اترے عَلَيْكُمْ غَضَبٌ تم پر غضب مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے فَاَخْلَفْتُمْ لہٰذا تم نے خلاف ورزی کی مَّوْعِدِيْ میرے وعدے کی

ترجمہ:۔ اللہ نے فرمایا: ''پھر تمہارے آنے کے بعد ہم نے تمہاری قوم کو فتنے میں مبتلا کردیا ہے اور انہیں سامری نے گمراہ کرڈالا ہے O چنانچہ موسیٰ غم وغصے میں بھرے ہوئے اپنی قوم کے پاس واپس لوٹے۔ کہنے لگے: ''میری قوم کے لوگو! کیا تمہارے پروردگار نے تم سے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ تو کیا تم پر کوئی بہت لمبی مدت گزر گئی تھی یا تم چاہتے ہی یہ تھے کہ تم پر تمہارے رب کا غضب نازل ہوجائے اور اس وجہ سے تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی؟

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری قوم کو تو ہم نے تمہارے چلے آنے کے بعد ایک بلا میں مبتلا کردیا

۲۔ قوم کو سامری نے گمراہ کردیا

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے

۴۔ فرمانے لگے کہ اے میری قوم! کیا تم سے تمہارے رب نے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟

۵۔ کیا تم پر میعادِ مقرر سے بہت زیادہ زمانہ گزر گیا تھا؟

۶۔ تم کو یہ منظور ہوا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب واقع ہو؟

۷۔ اس لیے تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور پر پہنچ گئے تو اپنی قوم کے بارے میں یہ سمجھ رہے تھے کہ ان کی قوم ان کے پیچھے پیچھے ان کے بھائی ہارون کے ساتھ آرہی ہے، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بات کا علم نہیں ہوا کہ ان کی قوم کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ اور ادھر ان کی قوم کیا گل کھلا رہی ہے؟ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے گفتگو کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بات کی خبر دی کہ تمہاری قوم کو ہم نے تمہارے چلے آنے کے بعد ایک بلا میں مبتلا کردیا اور ان کو سامری نے گمراہ کردیا۔ سامری نے بنی اسرائیل کو کس طرح گمراہ کیا تھا اس کی تفصیل اگلی آیتوں میں آرہی ہے، یہاں ہم ان دونوں آیتوں سے متعلق چند باتیں بیان کرتے

ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ انکے کوہ طور آنے کے بعد بنی اسرائیل میں گمراہی کا حادثہ پیش آیا ہے اور شرک کا طوفان برپا ہوا ہے تو وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ کر آ گئے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دو قسم کی کیفیتیں تھیں، ایک تو غصہ کی کیفیت اور دوسرے غم اور افسوس کی کیفیت کہ جس قوم کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے وہ کوہ طور سے آسمانی کتاب لانے کے لیے گئے تھے وہ قوم گمراہی کے دلدل میں پھنس گئی ہے۔ کوہ طور سے واپسی کے بعد ایک طرف حضرت ہارون علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مواخذہ کیا کہ تم نے میرے حکم کی تابعداری نہ کی، جس کی تفصیل اگلی آیات یعنی آیت نمبر ۹۲ تا ۹۴ میں مذکور ہے، وہاں ہم اس کی تفصیل بیان کریں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوسری طرف اپنی قوم سے دو سوالات کیئے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ اے میری قوم! کیا تم سے تمہارے رب نے ایک اچھا اور سچا وعدہ نہیں کیا تھا کہ ہم تم کو ایک کتاب عطا کریں گے؟ تم پر واجب تھا کہ تم اس کتاب کا انتظار کرتے دوسرا سوال یہ تھا کہ کیا تم پر مقررہ میعاد سے بہت زیادہ زمانہ گزر گیا تھا کہ اس کے ملنے سے ناامیدی ہوگئی، اس لئے اپنی طرف سے ایک دوسری قسم کی عبادت ایجاد کرلی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس جملے کا مطلب یہ تھا کہ کوئی لمبی مدت نہیں گزری کہ تم اس وعدۂ ربانی کو بھول جاؤ۔ چلو! اگر زیادہ لمبا زمانہ گزر جاتا تو ہوسکتا ہے کہ تم نے بہت زیادہ انتظار کے بعد دوسرا طریقہ اختیار کرلیا۔ یہاں تو بس دس دن کی مختصر سی مدت ہی گزری تھی کہ تم نے یہ بے جا حرکت کی اور گمراہی میں پڑ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اپنے ارادہ اور اختیار سے اپنے رب کے غصہ اور غضب کو دعوت دی ہے۔ اس سوال کے جواب میں قوم نے کیا کہا اس کو اگلے درس میں دیکھئے۔

﴿درس نمبر ۱۲۸۲﴾ **سامری نے ایک بچھڑا بنا کر ظاہر کیا جس میں آواز تھی** ﴿طٰہٰ ۸۷۔۸۸۔۸۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ۝ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ۝ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالُوْا انہوں نے کہا مَآ اَخْلَفْنَا ہم نے خلاف ورزی نہیں کی مَوْعِدَكَ تیرے وعدے کی بِمَلْكِنَا اپنے اختیار سے وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ لیکن ہم اُٹھوائے گئے تھے اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ قوم کے زیورات کا بوجھ فَقَذَفْنٰهَا چنانچہ ہم نے وہ پھینک دیئے فَكَذٰلِكَ پس اسی طرح اَلْقَى السَّامِرِيُّ سامری نے پھینکا فَاَخْرَجَ پھر اس نے نکالا لَهُمْ ان کے لئے عِجْلًا جَسَدًا ایک بچھڑا ایک جسم لَّهٗ خُوَارٌ اس

کی آواز تھی گائے کی سی فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ یہ تمہارا معبود ہے وَاِلٰهُ اور معبود ہے مُوْسٰى موسیٰ کا فَنَسِيَ پس وہ بھول گیا اَفَلَا يَرَوْنَ کیا پھر وہ نہیں دیکھتے اَلَّا يَرْجِعُ کہ بلاشبہ وہ (بچھڑا) نہیں لوٹاتا اِلَيْهِمْ قَوْلًا کوئی بات ان کی طرف وَّلَا يَمْلِكُ اور وہ اختیار نہیں رکھتا لَهُمْ ان کے لئے ضَرًّا نقصان کا وَّلَا نَفْعًا اور نہ نفع کا

ترجمہ:۔ کہنے لگے: ''ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ ہوا یہ کہ ہم پر لوگوں کے زیورات کے بوجھ لدے ہوئے تھے، اس لئے ہم نے انہیں پھینک دیا، پھر اسی طرح سامری نے کچھ ڈالا۔''O اور لوگوں کے سامنے ایک بچھڑا بنا کر نکال لیا، ایک جسم تھا جس میں سے آواز نکلتی تھی۔ لوگ کہنے لگے کہ: ''یہ تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا بھی معبود ہے، مگر موسیٰ بھول گئے ہیں۔''O بھلا کیا انہیں یہ نظر نہیں آ رہا تھا کہ وہ نہ ان کی بات کا جواب دیتا تھا اور نہ ان کو کوئی نقصان یا نفع پہنچا سکتا تھا؟

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپس میں وعدہ کیا تھا اس کو اپنے اختیار سے خلاف نہیں کیا
۲۔ لیکن قبطی قوم کے زیور میں سے ہم پر بوجھ لدرہا تھا
۳۔ ہم نے اس کو سامری کے کہنے پر آگ میں ڈال دیا، پھر اسی سے سامری نے بھی اپنے ساتھ کا زیور ڈال دیا
۴۔ پھر سامری نے ان لوگوں کے لیے ایک بچھڑا بنا کر ظاہر کیا جس میں ایک آواز تھی۔
۵۔ یہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تمہارا اور موسی کا معبود تو یہ ہے۔ ۶۔ موسیٰ تو بھول گئے
۷۔ کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ وہ نہ تو ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کے کسی ضرر یا نفع پر قدرت رکھتا ہے؟

کوہِ طور سے واپسی کے بعد جب حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی قوم سے ان کی گمراہی کی وجہ دریافت کی اور ان کو اپنا وعدہ بھی یاد دلایا اور یہ بھی کہا کہ تم نے یہ حرکت کرتے ہوئے اللہ کے غضب کو دعوت دی ہے تو قوم نے حضرت موسی علیہ السلام سے ان پر گزری ہوئی حقیقت کو بیان کیا جو ان آیات میں ہے۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسی علیہ السلام سے کہا کہ ہم نے بچھڑے کی پوجا خود سے اختیار نہیں کی بلکہ معاملہ یہ پیش آیا کہ سامری کے عمل نے ہم کو اس گمراہی پر مجبور کیا: قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اس کو اپنے اختیار سے خلاف نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قبطی قوم کے زیور میں سے ہم پر بوجھ لدرہا تھا، پس ہم نے اس کو سامری کے کہنے سے آگ میں ڈال دیا، پھر اسی طرح سامری نے بھی اپنے ساتھ کا زیور ڈال دیا۔ ان آیتوں کی تفصیل سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ بنی اسرائیل اور فرعون کی قبطی قوم دونوں مصر میں ایک ساتھ زندگی بسر کر

رہے تھے تو اس وقت بنی اسرائیل قبطی قوم سے عارضی طور پر زیور لے کر استعمال کیا کرتے تھے۔ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے تو قبطی قوم کے زیورات بنی اسرائیل کے پاس رہ گئے تھے، چونکہ یہ ایک امانت تھی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ زیورات چونکہ امانت ہیں اس لیے ان زیورات کو ایک گھڑے میں ڈال دو تا کہ اس کو جلا دیا جائے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے یہ بات کہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے سب زیورات گھڑے میں ڈال دیئے اور اس میں آگ جلا دی کہ زیورات پگھل کر ایک جسم ہو جائیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد اس کا معاملہ طئے کیا جائے گا کہ اس کا کیا کیا جائے؟ جب سب لوگ اپنے اپنے زیورات اس گھڑے میں ڈال چکے تو سامری بھی مٹھی بند کئے ہوئے آ پہنچا اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا کہ میں بھی ڈال دوں؟ حضرت ہارون علیہ السلام نے یہ سمجھا کہ اس کے ہاتھ میں بھی کوئی زیور ہوگا فرمایا تم بھی ڈال دو۔ اس وقت سامری نے حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا کہ میں جب ڈالوں تو آپ یہ دعا کریں کہ جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ پورا ہو جائے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کو سامری کے کفر اور نفاق کا علم نہیں تھا، انہوں نے دعا کر دی۔ سامری نے اپنے ہاتھ سے ڈالا تو زیور کے بجائے مٹی تھی جس کو اس نے جبرئیل امین کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر اٹھا لیا تھا کہ جس جگہ اس کا قدم پڑتا ہے وہیں مٹی میں نشوونما اور آثارِ حیات پیدا ہو جاتے تھے، جس سے اس نے سمجھا کہ اس مٹی میں زندگی کے آثار رکھے ہوئے ہیں۔ شیطان نے سامری کو اس بات پر آمادہ کیا کہ یہ اس کے ذریعہ ایک بچھڑا زندہ کر کے دکھلا دے۔ بہر حال اسی مٹی کے ڈالنے اور حضرت ہارون علیہ السلام کی دعا کرنے کے ساتھ سونے کا وہ جسم ایک زندہ بچھڑا بن کر بولنے لگا۔ سامری نے بنی اسرائیل سے یہ کہا کہ دیکھو! یہی تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے۔ موسیٰ بھول بھٹک کر کہیں اور چلے گئے۔ (نعوذ باللہ) اس طرح سامری نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قوم کو گمراہ کرنے کی سازش اور کوشش کی۔

اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ اگر یہ ایک بچھڑا زندہ بھی ہو جائے اور گائے کی طرح بولنے بھی لگ جائے تو اے عقل کے دشمنو! یہ تو بتاؤ کہ اس سے خدائی کا کیا واسطہ ہے؟ نہ ہی یہ بچھڑا کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ تمہیں کوئی نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی تمہارا کوئی نقصان کر سکتا ہے۔ جس بچھڑے کے اندر اس قدر طاقت نہ ہو تو وہ معبود کیسے بن سکتا ہے؟ اے بنی اسرائیل! تمہارا اس معمولی سے بچھڑے کو معبود بنا لینا حماقت، بیوقوفی اور دیوانگی کے سوا کچھ نہیں۔ اس بچھڑے کا ذکر قرآنِ مجید کی دیگر آیات میں بھی ہے ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ (البقرہ ۵۱:) ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ (النساء ۱۵۳:) ان کے

پاس بہت دلیلیں پہنچ چکی تھیں اس کے باوجود انہوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنالیا۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۴۸ میں کہا گیا وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں کا ایک بچھڑا معبود ٹھہرالیا جو کہ ایک قالب تھا جس میں ایک آواز تھی۔

﴿درس نمبر ۱۲۸۳﴾ تم دین کے بارے میں میرا کہنا مانو ﴿طٰهٰ ۹۰ ۔تا۔ ۹۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ O قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى O قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا O اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق قَالَ لَهُمْ کہا تھا ان سے هٰرُوْنُ ہارون نے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے يٰقَوْمِ اے میری قوم! اِنَّمَا فُتِنْتُمْ یقیناً تم آزمائے گئے ہو بِهٖ بوجہ اس کے وَاِنَّ اور بلاشبہ رَبَّكُمُ تمہارا رب الرَّحْمٰنُ نہایت مہربان ہے فَاتَّبِعُوْنِيْ لٰہذا تم میری پیروی کرو وَاَطِيْعُوْٓا اور اطاعت کرو اَمْرِيْ میرے حکم کی قَالُوْا انہوں نے کہا لَنْ نَّبْرَحَ ہم تو ہمیشہ رہیں گے عَلَيْهِ ان پر عٰكِفِيْنَ جم کر بیٹھنے والے حَتّٰى يَرْجِعَ یہاں تک کہ لوٹ آئے اِلَيْنَا مُوْسٰى موسیٰ ہماری طرف قَالَ اس نے کہا يٰهٰرُوْنُ اے ہارون! مَا مَنَعَكَ کس چیز نے تجھے منع کیا تھا اِذْ رَاَيْتَهُمْ جب تو نے انہیں دیکھا ضَلُّوْٓا کہ وہ گمراہ ہو گئے اَلَّا تَتَّبِعَنِ اس سے کہ تو میری پیروی نہ کرے اَفَعَصَيْتَ کیا پس تو نے نافرمانی کی اَمْرِيْ میرے حکم کی

ترجمہ:۔ اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہا تھا کہ: ''میری قوم کے لوگو! تم اس (بچھڑے) کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہو گئے ہو اور حقیقت میں تمہارا رب تو رحمن ہے، اس لئے تم میرے پیچھے چلو اور میری بات مانو۔'' O وہ کہنے لگے کہ: ''جب تک موسیٰ واپس نہ آ جائیں ہم تو اسی کی عبادت پر جمے رہیں گے۔'' O موسیٰ نے (واپس آ کر) کہا: ''ہارون! جب تم نے دیکھ لیا تھا کہ یہ لوگ گمراہ ہو گئے ہیں تو تمہیں کس چیز نے روکا تھا؟ O کہ تم میرے پیچھے چلے آتے؟ بھلا کیا تم نے میری بات کی خلاف ورزی کی؟

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان لوگوں سے ہارون نے پہلے بھی کہا تھا کہ اے میری قوم! تم اس گوسالہ کے سبب گمراہی میں پھنس گئے ہو

۲۔ تمہارا رب حقیقی رحمن ہے ۳۔ دین کے بارے میں میری راہ پر چلو اور میرا کہنا مان لو۔

۴۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو جب تک موسیٰ علیہ السلام نہ آئیں اسی کی عبادت پر برابر جمے بیٹھے رہیں گے

۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے ہارون! جب تم نے ان کو دیکھا تھا کہ یہ بالکل گمراہ ہو گئے تو اس وقت تم کو میرے پاس چلے آنے سے کس چیز نے روکا تھا؟

۶۔ کیا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور چلے جانے کے بعد جب بنی اسرائیل میں گوسالہ پرستی یعنی بچھڑے کی پوجا کا فتنہ پھوٹ پڑا تو حضرت ہارون علیہ السلام نے جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا نائب اور خلیفہ بنایا تھا بنی اسرائیل سے کہا کہ تم لوگ گوسالہ پرستی کی وجہ سے گمراہی کے دلدل میں پھنس گئے ہو۔ تم نے یہ کوئی اچھا کام نہیں کیا کہ حقیقی خالق و معبود کو چھوڑ کر بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ یہ کھلی ہوئی گمراہی ہے جس میں تم مبتلا ہو گئے ہو، حالانکہ تمہارا رب تو وہ حقیقی رب ہے جو رحمان ہے یعنی مہربان ہے۔ تمہارا کام یہ تھا کہ تم دین کے بارے میں میری راہ پر چلتے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے تو اپنا نائب اور خلیفہ مجھے بنایا ہے۔ تمہاری ذمہ داری یہ تھی کہ میری راہ پر چلتے، تم میرا کہنا مانتے اور میرے قول اور عمل کے مطابق عمل کرتے، مگر تم نے سامری کی طرف سے گھڑے گئے گوسالہ پرستی کے اس فتنے میں مبتلا ہو کر گمراہی کی راہ اختیار کر لی۔ جب حضرت ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو سمجھایا تو ان میں تین فرقے ہو گئے۔ ایک فرقہ تو حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ رہا، اس فرقہ نے ان کی اطاعت کی اور گوسالہ پرستی کو گمراہی سمجھا۔ قرطبی کی روایت کے مطابق ہدایت پر قائم رہنے والے یہ لوگ ۱۲ ہزار کی تعداد میں تھے۔ دوسرا فرقہ وہ تھا جس نے حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور سے واپس تشریف لانے کے بعد اگر وہ ہم کو اس گوسالہ پرستی سے روکتے ہیں تو ہم ضرور رک جائیں گے۔ تیسرا فرقہ گمراہی میں اس قدر پختہ تھا کہ اس فرقہ نے تو کہا کہ ہم کو یقین ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام بھی واپس آ کر اسی بچھڑے کی عبادت کریں گے۔ ہم کو تو کسی بھی حال میں اس طریقہ کو چھوڑنا نہیں ہے۔ جب ان دو فرقوں کا صاف صاف جواب حضرت ہارون علیہ السلام نے سن لیا تو انھوں نے ان بارہ ہزار موحدین کو اپنے ساتھ لیا اور ان دو باطل فرقوں سے الگ تو ہو گئے مگر رہنے سہنے وغیرہ کی جگہ نہیں بدلی۔ حضرت موسی علیہ السلام جب کوہ طور سے واپس آئے اور قوم کا یہ برا حال دیکھا تو ایک طرف تو قوم سے سوال اور مواخذہ کیا جس کا ذکر پچھلی آیتوں میں آ چکا ہے تو دوسری طرف حضرت ہارون علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے کہا اور سخت غصہ اور ناراضگی کا اظہار کیا اور ان کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے اور فرمایا کہ جب بنی اسرائیل کو تم نے دیکھ لیا کہ کھلی گمراہی یعنی شرک اور کفر میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو گئے ہیں تو تمہارا کام یہ تھا کہ تم میری اتباع کرتے۔ تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کیوں کی؟ تم کو کس چیز نے میری اتباع کرنے سے روکا؟ اتباع سے یہ مراد ہے کہ تم کوہ طور پر میرے پاس کیوں نہیں آئے؟ ایسی گمراہی کی صورت میں تو ضروری تھا کہ ان گمراہ لوگوں سے مقابلہ کرتے، جہاد کرتے اور ان سے علحدگی اختیار کرتے اور میرے

پاس آ جاتے۔ گویا حضرت ہارون علیہ السلام کا بنی اسرائیل کے ساتھ ایسی صورت میں رہنا بسنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک ایک غلطی تھی، اس لیے مواخذہ کیا اور تنبیہ کی۔

﴿درس نمبر ۱۲۸۴﴾ تم میری داڑھی اور سر کے بال مت پکڑو ﴿طٰہٰ ۹۴﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَالَ يَبۡنَؤُمَّ لَا تَأۡخُذۡ بِلِحۡيَتِيۡ وَلَا بِرَاۡسِيۡ ۚ اِنِّيۡ خَشِيۡتُ اَنۡ تَقُوۡلَ فَرَّقۡتَ بَيۡنَ بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ وَلَمۡ تَرۡقُبۡ قَوۡلِيۡ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا يَبۡنَؤُمَّ اے میری ماں جائے! لَا تَأۡخُذۡ نہ پکڑ تو بِلِحۡيَتِيۡ میری داڑھی وَلَا بِرَاۡسِيۡ اور نہ میرا سر اِنِّيۡ بیشک میں خَشِيۡتُ ڈر گیا تھا اَنۡ تَقُوۡلَ اس سے کہ تو کہے گا فَرَّقۡتَ تو نے تفرقہ ڈال دیا بَيۡنَ بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ بنی اسرائیل کے درمیان وَلَمۡ تَرۡقُبۡ اور تو نے انتظار نہ کیا قَوۡلِيۡ میری بات کا

ترجمہ:۔ ہارون نے کہا: ”میرے ماں کے بیٹے! میری داڑھی نہ پکڑو اور نہ میرا سر، حقیقت میں مجھے یہ اندیشہ تھا کہ تم یہ کہو گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا پاس نہیں کیا۔“

تشریح:۔ اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے ماں جائے! تم میری داڑھی مت پکڑو اور نہ ہی سر کے بال پکڑو۔

۲۔ مجھ کو یہ اندیشہ ہو گیا کہ تم یہ کہنے لگو کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان تفریق ڈال دی اور تم نے میری بات کا لحاظ نہ رکھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت ہارون علیہ السلام کا مواخذہ کیا کہ قوم نے جب اس قدر گمراہی اختیار کی تو تم ان سے یا تو جہاد کرتے یا ان سے برأت کا اظہار کرتے اور علحدگی اختیار کرتے ہوئے میرے پاس آ جاتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کا ایسی صورت میں قوم کے ساتھ رہنا بسنا غلطی تھی، اس لیے ان کا مواخذہ کیا اور ان کے سر کے بال اور داڑھی پکڑ لی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا کہ اے میرے میّا جائے! یعنی اے میری ماں کے بیٹے! حضرت ہارون علیہ السلام کا ماں کی نسبت سے خطاب کرنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا جائے سختی نہ کی جائے اور میں تو تمہارا بھائی ہوں، تمہارا مخالف نہیں ہوں کہ میرے ساتھ اس قدر سختی کی جائے، آپ میرا عذر پہلے سن لیں۔ اس کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنا عذر بیان کیا کہ مجھے یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر میں نے ان لوگوں سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے پر آپ کے آنے سے پہلے اقدام کیا یا ان کو چھوڑ کر خود بارہ ہزار بنی

اسرائیل کے ساتھ آپ کے پاس چلا آتا تو بنی اسرائیل میں تفرقہ پیدا ہو جاتا اور آپ ہی نے مجھے اس بات کی ہدایت بھی فرمائی تھی جب آپ مجھے نائب بنا کر کوہ طور پر جا رہے تھے اخۡلُفۡنِیۡ فِیۡ قَوۡمِیۡ وَاَصۡلِحۡ (الاعراف ۱۴۲:۲) کہ تم میری قوم میں میرے نائب رہو اور اصلاح کا کام کرو۔ اصلاح کا تقاضہ میں نے یہ سمجھا کہ ان میں تفرقہ پیدا ہونے نہ دوں، اس امید پر کہ آپ کے واپس ہونے کے بعد یہ سارے لوگ حقیقت کو سمجھ جائیں اور ایمان اور توحید کی طرف واپس آ جائیں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۰ میں حضرت ہارون علیہ السلام کی جانب سے اس موقع پر کہے گئے یہ الفاظ ہیں قَالَ ابۡنَ اُمَّ اِنَّ الۡقَوۡمَ اسۡتَضۡعَفُوۡنِیۡ وَکَادُوۡا یَقۡتُلُوۡنَنِیۡ کہا کہ اے میری ماں جائے! ان لوگوں نے مجھ کو بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ وہ مجھ کو قتل کر ڈالتے۔ اس کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجا کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ فَلَا تُشۡمِتۡ بِیَ الۡاَعۡدَآءَ وَلَا تَجۡعَلۡنِیۡ مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ آپ مجھ پر دشمنوں کو مت ہنساؤ، یعنی آپ میرے ساتھ سختی کا کوئی ایسا معاملہ مت کیجئے کہ دشمن میرے اوپر ہنسنے لگ جائے اور مجھ کو ان ظالموں میں شمار مت کیجئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس موقع پر یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ میں گمراہی میں بنی اسرائیل کا ساتھی نہیں تھا، جس قدر سمجھانا اور ہدایت پر رکھنا میرے بس میں تھا میں نے تو پورا کیا، مگر ان لوگوں نے میری بات نہ مانی بلکہ مجھے قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے پوری بات سن لی اور انہیں بھی یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ قصور اپنے بھائی حضرت ہارون کا نہیں ہے بلکہ اس بدبخت سامری کا ہے جس نے بچھڑا تیار کیا اور قوم کو گمراہ کیا۔

﴿درس نمبر ۱۲۸۵﴾ اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے؟ ﴿طٰہٰ ۹۵-۹۶﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَالَ فَمَا خَطۡبُكَ یٰسَامِرِیُّ ۝ قَالَ بَصُرۡتُ بِمَا لَمۡ یَبۡصُرُوۡا بِهٖ فَقَبَضۡتُ قَبۡضَةً مِّنۡ اَثَرِ الرَّسُوۡلِ فَنَبَذۡتُهَا وَکَذٰلِكَ سَوَّلَتۡ لِیۡ نَفۡسِیۡ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا فَمَا خَطۡبُكَ چنانچہ کیا معاملہ ہے تیرا یٰسَامِرِیُّ اے سامری؟ قَالَ اس نے کہا بَصُرۡتُ میں نے دیکھا بِمَا اس چیز کو کہ لَمۡ یَبۡصُرُوۡا بِهٖ نہیں دیکھا تھا ان لوگوں نے اسے فَقَبَضۡتُ قَبۡضَةً پھر میں نے ایک مٹھی بھر لی مِّنۡ اَثَرِ الرَّسُوۡلِ رسول کے نقشِ قدم سے فَنَبَذۡتُهَا پھر میں نے اس کو پھینکا وَکَذٰلِكَ اور اسی طرح سَوَّلَتۡ مزین کیا تھا لِیۡ میرے لئے نَفۡسِیۡ میرے نفس نے

ترجمہ:۔ موسیٰ نے کہا: ''اچھا تو سامری! تجھے کیا ہوا تھا؟'' ۝ وہ بولا: ''میں نے ایک ایسی چیز دیکھ لی

تھی جو دوسروں کو نظر نہیں آئی تھی۔ اس لئے میں نے رسول (جبرئیل) کے نقشِ قدم سے ایک مٹھی اُٹھالی اور اُسے (بچھڑے پر) ڈال دیا اور میرے دل نے مجھے کچھ ایسا ہی سجھایا۔''

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے؟

۲۔ سامری نے کہا کہ مجھ کو ایسی چیز نظر آئی تھی جو اوروں کو نظر نہ آئی تھی۔

۳۔ پھر میں نے اس فرستادہ (فرشتہ) کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر خاک اٹھالی تھی۔

۴۔ میں نے وہ خاک اس بچھڑے کے اندر ڈال دی اور میرے جی کو یہی بات پسند آئی۔

وہ سامری جس نے بچھڑے کو معبود بنا کر بنی اسرائیل کو گمراہ کیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک طرف حضرت ہارون علیہ السلام پر غصہ تھا کہ انہوں نے اس گمراہی پر مواخذہ کیوں نہیں کیا اور کیوں ان کے پیچھے نہ آئے؟ دوسری طرف سامری پر غصہ تھا کہ اس نے کیوں گوسالہ پرستی کو رواج دیا؟ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کی خیریت دریافت کی اور سامری سے یوں مخاطب ہوئے فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے، تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ سامری نے یوں وضاحت کی بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ مجھ کو وہ چیز نظر آئی جو دوسروں کو نظر نہ آئی۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جس گھوڑے پر سوار ہو کر جس روز دریا سے پار اترے یا یہ کہ کوہ طور پر جانے کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دینے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تو اس وقت سامری نے ایک عجیب منظر دیکھا جس کو دوسروں نے نہیں دیکھا تھا، وہ یہ کہ جس جگہ پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کا قدم پڑتا تھا وہاں کی مٹی میں زندگی کے خاص اثرات ہوتے تھے۔ سامری نے اس بات پر غور کیا اور اس نے قدموں کے نشانات جن مقامات پر پڑتے تھے وہاں کی مٹی اٹھالی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سامری کے دل میں خود بخود یہ بات پیدا ہوئی کہ قدم کے نشانات کی اس مٹی کو جس چیز میں بھی ڈال کر کہا جائے کہ فلاں چیز بن جا تو وہ چیز بن جائے گی۔ بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ سامری نے گھوڑے کے نشانِ قدم کا یہ اثر دیکھا کہ جس جگہ قدم پڑتا وہیں سبزہ نمودار ہو جاتا تھا، جس سے سامری نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس مٹی میں زندگی کے آثار ہیں۔ چنانچہ سامری نے بنی اسرائیل کے ان زیورات کو جو وہ قبطی قوم سے عاریۃً لے آئے تھے ایک بچھڑے کی شکل بنا ڈالی۔ اللہ کی قدرت کہ اس بچھڑے میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے۔ بعض روایتوں میں یہ بات بھی موجود ہے کہ سامری نے اپنی شاطرانہ چال سے یہ تدبیر بھی کرلی تھی کہ اس نے حضرت ہارون علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ میرے حق میں یہ دعا کریں کہ جو میں چاہتا ہوں وہ ہو جائے۔ حضرت ہارون علیہ السلام اس کے نفاق اور مکر و فریب سے واقف نہ تھے، انہوں نے دعا کر دی۔ جب سامری نے وہ مٹی اس بچھڑے کی شکل والے زیورات میں ڈال دی تو اس میں زندگی کے

آ ثار پیدا ہوئے اور اس میں آ واز آ نے لگی۔اب سامری کو موقع مل گیا اور اس نے بنی اسرائیل کو یہ کہتے ہوئے گمراہ کر دیا کہ یہی تمہارا اور موسیٰ کا رب ہے جس کی تفصیل پچھلی آ یتوں میں آ چکی ہے۔

﴿درس نمبر ۱۲۸۶﴾ تو یہ کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا ﴿طٰہٰ ۹۷۔۹۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَالَ فَاذۡهَبۡ فَاِنَّ لَكَ فِى الۡحَيٰوةِ اَنۡ تَقُوۡلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوۡعِدًا لَّنۡ تُخۡلَفَهٗ ۚ وَانْظُرۡ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِىۡ ظَلۡتَ عَلَيۡهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنۡسِفَنَّهٗ فِى الۡيَمِّ نَسۡفًا ۝ اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِىۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَىۡءٍ عِلۡمًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا فَاذۡهَبۡ چنانچہ تو جا فَاِنَّ لَكَ پس بیشک تیرے لیے ہے فِى الۡحَيٰوةِ زندگی بھر اَنۡ تَقُوۡلَ کہ تو کہتا رہے لَا مِسَاسَ نہ ہاتھ لگانا وَاِنَّ لَكَ اور بلاشبہ تیرے لیے مَوۡعِدًا وعدے کا وقت ہے لَّنۡ تُخۡلَفَهٗ کہ ہرگز خلاف نہ کیا جائے گا تیرے حق میں اسے وَانْظُرۡ اور تو دیکھ اِلٰٓى اِلٰهِكَ اپنے معبود کی طرف الَّذِىۡ ظَلۡتَ وہ جو تو ہو گیا تھا عَلَيۡهِ اس پر عَاكِفًا جم کر بیٹھنے والا لَنُحَرِّقَنَّهٗ البتہ ہم اسے ضرور جلائیں گے ثُمَّ لَنَنۡسِفَنَّهٗ پھر ہم ضرور اس کو اڑائیں گے فِى الۡيَمِّ سمندر میں نَسۡفًا اڑانا اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ یقینا تمہارا معبود تو اللّٰهُ الَّذِىۡ وہ اللہ ہے کہ لَاۤ اِلٰهَ نہیں کوئی اور معبود اِلَّا هُوَ سوائے اس کے وَسِعَ اس نے گھیر رکھا ہے كُلَّ شَىۡءٍ ہر چیز کو عِلۡمًا اپنے علم سے

ترجمہ:۔ موسیٰ نے کہا: ''اچھا تو جا، اب زندگی بھر تیرا کام یہ ہوگا کہ تو لوگوں سے یہ کہا کرے گا کہ مجھے نہ چھونا اور (اس کے علاوہ) تیرے لئے ایک وعدے کا وقت مقرر ہے جو تجھ سے ٹلایا نہیں جا سکتا اور دیکھ اپنے اس (جھوٹے) معبود کو جس پر تو جما بیٹھا تھا! ہم اسے جلا ڈالیں گے اور پھر اس (کی راکھ) کو چورا چورا کر کے سمندر میں بکھیر دیں گے ۝ حقیقت میں تم سب کا معبود تو بس ایک ہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔اُس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا دور ہو جا، تیرے لیے زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو یہ کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا

۲۔تیرے لیے ایک اور وعدہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ہے جو تجھ سے ٹلنے والا نہیں۔

۳۔تو اپنے اس معبود باطل کو دیکھ جس کی عبادت پر تو جما ہوا بیٹھا تھا، ہم اس کو جلا دیں گے پھر اس کی راکھ کو دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے۔

۴۔بس تمہارا حقیقی معبود تو صرف اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔وہ اپنے علم سے تمام چیزوں کو احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا کہ سامری کو اتنے بڑے جرم کی سزا دی جائے۔ظاہر ہے کہ جب شرک ظلم عظیم ہے تو اس جرم کے مرتکب کو سزائے عظیم دینا بھی انصاف کا تقاضا تھا،اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک عجیب قسم کی سزا سامری کے لیے تجویز کی،وہ سزا یہ تھی جس کو اس آیت میں بیان کیا گیا: قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ حضرت موسی علیہ السلام نے کہا کہ دور ہوجا،اب تو تیری اس دنیوی زندگی میں یہ سزا تجویز کی گئی ہے کہ تو یہ کہتا پھرے گا ہاتھ نہ لگانا۔یہ ایک قسم کا حضرت موسی علیہ سلام کی طرف سامری کیلئے بائیکاٹ تھا۔سماجی بائیکاٹ کا سلسلہ مختلف زمانوں اور قوموں میں رہا ہے۔حضرت موسی علیہ السلام نے سامری کا بائیکاٹ اس طرح کیا کہ سارے لوگ اس سے جدا رہیں اور اپنے تعلقات منقطع کرلیں،کوئی شخص سامری کے پاس نہ جائے اور خود سامری کو بھی حکم دیا گیا تھا کہ کسی کو ہاتھ نہ لگائے اور زندگی بھر اسی طرح وحشی جانوروں کی طرح سب سے الگ رہے۔ہوسکتا ہے کہ یہ سزا ایک قانون کی شکل میں ہو جس پر سامری اور بنی اسرائیل کے سارے لوگ ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خود اس کی ذات میں اللہ تعالی کی قدرت سے کوئی ایسی بات پیدا کردی گئی ہو کہ نہ وہ دوسروں کو چھو سکے اور نہ کوئی دوسرا اس کو چھو سکے۔بعض روایتوں میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کی بددعاء سے اس میں یہ کیفیت پیدا ہوگئی تھی کہ اگر سامری کسی کو ہاتھ لگادے یا کوئی شخص سامری کو ہاتھ لگادے تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا،اس ڈر سے سامری سب سے الگ بھاگتا پھرتا تھا اور جب کسی کو قریب آتا دیکھتا تو دور سے پکارتا تھا کہ لَا مِسَاسَ کوئی مجھے نہ چھوئے۔

روح المعانی میں یہ بات بھی منقول ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے سامری کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا،مگر اللہ تعالی نے اس کی سخاوت اور لوگوں کے ساتھ اس کی ہمدردی اور خدمت کی وجہ سے قتل کی سزا سے منع فرمادیا۔یہ تو دنیوی سزا تھی جو سامری کے لئے مقرر کی گئی،اس کے علاوہ آخرت کی سزا کے سلسلہ میں مزید وضاحت یہاں یہ کی گئی کہ اے سامری! تیرے لیے اس سزا کے علاوہ ایک اور وعدہ حق تعالی کے عذاب کا ہے جو تجھ سے ٹلنے والا نہیں ہے،دنیا کی اس سزا کے علاوہ آخرت میں بھی تجھ پر عذاب ہوگا۔پھر حضرت موسی علیہ السلام اس بچھڑے کی جانب متوجہ ہوئے جس کو سامری نے معبود بنا رکھا تھا۔حضرت موسی علیہ السلام نے سامری سے کہا کہ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا تو اپنے اس باطل معبود کو دیکھ جس کی عبادت پر تو جما ہوا بیٹھا تھا،اب اس کا حشر یہ کریں گے کہ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ہم اس کو جلادیں گے ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا پھر اس کی راکھ کو دریا میں بکھیر کر بہادیں گے تاکہ اس کا نام ونشان ہی باقی نہ رہے۔چنانچہ اس کو جلاکر دریا میں اس کی راکھ کو بکھیر دیا گیا۔

﴿درس نمبر ۱۲۸۷﴾ ہم نے آپ کو ایک نصیحت نامہ دیا ہے ﴿طٰہٰ ۹۹۔۱۰۰۔۱۰۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ○ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ كَذٰلِكَ اسی طرح نَقُصُّ ہم بیان کرتے ہیں عَلَيْكَ آپ پر مِنْ اَنْبَآءِ کچھ خبریں مَا قَدْ سَبَقَ وہ جو پہلے گزر چکی ہیں وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ اور تحقیق ہم نے آپ کو دیا مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا اپنے پاس سے ذکر مَنْ اَعْرَضَ جس نے اعراض کیا عَنْهُ اس سے فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ تو بلاشبہ وہ اُٹھائے گا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا قیامت کے دن ایک بوجھ خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيْهِ اس میں وَسَآءَ اور بُرا ہوگا لَهُمْ ان کے لیے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن حِمْلًا بوجھ اُٹھانا

ترجمہ:۔ (اے پیغمبر!) ماضی میں جو حالات گزرے ہیں اُن میں سے کچھ واقعات ہم اسی طرح تم کو سناتے ہیں اور ہم نے تمہیں خاص اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ عطا کیا ہے ○ جو لوگ اس سے منہ موڑیں گے تو وہ قیامت کے دن بڑا بھاری بوجھ لادے ہوں گے ○ جس (کے عذاب) میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور قیامت کے دن اُن کے لئے یہ بدترین بوجھ ہوگا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اسی طرح ہم آپ سے واقعاتِ گذشتہ کی خبریں بھی بیان کرتے رہتے ہیں۔

۲۔ ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے۔

۳۔ جو لوگ اس سے روگردانی کریں گے وہ قیامت کے روز بڑا بھاری بوجھ لادے ہونگے۔

۴۔ وہ اس عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے روز ان کے لیے بڑا بوجھ ہوگا۔

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی برسوں پہلے گزری ہوئی قوموں اور نبیوں کے بہت ہی اہم ترین واقعات، حکایات اور خبریں بتلائی گئیں۔ ظاہر بات ہے کہ گزشتہ زمانے کی خبروں سے لوگ واقف نہیں تھے، اس لیے کہ آج کی طرح تاریخی واقعات کو محفوظ رکھنے کے وسائل اس زمانے میں موجود نہیں تھے اور اسباب کے نہ ہونے کے باوجود ہزاروں برس پہلے کے گزرے واقعات کا بیان کرنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی ایک مضبوط دلیل تھی۔ اللہ تعالی نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی دلیل کا تذکرہ اس آیت میں فرمایا ہے كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ اسی طرح ہم آپ سے گزشتہ کی خبریں بیان کرتے ہیں۔ سورہ

اعراف کی آیت نمبر ۱۰۱ میں بھی یہی بات دوسرے الفاظ میں بیان کی گئی ہے تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ان بستیوں کے کچھ کچھ قصے ہم آپ سے بیان کررہے ہیں۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۰۰ میں یوں کہا گیا ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ بستیوں کی یہ بعض خبریں ہم آپ کے سامنے بیان فرمارہے ہیں۔ سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۳ میں یوں کہا گیا کہ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ہم آپ کے سامنے بہترین بیان پیش کرتے ہیں اس وجہ سے کہ ہم نے آپ کی جانب یہ قرآن وحی کے ذریعہ نازل کیا ہے۔

دوسری بات اس آیت میں یہ بیان کی گئی کہ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے۔ قرآن مجید صرف کتابِ تلاوت نہیں کہ صرف قرآن مجید کو ایک وظیفہ کے طور پر پڑھ لیا جائے بلکہ اس کتاب کی تلاوت کی جس قدر اہمیت، فضیلت اور عظمت ہے اسی قدر اس کتاب کو کتابِ ہدایت تصور کرتے ہوئے اس کو ایک نصیحت نامہ تسلیم کیا جائے اور اس کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی کو بامقصد بنایا جائے۔ قرآن مجید ایک نصیحت نامہ ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۸ میں یوں کہا گیا ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ بس یہ جسے ہم تیرے سامنے پڑھ رہے ہیں آیتیں ہیں اور حکمت والی نصیحت ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۲ میں قرآن مجید کو مومنوں کے لیے نصیحت نامہ قرار دیا گیا وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔

دوسری آیت میں یہ حقیقت بھی بتلائی گئی کہ جو لوگ اس قرآن مجید سے منہ موڑتے ہیں وہ قیامت کے روز بڑا بھاری بوجھ لادے ہوں گے۔ قرآن مجید اس لیے نہیں اتاری گئی کہ اس سے لاپرواہی برتی جائے، اس سے پیٹھ پھیر لی جائے، اس کی ناقدری کی جائے۔ یہ وہ کتاب ہے جو انسان کو اس کے مقصد سے آگاہ کرتی ہے۔ انسان کو زندگی گزارنے کا راستہ مقرر کرتی ہے اور اس کو راہ نجات بتلاتی ہے۔ جن لوگوں نے اس کتاب سے اعراض کیا اور منہ موڑ لیا ان کا انجام یہ ہوگا کہ قیامت کے دن وہ بڑے بھاری بوجھ کے ساتھ حاضر ہوں گے۔ سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۵۷ میں اس شخص کیلئے جو رب ذوالجلال کی آیتوں سے منہ موڑ لے یہ وعید بیان کی گئی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے وہ پھر بھی منہ موڑے رہے اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھا ہے اسے بھول جائے، بے شک ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں گرانی ہے۔ سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۲۲ میں کہا گیا:
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے نصیحت کی گئی پھر بھی اس نے ان سے منہ پھیر لیا، یقین مانو کہ ہم بھی گنہگاروں سے انتقام لینے والے ہیں۔

جس روز صور میں پھونک ماری جائے گی

﴿درس نمبر ۱۲۸۸﴾ ﴿طٰہٰ ۱۰۲۔۱۰۳۔۱۰۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا O یَّتَخَافَتُوْنَ بَیْنَہُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا O نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُہُمْ طَرِیْقَۃً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ یَّوْمَ جس دن یُنْفَخُ پھونک ماری جائے گی فِی الصُّوْرِ صور میں وَنَحْشُرُ اور ہم اکٹھا کریں گے الْمُجْرِمِیْنَ مجرموں کو یَوْمَئِذٍ اس دن زُرْقًا اس حال میں کہ وہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے یَّتَخَافَتُوْنَ وہ چپکے چپکے کہتے ہوں گے بَیْنَہُمْ آپس میں اِنْ لَّبِثْتُمْ تم نہیں ٹھہرے اِلَّا عَشْرًا مگر صرف دس دن نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں بِمَا اس کو جو کچھ یَقُوْلُوْنَ وہ کہیں گے اِذْ یَقُوْلُ جس وقت کہے گا اَمْثَلُہُمْ ان کا بہترین طَرِیْقَۃً باعتبار رائے کے اِنْ لَّبِثْتُمْ کہ نہیں ٹھہرے تم اِلَّا یَوْمًا مگر ایک ہی دن

ترجمہ:۔ جس دن صور پھونکا جائے گا اور اُس دن ہم سارے مجرموں کو گھیر کر اس طرح جمع کریں گے کہ وہ نیلے پڑے ہوں گے O آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہوں گے کہ تم (قبروں میں یا دنیا میں) دس دن سے زیادہ نہیں ٹھہرے O جس بارے میں وہ باتیں کریں گے اُس کی حقیقت ہمیں خوب معلوم ہے، جبکہ ان میں سے جس کا طریقہ سب سے بہتر ہوگا وہ کہے گا کہ تم ایک دن سے زیادہ نہیں ٹھہرے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ جس روز صور میں پھونک ماری جائے گی۔

۲۔ ہم اس روز مجرم لوگوں کو اس حالت سے جمع کریں گے کہ آنکھوں سے کرنجے ہونگے۔

۳۔ چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے ہونگے اور کہتے ہوں گے کہ تم لوگ قبروں میں صرف دس روز رہے ہوں گے

۴۔ جس مدت کی نسبت وہ بات چیت کریں گے اس کو ہم خوب جانتے ہیں۔

۵۔ جبکہ ان سب میں کا زیادہ صاحب الرائے یوں کہتا ہوگا کہ نہیں تم تو ایک ہی روز قبر میں رہے ہو۔

جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن صور میں پھونک ماری جائے گی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک دیہاتی نے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ صور کیا چیز ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔ مراد یہ ہے کہ سینگ کی طرح کی کوئی چیز ہے جس میں فرشتہ کے پھونک مارنے کا پوری دنیا پر یہ اثر ہوگا کے مردے زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے۔ اس صور کی اصل حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد بار صور سے متعلق آگاہ کیا گیا ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۷۳ میں

یوں کہا گیا کہ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ اور ساری حکومت خاص اسی کی ہوگی جبکہ صور میں پھونک ماری جائے گی۔ سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۹۹ میں یوں کہا گیا: وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا اس دن ہم انہیں آپس میں ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوتے ہوئے چھوڑ دیں گے اور صور پھونک دیا جائے گا، پس سب کو اکٹھا کر کے ہم جمع کرلیں گے۔ سورۂ نمل کی آیت نمبر ۸۷ میں یوں کہا گیا وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ جس دن صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب آسمان والے اور زمین والے گھبرا اٹھیں گے، مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔

قیامت کے دن کافروں کو میدانِ قیامت میں اس حالت میں جمع کیا جائے گا کہ وہ کافر نہایت ہی بدصورت ہوں گے کہ آنکھوں سے کرنجے ہوں گے، جو آنکھوں کا بدترین رنگ شمار ہوتا ہے، یعنی ان کی آنکھیں نیلی ہونگی۔ اس دن کافر آپس میں آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے ہوں گے اور ایک دوسرے سے کہہ رہے ہوں گے کہ تم لوگ قبروں میں صرف اور صرف دس روز رہے ہوں گے۔ ان کی اس گفتگو کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم تو دنیا میں یوں سمجھتے تھے کہ ہم کو تو پھر زندہ ہی نہیں ہونا ہے، ہمارا گمان تو بالکل غلط نکلا، ہم تو قبروں سے بہت جلد ہی زندہ ہو کر نکل گئے اور ہم تو بس قبروں میں صرف دس دن ہی رہے۔ قیامت کے دن کی ہولناک پریشانی اور اس دن کی لمبائی کی وجہ سے انہیں قبروں میں رہنے کی مدت کم نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم کو زیادہ بہتر طور پر معلوم ہے کہ وہ کس قدر قبروں میں رہے ہیں؟ جبکہ ان سب میں کا زیادہ عقلمند اور صاحب الرائے یوں کہتا ہوگا کہ نہیں! ہم تو بس ایک روز قبر میں رہے ہوں گے۔ اگرچہ کہ اس شخص کا اندازہ بھی کوئی صحیح اندازہ نہیں، اس لیے کہ وہ لوگ تو اصل میں زیادہ مدت قبر میں رہے تھے۔ قیامت کی ہولناکی میں وہ اندازہ ہی بھول گئے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۴۵ میں بھی یہ مضمون اس طرح ہے: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ اور ان کو وہ دن یاد دلائیے جس میں اللہ ان کو اپنے حضور جمع کرے گا تو ان کو ایسا محسوس ہوگا کہ گویا وہ دنیا میں سارے دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچاننے کو ٹھہرے ہوں۔

﴿درس نمبر ۱۲۸۹﴾ قیامت کے دن پہاڑوں کا کیا ہوگا؟ ﴿طٰہٰ ۱۰۵۔۱۰۶۔۱۰۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ اور آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الْجِبَالِ پہاڑوں کی بابت فَقُلْ تو آپ

کہہ دیجئے يَنسِفُهَا ان کو اڑا دے گا رَبِّيْ میرا رب نَسْفًا اڑا دینا فَيَذَرُهَا پھر وہ اس کو کر چھوڑے گا قَاعًا صَفْصَفًا چٹیل میدان لَّا تَرٰى آپ نہ دیکھیں گے فِيْهَا عِوَجًا اس میں کوئی کجی وَّلَآ اَمْتًا اور نہ کوئی ٹیلہ

ترجمہ:۔ اور لوگ تم سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں (کہ قیامت میں ان کا کیا بنے گا؟) جواب میں کہہ دو کہ میرا پروردگار ان کو ڈھول کی طرح اُڑا دے گا O اور زمین کو ایسا ہموار چٹیل میدان بنا کر چھوڑے گا O کہ اس میں تمہیں نہ کوئی بل نظر آئے گا نہ کوئی اُبھار۔

تشریح :ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں؟

۱۔لوگ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ قیامت کے دن ان پہاڑوں کا کیا حال ہوگا؟

۲۔زمین کو وہ ہموار چٹیل میدان بنا کر چھوڑ دے گا

۳۔اس میں تمہیں نہ کوئی بل نظر آئے گا اور نہ کوئی ابھار

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی ثقیف کے ایک شخص نے رسول رحمت ﷺ سے دریافت کیا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو پہاڑوں کا کیا حال ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی کہ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ لوگ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ان پہاڑوں کا کیا حال ہوگا ؟ اللہ تعالیٰ نے جواب یوں دیا کہ قیامت کے دن ان بلند و بالا پہاڑوں کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی ان پہاڑوں کے بلند اور سخت ہونے اور ان کے اس قدر پھیلے ہوئے ہونے کے باوجود قیامت کے دن یہ سارے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور ان کی ساری حیثیت ختم ہوجائے گی، قرآن مجید کی متعدد آیات میں قیامت کے دن ان پہاڑوں کی ہونے والی حالت کو مختلف انداز میں ظاہر کیا گیا ہے سورۃ النمل کی آیت نمبر ۸۸ میں یوں کہا گیا: وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ اِنَّهٗ خَبِيْرٌ بِمَا تَفْعَلُوْن اور آپ پہاڑوں کو دیکھ کر اپنی جگہ جمے ہوئے خیال کرتے ہیں یہ پہاڑ بھی بادل کی طرح اڑے پھریں گے، یعنی قیامت کے دن یہ پہاڑ بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ سورۃ المزمل کی آیت نمبر ۱۴ میں کہا گیا: يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا جس دن زمین اور پہاڑ تھرتھرا جائیں گے اور یہ پہاڑ بھربھری ریت کے ٹیلوں کی طرح ہوجائیں گے یعنی مضبوط پتھروں سے لدے پہاڑوں کی حالت قیامت کے دن ریت کے ٹیلوں کی طرح ہوجائے گی اور جس طرح ریت اڑتی ہے یہ پہاڑ بھی اڑیں گے۔ سورۃ المعارج کی آیت نمبر ۹ میں کہا گیا کہ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہوجائیں گے۔ سورۃ الحاقہ کی آیت نمبر ۱۴ میں کہا گیا: وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً اور زمین اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے۔ سورۃ الطور کی آیت نمبر ۱۰ میں یوں کہا گیا: وَتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا اور پہاڑ چلنے

پھرنے لگیں گے۔سورۃ القارعہ کی آیت نمبر ۵ میں کہا گیا وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ اور پہاڑ دھنے ہوئے رنگین اون کی طرح ہوجائیں گے۔ یہ تو پہاڑوں کی حالت ہوگی اور زمین کے بارے میں یہ حقیقت بتلائی گئی کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس حال میں کردے گا کہ وہ بالکل ہموار ہوگی جس طرح آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ زمین میں نشیب و فراز ہے، پہاڑ اور وادیاں ہیں قیامت کے دن نہ پہاڑ ہوں گے اور نہ وادیاں ہوں گی، نہ پستی ہوگی اور نہ بلندی ہوگی بلکہ پوری زمین مسطح یعنی ہموار ہوگی۔ نہ زمین میں کہیں گہرائی نظر آئے گی اور نہ کوئی جگہ اٹھی ہوئی نظر آئے گی' نہ کہیں نباتات نظر آئیں گے اور نہ کوئی عمارتیں نظر آئیں گی' ان ساری چیزوں کا وجود ہی ختم ہوجائے گا۔سورۃ الانشقاق کی آیت نمبر ۳۔۴ میں کہا گیا: وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ اور جب زمین کھینچ کر پھیلادی جائے گی اور اس میں جو ہے اسے وہ اگل دے گی اور خالی ہوجائے گی۔

﴿درس نمبر ۱۲۹۰﴾ قیامت کے دن سب ایک پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے ﴿طٰہٰ ۱۰۸۔۱۰۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ○ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ يَوْمَئِذٍ اس دن يَّتَّبِعُوْنَ وہ پیچھے چلیں گے الدَّاعِيَ بلانے والے کے لَا عِوَجَ کوئی کجی نہیں ہوگی لَهٗ اس کے لیے وَخَشَعَتِ اور پست ہوجائیں گی الْاَصْوَاتُ سب آوازیں لِلرَّحْمٰنِ رحمن کے سامنے فَلَا تَسْمَعُ چنانچہ آپ نہیں سنیں گے اِلَّا هَمْسًا سوائے آہٹ کے يَوْمَئِذٍ اس دن لَّا تَنْفَعُ نفع نہیں دے گی الشَّفَاعَةُ کوئی سفارش اِلَّا مَنْ مگر اس شخص کی کہ اَذِنَ لَهُ اجازت دے گا اسے الرَّحْمٰنُ رحمن وَرَضِيَ اور پسند کرلے گا لَهٗ قَوْلًا اس کے لیے بات کرنا

ترجمہ:۔ اُس دن سب کے سب منادی کے پیچھے اس طرح چلے آئیں گے کہ اُس کے سامنے کوئی ٹیڑھ نہیں دکھا سکیں گے اور ربّ رحمن کے آگے تمام آوازیں دَب کر رہ جائیں گی، چنانچہ تمہیں پاؤں کی سرسراہٹ کے سوا کچھ سنائی نہیں دے گا ○ اُس دن کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی، سوائے اُس شخص (کی سفارش) کے جسے ربّ رحمن نے اجازت دے دی ہو اور جس کے بولنے پر وہ راضی ہو۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ قیامت کے دن سب کے سب ایک پکارنے والے کے پیچھے چلے آئیں گے

۲۔ اس طرح کہ اس کے سامنے کوئی ٹیڑھ نہیں دکھا سکیں گے

۳۔اللہ تعالیٰ کے سامنے ساری آوازیں دب کر رہ جائیں گے

۴۔ چنانچہ اس دن تمہیں پاوں کی سرسراہٹ کے سوا کچھ بھی سنائی نہیں دے گا

۵۔قیامت کے دن کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی۔

۶۔سوائے اس شخص کی سفارش کے جسے رب رحمان نے اجازت دے دی ہو اور جس کے بولنے پر اللہ راضی ہو۔

جب قیامت قائم ہوگی تو دنیا جہاں کے سارے ہی لوگ ایک بلانے والے کی آواز کی طرف چل پڑیں گے اور اس بلانے والے کی آواز کے خلاف کوئی بھی شخص دوسری راہ اختیار نہیں کر سکے گا ہر شخص کو اس ایک آواز ہی کی طرف چلنا ہوگا اور میدان محشر میں جمع ہونا پڑے گا۔صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں کہ الداعی یعنی بلانے والے سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جب حضرت اسرافیل علیہ السلام دوسری مرتبہ صور پھونکیں گے تو صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے ہوکر یوں آوازدیں گے اَيَّتُهَا الْعِظَامُ الْبَالِيَه وَالْجُلُوْدُ الْمُتَمَزِّقَةُ وَاللُّحُوْمُ الْمُتَفَرِّقَةُ هَلُمُّوْا اِلَى الرَّحْمٰنِ فَيَقُوْلُوْنَ مِنْ كُلِّ صَوْتٍ اِلٰى صَوْتِهٖ اے گلی ہوئی ہڈیو! اے ٹکڑے بنے ہوئے چمڑو! اور الگ الگ ہوتے ہوئے گوشو! چلے آؤ رحمن کی طرف تمہاری پیشی ہوگی' یہ اعلان سن کر ہر طرف سے سب لوگ اس کی آواز کی طرف چل دیں گے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام جب صور پھونک دیں گے تو ان کی آواز سے ہٹ کر لوگ نہ دائیں جائیں گے اور نہ بائیں جائیں اور نہ ہی جاسکیں گے بلکہ جلدی جلدی اس آواز کا اتباع کریں گے حضرت اسرافیل علیہ السلام کی اس آواز سے منہ موڑنے کا کسی کو اختیار نہیں رہے گا۔سورۂ قمر کی آیت نمبر ۸ میں بھی یہ بات کہی گئی مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ کہ لوگ پکارنے والے کی طرف دوڑتے ہوں گے ' يَقُوْلُ الْكَافِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ کافر کہیں گے یہ دن تو بہت سخت ہے۔

قیامت کے دن کی حالت بیان کرتے ہوئے یہ بات بھی کہی جارہی ہے کہ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْساً اور رحمان کے لئے آوازیں پست ہوجائیں گی اے مخاطب! تو ھَمْس کے سوا کچھ بھی نہیں سنے گا عربی زبان میں هَمْس بہت ہلکی آواز کو کہتے ہیں اور اونٹوں کے چلنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے بھی هَمْس کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے دن دنیا جہاں کے سارے لوگ اربوں اور کھربوں کی تعداد میں ہوں گے۔اس قدر تعداد میں ہونے کے باوجود کسی میں یہ ہمت نہیں ہوگی کہ آواز کرسکیں' اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے کسی کو دم مارنے کی ہمت نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو سننے کیلئے سارے لوگ دم بخود ہوجائیں گے اور ایک دم خاموشی اور سناٹا چھا جائے گا۔صرف محشر کی جانب قدموں سے چلنے کی ہلکی سی آہٹ ہی رہے گی۔

قیامت کے دن کی ایک اور حالت یہ بیان کی جارہی ہے کہ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ

لَهُ الرَّحْمٰنُ اس دن کسی بھی سفارش اور شفاعت کرنے والے کی سفارش اور شفاعت نفع نہیں دے گی ہاں! جس شخص کو سفارش کرنے کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی اور جس کی شفاعت پر اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے وہی سفارش کرسکیں گے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی دنیا اور آخرت دونوں میں مخلوق کے خالق و مالک ہیں جن کے ہاتھ میں ہر قسم کا اختیار ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۵ میں سوالیہ انداز میں یہی بات اس طرح کہی گئی مَن ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهُٓ إِلاَّ بِإِذْنِهِ کون ہے جو اس رب ذوالجلال کی بارگاہ میں سفارش کرے مگر اس کی اجازت سے؟ سفارش کے بارے میں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سفارش کرنے کی اجازت نہ ہی ہر ایک کو ہوگی اور ہر ایک کے لئے سفارش بھی نہیں کی جاسکے گی اللہ تعالیٰ جس کے بارے میں سفارش کرنا چاہیں گے اس کی سفارش کی جاسکے گی اور اللہ تعالیٰ جس کو سفارش کا حق دیں گے وہی سفارش کرسکے گا۔

سورۂ نجم کی آیت نمبر ۲۶ میں بھی یہ بات کہی گئی وَ کَم مِّن مَّلَكٍ فِی السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْئاً إِلَّا مِن بَعْدِ أَن یَأْذَنَ اللهُ لِمَن یَشَاءُ وَیَرْضٰی اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی جانب سے جن کے لئے چاہے اجازت دے دے سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۲۸ میں کہا گیا وَلَا یَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَهُم مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُونَ وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو وہ خود اللہ کی ہیبت سے لرزاں و ترساں ہیں۔

﴿درس نمبر۱۲۹۱﴾ قیامت کے دن سارے چہرے اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہوں گے ﴿طٰهٰ ۱۱۰۔۱۱۱۔۱۱۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۞ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۞ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ:- یَعْلَمُ وہ جانتا ہے مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ جو کچھ ان کے سامنے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وَلَا یُحِیْطُوْنَ اور لوگ احاطہ نہیں کرسکتے بِهٖ اس کا عِلْمًا اپنے علم سے وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ اور جھک جائیں گے چہرے لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والے کیلئے وَقَدْ خَابَ اور تحقیق ناکام ہوا مَنْ وہ شخص جس نے حَمَلَ بوجھ اُٹھایا ظُلْمًا ظلم کا وَمَنْ اور جو شخص یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ نیک عمل کرے گا وَهُوَ مُؤْمِنٌ جبکہ وہ مومن ہو فَلَا یَخٰفُ تو وہ نہیں ڈرے گا ظُلْمًا ناانصافی سے وَّلَا هَضْمًا اور نہ حق تلفی سے

ترجمہ:۔ وہ لوگوں کی ساری اگلی پچھلی باتوں کو جانتا ہے اور وہ اُس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے O اور سارے کے سارے چہرے حی و قیوم کے آگے جھکے ہوں گے اور جو کوئی ظلم کا بوجھ لاد کر لایا ہوگا نامراد ہوگا O اور جس نے نیک عمل کئے ہوں گے جبکہ وہ مومن بھی ہو تو اُسے نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا، نہ کسی حق تلفی کا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی ساری اگلی پچھلی باتوں کو جانتا ہے ۲۔ وہ اللہ کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے

۳۔ سارے کے سارے چہرے حی و قیوم کے آگے جھکے ہوں گے

۴۔ جو کوئی ظلم کا بوجھ لاد کر لایا ہوگا نامراد ہوگا

۵۔ جس نے نیک عمل کئے ہوں گے جبکہ وہ مومن بھی ہو تو اسے نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا اور نہ کسی حق تلفی کا

قرآن مجید میں بارہا یہ حقیقت بتلائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی اگلی پچھلی ساری ہی باتوں کو جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے دنیا جہاں کی ساری چھوٹی بڑی چیزوں کو اپنے علم کے احاطہ میں لے رکھی ہے لیکن کسی کی مجال نہیں کہ اللہ کے علم کا کوئی احاطہ کر سکے، لوگوں کے سامنے کی چیزوں سے بھی اللہ تعالیٰ واقف ہے اور ان کی پیچھے کی چیزوں سے بھی اللہ تعالیٰ واقف ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ان امور سے بھی باخبر ہے جن کا تعلق قیامت اور اس کی ہولناکیوں سے ہے اور ان امور سے بھی واقف ہے جن کا تعلق دنیوی امور سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم دنیا جہاں کی ساری مخلوقات کو اپنے احاطہ میں لیا ہوا ہے اور اس کے مقابلہ میں مخلوق کے جتنے بھی علوم ہیں ان علوم میں اس قدر وسعت نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کے صفات اور اس کی معلومات کا احاطہ کر سکیں۔

قیامت کے دن کسی بھی انس و جن یا کسی بھی مخلوق میں اتنی جرأت و ہمت نہیں ہوگی کہ وہ رب ذوالجلال کے سامنے نظریں اٹھا سکے۔ رب ذوالجلال کی ہیبت اور اس کی آن بان اور شان اس قدر اعلیٰ و بالا ہوگی کہ سارے انسانوں کے چہرے اس حی و قیوم پروردگار کے سامنے جھکے ہوئے ہوں گے۔

ساری مخلوقات اپنے آپ کو رب ذوالجلال کے حوالے کئے ہوئے ہوں گی اور اس اللہ کے سامنے اپنے آپ کو سپرد کرنے پر مجبور ہوں گی جو ایسا جبار و قھار ہے جس کے قریب موت آ ہی نہیں سکتی اور جو ایسا قیوم ہے کہ نیند اور اونگھ کا تصور اس ذات سے نہیں کیا جا سکتا وہ ایسا رب ہے جو اپنی مخلوق کے تمام امور کی تدبیروں پر قائم ہے۔

اس کے بعد یہ حقیقت بھی بیان کی جا رہی ہے کہ جو کوئی اس دنیا میں شرک جیسا بھاری ظلم کرے گا اور اس شرک کے علاوہ دوسری کسی بھی شکل میں زیادتی کرے گا وہ قیامت کے دن اس ظلم کا بوجھ اپنے اوپر لادے ہوئے ہوگا اور جو بھی ایسے ظلم کا بوجھ لاد کر قیامت کے دن آئے گا وہ انتہائی خسارہ اور نقصان میں ہوگا دنیا میں شرک یا کفر یا بندوں پر کئے گئے ظلم کا پورا پورا بدلہ کل قیامت کے دن ہوگا۔

ایمان کے ساتھ نیک اعمال کا حسن انجام بیان کیا جارہا ہے کہ وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْماً وَلَا هَضْماً جس کسی شخص نے مومن ہونے کی حالت میں اچھے عمل کئے ایسے خوش نصیب شخص کو کسی بھی طرح کے ظلم کا اور کسی بھی طرح کی کمی کا اندیشہ نہیں ہوگا' جس طرح ظالموں کی ناکامی پکی اور یقینی ہے اسی طرح ایمان کی حالت میں نیک کام کرنے والوں کی کامیابی بھی پکی ہے۔ قرآن مجید کی بیسیوں آیتوں میں ایمان کے ساتھ نیک اعمال کرنے والوں کو مختلف انداز میں خوشخبری دی گئی ہے۔ سورۃ بقرہ میں آیت نمبر ۲۵ میں کہا گیا :وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ان کو خوشخبری دے دو کہ ان کے لئے ایسے باغات (تیار) ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جب کبھی انکو ان (باغات) میں سے کوئی پھل رزق کے طور پر دیا جائے گا تو وہ کہیں گے" یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے بھی دیا گیا تھا" اور انہیں وہ رزق ایسا ہی دیا جائے گا جو دیکھنے میں ملتا جلتا ہوگا اور ان کے لئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان (باغات) میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور آیت نمبر ۸۲ میں کہا گیا وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُون اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں تو وہ جنت کے باسی ہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ آیت نمبر ۲۷۷ میں کہا گیا إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُواْ الصَّلٰوةَ وَآتَوُاْ الزَّكٰوةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْنَ (ہاں) وہ لوگ جو ایمان لائیں، نیک عمل کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں وہ اپنے رب کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہوں گے؛ نہ انہیں کوئی خوف لاحق ہوگا، نہ کوئی غم پہنچے گا۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۵۷ میں کہا گیا وَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيْهِمْ أُجُورَهُمْ وَاللّٰهُ لاَ يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ البتہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ان کو اللہ ان کا پورا پورا ثواب دے گا، اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۹ میں کہا گیا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيْمٌ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ (آخرت میں) ان کو مغفرت اور زبردست ثواب حاصل ہوگا۔

﴿درس نمبر ۱۲۹۲﴾ ہم نے اس قرآن میں طرح طرح کی وعیدیں بیان کی ہیں ﴿طٰہٰ ۱۱۳۔۱۱۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ○ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اس کو نازل کیا قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا قرآن عربی وَّصَرَّفْنَا اور ہم نے پھیر پھیر کر بیان کیں فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ اس میں وعیدیں لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ تا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں اَوْ یُحْدِثُ یا پیدا کردے لَهُمْ ذِكْرًا نصیحت ان کیلئے فَتَعٰلَى چنانچہ بلند تر ہے اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ اللہ بادشاہ برحق وَلَا تَعْجَلْ اور آپ جلدی نہ کریں بِالْقُرْاٰنِ قرآن میں مِنْ قَبْلِ اس سے پہلے اَنْ یُّقْضٰٓى کہ پوری کی جائے اِلَیْكَ آپ کی طرف وَحْیُهٗ اس کی وحی وَقُلْ اور کہیں رَّبِّ اے میرے رب! زِدْنِیْ مجھے زیادہ کر عِلْمًا علم میں

ترجمہ:۔ اور ہم نے اسی طرح یہ وحی ایک عربی قرآن کی شکل میں نازل کی ہے اور اُس میں تنبیہات کو طرح طرح سے بیان کیا ہے تا کہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں یا یہ قرآن اُن میں کچھ سوچ سمجھ پیدا کرے ○ ایسی ہی اُونچی شان ہے اللہ کی جو سلطنت کا حقیقی مالک ہے اور (اے پیغمبر!) جب قرآن وحی کے ذریعے نازل ہو رہا ہو تو اُس کے مکمل ہونے سے پہلے قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کرو اور یہ دُعا کرتے رہا کرو کہ: ''میرے پروردگار! مجھے علم میں اور ترقی عطا فرما۔''

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے اسی طرح یہ وحی ایک عربی قرآن کی شکل میں نازل کی ہے۔
۲۔ اس میں طرح طرح سے وعیدیں ہم نے بیان کی ہیں۔ ۳۔ تا کہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں
۴۔ یا یہ قرآن مجید ان میں کچھ سوچ سمجھ پیدا کرے
۵۔ ایسی ہی اونچی شان ہے اللہ کی جو سلطنت کا حقیقی مالک ہے
۶۔ اے پیغمبر! جب قرآن مجید وحی کے ذریعہ نازل ہو رہا ہو تو اس کے مکمل ہونے سے پہلے قرآن مجید پڑھنے میں جلدی نہ کیا کرو۔
۷۔ یہ دعا کرتے رہا کرو کہ میرے پروردگار! مجھے علم میں اور ترقی عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری آفاقی کتاب قرآن مجید کے نزول کے لئے عربی زبان کا انتخاب کیا، عربی زبان کو یہ انمول اعزاز حاصل ہوا کہ اس زبان میں نازل ہوئی ہے جو ہر چیز کو صاف صاف طور پر آگاہ کرتی ہے' عربی زبان میں یہ قرآن اس لئے نازل کی گئی تا کہ پہلے اہل عرب اس کو سمجھیں اس لئے کہ قرآن مجید مکہ اور مدینہ کی سرزمین میں زیادہ تر نازل ہوئی اور یہاں کے رہنے والے عربی زبان سے واقف تھے۔

دوسری بات یہ بیان کی گئی کہ اس قرآن مجید میں وعیدیں بیان کی گئی ہیں اور ان وعیدوں کا مقصد

بندوں کو متنبہ کرنا اور ڈرانا ہے تا کہ وہ ان وعیدوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور نافرمانیوں سے بچیں، اس طرح اللہ کے عذاب اور عقاب سے بچے رہیں یا ان وعیدوں کی وجہ سے ان کے دلوں میں عبرت اور نصیحت کا سامان پیدا ہو اور نیکی کے کاموں کے کرنے کیلئے ان کے دل راغب اور مائل ہوں اور اس قرآن کے ذریعہ سے ان میں کچھ سمجھ بوجھ پیدا ہو اور سمجھتے سمجھتے آگے بڑھیں اور کفر سے نکل کر ایمان کے دائرہ میں داخل ہو جائیں۔

جس رب ذوالجلال نے اپنا یہ کلام قرآن مجید کی شکل میں نازل کیا ہے اس کلام پر ایمان لانا فرض ہے۔ اگر کوئی شخص اس کتاب پر ایمان نہیں لائے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ کا کیا نقصان ہوگا؟ اللہ تعالیٰ تو کسی کے ایمان کا محتاج نہیں ہے وہ رب ذوالجلال تو حقیقی بادشاہ ہے اور برحق بادشاہ ہے وہ بھی حق ہے اس کا کلام بھی حق ہے۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ۔

قرآن مجید جب جب نازل ہوتا تھا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام پڑھتے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رسول رحمت ﷺ بھی پڑھتے تھے اور اس قرآن کے بھول جانے سے خوف کرتے تھے جس سے رسولِ رحمت ﷺ تھک بھی جاتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسول رحمت ﷺ کو یہ ہدایت دی کہ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُه آپ قرآن میں اس سے پہلے جلدی نہ کیجئے کہ اس کی وحی پوری کردی جائے۔ یعنی جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کے ساتھ جلدی جلدی مت پڑھئے بلکہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام پڑھ کر فارغ ہو جائیں تو پھر آپ پڑھئے۔ سورۂ قیامہ کی آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹ میں بھی یہی مضمون یوں بیان کیا گیا ہے: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ○ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ○ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ۔ اے پیغمبر! آپ قرآن مجید کے نازل ہونے کے وقت اپنی زبان ہلایا مت کیجئے تا کہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں ہمارے ذمہ اس کا جمع کرنا ہے اور اس کا پڑھوا دینا بھی ہے تو جب ہم اس کو پڑھنے لگا کریں تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجئے پھر اس کا بیان کرا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے ہماری طرف سے وحی آئے تو آپ پہلے دھیان سے سنئے اور دہرانے میں جلدی نہ کیجئے۔ اس میں ہدایت بھی ہے اور تسلی بھی کہ آپ اس سلسلہ میں مشقت نہ اٹھائیں۔ اس کے بعد رسول رحمت ﷺ کو ایک دعا سکھائی جارہی ہے جس کا تعلق علم سے ہے کہ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا پیغمبر! آپ یوں کہئے کہ اے میرے رب! میرا علم اور بڑھا دیجئے۔ یعنی آپ اللہ تعالیٰ سے مزید وحی کے آنے کا بھی سوال کیجئے کہ یہ سلسلہ چلتا رہے اور علم میں اضافہ ہوتا رہے اور آسمان کا زمین سے اور خالق کا مخلوق سے رشتہ بڑھتا رہے، اور علوم و معارف اور قرآن مجید کے اسرار و رموز بھی مزید بتلائیے اور ایسے علوم عطا فرمائیے جن سے اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو۔

اس دعا سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ ہم کو بھی چاہیے کہ نبی کی اتباع میں ہم بھی اللہ تعالیٰ سے علم میں اضافہ کی دعا

کرتے رہیں اور اس سے بڑھ کر دعاء کیا ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائی ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما۔

﴿درس نمبر ۱۲۹۳﴾ حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہوگئی ﴿طٰہٰ ۱۱۵۔۱۱۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۝ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق عَهِدْنَآ ہم نے عہد لیا اِلٰٓى اٰدَمَ آدم سے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَنَسِيَ پھر وہ بھول گیا وَلَمْ نَجِدْ اور ہم نے نہ پائی لَهٗ اس میں عَزْمًا ارادے کی پختگی وَاِذْ اور جب قُلْنَا ہم نے کہا لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں سے اسْجُدُوْا تم سجدہ کرو لِاٰدَمَ آدم کو فَسَجَدُوْٓا تو انہوں نے سجدہ کیا اِلَّآ اِبْلِيْسَ سوائے ابلیس کے اَبٰى اس نے انکار کیا

ترجمہ: اور ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک بات کی تاکید کی تھی، پھر اُن سے بھول ہوگئی اور ہم نے اُن میں عزم نہیں پایا ۝ یاد کرو وہ وقت جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو، چنانچہ سب نے سجدہ کیا، البتہ ابلیس تھا جس نے انکار کیا۔

ترجمہ:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئ ہیں :

۱۔ ہم نے اس سے پہلے آدم کو اس بات کی تاکید کی تھی۔ ۲۔ پھر آدم سے بھول ہوگئی۔

۳۔ ہم نے ان میں عزم نہیں پایا۔

۴۔ یاد کرو وہ وقت جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو۔

۵۔ چنانچہ سب نے سجدہ کیا۔ ۶۔ البتہ ابلیس تھا کہ جس نے انکار کر دیا

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ حضرت حواء علیہا السلام کا تذکرہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۵ میں یوں ہے وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اور ہم نے کہا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو' سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۹ میں یوں ہے وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اور اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۱۷ میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اس بات سے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ شیطان تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ہم نے کہا کہ اے آدم! یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے کہ مصیبت میں پڑ جاؤ۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا تھا کہ وہ فلاں درخت کے قریب بھی نہ جائیں وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ لیکن حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے اور پختگی کے ساتھ اس حکم کی پابندی کا انہیں دھیان نہیں رہا اور حضرت آدم علیہ السلام سے اس معاملہ میں غفلت ہوگئی اللہ تعالیٰ سے جو عہد حضرت آدم علیہ السلام نے کیا تھا اس عہد کے تقاضہ کے مطابق عمل نہیں کیا اور اس درخت سے کھالیا جس درخت کے قریب جانے سے منع کر دیا گیا تھا' اگرچہ کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت سے نہ کھانے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا لیکن ان کے اس ارادہ کی پختگی میں اس لئے فتور آ گیا کہ ابلیس نے ان کے دل میں اس درخت سے کھانے کا وسوسہ ڈال دیا اس وسوسہ کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام اس درخت سے کھانے پر صبر نہ کر سکے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انسان کا نام انسان اس لئے ہے کہ اس نے عہد کیا مگر اس عہد کو بھول گیا اور عہد سے مراد اللہ تعالیٰ کا کسی کام کا حکم دینا کہ وہ کام کرو یا کسی کام سے روکنا کہ وہ کام نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہی بات ارشاد فرما رہے ہیں کہ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ہم نے اس سے قبل آدم کو اس بات کی تاکید کی تھی پھر ان سے بھول ہوگئی اور ہم نے ان میں عزم یعنی ارادہ کی پختگی نہیں پائی اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بھول اور ارادہ کا پختہ نہ ہونا یہ دونوں چیزیں نافرمانی کا سبب بن جاتی ہیں اور کسی بھی یاد کو مضبوطی سے یاد رکھنا اور کسی بھی کام کے نہ کرنے کا پختہ ارادہ رکھنا خیر اور ہدایت کا سبب بن جاتی ہیں۔

اس اہم حقیقت کو بتلانے کے بعد اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کر رہے ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد پیش آیا جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ تم سب آدم کا سجدہ کرو پس سارے ہی فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ کیا مگر وہ ابلیس جو ان فرشتوں کے ساتھ رہا کرتا تھا اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے کہہ رہے ہیں کہ پیغمبر! آپ اپنی قوم کو اس واقعہ کی یاد دلائیے جبکہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم و تکریم اور تمام مخلوقات پر ان کے افضل ہونے کی وجہ سے ان کا سجدہ کریں فرشتے تو اللہ تعالیٰ کی وہ نورانی مخلوق ہیں جن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ وہ وہی کام کرتے ہیں جس کام کے کرنے کا حکم ان کو دیا گیا ہو۔ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (التحریم:٦) جس دوزخ پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔ مگر شیطان وہ ناری مخلوق ہے جس میں حسد اور بغض بھی ہے اور غرور و گھمنڈ بھی' اس لئے ابلیس نے صاف طور پر انکار کر دیا کہ وہ آدم کا سجدہ نہیں کرے گا۔

﴿درس نمبر ۱۲۹۴﴾ **اے آدم! شیطان تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے** ﴿طٰہٰ ۱۱۷۔۱۱۸۔۱۱۹﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فَقُلۡنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوۡجِكَ فَلَا يُخۡرِجَنَّكُمَا مِنَ الۡجَنَّةِ فَتَشۡقٰى ○ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوۡعَ فِيۡهَا وَلَا تَعۡرٰى ○ وَاَنَّكَ لَا تَظۡمَؤُا فِيۡهَا وَلَا تَضۡحٰى ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ : فَقُلۡنَا چنانچہ ہم نے کہا يٰۤاٰدَمُ اے آدم! اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ بلاشبہ یہ دشمن ہے لَّكَ وَلِزَوۡجِكَ تیرا اور تیری بیوی کا فَلَا يُخۡرِجَنَّكُمَا لہٰذا وہ تم دونوں کو نہ نکلوا دے مِنَ الۡجَنَّةِ جنت سے فَتَشۡقٰى کہ تو مشقت میں پڑ جائے اِنَّ لَكَ بلاشبہ تیرے لیے ہے اَلَّا تَجُوۡعَ یہ کہ تو بھوکا نہ ہوگا فِيۡهَا اس میں وَلَا تَعۡرٰى اور نہ تو ننگا ہوگا وَاَنَّكَ اور بیشک تو لَا تَظۡمَؤُا نہ پیاسا ہوگا فِيۡهَا اس میں وَلَا تَضۡحٰى اور نہ تجھے دھوپ لگے گی

ترجمہ :۔ چنانچہ ہم نے کہا کہ: ''اے آدم! یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، لہٰذا ایسا نہ ہو کہ یہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے اور تم مشقت میں پڑ جاؤ ○ یہاں تو تمہیں یہ فائدہ ہے کہ نہ تم بھوکے ہوگے نہ ننگے ○ اور نہ یہاں پیاسے رہو گے نہ دھوپ میں تپو گے۔

تشریح :۔ ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے کہا کہ اے آدم! یہ شیطان تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے

۲۔ ایسا نہ ہو کہ یہ شیطان تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے ۳۔ تم مشقت میں پڑ جاؤ

۴۔ یہاں جنت میں تمہیں یہ فائدہ ہے کہ نہ تم بھوکے ہوگے نہ ننگے

۵۔ نہ جنت میں پیاسے ہوگے نہ دھوپ میں تپو گے

جب ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ اے آدم! اس بات کو ذہن میں رکھیے کہ یہ جو ابلیس ہے وہ تمہارا بھی دشمن ہے اور تمہاری بیوی کا بھی دشمن ہے، ابلیس نے تمہارا سجدہ نہیں کیا اور اس نے میری نافرمانی کی پس تم دونوں اس ابلیس کی اطاعت مت کرو اگر تم اس ابلیس کی اطاعت کرو گے اور اس کی باتوں میں آجاو گے تو یہی عمل تم دونوں کے جنت سے نکل جانے کا سبب بھی بن سکتا ہے' اس لئے ابلیس کو یہ موقع مت دو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے اور اپنی دشمنی پوری کر لے، اگر تم جنت کی ان نعمتوں سے محروم ہو کر زمین پر چلے جاو گے تو ظاہر ہے کہ روزی روٹی کے حصول کی مشقت میں تم تھک کر رہ جاو گے یہاں جنت میں تمہارے لئے ہر قسم کی راحت اور آرام ہے اور طرح طرح کی وہ نعمتیں ہیں جن نعمتوں میں تمہارے لئے سکون اور خوشی کا سامان ہے جنت کی ان نعمتوں کے پانے میں کوئی محنت اور مشقت نہیں ہے اس

کے برخلاف دنیا میں روزی روٹی کے حاصل کرنے میں مشقت، محنت، تھکاوٹ اور تکلیف ہے۔

اے آدم! جنت میں تمہارے لئے نہ بھوک و پیاس کی تکلیف ہے اور تم اس جنت میں نہ بھوکے رہو گے اور نہ ہی ننگے رہو گے ہر قسم کے کھانے اور ہمہ قسم کے کپڑے تمہارے لئے اس جنت میں تیار ہیں، جنت میں نہ ہی گرمی ہے اور نہ ہی سردی جیسا کہ زمین پر بسنے والوں کو ہوتی ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسانی زندگی کی اصل ضرورت روٹی، کپڑا اور مکان ہے۔ بھوک مٹانے کیلئے روٹی اور شرم وحیا کو باقی رکھنے کیلئے کپڑا اور رہنے سہنے کیلئے مکان۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم کو تین چیزوں کے سوا کسی اور چیز میں حق نہیں ہے ایک تو رہنے کا گھر ہو، دوسرے شرم کی جگہ چھپانے کیلئے کپڑا ہو، تیسرے روٹی کا ٹکڑا اور پانی (ترمذی) رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جس شخص کی اس حال میں صبح ہوئی کہ وہ اپنے نزدیک امن سے ہے اور اس کے جسم میں عافیت ہے اور اس کے پاس ایک دن کی خوراک ہے تو گویا اس کو ساری دنیا مل گی۔ (ترمذی) ان تین چیزوں کے علاوہ نکاح بھی انسان کی ضرورت کی چیز ہے جس سے نسل بڑھتی ہے مگر اس ضرورت کا تذکرہ یہاں اس لئے نہیں کیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حوا کی شکل میں جنت ہی میں بیوی عطا فرمائی تھی۔

چند اشخاص حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس آئے یہ لوگ اپنے آپ کو فقراء میں شمار کر رہے تھے ان میں سے ایک شخص سے کہا کہ کیا ہم فقراء مہاجرین میں سے نہیں ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تیرے پاس بیوی ہے جس کی طرف تو ٹھکانہ پکڑتا ہے؟ یعنی کام کاج سے فارغ ہو کر اس کے پاس جا کر آرام کرتا ہے؟ اس نے کہا میرے پاس بیوی تو ہے، پھر فرمایا کہ کیا تیرے پاس رہنے کیلئے گھر ہے؟ اس نے کہا ہاں! میرے پاس گھر بھی ہے فرمایا بس تو مالداروں میں سے ہے وہ کہنے لگا کہ میرا ایک خادم بھی ہے تو فرمایا کہ پھر تو بادشاہوں میں سے ہے۔

﴿درس نمبر ۱۲۹۵﴾ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا ﴿طٰهٰ ۱۲۰۔۱۲۱۔۱۲۲﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ○ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ○ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَوَسْوَسَ پھر وسوسہ ڈالا اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ شیطان نے اس کی طرف قَالَ اس نے کہا

يٰۤاٰدَمُ اے آدم! هَلْ اَدُلُّكَ کیا میں تجھے بتاؤں عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ ہمیشگی کے درخت پر وَمُلْكٍ اور ایسی بادشاہی پر لَّا يَبْلٰى جو پرانی نہ ہو؟ فَاَكَلَا چنانچہ ان دونوں نے کھایا مِنْهَا اس میں سے فَبَدَتْ تو ظاہر ہوگئیں لَهُمَا ان پر سَوْاٰتُهُمَا ان دونوں کی شرمگاہیں وَطَفِقَا اور وہ دونوں شروع ہوئے يَخْصِفٰنِ چپکانے لگے عَلَيْهِمَا اپنے اوپر مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ جنت کے پتے وَعَصٰۤى اٰدَمُ اور آدم نے نافرمانی کی رَبَّهٗ اپنے رب کی فَغَوٰى تو وہ بھٹک گیا ثُمَّ اجْتَبٰهُ پھر اسے برگزیدہ کیا رَبُّهٗ اس کے رب نے فَتَابَ پس توجہ کی عَلَيْهِ اس پر وَهَدٰى اور اسے ہدایت دی

ترجمہ:۔ پھر شیطان نے اُن کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ کہنے لگا: ''اے آدم! کیا میں تمہیں ایک ایسا درخت بتاؤں جس سے جاودانی زندگی اور وہ بادشاہی حاصل ہوجاتی ہے جو کبھی پرانی نہیں پڑتی؟'' O چنانچہ ان دونوں نے اُس درخت میں سے کچھ کھالیا جس سے اُن دونوں کے شرم کے مقامات اُن کے سامنے کھل گئے اور وہ دونوں جنت کے پتوں کو اپنے اُوپر گانٹھنے لگے اور (اس طرح) آدم نے اپنے رب کا کہا ٹالا اور بھٹک گئے O پھر اُن کے رب نے اُنہیں چن لیا، چنانچہ ان کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں ہدایت عطا فرمائی۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گی ہیں:

۱۔ پھر شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا۔

۲۔ اے آدم! کیا میں تمہیں ایک ایسا درخت بتاوں جس سے ہمیشہ کی زندگی اور وہ بادشاہی حاصل ہوجاتی ہے جو کبھی پرانی نہیں پڑتی۔

۳۔ چنانچہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نے اس درخت میں سے کچھ کھالیا

۴۔ جس کی وجہ سے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کے شرم کے مقامات ان کے سامنے کھل گئے۔

۵۔ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام جنت کے پتوں کو اپنے اوپر گانٹھنے لگے

۶۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب کا کہا ٹال دیا اور بھٹک گئے

۷۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کے رب نے انہیں چن لیا۔

۸۔ چنانچہ ان کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں ہدایت عطا فرمائی

ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے رازدارانہ انداز میں کہا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسا درخت بتلادوں کہ اگر تم اس درخت میں سے کھالو گے تو تم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہ سکو گے جو کوئی اس درخت میں سے کھالیتا ہے وہ کبھی بھی نہیں مرے گا ابلیس نے یہ جھوٹ اس لئے کہا تا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ڈال دے۔

سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۲۰ اور ۲۱ میں بھی یہ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ

لِيُبۡدِيَ لَهُمَا مَا وُۥرِيَ عَنۡهُمَا مِن سَوۡءَٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَىٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنۡ هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةِ إِلَّآ أَن تَكُونَا مَلَكَيۡنِ أَوۡ تَكُونَا مِنَ ٱلۡخَٰلِدِينَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ ٱلنَّٰصِحِينَ پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تا کہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھیں دونوں کے روبرو بے پردہ کر دے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتہ ہو جاو یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاو اور حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کے روبرو قسم کھائی کہ یقین جانیے میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

شجرۃ الخلد؛ : یعنی ہمیشہ رہنے کا درخت جس درخت کو کہا گیا اس سلسلہ میں امام احمد اور ابو داود کی روایت کردہ یہ حدیث تفسیر کی کتابوں میں لکھی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول رحمت ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار ایک سو سال تک چلے گا مگر اس کے سایہ کو پار نہ کر سکے گا یہی وہ شجرۃ الخلد ہے۔ ابلیس نے وسوسہ ڈالا اور جھوٹا خیر خواہ بن کر اور قسم کھا کر حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو اس بات کا یقین دلایا کہ اس درخت میں سے اگر کھا لو گے تو ہمیشہ جنت میں رہو گے اور موت بھی تمہیں نہیں آئے گی چنانچہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام نے اس درخت میں سے کھا لیا جس درخت سے کھانے سے انہیں منع کر دیا گیا تھا۔ جیسے ہی حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نے اس درخت میں سے کھایا ان دونوں کا ستر کھل گیا اور ان کے جسم پر جو لباس تھا وہ گر گیا اب دونوں نے درختوں کے پتوں کو اپنے جسم پر چپکانا شروع کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چن لیا اور ان کو اپنا قرب عطا فرمایا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس نافرمانی سے سچی توبہ کی اور اپنے پروردگار سے معافی مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو توبہ کی جانب رہنمائی فرمائی۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۷ میں ان کلمات کا تذکرہ ہے جن کے ذریعہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٖ فَتَابَ عَلَيۡهِۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ (البقرہ ۳۷:) پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے اور معافی مانگی تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا بیشک وہ معاف کرنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔ وہ کلمات یہ تھے جس کا ذکر سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۲۳ میں ہے رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔

﴿درس نمبر ۱۲۹۶﴾ تم دونوں جنت سے نیچے اتر جاؤ ﴿طٰہٰ :۱۲۳﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ

قَالَ ٱهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِيعَۢاۖ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوّٞۖ فَإِمَّا يَأۡتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدٗى فَمَنِ ٱتَّبَعَ

هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا اهْبِطَا تم دونوں اُتر جاؤ مِنْهَا جَمِیْعًا اکٹھے اس سے بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ تمہارا ایک دوسرے کے لیے عَدُوٌّ دشمن ہے فَاِمَّا چنانچہ اگر یَاْتِیَنَّكُمْ آئے تمہارے پاس مِّنِّیْ هُدًی میری طرف سے ہدایت فَمَنِ اتَّبَعَ تو جس شخص نے پیروی کی هُدَایَ میری ہدایت کی فَلَا یَضِلُّ لہٰذا وہ گمراہ نہ ہوگا وَلَا یَشْقٰی اور نہ وہ مشقت میں پڑے گا

ترجمہ:۔ اللہ نے فرمایا: ''تم دونوں کے دونوں یہاں سے نیچے اُتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔ پھر اگر تمہیں میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ کسی مشکل میں گرفتار ہوگا۔

تشریح:۔ اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں کے دونوں جنت سے نیچے اتر جاو

۲۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔

۳۔ پھر اگر تمہیں میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ کسی مشکل میں گرفتار ہوگا۔

جب حضرت آدم اور حوا علیہما السلام نے توبہ کرلی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس توبہ کو قبول فرمالیا اور انہیں اپنے تمام بندوں میں منتخب بھی کرلیا اور ان کی رہبری فرمائی تو وہ وقت آ گیا کہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیھما السلام کو جنت کے ماحول سے نکال کر زمین پر بھیجا جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت حواء علیھما السلام سے کہا کہ تم دونوں ایک ساتھ جنت سے زمین کی طرف اتر جاو

حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو جنت سے نکلنے اور زمین پر اتر جانے کا یہ حکم سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۶ میں بھی ہے فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ لیکن شیطان نے ان کو بہکا کر وہاں سے نکلوا ہی دیا اور ہم نے کہہ دیا کہ اتر جاو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ الخ۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۲۴ میں یوں ہے قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔ الخ۔ جب حضرت آدم اور حوا علیھما السلام کو زمین پر اترنے کا حکم دیا گیا تو اسی وقت یہ بات بھی کہہ دی گئی بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے، یعنی اے آدم و حوا! جب تم دونوں زمین پر زندگی بسر کرو گے اور تمہاری نسلیں آباد ہوں گی تو معاش اور دیگر معاملات میں

ایک دوسرے میں دشمنی پیدا ہوگی اور یہی دشمنی آپسی لڑائیوں اور قتل وغارت گری کا ذریعہ ہوگی۔

اب دنیا جہاں کے سارے انسانوں کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ اے انسانو! اگر تمہارے پاس میری طرف سے نبیوں اور رسولوں اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ ہدایت آجائے تو اسے قبول کرلو اس لئے کہ جو کوئی اس ہدایت کو قبول کرے گا جو نبیوں اور رسولوں اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے آئی ہے تو ایسا شخص دنیا میں سیدھے راستے سے گمراہ نہیں ہوگا اور نہ ہی آخرت میں ایسا شخص بدبخت و نامراد ہوگا۔ جو کوئی شخص ان نبیوں پر ایمان لائے گا اور ان نبیوں کے پیغام کو قبول کرے گا اور ان آسمانی ہدایات میں جو احکامات ہیں ان پر عمل کرے گا وہ ہرگز گمراہی کا شکار نہیں ہوگا۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۸ میں بھی اس ہدایت کی اتباع سے متعلق یہ بات کہی گئی : فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی تابعداری والوں پر کوئی خوف اور غم نہیں' اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ ہدایت کی پیروی کرنے والے غم اور خوف سے محفوظ رہتے ہیں' اہل عرب جہالت کی وجہ سے دین حق کے بجائے باپ دادا کے طریقہ کی اتباع کرتے تھے جس کا تذکرہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۰ میں یوں ہے وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ اور جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ اس کلام کی پیروی کرو جو اللہ نے اُتارا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں! ہم تو ان باتوں کی پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ بھلا کیا اس صورت میں بھی (ان کو یہی چاہئے) جب ان کے باپ دادا (دین کی) ذرا بھی سمجھ نہ رکھتے ہوں اور انہوں نے کوئی (آسمانی) ہدایت بھی حاصل نہ کی ہو؟

﴿درس نمبر ۱۲۹۷﴾ نصیحت سے منہ موڑنے والے کی زندگی تنگ ہوگی ﴿طٰهٰ ۱۲۴۔۱۲۵۔۱۲۶﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمَنْ اَعْرَضَ اور جس نے اعراض کیا عَنْ ذِكْرِيْ میری یاد سے فَاِنَّ تو بلاشبہ لَهٗ اس کے لئے مَعِيْشَةً ضَنْكًا تنگ گزران ہوگی وَّنَحْشُرُهٗ اور ہم اسے اُٹھائیں گے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قیامت کے دن اندھا قَالَ وہ کہے گا رَبِّ اے میرے رب! لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى تو نے مجھے اندھا کیوں اُٹھایا وَقَدْ كُنْتُ حالانکہ تحقیق میں تھا بَصِيْرًا دیکھنے والا؟ قَالَ وہ کہے گا كَذٰلِكَ اسی طرح اَتَتْكَ تیرے پاس آئی تھیں

اٰيٰتُنَا ہماری نشانیاں فَنَسِيْتَهَا تو تو انہیں بھول گیا تھا وَ كَذٰلِكَ اور اسی طرح الْيَوْمَ تُنْسٰى آج کے دن تو بھی بھلا دیا جائے گا O

ترجمہ:۔ اور جو میری نصیحت سے منہ موڑے گا تو اُس کو بڑی تنگ زندگی ملے گی اور قیامت کے دن ہم اُسے اندھا کر کے اُٹھائیں گے O وہ کہے گا کہ: ''یا رب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اُٹھایا؟ حالانکہ میں تو آنکھوں والا تھا''O اللہ کہے گا: ''اسی طرح ہماری آیتیں تیرے پاس آئی تھیں، مگر تو نے اُنہیں بھلا دیا اور آج اُسی طرح تجھے بھلا دیا جائے گا۔''

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو شخص میری نصیحت سے منہ موڑے گا تو اس کو بڑی تنگ زندگی ملے گی

۲۔ قیامت کے دن ہم اس منہ موڑنے والے کو اندھا کر کے اٹھائیں گے

۳۔ وہ منہ موڑنے والا کہے گا کہ اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟

۴۔ حالانکہ میں تو آنکھوں والا تھا

۵۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اسی طرح ہماری آیتیں تیرے پاس آئی تھیں

۶۔ مگر تو نے انہیں بھلا یا ۷۔ آج اسی طرح تجھے بھلا دیا جائے گا

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں' ایک تو وہ ہیں جو آسمانی ہدایات کی جانب توجہ دیتے ہیں اور رب ذوالجلال کی طرف سے بھیجے گئے پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی نصیحتوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور وہ جو آسمانی کتاب لے آتے ہیں اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور ان آفاقی ہدایات کو اپنی زندگی کا دستور بنا لیتے ہیں اور اچھے انجام تک پہنچ جاتے ہیں' اللہ کی رضامندی اور جنت ان کا نصیب بن جاتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا کے بہترین لوگ ہیں انہی خوش نصیب لوگوں کے بارے کہا گیا کہا اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ یہی وہ بہترین اور سعادت مند لوگ ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین سے منہ موڑ لیتے ہیں اس کے بھیجے ہوئے نبیوں کی تعلیمات سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں اور اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور رب چاہی زندگی کے بجائے من چاہی زندگی گزارتے ہیں اور نفس وشیطان کے غلام بن جاتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ کہا گیا کہ یہ بدترین مخلوق ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو بدبخت ہیں اور بدنصیب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس دوسری قسم ہی کے بارے میں یہاں یہ حقیقت بیان فرمائی وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا جس نے میرے ذکر سے منہ موڑ لیا پس اس کے لئے بڑی تنگ زندگی ہے۔ یعنی جو شخص بھی اللہ کی نصیحت سے منہ موڑے گا اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کو تنگ کر دیں گے۔

یہاں ذکر سے مراد قرآن مجید ہے، بعض مفسرین نے ذکر سے مراد رسولِ رحمت ﷺ کی ذات مراد لیا ہے، دونوں باتیں بھی درست ہوسکتی ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں' اس لئے جو کچھ قرآن مجید کا کہا ہوا ہے وہ رسولِ رحمت ﷺ کا کیا ہوا ہے' قرآن مجید علم ہے اور رسول رحمت ﷺ کی زندگی عمل ہے قرآن مجید اور رسولِ رحمت ﷺ سے منہ موڑنا تنگ زندگی کا سبب ہے۔

تنگ زندگی سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اس سے قبر کا عذاب مراد ہے اور اگر تنگ زندگی سے دنیا کی معیشت مراد لی جائے تو یہ بھی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جو اللہ کے ذکر سے منہ موڑے اس کو مختلف قسم کے غموں' بیماریوں' بلاؤں اور مصیبتوں میں گرفتار کر دیتے ہیں دنیا کی دولت وغیرہ کے ملنے کے باوجود وہ ذہنی سکون اور اطمینانِ قلب سے محروم رہتا ہے۔

جو شخص اللہ کے ذکر سے منہ موڑتا ہے اس کے لئے ایک سزا تو یہ ہے کہ اس کی زندگی اس کے لئے تنگ ہو جاتی ہے اور دوسری سزا یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص قیامت کے دن اندھا ہو کر اٹھے گا وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب! میں تو دنیا میں بینا اور دیکھنے والا تھا آپ نے مجھے نابینا کر کے کیوں اٹھایا؟ اللہ تعالیٰ اس بندے کے اس سوال کا جواب یوں دیں گے جس طرح تو نے دنیا میں ہماری آیات کو جھٹلایا اور ہماری آیتوں سے منہ موڑا جب وہ تیرے پاس آئیں اور تو نے نبیوں کا انکار کیا ان پر اتری ہوئی کتابوں کا انکار کیا' دین حق تیرے سامنے آیا تو نے انکار کیا تو دنیا میں ان ساری چیزوں سے اندھا بنا رہا چنانچہ اب ہم نے تجھے اندھا بنا کے اٹھایا' تجھے دوزخ کے عذاب میں چھوڑ دیا اور تجھے اسی حالت میں چھوڑ دیا جس حالت میں تو ہے۔ تو نے جس طرح ہماری آیتوں کو چھوڑ دیا اور ان سے منہ موڑا رہا اور ان کی طرف تو نے اپنی نگاہ اٹھا کر تک نہ دیکھی ہم بھی آج تجھ کو اندھا بنا کر چھوڑ رہے ہیں اور دوزخ کے عذاب میں گرفتار چھوڑ رہے ہیں۔ ہم نے تیرے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہے جیسے کسی بھولی ہوئی چیز کے بارے میں کیا جاتا ہے کہ اس جانب توجہ ہی نہیں دی جاتی۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۱ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا پس آج کے دن ہم ان کو بھلا دیتے ہیں جیسے وہ اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے۔

﴿درس نمبر ۱۲۹۸﴾ حد سے گزرنے والوں کا انجام ﴿طٰہٰ ۱۲۷۔۱۲۸۔۱۲۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ۝ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى O وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نَجْزِيْ ہم سزا دیں گے مَنْ اس شخص کو جو اَسْرَفَ حد سے بڑھ گیا وَلَمْ يُؤْمِنْ اور نہ وہ ایمان لایا بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ اپنے رب کی آیتوں پر وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اور البتہ آخرت کا عذاب اَشَدُّ زیادہ سخت ہے وَاَبْقٰى اور زیادہ باقی رہنے والا ہے اَفَلَمْ يَهْدِ کیا پھر رہنمائی نہیں کی لَهُمْ ان کی كَمْ اَهْلَكْنَا کتنی ہم نے ہلاک کیں قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ قومیں ان سے پہلے يَمْشُوْنَ کہ یہ لوگ چلتے ہیں فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اُن کے مکانوں میں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بیشک اس میں لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّاُولِي النُّهٰى اہلِ عقل کے لیے وَلَوْلَا كَلِمَةٌ اور اگر ایک بات نہ ہوتی سَبَقَتْ جو پہلے ہو چکی ہے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے لَكَانَ لِزَامًا تو ہو جاتا چمٹنے والا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى اور میعاد مقرر

ترجمہ:۔ اور جو شخص حد سے گزر جاتا ہے اور اپنے پروردگار کی نشانیوں پر ایمان نہیں لاتا اُسے ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب واقعی زیادہ سخت اور زیادہ دیر رہنے والا ہے O پھر کیا ان لوگوں کو اس بات نے بھی کوئی ہدایت کا سبق نہیں دیا کہ ان سے پہلے کتنی نسلیں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا جن کی بستیوں میں یہ لوگ چلتے پھرتے بھی ہیں؟ یقینا جن لوگوں کے پاس عقل ہے اُن کے لئے اس بات میں عبرت کے بڑے سامان ہیں O اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی طئے نہ کر دی گئی ہوتی اور (اس کے نتیجے میں عذاب کی) ایک میعاد مقرر نہ ہوتی تو لازمی طور پر عذاب (ان کو) چمٹ چکا ہوتا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو شخص حد سے گزر جاتا ہے اور اپنے پروردگار کی نشانیوں پر ایمان نہیں لاتا اسے ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

۲۔ آخرت کا عذاب واقعی زیادہ سخت اور زیادہ دیر رہنے والا ہے۔

۳۔ پھر کیا ان لوگوں کو اس بات نے بھی کوئی ہدایت کا سبق نہیں دیا کہ ان سے پہلے کتنی نسلیں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا؟

۴۔ جن کی بستیوں میں یہ لوگ چلتے پھرتے بھی ہیں

۵۔ یقینا جن لوگوں کے پاس عقل ہے انکے لئے اس بات میں عبرت کے بڑے سامان ہیں

۶۔ اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی طئے نہ کر دی گئی ہوتی اور اس کے نتیجے میں عذاب کی ایک میعاد مقرر نہ ہوتی تو لازمی طور پر عذاب ان کو چمٹ چکا ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی نصیحتوں سے منہ موڑنے والوں کے سلسلہ میں یہ وعید بیان کی کہ ہم اس کی زندگی کو تنگ کر دیں گے اور قیامت کے دن ہم اسکو اندھا بنا کر اٹھائیں گے اور اس کو ایسے ہی بُھلا دیں گے جیسا کہ اس نے دنیا

میں اللہ کی نصیحت کو بھلا دیا تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ یہ حقیقت بیان فرمار ہے ہیں کہ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ اسی طرح ہم سزا دیں گے جو حد سے گزر گئے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے یعنی جو لوگ دنیا میں اللہ کے نبیوں اور اس کی کتابوں کو جھٹلاتے ہیں اور اس معاملہ میں حد سے گزر جاتے ہیں ہم دنیا اور آخرت میں انہیں ایسی ہی سزائیں دیتے ہیں، حد سے گزرنے والوں کے سلسلہ میں قرآن مجید میں متعدد وعیدیں بیان کی گی ہیں۔

سورۂ مومن کی آیت نمبر ۳۴ میں کہا گیا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے ہر اس شخص کو جو حد سے بڑھ جانے والا شک وشبہ کرنے والا ہو۔ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۴۳ میں کہا گیا وَأَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ اور حد سے گزر جانے والے ہی یقیناً اہل دوزخ ہیں، فرعون کے بارے میں کہا گیا إِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ (۳۱۔الدخان) یقیناً وہ فرعون سرکش اور حد سے گزر جانے والوں میں سے تھا۔

اس کے بعد آخرت کے عذاب کی حقیقت بتلائی جا رہی ہے کہ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى اور یہ حقیقت ہے کہ آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور بڑا دیر پا ہے۔ دنیا میں ایسی بہت سی قومیں گزری ہیں جنہیں ان کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کر دیا گیا ''اگلا گرا پچھلا ہوشیار'' کے مصداق گزری ہوئی قوموں کی ہلاکت و بربادی سے ہر ایک کو سبق حاصل کرنا چاہیے، گزری قوموں کی تباہی میں عقلمندوں کے لئے عبرت کا سامان ہے اس لئے اللہ تعالیٰ یہاں سوالیہ انداز میں متنبہ فرمار ہے ہیں کہ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ کیا انہیں اس چیز نے ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان سے بہت پہلے بہت سی جماعتوں کو ہلاک کر دیا یہ لوگ ان کے رہنے کی جگہوں میں چلتے پھرتے ہیں؟

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا جب کے انہوں نے ظلم کیا۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۷ میں کہا گیا وَ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ اور ہم نے نوح کے بعد بھی بہت سی قومیں ہلاک کیں۔ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۷۴ میں کہا گیا وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ہم تو ان سے پہلے بہت سی جماعتوں کو غارت کر چکے ہیں جو ساز و سامان اور نام و نمود میں ان سے بڑھ چڑھ کر تھیں۔ عقلمندوں کے لئے یقیناً گزرے ہوئے واقعات میں نشانیاں ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۲۹۹﴾ لوگ جو باتیں کرتے ہیں اس پر آپ صبر کیجئے ﴿طٰهٰ ۱۳۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ

اٰنَآئِ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡ وَاَطۡرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرۡضٰى O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَاصۡبِرۡ چنانچہ صبر کیجئے عَلٰی ان پر مَا یَقُوۡلُوۡنَ جو وہ کہتے ہیں وَسَبِّحۡ اور تسبیح کیجئے بِحَمۡدِ رَبِّكَ اپنے رب کی حمد کے ساتھ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ طلوع آفتاب سے پہلے وَقَبۡلَ غُرُوۡبِهَا اور اس کے غروب ہونے سے پہلے وَمِنۡ اٰنَآئِ الَّیۡلِ اور رات کے کچھ اوقات میں فَسَبِّحۡ پس تسبیح کیجئے وَاَطۡرَافَ النَّهَارِ اور دن کے حصوں میں لَعَلَّكَ تَرۡضٰى تاکہ آپ راضی ہو جائیں

ترجمہ:۔ لہٰذا (اے پیغمبر!) یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں تم ان پر صبر کرو اور سورج نکلنے سے پہلے اور اُس کے غروب سے پہلے اپنے رب کی تسبیح اور حمد کرتے رہو اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کرو اور دن کے کناروں میں بھی تاکہ تم خوش ہو جاؤ۔

تشریح:۔ اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں آپ ان پر صبر کیجئے؟

۲۔ سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے اپنے رب کی تسبیح اور حمد کرتے رہیے۔

۳۔ رات کے اوقات میں بھی تسبیح کیجئے

۴۔ دن کے کناروں میں بھی تسبیح کیجئے تاکہ تم خوش ہو جاو

رسول رحمت ﷺ کو یہاں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ پیغمبر! آپ لوگوں کی باتوں پر صبر کیجئے، اللہ کی آیتوں کے انکار کرنے والے اور جھٹلانے والے آپ کے سلسلے میں جتنی باتیں کہتے ہیں کہ آپ جادوگر ہیں، جھوٹے ہیں یا مجنون ہیں یا شاعر ہیں اور اس کے علاوہ جتنے طعنے دیتے ہیں اور بے کار حجتیں کرتے ہیں آپ ان کی ان باتوں کی جانب توجہ مت دیجئے اور ان کی باتوں سے دل برداشتہ نہ ہوں۔ اگر ہم ان مجرموں کی باتوں پر آج عذاب نہیں دے رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کو سزا نہیں دی جائے گی۔ یاد رکھئے کہ ان کے عذاب کا بھی ایک وقت مقرر ہے اور اس وقت سے پہلے ان پر عذاب نہیں ہوگا۔ رسول رحمت ﷺ کو قرآن مجید کی مختلف آیات کے ذریعہ متعدد مواقع پر صبر کی تلقین کی گئی ہے سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۰۹ میں کہا گیا وَاتَّبِعۡ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡكَ وَاصۡبِرۡ حَتّٰی یَحۡكُمَ اللّٰهُ آپ اس کی اتباع کرتے رہیے جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۱۵ میں کہا گیا وَاصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ آپ صبر کرتے رہئے یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱۲۷ میں کہا گیا وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡهِمۡ آپ صبر کریں بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے اور ان کے حال پر رنجیدہ نہ ہوں۔ سورۃ الروم کی آیت نمبر ۶۰ میں کہا گیا فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ پس آپ صبر کریں یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ کو مخالفین کی مخالفت کی جانب توجہ دینے کے بجائے جہاں صبر کرنے کا حکم دیا گیا وہیں یہ حکم بھی دیا گیا کہ پیغمبر! آپ اپنے پروردگار کی تسبیح بیان کرنے میں لگے رہیئے اور اس کی حمد بیان کرتے رہیئے اور اس کا شکر ادا کیجئے، سورج کے طلوع سے پہلے بھی یعنی فجر کی نماز ادا کیجئے اور سورج کے غروب سے پہلے بھی یعنی ظہر و عصر کی نماز ادا کیجئے اور رات کے اوقات میں بھی یعنی مغرب اور عشاء اور تہجد کی نماز ادا کیجئے اور اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد اس نیت سے بیان کیجئے کہ آپ اللہ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرسکیں، جیسا کہ سورۃ الضحیٰ میں کہا گیا :وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى اور عنقریب آپ کا رب آپ کو دے گا جس سے آپ خوش ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو جس طرح صبر کرنے کا حکم متعدد مواقع پر دیا، اسی طرح رب ذوالجلال کی تسبیح کرنے اور اس کی حمد بیان کرنے کا حکم بھی متعدد مواقع پر دیا گیا؟ چنانچہ سورۃ فجر کی آیت نمبر ۹۸ میں کہا گیا فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ پس آپ اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کیجئے، سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۵۸ میں کہا گیا :وَتَوَكَّلۡ عَلَى الۡحَىِّ الَّذِىۡ لَا يَمُوۡتُ وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِهٖ‌ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوۡبِ عِبَادِهٖ خَبِيۡرَا۱ اس ہمیشہ رہنے والے اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے جسے کبھی موت نہیں آتی اور اس کی تعریف کے ساتھ پاکیزگی بیان کرتے رہیں۔ سورۃ مومن کی آیت نمبر ۵۵ میں کہا گیا وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ بِالۡعَشِىِّ وَالۡاِبۡكَارِ اور صبح وشام اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہیئے چاہے صبر ہو یا تسبیح و تحمید ہو اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقدم ہونا چاہیئے، بندہ کے ہر عمل کا حقیقی مقصد اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے اے اہل جنت! جنتی کہیں گے اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم راضی ہو؟ پس وہ جنتی کہیں گے ہمیں کیا ہوا کہ ہم راضی نہ ہوں آپ نے ہم کو وہ سب کچھ دیا ہے جو آپ کی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا گیا پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تم کو اس سے بہتر چیز دوں گا وہ جنتی کہیں گے ان سے بھی بہتر اور افضل کونسی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تم پر اپنی رضامندی اور خوشنودی عطا کرتا ہوں آج کے بعد تم پر کسی قسم کی ناراضی نہیں ہوگی۔

بہتر انجام تقویٰ ہی کا ہے

﴿درس نمبر ۱۳۰۰﴾ ﴿طٰہٰ ۱۳۱۔۱۳۲﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ زَهۡرَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا لِنَفۡتِنَهُمۡ فِيۡهِ‌ ؕ وَرِزۡقُ رَبِّكَ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ۞ وَاۡمُرۡ اَهۡلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَا‌ ؕ لَا نَسۡـئَلُكَ رِزۡقًا‌ ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُكَ‌ ؕ وَالۡعَاقِبَةُ لِلتَّقۡوٰى ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَا تَمُدَّنَّ اور آپ دراز نہ کریں عَيۡنَيۡكَ اپنی آنکھیں اِلٰى مَا ان کی طرف کہ مَتَّعۡنَا

ہم نے فائدہ دیا بِهٖٓ ان کے ساتھ اَزْوَاجًا کئی قسم کے لوگوں کو مِّنْهُمْ ان میں سے زَهْرَةَ رونق کا الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا زندگانیٔ دنیا کی لِنَفْتِنَهُمْ تا کہ ہم انہیں آزمائیں فِيْهِ اسی میں وَرِزْقُ اور رزق رَبِّكَ آپ کے رب کا خَيْرٌ بہت بہتر ہے وَّ اَبْقٰى اور دیر پا ہے وَاْمُرْ اور حکم دیجئے اَهْلَكَ اپنے گھر والوں کو بِالصَّلٰوةِ نماز کا وَاصْطَبِرْ اور ثابت رہیے عَلَيْهَا اس پر لَا نَسْئَلُكَ ہم آپ سے سوال نہیں کرتے رِزْقًا رزق کا نَحْنُ نَرْزُقُكَ ہم ہی آپ کو رزق دیتے ہیں وَالْعَاقِبَةُ اور انجام لِلتَّقْوٰى تقویٰ ہی کا ہے

ترجمہ:۔ اور دنیوی زندگی کی اُس بہار کی طرف آنکھیں اٹھا کر بھی نہ دیکھو جو ہم نے ان (کافروں) میں سے مختلف لوگوں کو مزے اڑانے کے لئے دے رکھی ہے تا کہ ہم ان کو اُس کے ذریعہ آزمائیں اور تمہارے رب کا رزق سب سے بہتر اور سب سے زیادہ دیرپا ہے O اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اُس پر ثابت قدم رہو۔ ہم تم سے رزق نہیں چاہتے، رزق تو ہم تمہیں دیں گے اور بہتر انجام تقویٰ ہی کا ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ دنیوی زندگی کی اس بہار کی طرف آنکھیں اٹھا کر بھی نہ دیکھئے، جو ہم نے ان کافروں میں سے مختلف لوگوں کو مزے اڑانے کیلئے دے رکھی ہے؟

۲۔ تا کہ ہم ان کو اس کے ذریعہ آزمائیں

۳۔ تمہارے رب کا رزق سب سے بہتر اور سب سے زیادہ دیرپا ہے۔

۴۔ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو

۵۔ خود بھی اس پر ثابت قدم رہو

۶۔ ہم تم سے رزق نہیں چاہتے

۷۔ رزق تو ہم تمہیں دیں گے

۸۔ بہتر انجام تقویٰ ہی کا ہے

سیرت طیبہ سے باخبر افراد یہ جانتے ہیں کہ رسول رحمت ﷺ کی زندگی غربت میں گزری تاہم آپ کی یہ غربت مجبوری کی نہیں بلکہ اختیاری تھی۔ آپ ﷺ نے غربت اور مسکینی کو اپنے اختیار سے پسند فرمایا تھا۔ رسول رحمت ﷺ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک شخص کو ہزار ہزار بکریاں دے دیتے تھے مگر اپنے لئے اور اپنے اہل خانہ کے لئے فقر و فاقہ ہی کو پسند اور اختیار فرماتے۔ جن سعادت مند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ابتدائی ایام میں مکۂ مکرمہ میں اسلام قبول کیا تھا وہ بھی تنگدست ہی تھے۔ رسول رحمت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں مکہ کے کافروں کا حال یہ تھا کہ وہ خوشی میں زندگی بسر کرتے تھے ان کافروں کو کھانے پینے، رہنے سہنے، پہننے اوڑھنے اور سفر کیلئے سواریوں وغیرہ کے معاملہ میں برتری حاصل تھی، دنیا کی رونق اور زینت ان کافروں کو میسر تھی اور ان کافروں کے پاس بیویاں بھی تھیں، اللہ تعالیٰ نے رسول رحمت ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی کہ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ

الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا لِنَفۡتِنَهُمۡ فِيۡهِ وَرِزۡقُ رَبِّكَ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى اور آپ ہرگز ان چیزوں کی طرف اپنی آنکھیں نہ بڑھائیں جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کیلئے متمتع کر رکھا ہے جو ان کی بیویاں ہیں اور دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا رزق بہتر ہے اور بہت دیر پا ہے۔ یعنی رسول رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ پیغمبر! آپ اپنی نظروں کو ان نافرمانوں اور مجرموں کی نعمتوں کی جانب نہ کیجئے اور ان کافروں کی نعمتوں کی طرف اپنی نگاہیں مت لیجایئے' ان کافروں کی زیب و زینت' شان و شوکت، ٹھاٹ باٹ، مال و اولاد، تعمیرات اور محلات اور عمدہ سواریاں وغیرہ۔ یاد رکھئے! یہ چند دن کی بہاریں ہیں اور ہم نے ان کافروں کو یہ سب کچھ اس لئے دیا ہے تاکہ ہم انہیں آزمائیں اور یہ جان لیں کہ ان میں سے کون رب ذوالجلال کی نعمتوں کی شکر گزاری کرتا ہے جو کہ واجب ہے؟ آپ کی توجہ ان چیزوں کی طرف ہونی چاہیے جو اللہ کے پاس ہیں، آپ کے رب نے آپ کو جو کچھ دیا ہے وہ ان ساری چیزوں سے بہتر ہے جو ان کافروں کو دیا گیا ہے۔ اللہ نے آپ کیلئے آپ کے رزق کو آسان کر دیا ہے اور اللہ نے آپ کے لئے آخرت میں جو ذخیرہ رکھا ہے۔ وہ ذخیرہ بہتر ہے ان چیزوں کے مقابلہ میں جو اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو دنیا میں دیا ہے۔ سورۂ حجر کی آیت نمبر ۸۷ اور ۸۸ میں بھی یہ حقیقت رسولِ رحمت ﷺ سے یوں کہی گئی وَلَقَدۡ اٰتَيۡنٰكَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِىۡ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِيۡمَ ○ لَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ اور ہم نے تمہیں سات (آیتیں) جو (نماز میں) دہرا کر پڑھی جاتی ہیں (یعنی سورۂ فاتحہ) اور عظمت والا قرآن عطا فرمایا ہے ○ اور ہم نے کفار کی کئی جماعتوں کو جو (فوائد دنیاوی سے) متمتع کیا ہے تم ان کی طرف (رغبت سے) آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنا اور نہ ان کے حال پر افسوس کرنا اور مومنوں سے خاطر اور تواضع سے پیش آنا۔

ان آیتوں کا مقصد یہ نہیں ہے کہ رزق کی طلب میں کاہلی کی جائے بلکہ ان آیتوں کا مقصد کافروں کے ہاتھوں میں جو چیزیں ہیں ان کی تمنا کرنے سے روکنا ہے اور ان چیزوں میں لگے رہنے سے منع کرنا ہے۔ اس کے بعد رسول رحمت ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وَاۡمُرۡ اَهۡلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَا پیغمبر! آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی نماز کی پابندی کیجئے یعنی آپ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کی تلقین کرتے رہیئے اور انہیں نماز کا پابند بنا کر اللہ کے عذاب سے انہیں بچایئے اور آپ بھی اس نماز کی پوری پوری پابندی کیجئے۔ اس لئے یہ معلوم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو بھی نماز کا حکم دینا چاہیے جو ایک مرد کی اپنی ذمہ داری ہے' حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں سورۂ مریم کی آیت نمبر ۵۵ میں ہے وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیتے تھے وَكَانَ يَاۡمُرُ اَهۡلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے تھے۔

اس کے بعد رزق سے متعلق یہ بات رسولِ رحمت ﷺ سے کہی جا رہی ہے :لَا نَسۡـَٔلُكَ رِزۡقًا ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُكَ

ہم آپ سے رزق نہیں چاہتے ہم آپ کو رزق دیں گے یعنی ہم یہ نہیں چاہتے کہ آپ معاش کمانے میں لگ جائیں۔ زندگی کا مقصد رزق کمانا نہیں ہے اصل مقصدِ حیات اللہ کی اطاعت اور عبادت ہے اس رزق کی تگ ودو میں اللہ کی عبادت سے غفلت نہیں ہونی چاہیئے۔

﴿درس نمبر ۱۳۰۱﴾ یہ نبی ہمارے پاس کوئی نشانی لے کر کیوں نہیں آتے؟ ﴿طٰہٰ ۱۳۳۔۱۳۴۔۱۳۵﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ۝ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا لَوْلَا کیوں نہیں يَاْتِيْنَا لاتا وہ ہمارے پاس بِاٰيَةٍ کوئی نشانی مِّنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کی طرف سے اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ کیا ان کے پاس دلیل نہیں آئی مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى اس کی جو کچھ پہلے صحیفوں میں ہے وَلَوْ اور اگر اَنَّاۤ بے شک ہم اَهْلَكْنٰهُمْ ہلاک کر دیتے ان کو بِعَذَابٍ کسی عذاب کے ساتھ مِّنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے ہی لَقَالُوْا تو کہتے وہ رَبَّنَا اے ہمارے رب! لَوْلَاۤ کیوں نہیں اَرْسَلْتَ بھیجا تو نے اِلَيْنَا ہماری طرف رَسُوْلًا کوئی رسول فَنَتَّبِعَ چنانچہ ہم پیروی کرتے اٰيٰتِكَ تیری آیتوں کی مِنْ قَبْلِ اس سے پہلے اَنْ نَّذِلَّ کہ ہم ذلیل ہوتے وَنَخْزٰى اور رسوا ہوتے قُلْ آپ کہہ دیجئے كُلٌّ ہر ایک مُّتَرَبِّصٌ انتظار کرنے والا ہے فَتَرَبَّصُوْا لہٰذا تم بھی انتظار کرو فَسَتَعْلَمُوْنَ عنقریب تم جان لوگے مَنْ کون ہیں اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ راہِ راست کے حامل وَمَنِ اور کس نے اهْتَدٰى ہدایت کو اپنایا

ترجمہ :اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ: ''یہ (نبی) ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں لے آتے؟'' بھلا کیا ان کے پاس پچھلے (آسمانی) صحیفوں کے مضامین کی گواہی نہیں آ گئی؟ ۝ اور اگر ہم انہیں اس (قرآن) سے پہلے ان کو کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ کہتے کہ ہمارے پروردگار! آپ نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہیں بھیجا تاکہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے آپ کی آیتوں کی پیروی کرتے؟ ۝ (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو کہ (ہم) سب انتظار کر رہے ہیں، لہٰذا تم بھی انتظار کرو، کیونکہ عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ سیدھے راستے والے لوگ کون ہیں اور کون ہیں جو ہدایت پا گئے ہیں؟

تشریح: ۔ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گی ہیں:

۱۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ نبی ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں لے آتے؟

۲۔ بھلا کیا ان کے پاس پچھلے صحیفوں کے مضامین کی گواہی نہیں آ گئی؟

۳۔ اگر ہم اس قرآن سے پہلے ان کو کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ کہتے کہ ہمارے پرروردگار! آپ نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہیں بھیجا؟

۴۔ ہم ذلیل ورسوا ہونے سے پہلے آپ کی آیتوں کی پیروی کر لیتے'؟

۵۔ اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ ہم سب انتظار کر رہے ہیں لھذا تم بھی انتظار کرو۔

۶۔ کیونکہ عنقریب تمہیں پتہ چلے جائے گا کہ سیدھے راستے والے لوگ کون ہیں اور کون ہیں جو ہدایت پا گئے ہیں؟

کفارِ مکہ کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ وہ بار بار رسولِ رحمت ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے کہ یہ محمد اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں لے آتے؟ مشرکوں کا یہ اعتراض قرآنِ مجید دکی دیگر آیتوں میں بھی مذکور ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۱۸ میں کہا گیا: وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ جو لوگ (کچھ) نہیں جانتے (یعنی مشرک) وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی انہیں کی سی باتیں کیا کرتے تھے۔ ان لوگوں کے دل آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ جو لوگ صاحبِ یقین ہیں ان کے (سمجھانے کے) لئے ہم نے نشانیاں بیان کر دی ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے جو آفاقی کتاب قرآنِ مجید نازل کی ہے یہ خود زندہ نشانی ہے۔ ان کافروں کا معاملہ ہی یہ تھا کہ جب بھی کوئی نشانی آتی تو وہ اپنا منہ موڑ لیتے تھے۔ یہی حقیقت سورۂ انعام کی آیت نمبر ۴ میں یوں بیان کی گئی: وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ اور ان کے پاس کوئی نشانی بھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر وہ اس سے اعراض ہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے کافروں کے بارے میں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور جھٹلایا یہ وعید بیان کی: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (المائدہ ۸۶:) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلاتے رہے وہ لوگ دوزخی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک سوالیہ انداز میں کافروں کے اس اعتراض کا جواب دیا کہ بھلا کیا ان کے پاس پچھلے صحیفوں کے مضامین کی گواہی نہیں آ گئی؟ یعنی اگر یہ کفار و مشرکین تورات، زبور اور انجیل میں موجود مضامین میں غور کر لیتے اور ان آفاقی کتابوں اور صحیفوں میں آخری پیغمبر کی آمد کی بشارت اور ان کے اوصاف و کمالات کے تذکروں پر غور کر لیتے تو یہ ضرور اس نبی پر ایمان لا لیتے۔ اللہ تعالیٰ مزید فرما رہے ہیں کہ اگر ہم اس قرآنِ مجید کے نازل کئے

جانے سے پہلے مکہ کے ان کافروں کو کسی عذاب کے ذریعہ ہلاک کر دیتے تو یہ کافر قیامت کے دن یہی بات کہتے کہ ہمارے پروردگار! آپ نے تو کوئی پیغمبر ہمارے پاس بھیجا ہی نہیں؟ ہم قیامت کے دن کی اس ذلت اور رسوائی سے پہلے ہی آپ کی پیروی کر لیتے؟ اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے کہہ رہے ہیں کہ اے پیغمبر! آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ ہم سب انتظار کر رہے ہیں بس تم بھی انتظار کرو اس لئے کہ عنقریب تمہیں اس بات کا پتہ چل جائے گا کہ سیدھے راستہ والے لوگ کون ہیں اور وہ کون لوگ ہیں جو ہدایت جیسی نعمت سے سرشار ہو گئے؟

قرآنِ مجید کی دیگر آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ان سے کہہ دو کہ وہ انتظار کریں اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۸ میں ہے قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ کہہ دیجئے کہ تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۷۱ میں کہا گیا: فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۲۰ میں کہا گیا: فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ آپ فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف اللہ کو ہے تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآءِ مَكِّيَّةٌ

یہ سورت ۷ رکوع اور ۱۱۲ آیات پر مشتمل ہے۔

﴿درس نمبر ۱۳۰۲﴾ لوگوں کیلئے ان کے حساب کا وقت قریب آ پہنچا ﴿الانبیاء ۱۔تا۔۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِقْتَرَبَ قریب آ گیا ہے لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے حِسَابُهُمْ ان کا حساب وَهُمْ جبکہ وہ فِيْ غَفْلَةٍ غفلت میں مُّعْرِضُوْنَ اعراض کرنے والے ہیں مَا يَأْتِيْهِمْ نہیں آتا ان کے پاس مِّنْ ذِكْرٍ کوئی ذکر مِّنْ رَّبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے مُّحْدَثٍ نیا اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ مگر وہ اس کو سنتے ہیں وَهُمْ اس حال میں کہ وہ يَلْعَبُوْنَ کھیل رہے ہوتے ہیں لَاهِيَةً غافل ہیں قُلُوْبُهُمْ ؕ ان کے دل وَاَسَرُّوا النَّجْوَى اور چپکے چپکے مشورہ کیا الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جنہوں نے ظَلَمُوْا ظلم کیا هَلْ هٰذَآ یہ نہیں ہے اِلَّا بَشَرٌ مگر بشر ہی مِّثْلُكُمْ تم جیسا اَفَتَاْتُوْنَ کیا پھر تم آتے ہو السِّحْرَ جادو کو وَاَنْتُمْ جبکہ تم تُبْصِرُوْنَ ۝ دیکھ بھی رہے ہو

ترجمہ:۔ لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت قریب آ پہنچا ہے اور وہ ہیں کہ غفلت کی حالت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں ۝ جب کبھی ان کے پروردگار کی طرف سے نصیحت کی کوئی نئی بات ان کے پاس آتی ہے تو وہ اسے مذاق بنا بنا کر اس حالت میں سنتے ہیں ۝ کہ ان کے دل فضولیات میں منہمک ہوتے ہیں اور یہ ظالم چپکے چپکے (ایک دوسرے سے) سرگوشی کرتے ہیں کہ یہ شخص (یعنی محمد ﷺ) تم ہی جیسا ایک انسان نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا پھر بھی تم سوجھتے بوجھتے جادو کی بات سننے جاؤ گے؟

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔

۲۔ وہ ہیں کہ غفلت کی حالت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں

۳۔ جب کبھی ان کے پروردگار کی طرف سے نصیحت کی کوئی نئی بات ان کے پاس آتی ہے تو وہ اسے مذاق بنا کر اس حالت میں سنتے ہیں

۴۔ ان کے دل فضولیات میں منہمک ہوتے ہیں

۵۔ یہ ظالم چپکے چپکے ایک دوسرے سے سرگوشی کرتے ہیں۔

۶۔ یہ شخص یعنی محمد ﷺ تم ہی جیسا ایک انسان نہیں تو اور کیا ہے؟

۷۔ کیا پھر بھی تم سوجھتے بوجھتے جادو کی بات سنتے جاؤ گے؟

زمین و آسمان، چاند و سورج، ستارے اور سیارے، سمندر اور پہاڑ اور جن وانس وغیرہ کے خالق و مالک نے دنیا کا نظام ہی کچھ اس طرح بنایا ہے کہ انسان چند سال زمین پر زندگی بسر کرے اور اس مختصر سی زندگی میں اس کی آزمائش کی جائے اور پھر اس انسان کو موت کا مزہ چکھا دیا جائے اور وہ قبر کے گڑھے میں چلا جائے اور ایک دن یہ پوری دنیا ہی ختم کردی جائے اور دنیا جہاں کے سارے انسانوں کو میدانِ محشر میں جمع کیا جائے اور ان سارے انسانوں کا حساب لیا جائے اور اس حساب کے بعد نیک لوگوں کو جنت میں ڈال دیا جائے اور برے لوگوں کو دوزخ میں پھینک دیا جائے، جس دن یہ ساری انسانیت زندہ کر کے میدان محشر میں جمع کی جائے گی اسی دن کو قیامت کا دن کہا جاتا ہے اور حساب کا دن بھی' قیامت کے دن کا ذکر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۱۳ میں یوں ہے فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ تو جس بات میں یہ لوگ اختلاف کررہے ہیں اللہ قیامت کے دن اس کا ان میں فیصلہ کردے گا۔ سورۂ ص کی آیت نمبر ۱۶ میں یوم الحساب کا ذکر یوں ہے وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ اور انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! ہماری سرنوشت تو ہمیں روزِ حساب سے پہلے ہی دے دیجئے۔

قیامت کے سلسلے میں ایک بات قرآن مجید میں مختلف انداز میں بیان کی گئی ہے کہ قیامت کا دن قریب ہے' سورۂ قمر کی آیت نمبر ا میں کہا گیا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا اور یہاں حساب کے قریب ہونے کی بات بتلائی گئی ہے کہ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں اعراض کئے ہوئے ہیں سورۂ الشوریٰ کی آیت نمبر ۱۷ میں کہا گیا وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ اور آپ کو کیا خبر شاید قیامت قریب ہی ہو؟

حساب کا قریب ہونا گویا قیامت کا قریب ہوجانا ہے اور قیامت کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ثواب اور عقاب یعنی جزا اور سزا کا وقت بھی گویا آ چکا ہے' اس قدر وضاحت کے باوجود کہ قیامت اور حساب قریب ہے لوگوں کی حالت یہ ہے کہ وہ غفلت' لاپرواہی اور سستی میں پڑے ہوئے ہیں اور آخرت کے بارے میں غور و فکر کرنے اور حساب کی تیاری کرنے کی انہیں کوئی فکر ہی نہیں ہے۔ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ میں جو لفظ اَلنَّاس (یعنی لوگ) ہے اس سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق مشرکین ہیں جو مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جانے

کا انکار کرتے ہیں۔ اس آیت میں جو لفظ اَلنَّاسُ ہے وہ تمام انسانوں کو اپنے احاطہ میں لیتا ہے اگر چہ کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت اشارہ دراصل مکہ کے مشرکین ہی کی طرف تھا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر بندہ کو حقیقی معنی میں یہ معلوم ہوجائے اور یقین ہوجائے کہ حساب کا وقت قریب ہے تو وہ ضرور توبہ کرنے میں جلدی کرے گا اور دنیا کی جانب رغبت کم یا ختم ہوجائے گی۔ روایتوں میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی دیوار کی تعمیر کررہے تھے جس دن یہ سورۃ انبیاء نازل ہوئی ایک دوسرے صحابی ان کے سامنے سے گزرے، دیوار کی تعمیر کرنے والے صحابی نے ان سے پوچھا کہ آج قرآن مجید میں کیا نازل ہوا؟ تو انہوں نے یہ آیت سنائی جو اسی دن نازل ہوئی تھی اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ۔ یہ آیت سنتے ہی صحابیِ رسول نے کہا اللہ کی قسم! میں اب اس دیوار کی تعمیر ہرگز نہیں کروں گا اس لئے کہ حساب کا وقت قریب آچکا ہے۔

قرآنِ مجید سے متعلق غافل مشرکوں اور کافروں کی حالت بیان کی جارہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بھی نئی نصیحت ان کے پاس آتی ہے یعنی کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو یہ مشرکین اس آیت کو کھیلتے ہوئے سنتے ہیں اور ان کے دل غافل ہوتے ہیں وہ ان آیتوں کا وہ مذاق اڑاتے ہیں اور ان مشرکوں کے دل ان آیتوں کے معنی اور مطلب کو سمجھنے کی طرف راغب ہی نہیں رہتے بلکہ ان کے دل فضول اور بے کار کاموں میں مصروف رہتے ہیں ایسے موقعوں پر ان مشرکین کا معمول یہ ہوتا ہے کہ وہ آپس میں چپکے چپکے ایک دوسرے سے سرگوشی یعنی کانا پوسی کرتے رہتے ہیں تا کہ ان کی ان باتوں کا کسی کو علم ہی نہ ہو اور آپس میں رسولِ رحمت ﷺ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ محمد تو بس ایک انسان ہیں جیسے دوسرے انسان ہوتے ہیں اور تم کو چھوڑ کر ایک عام انسان کو بھلا کیسے رسالت اور نبوت کے لئے مختص کیا جاسکتا ہے؟ ان ظالموں کا یہ عقیدہ تھا کہ رسول اور نبی تو بس فرشتہ ہی ہوسکتا ہے اور انسانوں میں سے جو بھی نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرے اور کوئی معجزہ لے آئے تو وہ نبی نہیں بلکہ وہ جادوگر ہے (نعوذ باللہ من ذالک) پھر یوں کہتے تھے کہ کیا پھر بھی سوجھتے بوجھتے تم جادو کی بات سنتے جاؤ گے؟ جب تم خود ہی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہو کہ یہ جادو ہے تم کیسے ایسے شخص کی اتباع کرو گے؟ یہ مشرکین رسولِ رحمت ﷺ کے نبی ہونے کو ناممکن تصور کرتے تھے اور ان کا یہ یقین تھا کہ رسول تو بس فرشتہ ہی ہوسکتا ہے کوئی انسان نبی نہیں ہوسکتا۔ مشرکین کے اس اعتراض کا جواب سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۹۵ میں یوں دیا گیا: قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا کہہ دو کہ ''اگر زمین پر فرشتے ہی اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو بیشک ہم آسمان سے کسی فرشتے کو رسول بنا کر اُن پر اُتار دیتے۔'' لیکن چونکہ زمین پر انسان چل پھر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کیلئے انسانوں میں سے ہی اپنے بندوں کو نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے۔

بھلا اب کیا یہ ایمان لے آئیں گے؟

﴿درس نمبر ۱۳۰۳﴾ ﴿الانبیاء ۴۔تا۔۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۫ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ اس نے کہا رَبِّيْ يَعْلَمُ میرا رب جانتا ہے الْقَوْلَ ہر بات کو فِي السَّمَآءِ آسمان میں وَالْاَرْضِ اورزمین میں وَهُوَ اوروہ السَّمِيْعُ خوب سننے والا ہے الْعَلِيْمُ خوب جاننے والا ہے بَلْ قَالُوْٓا بلکہ انہوں نے کہا اَضْغَاثُ پراگندہ اَحْلَامٍ خیالات ہیں بَلِ افْتَرٰىهُ بلکہ اس نے خود ہی گھڑا ہے اسے بَلْ هُوَ شَاعِرٌ بلکہ وہ شاعر ہے فَلْيَاْتِنَا لہٰذا چاہیے کہ وہ ہمارے پاس لائے بِاٰيَةٍ کوئی نشانی كَمَآ اُرْسِلَ جیسا کہ بھیجے گئے تھے الْاَوَّلُوْنَ پہلے مَآ اٰمَنَتْ ایمان نہیں لائی قَبْلَهُمْ ان سے پہلے مِّنْ قَرْيَةٍ کوئی بستی اَهْلَكْنٰهَا کہ ہم نے ہلاک کیا اُسے اَفَهُمْ کیا پھر وہ يُؤْمِنُوْنَ ایمان لے آئیں گے

ترجمہ:۔ پیغمبر نے (جواب میں) کہا کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ کہا جاتا ہے میرا پروردگار اُس سب کو جانتا ہے۔ وہ ہر بات سنتا ہے، ہر چیز سے باخبر ہے ۝ یہی نہیں بلکہ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ یہ (قرآن) بے جوڑ خوابوں کا مجموعہ ہے بلکہ یہ ان صاحب نے خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ ایک شاعر ہیں۔ بھلا یہ ہمارے سامنے کوئی نشانی تو لے آئیں جیسے پچھلے پیغمبر (نشانیوں کے ساتھ) بھیجے گئے تھے! ۝ حالانکہ ان سے پہلے جس کسی بستی کو ہم نے ہلاک کیا وہ ایمان نہیں لائی، اب کیا یہ لوگ ایمان لے آئیں گے؟

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ پیغمبر نے جواب میں کہا کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ کہا جاتا ہے میرا پروردگار ان سب کو جانتا ہے۔

۲۔ وہ ہر بات سنتا ہے ہر چیز سے باخبر ہے

۳۔ یہی نہیں بلکہ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ یہ قرآن بے جوڑ خوابوں کا مجموعہ ہے

۴۔ بلکہ یہ ان صاحب نے خود ہی گھڑ لیا ہے۔ ۵۔ بلکہ یہ ایک شاعر ہیں

۶۔ بھلا یہ ہمارے سامنے کوئی نشانی تو لے آئیں جیسے پچھلے پیغمبر بھیجے گئے تھے

۷۔ حالانکہ اس سے پہلے جس کسی بستی کو ہم نے ہلاک کیا وہ ایمان نہیں لائی

۸۔ اب کیا یہ ایمان لے آئیں گے؟

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ آہستہ کہی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے اور زور سے کہی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے بلکہ اس کی بلند شان یہ ہے کہ وہ ان باتوں کو بھی جانتا ہے جو لوگوں کے سینوں میں ہوتے ہیں۔ دل ہی دل میں جو لوگ مختلف خیالات، ارادے اور وسوسے لاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان وسوسوں، خیالوں اور ارادوں سے بھی باخبر ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۹ میں یہ بات کہی گئی اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اللہ تعالیٰ دلوں کے راز کو بخوبی جانتا ہے۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۴۳ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بے شک وہ دلوں کے بھیدوں سے خوب آگاہ ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ کے لائے ہوئے دین کو مٹانے کیلئے جو مشرکین آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے تھے اور کانا پوسی کرتے تھے ان سے یہ حقیقت بتلا دیجئے اور ان کے رازوں کو فاش کر دیجئے کہ جو کچھ تم لوگ آپس میں کہتے ہو تم ان باتوں کو مت چھپاؤ اور یہ بات یاد رکھو کہ بے شک میرا اور تمہارا رب ان ساری باتوں کو جانتا ہے۔ زمین و آسمان کی کوئی چھپی ہوئی چیز ہمارے لئے چھپی ہوئی ہو سکتی ہے مگر رب کائنات کے لئے یہ چیز چھپی ہوئی نہیں ہے' اللہ تعالیٰ تمہاری کہی ہوئی باتوں سے باخبر ہے اور تمہارے حالات سے بھی واقف ہے اور اس پروردگار نے یہ آفاقی آخری آسمانی کتاب نازل کی ہے جس کو قرآن مجید کہا جاتا ہے جس میں اگلے اور پچھلے لوگوں کے احوال موجود ہیں' زمین و آسمان کی پیدائش سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک کی اہم ترین باتیں اس کتاب الٰہی میں ذکر کی گئی ہیں

اس کے باوجود ان مشرکین کی حالت یہ ہے کہ یہ اس آفاقی مقدس کتاب کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن عظیم بے جوڑ خوابوں کا مجموعہ ہے (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ) اور یہ بے عقل اور بے توفیق مشرکین رسول رحمت ﷺ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خود ہی یہ کتاب اپنی طرف سے گھڑ لی ہے۔ ان مشرکین نے رسول رحمت ﷺ کے بارے میں پہلے تو یہ کہا کہ آپ ﷺ جادوگر ہیں اور آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ جادو ہے پھر اپنی ہی باتوں سے پھر جاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ بے جوڑ خوابوں کا مجموعہ ہے کہ رات میں جو خواب دیکھتے ہیں وہ دن میں بول دیتے ہیں (نعوذ باللہ) اور کہتے ہیں کہ یہ آسمان سے اتری ہوئی کتاب نہیں ہے بلکہ اپنی طرف سے گھڑی ہوئی کتاب ہے۔ ان مشرکین کا رسولِ رحمت ﷺ سے متعلق کسی ایک بات پر قائم نہ رہنا اور کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہہ دینا اس قسم کی مضطرب باتیں خود اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ مشرکین حق پر نہیں بلکہ باطل پر ہیں۔ یہ مشرکین اس حق اور حقیقت سے بے خبر اور جاہل ہیں جو رسول رحمت ﷺ اس دنیا میں لے آئے ہیں یا یہ کہ مشرکین اس حق اور حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود محض عناد اور غرور کی وجہ سے اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں اور یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ آپ کوئی نشانی لے کر آئیں جیسے پچھلے بھیجے گئے پیغمبروں کے ساتھ نشانیاں بھیجی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ رسولِ رحمت ﷺ سے پہلے جتنی بھی قوموں کو ہلاک کیا گیا اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ ایمان نہیں لائے تھے، جن کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے انہیں ہلاک کیا گیا اب کیا یہ ایمان لے آئیں گے؟

﴿درس نمبر ١٣٠٤﴾ **دنیا میں آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا گیا** ﴿الانبیاء ٧۔تا۔٩﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ○ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَآ اَرْسَلْنَا اور ہم نے نہیں بھیجے قَبْلَكَ آپ سے پہلے اِلَّا رِجَالًا مگر مرد ہی نُّوْحِيْٓ ہم وحی کرتے تھے اِلَيْهِمْ ان کی طرف فَسْئَلُوْٓا چنانچہ تم پوچھ لو اَهْلَ الذِّكْرِ اہلِ ذکر سے اِنْ كُنْتُمْ اگر ہو تم لَا تَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے وَمَا جَعَلْنٰهُمْ اور نہیں بنائے تھے ہم نے ان کے جَسَدًا ایسے جسم لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں وَمَا كَانُوْا اور نہ تھے وہ خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہنے والے ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ پھر ہم نے ان سے سچا وعدہ کیا فَاَنْجَيْنٰهُمْ چنانچہ ہم نے انہیں نجات دی وَمَنْ نَّشَآءُ اور جنہیں ہم چاہتے تھے وَاَهْلَكْنَا اور ہم نے ہلاک کر دیا الْمُسْرِفِيْنَ حد سے گزرنے والوں کو

ترجمہ:۔ اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے کسی اور کو نہیں آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی نازل کرتے تھے۔ لہٰذا (کافروں سے کہو کہ) اگر تمہیں خود علم نہیں ہے تو نصیحت کا علم رکھنے والوں سے پوچھ لو ○ اور ہم نے ان (رسولوں) کو ایسے جسم بنا کر پیدا نہیں کر دیا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ایسے تھے کہ ہمیشہ زندہ رہیں ○ پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اُسے سچا کر دکھایا کہ ان کو بھی بچا لیا اور (ان کے علاوہ) جن کو ہم نے چاہا ان کو بھی اور جو لوگ حد سے گزر چکے تھے انہیں ہلاک کر دیا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

١۔ اے پیغمبر! ہم نے آپ سے پہلے کسی اور کو نہیں آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا

٢۔ جن رسولوں پر ہم وحی نازل کرتے تھے۔ ٣۔ اگر تمہیں خود علم نہیں ہے تو نصیحت کا علم رکھنے والوں سے پوچھ لو

٤۔ ہم نے ان رسولوں کو ایسے جسم بنا کر پیدا نہیں کر دیا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ایسے تھے کہ ہمیشہ زندہ رہیں۔

٥۔ پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اسے سچا کر دکھایا کہ ان کو بھی بچا لیا اور ان کے علاوہ جن کو ہم نے چاہا ان کو بھی بچا لیا

٦۔ جو حد سے گزر چکے تھے انہیں ہلاک کر دیا

مکہ کے مشرکین کا یہ خیال تھا کہ کوئی انسان نبی نہیں بن سکتا، نبی تو کوئی فرشتہ ہی ہوسکتا ہے اس باطل اور بے کار قسم کے خیال اور تصور کا جواب اس آیت میں یہ دیا گیا کہ اے پیغمبر! ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر بھیجے

ہیں وہ سارے کے سارے انسان ہی تھے انسانوں کے علاوہ کسی اور مخلوق کو ہم نے کبھی نبی بنا کر نہیں بھیجا اور جتنے بھی رسول اس دنیا میں آئے جو انسان تھے ان کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے' سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۱۰۹ میں بھی یہ حقیقت اس طرح بتلائی گئی ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اور ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھیجے وہ سب مختلف بستیوں میں بسنے والے انسان ہی تھے جن پر ہم وحی بھیجتے تھے۔ تو کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر یہ نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے کی قوموں کا انجام کیسا ہوا؟ اور آخرت کا گھر یقیناً ان لوگوں کے لئے کہیں بہتر ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۹ میں رسول رحمت ﷺ کی زبانی یہ حقیقت اجاگر کی گئی قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ کہو کہ ''میں پیغمبروں میں کوئی انوکھا پیغمبر نہیں ہوں۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ اور نہ یہ معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ میں کسی اور چیز کی نہیں، صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے بھیجی جاتی ہے اور میں تو صرف ایک واضح انداز سے خبردار کرنے والا ہوں۔'' گزری ہوئی قوموں نے نبیوں سے متعلق یہ سوال اٹھایا تھا جس کا ذکر سورۃ التغابن کی آیت نمبر ۶ میں ہے کہا کہ اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا کہ کیا کوئی انسان ہماری رہنمائی کرے گا؟ ان کا خیال یہ تھا کہ ان جیسا ایک انسان ان کی رہبری نہیں کرسکتا پھر یہ بات کہی جارہی ہے کہ اگر تم رسولوں کے انسان ہونے کے بارے میں شک میں مبتلا ہو تو دوسری قوموں میں جو علم والے ہیں ان سے سوال کرو اور پوچھو یعنی یہود و نصاریٰ کے اہلِ علم سے اس سلسلہ میں دریافت کرلو تمہیں حقیقت معلوم ہوجائے گی اور تمہیں یہ معلوم ہوجائے گا کہ گزری ہوئی قوموں کی جانب جو انبیاء آئے تھے وہ فرشتے تھے یا انسان؟ اللہ تعالیٰ اسی لئے انہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم علم والوں سے اس سلسلہ میں سوال کرلو تاکہ تمہارا غلط خیال تمہارے ذہنوں سے نکل جائے' یہود و نصاریٰ کے علماء سے پوچھنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ یہ مشرکین ان پر اعتماد بھی کرتے تھے اور نبی ﷺ کے بارے میں ان سے مشورہ بھی لیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو انسانوں ہی میں سے اس لئے بنایا تاکہ دیگر تمام لوگوں کو ان سے نصیحت اور رہنمائی لینے میں آسانی رہے اگر فرشتے نبی بن کر آتے تو ظاہر ہے کہ ان سے رہنمائی حاصل کرنے اور نصیحت حاصل کرنے میں دشواری پیش آتی۔

﴿درس نمبر ۱۳۰۵﴾ ایک ایسی کتاب جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے ﴿الانبیاء ۱۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ :لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ البتہ تحقیق ہم نے نازل کی اِلَيْكُمْ تمہاری طرف كِتٰبًا ایک کتاب فِيْهِ اس میں ذِكْرُكُمْ تمہارا ذکر ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پھر تم سمجھتے نہیں ؟

ترجمہ:۔(اب) ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب اُتاری ہے جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے۔ کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے ؟

تشریح:۔اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب اتاری ہے جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے۔

۲۔کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے ہو؟

اللہ تعالیٰ نے یہاں جو بات بیان فرمائی ہے کہ ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے اس کے کیا معنیٰ اور مطلب مفسرین نے بیان کئے ہیں؟ بعض مفسرین نے یہاں یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جو قرآن عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے اے اہل عرب! اس کی وجہ سے تمہاری عزت اور دائمی شہرت ہے' قرآن مجید کی برکت سے ان کو بلندی نصیب ہوئی' قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے دنیا میں عرب کی کوئی حیثیت نہیں تھی قرآن مجید کی وجہ سے اہل عرب کو عزت' سرفرازی اور سربلندی نصیب ہوئی' یہاں اس بات کی طرف اشارہ دیا جارہا ہے کہ ہم نے تمہیں ایسی کتاب دی ہے جس کتاب کی وجہ سے تمہاری عزت ہے اب تمہاری ذمہ داری ہے کہ اس بلندی کی لاج رکھ لو۔ بعض مفسرین نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہم آپ کو عظمت والا قرآن عطا کررہے ہیں جس میں انسانی زندگی کیلئے باکمال و مثالی دستور موجود ہے جس میں اے انسانو! تمہاری تمام مخلوقات پر برتری کا ذکر بھی ہے اور سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۴۴ میں بتلایا گیا وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ یہ قرآن مجید تمہارے لئے بھی نصیحت ہے اے پیغمبر! اور تمہاری قوم کے لئے بھی نصیحت ہے۔ بعض مفسرین نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ تمہارے لئے نصیحت اور بھلائی کی باتیں اس کتاب میں موجود ہیں' اگر تم اس کتاب کو تھام لو گے اور اس پر عمل پیرا ہو جاؤ گے تو تمہیں دنیا کی عزت اور آخرت کی کامیابی نصیب ہوگی۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کے ذریعہ یہ تنبیہ کی جارہی ہے کہ کیا تم اپنے اس معاملہ میں غور و فکر نہیں کرتے اور ان نعمتوں کی قدردانی نہیں کرتے اور اس کتابِ ہدایت کی نصیحتوں کو قبول نہیں کرتے ؟

غور و فکر کرو کہ یہ قرآن حکیم کس قدر عبرت و نصیحت کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے' اس کتاب مقدس میں جو ہیرے موتی ہیں ان کو تلاش کرو، ان کی قدر کرو اور اس کتاب نے جن کاموں سے رکنے اور پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے اور جن چیزوں کے کرنے سے منع کیا ہے تم سے رک جاؤ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے ماننے والوں کو قرآن مجید کے احکام میں غور و فکر اور تدبر کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں اور دین و دنیا اور انسانی زندگی کے

مختلف امور کو اس قرآن مجید کے ذریعہ سمجھنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ قرآن مجید وہ مقدس و نافع کتابِ الٰہی ہے جس میں ترغیبی باتیں بھی ہیں اور خوشخبریاں بھی ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جو اپنے ماننے والوں کو بری باتوں سے بچاتی ہے اور ان کی نفرت دلوں میں ڈال دیتی ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جو بھلائی کا حکم دیتی ہے اور برائیوں سے روکتی ہے، یہی وہ کتاب ہے جو اچھے اور بلند اخلاق کی نشاندہی کرتی ہے اور اچھے اعمال کی فہرست پیش کرتی ہے اور دونوں جہاں کی سعادت، کامیابی اور نجات کے فارمولے پیش کرتی ہے اور ایک ایسا پیارا نظام پیش کرتی ہے جو صاف ستھرا اور پاکیزہ ہے۔

﴿درس نمبر ۱۳۰۶﴾ ہم نے کتنی بستیوں کو پیس ڈالا جو ظالم تھیں ﴿الانبیاء ۱۱۔تا۔۱۵﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَمۡ قَصَمۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ كَانَتۡ ظَالِمَةً وَّاَنۡشَاۡنَا بَعۡدَهَا قَوۡمًا اٰخَرِيۡنَ ۝ فَلَمَّاۤ اَحَسُّوۡا بَاۡسَنَاۤ اِذَا هُمۡ مِّنۡهَا يَرۡكُضُوۡنَ ۝ لَا تَرۡكُضُوۡا وَارۡجِعُوۡۤا اِلٰى مَاۤ اُتۡرِفۡتُمۡ فِيۡهِ وَمَسٰكِنِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تُسۡـَٔلُوۡنَ ۝ قَالُوۡا يٰوَيۡلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ۝ فَمَا زَالَتۡ تِّلۡكَ دَعۡوٰٮهُمۡ حَتّٰى جَعَلۡنٰهُمۡ حَصِيۡدًا خٰمِدِيۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَمۡ اور کتنی ہی قَصَمۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ ہم نے تہس نہس کر دیں بستیاں كَانَتۡ ظَالِمَةً تھیں وہ ظالم وَّاَنۡشَاۡنَا اور ہم نے پیدا کیں بَعۡدَهَا ان کے بعد قَوۡمًا اٰخَرِيۡنَ دوسری قومیں فَلَمَّاۤ چنانچہ جب اَحَسُّوۡا انہوں نے محسوس کیا بَاۡسَنَاۤ ہمارا عذاب اِذَا هُمۡ تب وہ مِّنۡهَا ان سے يَرۡكُضُوۡنَ بھاگتے تھے لَا تَرۡكُضُوۡا تم مت بھاگو وَارۡجِعُوۡۤا اور تم لوٹ آؤ اِلٰى مَاۤ ان کی طرف کہ اُتۡرِفۡتُمۡ تم آسودگی دیئے گئے تھے فِيۡهِ ان میں وَمَسٰكِنِكُمۡ اور اپنے مکانوں لَعَلَّكُمۡ تاکہ تم تُسۡـَٔلُوۡنَ پوچھے جاؤ قَالُوۡا انہوں نے کہا يٰوَيۡلَنَاۤ ہائے ہماری کم بختی! اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے فَمَا زَالَتۡ پھر ہمیشہ رہی تِّلۡكَ دَعۡوٰٮهُمۡ یہی ان کی پکار حَتّٰى جَعَلۡنٰهُمۡ یہاں تک کہ ہم نے انہیں کر دیا حَصِيۡدًا کٹی کھیتی خٰمِدِيۡنَ بجھے ہوئے

ترجمہ:۔ اور ہم نے کتنی بستیوں کو پیس ڈالا جو ظالم تھیں اور ان کے بعد ہم نے دوسری نسلیں پیدا کیں ۝ چنانچہ جب انہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی تو وہ ایک دم وہاں سے بھاگنے لگے ۝ (ان سے کہا گیا:) بھاگو مت اور واپس جاؤ اپنے انہی مکانات اور اسی عیش و عشرت کے سامان کی طرف جس کے مزے تم لوٹ رہے تھے، شاید تم سے کچھ پوچھا جائے ۝ وہ کہنے لگے ''ہائے ہماری کم بختی! سچی بات یہ ہے کہ ہم لوگ ہی ظالم تھے۔'' ۝ ان کی یہی پکار جاری رہی یہاں تک کہ ہم نے ان کو ایک کٹی ہوئی کھیتی، ایک بجھی ہوئی آگ بنا کر رکھ دیا۔

تشریح: ۔ان پانچ آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ہم نے کتنی بستیوں کو پیس ڈالا جو ظالم تھیں۔ ۲۔ان کے بعد ہم نے دوسری نسلیں پیدا کیں۔

۳۔ چنانچہ جب انہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی تو وہ ایک دم وہاں سے بھاگنے لگے۔

۴۔ان سے کہا گیا کہ بھاگو مت اور واپس آجاؤ اپنے انہی مکانات اور اسی عیش و عشرت کے سامان کی طرف جس کے مزے تم لوٹ رہے تھے۔

۵۔شاید تم سے کچھ پوچھا جائے۔

۶۔وہ کہنے لگے ہائے ہماری کم بختی! سچی بات یہ ہے کہ ہم لوگ ہی ظالم تھے۔

۷۔ان کی یہی پکار جاری رہی یہاں تک کہ ہم نے ان کو ایک کٹی ہوئی کھیتی، ایک بجھی ہوئی آگ بنا کر رکھ دیا

ان آیتوں میں کافروں اور نافرمانوں کو اس حقیقت سے باخبر کیا جارہا ہے کہ ان سے پہلے جو قومیں گزری ہیں جن قوموں نے توحید سے منہ موڑا، کفر و شرک کو اختیار کیا' ان کی ہدایت کیلئے جن نبیوں کو بھیجا گیا تھا ان نبیوں کی مخالفت کی اور ان کو جھٹلایا اور ان کے حکموں کی خلاف ورزی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو ان کے جرائم کی وجہ سے پیس کر رکھ دیا' گزری ہوئی قوموں نے جنہوں نے کفر و شرک، مخالفت اور سرکشی کے ذریعہ خود اپنے آپ پر ظلم کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک و برباد کر دیا' ان کا نام و نشان مٹا دیا' ان بستیوں میں رہنے والے ایسے ملیا میٹ ہو گئے کہ كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ گویا کہ کل وہ وہاں تھے ہی نہیں۔ نافرمان قوموں کی ہلاکت و بربادی کے تذکرے قرآن مجید کی مختلف و متعدد آیات میں موجود ہیں۔سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۷ میں کہا گیا وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا اور تمہارا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہونے اور دیکھنے کیلئے کافی ہے۔سورۃ الحج کی آیت نمبر ۴۵ میں کہا گیا فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِیَ ظَالِمَةٌ فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِیْدٍ غرض کتنی بستیاں تھیں جن کو ہم نے اس وقت ہلاک کیا جب وہ ظلم کر رہی تھیں، چنانچہ وہ اپنی چھتوں کے بل گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں جو اَب بیکار پڑے ہیں اور کتنے پکے بنے ہوئے محل (جو کھنڈر بن چکے ہیں) سورۂ انعام کی آیت نمبر ۶ میں کہا گیا اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں! انکو ہم نے زمین میں وہ اقتدار دیا تھا جو تمہیں نہیں دیا۔ ہم نے ان پر آسمان سے خوب بارشیں بھیجیں اور ہم نے دریاؤں کو مقرر کر دیا کہ وہ ان کے نیچے بہتی رہیں۔لیکن پھر

ان کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے ان کو ہلاک کرڈالااوران کے بعد دوسری نسلیں پیدا کیں۔سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۴ میں کہا گیاوَ كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتاً أَوْ هُمْ قَآئِلُونَ کتنی ہی بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کیا۔ چنانچہ اُن کے پاس ہمارا عذاب راتوں رات آ گیا، یا ایسے وقت آیا جب وہ دوپہر کو آرام کرر ہے تھے۔وَاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ان کے بعد ہم نے دوسری نسلیں پیدا کیں' یعنی ظالم قوموں کو ہلاک کرنے کے بعدان کی جگہ ہم نے دوسری نسل کو پیدا کیا اور جب لوگوں کو پتہ چلا کہ عذاب آرہا ہے تو وہاں سے وہ دوڑ کر جانے لگے ان سے کہا گیا کہ تم لوگ مت دوڑو تم جس عیش وعشرت میں لگے ہوئے تھے اور جن گھروں میں رہتے تھے انہی میں واپس آجاؤ تا کہ تم سے پوچھا جائے کہ تم جس سازوسامان اور جن مکانوں پر گھمنڈ کرتے تھے اور اتراتے تھے وہ کہاں ہیں؟ اب بتاؤ کہ تمہارے لئے پناہ اور حفاظت کی جگہ کہاں ہے؟ اور جب عذاب آہی گیا تو وہ ظالم لوگ کہنے لگے کہ ہائے ہماری کم بختی! ہم ظالم تھے اور یہ حقیقت ہے کہ توبہ کرنا اس وقت تک فائدہ مند ہے جب تک کہ عذاب نہ آئے،لیکن جب عذاب آجائے تو نہ ظلم کا اقرار کرنا فائدہ مند ہے اور نہ ہی توبہ کرنا فائدہ مند ہے اس لئے وہ لوگ بس اپنی ہی بات کرر ہے تھے کہ ہائے کم بختی! ہم ظالم تھے،مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی کی طرح بجھی ہوئی حالت میں کر دیا۔قوموں کی ہلاکت اور ان کے بعد دوسری جماعتوں کے پیدا کرنے سے متعلق یہ بات دیگر آیات میں بھی بتلائی گئی ہے۔سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۶ میں کہا گیا :وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ اوران کے بعد دوسری جماعتوں کو ہم نے پیدا کر دیا۔سورۃ مومنون کی آیت نمبر ۳۱ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی :ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ان کے بعد ہم نے اور بھی امت پیدا کی۔سورۃ قصص کی آیت نمبر ۴۵ میں کہا گیاوَ لٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ لیکن ہم نے بہت سی نسلیں پیدا کیں جن پر لمبی مدتیں گزر گئیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب عذاب کے ذریعہ انہیں ہلاک کر دیا گیا تو ان لوگوں کی حالت یہ تھی کہ ان کے جسموں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے جیسے کھیتی کو کاٹ کر ڈھیر لگا دیا جاتا ہے۔ان ظالم قوموں کا کروفر اور ان کا ٹھاٹ باٹ سب ایسے ہی ختم ہو گیا جیسے جلتی ہوئی شمعیں بجھادی گئی ہوں۔جب ان ظالموں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ ضرور ان پر عذاب نازل ہوگا جیسا کہ ان کے نبی نے ان کو اس عذاب سے ڈرایا دھمکایا تھا تو وہ سارے کے سارے ان کی بستیوں سے بھاگنے لگے اس وقت ان سے کہا گیا کہ عذاب کے اترنے کے خوف سے مت بھاگو بلکہ جس سرور اور مستی میں تم تھے اس کی طرف لوٹ کر آؤ اور اپنے بہترین ٹھکانوں کی طرف لوٹ کر آؤ تا کہ تم سے یہ پوچھا جائے کہ تم کس حالت میں تھے اور تا کہ تم سے یہ پوچھا جائے کہ یہ عذاب حقیقت میں تم پر کیوں نازل ہوا؟ اس وقت ان ظالموں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا مگر اعتراف کا وقت ختم ہو چکا تھا اور اس وقت کے اعتراف نے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔سورۃ الملک کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی اس اعتراف کا ذکر یوں کیا گیافَاعْتَرَفُوْا

بِذَنۡۢبِہِمۡ پس انہوں نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا۔ یہ ظالم اپنی باتوں کو دہراتے رہے اور اپنے ظلم وسرکشی کا اعتراف کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی آوازیں خاموشی میں تبدیل ہوگئیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۰۷﴾ ہم حق بات کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں ﴿الانبیاء ۱۶۔تا۔۱۸﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَہُمَا لٰعِبِیۡنَ ۝ لَوۡ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نَّتَّخِذَ لَہۡوًا لَّاتَّخَذۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّاۤ اِنۡ کُنَّا فٰعِلِیۡنَ ۝ بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَی الۡبَاطِلِ فَیَدۡمَغُہٗ فَاِذَا ہُوَ زَاہِقٌ ۝ وَلَکُمُ الۡوَیۡلُ مِمَّا تَصِفُوۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ :وَمَا خَلَقۡنَا اور ہم نے نہیں پیدا کیا السَّمَآءَ وَالۡاَرۡضَ آسمان اور زمین کو وَمَا اور جو کچھ بَیۡنَہُمَا ان دونوں کے درمیان ہے لٰعِبِیۡنَ کھیلتے ہوئے لَوۡ اَرَدۡنَاۤ اگر ہم چاہتے اَنۡ نَّتَّخِذَ کہ ہم بنائیں لَہۡوًا کوئی کھیل تماشہ لَّاتَّخَذۡنٰہُ تو البتہ ہم اس کو بنا لیتے مِنۡ لَّدُنَّاۤ اپنے پاس سے اِنۡ کُنَّا فٰعِلِیۡنَ اگر ہم ہوتے کرنے والے بَلۡ نَقۡذِفُ بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں بِالۡحَقِّ حق کو عَلَی الۡبَاطِلِ باطل پر فَیَدۡمَغُہٗ تو وہ اس کا سر پھوڑ دیتا ہے فَاِذَا پھر یکایک ہُوَ زَاہِقٌ وہ جانے والا ہوجاتا ہے وَلَکُمُ اور تمہارے لیے الۡوَیۡلُ ہلاکت ہے مِمَّا بوجہ ان کے جو تَصِفُوۡنَ تم بیان کرتے ہو

ترجمہ:۔اور ہم نے آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اُس کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ ہم کوئی کھیل کرنا چاہتے ہوں ۝ اگر ہمیں کوئی کھیل بنانا ہوتا تو ہم خود اپنے پاس سے بنا لیتے، اگر ہمیں ایسا کرنا ہی ہوتا ۝ بلکہ ہم تو حق بات کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں جو اُس کا سر توڑ ڈالتا ہے اور وہ ایک دم ملیامیٹ ہوجاتا ہے اور جو باتیں تم بنا رہے ہو اُن کی وجہ سے خرابی تمہاری ہی ہے۔

تشریح:۔ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ہم نے آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ ہم کوئی کھیل کرنا چاہتے ہوں

۲۔اگر ہمیں کوئی کھیل بنانا ہوتا تو خود اپنے پاس سے بنا لیتے۔

۳۔اگر ہمیں ایسا کرنا ہی ہوتا بلکہ ہم تو حق بات کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں جو اس کا سر توڑ دیتا ہے۔

۵۔وہ ایک دم ملیامیٹ ہوجاتا ہے جو باتیں تم بنا رہے ہو ان کی وجہ سے خرابی تمہاری ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وطاقت سے جو بلند آسمان اور وسیع وعریض زمین پیدا فرمائی ہے اور ان دونوں کے درمیان جتنی بھی چھوٹی بڑی مخلوقات پیدا کی ہیں یہ یوں ہی کھیل کود کے طور پر پیدا نہیں کی گئی ہیں بلکہ ان ساری

چیزوں کے پیدا کرنے میں بہت ساری حکمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ حکیم وخبیر ہیں' اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں' اتنی ساری مخلوقات کو محض ایک مشغلہ کے طور پر پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ان تمام مخلوقات کے پیچھے مقاصد اور منافع ضرور موجود ہیں اور اس حقیقت کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو قدرت کی اس کاریگری میں غور وفکر کرتے ہیں اور ایسے ہی تدبر کرنے والے لوگ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۹۱۔آل عمران) اے ہمارے رب! آپ نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں کیا' آپ تو پاک ہیں۔ سورۂ ص کی آیت نمبر ۲۷ میں بھی یہ بات کہی گئی وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلاً ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ اور ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو ناحق پیدا نہیں کیا یہ گمان تو کافروں کا ہے اللہ تعالیٰ اسی لئے یہاں فرمارہے ہیں کہ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ ہم نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں، یعنی بے کار کام کررہے ہوں۔ زمین وآسمان اور ان ساری چیزوں کو اس دینی فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا کہ انسان ان ساری چیزوں کو دیکھ کر رب ذوالجلال کے خالق ہونے پر یقین کرلے اس لئے کہ ان ساری چیزوں کے دنیوی فائدے ہیں جن میں سے اکثر فائدوں سے ہم بخوبی واقف بھی ہیں اور یہ ساری چیزیں اس لئے بھی پیدا کی گئی ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان ساری چیزوں کے استعمال کرنے والے انسانوں کو ان کے اچھے اعمال پر اچھا بدلہ عطا فرمائے اور جو برے عمل کریں انہیں سزا دے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور دیگر تمام چیزوں کو بے کار کھیل کود کے لئے پیدا نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اگر ہم چاہتے تو کوئی کھلونا بناتے تو ہم اپنے پاس سے بنالیتے اگر ہم ایسا کرنے والے ہوتے، یعنی اگر ہم چاہتے تو جس طرح دنیا میں لوگ اپنی بیوی اور بچوں کو اپنے کھیل کود اور مشغلہ کا ذریعہ بناتے ہیں ہم بھی اگر اس پوری دنیا کے ذریعہ صرف کھیل کود کرنا چاہتے تو کرلیتے اور ہمارے پاس جو فرشتے اور حوریں ہیں ان کو کھیل کود کا ذریعہ بنالیتے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی ہم کو ان ساری چیزوں کی ضرورت ہے۔ یہ ساری چیزیں ایک مقصد کے تحت پیدا کی گئی ہیں بندوں کو چاہیے کہ رب ذوالجلال کی بنائی ہوئی ان تمام مخلوقات کو دیکھ کر ان کے حقیقی خالق ومالک کی قدرت وطاقت کا اندازہ لگائیں۔

سورۂ زمر کی آیت نمبر ۴ میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ بات یوں بتلائی ہے لَوْ أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ سُبْحَانَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ اگر اللہ یہ چاہتا کہ کسی کو اولاد بنائے تو وہ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب کرلیتا، (لیکن) وہ پاک ہے (اس بات سے کہ اس کی کوئی اولاد ہو) وہ تو اللہ ہے، ایک ہے اور زبردست اقتدار کا مالک ہے اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں بلکہ ہمارا معاملہ تو یہ ہے کہ ہم حق کو باطل پر

پھینک دیتے ہیں پس یہ حق باطل کا سر پھوڑ دیتا ہے۔ پھر وہ چلا جاتا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں حق اور باطل کی جنگ ہمیشہ ہی ہوتی رہی ہے، مگر اس جنگ میں کبھی باطل کو غلبہ نہیں ملا ہے آخر کار حق ہی کو غلبہ ملا ہے اسی لئے فرمایا گیا وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقاً (۸۱۔ بنی اسرائیل) اور اعلان کردو کہ حق آچکا اور ناحق نابود ہو گیا یقینا باطل تھا ہی نابود ہونے والا۔

اللہ تعالیٰ یہاں یہ حقیقت بیان کررہے ہیں کہ ہمارا معمول یہ ہے کہ ہم حق کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں اور حق کو واضح طور پر بتلا دیتے ہیں اور اس حق کی طاقت اس قدر ہوتی ہے کہ وہ باطل کو کچل کر رکھ دیتا ہے اور اس کو پانی کی طرح بہا دیتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ حق کے مقابلہ میں باطل کمزور اور فانی ہوتا ہے۔

اس کے بعد یہ بات کہی جارہی ہے کہ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ جو باتیں تم بنا رہے ہو ان کی وجہ سے خرابی تو بس تمہاری ہی ہے۔ اے وہ لوگو! جو اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کو منسوب کرتے ہو اور کہتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اللہ کے بیٹے ہیں یا حضرت عزیر علیہ الصلاۃ والسلام اللہ کے بیٹے ہیں یا فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں تمہارے اس جرم کا بدلہ یہ ہے کہ تمہارے لئے بڑی خرابی ہے' ہلاکت، عذاب اور تباہی ہے، اللہ تعالیٰ ان ساری چیزوں سے پاک اور برتر و بالا ہے جو تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہہ رہے ہو۔

فرشتے اللہ کی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے

﴿درس نمبر ۱۳۰۸﴾ ﴿الانبیاء ۱۹۔۲۰﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ○ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَهٗ اور اسی کا ہے مَنْ جو کوئی بھی ہے فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں میں اور زمین وَمَنْ عِنْدَهٗ اور وہ جو اس کے پاس ہیں لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ نہ وہ تکبر کرتے ہیں عَنْ عِبَادَتِهٖ اس کی عبادت سے وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ اور نہ وہ تھکتے ہیں يُسَبِّحُوْنَ وہ تسبیح کرتے ہیں الَّيْلَ وَالنَّهَارَ رات اور دن لَا يَفْتُرُوْنَ وہ سستی نہیں کرتے

ترجمہ:۔ اور آسمانوں اور زمین میں جو لوگ بھی ہیں اللہ کے ہیں اور جو (فرشتے) اللہ کے پاس ہیں وہ نہ اُس کی عبادت سے سرکشی کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں ○ وہ رات دن اُس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور سست نہیں پڑتے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ آسمانوں اور زمین میں جو لوگ بھی ہیں اللہ کے ہیں۔

۲۔ جو فرشتے اللہ کے پاس ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے سرکشی کرتے ہیں اور نہ ہی تھکتے ہیں۔

۳۔ وہ فرشتے دن رات اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور سست نہیں پڑتے۔

اللہ تعالیٰ وہ اکیلے اور تنہا معبود حقیقی ہیں جن کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس رب ذوالجلال کا کوئی شریک اور ہمسر کیسے ہوسکتا ہے جبکہ وہی تمام آسمانوں اور زمین اور اس میں رہنے والی ساری چیزوں کا حقیقی مالک ہے اور ساری مخلوقات اسی کی ملکیت میں ہیں اور ساری مخلوقات اسی کے ارادے سے پیدا ہوئی ہیں اور سب کے سب اسی کے بندے اور غلام ہیں اور انہی میں وہ نورانی مخلوق فرشتے بھی ہیں جو اسی ایک اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور اسی کے سامنے سارے فرشتے جھکتے ہیں اور اسی کی تسبیح اور حمد بیان کرتے ہیں اسی حقیقت کو آگے بیان کیا گیا کہ وَمَنْ عِندَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ کہ یہ فرشتے جو اللہ کے پاس ہیں وہ نہ ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منہ موڑتے ہیں اور نہ ہی عبادت کرتے کرتے تھک جاتے ہیں۔ سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۲۰۶ میں بھی فرشتوں کے بارے میں یہی بات بتلائی گئی اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ جو لوگ تمہارے رب کے پاس ہیں وہ اُس کی عبادت سے رُوگردانی نہیں کرتے اور اس پاک ذات کو یاد کرتے اور اس کے آگے سجدے کرتے رہتے ہیں۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۸۲ میں نصاریٰ کے علماء ومشائخ کی یہ خصوصیت بیان کی گئی کہ وہ تکبر نہیں کرتے لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (اے پیغمبر!) تم دیکھو گے کہ مومنوں کیساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں کے قریب تر اُن لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ اُن میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

ان فرشتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرتے ہوئے تھکتے نہیں ہیں اور نہ ہی اکتا جاتے ہیں، فرشتوں کو اللہ کی عبادت سے اس قدر لگن اور دلچسپی ہے کہ جتنی دیر بھی وہ اللہ کی عبادت میں مشغول رہیں انہیں کسی بھی قسم کی اکتاہٹ اللہ کی عبادت سے نہیں ہوتی، بلکہ وہ دن رات اللہ کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں اور اس میں کبھی سستی نہیں کرتے۔ زمین اور آسمان کی ساری ملکیت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ مضمون موجود ہے، سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۰۷ میں کہا گیا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللهِ مِن وَلِيٍّ وَّلاَ نَصِيْرٍ کیا تم نہیں جانتے کہ زمین اور آسمان کی ملکیت اللہ ہی کے لئے ہے اور آیت نمبر ۱۱۶ میں کہا گیا بَلْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بلکہ زمین اور آسمان کی تمام مخلوق اسی اللہ کی ملکیت میں ہے اور آیت نمبر ۲۸۴ میں کہا گیا لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

الْاَرْضَ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے۔
اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تمام آسمانوں والے اور سارے زمین والے اللہ تعالیٰ ہی کے فرمانبردار ہیں خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے، سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ (۸۳: آل عمران) اور فرشتوں کے بارے میں جو کہا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے یہ وہ خوبی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ بندے اس کی عبادت سے منہ موڑیں اور جو اس کی عبادت سے منہ موڑیں گے اور اس کے حکموں سے سرکشی کریں گے ان کے لئے تو دوزخ ہے چنانچہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۳۶ میں کہا گیا وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ اور جو لوگ ہمارے ان احکام کو جھٹلائیں اور ان سے تکبر کریں وہ لوگ دوزخ والے ہوں گے اور اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اسی سورت کی آیت نمبر ۴۰ میں کہا گیا کہ ایسے لوگوں کے لئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہو سکیں گے۔
گزری ہوئی قوموں کے جن افراد نے سرکشی کی اور غرور کیا اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل کیا۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۳۳ میں کہا گیا :فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے اور وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ۔
ان فرشتوں کے بارے میں سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۲۰۶ میں بھی کہا گیا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اسی کا سجدہ کرتے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۰۹﴾ اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو! ﴿الانبیاء ۲۱۔تا۔۲۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ یُنْشِرُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْـَٔلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ :اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً کیا انہوں نے معبود بنا لیے ہیں مِّنَ الْاَرْضِ زمین میں سے هُمْ یُنْشِرُوْنَ وہ زندہ کردیں گے لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اگر ان دونوں میں ہوتے اٰلِهَةٌ کئی معبود اِلَّا اللّٰهُ اللہ کے سوا لَفَسَدَتَا تو ضرور وہ دونوں ہی بگڑ جاتے فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ چنانچہ اللہ پاک ہے رَبِّ الْعَرْشِ عرش کا رب عَمَّا ان

سے جو يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں لَا يُسْئَلُ اس سے پوچھا نہیں جا سکتا عَمَّا اس چیز کی بابت جو يَفْعَلُ وہ کرتا ہے وَهُمْ جبکہ وہ يُسْئَلُوْنَ پوچھے جائیں گے

ترجمہ:۔ بھلا کیا ان لوگوں نے زمین میں سے ایسے معبود بنا رکھے ہیں جو نئی زندگی دیتے ہیں؟O اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا دوسرے معبود ہوتے تو دونوں درہم برہم ہو جاتے۔ لہٰذا عرش کا مالک اللہ اُن باتوں سے بالکل پاک ہے جو یہ لوگ بنایا کرتے ہیںO وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کا کسی کو جواب دہ نہیں ہے اور ان سب کو جواب دہی کرنی ہوگی۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ بھلا کیا ان لوگوں نے زمین میں سے ایسے معبود بنا رکھے ہیں جو نئی زندگی دیتے ہیں

۲۔ اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا دوسرے معبود ہوتے تو دونوں درہم برہم ہو جاتے۔

۳۔ لہٰذا عرش کا مالک اللہ ان باتوں سے بالکل پاک ہے جو یہ لوگ بنایا کرتے ہیں

۴۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس کا کسی کو جواب دہ نہیں ہے۔

۵۔ ان سب کو جواب دہی کرنی ہوگی۔

زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس کے سوا نہ کوئی کسی کو موت دے سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو زندہ کر سکتا ہے وَاللّٰهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ (۱۵۶:۳ آل عمران) اور اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور دنیا میں جو لوگ اپنے ہاتھوں سے مورتیوں اور بتوں کی شکل میں معبود بنا لیتے ہیں ان معبودوں میں نہ کسی کو زندہ کرنے کی قوت ہوتی ہے اور نہ کسی کو موت دینے کی طاقت ہوتی ہے یہ بت تو ایسے بے بس اور کمزور ہوتے ہیں کہ خود اپنی ناکوں پر بیٹھی ہوئی مکھیوں کو بھی اڑا نہیں سکتے۔ ایسے بے بس اور کمزور تراشے ہوئے معبود کسی مردہ کو کیا زندہ کریں گے؟ جب ان کمزور معبودوں میں قبروں میں مدفون مردوں کو زندہ کرنے کی طاقت نہیں ہے تو پھر یہ مشرکین کیوں انہیں اللہ کا شریک اور ہمسر قرار دے رہے ہیں؟ اور ان کی پوجا پاٹ کر رہے ہیں؟

سورۃ النحل کی آیت نمبر ۲۰ اور ۲۱ میں ان باطل معبودوں کے بارے میں یہی بات بتلائی گی ہے کہ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ O أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ اور جن جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں، مردے ہیں زندہ نہیں، انہیں تو یہ بھی شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے؟ اس کے بعد توحید کی ایک مضبوط دلیل پیش کی جا رہی ہے لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اگر زمین اور آسمان میں اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود ہوتا تو زمین و آسمان دونوں درہم برہم ہو جاتے۔ یعنی اگر ایک اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود بھی زمین و آسمان میں ہوتا تو زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور دنیا میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو جاتا۔ اس لئے کہ اگر ایک گاڑی کے بہ یک

وقت دوڈرائیور ہوں اور دوڈرائیور ایک ہی وقت میں ایک ہی گاڑی چلائیں تو ظاہر ہے کہ حادثہ ہی ہوگا۔ گاڑی بھی خراب ہوجائے گی اور گاڑی میں سوار افراد بھی ہلاک ہوجائیں گے، جب ایک گاڑی کو دوڈرائیور بہ یک وقت چلائیں تو گاڑی باقی نہیں رہے گی اور سوار بھی باقی نہیں رہیں گے تو بھلا زمین وآسمان کا اتنا بڑا انظام اگر ایک معبود کے علاوہ کوئی اور معبود بھی اس میں شامل ہوجائے تو یہ نظام کیسے باقی رہے گا؟ اس لئے کہ اگر دونوں معبودوں کو تسلیم کرلیں تو دونوں کے ارادہ اور اختیار کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا اور اگر دونوں معبودوں کے ارادے اور اختیار بہ یک وقت چلیں تو زمین وآسمان کا یہ نظام کیسے باقی رہے گا؟ ایک معبود کہے گا کہ اس وقت بارش ہونی چاہئے اور اسی وقت دوسرا معبود کہے گا کہ بارش نہیں ہوگی یہ میرا حکم ہے تو ظاہر ہے کہ حکم کسی ایک ہی کا چل سکتا ہے جس کا حکم چلے گا وہی حقیقی معبود ہوگا اور جس کا حکم نہیں چلے گا وہ تو معبود اور رب ہو ہی نہیں سکتا حاصل یہ ہیکہ لامحالہ اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ زمین وآسمان کا حقیقی خالق و مالک اور مختار صرف اور صرف ایک ہی اللہ ہے، اسی حقیقت کو اس آیت کے اس حصے میں بتلایا گیا ہے۔ پس عرش کا مالک ان سارے عیبوں اور خامیوں سے پاک ہے جو یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرر ہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں کے بارے میں کسی کو گرفت کرنے اور باز پرس کرنے کی ہمت نہیں ہے وہ قادر و مختار ہے وہ حاکم ہے جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ زمین وآسمان اس کے حکم کے آگے اپنا سر جھکائے ہوئے ہیں، ستارے اور سیارے اس رب ذوالجلال کے حکم کی تابعداری کرر ہے ہیں، چاند وسورج اس کے حکم کے دائرے میں اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں، سمندر اور پہاڑ اسی پروردگار کے حکم سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ کسی میں یہ طاقت نہیں کہ اس کے کسی قول یا اس کے کسی فعل یا اس کے کسی فیصلہ پر کسی قسم کا اعتراض کرسکیں۔ لیکن اللہ کے علاوہ جتنی مخلوقات ہیں رب ذوالجلال ان سے مواخذہ کرسکتا ہے، اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ وہ اپنے بندوں سے ان کی حرکتوں کے بارے میں پوچھے اور مواخذہ کرے اور چاہے تو انہیں سزا دے۔ سورۂ حجر کی آیت نمبر ۹۲ اور ۹۳ میں یہی بات کہی گئی ہے۔ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ پس تمہارے رب کی قسم! ہم ضرور بالضرور ان سب سے سوال کریں گے ان امور کے بارے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔

﴿درس نمبر ۱۳۱۰﴾ پیغمبر! ان سے کہہ دیجئے کہ اپنی دلیل لے کر آؤ ﴿الانبیاء ۲۴۔۲۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ O بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ O وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ

اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ :اَمِ اتَّخَذُوْا کیا انہوں نے بنالیے ہیں مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اس کے سوا معبود قُلْ کہہ دیجئے هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ تم اپنی دلیل لاؤ هٰذَا ذِكْرُ یہ ذکر ہے مَنْ ان لوگوں کا جو مَّعِيَ میرے ساتھ ہیں وَذِكْرُ اور ذکر ہے مَنْ ان لوگوں کا جو قَبْلِيْ مجھ سے پہلے تھے بَلْ اَكْثَرُهُمْ بلکہ ان کے اکثر لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے الْحَقَّ حق کو فَهُمْ لہٰذا وہ مُّعْرِضُوْنَ اعراض کرنے والے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنَا اور ہم نے نہیں بھیجا مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے مِنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول اِلَّا نُوْحِيْٓ مگر ہم وحی کرتے تھے اِلَيْهِ اس کی طرف اَنَّهٗ کہ بلاشبہ لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود اِلَّآ اَنَا مگر میں ہی فَاعْبُدُوْنِ لہٰذا تم میری ہی عبادت کرو

ترجمہ:۔ بھلا کیا اُسے چھوڑ کر انہوں نے دوسرے معبود بنا رکھے ہیں؟ (اے پیغمبر!) ان سے کہو کہ لاؤ اپنی دلیل! یہ (قرآن) بھی موجود ہے جس میں میرے ساتھ والوں کیلئے نصیحت ہے اور وہ (کتابیں) بھی موجود ہیں جن میں مجھ سے پہلے لوگوں کے لئے نصیحت تھی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حق بات کا یقین نہیں کرتے، لہٰذا وہ منہ موڑے ہوئے ہیں O اور تم سے پہلے ہم نے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جس پر ہم نے یہ وحی نازل نہ کی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، لہٰذا میری عبادت کرو۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بھلا کیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انہوں نے دوسرے معبود بنا رکھے ہیں؟

۲۔ اے پیغمبر! ان سے کہہ دیجئے کہ اپنی دلیل لے کر آؤ۔

۳۔ یہ قرآن مجید بھی موجود ہے جس میں میرے ساتھ والوں کے لئے نصیحت ہے۔

۴۔ وہ کتابیں بھی موجود ہیں جن میں مجھ سے پہلے لوگوں کے لئے نصیحت تھی

۵۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حق بات کا یقین نہیں کرتے لہٰذا وہ منہ موڑے ہوئے ہیں

۶۔ تم سے پہلے ہم نے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جس پر ہم نے یہ وحی نازل نہ کی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

۷۔ لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔

گزشتہ آیات میں بھی باطل معبودوں کی بات کہی گئی اور توحید کے دلائل پیش کئے گئے۔ یہاں بھی یہ بات کہی جارہی ہے کہ کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا معبود تجویز کر لئے ہیں؟ یعنی یہ سوال کیا جارہا ہے کہ کیا اتنے مضبوط دلائل پیش کئے جانے کے باوجود ان مشرکین کا اللہ کے علاوہ دوسروں کو معبود قرار دینا درست ہے؟ اور کیا ان کے لئے یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک بنالیں؟ اے مشرکو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے لئے شریک قرار دے رہے ہو تو تم اپنے اس باطل دعوے پر دلیل پیش کرو یا تو عقل سے اس باطل دعوے کی دلیل پیش کرو یا ہم نے جو وحی نازل کی

ہے وحی کی ان باتوں سے کوئی دلیل تمہیں اس شرک کے سلسلہ میں مل سکتی ہے تو پیش کرو۔

یادرکھو! تم تمہارے باطل دعوے پر کوئی دلیل نہ ان کتابوں میں سے کسی کتاب میں پاوگے جو ہم نے آخری نبی سے پہلے آئے ہوئے نبیوں پر اتاری یعنی نہ تورات میں تم اپنے لئے کوئی دلیل پاؤ گے اور نہ انجیل میں کوئی دلیل اس قسم کی پاوگے اور نہ زبور میں اور نہ ہی دوسرے صحیفوں میں۔ ان آسمانی کتابوں میں توتم توحید ہی کی دلیلیں پاوگے۔ یہ آسمانی کتابیں شرک کی تعلیم سے بالکل پاک ہیں۔ جس طرح عقلیں ایک معبود کے علاوہ کسی اور معبود کے وجود کو تسلیم نہیں کرتیں، اسی طرح یہ آسمانی کتابیں بھی اپنے اندر اسی قسم کا تصور رکھتی ہیں یہ کتاب یعنی قرآن مجید جو میرے ساتھ والی کتاب ہے اس میں بھی شرک کی قباحت اور برائی بتلائی گئی ہے اور مجھ سے پہلے اتری ہوئی کتابوں میں بھی شرک کی مذمت اور قباحت بتلائی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان مشرکین میں سے اکثر حق بات کو نہیں جانتے اور حق سے منہ موڑ رہے ہیں اور ان کے اندر حق اور باطل کے درمیان تمیز اور فرق کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، یہ دلیلیں انہیں کام نہیں دیتیں جو ہم بیان کررہے ہیں، جہالت کی وجہ سے یہ مشرکین حق بات کو قبول کرنے سے منہ موڑ رہے ہیں اور ان باتوں کی طرف نظر کرنے سے منہ موڑ رہے ہیں جو نظر انہیں حق کی طرف نشاندہی کرتی ہے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اصل شر اور بگاڑ تو ان کی بے علمی اور جہالت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ علم کی کمی حق بات کو سننے اور حق بات کو طلب کرنے سے روکتی ہے۔ اس کے بعد یہ بات کہی جارہی ہے کہ ہم نے جتنے بھی رسولوں کو اس دنیا میں بھیجا ان تمام رسولوں کو یہی پیغام حق دے کر بھیجا کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور انہیں یہ تعلیم دی گئی کہ وہ اس ایک اللہ کی عبادت میں لگے رہیں اور الوہیت کو رب ذوالجلال ہی کے ساتھ خاص رکھیں کہ حقیقی معبود جس کی عبادت کی جاسکتی ہے وہ صرف اور صرف ایک اللہ ہے۔

ہر وہ نبی جنہیں اس دنیا میں بھیجا گیا انہوں نے اپنی اپنی قوموں کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا اور کہا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۴۵ میں بھی کہا گیا وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِن دُونِ الرَّحْمَٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ اور تم سے پہلے ہم نے اپنے جو پیغمبر بھیجے ہیں، ان سے پوچھ لو کہ کیا ہم نے ربّ رحمن کے سوا کوئی اور معبود بھی مقرر کئے تھے جن کی عبادت کی جائے؟ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۳۶ میں کہا گیا وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر اس ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اور طاغوت سے اجتناب کرو۔ پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جن کو اللہ نے ہدایت دے دی اور کچھ ایسے تھے جن پر گمراہی مسلط ہوگئی تو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ (پیغمبروں کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

﴿درس نمبر ۱۳۱۱﴾ **فرشتے اللہ کے معزز بندے ہیں** ﴿الانبیاء ۲۶ تا ۲۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ Oلَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ Oيَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ Oوَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ :وَقَالُوا اورانہوں نے کہا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا رحمن نے اولاد بنائی ہے سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ بلکہ معزز بندے ہیں لَا يَسْبِقُوْنَهٗ وہ اس سے سبقت نہیں کرتے بِالْقَوْلِ بات میں وَهُمْ اوروہ بِاَمْرِهٖ اسی کے حکم پر يَعْمَلُوْنَ عمل کرتے ہیں يَعْلَمُ وہ جانتا ہے مَا جو کچھ ہے بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ان کے سامنے وَمَا اور جو کچھ ہے خَلْفَهُمْ ان کے پیچھے وَلَا يَشْفَعُوْنَ اوروہ سفارش نہیں کریں گے اِلَّا لِمَنِ مگر اسی شخص کے لئے ارْتَضٰى وہ پسند کرے گا وَهُمْ اوروہ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں وَمَنْ يَّقُلْ اور جو کوئی بھی کہے مِنْهُمْ ان میں سے اِنِّيْٓ اِلٰهٌ تحقیق میں معبود ہوں مِّنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا فَذٰلِكَ تو وہ شخص نَجْزِيْهِ ہم اسے سزا دیں گے جَهَنَّمَ جہنم کی كَذٰلِكَ نَجْزِي اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں الظّٰلِمِيْنَ ظالموں کو

ترجمہ:۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ربِّ رحمن (فرشتوں کی شکل میں) اولاد رکھتا ہے۔سبحان اللہ! بلکہ (فرشتے تو اللہ کے) بندے ہیں جنہیں عزت بخشی گئی ہے O وہ اُس سے آگے بڑھ کر کوئی بات نہیں کرتے اور وہ اُسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں O وہ اُن کی تمام اگلی پچھلی باتوں کو جانتا ہے اور وہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتے، سوائے اُس کے جس کے لئے اللہ کی مرضی ہو اور وہ اُس کے خوف سے سہمے رہتے ہیں O اور اگر اُن میں سے کوئی (بالفرض) یہ کہے کہ اللہ کے علاوہ میں بھی معبود ہوں تو اُس کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ایسے ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

تشریح:۔ان چار آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔یہ لوگ کہتے ہیں کہ رب رحمان فرشتوں کی شکل میں اولاد رکھتا ہے

۲۔حقیقت یہ ہے کہ یہ فرشتے تو اللہ کے بندے ہیں جنہیں عزت بخشی گئی ہے

۳۔وہ فرشتے اللہ سے آگے بڑھ کر کوئی بات نہیں کرتے

۴۔فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہی عمل کرتے ہیں ۵۔اللہ تعالیٰ ان کی اگلی پچھلی باتوں کو جانتا ہے

۶۔وہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتے ۷۔سوائے اس کے جس کیلئے اللہ کی مرضی ہو۔

۸۔وہ فرشتے اللہ کے خوف سے سہمے ہوتے ہیں۔

۹۔اگر ان میں سے کوئی بالفرض یہ کہے کہ اللہ کے علاوہ میں بھی معبود ہوں تو اس کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔

۱۰۔ایسے ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

جس طرح یہودیوں نے حضرت عُزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اسی طرح مشرکین نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا۔مشرکین کے اس غلط اور باطل عقیدہ کی نشاندہی کرتے ہوئے یہاں یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ یہ مشرک یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنالیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب قرآن مجید کی متعدد آیات میں دیا ہے۔سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۱۶ میں یوں ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَل لَّهٗ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُونَ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے نہیں! بلکہ وہ پاک ہے زمین وآسمان کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے اور ہر ایک اس کا فرمانبردار ہے' سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۷۱ میں ہے سُبْحٰنَهٗ أَن يَكُونَ لَهٗ وَلَدٌ اور وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو۔سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۰۱ میں ہے بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهٗ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اللہ تعالیٰ کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے؟ حالانکہ اس کے کوئی بیوی تو ہے نہیں' سورۃ یونس کی آیت نمبر ۶۸ میں ہے :قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ لَهٗ مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الْأَرْضِ إِنْ عِندَكُم مِّن سُلْطَانٍ بِهٰذَا أَتَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ وہ کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ وہ تو کسی کا محتاج نہیں۔

فرشتوں کے بارے میں یہ حقیقت بتلادی گئی کہ فرشتے عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ایسے بندے ہیں جو عزت دیئے گئے ہیں فرشتے اللہ کی بیٹیاں نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کی مخلوق ہیں اور اس کے بندے ہیں یہ اور بات ہے کہ ان فرشتوں کو بہت سے بندوں پر فضیلت حاصل ہے اور ان فرشتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ کے آگے بات نہیں کر سکتے یعنی وہ وہی بات کرتے ہیں جن باتوں کے کرنے کا ان کے رب نے انہیں حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کی ذرہ برابر بھی وہ مخالفت نہیں کرتے بلکہ اس نے ان فرشتوں کو جس کام میں لگا رکھا ہے ان کاموں کے انجام دینے میں پورے انہاک سے لگے ہوئے رہتے ہیں۔فرشتوں کی فرمانبرداری کے بارے میں سورۃ التحریم کی آیت نمبر ۶ میں کہا گیا لَّا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔ان فرشتوں کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (۵۰۔النحل) اور وہ اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے کپکپاتے رہتے ہیں اور جو حکم مل

جائے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کے اگلے پچھلے احوال سے بخوبی واقف ہے ان فرشتوں سے کیا عمل سرزد ہوا اللہ تعالیٰ اس سے بھی واقف ہے اور یہ فرشتے مستقبل میں کیا کام کرنے والے ہیں؟ اس سے بھی اللہ تعالیٰ واقف ہے یعنی ان فرشتوں کا قول جس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے ان فرشتوں کا عمل بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے۔ وہ اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے اور یہ فرشتے اُن کی سفارش کرسکتے ہیں جن کی سفارش کی اجازت اللہ نے انہیں دی ہو اور ان کے بارے میں سفارش کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اور وہ اس سے راضی ہو فرشتے باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ کے قریب رہتے ہیں اور ہمیشہ اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپتے اور لرزتے رہتے ہیں بالفرض اگر ان فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ یہ کہے کہ میں اللہ کے علاوہ معبود ہوں یعنی اگر فرشتے اپنے معبود ہونے کا دعویٰ کریں تو انہیں بھی سزا دی جائے گی اور دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جس طرح ابلیس نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ وہ معبود ہے اور اس کے دعویٰ کی وجہ سے وہ ملعون ہوا اور آگ کا ایندھن بن گیا اگر کوئی فرشتہ ایسا باطل دعویٰ کرے گا تو اس کا بھی یہی انجام ہوگا۔

سارے آسمان وزمین بند تھے

﴿درس نمبر ۱۳۱۲﴾ ﴿الانبیاء ۳۰ ـ تا ـ ۳۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۝ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۝ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَوَلَمْ يَرَ کیا نہیں دیکھا الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کہ بلاشبہ آسمان اور زمین كَانَتَا رَتْقًا دونوں باہم ملے ہوئے تھے فَفَتَقْنٰهُمَا پھر ہم نے ان دونوں کو الگ الگ کیا وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنائی مِنَ الْمَآءِ پانی سے كُلَّ شَيْءٍ ہر چیز حَيٍّ جاندار اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ کیا پھر وہ ایمان نہیں لاتے وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنائے فِي الْاَرْضِ زمین میں رَوَاسِيَ مضبوط پہاڑ اَنْ تَمِيْدَ تا کہ وہ جھک پڑے بِهِمْ انہیں لے کر وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنائے فِيْهَا اس میں فِجَاجًا سُبُلًا کشادہ راستے لَّعَلَّهُمْ تا کہ وہ يَهْتَدُوْنَ راہ پائیں وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا السَّمَآءَ آسمان کو سَقْفًا مَّحْفُوْظًا محفوظ چھت وَّهُمْ اور وہ عَنْ اٰيٰتِهَا اس کی نشانیوں سے مُعْرِضُوْنَ اعراض کرنے والے ہیں وَهُوَ اور وہی

ہے الَّذِیْ خَلَقَ جس نے پیدا کیے الَّیْلَ وَالنَّهَارَ رات اور دن وَالشَّمْسَ اور سورج وَالْقَمَرَ اور چاند كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ سب مداریں یَّسْبَحُوْنَ تیرتے ہیں

ترجمہ:۔ جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے کیا اُنہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ سارے آسمان اور زمین بند تھے، پھر ہم نے اُنہیں کھول دیا اور پانی سے ہر جاندار چیز پیدا کی ہے؟ کیا پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے؟O اور ہم نے زمین میں جمے ہوئے پہاڑ پیدا کئے ہیں تا کہ وہ اُنہیں لے کر ہلنے نہ پائے اور زمین میں ہم نے چوڑے چوڑے راستے بنائے ہیں تا کہ وہ منزل تک پہنچ سکیں O اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا ہے اور یہ لوگ ہیں کہ اُس کی نشانیوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں O اور وہی (اللہ) ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند پیدا کئے۔ سب کسی نہ کسی مدار میں تیر رہے ہیں۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں

١۔ جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے کیا انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ سارے آسمان اور زمین بند تھے؟

٢۔ پھر ہم نے سارے آسمان اور زمین کو کھول دیا۔ ٣۔ پانی سے ہر جاندار چیز پیدا کی ہے۔

٤۔ کیا پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے؟

٥۔ ہم نے زمین میں جمے ہوئے پہاڑ پیدا کئے ہیں تا کہ وہ انہیں لے کر ہلنے نہ پائے۔

٦۔ ان میں ہم نے چوڑے چوڑے راستے بنائے ہیں تا کہ وہ منزل تک پہنچیں۔

٧۔ ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا ہے۔

٨۔ یہ لوگ ہیں کہ اس کی نشانیوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

٩۔ وہی اللہ ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند پیدا کیا۔

١٠۔ سب کسی نہ کسی مدار میں تیر رہے ہیں۔

پچھلی آیات میں مشرکوں کو اس بات پر ڈانٹا گیا کہ انہوں نے کیوں ایک اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنالئے؟ اور انہیں تنبیہ کی گئی جنہوں نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا اور انہیں اللہ کے وجود پر دلالت کرنے والی چیزوں پر غور و فکر کرنے کی تلقین کی گئی۔ ان آیات میں ایک قادرِ مطلق ربِّ ذوالجلال کی قدرت پر دلالت کرنے والی چیزوں کی نشاندہی کی جارہی ہے اور سوالیہ انداز میں یہ بات پیش کی جارہی ہے کہ کیا ان کافروں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ یہ آسمان اور زمین سب بند تھے، نہ آسمان سے بارش ہوتی تھی اور نہ ہی زمین سے کچھ پیداوار ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے اپنی قدرت و طاقت سے زمین و آسمان کو کھول دیا پھر بارشیں بھی خوب ہونے لگیں اور زمین سے نباتات بھی نکلنے لگے۔ ایک اللہ کو نہ ماننے والوں کے لئے اور ایک اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو

تسلیم کرنے والے بدبختوں کے لئے قدرت کی یہ نشانیاں کافی ہیں کہ وہ اس حقیقت کو سمجھ لیں کہ دنیا جہاں کا خالق و مالک اور معبودِ حقیقی صرف اور صرف ایک اکیلا رب ہے جس کو اللہ کہتے ہیں۔

یہاں یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ دنیا میں جتنی بھی جان والی چیزیں ہیں وہ ساری چیزیں پانی سے بنائی گئی ہیں۔ ان ساری چیزوں کو بنانے والے خالق و مالک رب ذوالجلال خود فرمارہے ہیں کہ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا، دنیا جہاں کے سارے جانداروں کا پیدا ہونا بھی پانی ہی سے ہوا ہے اور ان سارے جانداروں کا زندہ رہنا بھی پانی ہی سے ہے۔ پانی سے مراد بارش کا پانی ہے، قدرت کی یہ بھی بڑی نشانی ہے کہ اس نے پانی سے ان ساری جاندار چیزوں کو پیدا کیا اور زندہ باقی رکھا۔ سورۂ نور کی آیت نمبر ۴۵ میں بھی یہ حقیقت یوں بیان کی گئی: وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ اور اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ ہر جانور نطفہ سے پیدا ہوا اور نطفہ بھی تو پانی ہی ہے اور جانوروں کے علاوہ جتنے نباتات ہیں وہ بھی پانی ہی سے وجود میں آئے ہیں۔ بعض علماء مفسرین نے یہ حقیقت بیان کی ہے کہ ہر جانور پہلے پہل سمندر میں پیدا کیا گیا پھر بعض جانوروں کو سمندر سے خشکی کی جانب منتقل کیا گیا، ہم سمجھتے ہیں کہ خشکی ہی میں ہزاروں قسم کی مخلوقات ہیں جبکہ سمندروں میں اس سے زیادہ تعداد میں جانور موجود ہیں جو مختلف شکلوں میں ہیں، ہزاروں قسم کی مخلوقات خشکی سے زیادہ سمندروں میں موجود ہیں ان ساری حقیقتوں کے باوجود یہ کافر قدرت کے مناظر سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ عربی شاعر نے بہت خوب کہا:

وَفِیْ كُلِّ شَیْءٍ لَهٗ آيَةٌ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ وَاحِدٌ

ہر چیز میں اللہ کی نشانیاں موجود ہیں جو نشانیاں اللہ کے ایک ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

جن بلند و بالا مضبوط پہاڑوں کو ہم دیکھتے ہیں یہ بھی قدرت کی اہم نشانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر ان پہاڑوں کو گاڑ دیا ہے تاکہ یہ زمین ڈانواڈول نہ ہو۔ زمین کو مضبوطی کے ساتھ ٹھہرے رہنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ پہاڑ پیدا کئے، اگر یہ پہاڑ نہ ہوتے تو ہمیشہ ہلچل رہتی اور وہ ہلتی رہتی، ظاہر ہے کہ زمین میں اضطراب ہو اور وہ ہلتی رہے گی تو انسان آرام و راحت کے ساتھ نہ کھا پی سکے گا اور نہ اپنی نیند پوری کرسکے گا اور نہ ہی اپنے کاروبار کرسکے گا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہمارے لئے پہاڑ بھی ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں گاڑ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمین میں کشادہ راستے بنادیئے ہیں تاکہ لوگوں کو راہ ملے اور وہ منزل میں آسانی کے ساتھ پہنچ جائیں اور ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف جاسکیں، یا ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف جاسکیں جس کے ذریعہ وہ اپنے دینی اور دنیوی مقاصد حاصل کرسکیں اور اپنی معیشت کو مستحکم کرسکیں۔ سورۂ نوح کی آیت نمبر ۲۰ میں بھی ان راستوں کا ذکر موجود ہے لِتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا تاکہ تم اس کے کھلے ہوئے راستوں پر چلو۔''

آسمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ بتلا رہے ہیں کہ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفاً مَّحْفُوظاً اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا' اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ضرورتوں کی تکمیل کیلئے یہ زمین اور آسمان بھی بنا دیئے جو قدرت کی دو اہم ترین نشانیاں ہیں' زمین بچھونا ہے تو یہ آسمان اوڑھنا ہے، یعنی محفوظ قسم کی ایک وسیع وعریض چھت ہے اور آسمان اس قدر مضبوط بنائے گئے ہیں کہ ٹوٹنے اور پھوٹنے سے بھی محفوظ ہیں اور گرنے سے بھی محفوظ ہیں۔ ہزاروں برس گزر گئے ان آسمانوں اور زمین کو بنائے ہوئے ،مگر یہ اسی طرح محفوظ ہیں جیسے اس دن محفوظ تھے جس دن انہیں پیدا کیا گیا۔ ان ساری حقیقتوں کے باوجود کافروں اور مشرکوں کا حال یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں' اللہ کے نیک بندوں کو چاہیئے کہ قدرت کی ان نشانیوں پر بار بار غور وفکر کریں اور کائنات کی ہر ہر چیز کو دیکھ کر خالق کائنات کے وجود کا یقین اپنے دل میں بڑھاتے رہیں۔

اس کے بعد دن اور رات اور سورج اور چاند کا ذکر کیا گیا رات کا دن میں اور دن کا رات میں بدلنا بھی قدرت کی نشانی ہے اور سورج اور چاند کا وجود بھی قدرت کی نشانی ہے۔ رب ذوالجلال کی عظمت اور کبریائی پر دلالت کرنے والی یہ چیزیں نعمتیں بھی ہیں اور نشانیاں بھی۔ دن اور رات اور سورج اور چاند سے اندھیرا اور سکون، روشنی اور انس، کبھی رات کا لمبی ہونا اور کبھی دن کا لمبا ہونا کبھی رات کا مختصر ہونا اور کبھی دن کا مختصر ہونا اور روزانہ چاند اور سورج کا اپنے وقت پر طلوع اور ظہور اور ان کی حرارت گرمی اور چاند کی چاندنی سے پھلوں اور غلوں کا پکنا قدرت کی یقینی نشانی ہے۔

سورج اور چاند کے بارے میں یہ سائنسی حقیقت بیان کی گئی کہ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کے راستے مقرر کر دیئے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ذمہ داری کے مطابق اپنے اپنے دائرے میں رواں دواں ہیں۔ سورۃ انعام کی آیت نمبر ۹۶ میں فرمایا گیا فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّیْلَ سَكَناً وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَاناً ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ وہی رات کے اندھیرے سے صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے اور اسی نے رات کو موجبِ آرام ٹھہرایا اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنا دیا، یہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے اندازے ہیں جو غالب ہے علم والا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۳۱۳﴾ کوئی بھی انسان ہمیشہ زندہ نہیں رہتا ﴿الانبیاء ۳۴۔۳۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاْئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ○ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَةً وَاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ :وَمَا جَعَلْنَا اور ہم نے نہیں کیا لِبَشَرٍ کسی بشر کے لیے مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے الْخُلْدَ

ہمیشہ رہنا اَفَائِنْ کیا پھر اگر مِّتَّ آپ مرجائیں فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ ہر نفس چکھنے والا ہے الْمَوْتِ موت کو وَنَبْلُوْكُمْ اور ہم تمہیں آزماتے ہیں بِالشَّرِّ برائی کے ساتھ وَالْخَيْرِ اور اچھائی فِتْنَةً خوب آزمانا وَاِلَيْنَا اور ہماری طرف ہی تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے

ترجمہ:۔ اور (اے پیغمبر!) تم سے پہلے بھی ہمیشہ زندہ رہنا ہم نے کسی فرد بشر کے لئے طے نہیں کیا۔ چنانچہ اگر تمہارا انتقال ہو گیا تو کیا یہ لوگ ایسے ہیں جو ہمیشہ زندہ رہیں گے؟O ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمہیں آزمانے کے لئے بری بھلی حالتوں میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہمارے پاس ہی لوٹا کر لائے جاؤ گے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔اے پیغمبر! آپ سے پہلے بھی ہمیشہ زندہ رہنا ہم نے کسی فرد بشر کے لئے طے نہیں کیا۔

۲۔ چنانچہ آپ کا اگر انتقال ہو گیا تو کیا یہ لوگ ایسے ہیں جو ہمیشہ زندہ رہیں؟

۳۔ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے

۴۔ ہم تمہیں آزمانے کے لئے بری اور بھلی حالتوں میں مبتلا کرتے ہیں

۵۔ تم سب ہمارے پاس ہی لوٹا کر لائے جاوگے

مکہ کے مشرکین کے دلوں میں رسول رحمت ﷺ کی دشمنی رچ بس گئی تھی، وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح آپ ﷺ کا انتقال ہو جائے، وہ اس انتظار میں تھے کہ کب رسولِ اللہ ﷺ کا انتقال ہوگا، مشرکین آپس میں یہ کہتے تھے کہ محمد بن عبداللہ کی یہ باتیں تھوڑے ہی دن کی ہیں، چند دن میں ان کی وفات ہو جائے گی، جب وہ دنیا سے چلے جائیں گے تو ان کا دین بھی ان کے ساتھ گویا چلا جائے گا، ان کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد انہیں کون پوچھے گا؟ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی ان باتوں کا جواب ان آیات میں دیا ہے کہ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اے پیغمبر! ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا ہے۔

پیغمبر! ان سے پوچھئے کہ اگر آپ کی وفات ہو جائے تو کیا یہ مشرکین اس دنیا میں ہمیشہ رہیں گے؟ جب آپ کی وفات ہو گئی تو کیا یہ ہمیشہ رہیں گے؟ یہ مشرکین آپ کی موت پر خوشی منا رہے ہیں اور خود اپنی موت سے غافل ہیں جبکہ ہر ایک کو موت کا مزہ چکھنا ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۵ میں بھی یہ بات کہی گئی كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔ سورۂ رحمن کی آیت نمبر ۲۶ اور ۲۷ میں کہا گیا: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ اس زمین میں جو کوئی ہے فنا ہونے والا ہے اور (صرف) تمہارے پروردگار کی جلال والی، فضل و کرم والی ذات باقی رہے گی۔

بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ کو بوسہ دیا اور ہائے نبی! ہائے میرے دوست! ہائے چنے ہوئے بندے! پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ہم نے آپ سے پہلے کسی بھی انسان کو ہمیشہ زندہ رہنے والا نہیں بنایا۔ اس آیت کی روشنی میں بعض علماء نے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو بھی موت آ گئی، وہ اب زندہ نہیں ہیں اس لئے کہ وہ بھی تو بشر ہی تھے، چاہے نبی ہو چاہے رسول، چاہے صحابی ہو، چاہے ولی ہر ایک کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اس لئے حدیث میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی موت سے خوش نہ ہو ہر ایک کو موت کے پیالہ سے موت کا جام پینا ہے۔ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ہم تمہیں آزمائش کے طور پر شر اور خیر کے ساتھ جانچیں گے یعنی ہم تمہارا امتحان لیں گے اور اس بات کی آزمائش کریں گے کہ تم خوشحالی، مالداری، خوشی، کامیابی، عزت اور غلبہ کے موقع پر کیا کرتے ہو، شکر گزاری کرتے ہو یا ناشکری؟ اور تم غربت و مفلسی، غم اور ناکامی، ذلت اور شکست کے موقع پر کیا کرتے ہو؟ صبر سے کام لیتے ہو یا شکوہ شکایت کرتے ہو اور مایوسی کے دلدل میں پھنس جاتے ہو؟

زندگی ایک امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی آزمائش کرتے ہیں کبھی بلاوں اور مصیبتوں کے ذریعہ کبھی نعمتوں اور راحتوں کے ذریعہ، کبھی قوت وطاقت کے ذریعہ، کبھی کمزوری کے ذریعہ، کبھی پسندیدہ چیزوں کے ذریعہ، کبھی ناپسندیدہ چیزوں کے ذریعہ، کبھی حلال وحرام کے ذریعہ، کبھی اطاعت اور نافرمانی کے ذریعہ، کبھی ہدایت اور گمراہی کے ذریعہ اور کبھی مالداری اور غریبی کے ذریعہ آزماتے رہتے ہیں، مومن بندے کو چاہیے کہ وہ اس امتحان کی حقیقت کو سمجھے اور اس یقین کے ساتھ زندگی گزارے کہ ہم سب کو اس رب ذوالجلال کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۳۱۴﴾ انسان جلد بازی کی خصلت لے کر پیدا ہوا ہے ﴿الانبیاء ۳۶۔۳۷﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَإِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا إِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ : وَإِذَا اور جب رَاٰكَ آپ کو دیکھتے ہیں الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا إِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ وہ نہیں بناتے آپ کو إِلَّا هُزُوًا مگر مذاق ہی أَهٰذَا کیا یہی ہے الَّذِيْ يَذْكُرُ وہ جو ذکر کرتا ہے اٰلِهَتَكُمْ تمہارے معبودوں کا وَهُمْ جبکہ وہ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ رحمن کے ذکر ہی سے هُمْ كٰفِرُوْنَ وہ منکر ہیں خُلِقَ الْإِنْسَانُ انسان پیدا کیا گیا ہے مِنْ عَجَلٍ جلد بازی سے سَاُورِيْكُمْ عنقریب میں تمہیں دکھاؤں گا اٰيٰتِيْ اپنی نشانیاں فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ لہٰذا تم جلدی طلب نہ کرو مجھ سے

ترجمہ:۔ اور جن لوگوں نے کفر اپنا رکھا ہے وہ جب تمہیں دیکھتے ہیں تو اس کے سوا اُن کا کوئی کام نہیں ہوتا کہ وہ تمہارا مذاق بنانے لگتے ہیں (اور کہتے ہیں) ''کیا یہی صاحب ہیں جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتے ہیں؟ (یعنی یہ کہتے ہیں کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں)'' حالانکہ ان (کافروں) کی اپنی حالت یہ ہے کہ وہ ربِّ رحمن ہی کا ذکر کرنے سے انکار کئے بیٹھے ہیں O انسان جلد بازی کی خصلت لے کر پیدا ہوا ہے۔ میں عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھلادوں گا، لہٰذا تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے کفر اپنا رکھا ہے وہ جب تمہیں دیکھتے ہیں تو اس کے سوا ان کا کوئی کام نہیں ہوتا کہ وہ تمہارا مذاق بنانے لگتے ہیں۔

۲۔ وہ کہتے ہیں کہ کیا یہی صاحب ہیں جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتے ہیں؟

۳۔ حالانکہ ان کافروں کی اپنی حالت یہ ہیکہ وہ رب رحمان ہی کا ذکر کرنے سے انکار کئے بیٹھے ہیں۔

۴۔ انسان جلد بازی کی خصلت لے کر پیدا ہوا ہے۔ ۵۔ میں عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھلادوں گا

۶۔ لہٰذا تم مجھ سے جلدی مت مچاو

رسولِ رحمت ﷺ کی شان گھٹانے کیلئے مکہ کے مشرکین جب رسولِ رحمت ﷺ کو دیکھتے تھے تو رسولِ رحمت ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ کیا یہی وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا تذکرہ کرتا ہے یعنی کیا یہی وہ شخص ہے جو اس بات پر اعتراض کرتا ہے کہ تم ان بتوں کی عبادت کرتے ہو اور ان بتوں کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ یہ بت بے جان ہیں نہ نفع پہنچاتے ہیں اور نہ ہی نقصان دیتے ہیں؟ ان مشرکین کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ کیا ایسے بے حیثیت آدمی کو نبوت دی گئی جو تمہارے معبودوں کو برائی کے ساتھ یاد کرتا ہے؟ ابوجہل اور اس جیسے جتنے لوگ مکہ میں تھے ان کی زندگی کا مقصد یہی تھا کہ کس طرح رسول رحمت ﷺ کا مذاق اڑایا جائے؟ اور وہ آپ ﷺ کو بے حیثیت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ مکہ والوں نے آپ ﷺ کا مذاق اڑایا تو آسمان والے نے رسولِ رحمت ﷺ کو تسلی دی اور مختلف مواقع پر آپ ﷺ پر تسلی والی آیات نازل ہوئیں۔ سورۂ حجر کی آیت نمبر ۹۵ میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ یقین رکھو! کہ ہم تمہاری طرف سے ان لوگوں سے نمٹنے کے لئے کافی ہیں جو (تمہارا) مذاق اُڑاتے ہیں، سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۰ میں یوں تسلی دی گئی وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی استہزا کیا گیا ہے پھر جن لوگوں نے ان سے مذاق کیا تھا ان کو اس عذاب نے آگھیرا جس کا تمسخر اڑاتے تھے۔ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۴۱ میں بھی ان مشرکین کے رسول رحمت کے ساتھ مذاق اڑانے کی بات کہی گئی

ہے ۔ وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُواً أَهَذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُولاً اور جب یہ آپ کو دیکھتے ہیں تو مذاق ہی اڑاتے ہیں آپ کا اور بطور مذاق کہتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟

یہ مشرکین جس پاکیزہ نبی کا مذاق اڑا رہے ہیں انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ مذاق اڑانے کے لائق تو یہ لوگ ہیں جو نبی کا مذاق اڑا رہے ہیں' اس لئے کہ یہ مشرکین جو کام کر رہے ہیں اس سے برا کام کیا ہوسکتا ہے کہ یہ مشرکین رب ذوالجلال کے ذکر کے ہی منکر ہیں اور وہ اللہ کے ذکر سے غافل ہیں جس نے انہیں پیدا کیا اور جس نے ان پر سینکڑوں احسانات وانعامات کئے؟ ان مشرکین کی بے عقلی پر ماتم کرنا چاہیے کہ جس عذاب کی دھمکی انہیں دی گئ اسی عذاب کی جلدی یہ مچا رہے ہیں انسان اسی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے کہ وہ جلد باز ہوتا ہے ۔ اسی لئے یہاں کہا گیا کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ انسان کے مزاج میں جلد بازی رکھی گئی ہے ۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی انسان کی جلد بازی کے بارے میں کہا گیا کہ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا اور انسان ہے ہی بڑا جلد باز ۔ ان مشرکین سے جنہوں نے عذاب کی جلدی مچائی اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ میں عنقریب اپنی نشانیاں دکھادوں گا تم مجھ سے عذاب کی جلدی مت مچاؤ ۔ اس لئے عذاب اپنے وقت پر آتا ہے تمہارے جلدی مچانے سے نہ عذاب اپنے وقت سے پہلے آتا ہے اور نہ ہی عذاب ٹال دیا جاتا ہے ۔ عذاب کا وقت مقرر ہے جب وہ آجائے گا تو ٹالا نہیں جائے گا وہ تو واقع ہو کر ہی رہے گا ۔

کفار و مشرکین عذاب کی جلدی مچاتے تھے جس کا تذکرہ دیگر آیات میں بھی ہے ۔ سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۶ میں ہے وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ اور جو تم سے سزا کی طلبی میں جلدی کر رہے ہیں راحت سے پہلے ہی ان سے پہلے سزائیں (بطور مثال) گزر چکی ہیں ۔ سورۃ الحج کی آیت نمبر ۴۷ میں بھی ہے وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ اور یہ عذاب کو آپ سے جلدی طلب کر رہے ہیں ۔

یہ عذاب کی دھمکی کب پوری ہوگی؟

﴿درس نمبر ۱۳۱۵﴾ ﴿الانبیاء ۳۸ ۔ تا ۔ ۴۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ : وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ لوگ کہتے ہیں مَتٰى کب ہوگا هٰذَا الْوَعْدُ یہ وعدہ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو؟ لَوْ يَعْلَمُ اگر جان لیں الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا حِيْنَ کہ جس وقت لَا

يَكُفُّوْنَ وہ ہٹا نہیں سکیں گے عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ اپنے چہروں سے آگ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ اور نہ اپنی پیٹھوں سے وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً بلکہ وہ اچانک ہی آئے گی ان کے پاس فَتَبْهَتُهُمْ تو وہ انہیں بدحواس کردے گی فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ پھر وہ استطاعت نہ رکھیں گے رَدَّهَا اسے ٹالنے کی وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ اور نہ وہ مہلت ہی دیئے جائیں گے

ترجمہ:۔ اور یہ لوگ (مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو آخر یہ (عذاب کی) دھمکی کب پوری ہوگی؟O کاش! ان کافروں کو اُس وقت کی کچھ خبر لگ جاتی جب یہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو دُور کرسکیں گے اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ ان کو کوئی مدد میسر آئے گیO بلکہ وہ (آگ) ان کے پاس ایک دم آدھمکے گی اور ان کے ہوش وحواس گُم کر کے رکھ دے گی، پھر نہ یہ اُسے پیچھے ہٹا سکیں گے اور نہ انہیں کوئی مہلت دی جائے گی۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو آخر یہ عذاب کی دھمکی کب پوری ہوگی؟
۲۔ کاش! ان کافروں کو اس وقت کی کچھ خبر لگ جاتی جب یہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو دور کرسکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے۔
۳۔ نہ ان کو کوئی مدد میسر آئے گی
۴۔ بلکہ وہ آگ ان کے پاس ایک دم آدھمکے گی
۵۔ ان کے ہوش وحواس گم کر کے رکھ دے گی
۶۔ پھر نہ یہ اسے پیچھے ہٹا سکیں گے۔
۷۔ نہ انہیں کوئی مہلت دی جائے گی۔

مکہ کے مشرکین عذاب کی باتیں رسولِ رحمت کی زبانی جب سنتے تھے تو وہ اس عذاب کو جھٹلاتے ہوئے اور اس عذاب کا انکار کرتے ہوئے یہ سوال کرتے تھے کہ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ آخر یہ وعدے کا دن کب ہے؟ یہ عذاب جس کی دھمکی ہمیں دی جارہی ہے آخر یہ عذاب کب آئے گا؟ اصل میں یہ مشرکین عذاب کے آنے کو ناممکن سمجھتے تھے اور اپنی جہالت اور غفلت کی وجہ سے رسول رحمت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مذاق کرتے ہوئے کہتے تھے کہ جس عذاب کی دھمکی ہمیں دی جارہی ہے وہ عذاب آخر کب آئے گا؟ اے مسلمانو! اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ اور اپنی سچائی کو ثابت کرو۔ عذاب کی جلدی مچانے سے متعلق یہ بات قرآن مجید کی دیگر متعدد آیات میں بھی موجود ہے سورۂ یونس کی آیت نمبر ۴۸ میں کہا گیا وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟ سورۃ النمل کی آیت نمبر ۷۱ نیز سورۃ الملک کی آیت نمبر ۲۵ میں بھی یہی مضمون موجود ہے۔

یہاں کافروں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا جارہا ہے کہ ان کافروں کو اس وقت کی خبر نہیں ہے جب وہ آگ کو نہ

اپنے چہروں سے ہٹا سکیں گے اور نہ ہی اپنی پشتوں یعنی پیٹھوں سے ہٹا سکیں گے اور نہ ہی اس دن ان کی کسی قسم کی مدد کی جائے گی۔ اگر ان کافروں کو اس وقت کی حالت کا حقیقی علم ہوتا کہ کس قدر آگ کی لپٹوں میں وہ گھر جائیں گے اور ہر طرف سے آگ ہی آگ انہیں گھیرے ہوئے ہوگی تو وہ ایسی باتیں نہ کرتے جو وہ اب کر رہے ہیں؟ اس دن ان کافروں کی نہ ہی مدد کی جائے گی اور نہ ہی ان کو دوبارہ دنیا میں جا کر اچھے عمل کرنے کی مہلت دی جائے گی جب دوزخ کے عذاب میں یہ کافر داخل ہوجائیں گے تو ہمیشہ کے لئے داخل ہوجائیں گے اور اس دوزخ سے نکلنے کا کوئی راستہ انہیں نہیں ملے گا۔

اگر ان کافروں کو اس عذاب کے واقع ہونے کا یقین ہوتا تو وہ اس عذاب کے آنے کی جلدی نہ مچاتے اور اگر دوزخ کے عذاب کی حقیقی حالت انہیں معلوم ہوتی کہ ہر طرف سے انہیں آگ گھیرے گی، سامنے سے بھی، پیچھے سے بھی، دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی' اوپر سے بھی اور نیچے سے بھی اور اگر انہیں یہ بھی معلوم ہوتا کہ وہ دوزخ کی آگ کو نہ اپنے چہروں سے ہٹائیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے ہٹا پائیں گے تو یہ ایسی باتیں ہرگز نہ کرتے جو باتیں وہ کر رہے ہیں اور عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں۔ سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۳۴ میں کہا گیا وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا وہ بے یارو مددگار ہوجائیں گے۔ سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۱۶ میں کہا گیا لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ایسے لوگوں کے لئے اُوپر بھی آگ کے بادل ہیں اور ان کے نیچے بھی ویسے ہی بادل ہیں یہ وہی چیز ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ لہٰذا اے میرے بندو! میرا خوف دل میں رکھو۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۴۱ میں کہا گیا لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ اُن کے لئے تو دوزخ ہی کا بچھونا ہے، اور اوپر سے اُسی کا اوڑھنا۔ اور اسی طرح ہم ظالموں کو ان کے کئے کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ قیامت ان کے پاس اچانک ہی آجائے گی اور جب قیامت آجائے گی تو وہ اس قیامت کو نہ ہٹا سکیں گے اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔ اس وقت نہ توبہ کا موقع رہے گا اور نہ عذر و معذرت کرنے کا وقت رہے گا۔

﴿درس نمبر ۱۳۱۶﴾ آپ سے پہلے بھی پیغمبروں کا مذاق اُڑایا گیا ﴿الانبیاء ۴۱-۴۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ O

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدِ اور البتہ تحقیق اسْتُهْزِئَ ٹھٹھا کیا گیا بِرُسُلٍ کئی رسولوں کے ساتھ مِّنْ قَبْلِكَ آپ

سے پہلے فَحَاقَ پھر گھیر لیا بِالَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو سَخِرُوْا ٹھٹھا کرتے تھے مِنْهُمْ ان میں سے مَّا اس نے جو كَانُوْا تھے وہ بِهٖ اس کے ساتھ يَسْتَهْزِءُوْنَ ٹھٹھا کرتے قُلْ کہہ دیجئے مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ کون تمہاری نگہبانی کرتا ہے بِالَّيْلِ رات میں وَالنَّهَارِ اور دن میں مِنَ الرَّحْمٰنِ رحمن سے بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے مُّعْرِضُوْنَ اعراض کرنے والے ہیں

ترجمہ:۔ اور (اے پیغمبر!) تم سے پہلے بھی پیغمبروں کا مذاق اُڑایا گیا تھا، پھر اُن کا مذاق بنانے والوں کو اُسی چیز نے آ گھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے O کہہ دو کہ ''کون ہے جو رات میں اور دن میں ربّ رحمن (کے عذاب) سے تمہارا بچاؤ کرے؟'' مگر وہ ہیں کہ اپنے پروردگار کے ذکر سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! تم سے پہلے بھی پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا تھا

۲۔ پھر ان کا مذاق بنانے والوں کو اسی چیز نے آ گھیرا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

۳۔ کہہ دو کہ جو رات میں اور دن میں ربّ رحمن کے عذاب سے کون تمہارا بچاو کرے گا؟

۴۔ مگر وہ ہیں کہ اپنے پروردگار کے ذکر سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

مکہ کے مشرکین رسول رحمت ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے جس سے آپ کو دلی تکلیف ہوتی تھی اور اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب کو ایسے موقع پر تسلی دیتے تھے، اس آیت میں بھی رسول رحمت ﷺ کو تسلی دی گئی کہ پیغمبر! اگر یہ مکہ کے مشرکین آپ کا مذاق اڑاتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ آپ سے پہلے جو پیغمبر گزرے ہیں ان کا بھی مذاق اڑایا گیا ہے اور ایسا نہیں ہے کہ جن بدبختوں نے گزرے ہوئے نبیوں کا مذاق اڑایا انہیں یوں ہی چھوڑ دیا گیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے بدبختوں کو عذاب میں گرفتار کر لیا گیا انجام یہ ہوا کہ مذاق اڑانے والوں نے اپنے مذاق اڑانے کا اور نبیوں کو جھٹلانے کا مزہ چکھ لیا اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑاتے تھے اور اس عذاب کا مطالبہ کرتے تھے وہ عذاب ان پر واقع ہو گیا اگر مکہ کے یہ مشرکین اے پیغمبر! آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں تو ان پر بھی اللہ کا عذاب آ سکتا ہے اور اگر دنیا میں یہ عذاب سے بچ بھی گئے تو آخرت کا عذاب تو ان پر ہونا ہی ہے وہ اس عذاب سے بچ نہیں سکتے۔

سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۳۴ میں گزرے ہوئے پیغمبروں کے جھٹلائے جانے کا تذکرہ ہے اور ان نبیوں کے صبر کرنے کا بھی ذکر ہے نیز ان نبیوں پر ان جھٹلانے والوں کے مقابلہ میں جو مدد آئی اس کا بھی ذکر ہے وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا اور آپ سے پہلے رسولوں کو بھی جھٹلایا گیا پس ان نبیوں نے ان کے جھٹلانے پر صبر سے کام لیا اور وہ ستائے بھی گئے یہاں تک کہ ان پر ہماری مدد آ گئی۔ سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۳۲ میں نبیوں کا مذاق اڑانے والوں کا انجام بتلایا گیا: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ

مِّنۡ قَبۡلِكَ فَأَمۡلَيۡتُ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثُمَّ أَخَذۡتُهُمۡ فَكَيۡفَ كَانَ عِقَابِ یقینا آپ سے پہلے کے پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا تھا اور میں نے بھی کافروں کو ڈھیل دی تھی پھر انہیں پکڑ لیا تھا پھر میرا عذاب کیسا رہا؟ قوموں کا حال یہی رہا ہے کہ ان قوموں نے اپنے اپنے نبیوں کا مذاق اڑایا۔ سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۱۱ میں یہی حقیقت یوں بیان کی گئی وَمَا يَأۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ إِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ اور جو بھی رسول آتا وہ اس کا مذاق اڑاتے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان مذاق اڑانے والوں کو سزا دینے کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہیں سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۹۵ میں یہی بات کہی گئی :إِنَّا كَفَيۡنَاكَ الۡمُسۡتَهۡزِءِيۡنَ آپ سے جو لوگ مسخرا کرتے ہیں ان کی سزا کے لئے ہم کافی ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس کے رسولوں کا مذاق اڑانے کا انجام دوزخ ہے سورۃ الکھف کی آیت نمبر ۱۰۶ میں کہا گیا ذٰلِكَ جَزَاؤُهُمۡ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوۡا وَاتَّخَذُوۡا آيَاتِيۡ وَرُسُلِيۡ هُزُوًا حال یہ ہے کہ ان کا بدلہ جہنم ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا۔

اللہ تعالیٰ نبیوں کا مذاق اڑانے والے بدبختوں سے پیغمبر کے ذریعہ یہ سوال کرر ہے ہیں کہ قُلۡ مَنۡ يَّكۡلَؤُكُمۡ بِاللَّيۡلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحۡمٰنِ پیغمبر! آپ ان سے کہئے کہ رات میں اور دن میں اللہ سے کون بچاو کرے گا؟ یعنی اگر تم رب ذوالجلال کی آیتوں کا اور اس کے رسولوں کا مذاق اڑاو گے تو بتلاو کہ کون تمہیں دن میں ہو یا رات میں اللہ کے عذاب سے بچا سکے گا؟ سوال کا مطلب یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تم کو اس جرم کی سزا دے گا کہ تمہیں کوئی بھی شخص اس کے عذاب سے بچا نہیں پائے گا مگر کافروں کی زندگی کا شیوہ ہی یہی ہے کہ وہ اپنے حقیقی پروردگار کے ذکر سے منہ موڑ کر زندگی بسر کرر ہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سے اور اس کی یاد سے منہ موڑنا بڑا بھاری جرم ہے۔ بنی اسرائیل جیسی بدبخت قوم کا حال بھی یہی تھا کہ اس قوم نے اللہ تعالیٰ کے حکموں سے منہ موڑا جس کا ذکر سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۸۳ میں یوں ہے ثُمَّ تَوَلَّيۡتُمۡ إِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡكُمۡ وَأَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ لیکن تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب پھر گئے اور منہ موڑ لیا، گزری ہوئی قوموں کے بارے میں بھی یہ حقیقت بیان کی گئی کہ ان قوموں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے منہ موڑا۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۴ میں کہا گیا وَمَا تَأۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ آيَةٍ مِّنۡ آيَاتِ رَبِّهِمۡ إِلَّا كَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَ اور ان کے پاس کوئی نشانی بھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ موڑتے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۱۷﴾ وہ تو خود اپنی مدد آپ نہیں کر سکتے ﴿الانبیاء ۴۳۔۴۴﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَمۡ لَهُمۡ اٰلِهَةٌ تَمۡنَعُهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِنَا لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ نَصۡرَ اَنۡفُسِهِمۡ وَلَا هُمۡ مِّنَّا

يُصْحَبُوْنَ ۝ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَمْ لَهُمْ کیاان کے لیے اٰلِهَةٌ معبود ہیں تَمْنَعُهُمْ جوان کو بچاتے ہیں مِّنْ دُوْنِنَا ہمارے سوا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ وہ استطاعت نہیں رکھتے نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ اپنی ہی جانوں کی مدد کی وَلَا هُمْ اور نہ وہ مِّنَّا ہم ہی سے يُصْحَبُوْنَ محفوظ ہیں بَلْ مَتَّعْنَا بلکہ ہم نے فائدہ دیا هٰٓؤُلَآءِ ان کو وَاٰبَآءَهُمْ اوران کے باپ دادا کو حَتّٰى یہاں تک کہ طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ان کی عمریں طویل ہوگئیں اَفَلَا يَرَوْنَ کیا پھر وہ نہیں دیکھتے اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ کہ بیشک ہم زمین کو لاتے ہیں نَنْقُصُهَا کم کرتے ہیں ہم اس کو مِنْ اَطْرَافِهَا اس کے کناروں سے اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ کیا پھر وہی غالب ہیں

ترجمہ:۔ بھلا کیاان کے پاس ہمارے سوا کوئی ایسے معبود ہیں جوان کی حفاظت کرتے ہوں؟ وہ تو خود اپنی مدد نہیں کرسکتے اور نہ ہمارے مقابلے میں کوئی ان کا ساتھ دے سکتا ہے ۝ بلکہ معاملہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو اور ان کے آباء واجداد کو سامانِ عیش عطا کیا، یہاں تک کہ (اسی حالت میں) ان پر ایک عمر گزر گئی۔ بھلا کیا انہیں یہ نظر نہیں آتا کہ ہم زمین کو اس کے مختلف کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں۔ پھر کیا وہ غالب آجائیں گے؟

تشریح:۔ ان دوآیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بھلا کیاان کے پاس ہمارے سوا کوئی ایسے معبود ہیں جوان کی حفاظت کرتے ہوں؟

۲۔ وہ تو خود اپنی مدد آپ نہیں کرسکتے ۳۔ ہمارے مقابلہ میں نہ کوئی ان کا ساتھ دے سکتا ہے

۴۔ معاملہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو اوران کے آباء واجداد کو عیش کا سامان عطا کیا

۵۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں ان پر ایک عمر گزر گئی

۶۔ بھلا کیا انہیں یہ نظر نہیں آتا کہ ہم زمین کو اس کے مختلف کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں؟

۷۔ پھر کیا وہ غالب آجائیں گے؟

اللہ تعالیٰ ان بدبخت اور بدنصیب لوگوں سے جو اس کی آیتوں اور اس کے رسولوں سے منہ موڑتے ہیں یہ سوال کررہے ہیں کہ کیاان کے پاس ہمارے سوا کوئی ایسے معبود ہیں جوان کی حفاظت کرتے ہوں؟ آسمان وزمین، سورج اور چاند، ستارے اور سیارے، سمندر اور پہاڑ، جن وانس اور کل کائنات کی اصل حفاظت تو اللہ تعالیٰ ہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی میں ان چیزوں کی حفاظت کرنے کی طاقت نہیں ہے، جب اللہ تعالیٰ ہی ایسے ظالموں کو جو اس کی آیتوں اور اس کے رسولوں سے منہ موڑتے ہیں ہلاک کردے اور انہیں عذاب دے تو بھلا اللہ کے علاوہ کسی باطل معبود میں یہ طاقت ہے کہ وہ ان کی حفاظت کرے؟ حقیقت یہ ہے کہ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ نہ یہ اپنی جانوں کی حفاظت کرسکتے ہیں اور نہ ہی ہمارے مقابلہ میں کوئی شخص ان کا ساتھ دے سکتا ہے۔

یہ حقیقت ہے جس کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرنا چاہے اس کو کوئی شخص بچا نہیں سکتا اور جس کو اللہ تعالیٰ بچانا چاہے اس کو کوئی ہلاک نہیں کرسکتا۔ مشرکوں کا یہ خیال تھا کہ ان کے باطل معبود اللہ کے مقابلہ میں ان کی مدد کریں گے جب کہ ان باطل معبودوں میں ایک مچھر یا ایک مکھی کو بھی اڑانے کی طاقت نہیں ہے۔ یہ باطل معبود خود اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے تو دوسروں کو کیا بچا پائیں گے؟

ان مشرکوں کے اللہ کی آیتوں اور اس کے رسولوں سے منہ موڑنے کی ایک اہم وجہ یہاں یہ بیان کی جارہی ہے کہ ان مشرکین کو دنیا کا عیش وآرام وافر مقدار میں دیا گیا، دنیا کی بیش بہا نعمتیں انہیں عطا کی گئیں اور انہی نعمتوں اور عیش وآرام میں ان کی زندگی کا ایک طویل حصہ گزر گیا۔ ان نعمتوں نے اور اس عیش وآرام نے ان کو اس غرور میں مبتلا کردیا کہ ان کی بھی کچھ اہمیت ہے وہ اپنے آپ کو سب کچھ سمجھنے لگے اور ان نعمتوں کی وجہ سے دھوکہ میں مبتلا ہوگئے اور اللہ کی ان نعمتوں پر شکر کرنے سے غافل بنے رہے۔ یہ مشرکین اور ان کے باپ دادا کی زندگیاں چونکہ مال ومتاع، ساز وسامان، عیش وآرام اور راحتوں میں گزریں جس کی وجہ سے ان کی زندگیوں میں غرور اور غفلت کی چادر پھیل گئی اور یہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن بن گئے۔ ان مشرکین کو اس حقیقت سے آگاہ کیا جارہا ہے کہ کیا انہیں یہ نظر نہیں آتا کہ جس سرزمین پر ان کا قبضہ ہے ہم اس سرزمین کو چاروں طرف سے برابر گھٹاتے چلے آرہے ہیں؟ یعنی مکہ کی یہ سرزمین ان کے ہاتھوں سے لے کر مسلمانوں کے حوالے کررہے ہیں کیا پھر بھی ان مشرکوں کا یہ خیال ہے کہ یہ مشرکین ان مسلمانوں پر غالب آجائیں گے؟

ایں خیال است ومحال است وجنوں

تاریخ گواہ ہے کہ رسول رحمت ﷺ کی قیادت وسیادت میں سرکش مشرکوں کی یہ سرزمین فتح ہورہی ہے، چاروں طرف سے مشرکین کے لئے مکہ کی سرزمین تنگ ہوتی جارہی ہے اور مسلمانوں کے قبضہ میں یہ سرزمین آتی چلی جارہی ہے اور مسلمان فاتح بن کر اس سرزمین میں آرہے ہیں اور اسلام تھوڑا تھوڑا کرکے ان میں نافذ ہوتا جارہا ہے اور کافروں کے لئے عرصۂ حیات سے تنگ ہوتا جارہا ہے۔ ایسی صورت میں ان مشرکوں سے یہی سوال ہے کہ کیا ان حالات کے باوجود یہ مشرکین مسلمانوں پر غالب ہونے کا خواب دیکھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، غلبہ اور فتح تو بس مسلمانوں کے لئے ہے اور ان مسلمانوں کے مقابلہ میں کافر مغلوب بھی ہوں گے اور خسارہ اور نقصان کے سوا کوئی اور چیز ان کی جھولی میں آنے والی نہیں ہے۔

﴿درس نمبر ۱۳۱۸﴾ میں تو تمہیں وحی کے ذریعہ ڈراتا ہوں ﴿الانبیاء ۴۵۔۴۶﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ۝ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ

نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ :قُلْ کہہ دیجئے اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ یقیناً میں تمہیں ڈراتا ہوں بِالْوَحْيِ وحی کے ذریعے سے وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ اور بہرے نہیں سنتے الدُّعَآءَ پکار کو اِذَا مَا جب کبھی يُنْذَرُوْنَ وہ ڈرائے جائیں وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ البتہ اگر آ چھوئے انہیں نَفْحَةٌ ایک جھونکا مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ آپ کے رب کے عذاب کا لَيَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے يٰوَيْلَنَآ ہائے ہماری کم بختی! اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے

ترجمہ:۔ کہہ دو کہ میں تو تمہیں وحی کے ذریعہ ڈراتا ہوں لیکن بہرے لوگ ایسے ہیں کہ جب انہیں ڈرایا جاتا ہے تو وہ کوئی پکار نہیں سنتے O اور اگر تمہارے پروردگار کے عذاب کا ایک جھونکا بھی انہیں چھو جائے تو یہ کہہ اُٹھیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! واقعی ہم لوگ ظالم تھے۔

تشریح:۔ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہہ دو کہ میں تو تمہیں وحی کے ذریعہ ڈراتا ہوں

۲۔لیکن بہرے لوگ ایسے ہیں کہ جب انہیں ڈرایا جائے تو وہ کوئی پکار نہیں سنتے

۳۔ اگر تمہارے پروردگار کے عذاب کا ایک جھونکا بھی انہیں چھو جائے تو یہ کہہ اٹھیں گے ہائے ہماری کم بختی! واقعی ہم لوگ ظالم تھے

رسولِ رحمت ﷺ کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ مشرکین سے یہ بات صاف صاف کہہ دیجئے کہ جو باتیں میں تم سے کہہ رہا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ رب ذوالجلال کی طرف سے وحی کے ذریعہ میں تمہیں ڈرا رہا ہوں اور جس وحی کے ذریعہ میں تمہیں ڈرا رہا ہوں وہ تمہارے رب کا کلام ہے کسی کمزور مخلوق کا کلام نہیں ہے اور جس عذاب سے میں تمہیں ڈرا رہا ہوں میرا کام تو بحیثیت مبلغ تم تک پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو عذاب سے ڈراوں، میرا کام تو صرف پہنچانا ہے، تم کو میری ان باتوں کے قبول کرنے کیلئے زبردستی کرنا میرا کام نہیں ہے اگر تم میری باتوں کو قبول نہیں کرو گے تو اس میں میرا کوئی نقصان نہیں، قبول نہ کرنے کا وبال تو تم پر ہی پڑے گا۔

قرآن مجید میں رسولِ رحمت ﷺ کا تعارف بحیثیت نذیر بھی کروایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا تا کہ آپ ﷺ نیک لوگوں کو بشارت دیں اور برے لوگوں کو ڈرائیں، سورۂ ملک کی آیت نمبر ۲۶ میں کہا گیا وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ میں تو صرف کھلے طور پر آگاہ کرنے والا ہوں، سورۂ مدثر میں آپ ﷺ سے کہا گیا قُمْ فَاَنْذِرْ کھڑے ہو جائیے اور آگاہ کر دیجئے، سورۃ النازعات کی آیت نمبر ۴۵ میں کہا گیا اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا آپ تو صرف اس سے ڈرتے رہنے والوں کو آگاہ کرنے والے ہیں۔ ظاہر ہے کہ نبی جس کو بھی ڈرائیں آپ کا ڈرانا اسی کے لئے فائدہ مند ہے جو ہوش و ہواس کے ساتھ نبی کی ان باتوں کو غور و فکر کے ساتھ سنے مگر

وہ شخص جس کی سماعت پر مہر لگا دی گئی ہو اور جس کے دل کے دروازے بند کر دیئے گئے ہوں اس شخص کیلئے رسولِ رحمت ﷺ کا ڈرانا فائدہ مند ثابت نہیں ہوگا۔

نصیحت کا تعلق صرف سننے سے نہیں ہے بلکہ نصیحت کا تعلق سنی ہوئی بات پر عمل کرنے سے ہے۔سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۳۹ میں کہا گیا وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ اور جولوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو طرح طرح کی ظلمتوں میں بہرے گونگے ہو رہے ہیں، جولوگ اس معاملہ میں بہرے اور گونگے بن جاتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک بدترین قسم کے لوگ ہیں۔سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۲۲ میں یہی بات بتلائی گئی اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ بے شک بدترین خلائق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں جو کہ ذرا نہیں سمجھتے، ظاہر ہے کہ ایسے بہروں کو سنایا نہیں جاسکتا۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۴۲ میں بھی یہی بات بتلائی گئی وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ کیا آپ بہروں کو سناتے ہیں اگرچہ کہ ان کو سمجھ بھی نہ ہو۔

اب تو ان ظالموں کو احساس نہیں ہوگا لیکن جب کوئی عذاب کا جھونکا رب ذوالجلال کی طرف سے آجائے گا تو اس وقت انہیں احساس ہوگا اور اس وقت ان کی زبانوں سے یہ جملہ نکلے گا کہ بے شک ہم ہی ظالم تھے۔یعنی قیامت کے دن اللہ کے عذاب کا تھوڑا سا حصہ بھی ان جھٹلانے والوں تک پہنچ جائے گا تو اس وقت یہ ظالم اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے اور یہ لوگ دنیا میں جو اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے اس ظلم کا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے کہ یقیناً ہم ہی ظالم تھے اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا اس پر ندامت اور شرمندگی کا اظہار کریں گے اور ہلاکت اور تباہی کو یوں پکاریں گے يٰوَيْلَتَنَا ہائے ہماری کم بختی! لیکن اس دن کا اعتراف اور اس دن کی ندامت اور شرمندگی ان کے کچھ بھی کام نہیں آئے گی۔ظالموں کے بارے میں تو رب ذوالجلال کا یہ فیصلہ ہے کہ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (عمران ۱۹۲) اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۱۹﴾ ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو رکھیں گے ﴿الانبیاء ۴۷﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ : وَنَضَعُ اور ہم رکھیں گے الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ انصاف کی ترازوئیں لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن فَلَا تُظْلَمُ پھر نہ ظلم کیا جائے گا نَفْسٌ کسی نفس پر شَيْـًٔا کچھ بھی وَاِنْ كَانَ اور اگر ہوگا مِثْقَالَ حَبَّةٍ

مِّنْ خَرْدَلٍ رائی کے دانے کے برابر اَتَیْنَا بِهَا ہم اسے لے آئیں گے وَ كَفٰى بِنَا اور کافی ہیں ہم حٰسِبِیْنَ حساب کرنے والے

ترجمہ:۔ اور ہم قیامت کے دن ایسی ترازوئیں لا رکھیں گے جو سراپا انصاف ہوں گی، چنانچہ کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا اور اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے سامنے لے آئیں گے اور حساب لینے کیلئے ہم کافی ہیں۔

تشریح:۔ اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم قیامت کے دن ایسی ترازوئیں لا رکھیں گے جو سراپا انصاف ہوں گی

۲۔ چنانچہ کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا

۳۔ اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے

۴۔ حساب لینے کے لئے ہم کافی ہیں

قیامت کے دن جتنے بھی فیصلے سارے انسانوں کے درمیان ہوں گے ان تمام فیصلوں میں عدل وانصاف کا معاملہ کیا جائے گا ایسا نہیں ہوگا کہ کسی نے کوئی عمل کیا ہو اور اس کو اس عمل کا اجر نہ دیا جائے اور ایسا بھی نہیں ہوگا کہ کسی نے کوئی گناہ نہیں کیا اور اس کو اس گناہ کی سزا دیدی جائے۔ اور اس انصاف کو قائم رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسی ترازوئیں لا رکھیں گے جو سراپا انصاف ہوں گی اور ذرہ برابر بھی کسی پر بھی کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ دنیا میں جس طرح ترکاریاں، غلے اور میوے تولے جاتے ہیں قیامت کے دن انسانوں کے اعمال تولے جائیں گے، اس میزانِ عدل میں ہر چیز برابر تولی جائے گی اور ہر ایک کو پورا پورا بدلہ بھی دیا جائے گا۔ یہاں میزان کی جمع موازین کا لفظ استعمال کیا گیا، اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ میزان یعنی ترازو تو ایک ہی ہوگی لیکن متعدد اعمال کی وجہ سے موازین یعنی ترازووں کا لفظ استعمال کیا گیا، یہ میزانِ عدل صدفی صد درست اور سیدھی ہوگی جو سیدھا سیدھا تولے گی اس میں کسی قسم کی خلاف ورزی اور قاعدہ کے خلاف کوئی بات ہرگز نہیں ہوگی۔

سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۸ میں کہا گیا وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ اور اس روز وزن بھی برحق ہے، قیامت کے دن جب انسان کے اعمال تولے جائیں گے تو کسی کے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا اور کسی کا ہلکا ہوگا، جس کا وزن بھاری ہوگا وہ خوش وخرم ہوگا اور راضی برضا ہوگا، اور جس کا وزن ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا جیسا کہ سورۃ القارعۃ میں ذکر کیا گیا فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ○ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ○ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ○ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ تو جس کے (اعمال کے) وزن بھاری نکلیں گے ○ وہ دل پسند عیش میں ہوگا ○ اور جس کے وزن ہلکے نکلیں گے ○ اس کا مرجع ہاویہ ہے۔ اگر دنیا میں انسان نے رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی عمل کیا ہے چاہے وہ اچھا ہو یا برا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن لا حاضر کریں گے اور اعمال پر پوری پوری جزا دیں گے۔ سورۂ مومنون کی آیت نمبر

۱۰۲ میں کہا گیا فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اس وقت جن کے پلڑے بھاری نکلیں تو وہی ہوں گے جو فلاح پائیں گے۔

دنیا جہاں کے کروڑوں اربوں انسانوں کی زندگی کے آغاز سے انجام تک کے ڈھیر سارے اعمال کا حساب لینا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ یہ کام وسیع وعریض کام ہے مگر اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ حساب لینے کیلئے ہم کافی ہیں، یہ کام کمزور انسان کے لئے تو یقینا مشکل ہے مگر قادر مطلق اور مختار کل پروردگار کیلئے انتہائی آسان کام ہے، دنیا جہاں کے اچھے برے انسانوں کے چھوٹے بڑے اعمال واقوال کو سب سے زیادہ اور سب سے بہتر انداز میں اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ان سارے اعمال کو جان سکے۔ اس جملہ میں تنبیہ ہے ان لوگوں کے لئے جو رب ذوالجلال کی اس سرزمین میں کفر وشرک اور فسق وفجور کے ذریعہ اپنے حقیقی پروردگار کو ناراض کرتے ہیں اور اپنی دنیا اور آخرت تباہ کر لیتے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ہر ہر عمل کا پورا پورا حساب کریں گے اور جب حساب ہوگا تو سزا بھی برابر ہوگی۔

﴿درس نمبر ۱۳۲۰﴾ ## یہ قرآن برکتوں والا پیغامِ نصیحت ہے ﴿الانبیاء ۴۸۔تا۔۵۰﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ۝ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اٰتَيْنَا ہم نے دی تھی مُوْسٰى موسیٰ کو وَهٰرُوْنَ اور ہارون کو الْفُرْقَانَ فیصلہ کرنے والی وَضِيَآءً اور روشنی وَّذِكْرًا اور ذکر لِّلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کے لیے الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ وہ لوگ جو ڈرتے ہیں رَبَّهُمْ اپنے رب سے بِالْغَيْبِ بن دیکھے وَهُمْ اور وہ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ قیامت سے ڈرنے والے ہیں وَهٰذَا اور یہ ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ ذکر ہے برکت والا اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسے نازل کیا ہے اَفَاَنْتُمْ کیا پھر تم لَهٗ مُنْكِرُوْنَ اس کے منکر ہو؟

ترجمہ:۔ اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو حق وباطل کا ایک معیار (ہدایت کی) ایک روشنی اور اُن متقی لوگوں کیلئے نصیحت کا سامان عطا کیا تھا ۝ جو دیکھے بغیر اپنے پروردگار سے ڈریں اور جن کو قیامت کی گھڑی کا خوف لگا ہوا ہو ۝ اور اب یہ (قرآن) برکتوں والا پیغام نصیحت ہے جو ہم نے نازل کیا ہے۔ کیا پھر بھی تم اسے ماننے سے انکار کرتے ہو؟

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو حق و باطل کا ایک معیار ہدایت کی روشنی اور ان متقی لوگوں کے لئے نصیحت کا سامان عطا کیا تھا

۲۔ جو متقی لوگ دیکھے بغیر اپنے پروردگار سے ڈریں ۳۔ جن متقیوں کو قیامت کی گھڑی کا خوف لگا ہوا ہو

۴۔ یہ قرآن برکتوں والا پیغامِ نصیحت ہے جو ہم نے نازل کیا ہے

۵۔ کیا پھر بھی تم اسے ماننے سے انکار کرتے ہو؟

اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے جہاں نبیوں اور رسولوں کو بھیجا وہیں ان پر اپنی آسمانی کتابیں اور صحیفے بھی نازل کئے تاکہ وہ قومیں راہِ راست پر آسکیں جن کی طرف ان نبیوں کو بھیجا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی اور رسول بنا کر بھیجا اور انہیں وہ آسمانی کتاب عطا کی گئی جس کو تورات کہا جاتا ہے اسی تورات کا ذکر اس آیت میں یوں کیا گیا وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسٰى وَهَارُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً اور ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو حق و باطل کا ایک معیار اور ہدایت کی روشنی اور متقی لوگوں کے لئے سامان عطا کیا۔ اس آیت میں آسمانی کتاب تورات کی تین خصوصیات بیان کی گئی ہیں پہلی خصوصیت یہ ہے کہ جو کتاب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو دی گئی اس میں شریعت کے احکام موجود ہیں اور یہ کتاب حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی کتاب ہے۔

اس کتابِ مقدس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ کتاب جہالت کی تاریکیوں میں روشنی کا مینار ہے اس مینارِ ہدایت سے ہدایت اور نجات کا راستہ ملتا ہے۔ اور اس کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرنے والے ہوتے ہیں ان کے لئے یہ کتاب نصیحت ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۵۴ میں بھی تورات کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَاماً عَلَى الَّذِيَ أَحْسَنَ وَتَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور سارے احکام کی تفصیل ہو جائے اور رہنمائی ہو اور رحمت ہو تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے پر یقین لائیں، سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۵۴ میں بھی تورات کی تختیوں کا ذکر یوں ہے وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الأَلْوَاحَ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو ان تختیوں کو اٹھا لیا اور ان کے مضامین میں ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے متقیوں کی دو صفتیں بیان کی ہیں۔

متقیوں کی ایک صفت اور خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اس ڈر کی وجہ سے وہ وہی کام کرتے ہیں جن کاموں کے کرنے کا انہیں حکم دیا گیا اور ان کاموں سے وہ گریز کرتے ہیں جن

سے انہیں روکا گیا اور وہ خلوت میں بھی اور جلوت میں بھی ہر حال میں اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔ سورۃ ق کی آیت نمبر ۳۳ میں بھی یہ صفت بیان کی گئی :مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ جو بن دیکھے اللہ سے ڈرتا ہے اور رجوع ہونے والا دل لے کر آتا ہے۔ اور سورۃ ملک کی آیت نمبر ۱۲ میں اپنے پروردگار سے تنہائیوں میں ڈرنے والوں کیلئے یہ وعدے پیش کئے گئے ہیں إِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيْرٌ بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے غائبانہ طور پر ڈرتے ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور بڑا ثواب ہے

متقیوں کی دوسری صفت یہاں یہ بتلائی گئی کہ وَهُم مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ کہ ان متقیوں کو قیامت کا خوف لگا ہوا رہتا ہے۔ آدمی کے متقی ہونے کی یہ بڑی علامت ہے کہ اس کی زندگی صرف دنیا کی لذتوں میں اٹک کر نہ رہ جائے بلکہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی نظر قیامت کا دن ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ اس خوف میں رہتا ہے کہ کل قیامت کے دن حساب اور سوال کے مراحل کا تصور اور اس کا یقین دل میں لا کر وہ متقی ڈرتے ہیں۔

تورات کے تذکرہ کے بعد قرآن مجید کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ یہ قرآن مجید وہ کتاب ہے جس میں نصیحت ہے یہ اپنے اندر ہزاروں فائدے رکھتی ہے جس کی وجہ سے یہ کتاب برکت والی کتاب ہے، أَفَأَنتُمْ لَهُ مُنْكِرُوْنَ کے ذریعہ یہ سوال کیا جارہا ہے کہ اس قدر فائدے والی کتاب کا کیا تم انکار کررہے ہو؟

﴿درس نمبر ۱۳۲۱﴾ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سمجھ بوجھ عطا کی تھی ﴿الانبیاء ۵۱۔تا۔۵۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ۝ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ :وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اٰتَيْنَا ہم نے دی تھی اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم کو رُشْدَهٗ اس کی ہدایت مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَ كُنَّا اور ہم تھے بِهٖ عٰلِمِيْنَ اسے خوب جاننے والے اِذْ قَالَ جب اس نے کہا تھا لِاَبِيْهِ اپنے باپ سے وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم سے مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ کیا ہیں یہ مورتیاں الَّتِيْٓ اَنْتُمْ وہ جو ہو تم لَهَا عٰكِفُوْنَ ان کیلئے جم کر بیٹھنے والے قَالُوْا انہوں نے کہا وَجَدْنَآ ہم نے پایا ہے اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادا کو لَهَا عٰبِدِيْنَ ان کی عبادت کرتے ہوئے قَالَ اس نے کہا لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ البتہ تحقیق ہو تم خود وَاٰبَآؤُكُمْ اور تمہارے باپ دادا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ صریح گمراہی میں

ترجمہ:۔ اور اس سے پہلے ہم نے ابراہیم کو وہ سمجھ بوجھ عطا کی تھی جو اُن کے لائق تھی اور ہم اُنہیں خوب

جانتے تھے O وہ وقت یاد کرو جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ یہ کیا مورتیاں ہیں جن کے آگے تم دھرنا دیئے بیٹھے ہو؟ O وہ بولے کہ ہم نے اپنے باپ داداوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے O ابراہیم نے کہا حقیقت یہ ہے کہ تم بھی اور تمہارے باپ دادا بھی کھلی گمراہی میں مبتلا رہے ہو۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اس سے پہلے ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ سمجھ بوجھ عطا کی تھی جو ان کے لائق تھی

۲۔ہم انہیں خوب جانتے تھے

۳۔وہ وقت یاد کرو جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ کیا ہیں یہ مورتیاں جن کے آگے تم دھرنا دیتے بیٹھے ہو؟

۴۔وہ بولے کہ ہم نے اپنے باپ داداوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے

۵۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا حقیقت یہ ہے کہ تم بھی اور تمہارے باپ دادا بھی کھلی گمراہی میں مبتلا رہے ہو

سورۂ انبیاء میں مختلف نبیوں اور رسولوں کا تذکرہ ہے پچھلی آیات میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا تذکرہ تھا اس کے بعد مسلسل دیگر پیغمبروں کا ذکر خیر ہے۔ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا تفصیلی ذکر ہے اس کے بعد حضرت لوط، حضرت نوح، حضرت داود وحضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت اسماعیل حضرت ادریس، حضرت ذوالکفل، حضرت یونس، حضرت زکریا اور حضرت عیسیٰ کا ذکر خیر ہے، جن کی تفصیل ان سے متعلقہ آیات کی روشنی میں اگلے دروس میں آئے گی، یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتلائی کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس سے پہلے صحیح راہ عطا کی اور ہم ان کو جانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں بتوں کی نفرت ڈال دی ایسے بت جن میں نہ نفع کی صلاحیت ہے اور نہ نقصان کی، یہ وہ بت تھے جو نہ سنتے تھے اور نہ دیکھتے تھے، ان بتوں کی حیثیت ایک پتھر کے سوا کچھ نہیں تھی جس کو ان کے باپ آزر نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا اور اللہ تعالیٰ کو اسی گھرانے سے ایک ایسی شخصیت کو نکھارنا تھا جو توحید کا علمبردار بنے اور اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں نبوت کی صلاحیت اور اہلیت ہے اور وہ اخلاق و کردار کے غازی ہیں۔

ان آیات میں اس واقعہ کی منظر کشی کی گئی ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بت پرست باپ اور بت پرست قوم سے بتوں کی حقیقت سے متعلق سوال کیا تھا اور اس بات پر نکیر کی تھی کہ یہ کیا مورتیاں ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو؟ یعنی اپنے ابا جان اور قوم کو اس بات کا احساس دلانے کے لئے کہ جن حقیر و بے حیثیت مورتیوں پر تم جمے بیٹھے ہو بتاؤ کہ آخر ان مورتیوں کی کیا حقیقت ہے؟ قوم کے لوگوں نے اس سوال کا جواب یہ دیا کہ **وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا**

عَابِدِيْنَ کہ ہمارے پاس ان بتوں کی حقیقت کے بارے میں کوئی دلیل تو نہیں ہے، ہمارے لئے ان بتوں کی پوجا پاٹ کرنے کی دلیل یہی ہے کہ ہمارے باپ دادا کو ہم نے انہی مورتیوں کی عبادت کرتے ہوئے پایا اور ان کی پیروی کرتے ہوئے ہم بھی ان کی عبادت میں لگ گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوری قوت کے ساتھ فرمایا کہ تم بھی اور تمہارے باپ دادا بھی صریح اور واضح گمراہی میں تھے۔ تم میں اور تمہارے باپ دادا میں کوئی فرق نہیں ہے تم بھی کھلی ہوئی گمراہی میں ہو اور تمہارے باپ دادا بھی کھلی گمراہی میں تھے، تم بھی سیدھے راستہ سے ہٹے ہوئے ہو اور تمہارے باپ دادا بھی سیدھے راستہ سے ہٹے ہوئے تھے، تمہارا یہ طریقہ حق سے محروم ہے اور تم سب باطل پر ہو۔ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۷۰ تا ۷۷ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے جو گفتگو کی ہے اس کا ذکر کیا گیا ہے اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ○ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ○ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ○ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ○ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ○ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ○ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو؟ ○ وہ کہنے لگے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کی پوجا پر قائم ہیں ○ ابراہیم نے کہا کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری آواز کو سنتے ہیں؟ ○ یا تمہیں کچھ فائدے دے سکتے یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ ○ انہوں نے کہا (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے ○ ابراہیم نے کہا کہ تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے ہو؟ ○ تم بھی اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی ○ وہ میرے دشمن ہیں لیکن اللہ رب العالمین (میرا دوست ہے)۔

﴿درس نمبر ۱۳۲۲﴾ تم سچ کہہ رہے ہو یا دل لگی کر رہے ہو؟ ﴿الانبیاء ۵۵-۵۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ○ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْٓا انہوں نے کہا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ کیا تو لایا ہے ہمارے پاس حق اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ یا تو کھیل کرنے والوں میں سے ہے؟ قَالَ اس نے کہا بَلْ رَّبُّكُمْ بلکہ تمہارا رب رَبُّ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا رب ہے وَالْاَرْضِ اور زمین کا الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ وہ جس نے ان کو پیدا کیا وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ اور میں اس پر مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ گواہوں میں سے ہوں

ترجمہ:۔ انہوں نے کہا: کیا تم ہم سے سچ مچ کی بات کر رہے ہو یا دل لگی کر رہے ہو؟ ○ ابراہیم نے کہا:

نہیں، بلکہ تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، جس نے یہ ساری چیزیں پیدا کی ہیں اور لوگو! میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ لوگوں نے کہا کیا تم ہم سے سچ مچ کی بات کر رہے ہو یا دل لگی کر رہے ہو؟

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا نہیں! بلکہ تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا مالک ہے

۳۔ جس نے یہ ساری چیزیں پیدا کی ہیں ۴۔ لوگو! میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں تھے تو قوم کے لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تم جو باتیں اپنی زبان سے کہہ رہے ہو بتاؤ تو سہی کہ یہ سب باتیں کھیل کود یا مذاق کے طور پر کہہ رہے ہو یا واقعی تم کوئی سچی اور حق بات کہہ رہے ہو؟ اس لئے کہ جو بات تم کہہ رہے ہو ایسی بات تو ہم نے اب تک کسی سے سنی ہی نہیں، قوم کے اس سوال کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا مالک ہے یعنی اے قوم کے لوگو! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ حق بات کہہ رہا ہوں، یہ کوئی کھیل کود یا مذاق کی بات نہیں ہے اس لئے کہ تم ہی غور کرو کہ جس نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ساری چیزوں کو جن کا کبھی وجود نہیں تھا اپنی قدرت، طاقت اور ارادہ سے وجود بخشا، وہی ایک اللہ ہے جو خالق بھی ہے مالک بھی ہے اور ان سب کا رب بھی ہے۔ اس حقیقت کا میں گواہ ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ قرآنِ مجید کی بیسیوں آیتوں میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کے رب ہیں اور اس کے خالق و مالک ہیں جنہوں نے آسمانوں اور زمین کو اپنی قدرت، طاقت اور ارادہ سے پیدا کیا ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۱۷ میں ہے بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ زمین اور آسمان کا پیدا کرنے والا ہے، سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱ میں کہا گیا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس سورت کی آیت نمبر ۷۳ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا اور آیت نمبر ۷۹ میں کہا گیا اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بات کی بھی وضاحت کردی کہ اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک ہونے کی میں گواہی دیتا ہوں وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۳ میں یہ دعا سکھائی گئی فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ پس آپ ہمیں گواہوں میں لکھ دیجئے۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۸۳ میں یوں ہے: يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ

اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے پس آپ ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو گواہی دیتے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۲۳﴾ ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے یہ حرکت کی ہے؟ ﴿الانبیاء ۵۷ تا ۶۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ○ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ○ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَتَاللّٰهِ اور اللہ کی قسم لَاَكِيْدَنَّ البتہ میں ضرور ایک تدبیر کروں گا اَصْنَامَكُمْ تمہارے بتوں کو توڑنے کے لیے بَعْدَ اَنْ بعد اس کے کہ تُوَلُّوْا تم چلے جاؤ گے مُدْبِرِيْنَ پیٹھ پھیر کر فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا پھر اس نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ سوائے ان کے ایک بڑے کے لَعَلَّهُمْ تا کہ وہ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ اس کی طرف رجوع کریں قَالُوْا انہوں نے کہا مَنْ فَعَلَ هٰذَا کس نے کیا ہے یہ بِاٰلِهَتِنَآ ہمارے معبودوں کے ساتھ اِنَّهٗ بلاشبہ وہ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ البتہ ظالموں میں سے ہے قَالُوْا انہوں نے کہا سَمِعْنَا ہم نے سنا فَتًى ایک جوان کو يَّذْكُرُهُمْ وہ ان کا ذکر کرتا تھا يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ اسے ابراہیم کہا جاتا ہے

ترجمہ:۔ اور اللہ کی قسم! جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک (ایسا) کام کروں گا (جس سے ان کی حقیقت کھل جائے گی) ○ چنانچہ ابراہیم نے ان کے بڑے بت کے سوا سارے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تا کہ وہ لوگ اُن کی طرف رجوع کریں ○ وہ کہنے لگے کہ ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ہے؟ وہ کوئی بڑا ہی ظالم تھا ○ کچھ لوگوں نے کہا: ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے کہ وہ ان بتوں کے بارے میں باتیں بنایا کرتا ہے، اُسے ابراہیم کہتے ہیں۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ کی قسم! جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاو گے تو میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک ایسا کام کروں گا جس سے ان کی حقیقت کھل جائے گی۔

۲۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بڑے بت کے سوا سارے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تا کہ وہ ان کی طرف رجوع کریں۔

۳۔ وہ کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ہے؟ ۴۔ وہ کوئی بڑا ہی ظالم تھا۔

۵۔ کچھ لوگوں نے کہا ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے کہ وہ ان بتوں کے بارے میں باتیں بنایا کرتا ہے اسے ابراہیم کہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے اپنے حقیقی پروردگار کا تعارف پیش کیا کہ تمہارا حقیقی پروردگار تو وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور یہ بھی کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہا کہ اللہ کی قسم! میں ان بتوں کے بارے میں کوئی ایسی تدبیر کروں گا اور ایسی دوا استعمال کروں گا کہ ان پر زد پڑے گی۔ اس کا مطلب یہ کہ میں تو تمہارے ان بتوں کو توڑنے کی کوشش کروں گا جب کہ تم اپنے میلہ کے دن چلے جاو، ان دنوں قوم کے لوگ عید کا ایک دن مناتے تھے جس میں سال میں ایک مرتبہ جمع ہوتے تھے پھر جب اس میلہ سے واپس آتے تھے تو ان بتوں کے سامنے سجدہ کرتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ بات کہی تھی تو قوم کے کسی ایک آدمی نے اس بات کو سن لیا اور قوم تک یہ بات پہنچادی۔ پھر ایسا ہوا کہ وہ دن آ گیا اور لوگ عید کے لئے جمع ہوئے اور جانے لگے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی لوگوں نے چلنے کو کہا تو انہوں نے لوگوں سے یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ میں بیمار ہوں جیسا کہ سورۃ الصٰفٰت کی آیت نمبر ۸۹ میں ہے فَقَالَ إِنِّيْ سَقِيْمٌ پس کہا کہ میں بیمار ہوں۔ چنانچہ جب سارے لوگ چلے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں کے پاس گئے جب کہ ان بتوں کے سامنے کھانے کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں' پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایک کر کے ان سارے بتوں کو توڑ دیا اور ایک بڑے بت کو اس حالت میں چھوڑ دیا اور جس کلہاڑی سے ان بتوں کو توڑ ڈالا تھا اسی کلہاڑی کو اس بڑے بت کی گردن پر رکھ دیا یا یہ کہ اس بڑے بت کے ہاتھ میں تھما دیا تا کہ قوم کے لوگوں کو اس بات کا پتہ چلے کہ یہ بت کس قدر بے بس ہیں کہ ان کو توڑ دیا گیا اور وہ ٹوٹ گئے اگر وہ معبود ہوتے تو ان کا یہ حشر نہ ہوتا اور بڑے بت کی گردن پر کلہاڑی تھمادی تا کہ یہ اشارہ دیں کہ ہوسکتا ہے کہ اسی بڑے بت نے چھوٹے سارے بتوں کو توڑ دیا ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے وہ افراد جو ان بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے عید سے واپسی کے بعد اپنے بتوں کا یہ حشر دیکھا تو کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے یہ حرکت کی ہے؟ ایسی حرکت کرنے والے تو ظالموں میں سے ہیں، یعنی ان بتوں کو توڑنے والے نے خود اپنے آپ پر بھاری ظلم کیا ہے، اس نے کس طرح یہ ہمت کی کہ ان سارے بتوں کو توڑ ڈالا؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ ہاں! یاد آ گیا ایک نوجوان ہے جسے ابراہیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ ان بتوں کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ تمہارے چلے جانے کے بعد میں ان بتوں کی گت بنادوں گا اندازہ یہی ہے کہ اسی شخص نے یہ کام کیا ہو۔

﴿درس نمبر ۱۴۲۴﴾ ابراہیم کو سارے لوگوں کے سامنے لے آؤ ﴿الانبیاء ۶۱ ۔تا۔ ۶۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا فَأْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ O قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْا انہوں نے کہا فَاْتُوْا بِهٖ پھر تم لے آؤ اسے عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ تا کہ وہ دیکھیں قَالُوْٓا انہوں نے کہا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا کیا تو نے ہی کیا ہے یہ بِاٰلِهَتِنَا ہمارے معبودوں کے ساتھ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اے ابراہیم قَالَ اس نے کہا بَلْ فَعَلَهٗ بلکہ یہ کام کیا ہے كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ان کے اس بڑے نے فَسْئَلُوْهُمْ لہٰذا تم پوچھو انہی سے اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ اگر وہ بولتے ہیں

ترجمہ:۔ انہوں نے کہا: تو پھر اُس کو سب لوگوں کے سامنے لے کر آؤ تا کہ سب گواہ بن جائیں O (پھر جب ابراہیم کو لایا گیا تو) وہ بولے :ابراہیم! کیا ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت تم ہی نے کی ہے؟ O ابراہیم نے کہا : بلکہ یہ حرکت اُن کے اس بڑے سردار نے کی ہے، اب انہی بتوں سے پوچھ لو، اگر یہ بولتے ہوں۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گی ہیں:

۱۔ انہوں نے کہا تو پھر ابراہیم کو سارے لوگوں کے سامنے لے کر آؤ تا کہ سب گواہ بن جائیں۔

۲۔ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لایا گیا تو وہ بولے ابراہیم! کیا ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت تم ہی نے کی ہے؟

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا بلکہ یہ حرکت ان کے اس بڑے سردار نے کی ہے۔

۴۔ اب انہی بتوں سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت خانے کے سارے چھوٹے بتوں کو توڑ دیا اور لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ یہ کام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا ہے تو اس وقت کے بادشاہ نمرود اور قوم کے بڑے بڑے سرداروں نے کہا کہ ابراہیم کو سارے لوگوں کے سامنے لے کر آؤ یعنی ایک ایسی جگہ ان کو پیش کرو جہاں سارے لوگ بھی ہوں اور قوم کے بڑے بڑے سردار بھی ہوں تا کہ سارے لوگ ابراہیم کو دیکھیں اور گواہ بھی رہیں کہ ابراہیم ہی نے بتوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے اور سارے لوگوں کی حاضری ایک دلیل بن جائے اور ابراہیم کے ساتھ اس حرکت کی وجہ سے کیا معاملہ کیا جاتا ہے سارے لوگ دیکھیں اور لوگوں کو عبرت ہو کہ ہمارے بتوں کے ساتھ اس قسم کی حرکت کا انجام کیا ہوتا ہے؟ جب حضرت ابراہیم کو سارے لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا تو ان سے یہ پوچھا گیا کہ اے ابراہیم! ہمارے ان بتوں کے ساتھ کس نے یہ حرکت کی ہے یعنی قوم کے لوگ حضرت ابراہیم کی زبانی یہ تصدیق کروانا چاہتے تھے کہ کیا واقعی تم نے ہی ان بتوں کو توڑا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ یہ کام تو اس بڑے بت نے کیا ہوگا جو نہیں ٹوٹا ہے، جب سارے چھوٹے بت ٹوٹ گئے ہیں اور بڑا بت نہیں ٹوٹا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ اس بڑے بت نے ہی ان چھوٹے بتوں کو توڑا ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بھی کہا کہ اگر ان بتوں میں بولنے کی طاقت ہے تو انہی بتوں

سے پوچھ لو کہ کس نے انہیں توڑا ہے اگر واقعی یہ بولتے ہوں؟ اس جملہ کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے سامنے ان بتوں کی کمزوری اور بے بسی ظاہر فرمادی کہ جن بتوں کی حالت یہ ہو کہ کسی کے توڑنے سے ٹوٹ جاتے ہوں اور جو سوال کا جواب تک نہ دے سکیں تو ایسے حقیر و بے بس بت معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم کو بتانا چاہتے تھے کہ یہ بت محض گونگے پتھر ہیں جن میں بولنے کی طاقت ہی نہیں ہے اور یہ کیسے معبود بن سکتے ہیں؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جھوٹ نہیں بولا سوائے تین باتوں کے، دو باتیں تو ان میں ایسی تھیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں تھیں یعنی ان دو باتوں سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود تھی، ایک تو یہ کہ انہوں نے اپنی قوم سے اِنِّيْ سَقِيْمٌ کہا کہ میں بیمار ہوں جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بظاہر بیمار نہیں تھے۔ اور جب یہ پوچھا گیا کہ ان بتوں کو کس نے توڑا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ بلکہ ان کے بڑے نے ایسا کیا اور تیسری بات اپنی بیوی سارہ سے متعلق کہی تھی جب وہ ان کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے اور ایک ظالم بادشاہ پر ان کا گزر ہوا اور اس بادشاہ کو کسی نے بتا دیا تھا کہ اس شخص کے ساتھ ایک خوبصورت عورت ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ سے کہا کہ اگر تم سے کوئی یہ پوچھے کہ تم کون ہو تو تم کہہ دینا کہ تم میری بہن ہو، ویسے بھی تم میری دینی بہن تو ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیماری سے مراد ناگواری لیا کہ تم جس میلہ کی طرف چلنے کو کہہ رہے ہو میرا دل اس میلہ میں جانے کو گوارا نہیں کرتا اور اس ناگواری کو بیماری قرار دیا۔ بتوں سے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۹۱ تا ۹۶ میں بھی بیان کیا گیا ہے فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًاۢ بِالْيَمِيْنِ ۝ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۝ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۙ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ پھر ابراہیم ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟ ۝ تمہیں کیا ہوا ہے تم بولتے نہیں؟ ۝ پھر ان کو داہنے ہاتھ سے مارنا (اور توڑنا) شروع کیا ۝ تو وہ لوگ ان کے پاس دوڑے ہوئے آئے ۝ انہوں نے کہا کہ تم ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو؟ ۝ حالانکہ تم کو اور جو تم بناتے ہو اس کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۲۵﴾ بھلا کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں؟ ﴿الانبیاء ۶۴ - تا - ۶۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۝

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ○ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ○ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ :فَرَجَعُوْٓا پھر وہ لوٹے اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اپنے نفسوں کی طرف فَقَالُوْٓا اور کہا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ بلاشبہ تم ہی ظالم ہو ثُمَّ نُكِسُوْا پھر وہ الٹے کر دیئے گئے عَلٰى رُءُوْسِهِمْ اپنے سروں کے بل لَقَدْ عَلِمْتَ البتہ تحقیق تو جانتا ہے مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ یہ نہیں بولتے قَالَ اس نے کہا اَفَتَعْبُدُوْنَ کیا پھر تم عبادت کرتے ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا مَا ان کی جو لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا تمہیں کچھ نفع نہیں دے سکتے وَّلَا يَضُرُّكُمْ اور نہ تمہیں نقصان دے سکتے ہیں اُفٍّ لَّكُمْ افسوس ہے تم پر وَلِمَا اور ان پر جن کی تَعْبُدُوْنَ تم عبادت کرتے ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پھر تم عقل نہیں رکھتے؟

ترجمہ:۔اس پر وہ لوگ اپنے دل میں کچھ سوچنے لگے اور (اپنے آپ سے) کہنے لگے کہ سچی بات تو یہی ہے کہ تم خود ظالم ہو ○ پھر انہوں نے اپنے سر جھکا لئے اور کہا تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں ○ ابراہیم نے کہا: بھلا بتاؤ کہ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کر رہے ہو جو تمہیں نہ کچھ فائدہ پہنچاتی ہیں نہ نقصان؟ ○ تف ہے تم پر بھی اور اُن پر بھی جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔ بھلا کیا تمہیں اتنی سمجھ نہیں؟

تشریح:۔ان چار آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اس بات پر وہ لوگ اپنے دل میں کچھ سوچنے لگے۔

۲۔اپنے آپ سے کہنے لگے کہ سچی بات تو یہی ہے کہ تم خود ظالم ہو۔

۳۔پھر انہوں نے اپنے سر جھکا لئے۔ ۴۔کیا تمہیں معلوم ہی ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں؟

۵۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا بھلا بتاؤ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کر رہے ہو جو تمہیں نہ فائدہ پہنچاتی ہیں اور نہ نقصان؟

۶۔تف ہے تم پر بھی اور ان پر بھی جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔

۷۔بھلا کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں؟

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں سے یہ کہا کہ انہی بتوں سے پوچھ لو کہ کس نے یہ حرکت کی ہے؟ تو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ بات سن کر ٹھٹھر گئے اور سوچ میں پڑ گئے اور پھر آپس میں خود ہی کہنے لگے کہ تم ہی ظالم ہو ابراہیم کی بات صحیح ہے اور ان بتوں کی عبادت کرنا ظلم کی بات ہے بھلا وہ بت کیسے معبود ہو جو نہ بول سکے اور نہ کچھ بتا سکے پھر شرمندگی کے مارے ان لوگوں نے اپنے سروں کو جھکا لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ بت بولتے نہیں ہیں؟ لوگوں کی زبانوں سے یہ بات خود بخود نکل گئی کہ ہاں! یہ بت

بولتے تو نہیں ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فوراً مواخذہ کیا اور فرمایا کہ پھر تم کیوں ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ نفع دے سکے اور نہ ہی نقصان پہنچا سکے؟ تف ہے تم پر کہ تم ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو اور زمین اور آسمان کے حقیقی خالق و مالک کو چھوڑ دیتے ہو۔ کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں ہے؟ آخر تم اتنی چھوٹی سی حقیقت کو کیوں نہیں سمجھ رہے ہو کہ یہ بے بس اور بے فائدہ بت تمہارے معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو یہی حقیقت سمجھائی کہ تم ایسے لچر اور بے حیثیت بتوں سے نفع کی امید رکھتے ہو جبکہ ان میں کسی کو نفع پہنچانے کی کوئی طاقت نہیں؟ اور اگر تم ان بتوں سے ڈرتے ہو کہ اگر تم ان کی عبادت نہیں کرو گے تو وہ تم کو نقصان پہنچائیں گے جبکہ یہ بت اس قدر بے حیثیت ہیں کہ ان میں کسی کو نقصان پہنچانے کی طاقت بھی نہیں ہے۔ اور پھر افسوس کا اظہار کیا کہ تم پر تف ہے اور تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کر رہے ہو ان پر بھی تف ہے اور تباہی و بربادی ہے کہ تم نے حقیقی معبود کو تو چھوڑ دیا اور لچر قسم کے معبودوں کی عبادت میں لگ گئے۔

﴿درس نمبر ۱۳۲۶﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا ﴿الانبیاء ۶۸ - تا - ۷۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ○ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ○ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْا انہوں نے کہا حَرِّقُوْهُ تم جلا دو اس کو وَانْصُرُوْٓا اور مدد کرو اٰلِهَتَكُمْ اپنے معبودوں کی اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ اگر ہو تم کرنے والے قُلْنَا ہم نے کہا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا اے آگ! تو ٹھنڈی ہو جا وَّسَلٰمًا اور سلامتی عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم پر وَاَرَادُوْا اور انہوں نے ارادہ کیا تھا بِهٖ كَيْدًا اس کے ساتھ مکر کا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ تو ہم نے انہی کو خسارہ پانے والے کر دیا

ترجمہ: ۔ وہ (ایک دوسرے سے) کہنے لگے: آگ میں جلا ڈالو اس شخص کو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو، اگر تم میں کچھ کرنے کا دم خم ہے ○ (چنانچہ انہوں نے ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا اور) ہم نے کہا: اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم کے لئے سلامتی بن جا ○ اُن لوگوں نے ابراہیم کے لئے برائی کا منصوبہ بنایا تھا، مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اُنہی کو بُری طرح ناکام کر دیا۔

تشریح: ۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے آگ میں جلا ڈالو اس شخص کو۔

۲۔ اپنے خداؤں کی مدد کرو۔ ۳۔ اگر تم میں کچھ کرنے کا دم خم ہے

۴۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا ہم نے کہا اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم کیلئے سلامتی بن جا۔

۵۔ ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے برائی کا منصوبہ بنایا تھا۔

۶۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے انہی کو بری طرح ناکام کر دیا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دلیل سے توحید کا پیغام پیش کر دیا اور قوم کے سامنے حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ظاہر کر دیا تو قوم کے سامنے اب یہی ایک صورت باقی رہ گئی کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اذیت پہنچائیں اور تکلیف دیں۔ چنانچہ لوگوں نے آپس میں یہ کہا کہ ابراہیم کو آگ میں جلا ڈالو اور ان کو جلا کر اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر واقعی تمہارے اندر کچھ کرنے کا دم خم ہو' مشہور یہی ہے کہ یہ بات نمرود بن کنعان نے کی، بعض مفسرین نے اور نام بھی لکھے ہیں، چنانچہ سب نے مل کر ڈھیر ساری لکڑیاں جمع کیں اور جب آگ بہت زیادہ بھڑک گئی اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو راست آگ میں پھینک نہ سکے تو منجنیق کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا جب رب ذوالجلال نے نبیوں کو اپنی قوموں کی ہدایت کیلئے بھیجا اس رب نے ان نبیوں کی حفاظت بھی کی، جب سارے لوگوں نے مل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس اذیت سے بچانے کیلئے آگ ہی کو حکم دیدیا کہ يَا نَارُ كُونِيْ بَرْداً وَسَلَاماً عَلَىٰ إِبْرَاهِيْمَ اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا۔ یعنی اے آگ! تو ابراہیم کے حق میں اس قدر ٹھنڈی ہو جا کہ ابراہیم کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو، یعنی اتنی گرم بھی نہ ہو کہ ابراہیم کا جسم جل جائے اور اتنی ٹھنڈی بھی نہ ہو جا کہ اس سردی کو ابراہیم برداشت نہ کر سکیں' بلکہ درمیانی ہو جا جس میں سلامتی ہی سلامتی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ آگ کو صرف یہ کہتے کہ تو ٹھنڈی ہو جا اور سَلَاماً نہ کہتے تو آگ اس قدر ٹھنڈی ہو جاتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی ٹھنڈی کو برداشت نہ کر پا کر ہلاک ہو جاتے۔ اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں اِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وہ چاہیں تو بھڑکی ہوئی آگ کو اس قدر ٹھنڈا کر دیں کہ اس کی ٹھنڈی انسان برداشت نہ کر سکے۔

بخاری کی روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کر رہے تھے حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۷۳ میں ہے إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيْمَاناً وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وہ لوگ جن سے کہنے والوں نے کہا تھا کہ ''یہ (مکہ کے کافر) لوگ تمہارے (مقابلے) کیلئے (پھر سے) جمع ہو گئے ہیں، لہٰذا

ان سے ڈرتے رہنا، تو اس (خبر) نے ان کے ایمان میں اور اضافہ کر دیا اور وہ بول اٹھے کہ "ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ یہ کہہ رہے تھے اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ فِي السَّمَاءِ وَاحِدٌ وَّاَنَا فِي الْاَرْضِ وَاحِدٌ اَعْبُدُكَ ۔اے اللہ! آپ آسمان میں اکیلے ہیں اور میں زمین میں اکیلا ہوں جو تیری عبادت کرتا ہوں۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید کر لیا گیا اور انہیں آگ میں ڈالا گیا تو وہ یہ دعا پڑھ رہے تھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الْمُلْكُ لَا شَرِيْكَ لَكَ ۔نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے، تو پاک ہے، جہانوں کا رب ہے تیرے لئے ہی تعریف ہے اور تیری ہی سلطنت ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں رکھ کر پھینکا گیا۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استقبال کیا اور پوچھا آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا : آپ سے کوئی حاجت نہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا کہ آپ اللہ سے مانگئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ جو میری حالت سے واقف ہے اس سے سوال کی کوئی حاجت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم کے لئے سلامتی بن جا۔

﴿درس نمبر ۱۳۲۷﴾ ان میں سے ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا ﴿الانبیاء ۷۱۔۷۲﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ :وَنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے اس کو نجات دی وَلُوْطًا اور لوط کو اِلَى الْاَرْضِ اس زمین کی طرف الَّتِيْ بٰرَكْنَا وہ جو ہم نے برکت دی تھی فِيْهَا اس میں لِلْعٰلَمِيْنَ جہاں والوں کے لئے وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیا لَهٗٓ اِسْحٰقَ اس کو اسحاق وَيَعْقُوْبَ اور یعقوب نَافِلَةً مزید وَكُلًّا اور ہر ایک کو جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ہم نے صالح بنایا

ترجمہ :۔اور ہم اُنہیں اور لوط کو بچا کر اُس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے دنیا جہاں کے لوگوں کے لئے برکتیں رکھی ہیں ۝ اور ہم نے اُن کو انعام کے طور پر اسحاق اور یعقوب عطا کئے اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا۔

تشریح: ۔ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ہم حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کو بچا کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے دنیا جہاں کے لوگوں کے لئے برکتیں رکھی ہیں۔

۲۔ہم نے انعام کے طور پر اسحاق اور یعقوب عطا کئے۔

۳۔ان میں سے ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی ساری سازشوں کو ناکام بنادیا اور بھڑکتی آگ میں پھینک دیئے جانے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچالیا' بظاہر جو غالب تھے وہ مغلوب ہو گئے اور بظاہر جو مغلوب تھے وہ غالب آ گئے۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نجات عطا فرمائی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام ان دونوں کو نجات عطا فرمائی اور عراق سے ہجرت کرتے ہوئے ملک شام کی مقدس سرزمین تک ان دونوں کو پہنچا کر ان پر بہت بڑا احسان اور انعام فرمایا اور ملک شام کی سرزمین اس لئے برکت والی سرزمین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بکثرت انبیاء کرام علیہم السلام کو یہاں مبعوث فرمایا اور ان کی شریعتیں جہانوں میں پھیل گئیں اور اللہ تعالیٰ نے مادی اعتبار سے بھی اس سرزمین کو مختلف خصوصیتوں سے نوازا تھا کہ یہاں کی سرزمین سرسبز و شاداب بھی تھی اور اس سرزمین میں بکثرت درخت اور نہریں بھی موجود تھیں گویا دنیا اور آخرت دونوں قسم کی نعمتوں سے سرشار یہ مقدس سرزمین رہی۔مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حشر کا میدان بھی اس مقدس سرزمین میں قائم ہوگا اور اس سرزمین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ہوگا اور اس سرزمین میں دجال ہلاک ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب عراق سے ملک شام کی طرف ہجرت کی تو اس وقت ان کے ساتھ ان کی بیوی حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام بھی موجود تھے اور انہوں نے شرک اور بت پرستی سے بچنے کیلئے ہجرت کی اور توحید اور اللہ کی عبادت کے لئے اور ایک اچھے ٹھکانہ کو پانے کیلئے سرزمین مقدس ملک شام کی طرف ہجرت کی، ہجرت کے اس سفر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے حرّان نامی علاقہ میں اترے پھر مصر کی طرف کوچ کی پھر ملک شام کی طرف لوٹے اور فلسطین میں قیام کیا اور حضرت لوط علیہ السلام فلسطین سے ایک دن اور ایک رات کی مسافت پر قائم بستی میں قیام کیا اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایک اور نعمت کے دیئے جانے کا تذکرہ کیا جا رہا ہے **وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً** ۔کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بابرکت نسل اور ذریت اسحاق اور یعقوب کی شکل میں عطا فرمائی، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعاء کی **رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ** ۔(الصّٰفّٰت ۱۰۰) میرے پروردگار! مجھے ایک ایسا بیٹا دیدے جو نیک لوگوں میں سے ہو۔'' تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت اسحاق علیہ السلام کی شکل میں اولاد عطا فرمائی اور عطیہ اور تحفہ کے طور پر نفل کے درجہ میں اللہ تعالیٰ نے

حضرت یعقوب کی شکل میں ایک اور نعمت عطا فرمائی' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق اور حضرت اسحاق کے بیٹے حضرت یعقوب، ان تمام کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ان میں سے ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا یعنی حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام ان سب کو ہم نے نیک بنایا اور صالح بنایا کہ یہ سب ایسے تھے جو اپنے رب کی اطاعت کرتے تھے اور برے کاموں سے پرہیز کرتے تھے۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ ہم نے ان میں سے ہر ایک کو نیک بنایا کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا کہ یہ سارے کے سارے نبی بنائے گئے

﴿درس نمبر ۱۳۲۸﴾ وہ سب ہمارے عبادت گزار تھے ﴿الانبیاء ۷۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ :وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً اور ہم نے انہیں امام بنایا يَّهْدُوْنَ وہ ہدایت کرتے تھے بِاَمْرِنَا ہمارے حکم کے ساتھ وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے وحی کی اِلَيْهِمْ ان کی طرف فِعْلَ الْخَيْرٰتِ نیک کام کرنے کی وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ اور نماز قائم رکھنے کی وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وَكَانُوْا اور وہ تھے لَنَا عٰبِدِيْنَ ہمارے عبادت گزار (فرمانبردار) بندے

ترجمہ :۔اور ان سب کو ہم نے پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے وحی کے ذریعہ انہیں نیکیاں کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید کی تھی اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔

تشریح :۔اس ایک آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ان سب کو ہم نے پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔

۲۔ہم نے وحی کے ذریعہ انہیں نیکیاں کرنے، نماز قائم کرنے اور زکواۃ ادا کرنے کی تاکید کی تھی۔

۳۔وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔

سورۃ انبیاء کی سابقہ آیات میں متعدد پیغمبروں کا تذکرہ کیا گیا اور ان کے بارے میں یہ فیصلہ سنایا جا رہا ہے کہ ہم نے ان سب کو پیشوا یعنی امام بنایا اور ان پیشواؤں کا مشن اور ان کی تحریک یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کی رہبری اور رہنمائی کرتے تھے، جس کے حق میں ہدایت ہے وہ ان پیغمبروں کی رہبری و رہنمائی میں اپنا رخ

اختیار کر لیتے تھے اور نتیجہ کے اعتبار سے نجات، ہدایت، سلامتی اور کامیابی پا لیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ نبیوں اور رسولوں کا کام ہدایت دینا نہیں ہوتا بلکہ صرف رہبری اور رہنمائی کرنا اور راستہ بتلانا ہوتا ہے۔ اسی لئے یہ بات سورۂ نساء کی آیت نمبر ۸۸ میں کہی گئی :اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا اب کیا تم یہ منصوبے بنا رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے گمراہ کئے ہوئے لوگوں کو تم راہِ راست پر لا کھڑا کر دو۔ جسے اللہ تعالیٰ راہ بھلا دے تو ہرگز اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۵۶ میں رسولِ رحمت ﷺ سے کہا گیا: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (اے محمد ﷺ!) تم جس کو دوست رکھتے ہو اُسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں کو ان کی قوموں کے حق میں نمونہ بنایا ہے اور جب یہ انبیاء کرام علیہم اسلام ان کی قوموں کے لئے نمونہ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ اچھے اچھے کام یعنی نیکی کے کام کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں۔ جب یہ پیغمبر اور رہنما اچھے کام کریں گے تو ان کی قومیں بھی اچھے کام کریں گے۔ اگر پیغمبر نماز قائم رکھیں گے تو یہ قومیں بھی نماز قائم رکھیں گی۔ اگر یہ پیغمبر اپنے مال کی زکوٰۃ دیں گے تو یہ قومیں بھی اپنے مال کی زکوٰۃ دیں گی۔

یہاں یہ بات بھی بتلا دی گئی کہ یہ سارے پیغمبر اور رہنما حضرات صرف اور صرف ایک رب کی عبادت کرتے تھے۔ ان میں سے کسی کے اندر شرک کا کوئی جرثومہ نہیں پایا جاتا تھا۔ وہ خالص ایک اللہ کی ہی عبادت کرتے تھے۔ یہ پیغمبر لوگوں کی دیکھا دیکھی جس چیز کی چاہے عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ وہ لوگوں کے ماحول سے ہٹ کر اپنے حقیقی رب کے حکم کے مطابق اسی رب کی عبادت کرتے تھے۔ سورۃ الکافرون میں رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی یہی اعلان کر دیا گیا :قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ کہہ دیجئے پیغمبر! کہ اے کافرو! میں ان چیزوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کر رہے ہو۔

﴿درس نمبر ۱۳۲۹﴾ حضرت لوط علیہ السلام کو علم و حکمت سے نوازا گیا ﴿الانبیاء ۷۴۔۷۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ :وَلُوْطًا اور لوط کو اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا ہم نے اسے حکم دیا وَّعِلْمًا اور علم وَّنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے اسے

نجات دی مِنَ الْقَرْيَةِ اس بستی سے الَّتِیْ وہ جو كَانَتْ تَّعْمَلُ کرتی تھی الْخَبٰٓئِثَ ناپاک کام اِنَّهُمْ كَانُوْا بلاشبہ وہ تھے قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ بُرے نافرمان لوگ وَاَدْخَلْنٰهُ اور ہم نے داخل کیا اس کو فِیْ رَحْمَتِنَا اپنی رحمت میں اِنَّهٗ بیشک وہ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ صالح لوگوں میں سے تھا

ترجمہ:۔ اور لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا اور انہیں اُس بستی سے نجات دی جو گندے کام کرتی تھی۔ حقیقت میں وہ بہت برائی والی نافرمان قوم تھی O اور لوط کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کرلیا، وہ یقینا نیک لوگوں میں سے تھے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت لوط علیہ السلام کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا۔

۲۔ حضرت لوط علیہ السلام کو اس بستی سے نجات دی جو گندے کام کیا کرتی تھی۔

۳۔ حقیقت میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بہت برائی والی نافرمان قوم تھی

۴۔ حضرت لوط علیہ السلام کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کرلیا

۵۔ حضرت لوط علیہ السلام یقینا نیک لوگوں میں سے تھے۔

سورۂ انبیاء کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سورت میں متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کے تذکرے بیان کئے گئے ہیں، انہی انبیاء کرام علیہم السلام میں ایک حضرت لوط علیہ السلام بھی ہیں، جن کا یہاں ذکر ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر مبارک سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۸۰، سورۂ ہود کی آیت نمبر ۷۷، سورۂ حجر کی آیت نمبر ۶۱، سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۲۸ سورۂ نمل کی آیت نمبر ۵۴ اور سورۂ انعام کی آیت نمبر ۸۶ میں بھی موجود ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ عراق سے ملک شام کی جانب ہجرت کی اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور انہیں حکمت اور علم کی نعمتِ خاص سے بھی نوازا گیا۔ اور حضرت لوط علیہ السلام کو ملک شام کی چند بستیوں کی جانب مبعوث کیا گیا جو اُردن کے قریب تھیں اور جس قوم کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا وہ قوم بڑی بدکار تھی اور ان کی بدترین برائی یہ تھی کہ یہ مردوں اور لڑکوں سے اپنی شہوت پوری کرتے تھے اس کے علاوہ بھی دوسری برائیوں میں یہ قوم مبتلا تھی۔

حضرت لوط علیہ السلام کو جو حکمت عطا کی گئی اس حکمت سے مراد یہ کہ حضرت لوط علیہ السلام میں لوگوں کے درمیان پیش آنے والے جھگڑوں میں بہتر انداز میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت تھی کہ وہ بڑی حکمت کے ساتھ ان کے درمیان فیصلے فرماتے تھے۔ اور علم سے مراد یہ کہ ایک نبی کیلئے قوم کی درست رہنمائی کیلئے عقائد، عبادات اور طاعات سے متعلق جس علم کی ضرورت ہوتی ہے وہ علم انہیں عطا کیا گیا تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے ان کی مخالفت کی اور انہیں جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اس عذاب سے نجات دی جس عذاب میں ان کی قوم مبتلا ہوئی' یہ قوم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے بالکل نکل چکی تھی اور برائیوں کی خوگر ہو چکی تھی اور رب ذوالجلال کی نافرمانیوں کی مرتکب بن چکی تھی اور حضرت لوط علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی ایک اور نعمت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا یعنی انہیں اللہ کی رحمت والا بنایا یا یہ کہ انہیں اہل جنت میں سے بنا دیا یا یہ کہ دونوں ہی اعزاز مراد ہوں کہ انہیں رحمت اور جنت والا بنا دیا۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں یہ بات بھی بتائی گئی کہ وہ نیک لوگوں میں سے تھے یعنی حضرت لوط علیہ السلام ان لوگوں میں سے تھے جو نیک اعمال اختیار کرتے ہیں اور رب ذوالجلال کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا اور ان کاموں سے رکتے ہیں جن سے انہیں روکا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو نبوت اور حکم عطا فرمایا تھا یعنی ان میں بہترین فیصلے کرنے کی صلاحیت دی تھی اور نفع بخش علم انہیں عطا کیا گیا تھا اور انہیں اس عذاب سے بچا لیا گیا جو ان کی اس قوم کو دیا گیا جو برائیوں کی مرتکب تھی اور ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت میں داخل فرما لیا۔

﴿درس نمبر ۱۳۳۰﴾ حضرت نوح علیہ السلام اور انکے ساتھیوں کو بڑی مصیبت سے بچالیا ﴿الانبیاء ۷۶-۷۷﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ نُوْحًا اور نوح کو اِذْ نَادٰى جب اس نے پکارا تھا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ تو ہم نے قبول کی اس کی فَنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے اسے نجات دی وَاَهْلَهٗ اور اس کے اہل کو مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ بہت بڑے غم سے وَنَصَرْنٰهُ اور ہم نے اس کی مدد کی مِنَ الْقَوْمِ اس قوم کے خلاف الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا جنہوں نے جھٹلایا تھا بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو اِنَّهُمْ كَانُوْا بلاشبہ وہ تھے قَوْمَ سَوْءٍ بُرے لوگ فَاَغْرَقْنٰهُمْ تو ہم نے ان کو غرق کر دیا اَجْمَعِيْنَ سبھی کو

ترجمہ:۔ اور نوح کو بھی (ہم نے حکمت اور علم عطا کیا) وہ وقت یاد کرو جب اس واقعے سے پہلے اُنہوں نے ہمیں پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بڑی بھاری مصیبت سے بچالیا ۝ اور جس قوم نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا اُس کے مقابلے میں اُن کی مدد کی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بہت بُرے لوگ تھے،

اس لئے ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھی حکمت اور علم عطا فرمایا۔

۲۔ یاد کرو اس وقت کو جب اس واقعہ سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے ہم کو پکارا۔

۳۔ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعاء قبول کی۔

۴۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بڑی بھاری مصیبت سے بچالیا۔

۵۔ جس قوم نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا اس کے مقابلہ میں ان کی مدد کی۔

۶۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بہت برے لوگ تھے۔ ۷۔ اس لئے ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

سورۂ انبیاء میں جہاں متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر خیر ہے وہیں حضرت نوح علیہ السلام کا بھی ذکر خیر موجود ہے۔ سورۃ الانبیاء کے علاوہ قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ موجود ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۳۳، سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۷، سورۂ نوح ابتداء سے آخر تک، سورۂ حج کی آیت نمبر ۴۲، سورۂ ص کی آیت نمبر ۱۲، سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۱۲ اور ۱۳، سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۶۵، اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۳ میں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ موجود ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی تعلیم دی، انہیں اس بات کی تلقین کی کہ وہ اپنے گناہوں سے سچی توبہ کریں، حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک بلاتے رہے ہر طرح سے انہیں سمجھاتے رہے جیسا کہ سورۂ نوح میں بتلایا گیا، مگر قوم شرک ہی میں مبتلا رہی اور صاف طور پر ان کی بات ماننے ان کی قوم نے سے انکار کر دیا۔ ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعا کا تذکرہ ہے جو انہوں نے اپنی نافرمان قوم کے بارے میں کیا اور یہاں اللہ تعالیٰ اس دعاء کو یاد کرنے کا حکم دے رہے ہیں کہ **وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ**۔ اور یاد کرو نوح علیہ السلام کو جب کہ انہوں نے اس سے پہلے پکارا، **فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ** (القمر ۱۰:) اس پر انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ میں بے بس ہو چکا ہوں، اب آپ ہی بدلہ لیجئے۔'' **وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا** (نوح ۲۶) اور نوح نے یہ بھی کہا کہ ''میرے پروردگار! ان کافروں میں سے کوئی ایک باشندہ بھی زمین پر باقی نہ رکھئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے کا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنے رب کو پکارا تو رب ذوالجلال نے ان کی دعاء کو قبول کرلیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے لوگوں کو نجات عطا فرمائی جیسا کہ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۴۰ میں ہے **وَأَهْلَكَ إِلاَّ مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلاَّ قَلِيلٌ** اور تمہارے گھر

والوں میں سے جن کے بارے میں پہلے کہا جا چکا ہے (کہ کفر کی وجہ سے غرق ہوں گے) ان کو چھوڑ کر باقی گھر والوں کو بھی اور جتنے لوگ ایمان لائے ہیں ان کو بھی (ساتھ لے لو) اور تھوڑے ہی سے لوگ تھے جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو طوفان کے ذریعہ ہلاک کیا گیا اور یہ قوم غرق ہوگئی مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اس طوفان سے بچالیا اور ان کے ساتھ جن جن لوگوں نے ایمان قبول کیا انہیں بھی اس طوفان کے عذاب سے محفوظ کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بدترین اور نافرمان قوم کے مقابلہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی مدد و نصرت فرمائی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت ان کے گناہوں اور ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ہوئی جیسا کہ سورۂ نوح میں کہا گیا مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا اپنی خطاؤں کی وجہ سے وہ غرق کر دیئے گئے پھر آگ ہی میں داخل کر دیئے گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس قوم کے بارے میں یہ دعاء فرمائی تھی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا۔ اے میرے پروردگار! روئے زمین پر ان کافروں میں سے کسی بسنے والے کو نہ چھوڑ، چنانچہ اس قوم کا ہر چھوٹا بڑا غرق کر دیا گیا اور کوئی باقی نہ رہا سوائے ان کے جن کو ان کے ایمان کی وجہ سے کشتی پر سوار کر لیا گیا تھا۔

﴿درس نمبر ۱۳۳۱﴾ حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکرِ خیر ﴿الانبیاء ۷۸۔تا۔۸۰﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَدَاوٗدَ اور داود کو وَسُلَيْمٰنَ اور سلیمان کو اِذْ يَحْكُمٰنِ جس وقت وہ دونوں فیصلہ کر رہے تھے فِي الْحَرْثِ کھیتی کی بابت اِذْ نَفَشَتْ جب رات کو چر گئی تھیں فِيْهِ اس میں غَنَمُ الْقَوْمِ ایک قوم کی بکریاں وَ كُنَّا اور ہم تھے لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ان کے فیصلہ کرنے کے وقت حاضر فَفَهَّمْنٰهَا چنانچہ ہم نے سمجھا دیا وہ سُلَيْمٰنَ سلیمان کو وَكُلًّا اور ہر ایک کو اٰتَيْنَا ہم نے دیا حُكْمًا وَّعِلْمًا حکم اور علم وَّسَخَّرْنَا اور ہم نے مسخر کر دیا تھا مَعَ دَاوٗدَ داود کے ساتھ الْجِبَالَ پہاڑوں کو يُسَبِّحْنَ وہ تسبیح کرتے تھے وَالطَّيْرَ اور پرندوں کو بھی وَ كُنَّا فٰعِلِيْنَ اور تھے ہم ہی کرنے والے وَعَلَّمْنٰهُ اور ہم نے اسے سکھائی صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لباس بنانے کی کاریگری لَّكُمْ تمہارے لئے لِتُحْصِنَكُمْ تا کہ وہ تمہیں بچائے مِّنْۢ بَاْسِكُمْ تمہاری لڑائی سے فَهَلْ

اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ تو کیا تم شکر کرنے والے ہو؟

ترجمہ:۔ اور داود اور سلیمان (کو بھی ہم نے حکمت اور علم عطا کیا تھا) جب وہ دونوں ایک کھیت کے جھگڑے کا فیصلہ کررہے تھے، کیونکہ کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت اُس کھیت میں جاگھسی تھیں اور ان لوگوں کے بارے میں جو فیصلہ ہوا اُسے ہم خود دیکھ رہے تھے O چنانچہ اس فیصلے کی سمجھ ہم نے سلیمان کو دے دی اور (ویسے) ہم نے دونوں ہی کو حکمت اور علم عطا کیا تھا اور ہم نے داود کے ساتھ پہاڑوں کو تابعدار بنادیا تھا کہ وہ پرندوں کو ساتھ لے کر تسبیح کریں اور یہ سارے کام کرنے والے ہم تھے O اور ہم نے اُنہیں تمہارے فائدے کے لئے ایک جنگی لباس (یعنی زرہ) بنانے کی صنعت سکھائی تا کہ وہ تمہیں لڑائی میں ایک دوسرے کی زد سے بچائے۔ اب بتاؤ کہ کیا تم شکر گزار ہو؟

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں بارہ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام ان دونوں کو بھی ہم نے حکمت اور علم عطا کیا تھا۔

۲۔ جب حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام ایک کھیت کے جھگڑے کا فیصلہ کررہے تھے۔

۳۔ اس لئے کہ کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت اس کھیت میں جاگھسی تھیں۔

۴۔ ان لوگوں کے بارے میں جو فیصلہ ہوا اس کو ہم خود دیکھ رہے تھے۔

۵۔ چنانچہ اس فیصلہ کی سمجھ ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دی تھی

۶۔ ویسے ہم نے دونوں ہی کو حکمت اور علم عطا کیا تھا۔

۷۔ ہم نے حضرت داود علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کو تابعدار بنادیا تھا

۸۔ تا کہ حضرت داود علیہ السلام پرندوں کو ساتھ لے کر تسبیح کریں۔

۹۔ یہ سارے کام کرنے والے ہم تھے۔

۱۰۔ ہم نے حضرت داود علیہ السلام کو تمہارے فائدے کیلئے ایک جنگی لباس یعنی زرہ بنانے کی صنعت سکھائی۔

۱۱۔ تا کہ وہ تمہیں لڑائی میں ایک دوسرے کی زد سے بچائے۔ ۱۲۔ اب بتاؤ کہ کیا تم شکر گزار ہو؟

سورۃ انبیاء میں جہاں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ ہے وہیں حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا تذکرہ بھی ہے، حضرت داود علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کے والد محترم تھے حضرت داود علیہ السلام کا تذکرہ سورۃ نساء کی آیت نمبر ۱۶۳، سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۷۸، سورۃ سبا کی آیت نمبر ۱۰، سورۃ ص کی آیت نمبر ۱۷، سورۃ نمل کی آیت نمبر ۱۵، سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۱، سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۵۵، سورۃ انعام کی آیت نمبر ۸۴ میں موجود ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر خیر سورۃ ص کی آیت نمبر ۳۴، سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۰۲ اور سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۰۲ میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو بھی علم وحکمت سے نوازا تھا۔ حضرت داود علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ اور پرندے مسخر فرمادیئے گئے تھے جو ان کے ساتھ اللہ کی تسبیح میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا مسخر کردی گئی تھی اور جنات بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابعِ فرمان تھے۔

یہاں ایک جھگڑے کا تذکرہ کیا گیا ہے جو حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے زمانہ کا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دو شخص حضرت داود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک شخص بکریوں والا اور دوسرا کھیتی والا تھا۔ کھیتی والے نے بکریوں والے پر یہ دعویٰ کیا کہ اس کی بکریاں رات کو چھوٹ کر میرے کھیت میں گھس گئیں اور کھیت کو بالکل صاف کردیا حضرت داود علیہ السلام نے یہ فیصلہ سنا دیا کہ بکریوں والا اپنی ساری بکریاں کھیت والے کو دیدے۔ یہ فیصلہ لے کر کھیت والا اور بکریوں والا حضرت داود علیہ السلام کے دربار سے باہر نکلے، وہیں حضرت سلیمان علیہ السلام سے ان کی ملاقات ہوگئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان دونوں سے اس مقدمہ کے بارے میں یہ معلوم کیا کہ کیا فیصلہ ہوا؟ فیصلہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اس مقدمہ کا فیصلہ میں کرتا تو دونوں کے لئے فائدہ مند ہوتا۔ یہ کہہ کر وہ حضرت داود علیہ السلام کے پاس گئے اور یہی بات ان سے کہی۔ حضرت داود علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر تم ہوتے تو کیا فیصلہ کرتے؟ انہوں نے کہا کہ آپ ساری بکریاں کھیت والے کو دیدیں تاکہ وہ ان بکریوں کے دودھ اور اون وغیرہ سے فائدہ اٹھاتا رہے اور کھیت کی زمین بکریوں والے کے سپرد کردیں وہ اس کھیت میں کاشت کر کے کھیت اُگائے جب یہ کھیت اس حالت پر آجائے جس حالت میں کہ بکریوں نے کھایا تھا تو کھیت کھیت والے کو دیدیں اور بکریاں بکریوں کے مالک کے حوالے کردیں' حضرت داود علیہ السلام نے اس فیصلہ کو پسند فرمایا اور یہی فیصلہ نافذ بھی کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خاص قسم کا فہم عطا فرمایا تھا' اگرچہ کہ حضرت داود علیہ السلام کا فیصلہ بھی غلط نہیں تھا لیکن زیادہ نفع بخش اور مناسب فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کیلئے پہاڑ اور پرندے مسخر کردیئے تھے۔ یہ بلند پہاڑ اور لاکھوں پرندے حضرت داود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت داود علیہ السلام اس حسین انداز میں زبور کی تلاوت کرتے تھے کہ ان کے ترنم سے فضاؤں پر اڑنے والے پرندے ہواؤں میں ہی ٹھہر جاتے تھے اور وہ بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتے تھے اور حضرت داود علیہ السلام کی تسبیح کا جواب پہاڑ دیا کرتے تھے۔

یہاں پرندوں کا تذکرہ بعد میں ہے اور پہاڑوں کا تذکرہ پہلے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہاڑوں کا تسبیح کرنا پرندوں کے مقابلہ میں زیادہ تعجب خیز ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ وَكُنَّا فَاعِلِيْنَ یہ سارے کام کرنے والے ہم تھے۔ حضرت داود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زرہ بنانے کی

صنعت سکھادی تھی وہ جنگی لباس اپنے ہاتھوں سے بڑے ہی نفیس انداز میں بناتے تھے لوہے کا یہ جنگی لباس بنانا ایک اہم کاریگری ہے جس کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی۔ سورۂ ص کی آیت نمبر ۱۸ میں بھی ان پہاڑوں کا ذکر ہے جو حضرت داود علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرتے تھے :اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ہم نے پہاڑوں کو ان کے تابع کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ شام کو اور صبح کو تسبیح کرتے ہیں۔ زرہ بنانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اسباب کے درجے میں حضرت داود علیہ السلام کے ہاتھوں کے لئے لوہے کو نرم بنا دیا تھا جیسا کہ سورۂ سبا کی آیت نمبر ۱۰ اور ۱۱ میں ہے :وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ O اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ اور اُن کیلئے ہم نے لوہے کو نرم کر دیا O کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کو اندازے سے جوڑو۔ ان نعمتوں کے دیئے جانے کے بعد یہ بات کہی جارہی ہے فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ کیا تم شکر کرنے والے ہو؟

بندوں کو چاہیئے کہ رب ذوالجلال کی ساری نعمتوں کا احساس اپنے دل میں پیدا کریں اور ان نعمتوں پر رب ذوالجلال کا شکر بجالائیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۳۲﴾ حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا مسخر کردی گئی تھی ﴿الانبیاء ۸۱۔۸۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ O وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ :وَلِسُلَيْمٰنَ اور سلیمان کے لئے الرِّيْحَ عَاصِفَةً تند و تیز ہوا تَجْرِيْ وہ چلتی تھی بِاَمْرِهٖ اس کے حکم سے اِلَى الْاَرْضِ اس سرزمین کی طرف الَّتِيْ بٰرَكْنَا وہ جو ہم نے برکت دی تھی فِيْهَا اس میں وَكُنَّا اور ہم تھے بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ہر چیز کو جاننے والے وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ اور کچھ شیطان بھی مَنْ يَّغُوْصُوْنَ جو غوطہ لگاتے تھے لَهٗ اس کے لئے وَيَعْمَلُوْنَ اور وہ کرتے تھے عَمَلًا کئی کام دُوْنَ ذٰلِكَ سوائے اس کے وَكُنَّا اور ہم ہی تھے لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ان کی حفاظت کرنے والے

ترجمہ:۔ اور ہم نے تیز چلتی ہوئی ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا تھا جو اُن کے حکم سے اُس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں اور ہمیں ہر بات کا پورا پورا علم ہے O اور کچھ ایسے شریر جنات بھی ہم نے اُن کے تابع کر دیئے تھے جو اُن کی خاطر پانی میں غوطے لگاتے تھے اور اس کے سوا اور بھی کام کرتے تھے اور ان سب کی دیکھ بھال کرنے والے ہم تھے۔

تشریح:۔ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ہم نے تیز چلتی ہوئی ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا تھا۔

۲۔وہ ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔

۳۔ہمیں ہر بات کا پورا پورا علم ہے۔

۴۔کچھ ایسے شریر جنات بھی ہم نے ان کے تابع کر دیئے تھے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی خاطر پانی میں غوطے لگاتے تھے۔

۵۔اس کے سوا اور بھی کام کرتے تھے۔ ۶۔ان سب کی دیکھ بھال کرنے والے ہم ہی تھے۔

جس طرح حضرت داود علیہ السلام کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا گیا تھا اور ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا گیا تھا اور انہیں لوہے کی زرہیں بنانے کی صنعت سکھائی گئی تھی اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تیز چلتی ہواوں کو تابع کر دیا گیا تھا' حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم پر ہوائیں چلتی تھیں' حضرت سلیمان علیہ السلام ایسے بادشاہ تھے جن کی حکومت ایک طرف انسانوں پر چلتی تھی تو دوسری طرف ہواوں اور جنات پر بھی چلتی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایسی سلطنت مانگی تھی جو ان کے بعد ان کے سوا کسی کے پاس نہ ہو' جیسا کہ سورۂ ص کی آیت نمبر ۳۵ تا ۳۸ میں فرمایا گیا : قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنۢبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِيْ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ○ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِأَمْرِهِ رُخَآءً حَيْثُ أَصَابَ ○ وَالشَّيَاطِيْنَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَّغَوَّاصٍ ○ وَآخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصْفَادِ۔ ترجمہ: کہنے لگے کہ : "اے میرے پروردگار! میری بخشش فرمادے، اور مجھے ایسی سلطنت بخش دے جو میرے بعد کسی اور کے لئے مناسب نہ ہو۔ بیشک تیری اور صرف تیری ہی ذات وہ ہے جو اتنی سخی داتا ہے ○ چنانچہ ہم نے ہوا کو ان کے قابو کر دیا جو ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے، ہموار ہو کر چلا کرتی تھی ○ اور شریر جنات بھی ان کے قابو میں دے دیئے تھے، جن میں ہر طرح کے معمار اور غوطہ خور شامل تھے ○ اور کچھ وہ جنات جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا پر بھی اقتدار عطا فرمایا تھا۔ ذرا سی دیر میں ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر کو لے کر دور دراز کے علاقوں تک پہنچا دیتی تھی اور یہ ہوا نرمی کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق چلتی تھی' کبھی خوب تیز اور کبھی آہستہ' سورۃ الانبیاء میں عَاصِفَةٌ لفظ ہے کہ یہ ہوائیں تیز چلتی تھیں اور سورۂ ص کی آیت نمبر ۳۶ میں ہے فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِأَمْرِهِ رُخَآءً حَيْثُ أَصَابَ پس ہم نے ہوا کو ان کے ماتحت کر دیا وہ آپ کے حکم سے جہاں آپ چاہتے تھے نرمی سے پہنچا دیتی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام شیطانوں سے بھی کام لیتے تھے جیسے ہم انسانوں سے کام لیتے ہیں اور انہیں حضرت

سلیمان علیہ السلام سزائیں بھی دیتے تھے انہیں زنجیروں میں باندھ کر جکڑ دیتے تھے اور انہیں چوں و چرا کرنے کی کوئی مجال نہیں تھی اور یہ جنات وشیاطین حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سمندروں کی تہہ سے لؤلؤ اور مرجان اور جواہرات نکال کر لاتے تھے، اس کے علاوہ دوسرے کام بھی یہ جنات وشیاطین ان کے حکم سے کیا کرتے تھے۔ سورۃ سبا کی آیت نمبر ۱۲ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے مسخر کی گئی ہوا کی تفصیل بیان کی گئی ہے نیز جو جنات ان کے تابع تھے ان کی تفصیل بھی موجود ہے وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ اور ہوا کو (ہم نے) سلیمان کا تابع کر دیا تھا اُس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینے بھر کی ہوتی اور ہم نے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا اور جنوں میں سے ایسے تھے جو اُن کے رب کے حکم سے اُن کے آگے کام کرتے تھے اور جو کوئی اُن میں سے ہمارے حکم سے پھرے گا اُس کو ہم (جہنم کی) آگ کا مزہ چکھائیں گے۔ وہ جنات محلات اور محراب اور مجسموں کی تعمیر اور بڑی بڑی دیگیں وغیرہ بھی بناتے تھے جیسا کہ سورۃ سبا کی آیت نمبر ۱۳ میں ہے يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ۔ وہ جنات سلیمان کے لئے جو وہ چاہتے بنا دیا کرتے تھے اُونچی اُونچی عمارتیں، تصویریں، حوض جیسے بڑے بڑے لگن اور زمین میں جمی ہوئی دیگیں ''اے داود کے خاندان والو! تم ایسے عمل کیا کرو جن سے شکر ظاہر ہو اور میرے بندوں میں کم لوگ ہیں جو شکر گزار رہوں۔'' اور اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ان کی حفاظت تو ہم ہی کرتے تھے یعنی حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی حفاظت ہم ہی کرتے تھے۔

﴿درس نمبر ۱۳۳۳﴾ جب حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا ﴿الانبیاء ۸۳۔ ۸۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ : وَاَيُّوْبَ اور ایوب کو اِذْ نَادٰى جب اس نے پکارا تھا رَبَّهٗٓ اپنے رب کو اَنِّيْ کہ بیشک مجھے مَسَّنِيَ الضُّرُّ تکلیف پہنچی ہے وَاَنْتَ اور تو اَرْحَمُ زیادہ رحم کرنے والا ہے الرّٰحِمِيْنَ سب رحم کرنے والوں سے فَاسْتَجَبْنَا تو ہم نے قبول کی لَهٗ اس کی فَكَشَفْنَا پھر ہم نے ہٹا دی مَا بِهٖ جو کچھ کہ تھی اسے مِنْ ضُرٍّ کوئی تکلیف وَّاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے اسے دیا اَهْلَهٗ اس کا اہل وَمِثْلَهُمْ اور ان کے مثل مَّعَهُمْ ان کے ساتھ رَحْمَةً رحمت کرتے ہوئے مِّنْ عِنْدِنَا اپنی طرف سے وَذِكْرٰى اور نصیحت لِلْعٰبِدِيْنَ عبادت کرنے والوں کے لئے

ترجمہ:۔ اور ایوب کو دیکھو! جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ تکلیف لگ گئی ہے اور تو سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے O پھر ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں جو تکلیف لاحق تھی اُسے دور کر دیا اور ان کو ان کے گھر والے بھی دیئے اور ان کے ساتھ اتنے ہی لوگ اور بھی تا کہ ہماری طرف سے رحمت کا مظاہرہ ہو اور عبادت کرنے والوں کو ایک یادگار سبق ملے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔حضرت ایوب علیہ السلام کو یاد کرو جب انہوں نے پکارا تھا اپنے پروردگار کو

۲۔ پروردگار! مجھے تکلیف پہنچ گئی ہے

۳۔آپ سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں

۴۔ پھر ہم نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا قبول کی

۵۔حضرت ایوب علیہ السلام کو جو تکلیف لاحق تھی اسے دور کر دیا

۶۔حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے گھر والے بھی دیئے

۷۔ان کے ساتھ اتنے ہی لوگ اور بھی دیئے

۹۔تا کہ عبادت کرنے والوں کو ایک یادگار سبق بھی ملے

حضرت ایوب علیہ السلام وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں جو سراپا صبر تھے، صبر میں وہ ڈوبے ہوئے تھے' حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کی تاریخ مثال پیش کرتی رہی ہے اور حسن یوسف کی طرح صبر ایوبی بھی معروف ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر خیر قرآن مجید کی دیگر آیتوں میں بھی موجود ہے مثلاً سورۂ ص آیت نمبر ۴۱، سورۃ النساء ۱۶۳ آیت نمبر، اور سورۃ الانعام آیت نمبر ۸۴۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے والد کا نام اموص تھا اور ان کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ ان کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کا رہا اور بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ان کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو نبوت بھی عطا فرمائی اور دنیا کی دولت بھی وافر مقدار میں عطا کی تھی اور ان کے اہل وعیال بکثرت تھے انہیں سات بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی مدت کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ اٹھارہ سال بیمار رہے بعض کہتے ہیں کہ تیرہ سال اور بعض سات سال کے بھی قائل ہیں لیکن ان کی بیماری ایسی نہیں تھی جس سے لوگ نفرت یا گھن محسوس کریں (جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں) اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ایسی بیماریوں

سے محفوظ رکھے جاتے ہیں جن سے کسی کو گھن یا نفرت محسوس ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کے ذریعہ سے بھی ان کے صبر کا امتحان لیا کہ ان کی اولاد پر گھر منہدم ہوا اور وہ ہلاک ہو گئے۔ اسی طرح انکا مال بھی فنا ہو گیا اور ان کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا حضرت ایوب علیہ السلام کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ مسکینوں اور محتاجوں پر بہت زیادہ رحم کرتے تھے اور یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کیا کرتے تھے اور مہمانوں کا بے حد اکرام کیا کرتے تھے۔

یہاں رسول رحمت ﷺ کو حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ لوگ حضرت ایوب علیہ السلام کی زندگی کے واقعات و حالات سے سبق اور نصیحت حاصل کریں۔

جب حضرت ایوب علیہ السلام پر ان کے مال اور ان کی اولاد اور ان کی جسمانی بیماری کی شکل میں مصیبت آئی تو حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا اور اپنے رب سے کہا کہ پروردگار! مجھے تکلیف نے گھیر لیا ہے اور آپ دنیا جہاں کے سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں جب تک حضرت ایوب علیہ السلام بیمار رہے ان کی بیوی انہی کی خدمت و عیادت میں لگی رہیں اور پوری محبت اور ہمدردی کے ساتھ سلوک کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی اس دعاء کو قبول فرمالیا اور جس مصیبت اور تکلیف میں وہ مبتلا تھے اس تکلیف اور مصیبت کو ان سے دور کر دیا اور اس کے بعد انہیں اہل و عیال سے اس قدر نوازا کہ پہلے جتنے اہل و عیال تھے اس سے بڑھ کر اللہ نے انہیں عطا فرمایا۔ یہ سب کچھ رب ذوالجلال کی طرف سے بطور راحت و مہربانی تھا اور اس لئے بھی تا کہ اللہ کے دوسرے بندے اس سے نصیحت حاصل کریں اور انہی کی طرح صبر کریں اور اجر پائیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۳۴﴾ یہ سب صبر کرنے والوں میں سے تھے ﴿الانبیاء ۸۵۔۸۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ : وَاِسْمٰعِيْلَ اور اسماعیل کو وَاِدْرِيْسَ اور ادریس کو وَذَا الْكِفْلِ اور ذوالکفل کو كُلٌّ ہر ایک مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ صبر کرنے والوں میں سے تھا وَاَدْخَلْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں داخل کیا فِيْ رَحْمَتِنَا اپنی رحمت میں اِنَّهُمْ بے شک وہ تھے مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ صالح لوگوں میں سے

ترجمہ :۔ اور اسماعیل اور اِدریس اور ذُوالکفل کو دیکھو! یہ سب صبر کرنے والوں میں سے تھے ۝ اور ان کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کرلیا تھا۔ یقیناً ان کا شمار نیک لوگوں میں ہے۔

تشریح: ۔ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یاد کرو حضرت اسماعیل، حضرت ادریس اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کو

۲۔ یہ سارے کے سارے صبر کرنے والوں میں سے تھے

۳۔ ان سب کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کرلیا تھا

۴۔ یقیناً ان کا شمار نیک لوگوں میں سے ہے

یہاں تین ہستیوں کا ذکر خیر ہے۔ حضرت اسماعیل حضرت ادریس اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام ۔حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند صالح ہیں جو خانۂ کعبہ کی تعمیر میں اپنے اباجان کے ساتھ شامل تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکرِ خیر قرآن مجید کی دیگر آیتوں میں بھی ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۳۳، سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۳۹، سورۂ ص کی آیت نمبر ۴۸، سورۂ مریم کی آیت نمبر ۵۴، سورۂ انعام کی آیت نمبر ۸۶، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۰۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا اصل نام اخنوخ تھا۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا تھے، حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس صحیفے نازل ہوئے حضرت ادریس علیہ السلام علمِ نجوم اور علمِ حساب کے ماہر تھے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۵۷ میں بھی ہے ۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقاً نَّبِيّاً ○ وَرَفَعْنَاهُ مَكَاناً عَلِيّاً اور اس کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کیجئے وہ بڑے راستی والے پیغمبر تھے اور ہم نے ان کو بلند مرتبہ تک پہنچایا۔

ذوالکفل کے معنی ضامن یعنی ذمہ دار کے ہیں، حضرت ذوالکفل کا تذکرہ سورۂ ص کی آیت نمبر ۴۸ میں بھی ہے ان تینوں پیغمبروں کے تذکرہ کے بعد ان کی مجموعی خصوصیت کا تذکرہ کیا گیا کہ یہ سب ایسے پیغمبر تھے جنہوں نے بلاوں اور مصیبتوں پر صبر سے کام لیا۔ یہ وہ نیکوکار تھے جنہوں نے اپنی زندگی کو پاک وصاف رکھا۔صبر وہ خصوصی وصفِ جمیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وصف کے حامل افراد کے ساتھ ہوتے ہیں۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۵۳ میں کہا گیا: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۵ میں صبر کرنے والوں کو خوشخبری دی گئی ہے :وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیجئے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۶ میں صبر کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کے محبت کرنے کا اعلان کیا گیا ہے :وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو اپنی خصوصی رحمت میں داخل فرمایا ان کو نبوت کے عظیم منصب پر فائز فرمایا اور انہیں جنت میں داخل فرمایا اور انہیں اپنی طرف سے اپنی رضامندی اور اجرِعظیم عطا فرما کر کامیابی سے ہمکنار کیا۔ یہ اس مقدس جماعت کے افراد تھے جنہوں نے صالح زندگی بسر کی یہ سب صالح لوگ تھے جن کی صالحیت کا اعلان اس آیت میں کیا گیا کہ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ یہ سب نیکوکار لوگوں میں سے تھے۔ان کی زندگیاں مثالی

تھیں، انہوں نے روئے زمین پر فساد و بگاڑ پیدا نہیں کیا بلکہ روئے زمین پر نیک اعمال اور امن و سلامتی کا جال بچھا دیا ان سے ساری انسانیت کو فائدہ پہنچتا رہا اور ان سے بال برابر کوئی نقصان کسی کو نہیں پہنچا۔

﴿درس نمبر ۱۳۳۵﴾ حضرت یونس علیہ السلام نے اندھیریوں میں یہ آواز لگائی ﴿الانبیاء ۸۷۔۸۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ :وَذَا النُّوْنِ اور مچھلی والے کو اِذْ ذَّهَبَ جب وہ چلا گیا تھا مُغَاضِبًا ناراض ہو کر فَظَنَّ تو اس نے گمان کیا اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ کہ ہم ہرگز تنگی نہیں کریں گے عَلَيْهِ اس پر فَنَادٰى پھر اس نے پکارا فِى الظُّلُمٰتِ اندھیروں میں اَنْ لَّآ اِلٰهَ کہ نہیں ہے کوئی معبود اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ مگر تو ہی تو پاک ہے اِنِّىْ كُنْتُ بلاشبہ میں ہی ہوں مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ظالموں میں سے فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ چنانچہ ہم نے اس کی قبول کی وَنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے اسے نجات دی مِنَ الْغَمِّ غم سے وَ كَذٰلِكَ اور اسی طرح نُنْجِى ہم نجات دیتے ہیں الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کو

ترجمہ :۔اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی یونس علیہ السلام) کو دیکھو! جب وہ خفا ہو کر چل کھڑے ہوئے تھے اور یہ سمجھے تھے کہ ہم ان کی کوئی پکڑ نہیں کریں گے۔ پھر انہوں نے اندھیریوں میں سے آواز لگائی کہ (یا اللہ!) تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہر عیب سے پاک ہے۔ بیشک میں قصوروار ہوں ۝ اس پر ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں گھٹن سے نجات عطا کی اور اسی طرح ہم ایمان رکھنے والوں کو نجات دیتے ہیں۔

تشریح :۔ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ مچھلی والے پیغمبر یعنی حضرت یونس علیہ السلام کو یاد کرو

۲۔ جب وہ خفا ہو کر چل کھڑے ہوئے تھے

۳۔ وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہم ان کی کوئی پکڑ نہیں کریں گے

۴۔ پھر انہوں نے اندھیریوں میں سے آواز لگائی

۵۔ اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہر عیب سے پاک ہے بیشک میں قصوروار ہوں۔

۶۔ اس پر ہم نے ان کی دعاء قبول کی ۷۔ انہیں گھٹن سے نجات عطا کی

۸۔ اسی طرح ہم ایمان رکھنے والوں کو نجات دیتے ہیں

قرآن مجید میں حضرت یونس علیہ السلام کو لفظ یونس کے علاوہ صاحب الحوت اور ذوالنون ان دوناموں سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ سورۃ القلم کی آیت نمبر ۴۸ میں کہا گیا وَلَا تَكُنۡ كَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ اور مچھلی والے پیغمبر کی طرح مت ہو جائیے اور یہاں حضرت یونس علیہ السلام کو ذوالنون یعنی مچھلی والے کہا گیا سورۃ الانبیاء کے علاوہ دوسری آیات میں بھی حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ موجود ہے مثلاً سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۱۴۷، سورۃ القلم کی آیت نمبر ۴۸ سورۃ یونس کی آیت نمبر ۹۸، سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۸۶ اور سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۶۳۔

اللہ تعالیٰ یہاں رسول رحمت ﷺ سے فرمارہے ہیں کہ پیغمبر! آپ لوگوں کے سامنے مچھلی والے پیغمبر یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ کیجئے۔ حضرت یونس علیہ السلام کے والد کا نام متی تھا۔ انہیں موصل کی سرزمین سے متعلق نینوی نامی قریہ کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اس بستی کے لوگوں کو ایک اللہ کی طرف بلایا اور توحید کی تعلیم دی اور انہیں رب ذوالجلال کی اطاعت کرنے کا حکم دیا مگر اس بستی کے لوگوں نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور اپنے کفر پر جمے رہے حضرت یونس علیہ السلام اس بستی سے ان پر غصہ ہوتے ہوئے نکل گئے اور انہیں بتلایا کہ تمہاری سرکشی اور کفر کی وجہ سے تم پر تین دن میں عذاب آئے گا، جب حضرت یونس علیہ السلام اس بستی سے چلے گئے تو بستی والوں کو اپنے جرم کا احساس ہوا اور انہیں یہ یقین ہو گیا کہ نبی جھوٹ نہیں بولتے اس لئے اس بستی کے لوگ اپنے بچوں اور جانوروں کے ساتھ صحراء کی طرف چلے گئے اور ماؤں کو اپنے بچوں سے جدا کر دیا پھر اللہ تعالیٰ کی جانب گڑگڑا کر اپنے قصوروں کی معافی مانگنے لگے، ان کی آہ وزاری اور گریہ وزاری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر سے عذاب کو اٹھالیا جس کی وضاحت قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے فَلَوۡلَا كَانَتۡ قَرۡيَةٌ اٰمَنَتۡ فَنَفَعَهَاۤ اِيۡمَانُهَاۤ اِلَّا قَوۡمَ يُوۡنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوۡا كَشَفۡنَا عَنۡهُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡىِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَمَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰى حِيۡنٍ (یونس ۹۸:) بھلا کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایسے وقت ایمان لے آتی کہ اس کا ایمان اُسے فائدہ پہنچا سکتا؟ البتہ صرف یونس کی قوم کے لوگ ایسے تھے۔ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے دنیوی زندگی میں رسوائی کا عذاب اُن سے اُٹھالیا اور ان کو ایک مدت تک زندگی کا لطف اُٹھانے دیا۔

ادھر حضرت یونس علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے اور کشتی لڑکھڑانے لگی اور قریب تھا کہ کشتی ڈوب جاتی، چنانچہ کشتی میں سوار لوگوں نے قرعہ ڈالا کہ اس کشتی کے وزن کو کم کرنے کے لئے کسی ایک شخص کو سمندر میں ڈال دیا جائے۔ قرعہ ڈالا گیا تو حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا جب حضرت یونس کا نام قرعہ میں آیا تو لوگوں نے انہیں سمندر میں ڈالنے سے انکار کر دیا پھر دوبارہ قرعہ ڈالا گیا جیسا کہ سورۃ الصافات کی آیت نمبر ۱۴۱ میں ہے فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الۡمُدۡحَضِيۡنَ پھر وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوئے اور قرعہ میں مغلوب ہوئے ○ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام خود کھڑے ہوئے اور انہوں نے خود اپنے بدن سے کپڑے نکالے اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیا، اللہ تعالیٰ

نے ایک مچھلی کو ان کی جانب بھیجا وہ سمندر کو پھاڑے ہوئے آئی اور حضرت یونس علیہ السلام کو اپنا لقمہ بنالیا، حضرت یونس علیہ السلام کا یہ خیال تھا کہ اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر ان کا مواخذہ نہیں ہوگا، حضرت یونس علیہ السلام تین اندھیروں میں اپنے رب کی تسبیح کرنے لگے (۱) رات کی اندھیری (۲) سمندر کی تہہ کی اندھیری (۳) مچھلی کے پیٹ کی اندھیری۔

حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں جو دعاء کی اور تسبیح کی اس میں تین باتیں تھیں لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ تیرے سوا کوئی معبود نہیں سُبْحٰنَكَ تو پاک ہے اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ بلا شبہ میں ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی اس دعاء کے نتیجہ میں ان کو بچالیا اور انہیں نجات دی سورۃ الصّٰفّٰت میں کہا گیا فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ اگر حضرت یونس تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے، سورۃ القلم میں کہا گیا لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَاۗءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ اگر حضرت یونس کے رب کا احسان ان کی دستگیری نہ کرتا تو وہ میدان میں بدحالی کے ساتھ ڈال دیئے جاتے۔

﴿درس نمبر ۱۳۳۶﴾ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا ﴿الانبیاء ۸۹۔۹۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ : وَزَكَرِيَّآ اور زکریا کو اِذْ نَادٰى جب اس نے پکارا تھا رَبَّهٗ اپنے رب کو رَبِّ اے میرے رب! لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا تو مجھے تنہا نہ چھوڑ وَّاَنْتَ اور تو ہی ہے خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ سب سے بہترین وارث فَاسْتَجَبْنَا تو ہم نے قبول کی لَهٗ اس کی وَ وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى اور ہم نے اسے یحییٰ عطا کیا وَاَصْلَحْنَا اور ہم نے درست کردیا لَهٗ اس کے لئے زَوْجَهٗ اس کی بیوی کو اِنَّهُمْ بیشک وہ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ جلدی کرتے تھے فِي الْخَيْرٰتِ نیکی کے کاموں میں وَ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا اور ہمیں رغبت کرتے ہوئے پکارتے تھے وَّرَهَبًا اور خوف کھاتے ہوئے وَكَانُوْا اور وہ تھے لَنَا خٰشِعِيْنَ ہمارے لیے عاجزی کرنے والے

ترجمہ :۔ اور زکریا کو دیکھو! جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا کہ یا رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑیئے اور آپ سب سے بہتر وارث ہیں ۝ چنانچہ ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو یحییٰ (جیسا بیٹا) عطا کیا اور ان کی خاطر

ان کی بیوی کو اچھا کر دیا۔ یقیناً یہ لوگ بھلائی کے کاموں میں تیزی دکھاتے تھے اور ہمیں شوق اور رُعب کے عالم میں پکارا کرتے تھے اور ان کے دل ہمارے آگے جھکے ہوئے تھے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یاد کرو حضرت زکریا علیہ السلام کو ۲۔ جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا

۳۔ اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑیئے ۴۔ آپ سب سے بہتر وارث ہیں

۵۔ چنانچہ ہم نے ان کی دعا قبول کی ۶۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو یحییٰ جیسا بیٹا عطا کیا

۷۔ ان کی خاطر ان کی بیوی کو اچھا کر دیا

۸۔ یقیناً یہ لوگ بھلائی کے کاموں میں تیزی دکھاتے تھے

۹۔ ہمیں شوق اور رعب کے عالم میں پکارا کرتے تھے۔

۱۰۔ ان کے دل ہمارے آگے جھکے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ رسول رحمت ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ پیغمبر! آپ حضرت زکریا علیہ السلام کی زندگی کے اس واقعہ کو بیان کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار سے اولاد مانگتے ہوئے یوں دعاء کی تھی کہ پروردگار! آپ مجھے اکیلا نہ چھوڑیئے اور آپ بہتر وارث ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکرِ خیر سورۂ مریم کی آیت نمبر ۴ اور ۹ میں بھی ہے اسی طرح سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۳۷ میں بھی ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ دعا سورۂ مریم میں یوں ہے، **اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا** جب کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پوشیدہ طور پر عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گی اور آپ سے مانگنے میں اے میرے رب! میں ناکام نہیں رہا ہوں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کے لئے جو دعاء مانگی تنہائی میں خاموشی سے مانگی اور اللہ تعالیٰ سے یہ کہا کہ آپ مجھے تنہا مت چھوڑیئے کہ میرا کوئی وارث ہی نہ رہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا کوئی وارث ہو جو میرے بعد لوگوں کو دین کی طرف بلاتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ حقیقت بھی بتلا دی کہ آپ ہی حقیقی وارث ہیں کہ ساری مخلوق جب فنا ہو جائے گی تو صرف اور صرف آپ ہی باقی رہیں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی اس دلگداز دعاء کو قبول فرمالیا اور انہیں ایک صالح بیٹا عطا کیا جس کا نام بھی اللہ تعالیٰ ہی نے رکھا یعنی یحییٰ اور یہ ایسا نام تھا کہ اس سے پہلے کسی کا ایسا نام نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی خاطر ان کی بیوی کو درست کر دیا اور اس قابل بنا دیا کہ انہیں بیٹا ہو‘ اس لئے کہ حضرت

زکریا علیہ السلام نے عمر کے اس حصہ میں یعنی ایسے بڑھاپے میں یہ دعاء کی جس عمر میں اولاد کا ہونا بظاہر ممکن نہیں تھا جیسا کہ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۴ میں مذکور دعاء سے محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور بالوں پر سفیدی آگئی لیکن اس یقین کے ساتھ دعاء کی کہ وہ ضرور قبول ہوگئی اس لئے کہا وَلَمۡ أَكُنۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيّٗا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا پروردگار! میں آپ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا جو بھی میں نے آپ سے مانگا آپ نے مجھے وہ عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا کو ان کے بوڑھے ہوجانے اور ان کی بیوی کے بانجھ ہوجانے کے بعد انہیں اولاد عطا کی، اس سے رب ذوالجلال کی قدرت کا بھی مظاہرہ ہوتا ہے اور یقین کی کیفیت میں ڈوب کر دعاء کرنے سے دعاء کی مقبولیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ جن انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ان کی ایک خوبی یہاں یہ بیان کی گئی کہ وہ نیکی کے کاموں میں دوڑ لگاتے تھے، یہاں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ جو رب ذوالجلال کی اطاعت میں دوڑ لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی دعاء کو ضرور قبول فرماتے ہیں۔

ان نبیوں کی شان یہ ہے کہ یہ شوق اور ڈر کے عالم میں اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں' ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف بھی چھایا ہوا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل کا شوق بھی چھایا ہوا ہوتا ہے اور انہی دو کیفیتوں کے ساتھ وہ اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ بندوں کو چاہیئے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں تو ان کے دل میں رب ذوالجلال کی طرف سے ملنے والے ثواب کا شوق بھی ہو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف بھی ہو اور ان انبیاء کرام علیہم السلام کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے ہوئے ہوتے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۳۷﴾ وہ خاتون جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی ﴿الانبیاء ۹۱﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ

وَالَّتِيٓ أَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا وَجَعَلۡنَٰهَا وَٱبۡنَهَآ ءَايَةٗ لِّلۡعَٰلَمِينَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَالَّتِيٓ اور اس عورت کو جس نے أَحۡصَنَتۡ حفاظت کی فَرۡجَهَا اپنی شرمگاہ کی فَنَفَخۡنَا پھر ہم نے پھونکی فِيهَا اس میں مِن رُّوحِنَا اپنی روح وَجَعَلۡنَٰهَا اور ہم نے اسے بنایا وَٱبۡنَهَآ اور اس کے بیٹے کو ءَايَةٗ نشانی لِّلۡعَٰلَمِينَ جہان والوں کے لیے

ترجمہ:۔ اور اُس خاتون کو دیکھو جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی، پھر ہم نے اُس کے اندر اپنی روح پھونکی اور اُنہیں اور اُن کے بیٹے کو دنیا جہان کے لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دیا۔

تشریح:۔ اس ایک آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ اس خاتون کو یاد کرو جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی

۲۔ پھر ہم نے اس خاتون کے اندر اپنی روح پھونکی

۳۔ انہیں اور ان کے بیٹے کو دنیا جہاں کے لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دیا۔

حضرت مریم علیہا السلام اللہ کی وہ پاکیزہ نیک بندی ہیں جن کی والدہ حنہ نے ان کے بارے میں یہ نذر مانی تھی کہ انہیں دنیا کے کام کاج سے آزاد کردیں گی اور اللہ تعالیٰ کی نذر کردیں گی۔ حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ رسول رحمت ﷺ سے فرمارہے ہیں کہ پیغمبر! آپ لوگوں کے سامنے اس پاکباز عورت کا تذکرہ فرمائیں جس نے اپنے آپ کو حلال ہو کہ حرام ہر قسم کی شہوتوں سے روک لیا تھا جیسا کہ خود سورۂ مریم کی آیت نمبر ۲۰ میں ہے وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔ سورۂ تحریم کی آیت نمبر ۱۲ میں بھی حضرت مریم علیہ السلام کی عصمت کا تذکرہ ہے وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا نیز عمران کی بیٹی مریم کو (مثال کے طور پر پیش کرتا ہے) جنہوں نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور انہوں نے اپنے پروردگار کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت شعار لوگوں میں شامل تھیں۔

حضرت مریم علیہا السلام نے اپنے ناموس کی پوری پوری حفاظت کی۔ حضرت مریم علیہا السلام کا نہ کسی مرد سے نکاح ہوا اور نہ ہی کسی مرد سے کوئی گناہ گاری کا تعلق ہوا، اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت مریم علیہا السلام کو بیٹا عطا کیا جائے اور وہی بیٹا رسول بنے اور انہیں بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بھیجا جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (عام معمول کے برخلاف کہ ہر بچہ ماں باپ کے ملن کے بعد پیدا ہوتا ہے) ایک فرشتہ کو حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا اور اس فرشتہ نے حضرت مریم کے کرتہ کے دامن میں پھونک ماردی جس سے حضرت مریم علیہا السلام کے بطن میں حمل ٹھہر گیا۔ اور ان سے وہ بیٹا پیدا ہوا جن کا نام عیسیٰ ہے۔ عموماً عیسیٰ ابن مریم کہا گیا یعنی مریم کے بیٹے عیسیٰ، جبکہ ہر بچہ باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کی طرف اس لئے منسوب کئے جاتے ہیں کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور یہ قدرت کی عظیم نشانی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہاں وہی حقیقت بیان کی کہ وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور ہم نے اس عورت یعنی مریم علیہا السلام کو اور اس کے بیٹے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جہانوں کے لئے نشانی بنا دیا تاکہ دنیا جہاں کے سارے ہی لوگوں کو اس بات کا علم ویقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ومختار پروردگار ہے جو بغیر مرد کے کسی عورت کے رحم میں حمل پیدا کرسکتا ہے اور بغیر باپ کے بھی عورت کی اولاد ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، جس رب ذوالجلال نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور حضرت حوا علیہا السلام کو بغیر ماں کے پیدا کیا اسی رب ذوالجلال نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا چنانچہ قرآن مجید میں اس جانب اشارہ دیا گیا اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے ہاں حضرت آدم کی سی ہے۔جس طرح زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، سیارے، پہاڑ، سمندر، دن اور رات قدرت کی نشانیاں ہیں اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کو دونوں جہاں کے لوگوں کے لئے نشانی بنا دیا۔

﴿درس نمبر ۱۳۳۸﴾ تمہارا دین ایک ہی دین ہے ﴿الانبیاء ۹۲۔تا۔۹۴﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ O وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ O فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ :اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ بلاشبہ یہ تمہارا دین اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی دین ہے وَّاَنَا اور میں رَبُّكُمْ تمہارا رب ہوں فَاعْبُدُوْنِ لہٰذا تم میری ہی عبادت کرو وَتَقَطَّعُوْٓا اور انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کرلیا اَمْرَهُمْ اپنا کام بَيْنَهُمْ آپس میں كُلٌّ اِلَيْنَا (وہ) سب ہماری ہی طرف رٰجِعُوْنَ لوٹنے والے ہیں فَمَنْ چنانچہ جو شخص يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ کوئی نیک عمل کرے وَهُوَ مُؤْمِنٌ جبکہ وہ مومن ہو فَلَا كُفْرَانَ تو انکار نہیں کیا جائے گا لِسَعْيِهٖ اس کی کوشش کا وَاِنَّا اور بیشک ہم لَهٗ كٰتِبُوْنَ اس کے لئے لکھنے والے ہیں

ترجمہ:۔(لوگو!) یقین رکھو کہ یہ (دین جس کی یہ تمام انبیاء دعوت دیتے رہے ہیں) تمہارا دین ہے جو ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں، لہٰذا تم میری عبادت کرو O اور لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹ لیا، (مگر) سب ہمارے پاس لوٹ کر آنے والے ہیں O پھر جو مومن بن کر نیک عمل کرے گا تو اُس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی اور ہم اُس کوشش کو لکھتے جاتے ہیں۔

تشریح:۔ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔یقین رکھو کہ یہ دین جس کی یہ تمام انبیاء دعوت دیتے رہے ہیں تمہارا دین ہے جو ایک ہی دین ہے۔

۲۔میں تمہارا پروردگار ہوں ۳۔لہٰذا تم میری ہی عبادت کرو

۴۔لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹ دیا

۵۔مگر سب ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنے والے ہیں

۶۔پھر جو مومن بن کر نیک عمل کرے گا تو اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی

۷۔ہم اس کوشش کو لکھتے جاتے ہیں

سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۴۸ سے آیت نمبر ۹۱ تک متعدد نبیوں کے تذکرے کئے گئے ہیں، حضرت موسیٰ

وہارون، حضرت ابراہیم وحضرت لوط، حضرت نوح، حضرت داود وسلیمان، حضرت ایوب وحضرت اسماعیل، حضرت ادریس وحضرت ذوالکفل اور حضرت یونس اور حضرت عیسیٰ نیز حضرت مریم علیہما السلام جو پاکباز خاتون تھیں ان تمام پیغمبروں کے تذکروں کے بعد یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ ان تمام نبیوں اور رسولوں کا جو دین تھا یہی تمہارا بھی دین ہے۔ان سارے ہی نبیوں کا طریقہ جو تھا تمہارا بھی طریقہ وہی ہے۔ان سارے ہی نبیوں نے توحید کی بنیاد پر دعوت دی اور تمہیں بھی اسی توحید کی بنیاد پر اپنی زندگی گزارنا ہے اور اسی توحید کی طرف تم سب کو چاہیے کہ لوگوں کو دعوت دیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اسی دین کو منظور اور پسند فرمایا اس لئے تم سب اسی دین کو پسند کرو اور اس دین کی جو بنیادیں ہیں وہ تین ہیں' توحید، رسالت، اور آخرت اور ان تینوں بنیادوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ دنیا میں جن جن پیغمبروں کو بھیجا گیا ان تمام پیغمبروں کے پاس یہی تین بنیادیں تھیں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں لوگوں میں عیسیٰ ابن مریم سے سب سے زیادہ قریب ہوں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی' تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپس میں بھائی بھائی ہیں جیسے آپس میں باپ شریک بھائی ہوتے ہیں اور مائیں الگ الگ ہوتی ہیں۔تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین ایک ہی ہے اور میرے اور عیسیٰ بن مریم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔(بخاری)

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹ میں فرمایا گیا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ اللہ کے نزدیک دین تو صرف اسلام ہی ہے اور سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۸۵ میں کہا گیا وَمَن یَبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسی دین اسلام سے راضی اور خوش ہے وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر میں رضامند ہو گیا۔

اس کے بعد یہاں اللہ تعالیٰ نے دنیا جہاں کے سارے انسانوں کو اس بات کا حکم دیا کہ وَاَنَا رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْنَ اور میں تمہارا رب ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو' یعنی میں ہی عبادت کے لائق ہوں پس تم اپنا معبود ایک ہی بنالو اور وہ میں ہوں میرے ساتھ میری عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کرو، میرے سوا نہ کوئی انسان معبود بن سکتا ہے نہ کوئی فرشتہ معبود بن سکتا ہے اور نہ کوئی جن معبود بن سکتا ہے اور نہ ہی کوئی شجر اور حجر معبود بن سکتا ہے۔

سورۃ مومنون کی آیت نمبر ۵۲ میں بھی اسی طرح کا مضمون اس طرح بیان کیا گیا وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنَ اور بے شک یہی ایک دین ہے جو دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تم سب مجھ ہی سے ڈرو، عبادت بھی ایک اللہ کی کی جائے اور ایک اللہ ہی سے ڈرا جائے۔ دین تو صرف ایک ہی ہے، دین کے اصول میں کوئی اختلاف نہیں ہے ہاں! چند جزئیات ہیں جن میں اختلاف ہے' توحید، رسالت، آخرت وغیرہ میں کوئی

اختلاف نہیں ہے۔ یہ کام لوگوں نے کیا کہ آپس میں اختلاف کرتے ہوئے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس حقیقت کو ہر انسان یاد رکھے کہ دنیا جہاں کے سارے انسانوں کو چل چلا کر صرف اور صرف ایک ہی رب ذوالجلال کی طرف لوٹنا ہے کُلٌّ اِلَيْنَا رَاجِعُوْنَ ہر ایک کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے یہ مضمون قرآن مجید میں سینکڑوں بار آیا ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۸ میں ہے ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے اور آیت نمبر ۱۵۶ میں کہا گیا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعونَ ہم تو خود اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۳۹﴾ جب یاجوج وماجوج کو کھول دیا جائے گا ﴿الانبیاء ۹۵۔۹۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ حَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ O حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ :وَ حَرَامٌ اور لازم ہے عَلٰى قَرْيَةٍ اس بستی پر اَهْلَكْنٰهَآ جسے ہم نے ہلاک کیا اَنَّهُمْ بیشک وہ لَا يَرْجِعُوْنَ واپس نہیں لوٹیں گے حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ یاجوج اور ماجوج وَهُمْ اور وہ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ہر اونچی جگہ سے دوڑتے ہوں گے

ترجمہ:۔اور جس کسی بستی (کے لوگوں) کو ہم نے ہلاک کیا ہے اُن کے لئے ناممکن ہے کہ وہ پلٹ کر (دنیا میں) آجائیں O یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے پھسلتے نظر آئیں گے۔

تشریح:۔ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جس کسی بستی کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کیا ہے ان کے لئے ناممکن ہے کہ وہ پلٹ کر دنیا میں آجائیں۔

۲۔ یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا

۳۔وہ ہر بلندی سے پھسلتے نظر آئیں گے

یہاں یہ جو کہا گیا کہ یہ بات ضروری ہے کہ ہم نے جس بستی کو ہلاک کر دیا وہ رجوع نہیں کریں گے' اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بستی کے ہلاک کرنے کا فیصلہ فرما دیا ہے اس بستی کے لوگ آخر تک کفر پر ہی جمے رہیں گے اور وہ توبہ نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہلاک ہو جائیں گے، یہ مطلب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا وہ لوگ ہلاک ہونے کے بعد دنیا کی طرف واپس نہیں ہوں گے ان کی واپسی ناممکن ہے' بعض مفسرین نے اس مطلب کو اس لئے تسلیم نہیں کیا کہ اس بات کے کہنے میں بظاہر کوئی فائدہ ہی نہیں ہے اس لئے کہ

جو لوگ عذاب سے ہلاک کئے بغیر دنیا سے چلے گئے وہ بھی تو واپس نہیں ہوں گے اس میں ہلاک ہوئے لوگوں کی کیا خصوصیت باقی رہے گی؟

اس کے بعد یہ بات بیان کی جارہی ہے کہ یہ کافر اپنے کفر پر جمے رہیں گے اور حق بات کے انکار پر اڑے رہیں گے اپنے کفر پر توبہ نہیں کریں گے یہاں تک کہ یاجوج وماجوج نکل آئیں جو ہر اونچی جگہ سے نکل کر پھیل پڑیں اور ہر بلندی سے پھسلتے نظر آیں گے۔

قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ یاجوج وماجوج جس دیوار کے پیچھے مقید ہیں وہ دیوار ان کے لئے کھل جائے گی اور یہ واقعہ قیامت کے قریب پیش آئے گا۔

یاجوج وماجوج کے وحشی قبیلے بڑی تعداد میں دنیا پر حملہ آور ہوں گے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہر بلند جگہ سے پھسلتے ہوئے آرہے ہیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جو کوئی شخص اس دنیا میں (چاہے وہ مرد ہو یا عورت، مالدار ہو یا غریب، حیثیت والا ہو یا بے حیثیت) ایمان کی حالت میں نیک اعمال کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ان نیک اعمال کی قدردانی کرے گا اس کی ناقدری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جتنے بھی لوگ ایمان کی حالت میں نیک اعمال کررہے ہیں وہ سارے اعمال ان کے نامۂ اعمال میں لکھے جارہے ہیں، اللہ کے ہاں مومن بندوں کے اعمال کی ناقدری نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں سارے انسانوں کی کہی ہوئی باتیں اور کئے ہوئے اعمال لکھے جاتے ہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۱ میں کہا گیا سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا ان کے اس قول کو ہم لکھ لیں گے، سورۃ النساء کی آیت نمبر ۸۱ میں کہا گیا وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ۔ ان کی راتوں کی بات چیت اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے۔ سورۃ الانفطار کی آیت نمبر ۱۱ میں ان فرشتوں کا تذکرہ ہے جو بندوں کے اچھے اور برے اعمال لکھتے ہیں كِرَامًا كَاتِبِيْنَ لکھنے والے فرشتے مقرر ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۴۰﴾ جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی ﴿الانبیاء ۹۷۔۹۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاقْتَرَبَ اور قریب آجائے گا الْوَعْدُ الْحَقُّ سچا وعدہ فَاِذَا پھر ناگہاں هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان کی جنہوں نے کفر کیا يٰوَيْلَنَا ہائے ہماری کم بختی!

قَدْ كُنَّا تحقیق ہم تھے فِيْ غَفْلَةٍ غفلت میں مِّنْ هٰذَا اس سے بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ بلکہ ہم تھے ہی قصوروار اِنَّكُمْ بلاشبہ تم وَمَا اور جن کی تَعْبُدُوْنَ تم عبادت کرتے ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا حَصَبُ جَهَنَّمَ جہنم کا ایندھن ہوگے اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ تم اس میں وارد ہونے والے ہو

ترجمہ:۔ اور سچا وعدہ پورا ہونے کا وقت قریب آ جائے گا تو اچانک حالت یہ ہوگی کہ جن لوگوں نے کفر اپنالیا تھا اُن کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی (اور وہ کہیں گے کہ) ہائے ہماری کم بختی! ہم اس چیز سے بالکل ہی غفلت میں تھے، بلکہ ہم نے بڑے ستم ڈھائے تھے O (اے شرک کرنے والو!) یقین رکھو کہ تم اور جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ تمہیں اسی جہنم میں جا اُترنا ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ سچا وعدہ پورا ہونے کا وقت قریب آجائے گا۔

۲۔ اچانک حالت یہ ہوگی کہ جن لوگوں نے کفر اپنالیا تھا ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

۳۔ وہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی! ہم اس چیز سے بالکل ہی غفلت میں تھے

۴۔ بلکہ ہم نے بڑے ستم ڈھائے تھے

۵۔ یقین رکھو کہ تم اور جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں

۶۔ تمہیں اس جہنم میں جا اترنا ہے

جب قیامت قائم ہوجائے گی اور سچا وعدہ پورا ہونے کا وقت قریب آجائے گا تو وہ لوگ جنہوں نے اس دنیا میں کفر کیا تھا ان کی حالت یہ ہوجائے گی کہ ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، قیامت کی ہولناکی کی وجہ سے ان کی آنکھیں اس طرح اوپر کو اٹھ جائیں گی کہ قریب ہو کہ ان کی آنکھیں پھٹ جائیں اور وہ کافر افسوس اور ندامت کی حالت میں یوں کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! ہم نے تو اپنی نافرمانیوں کے ذریعہ خود اپنے آپ پر ظلم کیا اور ہم اس حقیقت سے بالکل غافل تھے جس کی عبادت کرنی تھی ہم نے اس کی عبادت نہیں کی اور جن کی عبادت نہیں کرنی تھی ان کی عبادت کی اور بڑا بھاری ظلم ہم نے کیا۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۴۲ میں بھی قیامت کے دن آنکھوں کے پھٹی کی پھٹی رہ جانے کا ذکر یوں ہے اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ وہ تو انہیں اس دن تک مہلت دیئے ہوئے ہے جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

کافر قیامت کے دن اپنی اس غفلت کا اعتراف کریں گے جو دنیا کی اس زندگی میں ان سے ہوئی اور وہ اپنی کم بختی پر یوں افسوس کریں گے يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا ہائے ہماری کم بختی! کہ ہم اس سے غفلت میں رہے مزید براں وہ اپنے ظالم ہونے کا بھی اعتراف کریں گے بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ بلکہ ہم ہی ظالم تھے۔

کافروں اور مجرموں کی اس غفلت کا تذکرہ قرآن مجید کی دیگر آیتوں میں بھی ہے۔سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۳۶ میں یوں ہے وَكَانُوا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ اور وہ ان سے بالکل ہی غفلت کرتے تھے۔سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۷۲ میں ہے أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِيْنَ۔تا کہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے اور اس سورت کی آیت نمبر ۱۷۹ میں یوں ہے أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ۔یہی لوگ غافل ہیں۔

غفلت ایک ایسی بیماری ہے جس سے آدمی ناکامی کا چہرہ دیکھتا ہے اس لئے غفلت سے روکا گیا ہے سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۲۰۵ میں کہا گیا وَلاَ تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ۔اور اہل غفلت میں سے مت ہونا اور سورۃ الکھف کی آیت نمبر ۲۸ میں کہا گیا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا اور اس کا کہنا نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے معلوم یہ ہوا کہ غفلت بہت بری چیز ہے۔

اس کے بعد یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جو لوگ کسی اور کی عبادت کرتے ہیں وہ عبادت کرنے والے اور وہ جن جن کی عبادت کررہے ہیں وہ سب دوزخ کا ایندھن ہیں إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ اس میں خطاب اہل مکہ سے ہے کہ اے مکہ والو! تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بتوں کی عبادت میں لگے ہوئے ہو یاد رکھو کہ تم بھی دوزخ کا ایندھن بنو گے اور جن بتوں کی تم عبادت کررہے ہو وہ بھی دوزخ کی آگ میں تمہارے ساتھ جلیں گے تم سب کے سب دوزخ میں داخل ہو کر رہو گے اور جب مشرکین اپنے معبودوں کو دوزخ میں دیکھیں گے تو اس وقت وہ پوری طرح سے سمجھ لیں گے کہ اگر یہ عبادت کے لائق ہوتے تو دوزخ میں کیوں داخل ہوتے؟ جن باطل معبودوں کے بارے میں ان مشرکین کا یہ گمان اور خیال تھا کہ یہ معبود اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے ان بتوں کی یہ حالت مشرکین دیکھیں گے کہ یہ خود دوزخ کی آگ کا ایندھن بنے ہوئے ہیں اور اس دن ان مشرکوں کی یہ غلط فہمی دور ہو جائے گی۔

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴ میں کہا گیا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

﴿درس نمبر ۱۳۴۱﴾ جہنم میں ان کی چیخیں نکل جائیں گی ﴿الانبیاء ۹۹۔۱۰۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ :لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً اگر یہ معبود ہوتے مَّا وَرَدُوْهَا یہ اس میں وارد نہ ہوتے وَكُلٌّ اور وہ سب فِيْهَا اس میں خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے لَهُمْ ان کے لیے فِيْهَا اس میں زَفِيْرٌ چیخنا چلانا ہوگا وَّهُمْ اور وہ فِيْهَا اس میں لَا يَسْمَعُوْنَ نہ سنیں گے

ترجمہ:۔ اگر یہ واقعی معبود ہوتے تو اُس (جہنم) میں نہ جاتے اور سب کے سب اس میں ہمیشہ رہیں گے O وہاں اُن کی چیخیں نکلیں گی اور وہاں وہ کچھ سن نہیں سکیں گے۔

تشریح:۔ان دوآیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اگر یہ واقعی خدا ہوتے تو اس جہنم میں نہ جاتے ۔ ۲۔سب کے سب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے

۳۔وہاں ان کی چیخیں نکلیں گی ۔ ۴۔وہاں وہ کچھ سن نہیں سکیں گے

جن بتوں کے بارے میں مکہ کے مشرکین کا یہ خیال وگمان تھا کہ وہ بت قیامت کے دن اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے انہی بتوں کو یہ مشرکین کل قیامت کے دن دیکھیں گے کہ وہ آگ میں جل رہے ہیں اور دوزخ کا ایندھن بنے ہوئے ہیں ان بتوں کا دوزخ میں ایندھن بن کر جلنا اس بات کی دلیل اور علامت ہے کہ یہ حقیقی معبود نہیں ہیں۔

یہاں یہی بات بتلائی جارہی ہے کہ یہ بت اور ان بتوں جیسی وہ ساری چیزیں جن کو ان مشرکین نے اپنا معبود بنالیا ہے اگر یہ حقیقی معبود ہوتے اور ان میں نفع اور نقصان کی طاقت وقوت ہوتی تو یہ دوزخ کا ایندھن نہ بنتے اور دوزخ میں داخل ہی نہ ہوتے، ان بتوں کا دوزخ میں داخل ہونا اور اس قدر مجبور وبے بس ہوجانا خود اس بات کی علامت ہے کہ یہ بت کمزور وبے بس ہیں یہ ہرگز ہرگز معبود نہیں ہوسکتے اگر ان بتوں میں نفع یا نقصان کی طاقت ہوتی تو وہ خود اپنے آپ کو نقصان سے بچالیتے، جب وہ بت خود اپنے آپ کو بچا نہ سکے تو وہ دوسروں کو کیا بچا پائیں گے؟ وَكُلٌّ فِيْهَا خَالِدُوْنَ اور یہ سب اس دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے یہ کہہ کر مزید مہر لگادی گئی اس بات پر کہ یہ حقیقی معبود نہیں ہیں۔ ان پر یہ وقتی آفت ومصیبت نہیں ہے بلکہ یہ سارے بت جن کی یہ مشرکین پرستش کررہے ہیں ہمیشہ دوزخ ہی میں پڑے رہیں گے ان بتوں کے دوزخ سے نکلنے کی کوئی راہ باقی نہیں رہے گی اور کسی میں یہ ہمت نہیں ہوگی کہ ان بتوں کو دوزخ سے نکال کر اس آگ سے آزاد کرسکے۔

دوزخ میں یہ مشرکین بھی ہوں گے اور وہ بت بھی ہوں گے جن کی یہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پرستش کرتے تھے اور وہ مشرکین اور یہ بت دوزخ سے نکل نہیں پائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ اس دوزخ میں چیخیں گے اور چلائیں گے اور یہ چیخ وپکار ایسی ہوگی کہ ایک دوسرے کی چیخ وپکار کی آواز آپس میں سن نہ سکیں گے دوزخ کے عذاب کی وجہ سے غم، دکھ اور تکلیف میں وہ چیخیں گے اور چلائیں گے۔

سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۰۶ میں بھی اس کا تذکرہ ہے فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ

وَّشَهِيْقٌ ۔لیکن جو بد بخت ہوئے وہ دوزخ میں ہوں گے وہاں چیخیں گے چلائیں گے۔

سورۃ فرقان کی آیت نمبر ۱۲ میں کہا گیا اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا جب دوزخ ان مجرموں کو دیکھے گی تو یہ اس کا غصہ سے بپھرنا اور دھاڑنا سنیں گے۔ گویا دوزخ ان جھٹلانے والوں اور کفر و شرک کرنے والوں کو دیکھے گی تو غصہ میں بپھر جائے گی اور دھاڑیں مارے گی جس دھاڑنے کو یہ دوزخی سنیں گے۔

جنتی دوزخ کی سرسراہٹ بھی نہیں سنیں گے

﴿درس نمبر ۱۳۴۲﴾ ﴿الانبیاء ۱۰۱۔تا۔۱۰۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ O لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ O لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ :اِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ کہ سَبَقَتْ پہلے سے ٹھہر چکی ہے لَهُمْ ان کے لیے مِّنَّا الْحُسْنٰى نیکی ہماری طرف سے اُولٰٓئِكَ وہ لوگ عَنْهَا اس سے مُبْعَدُوْنَ دور رکھے جائیں گے لَا يَسْمَعُوْنَ وہ نہیں سنیں گے حَسِيْسَهَا اس کی آہٹ تک وَهُمْ اور وہ فِيْ مَا اشْتَهَتْ ان میں کہ جنہیں چاہیں گے اَنْفُسُهُمْ ان کے نفس خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے لَا يَحْزُنُهُمْ انہیں غمگین نہیں کرے گی الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ بڑی گھبراہٹ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے هٰذَا يَوْمُكُمُ یہ ہے تمہارا دن الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ وہ جو تم وعدہ دیئے جاتے تھے

ترجمہ:۔(البتہ) جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے بھلائی پہلے سے لکھی جا چکی ہے (یعنی نیک مومن) اُن کو اُس جہنم سے دور رکھا جائے گا O وہ اُس کی سرسراہٹ بھی نہیں سنیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اپنی من پسند چیزوں کے درمیان رہیں گے O اُن کو وہ (قیامت کی) سب سے بڑی پریشانی غمگین نہیں کرے گی اور فرشتے اُن کا (یہ کہہ کر) استقبال کریں گے (کہ) یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

تشریح:۔ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے بھلائی پہلے سے لکھی جا چکی ہے ان کو اس جہنم سے دور رکھا جائے گا۔

۲۔جنتی دوزخ کی سرسراہٹ بھی نہیں سنیں گے

۳۔جنتی جنت میں اپنی من پسند چیزوں کے درمیان ہمیشہ رہیں گے

۴۔ان جنتیوں کو قیامت کے دن کی سب سے بڑی پریشانی غمگین نہیں کرے گی

۵۔ فرشتے ان جنتیوں کا یہ کہہ کر استقبال کریں گے کہ یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

اس آیت کا تعلق پچھلی آیت سے ہے جب سورۃ انبیاء کی آیت نمبر ۹۸ إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۔تم اور جن کو چھوڑ کر تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے نازل ہوئی تو عبداللہ بن الزبہری جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا کہا کہ اگر ایسی بات ہے کہ جن کی بھی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی گئی وہ جہنم میں ہیں تو ایسی صورت میں عیسیٰ، عزیر اور فرشتے بھی دوزخ میں رہیں گے اس لئے کہ لوگوں نے عیسیٰ، عزیر اور فرشتوں کی بھی عبادت کی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ بلاشبہ جن کے لئے پہلے ہی ہماری طرف سے بھلائی کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے یعنی جن حضرات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے طے فرما دیا ہے کہ ان کے لئے خوبی اور بہتری ہے اور انعام واکرام ہے وہ یقینا دوزخ سے دور رہیں گے ان کا جہنم میں جانا تو دور کی بات ہے وہ جہنم کی آہٹ بھی نہیں سنیں گے بلکہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور وہ جنت میں اپنی نفس کی خواہشوں کے مطابق زندگی گزاریں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے انہیں کوئی بڑی گھبراہٹ رنجیدہ نہ کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا دستور اور قانون یہ ہے کہ جو لوگ اس دنیا میں نیک اعمال سے اپنی زندگی کو رونق بخشتے ہیں اور رب ذوالجلال کی اطاعت وفرمانبرداری سے نیک بختوں میں شامل ہو جاتے ہیں ان کے حق میں رب ذوالجلال یہ فیصلہ فرما دیتے ہیں کہ ان کو دوزخ سے کوسوں دور رکھا جائے۔ اگر کوئی ایسے نیک لوگوں کو اپنا معبود بنا کر ان کی عبادت کرلے تو اس میں ان کا کیا قصور ہے یہ تو اس کا اپنا قصور ہے۔ رب ذوالجلال نے اپنا یہ قانون سورۃ یونس کی آیت نمبر ۲۶ میں بھی بیان کر دیا کہ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ جن لوگوں نے بہتر کام کئے ہیں، بہترین حالت اُنہی کے لئے ہے اور اس سے بڑھ کر کچھ اور بھی! نیز ان کے چہروں پر نہ کبھی سیاہی چھائے گی، نہ ذلت۔ وہ جنت کے باسی ہیں! وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت پڑھی تو کہنے لگے کہ میں انہی لوگوں میں سے ہوں اور ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہم انہی لوگوں میں سے ہیں پھر نماز کی اقامت کہی گئی اور حضرت علی اپنی چادر کھینچتے ہوئے اٹھے اور یوں کہہ رہے تھے لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا کہ یہ حضرات اس دوزخ کی آہٹ بھی نہیں سنیں گے۔

یہ وہ خوش نصیب بندے ہوں گے کہ دوزخ کی آواز بھی نہیں سنیں گے اور نہ ہی دوزخ کی گرمی کو اپنے جسموں

میں محسوس کریں گے اور نہ ہی دوزخ کی آگ کی کوئی چنگاری ان تک پہنچے گی۔

یہ وہ خوش نصیب بندے ہوں گے کہ ان کی ہر خواہش جنت میں پوری کی جائے گی جنت کی خواہشات، لذتیں اور شہوتیں ان کے لئے ہر وقت تیار رہیں گی اور وہ جنت میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

یہ وہ خوش نصیب ہوں گے کہ قبروں سے اٹھائے جانے اور صور پھونکے جانے کے بعد ان کو کوئی بڑی گھبراہٹ غم میں نہیں ڈالے گے جب کہ عام لوگ اس بڑی گھبراہٹ سے متاثر ہوں گے۔ سورۃ النمل کی آیت نمبر ۸۹ میں کہا گیا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے۔

یہ وہ خوش نصیب ہوں گے کہ فرشتے ان سے ملاقات کریں گے اور انہیں خوشخبری دیں گے۔

﴿درس نمبر ۱۳۴۳﴾ جب ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے ﴿الانبیاء ۱۰۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَوْمَ جس دن نَطْوِي ہم لپیٹیں گے السَّمَآءَ آسمان کو كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ لکھے ہوئے کاغذ کے لپیٹنے کی مانند كَمَا جس طرح بَدَاْنَآ ہم نے نئے سرے سے آغاز کیا تھا اَوَّلَ خَلْقٍ پہلی پیدائش کا نُّعِيْدُهٗ ہم لوٹائیں گے اس کو وَعْدًا عَلَيْنَا وعدہ ہے ہمارے ذمے اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ بلاشبہ ہم کرنے والے ہیں۔

ترجمہ:۔ اُن (کا دھیان رکھو) جب ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے کاغذوں کے طومار میں تحریریں لپیٹ دی جاتی ہیں، جس طرح ہم نے پہلی بار تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اُسے دوبارہ پیدا کر دیں گے۔ یہ ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنے کا ہم نے ذمہ لیا ہے۔ ہمیں یقینا یہ کام کرنا ہے۔

تشریح:۔ اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے کاغذوں کے طومار میں تحریریں لپیٹ دی جاتی ہیں
۲۔ جس طرح ہم نے پہلی بار تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اسے دوبارہ پیدا کر دیں گے
۳۔ یہ ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنے کا ہم نے ذمہ لیا ہے ۴۔ ہمیں یقینا یہ کام کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر مطلق اور مختار کل ہیں اور اپنے ارادہ کے پورے پورے مالک ہیں وہ جو بھی ارادہ کرتے ہیں کر گزرتے ہیں فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (۱۶۔ سورۂ بروج) بظاہر مشکل سے مشکل کام بھی اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے وہ زبردست آسمان جس کی بلندی اور چوڑائی کا اندازہ انسان نہیں کر سکتا اور جس کی بلندی تک یہ کمزور انسان پہنچ نہیں

سکتا اس جنت کی چوڑائی کی مثال قرآن مجید میں دی گئی عَرْضُهَا السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ (۱۳۳۔آل عمران) اس جنت کی چوڑائی آسمان کی چوڑائی کی طرح ہے اور جس آسمان کو قدرت کی نشانی قرار دیا گیا وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ (۲۲۔روم) جس آسمان کے بارے میں یوں کہا گیا کہ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشاً وَّالسَّمَاءَ بِنَاءً (۲۲۔البقرہ) جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا۔یہی وہ آسمان ہوگا جس کو رب ذوالجلال قیامت کے دن اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمونوں کا کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے۔جس دن رب ذوالجلال اس آسمان کو ایسے ہی لپیٹ دیں گے جیسے کوئی کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے اس دن اللہ کے نیک بخت بندوں پر کسی قسم کی گھبراہٹ نہیں ہوگی اور یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس دن یعنی قیامت کے دن فرشتے ان نیک بخت لوگوں سے ملاقات کریں گے اس دن آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا۔سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۶۷ میں بھی آسمانوں کے لپیٹ دیئے جانے کی بات یوں کہی گئی ہے وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيْعاً قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہیں پہچانی جیسا کہ اُس کی قدر پہچاننے کا حق تھا، حالانکہ پوری کی پوری زمین قیامت کے دن اُس کی مٹھی میں ہوگی اور سارے کے سارے آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔وہ پاک ہے اور بہت بالا و برتر ہے اس شرک سے جس کا ارتکاب یہ لوگ کر رہے ہیں۔

مشرکینِ مکہ اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھے کہ ان کے مرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا وہ دوسری مرتبہ کے زندہ کئے جانے کے ہرگز قائل نہیں تھے انہیں اس بات پر تعجب تھا کہ اتنے سارے انسانوں کو ان کے مرنے اور ان کی ہڈیوں کے گل سڑ جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیسے کیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ وَإِن تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ أَءِذَا كُنَّا تُرَاباً أَئِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (۵:الرعد) اگر تجھے تعجب ہو تو واقعی ان کا یہ کہنا عجیب ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں تو کیا ہم نئی پیدائش میں ہوں گے؟ اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۴۹ میں ہے وَقَالُوْا أَءِذَا كُنَّا عِظَاماً وَّرُفَاتاً أَإِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقاً جَدِيْدًا۔انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور مٹی ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم ازسرنو پیدا کر کے پھر دوبارہ اٹھا کر کھڑے کر دیئے جائیں گے؟

مشرکین کے اس تعجب خیز سوال کا جواب یوں دیا گیا کہ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ جس طرح ہم نے مخلوق کی پہلی بار ابتدا کی تھی ہم اسی طرح لوٹا دیں گے اور یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی چیز کا پہلی مرتبہ پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے اور دوسری مرتبہ اس چیز کا پیدا کرنا قدرے آسان ہوتا ہے۔جب رب ذوالجلال نے سارے انسانوں کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تو کیا اس کے لئے یہ بات مشکل ہوگی کہ وہ ان سارے انسانوں کو ان کے مرنے کے بعد اور مکمل

سڑ جانے کے بعد دوبارہ پیدا کرے؟ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۱۶ میں بھی کہا گیا اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ اگر وہ چاہے تم سب کو فنا کردے اور ایک نئی مخلوق پیدا کردے۔ سارے انسانوں کے مرجانے اور ان کی ہڈیوں کے گل سڑ جانے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرنے کا جو معاملہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس وعدہ کو پورا کر کے رہیں گے وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے بلاشبہ ہم کرنے والے ہیں۔

دنیا کا کوئی انسان اس حقیقت کو تسلیم کرے یا نہ کرے' دنیا کی قومیں اور جماعتیں اس حقیقت کا انکار کریں یا اس کے خلاف احتجاج کریں جو کچھ بھی کرلیں یہ کام ہو کر رہے گا یہ کسی کمزور انسان کا وعدہ نہیں جو ٹوٹ جائے یہ زمین وآسمان کے خالق و مالک کا وعدہ ہے جو ہو کر رہے گا اور اللہ تعالیٰ یہ کام کر کے رہیں گے۔

قرآنِ مجید میں کافی پیغام موجود ہے

﴿درس نمبر ۱۳۴۴﴾ ﴿الانبیاء ۱۰۵۔۱۰۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ :وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق كَتَبْنَا ہم نے لکھا فِي الزَّبُوْرِ زبور میں مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ بعد نصیحت کے اَنَّ الْاَرْضَ بے شک زمین يَرِثُهَا اس کے وارث ہوں گے عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ میرے نیک بندے اِنَّ فِيْ هٰذَا بلاشبہ اس میں لَبَلٰغًا البتہ کفایت ہے لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے عٰبِدِيْنَ جو عبادت کرنے والے ہیں

ترجمہ :۔اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے ۝ بیشک اس (قرآن) میں عبادت گزار لوگوں کے لئے کافی پیغام ہے۔

تشریح :۔ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ہم نے زبور میں نصیحت کے لئے لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے

۲۔بیشک اس قرآن میں عبادت گزار لوگوں کے لئے کافی پیغام ہے

ہم سب جانتے ہیں کہ چار آسمانی کتابیں ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہوئیں۔ زبور حضرت داود علیہ السلام پر' انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور آخری کتاب قرآن مجید آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی یہاں یہ اہم بات اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے ذکر یعنی تورات کے بعد نازل کی گئی کتاب زبور میں یہ حقیقت لکھ دی یعنی یہ حتمی فیصلہ لکھ دیا ہے کہ بے شک اس سرزمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے یعنی دنیا اور آخرت میں زمین کے حقیقی وارث صرف اور صرف وہ نیک بندے ہوں گے یعنی وہ مومن

بندے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔

بعض مفسرین نے الارض سے مراد جنت کی سرزمین مراد لی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے صالح بندوں کو جنت کا وارث بنائیں گے، جیسا کہ سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۷۴ میں بیان کیا گیا ہے وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ اور وہ (جنتی) کہیں گے کہ ''تمام تر شکر اللہ کا ہے جس نے ہم سے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا اور ہمیں اس سرزمین کا ایسا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنا ٹھکانہ بنا لیں۔ ثابت ہوا کہ بہترین انعام (نیک) عمل کرنے والوں کا ہے۔

جن مفسرین نے یہ معنیٰ لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو دنیا کی اس زمین کا وارث بنائیں گے ان کے نزدیک سورۃ النور کی آیت نمبر ۵۵ دلیل ہے وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ اور اُن کے لئے اُس دِین کو ضرور اقتدار بخشے گا جسے اُن کے لئے پسند کیا ہے اور اُن کو جو خوف لاحق رہا ہے، اس کے بدلے اُنہیں ضرور اَمن عطا کرے گا۔ (بس) وہ میری عبادت کریں، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور جو لوگ اس کے بعد بھی ناشکری کریں گے تو ایسے لوگ نافرمان ہوں گے۔

سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۲۸ بھی اس بات کی تائید کرتی ہے قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۔ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''اللہ سے مدد مانگو اور صبر سے کام لو۔ یقین رکھو کہ زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اُس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور آخری انجام پرہیز گاروں ہی کے حق میں ہوتا ہے۔

ان تمام آیتوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ دنیا اور آخرت کی کامیابی روئے زمین اور جنت کی وراثت کو پانے کا بہترین فارمولہ یہ ہے کہ بندۂ مومن اپنے اعمال صالحہ اور اخلاق حمیدہ کے ذریعہ صالحین کا درجہ پالے، جب وہ صالحین کی فہرست میں داخل ہو جائے گا تو اسے دنیا میں بھی غلبہ حاصل ہوگا اور آخرت میں بھی وہ جنت کا حامل و وارث بن جائے گا۔

قرآنِ مجید وہ مقدس آفاقی کتاب ہے جس میں رب ذوالجلال کی عبادت کرنے والوں کیلئے بہت بڑا پیغام اور مضمون موجود ہے، قرآن مجید کے اس پیغام اور مضمون کو جو جاننے کی کوشش کرے گا اور اس کے پیغام کو سمجھ کر نیک اعمال کی طرف راغب ہوگا اور آخرت کی جانب متوجہ ہوگا تو واقعی اپنی زندگی میں ایک کامیاب انسان قرار پائے گا۔

قرآنِ مجید میں گزری ہوئی قوموں سے متعلق خبریں دی گئی ہیں۔ قرآنِ مجید میں اعلیٰ سے اعلیٰ موثر و مفید مثالیں دی گئی ہیں، قرآن مجید میں نیک لوگوں کیلئے وعدے کئے گئے ہیں اور برے لوگوں کے لئے وعیدیں بیان کی گئی ہیں اور اس کتابِ مقدس میں نصیحتیں اور حکمت کی اہم ترین باتیں بیان کی گئی ہیں۔ یہ سب اللہ کے بندوں کیلئے کافی و وافی اور نافع و مفید ہیں۔ اللہ کے یہ نیک بندے قرآن مجید کے اس پیغام کے ذریعہ شیطان کی اطاعت سے نکل کر اللہ کی

اطاعت کی طرف منتقل ہوتے ہیں کہ اس قرآن کے پیغام کی برکت سے گمراہی سے نکل کر ہدایت کی جانب رخ کرتے ہیں اور نفسانی خواہشات سے نکل کر رب ذوالجلال کی رضامندی کے حصول میں لگ جاتے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۴۵﴾ رسولِ رحمت ﷺ سارے جہانوں کیلئے رحمت ہیں ﴿الانبیاء ۱۰۷﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ :وَمَآ اور نہیں اَرْسَلْنٰكَ ہم نے آپ کو بھیجا اِلَّا رَحْمَةً مگر رحمت بنا کر لِّلْعٰلَمِيْنَ جہان والوں کے لیے

ترجمہ:۔اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

تشریح:۔اس آیت میں صرف ایک بات بتلائی گئی ہے:

۱۔ہم نے اے پیغمبر! آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جتنے نبیوں اور رسولوں کو اس دنیا میں بھیجا ان تمام نبیوں کو مخصوص زمانہ کے لئے اور مخصوص علاقہ اور مخصوص قوم کے لئے نبی اور رسول بنا کر بھیجا جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے آپ کو اس بات کا احساس ہوگا۔

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا (الاعراف ۶۵:) اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ھود کو بھیجا

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحاً (الاعراف ۷۳:) اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا (الاعراف ۸۵:) اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ (الشعراء ۱۰۶) جبکہ ان کے بھائی نوح علیہ السلام نے کہا کہ کیا تمہیں اللہ کا خوف نہیں۔ ثُمَّ بَعَثْنَا مِن بَعْدِهِم مُّوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ (۱۰۳۔الاعراف) پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا۔

اس آیت سے بھی یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ان انبیاء کرام علیہم السلام کو صرف ان کی قوموں کی جانب بھیجا گیا تھا ثُمَّ بَعَثْنَا مِن بَعْدِهِ رُسُلاً إِلَىٰ قَوْمِهِمْ (۷۴: یونس) پھر نوح کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا اور یہ آیت بھی اس بات کی تائید کرتی ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (النحل ۳۶) اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو۔لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد رسولوں کی آمد کا سلسلہ رک گیا اور آسمان کا زمین سے رشتہ ٹوٹ چکا، جس کے نتیجہ میں ساری انسانیت گمراہی کا شکار ہو چکی تھی ہر طرف اندھیرا چھا گیا تھا، شرک اور کفر کا بول بالا تھا باطل معبودوں کو پوجنے والوں

سے یہ سرزمین بھر گئی تھی' ساری انسانیت کا رخ دوزخ کی طرف تھا' نیک لوگوں سے یہ زمین محروم ہوچکی تھی، قتل و غارت گری، ظلم و بربریت، زنا و فحاشی، شراب نوشی، جوا، سودخوری اور مفاد پرستی کے خوب چرچے تھے۔

اللہ تعالیٰ کو اس سسکتی انسانیت پر رحم آیا اور اس رب ذوالجلال نے ان انسانوں کی ہدایت کا منصوبہ بنایا اور قیامت تک کے سارے ہی انسانوں کی ہدایت کے لئے ارادہ کیا کہ ایک آخری نبی کو اس دنیا میں بھیجا جائے اور وہ نبی کسی خاص مدت اور کسی خاص قوم اور قبیلہ اور کسی خاص علاقہ کے لئے مخصوص نہ ہو بلکہ اس آخری نبی اور رسول کو قیامت تک کے سارے زمانوں کے لئے اور قیامت تک کے سارے انسانوں کے لئے اور دنیا جہاں کے لئے نبی اور رسول بنا کر بھیجا جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کی سرزمین میں آباد خاندانِ قریش میں ہاشم کے گھرانہ میں عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کے گھر میں ایک ایسا چشم و چراغ پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے محمد بن عبداللہ الامین کو آخری نبی اور آخری رسول بنا کر اور عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور یہ اعلان فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اے پیغمبر! ہم نے آپ کو سارے جہاں کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یہی وہ پیغمبر ہیں جن کی بعثت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں دعاء کی تھی۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ العَزِيزُ الحَكِيمُ (البقرہ ۱:۱۲۹) اے ہمارے رب آپ ان میں ایک رسول بھیجیں جو ان پر آپ کی آیات تلاوت کرے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے بے شک آپ زبردست اور بڑی حکمت والے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی جس آخری رسول کی خوشخبری یوں سنائی گئی وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُولٍ يَّأْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ أَحْمَدُ (۶۔الصّف) اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی خوشخبری میں تمہیں سنانے والا ہوں جس کا نام احمد ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ سارے جہانوں کے لئے رحمت ہیں' آپ انسانوں کے لئے بھی رحمت ہیں اور جنات کے لئے بھی رحمت ہیں' آپ جنگل کے جانوروں کے لئے بھی رحمت ہیں اور سمندروں اور پہاڑوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ آپ نباتات و جمادات کے لئے بھی رحمت ہیں اور آپ کائنات کے ہر ذرہ کے لئے بھی سراپا رحمت ہیں جس شخص نے اس رحمت کو اپنا لیا اور قبول کر لیا اور اس رحمت والی نعمت کا دل کی گہرائیوں سے شکر ادا کیا اس نے دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کر لی۔ اور جس نے اس عالمگیر رحمت سے منہ موڑ لیا اور اس کا انکار کر دیا وہ دنیا میں بھی خسارہ میں رہا اور آخرت میں بھی۔

کیا تم اطاعت قبول کرتے ہو؟

﴿درس نمبر ۱۳۴۶﴾ ﴿الانبیاء ۱۰۸۔تا۔۱۱۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ

اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ۝ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَــهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ : قُلْ آپ کہہ دیجئے اِنَّمَا يُوْحٰٓى یقیناوحی کی جاتی ہے اِلَيَّ میری طرف اَنَّمَآ اِلٰــهُكُمْ بلاشبہ تمہارا معبود ہے اِلٰهٌ وَّاحِدٌ معبود ایک ہی فَهَلْ اَنْتُمْ پھر کیا تم مُّسْلِمُوْنَ فرمانبرداری کرنے والے ہو فَاِنْ تَوَلَّوْا چنانچہ اگر وہ منہ موڑلیں فَقُلْ تو کہہ دیجئے اٰذَنْتُكُمْ میں نے تمہیں خبردار کر دیا ہے عَلٰى سَوَآءٍ برابری پر وَاِنْ اَدْرِيْٓ اور میں نہیں جانتا اَقَرِيْبٌ آیا قریب ہے اَمْ بَعِيْدٌ یا دور ہے مَّا تُوْعَدُوْنَ وہ جو تم وعدہ دیئے جاتے ہو اِنَّهٗ يَعْلَمُ بے شک وہ جانتا ہے الْجَــهْرَ مِنَ الْقَوْلِ پکار کر کہی ہوئی بات کو وَيَعْلَمُ اور وہ جانتا ہے مَا تَكْتُمُوْنَ اس کو جو تم چھپاتے ہو

ترجمہ:۔ کہہ دو کہ مجھ پر تو یہی وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے، تو کیا تم اطاعت قبول کرتے ہو؟ ۝ پھر بھی اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ میں نے تمہیں علی الاعلان خبردار کر دیا ہے اور مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ جس (سزا) کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ قریب ہے یا دور ۝ بیشک اللہ وہ باتیں بھی جانتا ہے جو بلند آواز سے کہی جاتی ہیں اور وہ باتیں بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔

تشریح:۔ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ کہہ دو کہ مجھ پر تو یہی وحی آئی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے۔

۲۔ کیا تم اطاعت قبول کرتے ہو؟

۳۔ پھر بھی اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ میں نے تمہیں علی الاعلان خبردار کر دیا ہے

۴۔ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ جس سزا کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ قریب ہے یا دور؟

۵۔ بے شک اللہ تعالیٰ وہ باتیں بھی جانتا ہے جو بلند آواز سے کہی جاتی ہیں اور وہ باتیں بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو

آسمانی ہدایات میں سب سے اہم ترین ہدایت وہ ہے جس کو توحید کہتے ہیں۔ ایک معبود کو تسلیم کرنا اور اسی ایک معبود کی عبادت کرنا آسمانی ہدایات کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کو اس آیت میں یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے یہ اعلان کر دیں کہ بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے، تم اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں اور مورتیوں کی جو عبادت کر رہے ہو ان بتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے' وہ پتھر کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں، اصل معبود اور حقیقی معبود تو وہی ایک اللہ ہے جس نے اپنی قوت، طاقت اور ارادہ سے زمین وآسمان، چاند وسورج، ستارے وسیارے، پہاڑ اور سمندر، جمادات ونباتات اور جن وانس وغیرہ کو پیدا کیا ہے۔

قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے وَاِلٰــهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

(۱۶۳۔البقرہ) اور تمہارا معبود ایک ہی ہے وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّآ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ (۷۳۔المائدہ) اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے ایک معبود کے قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔(۱۹۔الانعام) کہہ دیجئے کہ وہ ایک ہی معبود ہے۔ وَمَا أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا۟ إِلٰهاً وَاحِدًا۔(۳۱۔التوبہ) حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔ وَلِيَعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ (۵۲۔ابراہیم) اور بخوبی معلوم کرلیں کہ اللہ ایک ہی معبود ہے۔ إِذْ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوٓا۟ إِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ إِنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ (۵۱۔النحل) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماچکا ہے کہ دو معبود نہ بناو معبود تو صرف وہی اکیلا ہے۔ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ کیا تم ماننے والے ہو؟ اس سوال کے ذریعہ یہ تلقین کی جارہی ہے کہ اس حقیقت کو مان لوگے تو اسی میں تمہاری بھلائی، نجات اور کامیابی ہے۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی یہ الٹی میٹم دیا جارہا ہے کہ پیغمبر! توحید کو مدلل ومفصل سمجھانے کے باوجود اگر یہ مشرکین آپ کی دعوت قبول نہ کریں اور مسلسل آپ کے پیغام کی مخالفت کریں اور پیٹھ پھیرنے لگ جائیں تو آپ ببانگِ دہل بتلادیں کہ لوگو! میں نے حجت پوری کردی ہے اور صاف صاف طریقہ سے میں نے تمہیں توحید کے بارے میں بتلادیا ہے اور اسلام کی حقانیت کو دلیلوں سے سمجھادیا ہے اور نبوت کی دلیلیں بھی تمہارے سامنے معجزات کی شکل میں آچکی ہیں، اب تم پر کوئی چیز پوشیدہ بھی نہیں ہے اس کے باوجود بھی اگر نہیں مانو گے تو اس میں ہمارا نقصان نہیں بلکہ تمہارا ہی برا ہونے والا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھو کہ جس عذاب کا وعدہ تم سے کیا جارہا ہے وہ قریب ہے یا دور؟ اس کا مجھے علم نہیں ہے، اگر تم نے میری بات نہیں مانی تو میں تم سے بری ہوں اور تم مجھ سے بری ہو، جیسا کہ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۴۱ میں کہا گیا وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُل لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنتُم بَرِيٓـُٔونَ مِمَّآ أَعْمَلُ وَأَنَا۠ بَرِىٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ۔اور (اے پیغمبر!) اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو (ان سے) کہہ دو کہ : ''میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے۔ جو کام میں کرتا ہوں، اس کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے اور جو کام تم کرتے ہو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں۔''

میں نے تمہیں ساری باتیں بتلادی ہیں، عذاب تو برحق ہے اگر تم میری بات نہیں مانو گے لیکن یہ عذاب قریب ہے یا دور، ابھی آئے گا یا بعد میں؟ اس کا علم تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اللہ تعالیٰ تو ہر غیب کا علم رکھنے والا ہے، وہ ان باتوں کو بھی جانتا ہے جن کو اس کے بندے ظاہر کرتے ہیں اور ان باتوں سے بھی باخبر ہے جن کو اس کے بندے چھپاتے ہیں اور تم جو کچھ مسلمانوں کے سلسلہ میں حسد، بغض اور کینہ رکھتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بھی بخوبی باخبر ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۴۷﴾ اے پروردگار! حق کا فیصلہ کردیجئے ﴿الانبیاء ۱۱۱۔۱۱۲﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ قَالَ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ

الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوۡنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِنۡ اَدۡرِیۡ اور میں نہیں جانتا لَعَلَّهٗ فِتۡنَةٌ شاید کہ وہ آزمائش ہو لَّـكُمۡ تمہارے لیے وَمَتَاعٌ اور فائدہ اُٹھانا ہو اِلٰى حِيۡنٍ ایک وقت تک قٰلَ اس نے کہا رَبِّ اے میرے رب! احۡكُمۡ تو فیصلہ فرما بِالۡحَـقِّ حق کے ساتھ وَرَبُّنَا اور ہمارا رب الرَّحۡمٰنُ نہایت مہربان ہے الۡمُسۡتَعَانُ وہ جس سے مدد طلب کی جاتی ہے عَلٰى ان پر مَا تَصِفُوۡنَ جو تم بیان کرتے ہو

ترجمہ:۔ اور میں نہیں جانتا شاید (سزائیں) یہ (تاخیر) تمہارے لئے ایک آزمائش ہے اور کسی خاص وقت تک کے لئے مزے کرنے کا موقع دینا ہے O (آخرکار) پیغمبر نے کہا کہ: ''اے میرے پروردگار! حق کا فیصلہ کر دیجئے اور ہمارا پروردگار بڑی رحمت والا ہے اور جو باتیں تم بناتے ہو اُن کے مقابلے میں اُسی کی مدد درکار ہے۔''

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ میں نہیں جانتا شاید سزائیں یہ تاخیر تمہارے لئے یہ ایک آزمائش ہے

۲۔ کسی خاص وقت تک کے لئے مزے کرنے کا موقع دینا ہے

۳۔ آخرکار پیغمبر نے کہا کہ اے میرے پروردگار! حق کا فیصلہ کر دیجئے

۴۔ ہمارا پروردگار بڑی رحمت والا ہے

۵۔ جو باتیں تم بناتے ہو ان کے مقابلہ میں اسی کی مدد درکار ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ نے مشرکین کے سامنے ساری باتیں کھول کھول کر رکھ دیں اور اس عذاب کی دھمکی بھی دی جو ان کے جرائم اور نافرمانیوں کی پاداش میں رب ذوالجلال کی طرف سے نازل ہونے والی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ رسولِ رحمت ﷺ نے یہ بات بھی بتا دی کہ یہ جو عذاب میں تاخیر ہو رہی ہے کہ اتنی مخالفتوں، شرارتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اب تک تم پر جو عذاب آنا چاہیے تھا مگر نہیں آیا، اس بارے میں یہ بات سن لو کہ میں نہیں جانتا کہ عذاب کی تاخیر کی وجہ سے تمہاری آزمائش اور امتحان ہو اور اللہ تعالیٰ عذاب میں ڈھیل اور مہلت دے کر تمہاری آزمائش کر رہے ہیں اور تمہارا امتحان لے رہے ہوں اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ اور زیادہ مہلت دے کر تمہیں دنیا کی زندگی سے فائدہ پہنچانا چاہ رہے ہیں۔ اس لئے کہ اگر تمہیں مزید موقع دیا جاتا رہے گا اور دنیا کی زندگی کے اسباب اور وسائل تمہارے بڑھائے جاتے رہیں گے تو تمہاری شرارتیں اور تمہاری نافرمانیاں اور تمہارا کفر اور تمہارا شرک بڑھتا ہی چلا جائے گا اس طرح تم پر مزید عذاب اور سزا کی راہیں ہموار ہوں گی اس لئے اے مشرکو! جانتے بوجھتے تم اپنی جانوں پر ظلم مت کرو اور اپنے اوپر عذاب کو لازم کرنے کی تیاری مت کرو یہ سمجھداروں کا کام نہیں کہ غفلت پر غفلت برتی جائے، زندگی کے یہ اسباب اور عیش و آرام کے یہ وسائل تمہارے لئے فتنہ اور آزمائش کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں۔

رسولِ رحمت ﷺ نے رب ذوالجلال کی جانب متوجہ ہوکر فرمایا کہ قٰلَ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ کہا کہ اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما دیجئے اور ہمارا رب رحمن ہے جس سے ان باتوں کے مقابلہ میں مدد چاہی جاتی ہے جو تم لوگ بیان کرتے ہو۔ یعنی رسولِ رحمت ﷺ نے اللہ سے فرمایا کہ اے میرے پروردگار! اب آپ میرے اور میری قوم کے درمیان میں فیصلہ فرما دیجئے، اسلام کے ان دشمنوں کے سامنے کوئی ایسی صورت پیدا کر دیجئے جس سے اپنے بارے میں یہ دشمن سمجھ جائیں کہ وہ باطل پر ہیں۔

ظاہر ہے کہ رب ذوالجلال ہی یہ قدرت وطاقت رکھتے ہیں کہ حق پر قائم نبی اور باطل پر قائم قوم کے درمیان حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہیں اور اللہ کے وعدے اور وعیدیں بھی حق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے بھی حق ہیں اور اللہ تعالیٰ حق ہی کو پسند فرماتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام نے ایسے مواقع پر جب کہ ان کی قوموں نے مخالفت کا بازار گرم رکھا تو یہی کہا تھا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ (اعراف ۸۹) اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرما دے اور تو ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔''

وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ کے ذریعہ یہ حقیقت بھی بتلا دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو ایسی بلند وبرتر ہے کہ اس سے مدد طلب کی جا سکتی ہے اور مشرکوں اور کافروں کے مقابلہ میں اور ان کی سازشوں اور ناپاک کوششوں کے مقابلہ میں اللہ کی مدد ہی حق پر قائم افراد کو کامیابی سے ہمکنار کر سکتی ہے۔

سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ

یہ سورت ۱۰ ارکوع اور ۷۸ آیات پر مشتمل ہے۔

﴿درس نمبر ۱۳۴۸﴾ قیامت کا بھونچال بڑی زبردست چیز ہے ﴿الحج :۱۔۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ○ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اتَّقُوْا تم ڈرو رَبَّكُمْ اپنے رب سے اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ بے شک قیامت کا زلزلہ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ایک بہت بڑی چیز ہے يَوْمَ جس دن تَرَوْنَهَا تم اسے دیکھو گے تَذْهَلُ غافل ہوجائے گی كُلُّ مُرْضِعَةٍ ہر دودھ پلانے والی عَمَّآ اس سے جسے اَرْضَعَتْ اس نے دودھ پلایا تھا وَتَضَعُ اور ڈال دے گی كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ ہر حمل والی حَمْلَهَا اپنا حمل وَتَرَى اور آپ دیکھیں گے النَّاسَ لوگوں کو سُكٰرٰى نشے میں وَمَا حالانکہ نہیں ہوں گے هُمْ بِسُكٰرٰى وہ نشے میں وَلٰكِنَّ اور لیکن عَذَابَ اللّٰهِ اللہ کا عذاب شَدِيْدٌ شدید ہوگا

ترجمہ:۔ اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، یقین جانو کہ قیامت کا بھونچال بڑی زبردست چیز ہے ○ جس دن وہ تمہیں نظر آجائے گا اُس دن ہر دودھ پلانے والی اُس بچے (تک) کو بھول بیٹھے گی جس کو اُس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا بیٹھے گی اور لوگ تمہیں یوں نظر آئیں گے کہ وہ نشے میں بدحواس ہیں، حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہوگا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو ۲۔ یقین جانو کہ قیامت کا بھونچال بڑی زبردست چیز ہے

۳۔ جس دن وہ تمہیں نظر آجائے گا اس دن ہر دودھ پلانے والی اس بچے تک کو بھول بیٹھے گی جس کو اس نے دودھ پلایا ہے

۴۔ ہر حمل والی اپنا حمل گرا بیٹھے گی

۵۔ لوگ تمہیں یوں نظر آئیں گے کہ وہ نشے میں ہیں بدحواس ہیں حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے

۶۔ بلکہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہوگا

قرآنِ مجید میں کہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب کیا گیا تو کہیں یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہا گیا اور کہیں یٰٓاَھْلَ الْکِتَابِ کہا گیا تو کہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ ھَادُوْا کہا گیا اور چونکہ قرآن مجید ساری انسانیت کی ہدایت کیلئے اتارا گیا ہے تو قرآن مجید میں یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ سے بھی خطاب کیا گیا ہے یعنی اے لوگو! جس سے وہ ساری انسانیت مراد ہے جو رسولِ رحمت ﷺ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک روئے زمین پر زندہ تھے یا زندہ رہے یا رہیں گے۔

قرآنِ مجید میں ۱۸ مرتبہ سے زیادہ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ سے خطاب کیا گیا ہے جس سے محسوس ہوتا ہے کہ قرآن کے مخاطب صرف مومن و مسلمان نہیں بلکہ دنیا جہاں کے سارے لوگ ہیں۔ جن سورتوں اور آیتوں میں یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ سے خطاب کیا گیا ان کے حوالہ جات یہ ہیں: البقرہ ۲۱، البقرہ ۱۶۸، النساء ۱، النساء ۱۷۰، النساء ۱۷۴، الاعراف ۱۵۸، یونس ۵۷، یونس ۱۰۴، یونس ۱۰۸، الحج ۱، الحج ۵، الحج ۴۹، الحج ۷۳، لقمان ۳۳، فاطر ۳، فاطر ۵، فاطر ۱۵، الحجرات ۱۳۔

قرآنِ مجید ساری انسانیت کیلئے نازل کیا گیا ہے: ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ (آل عمران ۱۳۸:) یہ قرآن لوگوں کیلئے صاف پیغام ہے۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْآنِ (بنی اسرائیل ۸۹:) اور ہم نے قرآن میں لوگوں کیلئے سب باتیں طرح طرح سے بیان کردی ہیں۔ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ (الزمر ۲۷:) اور ہم نے لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان فرمائی ہیں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

اگر ہم مسلمان اس قرآن مجید کو دنیا جہاں کے ان سارے لوگوں تک پہنچاتے جن تک قرآن مجید کا پیغام اب تک نہیں پہنچا ہے تو ہمارے ملک بھارت میں یہ حالات پیش نہ آتے جو آج پیش آرہے ہیں اب بھی موقع ہے کہ ہم قرآن مجید کے اس پیغام کو ہم خود بھی سمجھیں اور اس پر عمل کریں اور اس کتاب الٰہی کے پیغام کو ان سارے برادران وطن تک پہنچانے کی تدبیریں اختیار کریں ظاہر ہے کہ یہ کام ملک کے موجودہ حالات میں آسان نہیں ہے لیکن ناممکن بھی تو نہیں ہے، اگر اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ رب ذوالجلال پر توکل کرتے ہوئے یہ کام کیا جائے تو ان شاء اللہ کامیابی کا حصول یقینی ہوگا۔

سورۃ الحج کی پہلی آیت میں سارے انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ حکم دیا جارہا ہے کہ اے لوگو! اللہ سے ڈرو۔ قرآن مجید کی بیسیوں آیتیں ایسی ہیں جن میں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا، وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (البقرہ ۱۹۴:) اور اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ بے شک اللہ متقیوں کے ساتھ ہے وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا أَنَّکُمْ مُّلٰقُوْہُ (البقر ۲۲۳:) اور اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو۔ یٰٓأَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ (۱۰۲۔ آل عمران) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ اور اللہ سے ڈرو جس قدر تم ڈر سکتے ہو۔

اس کے بعد قیامت کی ہولنا کی سے متعلق یہ بات کہی گئی کہ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہے۔ یہاں یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ اللہ کی نافرمانی سے بچ کراوراس کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے تم اپنے پروردگار کے عقاب وعذاب سے ڈرواور بچواس لئے کہ جب قیامت قائم ہوجائے گی اورلوگ قبروں سے زندہ کرکے اٹھائے جائیں گےتو اس وقت کی ہولنا کی کا عالم ناقابل تصور ہوگا قیامت کے دن کا بھونچال معمولی چیز نہیں بلکہ بڑی بھاری چیز ہے۔سورۃ الزلزال میں کہا گیا إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ٥ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا جب زمین اپنے بھونچال سے جھنجھوڑ دی جائے گی ٥ اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی ٥ سورۃ الحاقہ کی آیت نمبر ۱۴ اور ۱۵ میں کہا گیا: وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ٥ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھا کر ایک ہی ضرب میں ریزہ ریزہ کردیا جائے گا تو اس دن وہ واقعہ پیش آجائے گا جسے پیش آنا ہے۔اورسورۃ الواقعہ کی آیت نمبر ۴ اور ۵ میں کہا گیا إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ٥ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا جب زمین ایک بھونچال سے جھنجھوڑ دی جائے گی اور پہاڑوں کو پیس کر چورا کردیا جائے گا۔ جس دن قیامت کا یہ زلزلہ پیش آئے گا اس زلزلہ کی ہیبت اس قدر بھیانک ہوگی کہ دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور قیامت کی بھونچال کی وجہ سے حاملہ کا حمل ساقط ہوجائے گا۔قیامت کے اس زلزلہ کے خوف اور ہولنا کی کی وجہ سے اس کا حمل گرجائے گا اورلوگ اگرچہ کہ نشے میں نہیں ہوں گے لیکن خوف کی وجہ سے ان کی حالت ایسی ہوجائے گی گویا کہ وہ نشے میں ہیں اللہ کا عذاب اس قدر سخت ہوگا۔

﴿درس نمبر ۱۳۴۹﴾ شیطان کو دوست بنانے والوں کا انجام ﴿الحج ۳۔۴﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ٥ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ٥

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمِنَ النَّاسِ اور کچھ لوگ مَنْ يُّجَادِلُ جوجھگڑا کرتے ہیں فِي اللّٰهِ اللہ کی بابت بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے وَّيَتَّبِعُ اور وہ اتباع کرتے ہیں كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ہر سرکش شیطان کا كُتِبَ لکھ دیا گیا ہے عَلَيْهِ اس کی بابت اَنَّهٗ مَنْ کہ بیشک جو کوئی تَوَلَّاهُ اس سے دوستی کرے گا فَاَنَّهٗ تو بے شک وہ يُضِلُّهٗ اس کو گمراہ کردے گا وَيَهْدِيْهِ اور اس کی راہ نمائی کرے گا اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ عذاب جہنم کی طرف

ترجمہ:۔ اور لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں بے جانے بوجھے جھگڑے کرتے ہیں اور اُس

سرکش شیطان کے پیچھے چل کھڑے ہوتے ہیں O جس کے مقدر میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ جو کوئی اُسے دوست بنائے گا تو وہ اُس کو گمراہ کرے گا اور اُسے بھڑکتی دوزخ کے عذاب کی طرف لے جائے گا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں بے جانے بوجھے جھگڑے کرتے ہیں

۲۔اس سرکش شیطان کے پیچھے چل کھڑے ہوتے ہیں

۳۔جس کے مقدر میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ جو کوئی اسے دوست بنائے گا تو وہ اس کو گمراہ کر دے گا

۴۔اس بھڑکتی دوزخ کے عذاب کی طرف لے جائے گا

اس آیت کے شانِ نزول میں ابنِ کثیر نے یہ لکھا ہے کہ مشرکینِ مکہ میں سے ایک شخص نے رسولِ رحمت ﷺ سے کہا کہ ہمیں بتائیے کہ آپ کا رب سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا تانبے کا؟ اس پر آسمان میں ایک گرج پیدا ہوئی اس شخص کی کھوپڑی گر کر سامنے آ گئی اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک یہودی نے اس طرح کا سوال کیا جس پر بجلی آئی اور اسے ہلاک کر دیا اس قسم کے سوال کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو بے علمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور سرکش شیطان کا اتباع کرتے ہیں' شیطان نے جو کچھ ان کو پٹی پڑھا دیا ہے اسے مان لیتے ہیں اور شیطان جو سوالات ان کے ذہنوں میں ڈال دیتا ہے ان سوالات کو وہ آگے بڑھا دیتے ہیں چونکہ ان سوال کرنے والوں نے اپنے باطل معبودوں یعنی بتوں، معبودوں اور مورتیوں کو اس شکل میں دیکھا تھا کہ وہ یا تو پتھر سے بنے ہوتے ہیں یا تانبے یا پیتل یا سونے چاندی سے بنے ہوتے ہیں تو ان بے وقوفوں نے یہ سمجھ لیا کہ رب حقیقی اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح کی کسی دھات سے بنے ہوئے ہیں اور اس طرح کا سوال کر لیا کہ تمہارا رب تانبے سے بنا ہے یا چاندی سے بنا ہے یا سونے سے بنا ہے؟ چنانچہ ان لوگوں نے اس قسم کا سوال رسول رحمت ﷺ سے کیا تو قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کا اتباع کرتے ہیں۔

ہر قوم نے اپنے نبیوں کے ساتھ حق کے معاملہ میں جھگڑا کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے جھگڑے کے ذریعہ حق کو لڑکھڑا دیں جیسا کہ سورۃ الکھف کی آیت نمبر ۵۶ میں ہے وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ کافر لوگ باطل کے سہارے جھگڑتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس سے حق کو لڑکھڑا دیں، سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۲۰ میں بھی ہے وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔سورۂ مومن کی آیت نمبر ۶۹ میں کہا گیا أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنَّى يُصْرَفُونَ کیا تو نے نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں

میں جھگڑتے ہیں وہ کہاں پھیر دیئے جاتے ہیں؟ ان بے وقوفوں کی یہ ساری حرکتیں صرف اس لئے ہوتی ہیں کہ وہ سرکش شیطانوں کی اتباع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں ان کا جھگڑنا اور اللہ تعالیٰ کے افعال کے بارے میں اور مرنے کے بعد انہیں زندہ کرنے کی قدرت کے بارے میں ان بے وقوفوں کا جھگڑنا اس لئے ہے کہ ان کو نہ درست علم ہے اور نہ ہی ان کے پاس ایسی عقل سلیم ہے جو انہیں درست راستہ کی طرف رہنمائی کرسکے۔ یہ تو بس سرکش اور شریر شیطانوں کی اتباع کرتے ہیں۔

بعض مفسرین نے کہا کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جو جھگڑے کرتا تھا، وہ کہتا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور قرآن گزرے لوگوں کی کہانی ہے اور اللہ کسی مردہ کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے وغیرہ۔

اس بارے میں یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ جو کوئی شخص اس شیطان سے دوستی کرے گا وہ شیطان اسے گمراہ کر کے رکھ دے گا اور وہ شیطان اس انسان کو دہکتی ہوئی آگ کے راستہ پر یعنی دوزخ کے راستہ پر ڈال دے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ جو کوئی شخص شیطان کی اتباع کرے گا اور اس شیطان کو اپنا دوست بنائے گا اور اسکو اپنا مددگار سمجھے گا تو وہ شیطان ضرور اس شخص کو گمراہی کے دلدل میں پھنسا کر رکھ دے گا، شیطان سے دوستی کا نتیجہ سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں اور یہ گمراہی اس شخص کو جنت کے راستہ سے نکال کر دوزخ کے راستہ کی طرف ڈال دے گی، معلوم یہ ہوا کہ شیطان سے دوستی کا انجام دنیا میں یہ ہے کہ ایسا شخص گمراہی کا شکار ہو جائے گا اور آخرت میں وہ دوزخ کا ایندھن بن جائے گا۔

﴿درس نمبر ۱۳۵۰﴾ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے ﴿الحج: ۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنْ كُنْتُمْ اگر ہو تم فِيْ رَيْبٍ شک میں مِّنَ الْبَعْثِ دوبارہ جی اُٹھنے سے فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ تو بلاشبہ ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا مِّنْ تُرَابٍ مٹی سے ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ پھر نطفے سے ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ پھر جمے ہوئے خون سے ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ پھر گوشت کے لوتھڑے سے مُّخَلَّقَةٍ جو واضح شکل وصورت

والا ہے وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ اور جو غیر واضح شکل وصورت والا ہے لِّنُبَيِّنَ تا کہ ہم بیان کریں لَكُمْ تمہارے لیے وَ نُقِرُّ اور ہم ٹھہراتے ہیں فِي الْاَرْحَامِ رحموں میں مَا نَشَآءُ جس کو ہم چاہتے ہیں اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقرر وقت تک ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ پھر ہم تمہیں نکالتے ہیں طِفْلًا بچہ ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا پھر تا کہ تم پہنچو اَشُدَّكُمْ اپنی جوانی کو وَمِنْكُمْ اور بعض تم میں سے مَّنْ يُّتَوَفّٰى جو فوت کر دیئے جاتے ہیں وَمِنْكُمْ اور بعض تم میں سے مَّنْ يُّرَدُّ جو لوٹائے جاتے ہیں اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ ناکارہ عمر کی طرف لِكَيْلَا يَعْلَمَ تا کہ وہ نہ جانے مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ جاننے کے بعد شَيْئًا کچھ بھی وَتَرَى اور آپ دیکھتے ہیں الْاَرْضَ زمین کو هَامِدَةً خشک فَاِذَآ پھر جب اَنْزَلْنَا ہم اتارتے ہیں عَلَيْهَا الْمَآءَ اس پر پانی اهْتَزَّتْ وہ لہلہاتی ہے وَرَبَتْ اور ابھرتی ہے وَاَنْۢبَتَتْ اور وہ اگاتی ہے مِنْ كُلِّ زَوْجٍ ہر قسم کی بَهِيْجٍ خوش نما چیزیں

ترجمہ: ۔اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں کچھ شک ہے تو (ذرا سوچو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر ایک جمے ہوئے خون سے، پھر ایک گوشت کے لوتھڑے سے جو (کبھی) پورا بن جاتا ہے اور (کبھی) پورا نہیں بنتا تا کہ ہم تمہارے لئے (تمہاری) حقیقت کھول کر بتا دیں اور ہم (تمہیں) ماؤں کے پیٹ میں جب تک چاہتے ہیں ایک متعین مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تمہیں ایک بچے کی شکل میں باہر لاتے ہیں، پھر (تمہیں پالتے ہیں) تا کہ تم اپنی بھر پور عمر تک پہنچ جاؤ اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو (پہلے ہی) دنیا سے اٹھالئے جاتے ہیں اور تم میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جن کو بدترین عمر (یعنی انتہائی بڑھاپے) تک لوٹا دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی کچھ نہیں جانتے اور تم دیکھتے ہو کہ زمین مرجھائی ہوئی پڑی ہے، پھر جب ہم اُس پر پانی برساتے ہیں تو وہ حرکت میں آتی ہے، اُس میں بڑھوتری ہوتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوشنما چیزیں اُگاتی ہے۔

تشریح: ۔اس ایک آیت میں تیرہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں کچھ شک ہے تو ذرا سوچو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے

۲۔پھر نطفے سے' پھر ایک جمے ہوئے خون سے' پھر ایک گوشت کے ٹکڑے سے جو کبھی پورا بن جاتا ہے اور کبھی پورا نہیں بنتا

۳۔تا کہ ہم تمہارے لئے تمہاری حقیقت کو کھول کر بتا دیں

۴۔ہم تمہیں ماؤں کے پیٹ میں جب تک چاہتے ہیں ایک متعین مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں

۵۔پھر تمہیں ایک بچے کی شکل میں باہر لے آتے ہیں

۶۔پھر تمہیں پالتے ہیں تا کہ تم اپنی بھر پور عمر تک پہنچ جاو

۷۔ تم میں سے بعض وہ ہیں جو پہلے ہی دنیا سے اٹھا لئے جاتے ہیں

۸۔ تم میں سے بعض وہ ہیں جن کو بدترین عمر یعنی انتہائی بڑھاپے تک لوٹا دیا جاتا ہے

۹۔ یہاں تک کہ وہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی کچھ نہیں جانتے

یہاں ان لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے جو مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہیں یہ بات کہی جارہی ہے کہ اگر تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے بارے میں شک ہے تو تم اپنی پیدائش سے پہلے کے حالات پر غور کرو۔ جس پروردگار نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور وہ اگر تم کو مٹی سے پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہے جبکہ تم کچھ بھی نہیں تھے تو وہ تم کو دوبارہ پیدا کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا یقین تمہیں اس وقت ہوگا جب تم تمہاری پیدائش سے لے کر تمہاری وفات تک کے تمام سات مرحلوں پر غور و فکر کرو' اگر تم ان سات مرحلوں پر غور کرو گے تو تم پر یہ بات کھل جائے گی کہ جس پروردگار نے انسان کو ان سات مرحلوں سے گزارا وہ ضرور اس انسان کو اس کے مرجانے اور گل سڑ جانے کے باوجود دوبارہ پیدا کرسکتا ہے۔ انسان کی زندگی کا پہلا مرحلہ فَإِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ پس ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا یعنی تم سب انسانوں کی اصل یعنی حضرت آدم علیہ السلام جو ابوالاباء ہیں اور دنیا کے سب سے پہلے انسان ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا اور انسان اس حقیقت پر بھی غور کرے کہ یہ جو منی ہے یہ انہی نباتات سے بنتی ہے جو نباتات پانی اور مٹی سے پیدا ہوتے ہیں انسان پھل پھلاریاں یا ترکاریاں یا غلہ کھاتا ہے یہ ساری چیزیں پانی اور مٹی کے اشتراک سے پیدا ہوتی ہیں۔

انسان کی زندگی کا دوسرا مرحلہ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ مٹی سے پیدا ہونے والی غذاوں سے وہ نطفہ پیدا ہوتا ہے جس کو منی کہتے ہیں جس مرد اور عورت کی منی کا اختلاط ہوتا ہے وہ دوسرا مرحلہ ہے۔

انسان کی زندگی کا تیسرا مرحلہ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ پھر یہی نطفہ یعنی منی چالیس دن کی مدت کے بعد جمے ہوئے خون میں تبدیل ہوجاتا ہے یہ انسان کی زندگی کا تیسرا مرحلہ ہوتا ہے۔

انسان کی زندگی کا چوتھا مرحلہ یہی جما ہوا خون چالیس دن کی مدت میں گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے یہی گوشت کا لوتھڑا اگلے مراحل کی طرف رواں دواں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ رحم مادر میں اس کی صورت بن جاتی ہے اور اس کے سارے حواس تشکیل پاتے ہیں اور اگر مقدر میں اس گوشت کے لوتھڑے کو تخلیق کے اگلے مراحل کی طرف جانا نہ ہوا تو یہی گوشت کا لوتھڑا ساقط ہوجاتا ہے گویا گوشت کے اس لوتھڑے کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک مُخَلَّقَةٍ یعنی ایسا لوتھڑا جس میں نہ کوئی نقص ہو اور نہ کوئی عیب ہو یعنی کامل تخلیق۔ اور غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ یعنی ایسا لوتھرا جو ابھی برابر نہ ہوا ہو جس میں نقص اور عیب ہو۔

اللہ تعالیٰ نے بالتدریج اور مختلف مراحل کے ساتھ انسان کو اس لئے پیدا کیا تاکہ اس سے رب ذوالجلال کی قدرت کا انسانوں کو علم و احساس ہو اور رب ذوالجلال کی کامل قدرت کا اندازہ بھی ہو' اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے ماں

کے پیٹوں میں اس بچہ کو ٹھہرائے رکھتے ہیں آٹھ ماہ یا نو ماہ وغیرہ۔

انسانی زندگی کا پانچواں مرحلہ یہ ہے کہ ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا پھر ہم تمہیں ایک بچہ کی شکل میں باہر لاتے ہیں۔یعنی تم کو تمہاری ماوں کے پیٹوں سے کمزور بدن والا اور کمزور عقل اور حواس والا بچہ بنا کر نکالتے ہیں۔ پھر دھیرے دھیرے ہر بچہ بڑھتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ دھیرے دھیرے اس میں قوت وطاقت عطا کرتے رہتے ہیں۔

انسانی زندگی کا چھٹواں مرحلہ۔یہی انسان جو چھوٹے سے بچہ کی شکل میں تھا وہی چند سالوں میں عقل، حواس اور بدن کے تمام اعضاء کے اعتبار سے ہر پہلو سے طاقتور بن جاتا ہے اور بھر پور جوانی پر قدم رکھنے لگتا ہے، جسمانی طاقت بھی بھر پور، سمجھ شعور اور عقل بھی بھر پور، یہ زمانہ اٹھارہ سال سے لے کر تیس سال تک کا ہوتا ہے۔بعض مفسرین نے تیس سال سے چالیس سال کی عمر کے اس دور کو بھر پور جوانی کی عمر بتلائی ہے۔اس بھر پور جوانی میں یا تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی کبھی اس بھر پور جوانی ہی میں وفات پا جاتا ہے یا انتہائی بڑھاپے کی عمر تک پہنچ جاتا ہے اور یہی ساتواں مرحلہ ہے اور بڑھاپا بھی اس قدر نکمی عمر کو پہنچ جاتا ہے جس میں انسان کا علم ختم ہو جاتا ہے پہلے سے جو چیزیں اس کے علم میں تھیں وہ بھی ذہن سے غائب ہو جاتی ہیں تھوڑی بہت باتیں جن کا تعلق بھوک اور پیاس وغیرہ سے رہتا ہے وہ یاد رہ جاتی ہیں۔

ایک مثال سے اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد زندہ ہونے کی حقیقت سمجھا رہے ہیں کہ دیکھو! زمین سوکھ جاتی ہے اس طرح کہ اس میں نہ کوئی سبزی نظر آتی ہے اور نہ گھاس اور نہ ہی دانہ یہ زمین بالکل مردہ پڑ جاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اس زمین پر اپنی رحمت کی بارش نازل فرما دیتے ہیں تو اس زمین میں ہری بھری گھاس نکل آتی ہے لہلہاتی کھیتیاں نظر آنے لگتی ہیں جس طرح یہ مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اس میں زندگی آجاتی ہے اسی طرح ہم مردہ انسان کو دوبارہ زندہ کر دیتے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۵۱﴾ قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے ﴿الحج ۶۔۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ یہ بہ سبب اس کے ہے کہ بے شک اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ اللہ ہی حق ہے وَاَنَّهٗ اور بلاشبہ وہی يُحْيِ الْمَوْتٰى مردوں کو زندہ کرتا ہے وَاَنَّهٗ اور بے شک وہی عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہر چیز پر خوب قادر ہے وَّاَنَّ اور بلاشبہ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ قیامت آنے والی ہے لَّا رَيْبَ کوئی شک نہیں فِيْهَا اس میں وَاَنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ يَبْعَثُ دوبارہ اُٹھائے گا مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ان کو جو قبروں میں ہیں

ترجمہ:۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی کا وجود برحق ہے اور وہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے

اور وہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے O اور اس لئے کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے اور اس لئے کہ اللہ اُن سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کرے گا جو قبروں میں ہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی کا وجود برحق ہے

۲۔ وہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے ۳۔ وہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے

۴۔ اس لئے کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے

۵۔ اس لئے کہ اللہ ان سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کرے گا جو قبروں میں ہیں۔

کائنات کا یہ سارا نظام اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ اس نظام کے پیچھے صرف اور صرف ایک اللہ ہی کی طاقت کام کر رہی ہے جو برحق ہے۔ زمین کا پھلوں اور ترکاریوں اور اناج کا اگانا، آسمان کا بغیر ستون کے قائم رہنا' سورج کا روزانہ طلوع اور غروب ہونا، چاند کا اپنی منزلیں اپنے وقت پر طئے کرنا' دن اور رات کا یکے بعد دیگرے آنا، بادلوں سے بارشوں کا ہونا، سمندروں اور پہاڑوں کا وجود' جمادات ونباتات کا وجود، انس وجن کی تخلیق، آگ ہوا پانی اور مٹی کی اپنی کارکردگی وغیرہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان سب کا خالق ومالک ایک ہی ہے جس کو اللہ کہتے ہیں ذَالِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی کا وجود برحق ہے اور وہی اللہ ہے جس کے پاس یہ طاقت وقدرت ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرسکتا ہے دنیا کا کوئی بادشاہ، دنیا کا کوئی پہلوان، دنیا کا کوئی ڈاکٹر کسی مردہ کو زندہ نہیں کرسکتا، مردوں کو زندہ کرنے والی اس ربانی خصوصیت کا تذکرہ قرآن مجید کی دیگر آیتوں میں بھی ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۷۳ میں کہا گیا كَذَالِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکالنے والا ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۹۵ میں یہی بات کہی گئی إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔ وہ جاندار چیزوں کو بے جان چیزوں سے نکال لاتا ہے اور وہی بے جان چیزوں کو جاندار چیزوں سے نکالنے والا ہے۔

مردہ کو زندہ کرنے کی طاقت رب ذوالجلال میں اس لئے ہے کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے وَإِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ وہ بے عزت کو عزت بخش سکتا ہے، وہ کمزور کو توانا بنا سکتا ہے، وہ بیمار کو تندرست بنا سکتا ہے، وہ غریب کو مالدار بنا سکتا ہے، وہ شکست خوردہ انسان کو فتح کا علمبردار بنا سکتا ہے' وہ نقصان کی کھائی میں گرنے والے کو نفع کی بلندی تک پہنچا سکتا ہے۔ وہ ہر ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اس کے بعد قیامت کے دن کے سلسلہ میں یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا اور بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ قیامت کا واقع ہونا ایسے ہی یقینی ہے جیسے

سورج کے نکلنے پر دن کا آنا یقینی ہے قیامت کو قرآن مجید میں مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔قیامت کو اَلسَّاعَۃُ بھی کہا گیا جیسا کہ سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۸۵ میں ہے وَاِنَّ السَّاعَۃَ لَاٰتِیَۃٌ اور قیامت تو ضرور آنے والی ہے۔قیامت کو یوم القیامہ بھی کہا گیا فَاللّٰہُ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (البقرہ ۱۱۳) پس اللہ قیامت کے دن ان کے اس اختلاف کا فیصلہ ان کے درمیان کردے گا۔قیامت کے دن کو یوم الآخرۃ بھی کہا گیا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (البقرہ ۸) قیامت کے دن کو اَلْیَوْمِ الْمَوْعُوْد بھی کہا جاتا ہے۔وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ (البروج ۲) قیامت کے دن کو یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ بھی کہا گیا ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسُ (ہود: ۱۰۳) وہ دن جس میں سب لوگ جمع کئے جائیں گے۔اور قیامت کے دن کو یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ بھی کہا گیا ہے وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ (ہود: ۱۰۳) اور وہ وہ دن ہے جس میں حاضر کئے جائیں گے۔اور قیامت کے دن کو یَوْمُ التَّلَاقِ بھی کہا گیا یَوْمُ التَّلَاقِ (مومن ۱۵) اس دن اللہ تعالیٰ قبروں میں پڑے ہوئے سارے ہی لوگوں کو زندہ کرکے اٹھائیں گے اور یہ ساری انسانیت پروردگار کے روبرو میدان محشر میں جمع ہوگی۔

﴿درس نمبر ۱۳۵۲﴾ اللہ اپنے بندوں پر ظلم ڈھانے والا نہیں ہے ﴿الحج ۸۔۹۔۱۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ھُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ۝ ثَانِیَ عِطْفِہٖ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ لَہٗ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّنُذِیْقُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَذَابَ الْحَرِیْقِ ۝ ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدٰکَ وَاَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے بعض مَنْ یُّجَادِلُ وہ ہے جو جھگڑا کرتا ہے فِی اللّٰہِ اللہ کی بابت بِغَیْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے وَّلَا ھُدًی اور بغیر ہدایت کے وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ اور بغیر روشن کتاب کے ثَانِیَ درآنحالیکہ وہ موڑنے والا ہے عِطْفِہٖ اپنا پہلو لِیُضِلَّ تا کہ وہ گمراہ کرے عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اللہ کی راہ سے لَہٗ اس کے لیے فِی الدُّنْیَا دنیا میں خِزْیٌ رسوائی ہے وَّنُذِیْقُہٗ اور ہم اسے چکھائیں گے یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن عَذَابَ الْحَرِیْقِ عذاب جلانے والا ذٰلِکَ بِمَا یہ اس وجہ سے ہے جو قَدَّمَتْ آگے بھیجا یَدٰکَ تیرے دونوں ہاتھوں نے وَاَنَّ اللّٰہَ اور بلاشبہ اللہ لَیْسَ بِظَلَّامٍ نہیں ظلم کرنے والا لِّلْعَبِیْدِ بندوں پر

ترجمہ:۔ اور لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں، حالانکہ اُن کے پاس نہ کوئی علم ہے، نہ ہدایت اور نہ کوئی روشنی دینے والی کتاب O وہ تکبر سے اپنا پہلو اکڑائے ہوئے ہیں تا کہ دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے گمراہ کریں۔ایسے ہی شخص کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اُسے جلتی ہوئی

آ گ کا مزہ چکھائیں گے O (کہ) یہ سب کچھ تیرے اُس کرتوت کا بدلہ ہے جو تو نے اپنے ہاتھوں سے آگے بھیجا تھا اور یہ بات طے ہے کہ اللہ بندوں پر ظلم ڈھانے والا نہیں ہے۔

تشریح: ۔ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں :

ا۔لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں

۲۔حالانکہ ان کے پاس نہ کوئی علم ہے نہ ہدایت اور نہ کوئی روشنی دینے والی کتاب

۳۔وہ تکبر سے اپنا پہلوا کڑائے ہوئے ہیں ۴۔تا کہ دوسروں کو بھی اللہ کے راستہ سے گمراہ کریں

۵۔ایسے ہی شخص کے لئے دنیا میں رسوائی ہے

۶۔قیامت کے دن ہم اسے جلتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے

۷۔یہ سب کچھ تیرے اس کرتوت کا بدلہ ہے جو تو نے اپنے ہاتھوں سے آگے بھیجا تھا

۸۔یہ بات طے ہے کہ اللہ بندوں پر ظلم ڈھانے والا نہیں ہے

یہ آیت ان لوگوں کے سلسلہ میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں بے تکی باتیں اور سوالات کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو دین ان کی نجات کے لئے بھیجا ہے اس دین کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس نہ کوئی علم ہے اور نہ ان کی عقل ایسی ہے جو ان کی رہبری کر سکے اور نہ ہی ان کے پاس کوئی ایسی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہو۔ ہر اعتبار اور ہر پہلو سے جاہل اور غافل لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب ہدایت کی باتیں ان کے سامنے کی جاتی ہیں تو وہ ان باتوں کو قبول کرنے کے بجائے تکبر کے انداز میں گردن موڑ کر چلے جاتے ہیں اور خود بھی گمراہی کے دلدل میں پھنس جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو صرف اپنی ناقص رائے اور اپنی خواہش کی اتباع میں لگے ہوئے ہیں، ان بدبختوں کا نشانہ یہی ہے کہ وہ اللہ کے اس دین سے لوگوں کو روکیں جس دین میں خیر ہی خیر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی، بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت میں جس شخص کا ذکر ہے وہ اخنس بن شریق ہے اور بہت سے مفسرین نے یہ بات کہی ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی۔

یہ آیت ہر اس شخص کی مذمت کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات اور اس کے اقوال وافعال کے بارے میں بے تکی باتیں کرے اور رب ذوالجلال کی گستاخی کرے۔ حق کے معاملہ میں جھگڑا کرنے والوں کے سلسلہ میں سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۶ میں یوں کہا گیا يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ۔ وہ اس حق کے بارے میں اس کے بعد کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا آپ سے اس طرح جھگڑ

رہے تھے گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جا تا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں۔ سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۱۳ میں فرمایا گیا وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ۔ کفار اللہ کی بابت لڑ جھگڑ رہے ہیں اور اللہ سخت قوت والا ہے۔ سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۲۰ میں بھی ان بدبختوں کا تذکرہ ہے جو بغیر کسی علم اور رہبری کے اور روشن کتاب کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ۔ بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔ ایسے بدبختوں کے لئے دنیا میں ذلت اور آخرت میں آگ کی سزا سنائی جا رہی ہے کہ لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ۔ یعنی ایسے لوگوں کا انجام جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں یہ ہوگا کہ دنیا میں تو ان کی ذلت، خواری اور رسوائی ہوگی، جیسا کہ مکہ کے مشرکین کا انجام جنگ بدر کے دن ہوا کہ بڑے بڑے سردار ہلاک ہوئے اور قید ہو کر انہوں نے رسوائی کا منہ دیکھا اور آخرت میں ان کا انجام یہ ہے کہ بھسم کر دینے والی آگ کے عذاب میں وہ مبتلا ہوں گے۔

دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب کی وجہ یہاں بتلائی جا رہی ہے کہ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ۔ یہ دنیا کی رسوائی اور آخرت کا عذاب اس لئے ہوا اور ہوگا کہ تیرے ہاتھوں نے جو کرتوت انجام دیئے کہ کفر بھی کیا اور دیگر گناہ بھی کئے اور اللہ تعالیٰ کا ان کافروں کو اس برے انجام تک پہنچانا عین انصاف ہے، رب ذوالجلال کے اس فیصلہ میں ذرہ برابر ظلم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے وَأَنَّ اللهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ اور بے شک اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتے' اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ ایمان والوں کو نیک بدلہ عطا فرماتے ہیں۔ سورۃ النجم کی آیت نمبر ۳۱ میں یہی بات کہی گئی لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاؤُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى نتیجہ یہ ہے کہ جنہوں نے بُرے کام کئے ہیں، وہ اُن کو اُن کے عمل کا بھی بدلہ دے گا اور جنہوں نے نیک کام کئے ہیں، اُن کو بہترین بدلہ عطا کرے گا۔

﴿درس نمبر ۱۳۵۳﴾ اس شخص نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی ﴿الحج :۱۱۔۱۲۔۱۳﴾

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ ۨ اطْمَأَنَّ بِهِ ۚ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝ يَدْعُوا مِن دُونِ اللهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنفَعُهُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيدُ ۝ يَدْعُوا لَمَن ضَرُّهُ أَقْرَبُ مِن نَّفْعِهِ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيرُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمِنَ النَّاسِ اورلوگوں میں سے بعض مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وہ ہے جو اللہ کی عبادت کرتا ہے عَلٰى حَرْفٍ ایک کنارے پر فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ چنانچہ اگر اس کو پہنچے بھلائی اطْمَاَنَّ وہ مطمئن ہوجاتا ہے بِهٖ اس پر وَاِنْ اور اگر اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اس کو کوئی فتنہ پہنچے انْقَلَبَ الٹا پھر جاتا ہے عَلٰى وَجْهِهٖ اپنے منہ کے بل خَسِرَ اس نے خسارہ اُٹھایا الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ دنیا اور آخرت میں ذٰلِكَ هُوَ یہی ہے وہ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ صریح خسارہ يَدْعُوْا وہ پکارتا ہے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا مَا لَا يَضُرُّهٗ اس کو جو اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا وَمَا اور اس کو جو لَا يَنْفَعُهٗ اسے نفع نہیں دے سکتا ذٰلِكَ هُوَ یہی ہے وہ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ دور کی گمراہی يَدْعُوْا وہ پکارتا ہے لَمَنْ اس شخص کو ضَرُّهٗٓ جس کا نقصان اَقْرَبُ زیادہ قریب ہے مِنْ نَّفْعِهٖ اس کے نفع سے لَبِئْسَ الْمَوْلٰى البتہ بُرا ہے کارساز وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ اور البتہ بُرا ہے ساتھی

ترجمہ:۔ اور لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو ایک کنارے پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ چنانچہ اگر اُسے (دنیا میں) کوئی فائدہ پہنچ گیا تو وہ اُس سے مطمئن ہوجاتا ہے اور اگر اُسے کوئی آزمائش پیش آ گئی تو وہ منہ موڑ کر (پھر کفر کی طرف) چل دیتا ہے۔ ایسے شخص نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی۔ یہی تو کھلا ہوا گھاٹا ہے O وہ اللہ کو چھوڑ کر اُن کی عبادت کرتا ہے جو نہ اُسے نقصان پہنچا سکتے ہیں، نہ کوئی فائدہ دے سکتے ہیں۔ یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے O یہ ایسے (جھوٹے خدا) کو پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے فائدے سے زیادہ قریب ہے۔ ایسا مددگار بھی کتنا بُرا ہے اور ایسا ساتھی بھی کتنا بُرا؟

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو ایک کنارے پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔

۲۔ چنانچہ اگر اسے دنیا میں کوئی فائدہ پہنچ گیا تو وہ اس سے مطمئن ہوجاتا ہے۔

۳۔ اگر اسے کوئی آزمائش پیش آ گئی تو وہ منہ موڑ کر پھر کفر کی طرف چل دیتا ہے

۴۔ ایسے شخص نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی کھوئی ۵۔ یہی تو کھلا ہوا گھاٹا ہے

۶۔ وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ کوئی فائدہ دے سکتے ہیں

۷۔ یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے

۸۔ یہ ایسے جھوٹے خدا کو پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے فائدے سے زیادہ قریب ہے

۹۔ ایسا مددگار بھی کتنا برا ہے؟ اور ایسا ساتھی بھی کتنا برا؟

پچھلی آیت میں بعض ایسے لوگوں کا ذکر تھا جو بغیر علم وہدایت کے اور بغیر کسی روشن کتاب کے اللہ کی ذات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ اس آیت میں ایسے بعض لوگوں کا تذکرہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح

کرتے ہیں جیسے کوئی کنارہ پر ہو کہ اگر اس کو کوئی بھلائی پہنچ گئی تو اس کی وجہ سے مطمئن ہو گیا اور اگر بھلائی کے بجائے کچھ آزمائش آ گئی اور مصیبت، پریشانی اور سختی آ گئی تو اپنے چہرہ کے بل پلٹ گیا، ایسا شخص دنیا اور آخرت دونوں اعتبار سے تباہ و برباد ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ یہی کھلی ہوئی تباہی ہے کہ ایسا شخص اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتا ہے جو اسے نہ ضرر اور نقصان دے سکے اور نہ ہی اسے نفع دے۔ اس آیت سے وہ بدبخت مراد ہیں جو دل کی گہرائی سے اللہ کی محبت میں ڈوب کر عبادت نہیں کرتے بلکہ دلوں میں شک کی بیماری پالتے ہوئے عبادت کرتے ہیں ان کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو کسی وادی کے کنارے کھڑا ہوا ہو یا اس شخص کی مثال اس کی طرح ہے جو کسی فوج کے بیچ میں کھڑے ہونے کے بجائے فوج کے کسی کنارے پر کھڑا ہوتا ہے تا کہ شکست کا اندیشہ ہو تو بھاگ جائے یہ ایسا شخص ہے جس کا دل اپنے ایمان پر مطمئن نہیں ہے اور اس کا دین کھوکھلا ہوتا ہے مضبوط نہیں ہوتا، ایسے شخص کی نیت بھی سچی اور اچھی نہیں ہوتی اور وہ عبادت میں مخلص بھی نہیں ہوتا، ایسے لوگوں کا شمار منافقوں میں ہوتا ہے کہ وہ اس دل کی طرح ہو جو دل جسم کے درمیان میں ہوتا ہے، ایسے لوگوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ ان کو خوب غنیمت کا مال ملتا ہے اور خوب دولت ملتی ہے تو اس دین سے راضی اور خوش رہتے ہیں اور اگر انہیں کوئی بیماری آ گئی یا اولاد سے محرومی ہو گئی یا پھل اور اناج سے محرومی ہو گئی تو وہ ایمان سے منہ پھیر کر کفر کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ دنیا میں بھی خسارہ میں ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی۔ ان کی دنیا بھی گھاٹے میں ہوتی ہے اور آخرت بھی۔ ایسے لوگوں کو نہ دنیا میں عزت ملتی ہے اور نہ غنیمت کا مال ملتا ہے اور نہ کوئی مقام و مرتبہ نصیب ہوتا ہے اور نہ ہی آخرت کا ثواب انہیں ملتا ہے یہی سب سے بڑا خسارہ ہے اور واضح نقصان ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ ایک شخص مدینہ منورہ آیا اس کی بیوی کو حمل تھا اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو گیا اور اس کے گھوڑوں کے بھی بچے پیدا ہو گئے تو اس پر وہ یہ کہتا تھا کہ واقعی یہ دین یعنی اسلام بہت اچھا دین ہے اور اگر اس کی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا نہ ہوا اور گھوڑی نے بچے نہ دیئے تو کہتا تھا کہ یہ اچھا دین نہیں ہے، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک یہودی نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد اس کی بینائی جاتی رہی اور مال بھی چلا گیا اور اس کی اولاد بھی ختم ہو گئی اس نے اسلام کو منحوس سمجھا اور رسول رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری بیعت توڑ دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا اسلام کی بیعت توڑی نہیں جاتی وہ کہنے لگا کہ اس دین میں مجھے خیر نہیں ملا، میں اندھا ہو گیا، میرا مال بھی گیا اور اولاد بھی گزر گئی۔ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا اے یہودی! لوگوں کو اسلام بطور امتحان پگھلا دیتا ہے جیسا کہ لوہے اور سونے اور چاندی کو آگ پگھلا کر کھوٹ اور میل دور کر دیتی ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿درس نمبر ۱۳۵۴﴾ قرآنِ مجید کو کھلی نشانیوں کی صورت میں اُتارا گیا ﴿الحج ۱۴۔۱۵۔۱۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ○ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ○ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ بے شک اللہ داخل کرے گا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے نیک عمل کیے جَنّٰتٍ ایسے باغات میں تَجْرِيْ کہ بہتی ہیں مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے نیچے نہریں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے مَنْ كَانَ يَظُنُّ جو شخص گمان کرتا ہے اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ کہ ہرگز اللہ مدد نہیں کرے گا اس کی فِي الدُّنْيَا دنیا میں وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ تو چاہیے کہ وہ ایک رسی دراز کرے اِلَى السَّمَآءِ آسمان تک ثُمَّ لْيَقْطَعْ پھر چاہیے کہ وہ کاٹ دے فَلْيَنْظُرْ پھر چاہیئے کہ وہ دیکھے هَلْ يُذْهِبَنَّ کیا لے جاتی ہے كَيْدُهٗ اس کی تدبیر مَا يَغِيْظُ اس کے غصے کو وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح اَنْزَلْنٰهُ ہم نے نازل کیا اس کو اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ آیاتِ واضحہ وَّاَنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

ترجمہ:۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں اللہ یقیناً ان کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یقیناً اللہ ہر وہ کام کرتا ہے جس کا ارادہ کر لیتا ہے ○ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ دنیا اور آخرت میں اس (پیغمبر) کی مدد نہیں کرے گا تو وہ آسمان تک ایک رسی تان کر رابطہ کاٹ ڈالے، پھر دیکھے کہ کیا اُس کی یہ تدبیر اُس کی جھنجلاہٹ دور کرسکتی ہے؟ ○ اور ہم نے اس (قرآن) کو کھلی کھلی نشانیوں کی صورت میں اسی طرح اُتارا ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گی ہیں:

۱۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں اللہ یقیناً ان کو اپنے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی

۲۔ یقیناً اللہ ہر وہ کام کرتا ہے جس کا ارادہ کر لیتا ہے

۳۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ دنیا اور آخرت میں اس پیغمبر کی مدد نہیں کرے گا تو وہ آسمان تک ایک رسی تان کر رابطہ کاٹ ڈالے

۴۔ پھر دیکھے کہ کیا اس کی یہ تدبیر اس کی جھنجھلاہٹ دور کر سکتی ہے؟

۵۔ ہم نے اس قرآن کو کھلی کھلی نشانیوں کی صورت میں اسی طرح اتارا ہے

۶۔ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

پچھلی آیتوں میں کافروں اور مشرکوں کے کفر اور شرک کی تفصیلات بیان کی گئیں اور ان کے برے انجام کی حقیقت سے آگاہ کیا گیا' یہاں ان لوگوں کی نیک انجامی بتلائی جا رہی ہے جو اس دنیا میں ایمان والی زندگی بسر کرتے ہیں اور نیک اعمال سے اپنے ایمان کو زینت اور رونق بخشتے ہیں کہ ایسے خوش نصیب لوگوں کو ہماری وہ جنت عطا کی جائے گی جس کے نیچے دودھ، شہد، پانی اور شراب کی نہریں ہوں گی۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر یہ خوشخبری سنائی گئی ہے:

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۲ میں یوں ہے مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوشخبری دو جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور آیت نمبر ۸۲ میں کہا گیا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک کام کریں وہ جنتی ہیں جو جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ اختیار کرنے والوں کو دوسری خوشخبریاں بھی قرآن مجید میں دی گئی ہیں۔ وَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيْهِمْ أُجُوْرَهُمْ (آل عمران ۵۷) اور جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اللہ تعالیٰ ان کا ثواب پورا پورا دے گا۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۲۲ میں بھی یہ بشارت دی گئی ہے کہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ اختیار کرنے والوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ کے ذریعہ یہ حقیقت بتلائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ مختار کل اور قادر مطلق ہیں کہ انہیں اختیار ہے کہ وہ جس کام کا ارادہ کریں وہ کر گزریں' اللہ تعالیٰ کا معاملہ کمزور انسانوں کی طرح نہیں ہے کہ ان کے کئے ہوئے ارادوں میں رکاوٹ ہو جائے' اللہ تعالیٰ کے کسی بھی ارادہ کو روکنے کی کسی بھی انسان میں طاقت نہیں ہے۔

اس کے بعد یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اپنے رسول کی مدد و نصرت کرنے والا ہے اور یہ حقیقت ہے لیکن جو شخص یہ گمان اور خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مدد و نصرت نہیں کرے گا تو اس کو چاہیے کہ وہ زمین سے لے کر آسمان تک ایک رسی تان لے اور اس رسی پر چڑھتا چلا جائے اور وہاں جا کر اس وحی کا سلسلہ منقطع کر دے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر جاری رکھا ہے اور ایسے بدبخت شخص کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہوگی اور یہ کمزور مخالف شخص اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہاں رسول رحمت ﷺ کو یہ یقین دلایا

جا رہا ہے کہ آپ کے مخالفین جس قدر بھی مخالفت کریں اور رکاوٹ ڈالیں ان کی اس مخالفت اور رکاوٹ سے آپ پر کوئی فرق آنے والا نہیں ہے ان مخالفین کی مخالفت اور عناد رکھنے والوں کے عناد کی وجہ سے وحی کا یہ سلسلہ بند ہونے والا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے آپ پر تو وحی آسمان سے اترتی ہے اور جس کا یہ ناپاک ارادہ ہو کہ وہ اس وحی کے سلسلہ کو روک دے، وہ آسمان سے زمین تک رسی لٹکائے اور اس رسی پر چڑھ کر آسمان تک جائے اور اس وحی کے سلسلہ کو بند کرے، لیکن ایسا کرنے کی کسی میں نہ طاقت ہے اور نہ ہی ہمت ہے۔ پیغمبر! اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مدد و نصرت آپ کے حق میں آتی ہے اس مدد کا مقابلہ کرنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے۔ یہ دشمن جلتے بھنتے رہ جائیں گے اور وحی کا یہ سلسلہ جاری رہے گا اور دین اسلام اپنی پوری طاقت اور بھرپور قوت کے ساتھ بڑھتا رہے گا۔ یہ دشمن اپنے غیظ و غضب ہی میں مرجائیں گے۔ جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۹ میں کہا گیا قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ پیغمبر! کہہ دیجئے کہ تم اپنے غیظ ہی میں مرجاؤ۔

ہمارے ملک بھارت میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو کچھ سازشیں آئے دن ہوتی جارہی ہیں ان سازشوں کے درمیان مسلمانوں کو گہرائی اور گیرائی کے ساتھ اس آیت کو سمجھنے اور اپنے اندر حوصلہ پانے اور پالنے کی ضرورت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کے حق میں ہے تو مسلمانوں کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ قادر و مختار پروردگار ہے جو ان کی بھرپور سازشوں کے درمیان ہی کوئی ایسی راہ پیدا کردے گا جس سے اسلام کو تقویت حاصل ہو اور مسلمانوں کو اس ملک میں اپنی مذہبی شناخت کے ساتھ جینے کے اسباب اور مواقع پیدا ہوں۔ ایسا لگ رہا ہے کہ ان سازشوں کے پیچھے اسلام کی روشنی اور مسلمانوں کا غلبہ چھپا ہوا ہے جیسے بادلوں کے پیچھے سورج کی روشنی چھپی ہوتی ہے۔

پیغمبر! ہم نے قرآن کو اسی طرح نازل کیا ہے جس کی آیتیں بالکل واضح ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اس کے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔

﴿درس نمبر ۱۳۵۵﴾ چھ مذاہب اور ان کے درمیان فیصلہ ﴿الحج :۱۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئِيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو هَادُوْا وَالصّٰبِئِيْنَ یہودی ہوئے اور صابی وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ اور نصاریٰ اور مجوسی وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں

نے اَشْرَكُوْٓا شرک کیا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن اِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ہر چیز پر گواہ ہے

ترجمہ:۔ بلاشبہ مومن ہوں یا یہودی، صابی ہوں یا نصرانی اور مجوسی یا وہ جنہوں نے شرک اختیار کیا ہے اللہ قیامت کے دن ان سب کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا گواہ ہے۔

تشریح:۔ اس ایک آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بلاشبہ مومن ہوں یا یہودی ہوں یا صابی ہوں یا نصرانی ہوں یا مجوسی ہوں یا مشرک ہوں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سب کے درمیان فیصلہ کردے گا

۳۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا گواہ ہے

اس آیت میں چھ مذاہب سے وابستہ افراد کا تذکرہ کیا گیا۔(۱) مومن (۲) یہودی (۳) صابی (۴) نصرانی (۵) مجوسی (۶) مشرک۔

(۱) مومن:۔ ایمان رکھنے والے کو مومن کہتے ہیں جس کی جمع مومنین یا مومنون ہے۔ سورۃ المومنون میں ایمان والوں سے متعلق یہ کہا گیا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ایمان والے اپنی مراد کو پہنچ گئے، سورۃ انعام کی آیت نمبر ۸۲ میں کہا گیا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک سے مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔

(۲) یہود:۔ اہل کتاب یعنی کتاب والے لوگ۔ اہلِ کتاب کے دو فرقے ہیں، یہود اور نصاریٰ۔ چونکہ یہود اور نصاریٰ دونوں اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ دونوں دو آسمانی کتابوں کی اتباع کرتے ہیں یعنی توارت اور انجیل۔

قرآنِ مجید میں یہود و نصاریٰ کا تذکرہ متعدد آیات میں ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۱۱ میں یوں ہے: وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى یہ کہتے ہیں کہ جنت میں یہود و نصاریٰ کے سوا اور کوئی نہ جائے گا۔ آیت نمبر ۱۱۳ میں ہے وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی راستے پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی راستے پر نہیں حالانکہ وہ کتابِ (الٰہی) پڑھتے ہیں۔ اسی طرح بالکل انہی کی سی بات وہ لوگ کہتے ہیں جو (کچھ) نہیں جانتے (یعنی مشرک) تو جس بات میں یہ لوگ اختلاف کررہے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا فیصلہ کردے گا۔ آیت نمبر ۱۲۰ میں ہے وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی یہاں تک کہ اُن کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو (ان سے) کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت (یعنی دین اسلام) ہی ہدایت ہے اور (اے پیغمبر) اگر تم اپنے پاس علم (یعنی وحی الٰہی) کے آجانے پر بھی ان کی خواہشوں پر چلو گے تو تمہیں (عذابِ) الٰہی سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مددگار۔

(۳) صابی:۔صابی اس فرقے کو کہتے ہیں جو فرشتوں کی پوجا کرتا ہے، صابی بھی دراصل نصاریٰ ہی کا ایک الگ فرقہ ہے یہ لوگ ستارہ پرست بھی ہیں جس کی وجہ سے بت پرستوں میں انکا شمار ہے قرآن مجید میں صابئین کا بھی ذکر ہے اور صابئین صابی کی جمع ہے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صابی بت پرست نہیں ہیں بلکہ جیسے مسلمان کعبۃ اللہ کو واجب التعظیم سمجھتے ہیں ویسے ہی یہ صابی لوگ بھی ستاروں کی تعظیم کرتے ہیں۔

۴۔نصرانی:۔نصاریٰ کا واحد نصرانی ہے جن کا ذکر یہودیوں کے ذکر کے ضمن میں آگیا ہے کہ یہ بھی اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ یہ انجیل پر عمل پیرا ہیں۔

(۵) مجوس:۔مجوس آگ کی پوجا کرنے والی قوم ہے جو زرتست کی پیروی کرتے ہیں۔مجوسی چاند، سورج اور آگ کی پوجا کرنے والوں کو کہا جاتا ہے۔مجوس کا تذکرہ صرف سورۃ الحج کی اس آیت میں ہے

(۶) مشرک:۔مشرکین ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ایک اللہ کے ساتھ عبادت میں دوسروں کو بھی شریک کرتے ہیں یعنی شرک کرنے والے کو مشرک اور شرک کرنے والوں کو مشرکین کہا جاتا ہے۔قرآن مجید میں مشرکین کا تذکرہ سینکڑوں مرتبہ آیا ہے۔سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳۶ میں شرک سے منع کیا گیا: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۷۹ میں ہے اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔میں نے تو پوری طرح یکسو ہو کر اپنا رُخ اُس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

اللہ تعالیٰ یہاں مومنوں، مشرکوں، یہودیوں، نصاریٰ، مجوسیوں اور صابئین کا تذکرہ فرما کر یہ حقیقت بیان کررہے ہیں کہ ان سب کے درمیان قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے۔یعنی اللہ تعالیٰ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں گے۔ظاہر ہے کہ جب فیصلہ ہوگا تو جو ایمان لایا ہوگا اللہ تعالیٰ اسکو جنت میں داخل کریں گے اور جس نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا ہوگا اور اس کے ساتھ شرک کیا ہوگا اس کو دوزخ میں ڈالیں گے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام کے اعمال کے گواہ ہوں گے اور انہوں نے

جو کچھ کہا اور کیا ہوگا اس کو محفوظ رکھے ہوں گے، ان کے رازوں سے وہ بخوبی واقف ہیں اور اللہ سے ان کی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہوگی تو ان کے درمیان برابر کا فیصلہ کریں گے۔

﴿درس نمبر ۱۳۵۶﴾ اللہ کے آگے سب سجدہ ریز ہیں ﴿الحج :۱۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ؕ

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ يَسْجُدُ لَهٗ اسے سجدہ کرتا ہے مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ جو کوئی آسمانوں میں ہے وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اور جو کوئی زمین میں ہے وَالشَّمْسُ اور سورج وَالْقَمَرُ اور چاند وَالنُّجُوْمُ اور ستارے وَالْجِبَالُ اور پہاڑ وَالشَّجَرُ اور درخت وَالدَّوَآبُّ اور چوپائے وَكَثِيْرٌ اور بہت سے مِّنَ النَّاسِ لوگوں میں سے وَكَثِيْرٌ اور بہت سے حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ان پر عذاب ثابت ہو گیا ہے وَمَنْ اور جس کو يُّهِنِ اللّٰهُ اللہ ذلیل کرے فَمَا لَهٗ تو اسے نہیں ہے مِنْ مُّكْرِمٍ کوئی عزت دینے والا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے

ترجمہ:۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے آگے وہ سب سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور وہ سب جو زمین میں ہیں، نیز سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی اور بہت سے ایسے بھی ہیں جن پر عذاب طے ہو چکا ہے اور جسے اللہ ذلیل کردے کوئی نہیں ہے جو اُسے عزت دے سکے۔ یقیناً اللہ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

تشریح:۔ اس ایک آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے آگے وہ سب سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور وہ سب جو زمین میں ہیں

۲۔ نیز سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، جانور اور بہت سے انسان بھی سجدہ کرتے ہیں

۳۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جن پر عذاب طے ہو چکا ہے

۴۔ جس کو اللہ ذلیل کردے کوئی نہیں ہے جو اسے عزت دے سکے

۵۔ یقیناً اللہ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے

آسمان وزمین میں جتنی مخلوقات ہیں وہ ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کا سجدہ کرتی ہیں، بظاہر انسان یہ سمجھتا ہے کہ

صرف وہی اللہ کا سجدہ کر رہا ہے جبکہ آسمان وزمین میں جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کا سجدہ کر رہی ہیں ۔ سورج ہو کہ چاند' ستارے ہوں کہ پہاڑ' درخت ہوں کہ چوپائے' سب کے سب اللہ تعالیٰ کا سجدہ کرتے ہیں اور سارے لوگ تو سجدہ نہیں کرتے مگر لوگوں میں بہت سے وہ ہیں جو اللہ کا سجدہ کرتے ہیں ۔

يَسْجُدُ کا مطلب یہ ہے کہ یہ ساری چیزیں اللہ کے سامنے فرمانبردار بن کر جھکتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت میں وہ اپنے انداز میں سجدہ کرتی ہیں ۔ خوشی سے یا زبردستی مگر ان ساری مخلوقات کو اپنے پروردگار کے سامنے جھکنا ہی جھکنا ہے اور ہر مخلوق کا سجدہ اس کے اپنے مخصوص انداز میں ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا وہ بھی سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں یعنی فرشتے اور وہ بھی سجدہ کرتے ہیں جو زمین میں ہیں یعنی انسان، جن، سورج، چاند، ستارے، درخت ہر قسم کے جانور چاہے وہ حشرات الارض ہوں، درندے ہوں، وحشی جانور ہوں یا پالتو جانور، چرند و پرند ہوں یا بحری مخلوق ۔ مفسرین نے یہاں یہ بات بتائی کہ سجدہ کرنے کا مطلب یہ کہ یہ ساری چیزیں اللہ کے سامنے عاجزی کرتی ہیں اور آسمان وزمین کی ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتی ہیں اور رب ذوالجلال کے روبرو سجدہ ریز ہیں ۔

انسانوں میں بہت سے تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے اور سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے ایسے انسان بھی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب میں داخل کرے گا ۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۴۸ میں بھی اس بات کی وضاحت کی گئی أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ کیا انہوں نے اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا کہ اس کے سائے دائیں بائیں جھک جھک کر اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہوتے اور عاجزی کا اظہار کرتے ہیں ۔ جس طرح دنیا جہاں کی ساری چیزوں کے بارے میں قرآن مجید کی اس آیت میں یہ کہا گیا کہ وہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح یعنی پاکی بیان کرتی ہیں بالکل اسی طرح یہ ساری چیزیں اللہ کا سجدہ بھی کرتی ہیں ۔ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (بنی اسرائیل ۴۴) کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح اور حمد بیان نہ کرتی ہو یعنی ہر چیز اللہ کی حمد وثنا کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے ۔ سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۱۵ میں بھی یہ حقیقت یوں بیان کی گئی : وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَالُهُم بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ اللہ ہی کے لئے زمین اور آسمانوں کی سب مخلوق خوشی اور ناخوشی سے سجدہ کرتی ہیں اور ان کے سایہ بھی صبح وشام ۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۴۹ میں کہا گیا وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۔ یقینا آسمان وزمین کے کل جاندار اور تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے کرتے ہیں اور ذرا بھی تکبر نہیں کرتے ۔

مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : جب ابن آدم

سجدہ کرتا ہے تو شیطان رونے لگتا ہے اور کہتا ہے ہائے کمبختی! ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا اور اس کے لئے جنت مل گئی اور میں نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا پس میرے لئے دوزخ مقرر ہوگئی۔

اس کے بعد یہ حقیقت بتلادی گئی کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ذلیل وخوار کردیں دنیا جہاں کے کوئی انسان اس کو عزت نہیں دے سکتا، بڑے بڑے مالدار، بادشاہ، امراء، نواب سب کچھ اپنی جگہ ہوں گے لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو قیامت کے دن ذلت سے دوچار کردیا تو دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں مل کر بھی ان کو عزت نہیں دے سکتیں اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ جو چاہے کرسکتا ہے اس کی مشیت پر کوئی آڑ نہیں بن سکتا۔

کفر کا بھیانک انجام

﴿درس نمبر ۱۳۵۷﴾ ﴿الحج: ۱۹-تا-۲۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ یہ دو جھگڑنے والے ہیں اخْتَصَمُوْا انہوں نے جھگڑا کیا فِيْ رَبِّهِمْ اپنے رب کی بابت فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا قُطِّعَتْ کاٹے جائیں گے لَهُمْ ان کے لیے ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ آگ کے کپڑے يُصَبُّ انڈیلا جائے گا مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمْ ان کے سروں کے اوپر سے الْحَمِيْمُ کھولتا ہوا پانی يُصْهَرُ پگھلا دیا جائے گا بِهٖ اس کے سبب سے مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہوگا وَالْجُلُوْدُ اور کھالیں وَلَهُمْ اور ان کے لیے مَّقَامِعُ ہتھوڑے ہوں گے مِنْ حَدِيْدٍ لوہے کے كُلَّمَآ جب بھی اَرَادُوْٓا وہ ارادہ کریں گے اَنْ يَّخْرُجُوْا کہ وہ نکلیں مِنْهَا اس میں سے مِنْ غَمٍّ مارے غم کے اُعِيْدُوْا وہ لوٹا دیئے جائیں گے فِيْهَا اس میں وَذُوْقُوْا اور تم چکھو عَذَابَ الْحَرِيْقِ جلانے والا عذاب

ترجمہ:۔ یہ (مؤمن اور کافر) دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا کیا ہے۔ اب (اس کا فیصلہ اس طرح ہوگا کہ) جن لوگوں نے کفر اپنایا ہے اُن کے لئے آگ کے کپڑے تراشے جائیں گے۔ اُن کے سروں کے اُوپر سے کھولتا ہوا پانی چھوڑا جائے گا ۝ جس سے اُن کے پیٹ کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی ۝ اور اُن کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے ۝ جب کبھی تکلیف سے تنگ آ کر وہ اُس سے نکلنا چاہیں گے تو اُنہیں پھر اُسی میں لوٹا دیا جائے گا کہ چکھو! جلتی آگ کا مزہ!

تشریح: ان چار آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ مومن وکافر دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا کیا ہے

۲۔ اس کا فیصلہ اس طرح ہوگا کہ جن لوگوں نے کفر اپنایا ہے ان کے لئے آگ کے کپڑے تراشے جائیں گے

۳۔ ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی چھوڑا جائے گا

۴۔ جس سے ان کے پیٹ کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی

۵۔ ان کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے

۶۔ جب کبھی تکلیف سے تنگ آ کر وہ اس سے نکلنا چاہیں گے تو انہیں پھر اسی میں لوٹا دیا جائے گا۔

۷۔ کہا جائے گا کہ جلتی آگ کا مزہ چکھو

مکۂ مکرمہ کے اُس دور کو یاد کیجئے جب رسولِ رحمت، خاتم النبیین، حضرت محمد مصطفی ﷺ نے حق کا نعرہ بلند کیا تھا' توحید کی آواز لگائی تھی اور مکہ کے سرداروں نے رسولِ رحمت ﷺ کی مخالفت کی تھی اور چلتے چلتے دو گروہ ہو گئے تھے، ایک مومنوں کا گروہ، دوسرا کافروں کا گروہ، ان دو گروہوں نے رب ذوالجلال کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا کیا تھا اور یہی اختلاف ایک مدت کے بعد جنگ وجدال میں تبدیل ہو گیا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ مکہ کے مشرکین جب جنگ بدر کے لئے مکۂ مکرمہ سے روانہ ہو رہے تھے تو انہوں نے یہ دعاء کی تھی کہ اے اللہ! ہم دونوں جماعتوں میں سے جو حق پر ہو اس کو فتح نصیب فرما، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی، غزوۂ بدر کے موقع پر ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ قریش مکہ کا مقابلہ کرنے کے لئے جو حضرات انصار آگے بڑھے تو قریشیوں نے کہا کہ ہم تم سے مقابلہ نہیں چاہتے' ہم تو اپنے چچا کے لڑکوں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر مسلمانوں کی طرف سے حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ میدان میں نکلے اور مشرکین کی طرف سے شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ سامنے آئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ بن ربیعہ کو قتل کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا عتبہ سے مقابلہ ہوا اور دونوں ایک دوسرے کی تلواروں سے نیم جان ہو گئے۔ پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عتبہ پر حملہ کیا اور اسے بالکل جان سے مار دیا اور زخمی نیم جان حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر لے آئے۔ مدینہ واپسی کے وقت مقام صفراء میں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ والی یہ آیت ہماری ان دو جماعتوں کے بارے میں نازل ہوئی، لیکن چونکہ آیت سے عموم کا پتہ چل رہا ہے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ آیت اہلِ ایمان اور اہل کفر دونوں جماعتوں کے بارے میں ہے جو آپس میں اپنے دین وملت کیلئے لڑ رہے ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اہلِ کتاب کے بارے میں نازل ہوئی اہلِ کتاب نے مومنوں سے کہا کہ ہم تم سے درجہ میں زیادہ فضیلت والے ہیں ہماری

کتاب تورات تمہاری کتاب سے پہلے ہے ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے ہیں۔

اس کے بعد اس آیت میں کافروں کی سزا کا ذکر کیا گیا ہے کہ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُّصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ جن لوگوں نے اس دنیا میں کفر کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے کاٹے جائیں گے جس طرح کپڑے آدمی کے جسم کا احاطہ کر لیتے ہیں دوزخ کی آگ ان کافروں کو اپنے احاطہ میں پوری طرح لے لے گی۔ جیسا کہ سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۴۱ میں کہا گیا :لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ط وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ان کے لئے دوزخ کی آگ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی آگ کا اوڑھنا ہوگا اور سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر ۵۰ میں کہا گیا :سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ان کے لباس گندھک کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں پر بھی چڑھی ہوئی ہوگی يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمَ اور ان کافروں کے سروں پر گرم کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدَ جس کی وجہ سے وہ سب گل جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہوگا اور ان کی کھالیں بھی گل جائیں گی لَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ان کافروں کیلئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔ ان ہتھوڑوں سے ان کافروں کے چہروں، سروں اور جسم کے دیگر اعضاء پر مارا جائے گا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ کا یہ ہتھوڑا اگر زمین پر گر جائے تو دنیا جہاں کے سارے انسان اور جنات مل کر بھی اس ہتھوڑے کو اٹھا نہیں سکیں گے پھر ان دوزخیوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ جب بھی یہ دوزخی دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے انہیں دوزخ کی طرف ڈھکیل دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ دہکتی آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔

جنت میں جنتیوں کو یہ نعمتیں دی جائیں گی

﴿درس نمبر ۱۳۵۸﴾ ﴿الحج ۲۳۔ ۲۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ط وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ○ وَهُدُوْا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ج وَهُدُوْا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ يُدْخِلُ داخل کرے گا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے نیک عمل کیے جَنّٰتٍ ایسے باغات میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں يُحَلَّوْنَ وہ پہنائے جائیں گے فِيْهَا ان میں مِنْ اَسَاوِرَ کچھ کنگن مِنْ ذَهَبٍ سونے کے وَّلُؤْلُؤًا اور موتی وَلِبَاسُهُمْ اور ان کا لباس ہوگا فِيْهَا اس میں حَرِيْرٌ ریشم کا وَهُدُوْا اور وہ ہدایت دیئے گئے

تھے اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ پاکیزہ بات کی طرف وَهُدُوْٓا اور وہ ہدایت دیئے گئے تھے اِلٰى صِرَاطِ ایسے راستے کی طرف الْحَمِيْدِ قابلِ تعریف ہے

ترجمہ:۔ (دوسری طرف) جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک کام کئے ہیں اللہ اُن کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں اُنہیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے سجایا جائے گا اور جہاں اُن کا لباس ریشم کا ہوگا O اور (وجہ یہ ہے کہ) ان لوگوں کی رسائی پاکیزہ بات (یعنی کلمۂ توحید) تک ہوگئی تھی اور وہ اُس خدا کے راستے تک پہنچ گئے تھے جو ہر تعریف کا مستحق ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی

۲۔ اس جنت میں اُنہیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے سجایا جائے گا

۳۔ جس جنت میں ان جنتیوں کا لباس ریشم کا ہوگا

۴۔ ان جنتیوں کی پہنچ پاکیزہ بات یعنی کلمۂ توحید تک ہوگئی تھی

۵۔ وہ جنتی اللہ کے راستہ تک پہنچ گئے تھے جو ہر تعریف کا مستحق ہے

پچھلی آیات میں دونوں گروہوں کا ذکر تھا یعنی مومنوں اور کافروں کا اور ان دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ یعنی کافروں کا انجام تفصیل کے ساتھ بتلایا گیا کہ انہیں کس قدر سخت سزا دیجائے گی؟ اس آیت میں دوسرے گروہ کا یعنی مومنوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ جن لوگوں نے اس دنیا میں ایمان والی زندگی گزاری اور نیک اعمال کئے ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جنت کے ایسے باغات میں داخل فرمائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی' جن خوش نصیب بندوں نے دنیا میں رب ذوالجلال کی اطاعت کی اور اس کا قرب حاصل کرنے کیلئے نیک اعمال انجام دیئے اور ان کاموں سے بچتے رہے جن کاموں سے انہیں روکا گیا تو اللہ تعالیٰ ان کی ان محنتوں کا بدلہ اس شکل میں دیں گے کہ ان کے لئے بلند و بالا عالی شان ایسے باغات ہوں گے جن وسیع و عریض باغات میں اور ان درختوں کے نیچے اور ان کے محلات کے نیچے ایسی نہریں ہوگی جن نہروں کو وہ جنتی جس جانب چاہیں موڑ کر عیش کر سکیں گے' دودھ، شراب، خوشگوار پانی اور شہد کی ان نہروں کو جس جانب چاہے موڑنے اور پلٹنے کا اختیار ان جنتیوں کو ہوگا۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۵۷ میں بھی ایمان رکھنے والوں اور نیک کام کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن کو ہم جنتوں میں داخل کریں گے

جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہاں ان کیلئے پاک بیویاں ہیں اور اُن کو ہم گھنے سائے میں داخل کریں گے۔ اسی سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۲۲ میں بھی یہ بشارت دی گئی ہے۔ سورۃ العنکبوت کی آیت نمبر ۹ میں ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کے بارے میں یہ بشارت دی گئی : وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کئے انہیں میں اپنے نیک بندوں میں شمار کروں گا۔

ان جنتیوں کو جنت میں ایسے کنگنوں کا زیور پہنایا جائے گا جو سونے اور موتیوں کے ہوں گے اور اس جنت میں جنتیوں کا لباس ریشم کا ہوگا، جنت میں جنتیوں کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہوں گے اور وہ کنگن موتیوں سے جڑے ہوئے ہوں گے۔ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۳۳ میں بھی سونے کے کنگن، موتی اور ریشمی لباس کی خوشخبری دی گئی : جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ (ان لوگوں کیلئے) بہشت جاودانی (ہیں) جن میں وہ داخل ہوں گے وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کی پوشاک ریشمی ہوگی۔ سورۃ الدھر کی آیت نمبر ۱۲ میں ریشمی لباس کا ذکر یوں کیا گیا : وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا اور انہیں ان کے صبر کے بدلہ جنت اور ریشمی لباس عطا ہوگا۔ وہ ریشم جو دنیا میں مردوں کے لئے حرام تھا جنت میں وہی ریشم مردوں کیلئے زینت کا ذریعہ ہوگا وہ سونا جو دنیا میں مردوں کے لئے حرام تھا وہی سونا جنتی مردوں کے جسم پر لدا ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔ (بخاری) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم جنت کا زیور اور وہاں کا ریشم چاہتے ہو تو ان کو دنیا میں مت پہنو۔ (نسائی)

جنت کی یہ بیش بہا نعمتیں ان جنتیوں کو اس لئے ملیں گی کہ ان خوش نصیب مسلمانوں کو کلمۂ طیبہ کی ہدایت دی گئی اور ان کو اس ذات پاک کے راستہ کی ہدایت دی گئی جو ذات کہ تعریف کے لائق ہے۔ کس قدر خوش نصیب ہیں اللہ کے وہ نیک بندے جن کی کلمۂ طیبہ یعنی لاالٰہ الااللہ کی طرف رہبری ورہنمائی کی گئی اور ان خوش نصیب بندوں نے اس کلمۂ پاک کو قبول کیا اور وہ توحید کے قائل ہو گئے اور اللہ پر اور اس کے آخری رسول پر اور اس کی آخری کتاب پر ایمان لے آئے اور آج ان مسلمانوں کو جنت کی ان نعمتوں سے سرفراز کیا جارہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو ان کی زبانوں سے اللہ کی تعریف میں یہ مبارک اور پیارے کلمات نکلیں گے۔ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (۷۴۔ الزمر) یہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں پس عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے؟

ظلم کر کے ٹیڑھی راہ نکالنے والوں کا انجام

﴿درس نمبر ۱۳۵۹﴾ ﴿الحج: ۲۵﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ الَّذِىۡ جَعَلۡنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ اۨلۡعَاكِفُ فِيۡهِ وَالۡبَادِ‌ؕ وَمَنۡ يُّرِدۡ فِيۡهِ بِاِلۡحَادٍۢ بِظُلۡمٍ نُّذِقۡهُ مِنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّ بے شک الَّذِيۡنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوۡا کفر کیا وَيَصُدُّوۡنَ اور وہ روکتے ہیں عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ سے وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اور مسجدِ حرام سے الَّذِىۡ جَعَلۡنٰهُ وہ جو ہم نے بنایا اسے لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے سَوَآءَ برابر ہے الۡعَاكِفُ فِيۡهِ مقیم اس میں وَالۡبَادِ اور باہر سے آنے والا وَمَنۡ يُّرِدۡ اور جو شخص ارادہ کرے فِيۡهِ اس میں بِاِلۡحَادٍ کج روی کا بِظُلۡمٍ ظلم سے نُّذِقۡهُ ہم اسے چکھائیں گے مِنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ نہایت دردناک عذاب

ترجمہ:۔ بیشک وہ لوگ (سزا کے لائق ہیں) جنہوں نے کفر اپنا لیا ہے اور جو دوسروں کو اللہ کے راستے سے اور اُس مسجدِ حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لئے ایسا بنایا ہے کہ اُس میں وہاں کے باشندے اور باہر سے آنے والے سب برابر ہیں اور جو کوئی شخص اُس میں ظلم کر کے ٹیڑھی راہ نکالے گا ہم اُسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

تشریح:۔ اس ایک آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اپنا لیا ہے

۲۔ جو دوسروں کو اللہ کے راستہ سے اور مسجدِ حرام سے روکتے ہیں

۳۔ جس مسجدِ حرام کو ہم نے لوگوں کے لئے ایسا بنایا ہے کہ اس میں وہاں کے باشندے اور باہر سے آنے والے سب برابر ہیں

۴۔ جو کوئی شخص اس میں ظلم کر کے ٹیڑھی راہ نکالے گا ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے

کفر کرنا یعنی ایک اللہ کا انکار کرنا اور لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکنا یہ وہ بھاری جرم ہے کہ ربِّ ذوالجلال کے ہاں جس کی سزا کڑی اور سخت ہے۔ قرآنِ مجید میں کفر کے ساتھ اللہ کے راستہ سے روکنے اور مسجدِ حرام سے روکنے سے متعلق وعیدیں متعدد بار بیان کی گئی ہیں۔

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۱۷ میں کہا گیا يَسۡـئَلُوۡنَكَ عَنِ الشَّهۡرِ الۡحَـرَامِ قِتَالٍ فِيۡهِ‌ؕ قُلۡ قِتَالٌ فِيۡهِ كَبِيۡرٌ‌ ؕ وَصَدٌّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَكُفۡرٌ ۢ بِهٖ وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ وَاِخۡرَاجُ اَهۡلِهٖ مِنۡهُ اَكۡبَرُ عِنۡدَ اللّٰهِ

وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ لوگ آپ سے حرمت والے مہینے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس میں جنگ کرنا کیسا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے، مگر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا، اس کے خلاف کفر کی روش اختیار کرنا، مسجد حرام پر بندش لگانا اور اس کے باسیوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا گناہ ہے اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سنگین چیز ہے اور یہ (کافر) تم لوگوں سے برابر جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو یہ تم کو تمہارا دین چھوڑنے پر آمادہ کر دیں اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنا دین چھوڑ دے اور کافر ہونے کی حالت ہی میں مرے، تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں اکارت ہو جائیں گے، ایسے لوگ دوزخ والے ہیں، وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۶۷ میں کہا گیا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اوروں کو روکا وہ یقیناً گمراہی میں دور نکل گئے۔

سورۃ النحل کی آیت نمبر ۸۸ میں کہا گیا اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انہیں عذاب پر عذاب بڑھاتے جائیں گے یہ بدلہ ہو گا ان کی فتنہ پردازیوں کا۔

سورۂ محمد کی آیت نمبر ۱ میں کہا گیا اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے۔ سورۂ محمد کی آیت نمبر ۳۴ میں کہا گیا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے اوروں کو روکا پھر کفر کی حالت ہی میں مر گئے یقین کر لو کہ اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا۔

اِن آیات سے کفر اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکنے کا انجام اور اس کی سزا کا ہمیں علم ہوتا ہے' اس لئے خود بھی کفر سے بچیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے سے مکمل اجتناب کریں، یہ بہت بڑا جرم ہے اللہ کے نزدیک کہ آدمی دوسروں کو اس کے راستہ سے روکے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر خیر کے کام میں آدمی کو مددگار بننا چاہیے اور نیکی کے کاموں میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔ اس آیت میں مسجدِ حرام کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ اَلَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ جس مسجدِ حرام کو ہم نے سب لوگوں کیلئے مقرر کیا ہے۔ مسجدِ حرام صرف اہل مکہ کے مخصوص افراد کے لئے بنائی نہیں گئی ہے۔ جس طرح قرآنِ مجید ساری انسانیت کیلئے ہے اور رسول عربی ﷺ ساری انسانیت کیلئے ہیں اسی طرح مسجدِ حرام بھی دنیا جہاں کے سارے لوگوں کیلئے ہے۔ مکۂ مکرمہ کے رہنے والے اور باہر سے آنے والے سب

برابر ہیں۔ مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسجد حرام سے پورا مکہ مکرمہ مراد ہے اس لئے کہ جب لوگ دنیا کے مختلف علاقوں سے مکۂ مکرمہ آئیں گے تو ان کے دن رات گزارنے اور کھانے پینے کیلئے جگہ کی ضرورت ہوگی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ مکہ والوں کے لئے جائز نہیں کہ باہر سے آنے والوں کو مکۂ مکرمہ یا مسجدِ حرام میں آنے سے روکیں اور جو بھی لوگوں کو مسجدِ حرام میں آنے سے روکیں گے وہ عذاب کے مستحق ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوسفیان بن حرب اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ صلح حدیبیہ کے موقع پر انہوں نے رسول رحمت ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو مسجد حرام سے روکا اور چونکہ رسول رحمت ﷺ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اس لئے مکہ کے ان لوگوں سے قتال کرنا ناپسند فرمایا اور مکہ والوں سے یہ مصالحت فرمائی کہ آئندہ سال وہ اس عمرہ کی قضاء کریں گے اس آیت کے ذریعہ مکہ والوں کو اس حقیقت سے باخبر کر دیا گیا کہ جس مسجد حرام سے تم مسلمانوں کو روک رہے ہو جبکہ اس مسجد حرام میں داخل ہونے کے زیادہ مستحق تو وہ مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس مسجد حرام کو سارے لوگوں کے لئے بنایا ہے تاکہ وہ اس مسجد حرام میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور طواف کریں اور دیگر مناسک ادا کریں اور جس طرح مکہ والوں کا حق ہے مکہ سے باہر والوں کا بھی برابر حق ہے کہ وہ مسجد حرام میں آئیں اور عبادت کریں پھر یہ وعید واضح انداز میں بیان کی گئی کہ جو کوئی اس میں ظلم کے ساتھ کوئی بے دینی کا کام کرنے کا ارادہ کرے گا تو ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ کسی بھی شخص کیلئے یہ درست نہیں کہ اس مسجدِ حرام میں ظلم کے ساتھ کوئی بے دینی کا کام کرنے کا ارادہ کرے۔ اگر کوئی اس قسم کا ارادہ کرے گا تو ہم دردناک عذاب کا مزہ اسے چکھائیں گے۔ مسجدِ حرام کی عظمت کا تقاضہ یہ ہے کہ مکۂ مکرمہ میں کسی برائی کا ارتکاب تو دور کی بات برائی کا ارادہ کرنا بھی بڑا بھاری جرم ہے۔

﴿درس نمبر ۱۳۶۰﴾ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانۂ کعبہ کی جگہ بتادی گئی ﴿الحج: ۲۶-۲۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: - وَاِذْ اور جب بَوَّاْنَا ہم نے مقرر کردی لِاِبْرٰهِيْمَ ابراہیم کے لئے مَكَانَ الْبَيْتِ بیت اللہ کی جگہ اَنْ لَّا تُشْرِكْ کہ تو شریک نہ ٹھہرا بِيْ میرے ساتھ شَيْـًٔا کسی چیز کو بھی وَّطَهِّرْ اور تو پاک کر بَيْتِيَ میرا گھر لِلطَّآئِفِيْنَ طواف کرنے والوں کے لئے وَالْقَآئِمِيْنَ اور قیام کرنے والوں وَالرُّكَّعِ اور

رکوع کرنے والوں السُّجُوْدِ سجدہ کرنے والوں وَاَذِّنْ اور تو اعلان کردے فِی النَّاسِ لوگوں میں بِالْحَجِّ حج کا يَاْتُوْكَ وہ آئیں گے تیرے پاس رِجَالًا پیدل وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ اور ہر دبلے اونٹ پر يَّاْتِيْنَ وہ آئیں گے مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ہر دور دراز راستے سے

ترجمہ:۔ اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے ابراہیم کو اس گھر (یعنی خانہ کعبہ) کی جگہ بتا دی تھی، (اور یہ ہدایت دی تھی کہ) ''میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو اُن لوگوں کے لئے پاک رکھنا جو (یہاں) طواف کریں اور عبادت کے لئے کھڑے ہوں اور رکوع، سجدے بجالائیں O اور آپ اعلان کردیں لوگوں میں حج کا ، وہ آئیں گے تیرے پاس پیدل اور ہر دبلے پتلے اونٹ پر سوار ہو کر وہ آئیں گے ہر دور دراز راستہ سے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یاد کرو وہ وقت جب ہم نے ابراہیم کو اس گھر یعنی خانہ کعبہ کی جگہ بتا دی تھی

۲۔ یہ ہدایت بھی دی تھی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا

۳۔ میرے گھر کو ان لوگوں کے لئے پاک رکھنا جو یہاں طواف کریں اور عبادت کے لئے کھڑے ہوں اور رکوع سجدے بجالائیں۔

۴۔ آپ اعلان کر دیجئے لوگوں میں حج کا ۵۔ وہ آئیں گے پیدل اور ہر دبلے اونٹ پر ہر دور دراز راستہ سے

کعبۃ اللہ کی اپنی ایک تاریخ ہے۔ سب سے پہلے کعبۃ اللہ کی تعمیر فرشتوں نے کی۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تاریخِ مکہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ کعبۃ اللہ کی تعمیر دس مرتبہ ہوئی۔

(۱) کعبۃ اللہ کو سب سے پہلے فرشتوں نے آسمان میں موجود بیت المعمور کی بالکل سیدھ پر زمین پر تعمیر کیا۔

(۲) اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کی۔

(۳) اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے فرزندوں نے تعمیر کی

(۴) اس کے بعد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے مل کر تعمیر کی جس کا تذکرہ قرآنِ مجید میں یوں ہے: وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ۔

(۵) اس کے بعد عمالقہ نے تعمیر کی

(۶) اس کے بعد قبیلہ جرہم نے تعمیر کی

(۷) اس کے بعد قریش کے مورثِ اعلیٰ قُصَیٰ بن کلاب نے تعمیر کی جو رسولِ رحمت ﷺ کے تجویز کردہ نقشے کے مطابق تھا یعنی حطیم کی زمین کو کعبہ میں داخل کر دیا اور دروازہ سطح زمین کے برابر نیچا رکھا اور ایک دروازہ مشرق کی جانب اور ایک دروازہ مغرب کی جانب رکھا۔

(۸) اس کے بعد قریش نے تعمیر کی جس تعمیر میں رسول رحمت ﷺ بھی بنفس نفیس شریک رہے

(۹) اس کے بعد عبدالملک بن مروان کے ظالم گورنر حجاج بن یوسف ثقفی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور ان کے بنائے ہوئے کعبہ کو ڈھا دیا اور زمانۂ جاہلیت کے نقشہ کے مطابق کعبہ کی تعمیر کی جو آج تک موجود ہے۔

مورخین نے اس سلسلہ میں اختلاف بھی بیان کیا ہے طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفاء کیا جا رہا ہے۔

اس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ پیغمبر! آپ لوگوں کے سامنے اس یادگار وقت کا ذکر کیجئے جبکہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کعبۃ اللہ کی جگہ بتا دی' جو جگہ کہ دنیا جہاں کے سارے لوگوں کیلئے مرجع ہو اور لوگ عبادت کیلئے اس جانب رجوع کریں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رہنمائی فرمائی اور انہیں اس بات کی اجازت دی کہ وہ اس جگہ پر کعبۃ اللہ کی تعمیر کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس مقصد سے اس جگہ کی نشاندہی کی گئی کہ وہ مشرکوں کو اس حقیقت سے باخبر کریں کہ بتوں کی عبادت کیلئے نہیں بلکہ ایک حقیقی معبود کی عبادت کیلئے یہ گھر ہے۔ اس گھر کی تعمیر اول دن ہی سے اس لئے ہوئی ہے کہ اس میں صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ طوفانِ نوح کے بعد سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے اپنے فرزندِ ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ اس خانۂ کعبہ کی تعمیر کی۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۹۶ میں اس کعبۃ اللہ کے بارے میں یوں اطلاع دی گئی إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ۔ حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے بنایا گیا یقینی طور پر وہ ہے جو مکہ میں واقع ہے (اور) بنانے کے وقت ہی سے برکتوں والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے لئے ہدایت کا سامان ہے۔

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِىْ شَيْئًا تم میرے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناؤ اور دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ وَ طَهِّرْ بَيْتِىَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْقَائِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدَ اور آپ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا جس کا ذکر وضاحت کے ساتھ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۵ میں یوں ہے۔ وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو یہ تاکید کی کہ ''تم دونوں میرے گھر کو ان لوگوں کے لئے پاک کرو جو (یہاں) طواف کریں اور اعتکاف میں بیٹھیں اور رکوع اور سجدہ بجا لائیں''۔ کعبۃ اللہ کو پاک رکھنے کا حکم جو دیا گیا سوال یہ ہے کہ کس بات سے پاک رکھنا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کعبۃ اللہ کو شرک، بت پرستی اور ہر قسم کی گندگیوں سے کعبۃ اللہ کو پاک رکھا جائے اور اس گھر کو خالص ان بندوں کے لئے رکھا جائے جو ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کعبۃ اللہ کی تعمیر کے بعد یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اے ابراہیم! وَاَذِّنۡ فِى النَّاسِ بِالۡحَجِّ يَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاۡتِيۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِيۡقٍ اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو وہ تمہارے پاس پیدل چل کر اور دبلی اونٹنیوں پر آئیں گے یہ اونٹنیاں دور دراز راستوں سے آئیں گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اس بات کا اعلان بلند آواز سے کریں کہ ان پر حج کرنا فرض کر دیا گیا ہے اور ان کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کو فریضۂ حج کی ادائیگی کی دعوت دیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۶۱﴾ خود بھی کھاؤ اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ ﴿الحج :۲۸۔۲۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِّيَشۡهَدُوۡا مَنَافِعَ لَهُمۡ وَيَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ فِىۡۤ اَيَّامٍ مَّعۡلُوۡمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمۡ مِّنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ‌ ۚ فَكُلُوۡا مِنۡهَا وَاَطۡعِمُوا الۡبَآئِسَ الۡفَقِيۡرَ ۞ ثُمَّ لۡيَقۡضُوۡا تَفَثَهُمۡ وَلۡيُوۡفُوۡا نُذُوۡرَهُمۡ وَلۡيَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ لِّيَشۡهَدُوۡا تا کہ وہ حاضر ہوں مَنَافِعَ لَهُمۡ اپنے منافع کے لئے وَيَذۡكُرُوا اور وہ یاد کریں اسۡمَ اللّٰهِ اللہ کا نام فِىۡۤ اَيَّامٍ ان ایام میں مَّعۡلُوۡمٰتٍ جو معلوم ہیں عَلٰى مَا ان پر جو رَزَقَهُمۡ اس نے دیئے ہیں ان کو مِّنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ چوپائے مویشیوں میں سے فَكُلُوۡا چنانچہ تم کھاؤ مِنۡهَا ان میں سے وَاَطۡعِمُوا اور کھلاؤ الۡبَآئِسَ الۡفَقِيۡرَ فاقہ کش فقیر کو ثُمَّ لۡيَقۡضُوۡا پھر چاہیئے کہ وہ دور کریں تَفَثَهُمۡ اپنا میل کچیل وَلۡيُوۡفُوۡا اور چاہیئے کہ پوری کریں نُذُوۡرَهُمۡ اپنی نذریں وَلۡيَطَّوَّفُوۡا اور چاہیئے کہ وہ طواف کریں بِالۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ قدیم گھر کا

ترجمہ:۔ تا کہ وہ اُن فوائد کو آنکھوں سے دیکھیں جو اُن کے لئے رکھے گئے ہیں اور متعین دنوں میں اُن چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے اُنہیں عطا کئے ہیں۔ چنانچہ (مسلمانو!) اُن جانوروں میں سے خود بھی کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلاؤ۞ پھر (حج کرنے والے) لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس بیتِ عتیق کا طواف کریں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تا کہ وہ ان فوائد کو آنکھوں سے دیکھیں جو ان کے لئے رکھے گئے ہیں

۲۔ متعین دنوں میں ان چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں عطا کئے ہیں

۳۔ چنانچہ مسلمانو! ان جانوروں سے خود بھی کھاؤ اور تنگدست محتاج کو بھی کھلاؤ

۵۔اپنی منتیں پوری کریں ۶۔بیتِ عتیق کا طواف کریں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کو فریضۂ حج کی ادائیگی کی دعوت دیں اور لوگ دور دراز سے مختلف شکلوں میں مکۂ مکرمہ آئیں اور انہیں یہاں دنیوی فائدے بھی حاصل ہوں اور اُخروی فائدے بھی حاصل ہوں۔ دنیوی فائدے یہ کہ قربانی کے جانوروں کے خرید وفروخت اور دیگر تجارتوں سے انہیں فائدے حاصل ہوں۔ دوسرے یہ کہ اس عظیم الشان اجتماع سے مختلف مما لک، مختلف علاقوں، مختلف زبانوں سے متعلق اقوام اور افراد سے ملاقاتیں ہوں اور ان ملاقاتوں سے فوائد حاصل ہوں اور ایک دوسرے کے تجربات سے استفادہ اور ایک دوسرے کا تعارف ہو جیسا کہ ہوا کرتا ہے اور اس جملہ سے اس بات کے جائز ہونے کی دلیل بھی مل گئی کہ حاجی حضرات مکۂ مکرمہ میں حج کے اس سفر میں تجارت بھی کر سکتے ہیں۔لوگ علم کی کمی کی وجہ سے حج کے سفر میں تجارت کو ناجائز یا معیوب بات سمجھتے ہیں۔ حج کے اس سفر میں مکۂ مکرمہ میں آنا اپنے اندر دینی فوائد بھی رکھتا ہے کہ خشوع وخضوع والی نمازوں سے رب ذوالجلال کا قرب نصیب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ملتی ہے اور یہاں کی مخصوص عبادتیں اور مناسک کی ادائیگی ذخیرۂ آخرت بھی ہوگی۔

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۹۷ میں کعبۃ اللہ کو لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دیا ہے : جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ ۔اللہ نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مکان ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دیا وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ ۔تاکہ مقررہ ایام میں اس نعمت پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دی ہے چوپایوں میں سے۔

یہاں تین اہم باتیں ہیں جنہیں سمجھنا ہے، سب سے پہلے اللہ کے نام کا ذکر اس سے کیا مراد ہے؟ دوسرے ایامِ معلومات سے کیا مراد ہے؟ اور تیسرے بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ سے کیا مراد ہے؟

سب سے پہلے وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ۔ یعنی اللہ کے نام کا ذکر اس سے مراد اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے چونکہ مضمون حج سے متعلق ہے تو اللہ کا ذکر منیٰ میں قیام کے دنوں میں کرنا' شیطان کو کنکریاں مارنے، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے اور طواف کرنے، مزدلفہ میں وقوف کرنے اور قربانی کرنے کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرنا مراد ہے۔ایامِ معلومات سے مراد متعین دن ہیں وہ حج کے ایام اور قربانی کے ایام وغیرہ ہیں بعض مفسرین نے ایامِ معلومات سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ مراد لیا ہے کہ ان دس دنوں میں خوب اللہ کا ذکر کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ جو اللہ نے انہیں عطا فرمائی ہیں جن میں بالخصوص قربانی کے جانور ہیں کہ ان دنوں میں قربانی کے جانوروں کی تلاش ہوتی ہے، خرید وفروخت ہوتی ہے اور ان جانوروں کو کھلایا پلایا جاتا ہے اور ان جانوروں کو قربانی کیلئے تیار کیا جاتا ہے اس لئے یہاں یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مقررہ دنوں میں جو نعمتیں چوپایوں کی

شکل میں عطا کی ہیں تو ان دنوں میں بالخصوص قربانی کے ان تین دنوں میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔ بعض مفسرین نے ایام معلومات متعینہ دنوں سے مراد قربانی کے تین دن مراد لئے ہیں دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ۔

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۳ میں بھی اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ گنتی کے چند دنوں کا ذکر یوں ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ اور اللہ تعالیٰ کی یاد گنتی کے چند دنوں یعنی ایامِ تشریق میں کرو۔

اس کے بعد قربانی کے گوشت کے سلسلہ میں کہا گیا کہ اس گوشت میں سے خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ، قربانی کے گوشت کا غریبوں کو کھلانا اگرچہ کہ واجب نہیں ہے مگر مستحب یہ ہے کہ اس میں سے خود بھی کھائیں اور اپنے رشتہ داروں اور غریبوں کو بھی دیں۔

حج کا فریضہ ادا کرنے اور قربانی سے فارغ ہونے کے بعد یہ حکم دیا گیا کہ اپنے میل کچیل کو دور کریں یعنی حلق کرنا، ناخن کاٹنا، غسل کرنا وغیرہ۔ کوئی نذر کی ہو تو وہ پوری کرلیں اور کعبۃ اللہ کا طواف کریں۔ مفسرین نے فرمایا کہ اس طواف سے طوافِ زیارت مراد ہے۔

حرمت والی چیزوں کی تعظیم

﴿درس نمبر ۱۳۶۲﴾ ﴿الحج ۳۰ تا ۳۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَاۗءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ ذٰلِكَ ۤ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:- ذٰلِكَ یہی ہے وَمَنْ اور جو شخص يُّعَظِّمْ تعظیم کرے حُرُمٰتِ اللّٰهِ اللہ کی حرمتوں کی فَهُوَ تو وہ خَيْرٌ بہت بہتر ہے لَّهٗ اس کے لئے عِنْدَ رَبِّهٖ اس کے رب کے نزدیک وَاُحِلَّتْ اور حلال کئے گئے ہیں لَكُمُ تمہارے لئے الْاَنْعَامُ چوپائے اِلَّا مَا سوائے ان کے جو يُتْلٰى پڑھے جاتے ہیں عَلَيْكُمْ تم پر فَاجْتَنِبُوا لہٰذا تم بچو الرِّجْسَ ناپاکی سے مِنَ الْاَوْثَانِ بتوں کی وَاجْتَنِبُوْا اور تم بچو قَوْلَ الزُّوْرِ جھوٹی بات سے حُنَفَاۗءَ یکسو ہو کر لِلّٰهِ اللہ ہی کے لئے غَيْرَ نہ مُشْرِكِيْنَ شریک ٹھہرانے والے بِهٖ اس کے ساتھ وَمَنْ اور جو کوئی يُّشْرِكْ شرک کرے بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ فَكَاَنَّمَا خَرَّ تو گویا وہ گرا مِنَ السَّمَاۗءِ آسمان سے فَتَخْطَفُهُ تو اُچک لے جائیں اسے الطَّيْرُ پرندے اَوْ تَهْوِيْ بِهِ یا اسے گرادے الرِّيْحُ ہوا فِيْ مَكَانٍ

سَحِيْقٍ کسی دور دراز جگہ میں ذٰلِكَ یہی ہے وَمَنْ اور جو شخص يُّعَظِّمْ تعظیم کرے شَعَآئِرَ اللّٰهِ اللہ کی نشانیوں کی فَاِنَّهَا تو بلاشبہ یہ مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے لَكُمْ تمہارے لئے فِيْهَا ان میں مَنَافِعُ منافع ہیں اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقرر وقت تک ثُمَّ مَحِلُّهَآ پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ قدیم گھر کے نزدیک ہے

ترجمہ:۔ یہ ساری باتیں یاد رکھو اور جو شخص اُن چیزوں کی تعظیم کرے گا جن کو اللہ نے حرمت دی ہے تو اُس کے حق میں یہ عمل اُس کے پروردگار کے نزدیک بہت بہتر ہے۔ سارے مویشی تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے ہیں سوائے اُن جانوروں کے جن کی تفصیل تمہیں پڑھ کر سنا دی گئی ہے۔ لہٰذا بتوں کی گندگی سے اور جھوٹی بات سے اس طرح بچ کر رہو O کہ تم یکسوئی کے ساتھ اللہ کی طرف رخ کئے ہوئے ہو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانتے ہو اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر یا تو پرندے اُسے اُچک لے جائیں یا ہوا اُسے کہیں دور دراز کی جگہ لا پھینکے O یہ ساری باتیں یاد رکھو اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ بات دلوں کے تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے O تمہیں ایک معین وقت تک ان (جانوروں سے) فوائد حاصل کرنے کا حق ہے، پھر اُن کے حلال ہونے کی منزل اُسی قدیم گھر (یعنی خانۂ کعبہ) کے آس پاس ہے۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں تیرہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ ساری باتیں یاد رکھو ۲۔ جو شخص ان چیزوں کی تعظیم کرے گا جن کو اللہ نے حرمت دی ہے

۳۔ اس کے حق میں یہ عمل اس کے پروردگار کے نزدیک بہت بہتر ہے

۴۔ سارے مویشی تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے ہیں

۵۔ ان جانوروں کے سوا جن کی تفصیل تمہیں پڑھ کر سنا دی گئی ہے

۶۔ بتوں کی گندگی اور جھوٹی بات سے اس طرح بچ کر رہو

۷۔ کہ تم یکسوئی کے ساتھ اللہ کی طرف رخ کئے ہوئے ہو

۸۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانتے ہو۔

۹۔ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا۔

۱۰۔ پھر یا تو پرندے اسے اچک لے جائیں یا ہوا اسے کہیں دور دراز کی جگہ لا پھینکے

۱۱۔ جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ بات دلوں کے تقویٰ سے ہے

۱۲۔ تمہیں ایک معین وقت تک ان جانوروں سے فوائد حاصل کرنے کا حق ہے

۱۳۔ پھر ان کے حلال ہونے کی منزل اسی قدیم گھر یعنی خانۂ کعبہ کے آس پاس ہے

ذٰلِكَ کہہ کر یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ یہ بات ہوچکی یعنی مقررہ ایام میں ذکر اور نذروں کو پورا کرنے اور طواف کعبہ وغیرہ کی بات ہوچکی ہے۔

آگے اللہ کے حرمات کی تعظیم سے متعلق بات کہی جارہی ہے کہ جو شخص اللہ کے حرمات کی تعظیم کرے گا تو اس کا یہ تعظیم کرنا اس کے رب کے نزدیک اس کے لئے بہتر ہے۔ صاحبِ روح المعانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حرمت سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کا شریعت میں احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے، شریعت کے وہ سارے احکام جو حج سے متعلق ہوں یا دیگر عبادات سے متعلق ہوں ان تمام احکام کا احترام اور لحاظ ہر مسلمان پر لازم ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حج میں جو حرمات ہیں وہ یہ ہیں کہ کوئی گناہ نہ کرے، لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے، میاں بیوی والے تعلق قائم نہ کرے، کسی جانور وغیرہ کا شکار نہ کرے، احرام کی حالت میں وہ کام نہ کرے جو اس حالت میں منع ہیں۔ جو شخص اللہ کے حرمات کی تعظیم کرے گا اس کا یہ تعظیم کرنا اس کے لئے نفع بخش اور خیر کا باعث ہوگا اور ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ قدردانی کرے گا اور انہیں قیامت کے دن اجر وثواب عطا فرمائے گا۔

وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ کے ذریعہ یہ اجازت دی جارہی ہے کہ تمہارے لئے چوپائے حلال کردیئے گئے ہیں کہ ان چوپایوں کو تم ذبح کرسکتے ہو اور تم انہیں کھا بھی سکتے ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو جانور حلال ہیں تم احرام کی حالت میں بھی ان جانوروں کا گوشت کھا سکتے ہو۔

مسئلہ :۔ اونٹ، گائے، بکرا، بھیڑ، دنبہ وغیرہ۔ ہاں! خشکی کے جانوروں کا شکار حالت احرام میں نہیں کیا جائے گا۔ ہاں! وہ جانور حلال نہیں ہیں جن کی تلاوت یعنی ان جانوروں کے حرام ہونے کی تفصیلات بیان کی گئیں جیسا کہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳ میں ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تم پر مردار جانور اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور حرام کردیا گیا ہے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو اور وہ جو گلا گھٹنے سے مرا ہو اور جسے چوٹ مار کر ہلاک کیا گیا ہو اور جو اُوپر سے گر کر مرا ہو اور جسے کسی جانور نے سینگ مار کر ہلاک کیا ہو اور جسے کسی درندے نے کھالیا ہو، اِلا یہ کہ تم (اس کے مرنے سے پہلے) اس کو ذبح کرچکے ہو اور وہ (جانور بھی حرام ہے) جسے بتوں کی قربان گاہ پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ بات بھی (تمہارے لئے حرام ہے) کہ تم تیروں سے (گوشت وغیرہ) تقسیم کرو۔ یہ ساری باتیں سخت گناہ کی ہیں۔

اس کے بعد بتوں کی گندگی سے بچنے کا حکم دیا گیا' یعنی شرک کو گندگی سے تعبیر کیا گیا تا کہ شرک کی نفرت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے یعنی یہ حکم دیا گیا کہ بتوں کی عبادت سے رک جاو اور دور رہو۔، اور اللہ تعالیٰ کے حرمات کی تعظیم میں یہ بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں سے روکا ہے اس سے اپنے آپ کو روکا جائے اور وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ کے ذریعہ یہ کہا جارہا ہے کہ جھوٹی باتوں سے بھی گریز کرو، یعنی جھوٹی باتوں سے بھی بچو اور باطل باتوں سے بھی بچو اور جھوٹی گواہی سے بھی بچو۔

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ کہ ذریعہ یہ تاکیدی حکم دیا جارہا ہے کہ ان ساری ہدایات پر قائم رہو خالص اللہ کی رضا کے لئے اور خالص اللہ ہی کے ہو کر ان ہدایات پر قائم رہو اور باطل سے اپنا رخ پھیر لو اور حق کا عزم لئے ہوئے زندگی بسر کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہ کرو۔

بتوں کی گندگی سے بچنے کا حکم دینے کے بعد بطور وعید یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص بلندی سے گر پڑے اور پرندے اسے اچک لیں اور اس کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا جائیں یا یہ کہ اس شرک کرنے والے کی مثال اس شخص کے جیسی ہے جس شخص کو ہوا اڑا کر لے جائے اور کسی دور دراز جگہ میں لے جا کر پھینک دے۔

قابل غور بات ہے کہ جو شخص اس دنیا میں توحید کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے اور شرک کے دلدل میں پھنس جاتا ہے اس کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہتی۔ ایسے شخص کی حیثیت اور اس کا انجام بس اس شخص کے جیسا ہے جیسے کوئی شخص بلندی سے گر پڑے اور اس کے گرتے ہی پرندے اس کو اچک لیں اور اس کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا جائیں یا اس شخص کی مثال اس شخص کے جیسی ہے جسے ہوا اڑا کر کہیں دور لے جائے اور وہاں پھینک دے، یعنی جس طرح ایسے حالات سے دو چار شخص کا ہلاک ہو جانا یقینی ہے بالکل اس مشرک کی ہلاکت و تباہی بھی یقینی ہے جو شرک میں ڈوبا ہوا ہے۔ ایسے آدمی کی نجات اور سلامتی کی کوئی راہ باقی نہیں رہے گی۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دوبارہ اس مضمون کی طرف متوجہ کر رہے ہیں کہ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے گا تو اس کا یہ تعظیم کرنا اس کے دل کے تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ چونکہ مضمون حج اور حج کے مناسک وغیرہ سے متعلق ہے تو اس کا مطلب یہاں یہ ہیکہ جو کوئی شخص قربانی کے ان جانوروں کی تعظیم کرتا ہے جو جانور کہ قربانی کے لئے حرم کی جانب لے جائے جارہے ہیں تو ان کی تعظیم کا صادر ہونا دراصل ان کے دلوں میں موجود تقویٰ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرہ کے ارادہ سے ہدی کا جانور اپنے ساتھ لے گئے تھے لیکن چونکہ صلح ہو گئی تھی اور آئندہ سال عمرہ کی قضاء پر مصالحت ہوئی تھی تو ان جانوروں کو حدیبیہ کے مقام پر ہی ذبح کر دیا گیا۔

لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ کے ذریعہ قربانی کے جانوروں کے سلسلہ میں اس رعایت کا اظہار کیا جارہا ہے کہ تمہارے لئے قربانی کے ان جانوروں میں دنیوی منافع بھی ہیں کہ ان کا دودھ اور ان کا اون وغیرہ استعمال کرو اور ان پر سوار ہو جاو ایک مقررہ مدت تک یعنی ان کے نحر کرنے یا ذبح کرنے تک۔

آخر میں کہا جارہا ہے کہ جو جانور حج کے دوران قربانی کیلئے لئے گئے تھے تو آخر میں انہیں بیت العتیق کے پاس قربان کردینا ہے یعنی حرم کی سرزمین میں ان کا ذبح کردینا ہے۔

﴿درس ۶۳ ۱۳﴾ ذکرِ الٰہی، صبر اور انفاق پر بشارتیں ﴿الحج ۳۴-۳۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اور ہر امت کے لئے جَعَلْنَا مَنْسَكًا ہم نے قربانی مقرر کی لِّيَذْكُرُوا تا کہ وہ یاد کریں اسْمَ اللّٰهِ اللہ کا نام عَلٰى مَا ان پر جو رَزَقَهُمْ اس نے انہیں دیئے مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ چوپائے مویشیوں میں سے فَاِلٰهُكُمْ چونکہ تمہارا معبود اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ایک ہی معبود ہے فَلَهٗ سواسی کیلئے اَسْلِمُوْا تم مطیع ہوجاؤ وَبَشِّرِ اور خوشخبری سنادیجئے الْمُخْبِتِيْنَ عاجزی کرنے والوں کو الَّذِيْنَ وہ لوگ کہ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ کا وَجِلَتْ ڈر جاتے ہیں قُلُوْبُهُمْ ان کے دل وَالصّٰبِرِيْنَ اور وہ جو صبر کرنے والے ہیں عَلٰى مَاۤ اس پر جو اَصَابَهُمْ انہیں پہنچی وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ اور وہ جو نماز قائم کرنے والے ہیں وَمِمَّا اور اس میں سے جو رَزَقْنٰهُمْ ہم نے اُن کو رزق دیا يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ کرتے ہیں

ترجمہ:۔ اور ہم نے ہر اُمت کے لئے قربانی اس غرض کے لئے مقرر کی ہے کہ وہ اُن مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے اُنہیں عطا فرمائے ہیں۔ لہٰذا تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے، چنانچہ تم اُسی کی فرمانبرداری کرو اور خوشخبری سنادو اُن لوگوں کو جن کے دل اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں ۝ جن کا حال یہ ہے کہ جب اُن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دلوں پر رُعب طاری ہوجاتا ہے اور جو اپنے اوپر پڑنے والی ہر مصیبت پر صبر کرنے والے ہیں اور نماز کو قائم کرنے والے ہیں اور جو رزق ہم نے اُنہیں دیا ہے اُس میں سے (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتے ہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ہم نے ہرامت کے لئے قربانی اس غرض کے لئے مقرر کی ہے کہ وہ ان مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے ہیں

٢۔لہٰذا تمہارا رب بس ایک ہی رب ہے ٣۔چنانچہ تم اس کی فرمانبرداری کرو

٤۔خوشخبری سنادوان لوگوں کو جن کے دل اللہ کے آگے جھکے ہوتے ہیں

٥۔جن کا حال یہ ہے کہ جب انکے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دلوں پر رعب طاری ہو جاتا ہے

٦۔جو اپنے اوپر پڑنے والی ہر مصیبت پر صبر کرنے والے ہیں ٧۔نماز کو قائم کرنے والے ہیں

٨۔جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں

قربانی وہ عظیم عبادت ہے جس کو ہر امت کیلئے مشروع کیا گیا تھا' قربانی صرف امت محمدیہ ہی پر واجب نہیں ہے بلکہ یہ دوسری امتوں پر بھی واجب تھی بلکہ ساری امتوں میں قربانی کا یہ عمل رہا اور قربانی وہ پیارا عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوتی ہے۔لفظ قربانی کا مادہ بھی قرب ہی سے ہے یعنی قرب سے قربانی ہے کہ جب بندہ اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ جانور کی قربانی دیتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی قربت ونزدیکی حاصل ہوتی ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانور کی قربانی کا جو طریقہ مشروع فرمایا اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے بندے جانوروں کو ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لیں اور اس کو یاد کریں قربانی سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہوئے اللہ کا نام لیں اور اس کی بڑائی بیان کریں اور جب قربانی کی یہ توفیق نصیب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے قربانی کے لئے جو جانور عطا فرمایا ہے اس کو نعمت تصور کریں اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہتے ہیں کہ میں نے رسول رحمت ﷺ سے کہا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہمارے لئے اس میں کیا ہے؟ فرمایا کہ قربانی کے جانور کے ہر بال پر ایک نیکی ہے۔سبحان اللہ

قربانی کا تذکرہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ١٩٦' سورۂ انعام کی آیت نمبر ١٦٢' سورۂ حج کی آیت نمبر ٣٤، ٣٦ اور ٦٧ اور سورۃ الکوثر کی آیت نمبر ٢ میں بھی ہے۔سورۃ الانعام کی آیت نمبر ١٦٢ میں یوں ہے قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے' اور سورۃ الکوثر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پس آپ اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے۔

اس کے بعد توحید کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا جارہا ہے کہ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پس اس کی فرمانبرداری کرو۔بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کرے اور اسی

ایک رب کی فرمانبرداری بھی کرے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۳۱ میں فرمانبرداری سے متعلق کہا گیا اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جب ان سے کہا ان کے رب نے کہ فرمانبرداری کرو تو انہوں نے کہا کہ میں رب العالمین کی فرمانبرداری کرتا ہوں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۲۰ میں کہا گیا فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ پھر بھی اگر یہ آپ سے جھگڑیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں اور میرے تابعداروں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا سرِ تسلیم خم کر دیا ہے، بندۂ مومن صرف اور صرف ایک رب ذو الجلال کے سامنے اپنا سر جھکائے گا اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اپنی زندگی بسر کرے گا۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۸۳ میں کہا گیا وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ حالانکہ تمام آسمانوں والے اور سب زمین والے اللہ تعالیٰ ہی کے فرمانبردار ہیں خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

یہاں عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری دی گئی کہ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ جو لوگ عاجزی کرنے والے ہیں ان کو خوشخبری سنا دو۔ رب ذو الجلال کے سامنے جھکنے والوں کو سورۂ ہود کی آیت نمبر ۲۳ میں یوں خوشخبری دی گئی : اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ یقینا جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی نیک کئے اور اپنے پالنے والے کی طرف جھکتے رہے وہی جنت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں۔

اس کے بعد رب ذو الجلال کے سامنے عاجزی کرنے والوں کے اوصاف بیان کئے جا رہے ہیں اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والوں کا پہلا وصف یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو انکے دل لرز جاتے ہیں۔ سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۲ میں بھی ایمان والوں کی یہ علامت بتلائی گئی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ پس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب لرز جاتے ہیں۔ دلوں کے لرز جانے کا یہ مضمون سورۃ المومنون کی آیت نمبر ۶۰ میں بھی ہے : وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ اور وہ جو عمل بھی کرتے ہیں اُسے کرتے وقت ان کے دل اس بات سے سہمے ہوتے ہیں کہ اُنہیں اپنے پروردگار کے پاس واپس جانا ہے۔

عاجزی کرنے والوں کی دوسری صفت یہ ہے کہ وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ کہ عاجزی کرنے والے مصیبتوں پر صبر کرنے والے ہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۶ میں صبر کو بڑی ہمت کا کام بتلایا گیا ہے : وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو یقینا یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے۔ اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والا صبر کا دامن ہرگز نہیں چھوڑے گا اور جس کے دل میں عاجزی نہیں ہوتی وہ بہت جلد صبر کے دائرے سے باہر نکل جاتا ہے اور عاجزی کرنے والوں کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ نمازوں

میں کاہلی نہیں کرتے بلکہ وہ پابندی کے ساتھ نماز کو قائم رکھتے ہیں۔

عاجزی کرنے والوں کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اس قدر سخی ہوتے ہیں کہ جہاں اپنی جان اپنے پروردگار کی مرضی پر چھڑکتے ہیں وہیں اپنا مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۶۴﴾ قربانی کے اونٹ اور گائے اللہ کے شعائر میں شامل ﴿الحج ۳۶-۳۷-۳۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۚ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَالْبُدْنَ اور قربانی کے اونٹ جَعَلْنٰهَا ہم نے انہیں بنایا لَكُمْ تمہارے لیے مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اللہ کی نشانیوں میں سے لَكُمْ تمہارے لیے فِيْهَا ان میں خَيْرٌ بہت بھلائی ہے فَاذْكُرُوا چنانچہ تم یاد کرو اسْمَ اللّٰهِ اللہ کا نام عَلَيْهَا ان پر صَوَآفَّ صف بستہ فَإِذَا پھر جب وَجَبَتْ گرجائیں جُنُوْبُهَا ان کے پہلو فَكُلُوْا تو تم کھاؤ مِنْهَا ان میں سے وَاَطْعِمُوا اور کھلاؤ الْقَانِعَ قناعت کرنے والے کو وَالْمُعْتَرَّ اور مانگنے والے کو كَذٰلِكَ اسی طرح سَخَّرْنٰهَا ہم نے تابع کردیا ان کو لَكُمْ تمہارے لیے لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکر کرو لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ ہرگز اللہ کو نہیں پہنچتے لُحُوْمُهَا ان کے گوشت وَلَا دِمَآؤُهَا اور نہ ان کے خون وَلٰكِنْ اور لیکن يَّنَالُهُ اسے پہنچتا ہے التَّقْوٰى مِنْكُمْ تمہارا تقویٰ كَذٰلِكَ اسی طرح سَخَّرَهَا اس نے تابع کردیا ہے ان کو لَكُمْ تمہارے لیے لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو عَلٰى مَا اس پر کہ هَدٰىكُمْ اس نے تمہیں ہدایت دی وَبَشِّرِ اور خوشخبری سنادیجئے الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والوں کو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ يُدٰفِعُ دور کرتا ہے عَنِ الَّذِيْنَ ان لوگوں سے جو اٰمَنُوْا ایمان لائے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا كُلَّ خَوَّانٍ ہر خیانت کرنے والے كَفُوْرٍ ناشکرے کو

ترجمہ:۔ اور قربانی کے اُونٹ اور گائے کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کے شعائر میں شامل کیا ہے، تمہارے لئے اُن میں بھلائی ہے۔ چنانچہ جب وہ ایک قطار میں کھڑے ہوں، اُن پر اللہ کا نام لو، پھر جب (ذبح ہوکر) اُن کے پہلو زمین پر گرجائیں تو اُن (کے گوشت) میں سے خود بھی کھاؤ اور اُن محتاجوں کو بھی کھلاؤ جو صبر سے

بیٹھے ہوں اور اُن کو بھی جو اپنی حاجت ظاہر کریں اور ان جانوروں کو ہم نے اسی طرح تمہارے تابع بنا دیا ہے تا کہ تم شکر گزار بنو O اللہ کو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے، نہ ان کا خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اُس نے یہ جانور اسی طرح تمہارے تابع بنا دیئے ہیں تا کہ تم اس بات پر اللہ کی تکبیر کرو کہ اُس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی اور جو لوگ خوش اُسلوبی سے نیک عمل کرتے ہیں اُنہیں خوشخبری سنا دو O بیشک اللہ اُن لوگوں کا دِفاع کرے گا جو ایمان لے آئے ہیں۔ یقین جانو کہ اللہ کسی دغا باز ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔

تشریح: ۔ ان تین آیتوں میں بارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ قربانی کے اونٹ اور گائے کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کے شعائر میں شامل کیا ہے

۲۔ تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے ۳۔ چنانچہ جب وہ ایک قطار میں کھڑے ہوں ان پر اللہ کا نام لو

۴۔ پھر جب ذبح ہو کر ان کے پہلو زمین پر گر جائیں تو ان کے گوشت میں سے خود بھی کھاو

۵۔ ان محتاجوں کو بھی کھلاو جو صبر سے بیٹھے ہوں اور ان کو بھی جو اپنی حاجت ظاہر کریں

۶۔ ان جانوروں کو ہم نے اسی طرح تمہارے لئے تابع بنا دیا ہے تا کہ تم شکر گزار بنو

۷۔ اللہ کو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے، نہ ان کا خون ۸۔ اللہ کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

۹۔ اللہ نے یہ جانور اسی طرح تمہارے تابع بنا دیئے ہیں تا کہ تم اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی

۱۰۔ جو لوگ خوش اسلوبی سے نیک عمل کرتے ہیں انہیں خوش خبری سنا دو

۱۱۔ بے شک اللہ ان لوگوں کا دفاع کرے گا جو ایمان لے آئے ہیں

۱۲۔ یقین جانو کہ اللہ کسی دغا باز ناشکرے کو پسند نہیں کرتے

عربی زبان میں بُدْنَہ بڑے جانوروں کو کہتے ہیں مثلاً اونٹ اور گائے وغیرہ۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بُدنہ میں اونٹ اور گائے دونوں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قربانی کے ان جانوروں کو دینی یادگاروں اور بڑی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے۔ اسی کو شعائر اللہ کہا جاتا ہے۔ ان شعائر اللہ میں ہمارے لئے خیر ہے یعنی دنیوی فائدے بھی ہیں اور اخروی فائدے بھی ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بُدنہ سے صرف اونٹ مراد ہے اس لئے کہ وہ بدن کے اعتبار سے بڑا ہوتا ہے اور حکم میں گائے اور بیل بھی شریک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات حصے ہوتے ہیں۔

دنیوی فائدے قربانی کے یہ ہیں کہ اس کے گوشت سے غریبوں کو فائدہ ہوتا ہے اور وہ سواری کے بھی کام آتا ہے اور اس کے دودھ سے بھی فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اخروی فائدہ یعنی خیر یہ ہے کہ قربانی کے لئے تیار کر لینے

کے بعد حکم دیا گیا کہ تم اس وقت اللہ کا ذکر کرو اس طرح کہو کہ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰھُمَّ مِنْكَ وَاِلَیْكَ۔

قربانی کے جانوروں میں جب اونٹ کی قربانی کی جاتی ہے تو اس کو نحر کہا جاتا ہے جیسا کہ سورۃ الکوثر میں یہ لفظ استعمال کیا گیا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پس آپ اپنے پروردگار کیلئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں' اور نحر کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اس کا بایاں پچھلا پاوں باندھ دیا جائے اور بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھ کر کھڑے ہی کھڑے ذبح کی جگہ میں تیز برچھا مار دیا جائے ،اونٹ میں نحر اور دیگر جانوروں میں ذبح کرنا سنت ہے اور ذبح میں دوسرے جانوروں کو لٹا دیا جاتا ہے۔قدیم زمانہ میں عرب لوگ اونٹوں کو قطار میں کھڑے کر دیتے تھے جس جس اونٹ کو برچھا لگ جاتا تھا وہ اونٹ گرتا چلا جاتا تھا، اسی لئے یہاں یہ بات کہی گئی کہ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا پھر جب وہ اپنی کروٹوں پر گر پڑیں۔

جب کسی جانور کی قربانی ہو جائے تو حکم دیا گیا کہ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ جب جانور زمین پر گر جائے اور اس کی روح چلی جائے تو اب تمہارے لئے یہ جائز ہے کہ تم اس جانور کا گوشت خود بھی کھاو اور صرف کھانے پر اکتفا مت کرو بلکہ محتاجوں کو بھی کھلاو جو تم سے کھل کر مانگتے ہیں ان کو بھی کھلاؤ اور ان کو بھی کھلاو جو سوال کرنے سے بچے رہتے ہیں۔بعض علماء نے قربانی کے گوشت کے کھانے اور کھلانے کے سلسلہ میں یہ بات کہی ہے کہ قربانی کا گوشت کھانا اور کھلانا مستحب ہے اور بعض نے اس کو واجب قرار دیا ہے۔لیکن آیت کا ظاہر بتلا رہا ہے کہ یہ واجب نہیں ہے بلکہ اختیاری ہے۔اسی سورت کی آیت نمبر ۲۸ میں بھی یہ حکم دیا گیا کہ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ پس تم بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو ہمارے لئے جو مسخر کیا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ہم بندوں کو چاہیے کہ ہم اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں' اسی لئے یہاں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اسی طرح ہم نے چوپایوں کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے کہ تم شکر گزاری کرو۔ان جانوروں کے نعمت ہونے کا اظہار سورۂ یٰسین کی آیات نمبر ۷۱ تا۔۷۳ میں بھی کیا گیا اور شکر کی ترغیب دی گئی أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُم مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ○ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ○ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ أَفَلَا يَشْكُرُونَ اور کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے مویشی پیدا کئے اور یہ ان کے مالک بنے ہوئے ہیں؟ اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کے قابو میں دے دیا ہے۔چنانچہ ان میں سے کچھ وہ ہیں جو ان کی سواری بنے ہوئے ہیں اور کچھ وہ ہیں جنہیں یہ کھاتے ہیں نیز ان کو ان مویشیوں سے اور بھی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور پینے کی چیزیں ملتی ہیں۔کیا پھر بھی یہ شکر نہیں بجا لائیں گے؟

اس کے بعد یہ حقیقت بتلا دی گئی کہ قربانی کو صرف اس لئے مشروع کیا گیا کہ تم ذبح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لو اور اس کو یاد کرو اور یہ حقیقت یاد رکھو کہ اللہ کے ہاں قربانی کا نہ گوشت پہنچتا ہے اور نہ اس کا خون پہنچتا

ہے اللہ کے ہاں تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے اور تمہارا وہ اخلاص پہنچتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہوتا ہے، یہ بات اس لئے کہی جارہی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں مشرکین قربانی کے جانوروں کا گوشت بتوں کے اوپر رکھ دیتے تھے اور قربانی کا خون ان بتوں پر چھڑک دیتے تھے، اس پس منظر میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گوشت اور خون کے محتاج نہیں ہیں، تم اللہ کے محتاج ہو۔ یہ قربانی اس لئے رکھی گئی ہے کہ تم اس قربانی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے اس کا قرب حاصل کرلو۔

رسولِ رحمت ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ نیک اعمال کرنے والوں کو اور اللہ کے حدود پر قائم رہنے والوں کو اور اللہ کی شریعت کی اتباع کرنے والوں کو خوشخبری دیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے بارے میں یہ حقیقت بیان کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے رفع کردے گا یعنی جو حالات مشرکین کی طرف سے وقتی طور پر ایمان والوں پر آتے ہیں ان مشکل حالات کو ان پر سے ہٹا کر ان کے لئے امن وامان کا ماحول پیدا کردے گا۔

دیگر ممالک کے بشمول ہم بھارت کے مسلمانوں کیلئے اس آیت میں بڑی خوشخبری ہے۔ ہم ان آیات کا علم نہ ہونے کے نتیجہ میں کبھی اس قسم کے حالات کے وجود میں آنے پر مایوسی اور ناامیدی کی طرف چلنے لگتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صاف طور پر یہ خوشخبری دی ہے کہ دین وایمان کی بنیاد پر جو حالات ایمان والوں پر آتے ہیں اللہ تعالیٰ ان حالات کو دور کردے گا۔ آج یہ حالات ہم پر ہیں ان شاء اللہ ایک دن آئے گا کہ یہ بادل ہم پر سے ضرور ہٹ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ کسی بھی خیانت کرنے والے کو اور ناشکری کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۰۷ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی ہے :اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا یقینا دغاباز گنہگار کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۵۸ میں کہا گیا: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿درس نمبر ۱۳۶۵﴾ مظلوموں کو ظالموں سے لڑنے کی اجازت ﴿الحج ۳۹۔۴۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اُذِنَ اجازت دی گئی ہے لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو يُقٰتَلُوْنَ لڑائی کیے جاتے ہیں بِاَنَّهُمْ اس سبب سے کہ بے شک وہ ظُلِمُوْا مظلوم ہیں وَاِنَّ اللّٰهَ اور بلاشبہ اللہ عَلٰى نَصْرِهِمْ ان کی مدد کرنے پر لَقَدِيْرُ البتہ خوب قادر ہے الَّذِيْنَ وہ لوگ جو اُخْرِجُوْا نکالے گئے مِنْ دِيَارِهِمْ اپنے گھروں سے بِغَيْرِ حَقٍّ بغیر حق کے اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا صرف ان کے یہ کہنے پر کہ رَبُّنَا اللّٰهُ ہمارا رب اللہ ہے وَلَوْ لَا اور اگر نہ ہوتا دَفْعُ اللّٰهِ اللہ کا دور کرنا النَّاسَ لوگوں کو بَعْضَهُمْ ان کے ایک کو بِبَعْضٍ دوسرے کے ذریعے سے لَّهُدِّمَتْ تو البتہ ڈھادیئے جاتے صَوَامِعُ راہبوں کے خلوت خانے وَبِيَعٌ اور گرجے وَّصَلَوٰتٌ اور یہودیوں کے عبادت خانے وَّمَسٰجِدُ اور مسجدیں يُذْكَرُ کہ ذکر کیا جاتا ہے فِيْهَا ان میں اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا بکثرت اللہ کا نام وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ اور البتہ اللہ ضرور مدد کرے گا مَنْ اس کی جو يَّنْصُرُهٗ مدد کرے گا اس کی اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ لَقَوِيٌّ البتہ بہت قوت والا ہے عَزِيْزٌ خوب غالب ہے

ترجمہ:۔ جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے اُنہیں اجازت دی جاتی ہے (کہ وہ اپنے دِفاع میں لڑیں) کیونکہ اُن پر ظلم کیا گیا ہے اور یقین رکھو کہ اللہ ان کو فتح دلانے پر پوری طرح قادر ہے ۝ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں صرف اتنی بات پر اپنے گھروں سے ناحق نکالا گیا ہے کہ اُنہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ (کے شر) کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں، کلیسا، عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے سب مسمار کردی جاتیں اور اللہ ضرور اُن لوگوں کی مدد کرے گا جو اُس (کے دین) کی مدد کریں گے۔ بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا، بڑے اقتدار والا ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے انہیں اجازت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے دفاع میں لڑیں کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے

۲۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ان کو فتح دلانے پر پوری طرح قادر ہے

۳۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں صرف اتنی بات پر اپنے گھروں سے ناحق نکالا گیا ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔

۴۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ایک گروہ کے شر کو دوسرے کے ذریعہ دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں، کلیسا، عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے سب مسمار کردی جاتیں

۵۔ اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کریں گے

۶۔ بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا بڑے اقتدار والا ہے

ہم سب اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ جب رسولِ رحمت ﷺ نے مکہ مکرمہ میں دینِ اسلام کی دعوت دینے کا آغاز کیا تو ابتدائی ایام میں صرف ان لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کیا جو دنیوی اعتبار سے کمزور تھے یعنی غریب تھے ان غریب مسلمانوں میں وہ بھی تھے جو مکہ کے مشرکین کے غلام تھے اور بعض وہ بھی تھے جو پردیسی تھے۔ جب ان لوگوں کو مکہ کے مالدار اور آقا قسم کے لوگوں نے دیکھا کہ یہ اسلام لاچکے ہیں تو انہیں ستانا شروع کیا، ہر طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں ان غریب مسلمانوں کو دی گئیں اور ان پر ظلم پر ظلم کرتے رہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور بعض نے رسولِ رحمت ﷺ سے پہلے یا بعد مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی، یہ وہ زمانہ تھا جس میں ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کو صبر کرنے کا حکم تھا اور جنگ کرنے کی اجازت نہیں تھی، جیسے جیسے مدینۂ منورہ میں مسلمان جمع ہوتے گئے اور مسلمانوں کو ایک مرکزیت بھی مل گئی اور مسلمانوں کو اقتدار بھی حاصل ہوگیا تو پھر مسلمانوں کو اجازت دی گئی کہ ان کافروں اور ظالموں سے جنگ کی جاسکتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا کہ جب رسولِ رحمت ﷺ مکۂ مکرمہ سے ہجرت کر کے تشریف لے آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان لوگوں نے اپنے نبی کو شہر بدر کردیا ہے یہ لوگ ضرور ہلاک ہوں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے انہیں اجازت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے دفاع میں لڑیں کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کافروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد کرنے پر پوری طرح قادر ہے۔

جن دنوں میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر مکہ کے مشرکین کی جانب سے ظلم ہوتا تھا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسولِ رحمت ﷺ کے پاس ان کے ظلم کی شکایت لے کر آتے تھے تو آپ ﷺ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو صبر کی تلقین فرماتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ مجھے ان کافروں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم نہیں آیا ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ہجرت کی اور ہجرت کے دوسرے ہی سال یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کافروں کے ساتھ جنگ کی اجازت دی گئی۔ اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ جہاد و قتال کی اجازت سے متعلق یہ پہلی آیت ہے اور ابن جریر حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ سب سے پہلی آیت جو جہاد سے متعلق نازل ہوئی وہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۰ ہے وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ اور اللہ کے راستہ میں قتال کرو ان لوگوں سے جو تم سے قتال کرتے ہیں۔ یہ وہ مظلوم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تھے جنہیں ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا تھا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو محض اس لئے اپنے گھروں اور وطن سے نکالا گیا تھا کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے، جس کا ذکر سورۂ ممتحنہ کی آیت نمبر ا میں بھی ہے يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ یہ لوگ رسول کو اور تمہیں محض اس لئے نکالتے ہیں کہ تم ایک اللہ پر ایمان رکھتے ہو جو تمہارا پروردگار ہے۔

کافروں اور مسلمانوں کے درمیان یہ لڑائی پہلا حادثہ یا واقعہ نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کے درمیان اپنے اپنے زمانہ میں لڑائیاں ہوتی رہی ہیں' نبیوں کے ماننے والوں نے دشمنوں سے لڑ کر کفر کا اور کافروں کا زور توڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت رہی ہے کہ ایک جماعت کے ذریعہ دوسری جماعت کو دفع فرما دیتا ہے' اگر اللہ تعالیٰ قتال و جہاد کا یہ سلسلہ جاری نہ رکھتے تو مسلمانوں کی یہ عبادت گاہیں کبھی کی ختم ہو چکی ہوتیں' یہودیوں نے جو اپنے زمانہ میں حقیقی تورات پر ایمان رکھنے کی وجہ سے مومن و مسلمان تھے ان یہودیوں نے دشمنوں سے مقابلہ بھی کیا اور ان سے قتال بھی کیا اور اپنی عبادت گاہوں کو مٹنے سے بچالیا۔ اسی طرح نصاریٰ نے جو حقیقی انجیل پر ایمان رکھتے تھے انہوں نے بھی اپنے دشمنوں سے جنگ کی اور اپنی عبادت گاہوں کی حفاظت کرلی۔ اگر مسلمان بھی کافروں سے جنگ نہ کریں گے تو ان کی مسجدیں بھی گرادی جائیں گی' یہ رب ذوالجلال کا نظام ہے جو اس نے قائم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ جو اس کے دین کی بقاء و تحفظ کیلئے اور کلمۂ توحید کی سربلندی کیلئے مدد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد کرتے ہیں یہی حقیقت سورۃ محمد کی آیت نمبر ۷ میں بھی بیان کی گئی ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔

﴿درس نمبر ۱۳۶۶﴾ اگر ہم انہیں اقتدار بخشیں تو! ﴿الحج ۴۱۔تا۔۴۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۝ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۝ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلَّذِيْنَ وہ لوگ کہ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ اگر ہم انہیں قدرت دیں فِي الْاَرْضِ زمین میں اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وہ نماز قائم کریں وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کریں وَاَمَرُوْا اور وہ حکم دیں بِالْمَعْرُوْفِ اچھے کاموں کا وَنَهَوْا اور روکیں عَنِ الْمُنْكَرِ برے کاموں سے وَلِلّٰهِ اور اللہ ہی کے اختیار میں ہے عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ تمام امور کا انجام وَاِنْ اور اگر يُّكَذِّبُوْكَ وہ آپ کو جھٹلائیں فَقَدْ كَذَّبَتْ تو تحقیق جھٹلایا ہے قَبْلَهُمْ ان سے پہلے قَوْمُ نُوْحٍ قوم نوح نے وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ اور عاد اور ثمود نے وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ اور قوم ابراہیم نے وَقَوْمُ لُوْطٍ اور قوم لوط نے وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ اور اہلِ مدین نے بھی وَكُذِّبَ مُوْسٰى اور موسیٰ جھٹلائے گئے فَاَمْلَيْتُ چنانچہ میں نے مہلت دی لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کو ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ پھر میں نے ان کو پکڑ لیا فَكَيْفَ كَانَ لہٰذا کیا

تھا نَکِیْرِ میرا عذاب

ترجمہ:۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور لوگوں کو نیکی کی تاکید کریں اور برائی سے روکیں اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضے میں ہے O اور (اے پیغمبر!) اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد و ثمود کی قومیں بھی (اپنے اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکی ہیں O نیز ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم O اور مدین کے لوگ بھی اور موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا تھا، چنانچہ ان کافروں کو میں نے کچھ ڈھیل دی، پھر اُنہیں پکڑ میں لے لیا، اب دیکھ لو کہ میری پکڑ کیسی تھی!

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اور لوگوں کو نیکی کی تاکید کریں اور برائی سے روکیں

۲۔ تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضے میں ہے

۳۔ اے پیغمبر! اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلائیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد و ثمود کی قومیں بھی اپنے اپنے پیغمبروں کو جھٹلا چکی ہیں۔

۴۔ نیز ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم اور مدین کے لوگ بھی ۵۔ موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا

۶۔ چنانچہ ان کافروں کو میں نے کچھ ڈھیل دی ۷۔ پھر انہیں پکڑ میں لے لیا۔

۸۔ اب دیکھ لو کہ میری پکڑ کیسی تھی؟

یہاں ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ خوبیاں بیان کی گئی ہیں کہ جب ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مکۂ مکرمہ سے نکالا گیا اور اس کے بعد مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بہترین ٹھکانہ عطا فرمایا اور انہیں اقتدار بھی عطا فرمایا تو انہوں نے اپنی ایک تاریخ بنائی کہ جس دین اسلام کی بنیاد پر انہیں اقتدار دیا گیا اسی دین پر وہ خود بھی قائم رہے اور اپنے ماتحت افراد کو بھی دین پر قائم رکھا۔ انہوں نے خود بھی نمازیں قائم کیں اور زکوٰۃ ادا کی اور لوگوں کو بھلائیوں کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا۔ اس آیت کا مصداق وہ خلفاء راشدین ہیں جن کا مبارک اور پاکیزہ دور آج بھی تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے۔

اس آیت کی ترجمانی سورۂ نور کی آیت نمبر ۵۵ بھی کرتی ہے جس میں کہا گیا کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ

قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ میرے بارے میں اور میرے اصحاب کے بارے میں ہے کہ ہم ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے جب کہ ہمارا اس کے علاوہ کچھ قصور نہ تھا کہ ہم رَبُّنَا اللّٰهُ کہتے تھے پھر ہمیں اللہ تعالیٰ نے زمین میں اقتدار عطا کیا تو ہم نے نماز قائم کی اور زکواۃ ادا کی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا۔

اس آیت سے یہ سبق بلکہ یہ نصیحت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس مسلمان کو اقتدار عطا فرما دے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ نماز بھی پڑھے اور زکواۃ بھی دے اور لوگوں کو نیکیوں کا حکم بھی دے اور گناہوں سے روکے۔ مگر آج مسلمانوں کی کمزوری کا عالم یہ ہے کہ جب انہیں اقتدار ملتا ہے تو وہ اپنے رب کو ہی بھول جاتے ہیں نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ زکواۃ دیتے ہیں اور نہ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور نہ ہی لوگوں کو برائیوں سے روکتے ہیں بلکہ وہ ڈرتے ہیں کہ اگر ہم لوگوں کو برائیوں سے روکیں گے تو لوگ ہم سے ناراض ہو جائیں گے اور سمجھتے ہیں کہ ان کی ناراضگی ان کے اقتدار کے چھن جانے کا ذریعہ بن جائے گی۔

رسولِ رحمت ﷺ کی باتوں کو جب لوگ جھٹلاتے تھے تو آپ ﷺ کو بہت تکلیف ہوتی تھی اور آپ ﷺ کے دل پر صدمہ ہوتا تھا۔ جب بھی رسولِ رحمت ﷺ کو قلبی یا ذہنی طور پر تکلیف ہوتی تو رب ذوالجلال آپ پر ایسی آیتیں نازل فرماتے جن آیتوں سے آپ ﷺ کو تسلی مل جائے، چنانچہ یہ آیت بھی تسلی لئے ہوئے آسمان سے نازل ہوئی اور یوں تسلی دی گئی کہ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ پیغمبر! اگر آپ کے مخالفین آپ کو جھٹلاتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات بھی نہیں ہے اور ایسی بات بھی نہیں ہے کہ دنیا میں صرف آپ کو ہی جھٹلایا گیا بلکہ گزری ہوئی قوموں کا طریقہ ہی یہ رہا کہ انہوں نے اپنے دور کے ہر نبی کو جھٹلایا۔ نوح کی قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا، قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کو کو جھٹلایا، قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم نے جھٹلایا اور قومِ لوط نے حضرت لوط علیہ السلام کو اور اصحاب مدین نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا اور قبطیوں نے جن کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا۔ باوجود یہ کہ یہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام معجزات اور دلائل لے کر آئے تھے۔ انکے پاس واضح نشانیاں موجود تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے گزرے ہوئے پیغمبروں کی مثال دے کر رسولِ رحمت ﷺ کو تسلی دی کہ پیغمبر! ہر نبی کو جھٹلایا گیا اور ان نبیوں نے ان کے جھٹلانے پر صبر کیا بس آپ بھی صبر سے کام لیجئے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۳۴ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے انہوں نے اس پر صبر ہی کیا اور ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی اور اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو ڈھیل دی پھر انہیں پکڑ بھی لیا اور یہ پکڑ سخت عذاب کی صورت میں ہوئی پھر ان کافروں کو پتہ چل گیا کہ اللہ کا عذاب کیسا ہے؟

﴿درس نمبر ۱۳۶۷﴾ **کتنی بستیاں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کردیا؟** ﴿الحج ۴۵۔۴۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۞ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَكَاَيِّنْ پھر کتنی ہی مِّنْ قَرْيَةٍ بستیاں ہیں اَهْلَكْنٰهَا ہم نے انکو ہلاک کردیا وَهِيَ اس حال میں کہ وہ ظَالِمَةٌ ظالم تھیں فَهِيَ چنانچہ وہ خَاوِيَةٌ گری پڑی ہیں عَلٰى عُرُوْشِهَا اپنی چھتوں پر وَبِئْرٍ اور کنویں ہیں مُّعَطَّلَةٍ ناکارہ پڑے ہوئے وَّقَصْرٍ اور محل ہیں مَّشِيْدٍ مضبوط اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا کیا پھر انہوں نے سیر نہیں کی فِي الْاَرْضِ زمین میں فَتَكُوْنَ کہ ہوتے لَهُمْ قُلُوْبٌ ان کے لیے دل يَّعْقِلُوْنَ کہ وہ سمجھتے بِهَآ ان کے ساتھ اَوْ اٰذَانٌ یا کان يَّسْمَعُوْنَ وہ سنتے بِهَا ان کے ساتھ فَاِنَّهَا چنانچہ بلاشبہ قصہ یہ ہے کہ لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں وَلٰكِنْ اورلیکن تَعْمَى الْقُلُوْبُ دل اندھے ہوتے ہیں الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ وہ جو سینوں میں ہیں

ترجمہ:۔ غرض کتنی بستیاں تھیں جن کو ہم نے اُس وقت ہلاک کیا جب وہ ظلم کررہی تھیں؟ چنانچہ وہ اپنی چھتوں کے بل گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں جواب بیکار ہوئے پڑے ہیں اور کتنے پکے بنے ہوئے محل (جو کھنڈر بن چکے ہیں)۞ تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں جس سے اُنہیں وہ دل حاصل ہوتے جو انہیں سمجھ دے سکتے یا ایسے کان حاصل ہوتے جن سے وہ سن سکتے؟ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ غرض کتنی بستیاں تھیں جن کو ہم نے اس وقت ہلاک کیا جب وہ ظلم کررہی تھیں؟

۲۔ چنانچہ وہ اپنی چھتوں کے بل گری پڑی ہیں ۳۔ کتنے ہی کنویں جواب بیکار ہوئے پڑے ہیں؟

۴۔ کتنے پکے بنے ہوئے محل جو کھنڈر بن چکے ہیں؟

۵۔ کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں جس سے انہیں وہ دل حاصل ہوتے جو انہیں سمجھ دے سکتے یا ایسے کان حاصل ہوتے جن سے وہ سن سکتے؟

۶۔ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ جس بستی کے لوگوں نے اپنے نبیوں کی باتوں کو جھٹلایا اور بڑا بھاری ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کے لوگوں کو ہلاک و برباد کر دیا، ایسی بستیوں میں رہنے والوں کے گھر اپنی چھتوں کے بل گر گئے یعنی وہ سارے گھر ویران اور تباہ ہو کر رہ گئے۔ سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی وَ كَمْ قَصَمْنَا مِن قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّأَنشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْماً آخَرِيْنَ ۔ اور بہت سی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جو ظالم تھیں اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوم کو پیدا کر دیا۔

رب ذو الجلال کا قانون ظالم قوموں کے بارے میں یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان قوموں کو ایک مدت تک مہلت دیتے ہیں لیکن اگر وہ پھر بھی اپنے ظلم سے باز نہیں آئے تو ان کو ہلاک وتباہ کر دیتے ہیں' تاریخ اقوام گواہ ہے کہ جن قوموں نے بھی ظلم کیا اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو تباہ و برباد کر دیا' قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوط، اور قومِ فرعون ان سب نے ظلم کیا اور ان سب کا انجام تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوا۔ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۱۱ میں کہا گیا وَ كَمْ قَصَمْنَا مِن قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّأَنشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْماً آخَرِيْنَ ۔ اور ہم نے بہت سی بستیاں جن کے رہنے والے ظالم تھے تباہ کر ڈالیں اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر دی۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۴ میں کہا گیا: وَ كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا اَوْهُمْ قَآئِلُوْنَ اور بہت سی بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچایا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۰۲ میں کہا گیا وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے جب کہ وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک نہیں کرتے' اگر کسی بستی کے لوگ نیک ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے یہ ہو ہی نہیں سکتا' چنانچہ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۱۷ میں یہی حقیقت بتلائی گئی آپ کا رب ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کر دے جبکہ وہاں کے لوگ نیکوکار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ظالم بستیوں کی ہلاکت کی منظر کشی یوں فرمائی کہ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں ہیں جو بیکار ہیں اور کتنے ہی محل ہیں جو مضبوط بنے ہوئے تھے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان ظالم بستیوں کے گھروں کا حال عذاب کی وجہ سے یہ ہوا کہ ان کے گھروں کی دیواریں ان کی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اس لئے کہ جب عذاب آیا تو پہلے چھتیں گر گئیں اور ان چھتوں پر دیواریں گر گئیں اور کنوؤں کا حال یہ ہے کہ جن کنوؤں میں پانی تھا آج وہ کنویں بے کار پڑے ہیں۔ آج ان کنوؤں سے پانی لینے والا کوئی نہ رہا اور مضبوط قسم کے محل ویران پڑے ہوئے ہیں۔ آج ان محلات کے بنانے والے نہ زندہ رہے اور نہ ہی ان محلات میں بسنے والے زندہ رہے۔ اللہ

تعالیٰ نے ان کے جرائم کی وجہ سے ان بستیوں کو ہلاک کر دیا ان کے کنوؤں کو بے کار کر دیا اور ان کے محلات کو رہنے والوں سے محروم کر دیا اور وہ بے آباد ہو گئے۔

چاہئے تھا کہ ان عبرتناک مناظر کو لوگ دیکھتے اور عبرت کی نگاہ سے دیکھتے اور سبق حاصل کرتے؟ اسی لئے سوالیہ انداز میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۔ کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ تا کہ ان کے ایسے دل ہوتے جن کے ذریعہ سمجھتے اور ایسے کان ہوتے جن کے ذریعہ سنتے؟ تباہی کا شکار ان بستیوں کے حالات کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنے کی ضرورت ہے اور ان کے حالات سے سبق لینے کی نیت سے سننے کی ضرورت ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں کے اندر ہوتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں بار بار اس جانب متوجہ کیا گیا کہ زمین میں چل پھر کر ان جھٹلانے والوں کے انجام کو دیکھیں، سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۷ میں کہا گیا فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ تم زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جنہوں نے (پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا انکا انجام کیسا ہوا؟ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۱، سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۱۰۹، سورۃ النمل کی آیت نمبر ۶۹، سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۲۰، سورۂ روم کی آیت نمبر ۹ اور ۴۲ میں بھی ان قوموں کے تباہ کن مناظر کو دیکھنے کی ترغیب دی گئی۔

﴿درس نمبر ۱۳۶۸﴾ **ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہے** ﴿الحج ۴۷۔۴۸﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ○ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا ۚ وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَسْتَعْجِلُونَكَ اور وہ جلدی طلب کرتے ہیں آپ سے بِالْعَذَابِ عذاب کو وَلَنْ يُخْلِفَ اللّٰهُ اور ہرگز اللہ خلاف نہیں کرتا وَعْدَهُ اپنے وعدے کے وَإِنَّ اور بلاشبہ يَوْمًا ایک دن عِنْدَ رَبِّكَ آپ کے رب کے نزدیک كَأَلْفِ سَنَةٍ ایک ہزار سال کی مانند ہے مِمَّا ان سے جو تَعُدُّونَ تم گنتے ہو وَكَأَيِّنْ اور کتنی ہی مِنْ قَرْيَةٍ بستیاں ہیں أَمْلَيْتُ میں نے مہلت دی لَهَا ان کو وَهِيَ جبکہ وہ ظَالِمَةٌ ظالم تھیں ثُمَّ أَخَذْتُهَا پھر میں نے ان کو پکڑ لیا وَإِلَيَّ اور میری ہی طرف الْمَصِيرُ واپسی ہے

ترجمہ:۔ اور یہ لوگ تم سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ اللہ اپنے وعدے کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرے گا اور یقین جانو کہ تمہارے رب کے یہاں کا ایک دن تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال

کی طرح کا ہوتا ہے O اور کتنی ہی بستیاں ایسی تھیں جنہیں میں نے مہلت دی تھی اور وہ ظلم کرتی رہیں؟ پھر میں نے اُنہیں پکڑ میں لے لیا اور سب کو آخر کار میرے پاس ہی لوٹنا ہوگا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ لوگ تم سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں

۲۔ حالانکہ اللہ اپنے وعدے کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرے گا

۳۔ یقین جانو کہ تمہارے رب کے یہاں کا ایک دن تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال کی طرح ہوتا ہے

۴۔ کتنی ہی بستیاں ایسی تھیں جنہیں میں نے مہلت دی تھی اور وہ ظلم کرتی رہیں؟

۵۔ پھر میں نے انہیں پکڑ میں لے لیا ۶۔ سب کو آخر کار میرے پاس ہی لوٹنا ہوگا

اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو جھٹلانے والے کافروں کا حال یہ تھا کہ جب انہیں ان کے اس جرم کی سزا کے طور پر عذاب کی دھمکی دی جاتی تو وہ اس عذاب سے ڈرنے کے بجائے اس عذاب کی جلدی مچاتے تھے اور اس قسم کے سوالات کرتے تھے کہ جس عذاب کی دھمکی تم ہمیں دے رہے ہو آخر وہ عذاب کب آئے گا؟ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو تو آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ یہی بات اللہ تعالیٰ رسول رحمت ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ پیغمبر! یہ لوگ آپ سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کر رہے ہیں آپ انہیں اس حقیقت سے آگاہ کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا جو بھی وعدہ کرتا ہے وہ پورا کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ بے شک اللہ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا اس سلسلہ میں سورۂ انعام کی آیت نمبر ۵۷ میں رسول رحمت ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ان جھٹلانے والوں سے کہہ دیجئے کہ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس تو ایک دلیل ہے میرے رب کی طرف سے اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو جس چیز کی تم جلدی مچا رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔

سورۂ یونس کی آیت نمبر ۵۰ میں بھی ان کی جلد بازی کا جواب یوں دیا گیا قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب رات کو آپڑے یا دن کو تو عذاب میں کونسی چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اس کو جلدی مانگ رہے ہیں، یعنی یہ بے عقل لوگ عذاب بھی ایسا جلد مانگ رہے ہیں جیسے کوئی نعمت کے حاصل کرنے میں جلدی کی جاتی ہے اور عذاب کی جلدی کرنے سے سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱ میں منع کیا گیا کہ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنچا ہے اس کی جلدی نہ مچاؤ۔

اللہ تعالیٰ ان ظالموں اور مجرموں پر عذاب لانے میں جلدی اس لئے نہیں کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ مغفرت کرنے والے اور رحمت کرنے والے ہیں۔ سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۵۸ میں کہا گیا: وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۚ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا تیرا پروردگار بہت ہی بخشنے والا اور مہربانی والا ہے وہ اگر ان کے اعمال کی سزا میں پکڑے تو بے شک انہیں جلدی عذاب کردے بلکہ ان کے لئے ایک وعدہ کی گھڑی مقرر ہے جس سے وہ سر کنے کی ہرگز جگہ نہیں پائیں گے۔

اس کے بعد یہ بات بتائی جارہی ہے کہ ان کافروں کے کفر کی سزا اگر دنیا میں نہیں بھی دی گئی تو انہیں یہ بات جان لینا چاہیے کہ قیامت کا وہ بھاری دن تو ان کے سامنے ہے جس ایک دن کی مقدار ہم انسانوں کے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ اب اندازہ کرلیں کہ اتنے لمبے دن میں جو تکلیف ہوگی وہ کس قدر بھاری ہوگی؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور یہ پانچ سو سال قیامت کے دن کا آدھا دن ہوگا۔ (ترمذی) سورۃ المعارج کی آیت نمبر ۴ میں قیامت کے دن کی مقدار پچاس ہزار سال قرار دی گئی ہے تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ جس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔

اس کے بعد ان ظالم قوموں کو دی جانے والی مہلت کے بارے میں کہا گیا کہ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ۔ کتنی ہی بستیاں ایسی تھیں جنہیں میں نے مہلت دی تھی اور وہ ظلم کرتی رہیں پھر میں نے انہیں پکڑ میں لے لیا اور سب کو آخر کار میرے ہی پاس آنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ظالموں کو فوراً ہی عذاب نہیں دیتے بلکہ ان کو مہلت دیتے ہیں وہ سدھر گئے تو ٹھیک ہے ورنہ ان ظالموں کو پکڑ لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ معمولی نہیں ہوتی بلکہ بہت سخت ہوتی ہے اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْم" شَدِيْد" (ہود ۱۰۲) بے شک اس کی پکڑ انتہائی سخت ہوتی ہے۔ کافروں کو دی جانے والی مہلت کے سلسلہ میں سورۂ رعد کی آیت نمبر ۳۲ میں بھی یہ حقیقت بتلائی گئی: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ یقینا آپ سے پہلے کے پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا تھا اور میں نے بھی کافروں کو ڈھیل دی تھی، پس میرا عذاب کیسا رہا؟

﴿درس نمبر ۱۳۶۹﴾ ایمان اور اعمالِ صالحہ کا صلہ مغفرت اور باعزت رزق ﴿الحج ۴۹۔۵۰۔۵۱﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ

مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قُلْ کہہ دیجئے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنَّمَآ اَنَا میں تو بس لَكُمْ تمہارے لیے نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا چنانچہ وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے نیک عمل کیے لَهُمْ ان کیلئے مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ مغفرت اور عزت والی روزی ہے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے سَعَوْا کوشش کی فِيْٓ اٰيٰتِنَا ہماری آیتوں میں مُعٰجِزِيْنَ عاجز کرنے کے لیے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ وہی لوگ جہنمی ہیں

ترجمہ:۔ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ اے لوگو! میں تو تمہیں وضاحت کے ساتھ خبردار کرنے والا ہوں ۝ پھر جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے تو اُن کے لئے مغفرت ہے اور باعزت رزق ہے ۝ اور جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو نیچا دکھانے کے لئے دوڑ دھوپ کی ہے تو وہ دوزخ کے باسی ہیں۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! کہہ دو کہ اے لوگو! میں تو تمہیں وضاحت کے ساتھ خبردار کرنے والا ہوں

۲۔ پھر جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے تو ان کے لئے مغفرت ہے اور باعزت رزق ہے

۳۔ جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو نیچا دکھانے کے لئے دوڑ دھوپ کی ہے تو وہ دوزخ والے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا یعنی نیک لوگوں کو جنت کی خوشخبری دینے والا اور برے لوگوں کو عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ یہی بات رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کہلوائی جا رہی ہے کہ اے پیغمبر! آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تو تمہیں صاف طور پر ڈرانے والا ہوں، قرآن مجید کی متعدد آیات میں رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجنے کی بات کہی گئی ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۱۹ میں کہا گیا: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۹ میں کہا گیا فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ پس اب تو یقیناً خوشخبری سنانے والے اور آگاہ کرنے والے آپہنچے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے پہلے جتنے پیغمبروں کو بھیجا ان کا بھی یہی معاملہ تھا کہ ان کو بھی خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا گیا۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۴۸ میں کہا گیا: وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈرائیں۔

ایمان اور اعمال صالحہ کی توفیق جنہیں نصیب ہوگئی انہیں یہاں مغفرت اور عزت کی روزی کی خوشخبری بھی دی گئی کہ پھر جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے تو ان کے لئے مغفرت ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا اور

ان کے لئے باعزت روزی بھی دی جائے گی، قرآن مجید میں موقع بموقع ایمان اور اعمال صالحہ کی بنیاد پر مختلف وعدے کئے گئے ہیں۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵ میں ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری دی گئی۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۷۷ میں ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو اجر وثواب کی خوشخبری دی گئی۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۷۳ میں ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو یوں خوشخبری دی گئی :فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ پس جولوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں ان کو ان کا پورا پورا ثواب عنایت فرمائے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا۔

رزقِ کریم یعنی عزت کی روزی کی جو بشارت دی گئی ،اس سے مراد جنت ہے کہ جنت میں جنتیوں کو عزت کی روزی ملے گی وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ۔(الزخرف ۷۱:)اور اس جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دلوں کو خواہش ہوگی اور جس سے آنکھوں کو لذت حاصل ہوگی۔(ان سے کہا جائے گا کہ)اس جنت میں تم ہمیشہ رہو گے۔

پھر یہ بات بھی بتلادی گئی کہ جولوگ ہماری آیتوں کو نیچا دکھانے کیلئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں وہ دوزخی ہیں یعنی جولوگ قرآن مجید کو کبھی جادو کہتے ہیں کہ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (المائدہ ۱۱۰:) یہ تو محض کھلا ہوا جادو ہے۔کبھی اس قرآن مجید کے بارے میں کہتے ہیں کہ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ یہ پرانوں کی لکھی ہوئی باتیں ہیں یعنی یہ قرآن گویا افسانہ کی کوئی کتاب ہے۔(نعوذ باللہ)اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے یہ خردماغ لوگ قرآن مجید کی آیتوں کو نیچا دکھانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں انہیں جان لینا چاہیے کہ ان کے اس ناپاک اقدام کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔سورۂ سبا کی آیت نمبر ۵ میں بھی اسی قسم کی وعید بیان کی گئی :وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ اور جنہوں نے ہماری آیتوں میں کوشش کی کہ ہمیں ہرادیں گے اُن کیلئے سخت درد دینے والے عذاب کی سزا ہے۔سورۂ سبا کی آیت نمبر ۳۸ میں بھی وعید بیان کی گئی :وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ جولوگ ہماری آیتوں میں کوشش کرتے ہیں کہ ہمیں ہرادیں وہ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو باطل قرار دینا اور دین کی دعوت کا انکار کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اس کتاب اور اس کے پاکیزہ کلام کو جھٹلانا اور لوگوں کو رسولِ رحمت ﷺ کی اطاعت واتباع سے روکنا یہ سارے کام دہکتی آگ میں ڈالے جانے کا ذریعہ بن جائیں گی۔سورۃ النحل کی آیت نمبر ۸۸ میں ایسے لوگوں کے بارے میں یوں کہا گیا اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا تھا اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکا تھا،ان کے عذاب پر ہم مزید عذاب کا اضافہ کرتے رہیں گے، کیونکہ وہ فساد مچایا کرتے تھے۔

﴿درس نمبر ۱۳۷۰﴾ ظالم لوگ مخالفت میں بہت دور چلے گئے ہیں ﴿الحج ۵۲-۵۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمَآ اور نہیں اَرْسَلْنَا بھیجا ہم نے مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے مِنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول وَّلَا نَبِيٍّ اور نہ کوئی نبی اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى مگر جب وہ تلاوت کرتا اَلْقَى الشَّيْطٰنُ شیطان ڈال دیتا فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ اس کی تلاوت میں فَيَنْسَخُ اللّٰهُ پھر اللہ مٹا دیتا مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ اس کو جو شیطان ڈالتا ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ پھر اللہ محکم کردیتا اٰيٰتِهٖ اپنی آیتیں وَاللّٰهُ اور اللہ عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے حَكِيْمٌ بڑا حکمت والا ہے لِّيَجْعَلَ تاکہ وہ بنادے مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ اس کو جو شیطان ڈالتا ہے فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے آزمائش فِيْ قُلُوْبِهِمْ جن کے دلوں میں مَّرَضٌ روگ ہے وَّالْقَاسِيَةِ اور سخت ہیں قُلُوْبُهُمْ ان کے دل وَاِنَّ اور بے شک الظّٰلِمِيْنَ ظالم تو ہیں لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ دور کی مخالفت میں

ترجمہ:۔ اور (اے پیغمبر!) تم سے پہلے ہم نے جب بھی کوئی رسول یا نبی بھیجا تو اس کے ساتھ یہ واقعہ ضرور ہوا کہ جب اُس نے (اللہ کا کلام) پڑھا تو شیطان نے اُس کے پڑھنے کے ساتھ ہی (کفار کے دلوں میں) کوئی رکاوٹ ڈال دی، پھر جو رکاوٹ شیطان ڈالتا ہے اللہ اُسے دور کر دیتا ہے، پھر اپنی آیتوں کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ بڑے علم کا، بڑی حکمت کا مالک ہے ۝ یہ (شیطان نے رکاوٹ اس لئے ڈالی) تاکہ جو رکاوٹ شیطان نے ڈالی تھی اللہ اُسے ان لوگوں کے لئے فتنہ بنادے جن کے دلوں میں روگ ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور یقین جانو کہ یہ ظالم لوگ مخالفت میں بہت دور چلے گئے ہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! تم سے پہلے ہم نے جب بھی کوئی رسول یا نبی بھیجا تو اس کے ساتھ یہ واقعہ ضرور ہوا کہ جب اس نے اللہ کا کلام پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے کے ساتھ ہی کوئی رکاوٹ ڈال دی

۲۔ پھر جو رکاوٹ شیطان ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دور کر دیتا ہے

۳۔ پھر اپنی آیتوں کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے

۴۔ اللہ بڑے علم والا حکمت والا ہے

۵۔ شیطان نے یہ رکاوٹ اس لئے ڈالی تا کہ جو رکاوٹ شیطان نے ڈالی تھی اللہ اسے ان لوگوں کے لئے فتنہ بنا دے جن کے دلوں میں روگ ہے اور جن کے دل سخت ہیں

۶۔ یقین جان لو کہ یہ ظالم لوگ مخالفت میں بہت دور چلے گئے ہیں۔

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہی سے یہ پختہ عزم و ارادہ کرلیا تھا کہ وہ انسان کو گمراہ کر کے رہے گا مگر اس کا زور اللہ کے نیک بندوں پر نہیں چلے گا۔

سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۱۹ میں شیطان کے وہ جملے نقل کئے گئے ہیں وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ اور انہیں راہ سے بھٹکا تا رہوں گا اور باطل امیدیں دلاتا رہوں گا اور انہیں سکھاوں گا کہ جانوروں کے کان چیر دیں اور انہیں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑیں سورۂ حجر کی آیات ۳۹ تا ۴۲ میں بھی ابلیس کی یہ بات یوں نقل کی گئی ہے کہ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ کہنے لگا: ''یا رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، اس لئے اب میں قسم کھاتا ہوں کہ ان انسانوں کے لئے زمین میں دلکشی پیدا کروں گا اور ان سب کو گمراہ کر کے رہوں گا، سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے ان میں سے اپنے لئے مخلص بنالیا ہو۔ اللہ نے فرمایا: ''یہ ہے وہ سیدھا راستہ جو مجھ تک پہنچتا ہے، یقین رکھو کہ جو میرے بندے ہیں، ان پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا، سوائے ان گمراہ لوگوں کے جو تیرے پیچھے چلیں گے۔

رسولِ رحمت ﷺ کو ان آیات کے ذریعہ اس حقیقت سے آگاہ کیا جارہا ہے کہ پیغمبر! آپ کے مخالفین جو کچھ حرکتیں اور سازشیں کررہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ آپ سے پہلے بھی جو نبی اور رسول گزرے ہیں ان کے ساتھ بھی یہ سب کچھ ہوتا آیا ہے، ان نبیوں اور رسولوں نے جب اپنی قوموں کے سامنے اللہ کے احکامات پیش کئے یا آسمانی کتاب پیش کی تو شیطان نے ان کی قرأت اور تلاوت کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک اور شبہات ڈال دیئے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۱۲ میں بھی اس سلسلہ میں یہ بات کہی گئی ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا اور اس طرح ہم نے ہر نبی کیلئے دشمن بنادیئے جو انسانوں میں سے بھی ہیں اور جنات میں سے بھی۔ یہ دھوکہ دینے کیلئے ایک دوسرے کی طرف ایسی باتیں ڈالتے ہیں جو بظاہر خوشنما ہوتی ہیں اور آیت نمبر ۱۲۱ میں بھی کہا گیا وَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوحُوْنَ اِلٰى اَوْلِيَآءِ هِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ اور یقینا شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں

تا کہ یہ تم سے جدال کریں۔شیطان کے ان وسوسوں اور شکوک وشبہات کا اثر ان سعادت مند ایمان والوں پر نہیں ہوتا جن کو رب ذوالجلال کی طرف سے ہدایت ملنا مقدر ہوتا ہے وہ لوگ اس ہدایت پر قائم رہتے ہیں اور شیطان کے ڈالے ہوئے شکوک وشبہات کے باوجود انکے دین وایمان میں اور مضبوطی آجاتی ہے۔ان شیطانی شکوک وشبہات کا اثر ان سعادت مند ایمان والوں پر نہیں ہوتا جن کو رب ذوالجلال کی طرف سے ہدایت ملنا مقدر ہوتا ہے وہ لوگ اس ہدایت پر قائم رہتے ہیں اور شیطان کے ڈالے ہوئے شکوک وشبہات کے باوجود ان کے دین وایمان میں اور مضبوطی آجاتی ہے۔ان شیطانی شکوک وشبہات سے وہ لوگ متاثر ہوتے ہیں جن کے دلوں میں مرض ہوتا ہے یعنی نفاق ہوتا ہے اور وہ بدنصیب جن کے دل سخت ہوتے ہیں۔یعنی وہ کافر ومشرک لوگ کہ جب شیطان ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے تو یہ وسوسے اور شکوک وشبہات ان کی آزمائش کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور ان کے شک میں مزید اضافہ ہوتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ حق واضح ہوجانے کے باوجود یہ کافر حق بات کو قبول نہیں کرتے۔

یہی حقیقت اس آیت میں بیان کی جارہی ہے کہ آپ سے پہلے ہم نے جس کو بھی نبی اور رسول بنا کر بھیجا ان کے ساتھ یہ قصہ ضرور پیش آیا کہ جب اس نے پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں شبہ ڈال دیا، پھر اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ختم کردیتا ہے پھر اپنی آیتوں کو مضبوط ومحکم کردیتا ہے یہ تو ایمان والوں کا معاملہ ہے۔جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہوتی ہے جیسے منافقین اور جن کے دل سخت ہوتے ہیں یعنی کافر تو اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ان لوگوں کے لئے آزمائش بنادیتا ہے۔یہ حقیقت ہے کہ ظلم کرنے والے دور کی مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۷ ۱۳﴾ اللہ ایمان والوں کو سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے ﴿الحج ۵۴۔۵۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَّلِيَعْلَمَ اور تا کہ جان لیں الَّذِيْنَ وہ لوگ جو اُوْتُوا الْعِلْمَ علم دیئے گئے اَنَّهُ کہ بلاشبہ یہ الْحَقُّ حق ہے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے فَيُؤْمِنُوْا لہٰذا وہ ایمان لے آئیں بِهٖ اس کے ساتھ فَتُخْبِتَ پھر جھک جائیں لَهٗ اس کیلئے قُلُوْبُهُمْ ان کے دل وَاِنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ لَهَادِ البتہ ہدایت دینے والا ہے الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو اٰمَنُوْٓا ایمان لائے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی طرف وَلَا

يَزَالُ اور ہمیشہ رہیں گے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ شک میں کفر کیا مِّنْهُ اس سے حَتّٰى یہاں تک کہ تَاْتِيَهُمُ آجائے ان کے پاس السَّاعَةُ بَغْتَةً اچانک قیامت اَوْيَاْتِيَهُمْ عَذَابُ یا ان پر عذاب آجائے يَوْمٍ عَقِيْمٍ بانجھ دن کا

ترجمہ:۔ اور (اُس رکاوٹ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے دور کیا) تا کہ جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے وہ جان لیں کہ یہی (کلام) برحق ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے آیا ہے، پھر وہ اُس پر ایمان لائیں اور اُن کے دل اُس کے آگے جھک جائیں اور یقین رکھو کہ اللہ ایمان والوں کو سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے O اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ اس (کلام) کی طرف سے برابر شک ہی میں پڑے رہیں گے، یہاں تک کہ اُن پر اچانک قیامت آجائے یا ایسے دن کا عذاب ان تک آپہنچے جو (ان کے لیے) کسی بھلائی کو جنم دینے کی صلاحیت سے خالی ہوگا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گی ہیں:

۱۔ تا کہ جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے وہ جان لیں کہ یہی کلام برحق ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے آیا ہے

۲۔ پھر وہ اس پر ایمان لائیں ۳۔ ان کے دل اس کے آگے جھک جائیں

۴۔ یقین رکھو کہ اللہ ایمان والوں کو سیدھے راستہ کی ہدایت دینے والا ہے

۵۔ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ اس کلام کی طرف سے برابر شک ہی میں پڑے رہیں گے

۶۔ یہاں تک کہ ان پر اچانک قیامت آجائے یا ایسے دن کا عذاب ان تک آپہنچے جو کسی بھلائی کو جنم دینے کی صلاحیت سے خالی ہوگا

پچھلی آیات میں شیطانی وسوسوں اور شکوک وشبہات سے رکاوٹ سے متعلق بنیادی باتیں بیان کی گئی تھیں اور اللہ کے برحق کلام کے درمیان رب ذوالجلال رکاوٹوں کو اس لئے بھی دور کرتے ہیں تا کہ علم رکھنے والوں کو اس بات کا علم ہو کہ یہی کلام برحق ہے جو رب ذوالجلال کی طرف سے آیا ہے اور اس علم کی بنیاد پر وہ اہل علم ایمان بھی لائیں اور اس ایمان کی طاقت سے ان کے دل رب ذوالجلال کے سامنے جھک بھی جائیں اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان رکھنے والوں کو سیدھے راستہ کی ہدایت بھی دیتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کو علم دیا جاتا ہے ان کا وہ علم ان میں وہ صلاحیت پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ حق اور باطل کے درمیان فرق پیدا کرتے ہیں اور اسی فرق کے نتیجہ میں ان کے دل میں ایمان کی وہ قوت وطاقت پیدا ہوجاتی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ پیغامِ حق بھیجا ہے وہ اس کو حق اور درست تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور وہ اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہیں کہ حق باطل میں گڈمڈ نہ ہوجائے، وہ حق کو حق اور باطل کو باطل قرار دینے میں اپنی توانائی صرف کرتے ہیں اور

اس حق کے سامنے ان کے دل جھک جاتے ہیں اور وہ رب ذوالجلال کے احکامات پر خود بھی عمل پیرا ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس حق کی جانب راغب رکھتے ہیں۔ اللہ کے سامنے جھک جانے سے متعلق سورۂ ہود کی آیت نمبر ۲۳ میں کہا گیا: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور اپنے پالنے والے کی طرف جھکتے رہے وہی جنت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں۔

قرآنِ مجید وہ کتاب برحق ومقدس ہے جو اپنی ذات میں اس طرح غالب ہے جیسے رب ذوالجلال غالب ہیں' اس کتاب برحق پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ یہ زندہ وتابندہ کتاب ہے سورۂ فصّلت کی آیت نمبر ۴۱ اور ۴۲ میں یہی حقیقت بیان کی گئی: وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ۝ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ بے شک (ان لوگوں نے بہت بُرا کیا ہے) جنہوں نے نصیحت کی اس کتاب کا انکار کیا جبکہ وہ اُن کے پاس آچکی تھی، حالانکہ وہ بڑی عزت والی کتاب ہے، جس تک باطل کی کوئی رسائی نہیں ہے، نہ اُس کے آگے سے نہ اُس کے پیچھے سے، یہ اُس ذات کی طرف سے اُتاری جارہی ہے جو حکمت کا مالک ہے، تمام تعریفیں اُسی کی طرف لوٹتی ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا انعام واحسان یہ ہوتا ہے کہ رب ذوالجلال ایمان والوں کو صراط مستقیم یعنی سیدھے راستہ پر قائم رکھتا ہے' یعنی جن کے دلوں میں واقعی ایمان صادق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں انہیں صراط مستقیم پر قائم رکھتا ہے۔ دنیوی اعتبار سے صراط مستقیم پر قائم رکھنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں حق پر قائم رہنے اور حق کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور انہیں ایسے سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے جو راستہ انہیں جنت کے اونچے اونچے درجات تک پہنچادے اور ان کے دلوں کو اس نور کے حاصل کرنے کی فکروں میں لگا دیتا ہے۔

ان ایمان والوں کے مقابلہ میں کافروں کی حالت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے کہ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْهُ حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ یَاْتِیَهُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ برابر اس حق کی طرف سے شک میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ ان کے پاس اچانک قیامت آجائے یا ان کے پاس کسی ایسے دن کا عذاب آجائے جس میں کوئی خیر نہ ہو۔ ایمان والے خیر ہی خیر میں رہیں گے اور کافر خیر سے بالکل خالی اور عاری ہوں گے' جس آفاقی پیغام یعنی وحی الٰہی کا انکار ان کافروں نے کیا اس انکار کی وجہ سے یہ کافر ایمان ویقین سے ہمیشہ محروم رہیں گے اور ان کے دلوں میں ہمیشہ شک ہی شک رہ جائے گا اور وہ شک بھی وقتی نہیں رہے گا بلکہ یہ شک ان کی زندگی سے اس وقت تک جڑا رہے گا جب تک کہ قیامت اچانک ان کے پاس نہ آجائے یا قیامت سے پہلے ان پر ایسے دن کا عذاب آجائے جو عذاب ان کے حق میں خیر سے بالکل خالی ہو۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ کفار اپنے کفر پر ہی قائم رہیں گے اپنی ہلاکت تک ایمان نہیں لائیں گے جیسا کہ مکہ کے ان مشرکین کے ساتھ ہوا جو جنگ بدر میں ہلاک ہوئے اور وہ ایمان سے محروم ہی رہے۔

بادشاہی اُس دن اللہ ہی کی ہوگی

﴿درس نمبر ۱۳۷۲﴾ ﴿الحج ۵۶۔۵۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ اس دن بادشاہی لِلّٰهِ اللہ ہی کی ہوگی يَحْكُمُ وہ فیصلہ کرے گا بَيْنَهُمْ ان کے درمیان فَالَّذِيْنَ چنانچہ وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اورانہوں نے نیک عمل کیے فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغات میں ہوں گے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا کفر کیا اور جھٹلایا بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو فَاُولٰۗىِٕكَ تو یہ لوگ لَهُمْ ان کیلئے ہوگا عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ذلیل کرنے والا عذاب

ترجمہ:۔ بادشاہی اُس دن اللہ کی ہوگی، وہ اُن کے درمیان فیصلہ کرے گا، چنانچہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں وہ نعمتوں کے باغات میں ہوں گے ○ اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے تو ایسے لوگوں کے لئے ذلت والا عذاب ہوگا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بادشاہی اس دن اللہ کی ہوگی ۲۔ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا

۳۔ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں وہ نعمتوں کے باغات میں ہوں گے

۴۔ جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے تو ایسے لوگوں کے لئے ذلت والا عذاب ہوگا

دنیا کی اس چہل پہل میں اور ان رنگینیوں میں ہزاروں لوگ مال و دولت، حسن و جمال اور اقتدار و منصب کی بنیاد پر اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہ اقتدار اور حکمرانی ان کے ہاتھوں میں ہے، حالانکہ یہ چند روز کا کھیل ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ایک دن ایسا آنے والا ہے جس دن سب کی بولتی بند ہوجائے گی اور ہر ایک کی قلعی کھل جائے گی، وہ دن جب آجائے گا جس کو قیامت کا دن کہا جاتا ہے اس دن نہ کوئی وزیر اعظم ہوگا اور نہ کوئی صدر جمہور یہ رہے گا، نہ کوئی گورنر رہے گا اور نہ کوئی ایم پی اور ایم ایل اے اور چیف منسٹر رہے گا اور نہ ہی کوئی وزیر داخلہ یا وزیر خارجہ رہے گا۔ بادشاہت کے سارے دعویدار دم بخود رہ جائیں گے، دنیا میں ممتاز حیثیت کے حامل و مالک لوگوں کے اس دن ہوش اڑ جائیں گے جب وہ رب ذوالجلال کی بادشاہی اور اس کی قدرت و طاقت کو اپنی آنکھوں

سے دیکھ لیں گے، اس دن بادشاہت سمٹ کر صرف ایک ہی ذات تک محدود رہ جائے گی اس دن ایک ہی رب کی قوت، طاقت اور ملکیت کا اظہار ساری انسانیت کے سامنے ہوگا۔ اسی نا قابل انکار حقیقت کو یوں بیان کیا جا رہا ہے کہ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ بادشاہت اس دن اللہ ہی کی ہوگی۔

قیامت کے دن نہ ڈالر چلیں گے نہ پونڈ، نہ روپیہ چلے گا نہ ٹکہ، نہ ریال چلیں گے نہ درہم و دینار چلیں گے اور نہ ہی سکے چلیں گے۔ اس دن اجر و ثواب کا راج ہوگا صرف اور صرف اجر و ثواب کی بہاریں فضاؤں میں گردش کر رہی ہوں گی۔ دوسری طرف عذاب، غضب، عقاب اور لعنت کی تلخ و ترش ہوائیں ہوں گی۔ رحمت اور لعنت، ثواب اور عذاب کا یہ فیصلہ صرف اور صرف ایک رب ذوالجلال کے ہاتھ میں ہوگا۔ وہی ساری انسانیت کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ سورۃ الفاتحہ کی آیت نمبر ۴ میں کہا گیا مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ وہی یوم جزاء کا مالک ہے۔ سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۲۶ میں کہا گیا اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا اس دن صحیح معنی میں بادشاہی ربِّ رحمن کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر بہت سخت ہوگا۔ اس دن یہ آواز لگائی جائے گی کہ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ آج کے دن بتاؤ کس کی بادشاہت ہے؟ یہ وہ دن ہوگا جس دن ظالم و کافر اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا کہ ہائے کاش! میں نے رسول اللہ کی راہ اختیار کی ہوتی، وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (الفرقان ۲۷) یہ وہ دن ہوگا جس دن نہ کسی کا مال اس کے کام آئے گا اور نہ اس کی اولاد اس کے کام آئے گی يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (الشعراء ۸۸)

قیامت کے دن مومنوں اور کافروں کے درمیان جو اہم ترین فیصلہ ہوگا اس فیصلہ کو یہاں یوں بیان کیا گیا۔ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے حق میں یہ فیصلہ سنایا گیا کہ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ یعنی جو لوگ اپنے دل سے ایمان قبول کرلیں اور اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرلیں اور قرآن مجید کو کتاب الٰہی تسلیم کرلیں اور اس ایمان کے تقاضہ کے مطابق وہ نیک اعمال اختیار کرلیں جن کا حکم دیا گیا اور رب ذوالجلال نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ کام انجام دیں اور جن کاموں سے پروردگار نے روکا ان کاموں سے گریز اور پرہیز کریں اور ان کے دل، ان کے قول اور ان کے اعمال تینوں آپس میں موافق ہوں گے تو ایسے لوگوں کے لئے ایسی ابدی و دائمی نعمتیں دی جائیں گی جو کبھی زائل نہیں ہوں گی اور وہ جنت میں ان تمام ابدی و دائمی نعمتوں کے ساتھ رہیں گے اور کافروں کے سلسلہ میں یہ فیصلہ کہ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ یعنی وہ لوگ جن کے دلوں نے حق بات کا انکار کیا اور نبی اور رسول کو بھی جھٹلایا اور ان پر جو کتاب برحق اتری اس کو بھی جھٹلایا ایسے کافر ذلت و رسوائی والے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۶۰ میں بھی یہ حقیقت بتلائی گئی اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ۔ بیشک جن لوگوں نے میری عبادت سے منہ موڑا وہ عنقریب ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے۔

﴿درس نمبر ۱۳۷۳﴾ **اللہ انہیں ایسی جگہ پہنچائے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے** ﴿الحج ۵۸۔۵۹۔۶۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ O لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ O ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے هَاجَرُوْا ہجرت کی فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں ثُمَّ قُتِلُوْٓا پھر وہ قتل کیے گئے اَوْ مَاتُوْا یا وہ مر گئے لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ البتہ اللہ ضرور ان کو رزق دے گا رِزْقًا حَسَنًا بہت اچھا رزق وَاِنَّ اللّٰهَ اور بلا شبہ اللہ لَهُوَ البتہ وہی ہے خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ سب سے بہتر رزق دینے والا لَيُدْخِلَنَّهُمْ البتہ وہ ان کو ضرور داخل کرے گا مُّدْخَلًا اس مقام میں کہ يَّرْضَوْنَهٗ وہ اسے پسند کریں گے وَاِنَّ اللّٰهَ اور بلا شبہ اللہ لَعَلِيْمٌ البتہ خوب جاننے والا ہے حَلِيْمٌ نہایت بردبار ہے ذٰلِكَ یہی ہے وَمَنْ عَاقَبَ اور جو شخص بدلہ لے بِمِثْلِ مثل اس کے مَا عُوْقِبَ جو زیادتی کی گئی بِهٖ اس کے ساتھ ثُمَّ بُغِيَ پھر ظلم کیا جائے عَلَيْهِ اس پر لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ تو ضرور اللہ اس کی مدد کرے گا اِنَّ اللّٰهَ بلا شبہ اللہ لَعَفُوٌّ نہایت معاف کرنے والا ہے غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا ہے

ترجمہ:۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی، پھر قتل کر دیئے گئے یا اُن کا انتقال ہو گیا تو اللہ اُنہیں ضرور اچھا رزق دے گا اور یقین رکھو کہ اللہ ہی بہترین رزق دینے والا ہے O وہ انہیں ضرور ایسی جگہ پہنچائے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے اور اللہ یقینا ہر بات جاننے والا، بڑا بردبار ہے O یہ بات تو طے ہے اور (آگے یہ بھی سن لو کہ) جس شخص نے کسی کو بدلے میں اتنی ہی تکلیف پہنچائی تھی جتنی اُس کو پہنچائی گئی تھی، اُس کے بعد پھر اُس سے زیادتی کی گئی تو اللہ اُس کی ضرور مدد کرے گا۔ یقین رکھو کہ اللہ بہت معاف کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے اللہ کے راستہ میں ہجرت کی' پھر قتل کر دیئے گئے یا ان کا انتقال ہو گیا تو اللہ انہیں ضرور اچھا رزق دے گا

۲۔ یقین رکھو کہ اللہ ہی بہترین رزق دینے والا ہے

۳۔ وہ ضرور ایسی جگہ پہنچائے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے

۴۔ اللہ یقینا ہر بات جاننے والا بڑا بردبار ہے ۵۔ یہ بات تو طے ہے

۶۔جس شخص نے کسی کو بدلے میں اتنی ہی تکلیف پہنچائی تھی جتنی اس کو پہنچائی گئی تھی اس کے بعد پھر اس سے زیادتی کی گئی تو اللہ اس کی ضرور مدد کرے گا

۷۔یقین رکھو کہ اللہ بہت معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے

ہجرت وہ قربانی ہے جو تمام قربانیوں پر بھاری ہے۔انسان جس شہر یا بستی میں پیدا ہوتا ہے اور اس بستی میں اپنا بچپن ،لڑکپن اور جوانی کا ایک حصہ گزار دیتا ہے تو اس شہر اور بستی سے اس کا ایک خاص قسم کا لگاؤ ہو جاتا ہے۔اگر حالات اس قدر گمبھیر ہو جائیں کہ اس کو اپنا وطنِ عزیز چھوڑنا پڑے یہ کوئی معمولی کام نہیں ہوتا کہ وہ اپنی بستی یا شہر چھوڑ دے۔حالات کی نوعیت اور سنگینی کے اعتبار سے ہجرت کی اہمیت اور فضیلت بھی بڑھ جاتی ہے۔شرعی اصطلاح میں اللہ کی رضا کے لئے اور اپنے دین کی بقاء کیلئے اپنے وطنِ عزیز کو چھوڑ کر کسی اور شہر یا علاقہ کی جانب روانہ ہونے کا نام ہجرت ہے۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مکۂ مکرمہ سے حبشہ کی جانب ہجرت کی اور رسولِ رحمت ﷺ نے اور سینکڑوں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مکۂ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی اور اللہ کے دین کی سربلندی کیلئے کافروں سے جہاد بھی کیا اور شہید بھی ہوئے۔

یہاں ہجرت اور شہادت پر یہ خوشخبری سنائی جارہی ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور شہید ہو گئے یا ان کا انتقال ہو گیا اللہ تعالیٰ انہیں اچھا رزق عطا فرمائے گا۔سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۰۰ میں اجر کی بشارت یوں دی گئی: وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اور جو شخص اللہ کے راستے میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور بڑی گنجائش پائے گا۔اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے کیلئے نکلے، پھر اسے موت آ پکڑے، تب بھی اس کا ثواب اللہ کے پاس طے ہو چکا۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۱۸ میں ہجرت کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کو رحمتِ الٰہی کی خوشخبری یوں دی گئی: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ایمان لانے والے، ہجرت کرنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہی رحمتِ الٰہی کے امیدوار ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت مہربانی کرنے والا ہے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۵ میں ایسے خوش بخت افراد کیلئے جنت کی بشارت اور گناہوں کے مٹا دیئے جانے کا اعلان کیا گیا: فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ جن لوگوں نے ہجرت کی اور انہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا اور میرے راستے میں تکلیفیں دی گئیں اور جنہوں نے (دین کی خاطر) لڑائی لڑی اور قتل ہوئے، میں ان سب کی برائیوں کا ضرور کفارہ کردوں گا اور انہیں

ضرور بالضرور ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی؛ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے انعام ہوگا اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بہترین انعام ہے۔سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۷۴ میں ہجرت اور جہاد پر مغفرت اور عزت کی روزی کا اعلان کیا گیا ہے :وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ اور جولوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں لڑائیاں لڑتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور اُن کی مدد کی یہی سچے مسلمان ہیں، ان کے لئے (اللہ کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۲۰ میں ایمان ،ہجرت اور جہاد پر اونچے درجات اور کامیابی کی بشارت دی گئی ہے :اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ جولوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے اللہ کے ہاں اُن کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

یہاں ایسے خوش نصیب لوگوں کیلئے یہ خوشخبری بھی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسی جگہ ضرور پہنچادے گا جہاں پہنچ کر وہ خوش ہوں گے جب ایمان والوں پر ظلم کیا جائے تو قرآن مجید کی اس آیت میں اس بات کی اشارتاً اجازت دی گئی ہے کہ جس قدر ظلم کیا گیا اس کا بدلہ لیا جائے اور ایسے شخص پر دوبارہ زیادتی کی جائے یعنی انتقام لینے کے بعد اس پر مزید ظلم کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ضرور مدد فرمائیں گے جس پر دوبارہ زیادتی کی گئی اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ معاف کرنے والا اور مغفرت کرنے والا ہے۔اسلام میں انتقام کی اجازت ہے،لیکن ترغیب دی گئی کہ ان حالات میں سامنے والے کو معاف کردیا جائے۔سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۴۳ میں کہا گیا :وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ اور یہ حقیقت ہے کہ جوکوئی صبر سے کام لے اور درگزر کرجائے تو یہ بڑی ہمت کی بات ہے۔آیت نمبر ۴۰ میں کہا گیا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ پھر بھی جوکوئی معاف کردے اور اصلاح سے کام لے تو اس کا ثواب اللہ نے ذمہ لیا ہے۔یقیناوہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۳۷ میں کہا گیا :وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى اور یہ کہ تم معاف ہی کردو یہ تقویٰ کے قریب ہے۔

﴿درس نمبر ۱۳۷۴﴾ رات کو دن میں اور دن کو رات میں کون داخل کرتا ہے؟ ﴿الحج ۶۱ ۔ ۶۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ ذٰلِكَ یہ اس لئے بِاَنَّ اللّٰهَ کہ بے شک اللہ يُوْلِجُ داخل کرتا ہے الَّيْلَ رات کو فِي النَّهَارِ دن میں وَ يُوْلِجُ اور داخل کرتا ہے النَّهَارَ دن کو فِي الَّيْلِ رات میں وَاَنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ سَمِيْعٌ خوب سننے والا ہے بَصِيْرٌ خوب دیکھنے والا ہے ذٰلِكَ یہ اس لیے بِاَنَّ اللّٰهَ کہ بے شک اللہ هُوَ الْحَقُّ وہی حق ہے وَاَنَّ اور بے شک مَا يَدْعُوْنَ جس کو وہ پکارتے ہیں مِنْ دُوْنِهٖ سوائے اس کے هُوَ الْبَاطِلُ وہ باطل ہے وَاَنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ وہی ہے بلند تر بہت بڑا

ترجمہ:۔ یہ اس لئے کہ اللہ (کی قدرت اتنی بڑی ہے کہ وہ) رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس لئے کہ اللہ ہر بات سنتا، ہر چیز دیکھتا ہے O یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ لوگ اُسے چھوڑ کر جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور اللہ ہی وہ ہے جس کی شان بھی اُونچی ہے، رُتبہ بھی بڑا ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اتنی بڑی ہے کہ وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے

۲۔ اس لئے کہ اللہ ہر بات سنتا اور ہر چیز دیکھتا ہے ۳۔ یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے

۴۔ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں

۵۔ اللہ ہی وہ ہے جس کی شان بھی اونچی ہے رتبہ بھی بڑا ہے۔

یہاں رب ذوالجلال کی قدرت کی ایک جھلک پیش کی جا رہی ہے کہ جس رب ذوالجلال کی ہم عبادت کرتے ہیں اس کی قوت معمولی نہیں بلکہ غیر معمولی ہے۔ ہم ایک عمارت کو روشن کرنے یا ایک گلی یا ایک محلہ کو روشن کرنے کیلئے کتنی توانائی خرچ کرتے ہیں؟ اور ایک ملک کو تاریکی کے وقت مکمل روشن رکھنا ہمارے لئے ناممکن نہ سہی مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔ لیکن رب ذوالجلال کی قوت و طاقت یہ ہے کہ وہ سینکڑوں ممالک کو بہ یک وقت روشن کر دیتا ہے اور روشن دن کو تاریکی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہ کام صرف اور صرف وہ رب ذوالجلال ہی کر سکتا ہے جس کے مثل اور برابر کوئی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک جھلک یوں پیش کی ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ اللہ تعالیٰ کی قدرت اتنی بڑی ہے کہ وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔

رات کو دن میں داخل کرنے اور دن کو رات میں داخل کرنے سے متعلق یہ مضمون قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں موجود ہے۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۲۷ میں کہا گیا: تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ تو

ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اس کے علاوہ سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۲۹، سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۱۳ اور سورۂ حدید کی آیت نمبر ۶ میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔

روئے زمین پر اتنا بڑا انقلاب اللہ تعالیٰ سے اسی لئے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات برحق ہے۔ جو رب ذوالجلال دن کو رات میں اور رات کو دن میں داخل کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور جو پروردگار آسمان سے پانی برسا کر مردہ زمین کو زندہ کرسکتا ہے اور جو پروردگار زمین و آسمان کو پیدا کرسکتا ہے اور جو پروردگار آسمان کو گرنے سے روکے ہوئے ہے اور بغیر کسی ستون کے اس آسمان کو ٹھہرائے ہوئے ہے۔ وہی پروردگار اس بات کی قدرت و طاقت رکھتا ہے کہ بظاہر کمزور مسلمانوں کو فتح اور غلبہ عطا فرمائے۔ قدرت کے ان مناظر کو دیکھ کر مسلمانوں کو اس بات کا سبق حاصل کرنا چاہئے کہ جس رب کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ زبردست قوت و طاقت کا مالک ہے اور وہ دنیا جہاں کے سارے انسانوں کی ساری باتوں کو سنتا ہے اور وہ دنیا جہاں کی ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی اور ارادہ سے جس چیز کو جس طرح چاہے استعمال کرے اور جس جانب چاہے پھیر دے، ہر قسم کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۲۷ میں یہی حقیقت یوں بیان کی گئی : قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (آل عمران ۲۶ :) کہو کہ اے اللہ (اے) بادشاہی کے مالک! تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بے مثال ہے اس کا وجود یقینی ہے اس کا کوئی مثل نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے۔ ہر چیز اسی کے ارادہ اور قدرت سے موجود ہے۔ وہی حقیقی معبود ہے کہ عبادت کے وہی قابل و لائق ہے۔ ہر چیز اسی کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ دنیا جہاں کی ساری چیزیں اسی کے سامنے جھکی ہوئی ہیں۔ اس ایک اللہ کے علاوہ جن جن کی لوگ جہالت کی وجہ سے عبادت کر رہے ہیں وہ باطل ہیں، بے کار ہیں، بے حیثیت ہیں۔ ان باطل معبودوں میں ایک زندہ مچھر کو پیدا کرنے کی طاقت نہیں ہے، وہ کیا زمین یا آسمان بنا سکیں گے؟ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و طاقت کی وجہ سے ہر چیز پر بھاری اور بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے عظیم ہیں کہ اس سے عظیم کوئی ہو نہیں سکتا اور اس کے برابر بھی کوئی نہیں ہوسکتا۔ سمندر اور قطرہ میں جتنا فرق ہے خالق اور مخلوق میں اس قدر فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک سے بلند بھی ہیں اور ہر ایک سے بڑے بھی ہیں۔ دنیا جہاں میں موجود لاکھوں مسجدوں کے میناروں سے اَللّٰہُ اَکْبَر کی یہ صدا پکار رہی ہے کہ اللہ ہی سب سے بڑے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۷۵﴾ آسمان سے کون پانی برساتا ہے؟ ﴿الحج ۶۳-۶۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّۃً ط اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ O لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَاِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔ اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰہَ کہ بے شک اللہ ہی نے اَنْزَلَ نازل کیا ہے مِنَ السَّمَآءِ مَآءً آسمان سے پانی فَتُصْبِحُ پھر ہوجاتی ہے الْاَرْضُ مُخْضَرَّۃً زمین سرسبز اِنَّ اللّٰہَ بلاشبہ اللہ لَطِیْفٌ نہایت باریک بین ہے خَبِیْرٌ بہت باخبر ہے لَہٗ اسی کیلئے ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا اور جو کچھ فِی الْاَرْضِ زمین میں ہے وَاِنَّ اللّٰہَ اور بیشک اللہ لَھُوَ الْغَنِیُّ البتہ وہی بہت بے پرواہے الْحَمِیْدُ قابلِ تعریف ہے

ترجمہ: ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا، جس سے زمین سرسبز ہوجاتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا مہربان، ہربات سے باخبر ہے O جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اُسی کا ہے اور یقین رکھو کہ اللہ ہی وہ ذات ہے جو سب سے بے نیاز ہے، بذاتِ خود قابلِ تعریف۔

تشریح: ۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا جس سے زمین سرسبز ہوجاتی ہے۔

۲۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا مہربان اور ہربات سے باخبر ہے

۳۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے

۴۔ یقین رکھو کہ اللہ ہی وہ ذات ہے جو سب سے بے نیاز ہے بذاتِ خود قابلِ تعریف ہے

چونکہ برسات کے موسم میں روزانہ ہی بارش ہوتی ہے اس لئے ہمیں بارش ایک معمولی سی چیز محسوس ہوتی ہے، ورنہ اگر ایک انسان برسات کے اس آفاقی مفید ترین نظام پر غور کرے تو اس کے پیچھے جو ربانی قوت و طاقت کام کررہی ہے اس کا اندازہ ضرور ہوگا۔ فضاؤں کی بلندیوں پر پہاڑ نما بادلوں کا وجود اور ان بادلوں کا ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ تک کا سفر اور ان بادلوں سے موسلا دھار یا رم جھم برسات کا برسنا قدرت کی ایک بڑی نشانی ہے۔ اگر واقعی انسان برسات کے اس نظام پر غور کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بارش کے صرف قطرات پر نظر رکھتا ہے اس کے وسیع وعریض نظام پر غور وفکر نہیں کرتا۔

اللہ تعالٰی قدرت کی اسی نشانی کی طرف اپنے بندوں کو متوجہ کررہے ہیں کہ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ

السَّمَآءِ مَآءً کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا جس پانی سے زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ بارش کا برسنا اور مردہ زمین کو زندہ کرنا اور اس زندہ زمین سے پھگوں، ترکاریوں اور غلوں کا اگنا اور ان کے علاوہ سینکڑوں قسم کی مفید و موثر اشیاء کا وجود یہ رب ذوالجلال کے مہربان اور مخلوق کے حالات سے باخبر ہونے کی دلیل ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۶۴ میں آسمان و زمین اور دن ورات کی تبدیلی وغیرہ کو جس طرح عقلمندوں کے لئے نشانی قرار دیا گیا وہیں بارش اور بادل کو بھی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ وَ الۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر رواں ہیں اور بادل جس کو اللہ تعالیٰ آسمان سے برساتا اور اُس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہونے کے بعد سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں (ان سب میں) عقلمندوں کے لئے (اللہ تعالیٰ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۹۹ میں بھی بارش اور بارش کے نتیجہ میں ہونے والے زمینی انقلاب کو ایمان والوں کے لئے نشانی قرار دیا گیا: وَهُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهِ نَبَاتَ کُلِّ شَیۡءٍ فَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهُ خَضِرًا نُّخۡرِجُ مِنۡهُ حَبًّا مُّتَرَاکِبًا ۚ وَمِنَ النَّخۡلِ مِنۡ طَلۡعِهَا قِنۡوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّ الزَّیۡتُوۡنَ وَ الرُّمَّانَ مُشۡتَبِهًا وَّ غَیۡرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنۡظُرُوۡۤا اِلٰی ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَ یَنۡعِهٖ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکُمۡ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ اور وہی تو ہے جو آسمان سے مینہ برساتا ہے، پھر ہم ہی جو مینہ برساتے ہیں اس سے ہر طرح کے نباتات اُگاتے ہیں، پھر اس میں سے سبز پودے نکالتے ہیں اور ان پودوں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے گابھے میں سے لٹکتے ہوئے گچھے اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور نہیں بھی ملتے، یہ چیزیں جب پھلتی ہیں تو ان کے پھگوں پر اور جب پکتی ہیں تو ان کے پکنے پر نظر کرو، ان میں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں اللہ کی قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۵۷ میں بھی بارانِ رحمت اور اس سے پہلے بھیجی جانے والی ہواؤں کا ذکر کیا گیا: وَهُوَ الَّذِیۡ یُرۡسِلُ الرِّیٰحَ بُشۡرًۢا بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتۡ سَحَابًا ثِقَالًا سُقۡنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنۡزَلۡنَا بِهِ الۡمَآءَ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ کَذٰلِكَ نُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰی لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (یعنی مینہ) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری (بنا کر) بھیجتا ہے یہاں

تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی ہے تو ہم اس کو ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر بادل سے مینہ برساتے ہیں پھر مینہ سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں اسی طرح ہم مُردوں کو (زمین سے) زندہ کر کے باہر نکالیں گے (یہ آیات اس لئے بیان کی جاتی ہیں) تا کہ تم نصیحت پکڑو۔

اس کے بعد یہ حقیقت بھی بیان کی گئی کہ آسمانوں میں موجود ہر چیز اور زمین میں موجود ہر چیز اللہ ہی کی ہے۔ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں اور اسی کے حکم سے یہ ساری چیزیں اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ دنیا جہاں کی ساری چیزوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور ان سب کا مالک بھی وہی ہے اور ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی بندگی اور غلامی کی زنجیروں میں ہیں اور سب اس کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اور وہ اللہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۰۷ میں بھی یہ حقیقت یوں بیان کی گئی :اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ کیا تجھے علم نہیں کہ زمین و آسمان کا ملک اللہ ہی کیلئے ہے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی اور مددگار نہیں ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۵ میں بھی کہا گیا :لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۸۴ میں کہا گیا :لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۹ میں کہا گیا :وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْض سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۰ میں کہا گیا :وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کیلئے ہے۔

کس نے آسمان کو تھام رکھا ہے؟

﴿درس نمبر ۱۳۷۶﴾ ﴿الحج ۶۵:۔۶۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَحْیَاكُمْ ۫ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ :اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ کہ بیشک اللہ نے سَخَّرَ لَكُمْ تابع کر دیا تمہارے لیے مَّا فِی الْاَرْضِ جو کچھ زمین میں ہے وَالْفُلْكَ اور کشتیوں کو تَجْرِیْ جو چلتی ہیں فِی الْبَحْرِ سمندر میں بِاَمْرِهٖ اس کے حکم کے ساتھ وَیُمْسِكُ اور وہی تھامے رکھتا ہے السَّمَآءَ آسمان کو اَنْ تَقَعَ اس سے کہ وہ گر پڑے عَلَى الْاَرْضِ زمین پر اِلَّا بِاِذْنِهٖ مگر اسی کے حکم سے اِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ بِالنَّاسِ لوگوں پر لَرَءُوْفٌ البتہ بہت زیادہ شفقت کرنے والا ہے رَّحِیْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے وَهُوَ الَّذِیْۤ اور وہی ہے جس نے اَحْیَاكُمْ تمہیں زندہ کیا ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ پھر وہ تمہیں مارے گا ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ پھر وہی تمہیں زندہ کرے گا اِنَّ الْاِنْسَانَ

بلاشبہ انسان لَكَفُوْرٌ البتہ بڑا ناشکرا ہے

ترجمہ:۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے زمین کی ساری چیزیں تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں اور وہ کشتیاں بھی جو اُس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں؟ اور اُس نے آسمان کو اس طرح تھام رکھا ہے کہ وہ اُس کی اجازت کے بغیر زمین پر نہیں گر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنے والا، بڑا مہربان ہے O اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی دی، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ واقعی انسان بڑا ناشکرا ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے زمین کی ساری چیزیں تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں

۲۔ وہ کشتیاں بھی جو اللہ کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں

۳۔ اللہ نے آسمان کو اس طرح تھام رکھا ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر زمین پر گر نہیں سکتا

۴۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

۵۔ وہی اللہ ہے جس نے تمہیں زندگی دی ۶۔ پھر وہ تمہیں موت دے گا

۷۔ پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا ۸۔ واقعی انسان بڑا ناشکرا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اس نے ہماری منفعت کیلئے زمین کے اوپر کی بے حساب چیزوں کو اور زمین کے اندر کی بے شمار چیزوں کو ہمارے لئے مسخر فرما دیا؟ ہاتھی، اونٹ، گھوڑا، گائے، بیل، بکری جیسے بے شمار جانوروں کو ہمارے لئے مسخر کر دیا کہ ہم ان تمام کو اپنے قابو میں رکھتے ہیں اور ان سے مختلف قسم کے کام لیتے ہیں یا میں سے بعض ان کا گوشت استعمال کرتے ہیں۔ زمین کے اوپر یا زمین کے اندر کے جمادات اور معدنیات بھی ہمارے فائدے کیلئے مسخر کر دیئے۔ سونا، چاندی، لوہا، پیتل، تانبا، پلاسٹک، لکڑی وغیرہ بھی ہمارے لئے مسخر کر دیئے۔ بے شمار نباتات یعنی زمین سے اُگنے والی چیزیں اناج، غلہ، ترکاریاں، میوے اور پھل پھلاریاں وغیرہ بھی مسخر کر دیئے۔ یہ وہ ساری چیزیں ہیں جن سے انسان اپنی متعدد ضرورتیں پوری کرتا ہے۔

یہی حقیقت اس آیت میں بیان کی گئی کہ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ نے تمہارے لئے وہ سب مسخر کر دیا جو کچھ زمین میں ہے۔ سورۃ الجاثیہ کی آیت نمبر ۱۳ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنے (حکم) سے تمہارے کام میں لگا دیا جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لئے اس میں (قدرتِ الٰہی کی) نشانیاں ہیں۔

قرآنِ مجید میں ان مختلف چیزوں کے مسخر کئے جانے سے متعلق متعدد آیات موجود ہیں۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر

۳۳ میں سورج اور چاند اور رات و دن کے مسخر کئے جانے کی بات کہی گئی وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ج وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اسی نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے کہ برابر ہی چل رہے ہیں اور رات دن کو بھی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۲ میں ستاروں کے مسخر کئے جانے کی بات کہی گئی وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ م بِاَمْرِهٖ اور ستارے بھی اسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۴ میں سمندر کو مسخر کئے جانے کی بات کہی گئی وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ اور دریا بھی اسی رب ذوالجلال نے تمہارے بس میں کر دیئے ہیں۔

یہاں بطور خاص کشتیوں کو مسخر کر دیئے جانے کی بات کہی گئی وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ اور اللہ کے فرمان سے پانی میں چلتی ہوئی کشتیاں بھی مسخر کر دیں۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں ٹن اشیاء نیز سینکڑوں ہزاروں مسافرین کو لے کر جو بڑی بڑی بحری جہازیں سینکڑوں ہزاروں میل کا سفر پانی کی سطح پر طے کرتی ہیں اس کے پیچھے وہ ربانی طاقت ہے جوان کو ڈوبنے سے بچا رہی ہے۔ اسی رب ذوالجلال نے اتنے بھاری بھرکم وسیع وعریض آسمان کو تھام رکھا ہے اور کوئی ستون نہیں بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا بغیر کسی ستون کے یہ آسمان کھڑے ہیں جن کو تم دیکھ رہے ہو۔ آسمان کا زمین پر گرنے سے بچائے رکھنے والا وہ رب ذوالجلال ہے جس نے اپنی قدرت سے انہیں تھامے رکھا ہے۔ جب تک رب ذوالجلال کا اشارہ نہ ہو یہ آسمان یونہی بغیر ستون کے کھڑے ہوئے ہے۔ اگر آسمان زمین پر گر جائے تو تمام مخلوقات کی زندگیاں سوالیہ نشان بن کر رہ جائیں گی۔ یہ آسمان گرنے سے محض اس لئے رکا ہوا ہے کہ اس آسمان کے مالک نے اس کو تھام رکھا ہے اور اس نے اس لئے تھام رکھا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۳۷۷:﴾ **ہر امت کیلئے عبادت کا طریقہ مقرر** ﴿الحج ۶۷:۔۶۸۔۶۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ط اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ○ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ لِكُلِّ اُمَّةٍ ہر اُمت کیلئے جَعَلْنَا ہم نے مقرر کیا ہے مَنْسَكًا عبادت کا طریقہ هُمْ نَاسِكُوْهُ وہ اس کو بجالانے والے ہیں فَلَا يُنَازِعُنَّكَ چنانچہ ہرگز نہ وہ آپ سے جھگڑا کریں فِي الْاَمْرِ معاملے میں وَادْعُ اور آپ بلائیں اِلٰى رَبِّكَ اپنے رب کی طرف اِنَّكَ بلاشبہ آپ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ البتہ راہِ راست پر ہیں وَاِنْ اور اگر جٰدَلُوْكَ وہ آپ سے جھگڑا کریں فَقُلِ تو آپ کہہ دیجئے اللّٰهُ اَعْلَمُ اللہ خوب جانتا ہے بِمَا

تَعْمَلُوْنَ اس کو جو تم عمل کرتے ہو اَللّٰهُ يَحْكُمُ اللہ ہی فیصلہ کرے گا بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن فِيْمَا ان باتوں میں کہ كُنْتُمْ تم تھے فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ان میں اختلاف کرتے

ترجمہ:۔ ہم نے ہر اُمت کے لوگوں کے لئے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے، جس کے مطابق وہ عبادت کرتے ہیں، لہٰذا (اے پیغمبر!) لوگوں کو تم سے اس معاملے میں جھگڑا نہیں کرنا چاہئے اور تم اپنے پروردگار کی طرف دعوت دیتے رہو۔ تم یقینا سیدھے راستے پر ہو O اور اگر وہ تم سے جھگڑیں تو کہہ دو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُسے خوب جانتا ہے O اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان اُن باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ ہم نے ہر امت کے لوگوں کے لئے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے جس کے مطابق وہ عبادت کرتے ہیں

۲۔ اے پیغمبر! لوگوں کو آپ سے اس معاملہ میں جھگڑا کرنا نہیں چاہئے

۳۔ آپ اپنے پروردگار کی طرف دعوت دیتے رہو

۴۔ آپ یقینا سیدھے راستہ پر ہیں

۵۔ اگر یہ مشرکین آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے

۶۔ قیامت کے دن تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے

دنیا میں مختلف امتیں اور قومیں گزری ہیں، ساری قوموں کی عبادت کا طریقہ ایک طرح کا نہیں رہا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لوگوں کے لئے عبادت کا الگ الگ طریقہ دیا اور اس قوم کے لوگ اسی طریقۂ عبادت کے مطابق عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور ان کی عبادت کا طریقہ الگ رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت الگ اور ان کی عبادت کا طریقہ الگ تھا۔ ہر زمانہ اور علاقہ کے تقاضہ کے اعتبار سے اس قوم اور امت کی عبادت کا طریقہ الگ الگ رہا۔

مکۂ مکرمہ کی سرزمین میں جب شریعت کے احکامات نازل ہوئے تو مکہ کے مشرکین نے ان احکامات پر اعتراضات شروع کئے اور ان اعتراض کرنے والوں میں یہود و نصاریٰ بھی تھے۔ یہ سب یہ کہتے تھے کہ ہم نے یہ احکام اور اس قسم کے اعمال اب تک کسی سے نہیں سنے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیت نازل فرمادی اور ان کے اس اعتراض کا جواب دیا کہ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ ہم نے ہر امت کے لئے عبادت کے طریقے مقرر کر دیئے جن کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق اور مختارِ کل ہے وہ جس قوم کو جس طرح کی عبادت کا حکم دے یہ اس کا اپنا اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی مرضی کا پابند نہیں ہے۔ وہ اپنے ارادہ کا مالک ہے۔ کسی بھی مخلوق کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس طریقہ اور نہج کی دعا کی : وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا (البقرہ ۱۲۸:) اور ہمیں اپنی عبادتیں سکھا دے اور ہماری توبہ قبول فرما۔ اسی سورۃ الحج کی آیت نمبر ۳۴ میں قربانی کے سلسلہ میں یہ بات بتلائی گئی : وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا

لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ اور ہم نے ہر اُمت کیلئے قربانی اس غرض کیلئے مقرر کی ہے کہ وہ اُن مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے اُنہیں عطا فرمائے ہیں۔ لہٰذا تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے، چنانچہ تم اُسی کی فرمانبرداری کرو اور خوشخبری سنا دو اُن لوگوں کو جن کے دل اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِى الْاَمْرِ پیغمبر! آپ سے اس معاملہ میں وہ لوگ جھگڑا نہ کریں۔ دین کے معاملہ میں آپ کے زمانہ کے جو منکرین ہیں انہیں یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ آپ سے جھگڑا کریں۔ قرآنِ مجید نے پچھلی تمام شریعتوں اور طریقوں کو منسوخ کر دیا ہے۔ تورات یقیناً آسمانی کتاب ہے جس میں اس زمانہ کی شریعت کے احکامات ہیں، انجیل یقیناً آسمانی کتاب ہے جس میں اس زمانہ کی شریعت کے احکامات ہیں، زبور یقیناً آسمانی کتاب ہے جس میں اپنے زمانہ سے متعلق اس قوم کیلئے احکامات و ہدایات ہیں، لیکن جب آخری پیغمبر پر یہ آخری کتاب نازل ہوگئی تو اس آخری کتاب نے آخری امت پر لازم کر دیا کہ وہ صرف اسی آخری کتاب کی ہدایات پر عمل کریں۔ اس آخری کتاب کے سامنے پچھلی ساری آسمانی کتابیں منسوخ ہیں۔ پچھلی آسمانی کتابوں پر ہمارا ایمان ہے اور رہے گا لیکن ان آسمانی کتابوں پر اب عمل نہیں ہوگا۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ کو دعوتِ دین کا حکم دیا جا رہا ہے کہ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ پیغمبر! آپ اپنے رب کی طرف لوگوں کو بلائیے۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۲۵ میں بھی آپ ﷺ کو حکم دیا گیا اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۴۶ میں کہا گیا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ۔ رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات بھی کہی گئی کہ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ آپ یقیناً سیدھے راستہ پر ہیں۔ پھر رسولِ رحمت ﷺ سے کہا گیا کہ اگر یہ لوگ آپ سے جھگڑا کرتے ہیں تو آپ صاف طور پر یہ بات کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو بہتر جانتا ہے۔ جب وہ جانتا ہے تو تمہیں تمہارے بُرے کاموں پر سزا بھی دے گا اور قیامت کے دن جن امور کے سلسلہ میں تم اختلاف کرتے تھے اس دن تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا کہ کون حق پر تھے اور کون باطل پر تھے؟

﴿درس نمبر ۱۳۷۸﴾ **سارے کام اللہ کے لئے بہت آسان ہیں** ﴿الحج ۷۰:۷۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِىْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا

لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلَمْ تَعْلَمْ کیا آپ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰہَ کہ بیشک اللہ ہی یَعْلَمُ جانتا ہے مَا جو کچھ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آسمان اور زمین میں ہے اِنَّ ذٰلِکَ بلاشبہ یہ فِیْ کِتٰبٍ کتاب میں ہے اِنَّ ذٰلِکَ بیشک یہ عَلَی اللّٰہِ اللہ پر یَسِیْرٌ بہت آسان ہے وَیَعْبُدُوْنَ اور وہ عبادت کرتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اللہ کے سوا مَا اس چیز کی کہ لَمْ یُنَزِّلْ اس نے نازل نہیں کی بِہٖ اس کی سُلْطٰنًا کوئی دلیل وَّمَا اور اس چیز کی لَیْسَ لَھُمْ کہ نہیں ہے ان کو بِہٖ عِلْمٌ اس کا کوئی علم وَمَا اور نہیں ہے لِلظّٰلِمِیْنَ ظالموں کے لیے مِنْ نَّصِیْرٍ کوئی مددگار

ترجمہ:۔ کیا تم نہیں جانتے کہ آسمان اور زمین کی تمام چیزیں اللہ کے علم میں ہیں؟ یہ سب باتیں ایک کتاب میں محفوظ ہیں۔ بیشک یہ سارے کام اللہ کے لئے بہت آسان ہیں O اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر اُن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن (کے معبود ہونے) کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور خود ان لوگوں کو بھی اس کے بارے میں کوئی علم حاصل نہیں اور ان ظالموں کا (آخرت میں) کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ کیا تم نہیں جانتے کہ آسمان وزمین کی تمام چیزیں اللہ کے علم میں ہیں؟

۲۔ یہ سب باتیں ایک کتاب میں محفوظ ہیں

۳۔ بیشک یہ سارے کام اللہ کے لئے بہت آسان ہیں

۴۔ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کے معبود ہونے کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔

۵۔ خود ان لوگوں کو بھی اس کے بارے میں کوئی علم حاصل ہے

۶۔ ان ظالموں کا آخرت میں کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ سارے انسانوں کا علم بالکل محدود ہے۔ ان سارے انسانوں کے علم کی مثال اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسے سمندر اور قطرہ۔ دنیا جہاں کے سارے انسانوں کا علم ایک قطرہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم سمندر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ان تمام چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے جو آسمانوں میں ہیں اور ان تمام چیزوں کو بھی گھیرے ہوئے ہے جو زمین میں ہیں۔ دنیا جہاں کی کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے۔ آسمانوں کے اوپر کا علم آسمانوں کے نیچے کا علم، فضاؤں کا علم، زمین کے اوپر کا علم اور زمین کے نیچے کا علم، سمندر کی گہرائیوں کا علم، پہاڑوں کی بلندیوں کا علم، سورج کی حرارت اور چاند کی نورانیت کا علم اللہ تعالیٰ کو کائنات کی ان تمام چیزوں کا علم ان تمام چیزوں کے وجود میں آنے سے پہلے ہی سے ہے۔ سبحان اللہ

دنیا جہاں کے سارے انسانوں کا، ان کے زمان ومکان کا، ان کے احوال اور مزاجوں کا علم اللہ تعالیٰ کو

ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہوا وہ بھی اللہ کو معلوم ہے، جو کچھ ہورہا ہے اس کا بھی علم ہے اور جو کچھ ہوگا اس کا بھی علم اس کو ہے يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (البقرہ ۲۵۵) دنیا جہاں کی ساری چیزوں اور ساری مخلوقات کے ہر جزء کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیر کو مقدر کردیا آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے ہی جبکہ اس رب ذوالجلال کا عرش پانی پر تھا۔ (مسلم) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے پہلی چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ قلم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قلم سے کہا کہ لکھ۔ قلم نے کہا کہ کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ سب کچھ لکھ جو کچھ کہ ہونے والا ہے، پس قلم چلنے لگا جو کچھ کہ قیامت تک ہونے والا تھا۔

مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم تھا کہ کون اپنے اختیار سے اطاعت کرے گا اور کون اپنے اختیار سے نافرمانی کرے گا؟ اور اللہ کے ہاں ہر چیز لکھی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لے رکھا ہے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۱۰ میں کہا گیا يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اسے اللہ ہی جانتا ہے۔ مخلوق کا علم اللہ پر حاوی نہیں ہوسکتا۔ سورۂ حٰم السجدہ کی آیت نمبر ۵۴ میں کہا گیا اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ سورۃ الطلاق کی آیت نمبر ۱۲ میں کہا گیا وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بہ اعتبار علم گھیر رکھا ہے۔ سورۃ الجن کی آیت نمبر ۲۸ میں کہا گیا وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا اللہ تعالیٰ نے ان کے آس پاس کی تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز کی گنتی کا شمار کر رکھا ہے۔

جو لوگ ایک اللہ کی عبادت کررہے ہیں ان کے پاس اللہ کے ایک ہونے کی دلیل ہے، لیکن جو لوگ ایک اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کررہے ہیں ان کے پاس نہ کوئی نقلی دلیل ہے اور نہ عقلی دلیل ہے۔ ان جاہل مشرکوں کے پاس دلیل نہ ہونے کے باوجود ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے چہروں پر غصہ اور غضب چھا جاتا ہے جب ان کو حق بات کی دعوت دی جاتی ہے اور ان کے سامنے جب قرآنِ مجید کی تلاوت کی جاتی ہے۔ ان مشرکوں کے پاس اپنے بتوں کے حق ہونے کی نہ دلیل ہے اور نہ ہی ان کے پاس اس سلسلہ میں کوئی بات نازل فرمائی گئی۔ یہ تو بس اپنے باپ دادا کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے ان بتوں کی عبادت کررہے ہیں۔ ایسے ظالم لوگوں کی اللہ تعالیٰ مدد و نصرت کرنے والے نہیں ہیں۔ ان مشرکین نے شرک کرتے ہوئے بڑا بھاری ظلم کیا ہے جو ناقابلِ معافی جرم ہے۔ ایسے مشرکین کی ربانی مدد کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

﴿درس نمبر ۱۳۷۹:﴾ **کافروں پر نا گواری کے اثرات** ﴿الحج ۷۲:﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَإِذَا اور جب تُتْلٰى پڑھی جاتی ہیں عَلَيْهِمْ ان پر اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ ہماری واضح آیتیں تَعْرِفُ تو آپ پہچانتے ہیں فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے چہروں میں جنہوں نے كَفَرُوا کفر کیا الْمُنْكَرَ ناگواری يَكَادُوْنَ وہ قریب ہوتے ہیں يَسْطُوْنَ کہ حملہ کردیں بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ ان لوگوں پر جو پڑھتے ہیں عَلَيْهِمْ ان پر اٰيٰتِنَا ہماری آیتیں قُلْ آپ کہہ دیجئے اَفَاُنَبِّئُكُمْ کیا پھر میں تمہیں خبر دوں بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ اس سے بھی بدتر کی اَلنَّارُ آگ ہے وَعَدَهَا اللّٰهُ اللہ نے اس کا وعدہ کیا ہے الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا وَبِئْسَ اور بُری ہے الْمَصِيْرُ پھرنے کی جگہ

ترجمہ:۔ اور جب ان کو ہماری آیتیں اپنی پوری وضاحتوں کے ساتھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تم ان کافروں کے چہروں پر نا گواری کے اثرات صاف پہچان لیتے ہو، ایسا لگتا ہے کہ یہ ان لوگوں پر حملہ کردیں گے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ کہہ دو کہ ''لوگو! کیا میں تمہیں ایسی چیز بتلا دوں جو اس سے زیادہ نا گوار ہے؟ آگ! اللہ نے کافروں سے اس کا وعدہ کر رکھا ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔''

تشریح: اس ایک آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ جب ان کو ہماری آیتیں اپنی پوری وضاحتوں کے ساتھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تم ان کافروں کے چہروں پر نا گواری کے اثرات صاف پہچان لیتے ہو

۲۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ ان لوگوں پر حملہ کردیں گے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنا رہے ہیں

۳۔ کہہ دو کہ لوگو! کیا میں تمہیں ایسی چیز بتلا دوں جو اس سے زیادہ نا گوار ہے؟

۴۔ آگ! اللہ نے کافروں سے اس کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ۵۔ دوزخ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

آسمانی وحی جب نازل ہوتی ہے اور لوگوں کے سامنے یہ آفاقی کلام پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو انسانیت دو حصوں میں بٹ جاتی ہے۔ خوش نصیب انسانوں کی ایک وہ پاکیزہ جماعت ہوتی ہے کہ جب وہ آفاقی کتاب کو سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ جاتے ہیں وَإِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ

الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (المائدہ ۸۳:) اور جب وہ رسول کی طرف سے نازل کردہ کلام کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ ان خوش نصیب مومنوں کی خصوصیت یہ بتلائی گئی کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (الانفال ۲:) بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کردیتی ہیں۔ سورۃ الحج کی آیت نمبر ۳۵ میں بھی یہ خصوصیت یوں بیان کی گئی :الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ جن کا حال یہ ہے کہ جب اُن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دلوں پر رُعب طاری ہوجاتا ہے اور جو اپنے او پر پڑنے والی ہر مصیبت پر صبر کرنے والے ہیں اور نماز کو قائم کرنے والے ہیں اور جو رزق ہم نے اُنہیں دیا ہے اُس میں سے (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتے ہیں۔ سورۃ المومنون کی آیت نمبر ۶۰ میں دلوں کے کپکپانے والی اس کیفیت کو یوں بیان کیا گیا :وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ اور وہ جو عمل بھی کرتے ہیں اُسے کرتے وقت ان کے دل اس بات سے سہمے ہوتے ہیں کہ اُنہیں اپنے پروردگار کے پاس واپس جانا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ اللہ کے کلام کی تلاوت سے جن کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑیں اور ان آیاتِ الٰہی کی تلاوت سے جن کے دل میں ایمان میں اضافہ ہو یہ مومنوں اور مسلمانوں کی نشانی ہے۔

لیکن ان ایمان والوں کے مقابلہ میں کافروں کا حال یہ ہے کہ جب ان کافروں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیتیں کھول کھول کر پڑھی جاتی ہیں تو ان کافروں کے چہروں پر ناگواری کے اثرات صاف طور پر تم دیکھ سکتے ہو۔ قرآنِ مجید کی آیتوں کو سن کر ان کافروں پر غصہ کے آثار اس قدر نمایاں ہوجاتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ یہ ان لوگوں پر حملہ کردیں گے جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنا رہے ہیں جب ان مشرکین کے سامنے قرآنِ مجید کی آیتوں کی جب تلاوت کی جاتی ہے اللہ کے ایک ہونے کی صاف صاف اور مضبوط دلیلیں ان کے سامنے رکھی جاتی ہیں اور ان کے سامنے یہ حقیقت رکھی جاتی ہے کہ جتنے انبیاء اور رسل ہیں وہ برحق ہیں اور سچے ہیں تو ان مشرکین کے چہروں پر غیظ و غضب کے آثار نمایاں ہوجاتے ہیں اور ان کے دلوں میں حسد اور نفرت کی آگ بھڑکنے لگتی ہے اور ایسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ ان لوگوں پر حملہ کردیں گے جنہوں نے ان کے سامنے حق پر مبنی آیاتِ قرآنی کی تلاوت کی اور قریب ہوتا ہے کہ یہ اپنے ہاتھ ان پر بڑھائیں گے اور زبان درازی کریں گے۔ ان کافروں کا یہ عمل ان کے سرکش ہونے کی واضح علامت ہے۔

کافروں اور مشرکوں کے اس طرزِ عمل پر اللہ تعالیٰ ردِعمل کے طور پر رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے

ہوئے فرما رہے ہیں کہ پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ کیا میں اس سے زیادہ نا گوار چیز نہ بتا دوں؟ وہ نا گوار چیز دوزخ ہے جس دوزخ کا اللہ تعالیٰ نے ان کافروں سے وعدہ کر رکھا ہے اور یہ دوزخ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ یعنی کافروں سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ دنیا میں ایمان والوں کو اور اللہ کے دوستوں کو اے کافرو! تم جو ڈرا رہے ہو اس سے بڑھ کر ہے اللہ کا عذاب اور زیادہ تکلیف دہ ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور سزا تم کو ملنے والی ہے۔ آج تم اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرنے والوں پر اپنا غصہ اتارنے کی کوشش کر رہے ہو اور ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے ہو یاد رکھو! ایک دن ایسا بھی آئے گا جس دن تم پر تمہارا رب ایسا عذاب نازل کرے گا اور تم پر اپنا ایسا غصہ اتارے گا جو انتہائی سخت ہوگا اور تم لوگوں کا انجام تمہارے ان کرتوتوں کے بدلہ میں جو ہوگا وہ دوزخ ہے جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۶۶ میں دوزخ کے بارے میں کہا گیا: اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بُری جگہ ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۱۵ میں بھی دوزخ کو بُرا ٹھکانہ قرار دیا گیا: وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اور ہم اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے وہ پہنچنے کی بہت ہی بُری جگہ ہے۔ سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۶ میں بھی دوزخ کو بُرا ٹھکانہ کہا گیا: وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اور ان کے لئے دوزخ تیار کی اور وہ بہت بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔

﴿درس نمبر ۱۳۸۰﴾ یہ ایک مثال ہے جس کو غور سے سنیں ﴿الحج ۷۳:۔ ۷۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! ضُرِبَ مَثَلٌ مثال بیان کی گئی ہے فَاسْتَمِعُوْا لہٰذا تم کان لگاؤ لَهٗ اس کے لیے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ جنہیں تَدْعُوْنَ تم پکارتے ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا لَنْ يَّخْلُقُوْا ہرگز وہ پیدا نہیں کر سکتے ذُبَابًا ایک مکھی بھی وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا اگرچہ وہ اکٹھے ہو جائیں لَهٗ اس کے لیے وَاِنْ اور اگر يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا ان سے مکھی کچھ چھین لے لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ وہ اس کو نہیں چھڑا سکتے مِنْهُ اس سے ضَعُفَ کمزور ہے الطَّالِبُ طلب کرنے والا وَالْمَطْلُوْبُ اور وہ جس سے طلب کیا جاتا ہے مَا قَدَرُوا اللّٰهَ انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی حَقَّ جس طرح حق ہے قَدْرِهٖ اس کی قدر کرنے کا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ لَقَوِيٌّ البتہ نہایت قوت والا ہے عَزِيْزٌ خوب غالب ہے

ترجمہ:۔ لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے، اب اُسے کان لگا کر سنو! تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن جن کو دعا کیلئے پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، چاہے اس کام کیلئے سب کے سب اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی اُن سے کوئی چیز چھین کرلے جائے تو وہ اُس سے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ دعا مانگنے والا بھی بودا اور جس سے دعا مانگی جارہی ہے وہ بھی!O ان لوگوں نے اللہ کی ٹھیک ٹھیک قدر ہی نہیں پہچانی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ قوت کا بھی مالک ہے، اقتدار کا بھی مالک بھی۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے اب اس مثال کو کان لگا کر سنو

۲۔ تم اللہ کو چھوڑ کر جن جن کو دعا کے لئے پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے

۳۔ چاہے اس کام کے لئے سب کے سب اکٹھے ہو جائیں

۴۔ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کرلے جائے تو وہ اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے

۵۔ چاہے اس کام کے لئے سب کے سب اکٹھے ہو جائیں

۶۔ ایسا دعاء مانگنے والا بھی بودا اور جس سے دعاء مانگی جارہی ہے وہ بھی بودا

۷۔ ان لوگوں نے اللہ کی ٹھیک ٹھیک قدر ہی نہیں پہچانی

۸۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ قوت کا بھی مالک ہے اقتدار کا بھی مالک ہے

اللہ تعالیٰ نے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو! کے ذریعہ ساری انسانیت کو پکار کر شرک سے متعلق ایک اہم مثال دینے سے پہلے آگاہ کیا ہے کہ اس مثال کو غور سے سنو۔ یہاں ایک نکتہ تو یہ معلوم ہوا کہ شرک کی حقیقت کو سمجھنا اور سمجھانا ہر انسان کی ذمہ داری ہے، یہ صرف مسلمانوں کی ذمہ داری نہیں ہے۔ اگر شرک کی حقیقت کو سمجھنا صرف ایمان والوں کا کام ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہاں یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ نہ کہتے بلکہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہتے۔ اس لئے سارے ہی مسلمانوں کو چاہئے کہ شرک کی نجاست اور گندگی اور شرک کی حقیقت سے ان تمام لوگوں کو آگاہ کریں جو اس شرک میں مبتلا ہیں۔ اس مثال کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ فَاسْمَعُوْا سنو نہیں بلکہ فَاسْتَمِعُوْا کہا یعنی غور سے سنو۔ یعنی اس مثال کو سارے ہنگاموں کے درمیان مت سنو، پوری طرح یکسو ہو کر اور خاموش رہ کر اس مثال کو سنو اور ان باطل معبودوں کی حالت کو سمجھو تم ان باطل معبودوں کی حقیقت اور ان باطل معبودوں کی عبادت کرنے والوں کی حالت کو بخوبی سمجھ جاؤ گے کہ یہ کس قدر بے حیثیت اور بُرے ہیں جو ایک اللہ کو چھوڑ کر بے حیثیت معبودوں کی عبادت کرتے ہیں؟

اس کے بعد ان باطل معبودوں کی حقیقت سمجھائی جارہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن جن کی عبادت کرتے ہو یعنی یہ بت اور مورتیاں وغیرہ ان کی حالت تو یہ ہے کہ کسی ایک مکھی کو بھی یہ اپنے ارادے سے پیدا نہیں کر سکتے۔ اگر

دنیا جہاں کے سارے باطل معبود بھی مل جائیں اور سب مل کر دنیا کی کوئی بڑی چیز نہیں صرف معمولی سی مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو یہ پیدا نہیں کر سکتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ یہ بت اسی طرح پیدا کر سکتے ہیں جیسے میں پیدا کرتا ہوں۔اگر ایسا ہے تو میں نے جس طرح پیدا کیا ہے اس طرح کوئی مکھی یا کوئی ایک دانہ ہی پیدا کر کے بتلا دے۔(مسند احمد)

ان لچر اور کمزور معبودوں کی حالت یہ ہے کہ اگر کوئی مکھی ان کے پاس سے کوئی چیز لے کر جائے تو ان بتوں میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ ان کو چھڑا سکیں۔ایسے کمزور اور لچر قسم کے معبود جن کے اندر اس قدر بھی طاقت نہیں ان کی عقلیں کیسے گوارا کرتی ہیں کہ ان کی عبادت کریں اور ان سے مدد مانگیں؟ یہ بت ان کی ناکوں، کانوں یا چہروں پر بیٹھی ہوئی مکھی کو اڑا تک نہیں سکتے تو ان میں اس بات کی طاقت کہاں ہوگی کہ وہ لوگوں کی مرادوں کو پورا کریں اور ان کی مانگی ہوئی چیزیں عطا کریں؟ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرنے والے یہ مشرک بھی لچر اور کمزور ہیں اور یہ جن کی عبادت کررہے ہیں یعنی یہ بت یہ بھی لچر اور کمزور ہیں۔ یہ مشرک اس لئے شرک اور کفر میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وہ قدر نہیں پہچانی جو اس کی قدر ہے۔یعنی ان مشرکوں اور کافروں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہیں پہچانا اور نہ ہی اس کے رتبہ اور مقام کو سمجھا۔ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ ان بتوں کی طرح کمزور نہیں بلکہ وہ اس قدر طاقتور ہے کہ اس نے اپنی طاقت سے دنیا جہاں کی ہر چھوٹی بڑی چیز کو پیدا کیا اور وہ کمزور انسانوں کی طرح مغلوب نہیں ہے بلکہ وہ ہر چیز پر غالب ہے۔

﴿درس نمبر ۱۳۸۱:﴾ بھلائی کے کام کرو ﴿الحج ۷۵:۲۲۔۷۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ اللہ چن لیتا ہے مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں میں سے رُسُلًا کچھ قاصد وَّمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے اِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ سَمِيْعٌ خوب سننے والا ہے بَصِيْرٌ خوب دیکھنے والا ہے يَعْلَمُ وہ جانتا ہے مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ جو کچھ ان کے سامنے ہے وَمَا اور جو کچھ خَلْفَهُمْ ان کے پیچھے ہے وَاِلَى اللّٰهِ اور اللہ ہی کی طرف تُرْجَعُ لوٹائے جاتے ہیں الْاُمُوْرُ تمام امور يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو اٰمَنُوا ایمان

لائے ہو! ارْكَعُوْا تم رکوع کرو وَاسْجُدُوْا اور سجدہ کرو وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ اور اپنے رب کی عبادت کرو وَافْعَلُوا الْخَيْرَ اور بھلائی کے کام کرو لَعَلَّكُمْ تا کہ تم تُفْلِحُوْنَ فلاح پاجاؤ O

ترجمہ:۔ اللہ فرشتوں میں سے بھی اپنا پیغام پہنچانے والے منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ یقینا اللہ ہر بات سنتا ہر چیز دیکھتا ہے O وہ اُن کے آگے اور پیچھے کی ساری باتوں کو جانتا ہے اور اللہ ہی پر تمام معاملات کا دارومدار ہے O اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے پروردگار کی بندگی کرو اور بھلائی کے کام کرو تا کہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے بھی اپنا پیغام پہنچانے والے منتخب کرتا ہے

۲۔ انسانوں میں سے بھی اپنا پیغام پہنچانے والے منتخب کرتا ہے

۳۔ یقینا اللہ ہر بات سنتا ہے ہر چیز دیکھتا ہے

۴۔ اللہ تعالیٰ ان کے آگے اور پیچھے کی ساری باتوں کو جانتا ہے

۵۔ اللہ تعالیٰ ہی پر تمام معاملات کا دارومدار ہے

۶۔ اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے پروردگار کی بندگی کرو

۷۔ بھلائی کے کام کرو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو

دنیا کا سارا نظام رب ذوالجلال کے ارادہ سے چل رہا ہے اللہ تعالیٰ مختارِ کل ہیں کہ وہ اپنی مخلوقات میں سے جس سے چاہیں اور جو چاہیں کام لیں اور مخلوقات میں سے جس کو چاہیں جو چاہیں مرتبہ، مقام اور منصب عطا فرمائیں اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت تک اپنی ہدایت کے اس پیغام کو بھیجنے کیلئے ایک طرف تو فرشتوں سے کام لیا تو دوسری طرف انسانوں میں سے اس کے منتخب بندوں سے یہ کام لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ مقام عطا کیا کہ انہیں نبیوں اور رسولوں تک اپنے پیغام کو پہنچانے کیلئے سفارت کا کام لیا اور اپنے آفاقی پیغام کو روئے زمین میں بسنے والے نبیوں اور رسولوں تک وحی پہنچانے کا کام لیا۔ دوسری طرف انبیاء کرام علیہم السلام کو یہ ذمہ داری بخشی کہ وہ اس پیغام کو جو فرشتوں کے ذریعہ موصول ہوا اپنی قوموں تک پہنچادیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جس سے جو کام لینا ہے وہ لے لیتے ہیں، کسی کو حق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کریں کہ ایسا کیوں کیا گیا؟ یہی حقیقت اس آیت میں یوں بیان کی گئی اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو چن لیا ہے اور آدمیوں میں سے بھی۔

مفسرین نے یہاں یہ بات بیان کی ہے کہ دشمنِ اسلام ولید بن مغیرہ نے کہا تھا کہ کیا ہم سب کو چھوڑ کر محمد بن عبداللہ پر قرآن نازل ہوا ہے؟ ءَاُنْزِلَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا ؟ ولید بن مغیرہ کے اس اعتراض کا یہاں

جواب دیا گیا کہ کسی کو اس قسم کے اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ اللہ کی مرضی ہے کہ وہ جس کام کیلئے چاہے جس کو چاہے منتخب کر لے۔ اللہ تعالیٰ ہی کو اس بات کا پورا پورا علم ہے کہ فرشتوں میں کس قسم کی صلاحیت ہے اور نبیوں اور رسولوں میں کس قسم کی صلاحیت وطاقت ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کو گزری ہوئی باتوں کا بھی علم ہے اور جو آگے ہوگا اس کا بھی علم ہے۔ سورۃ الجن کی آیت نمبر ۲۶ تا ۲۸ میں یہ بات مزید وضاحت کے ساتھ یوں بیان کی گئی عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا (وہی) غیب (کی بات) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا ۝ ہاں! جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اس (کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے اور اس) کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے ۝ تاکہ معلوم فرمائے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے ہیں اور (یوں تو) اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا ہے اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے۔ سارے امور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتے ہیں۔ قیامت کے دن جب ساری انسانیت ایک جگہ جمع ہوگی اس دن اللہ کے سوا نہ کسی کا حکم چلے گا کہ یہ کام کرو اور یہ کام نہ کرو، یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طاقت وقوت ہے کہ اس کے ہاتھ میں ہر قسم کا علم ہے۔

اس کے بعد ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے چار کاموں کا حکم دیا گیا۔ رکوع اور سجدہ، اپنے رب کی عبادت اور نیکی کے کام۔ ان چار کاموں کی بنیاد پر کامیابی کی بشارت سنائی گئی۔ قرآنِ مجید میں رکوع اور سجدہ کا ذکر متعدد بار آیا ہے۔ سورۃ الحج کی آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَّطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْقَآئِمِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ اور میرے گھر کو پاک کیجئے طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کیلئے۔ سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۲۹ میں کہا گیا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا محمد (ﷺ) اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں (وہ) گویا ایک کھیتی ہے جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی

نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تا کہ کافروں کا جی جلائے جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے اللہ نے گناہوں کی بخشش اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ اس طرح اپنے رب کی عبادت کا حکم بھی متعدد بار موجود ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۱ میں ہے يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ سورہ یونس کی آیت نمبر ۳ میں کہا گیا ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ یہی اللہ تمہارا رب حقیقی ہے تم اسی کی عبادت کرو۔

وَافْعَلُوا الْخَيْرَ یعنی بھلائی کے کام کرو۔ یعنی ایسے کام کرو جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ کا قرب بھی حاصل ہو۔ نیکی کے کاموں میں وہ کام بھی شامل ہیں جن کا تعلق بندے اور رب کے درمیان ہے اور وہ کام بھی داخل ہیں جن کا تعلق بندوں کا آپس میں ہے جس میں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی، ایک دوسرے کا پاس ولحاظ، ایک دوسرے کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنا اور ایک دوسرے کے ساتھ انصاف، احسان اور ایثار کا برتاؤ کرنا شامل ہے۔

﴿درس نمبر ۱۳۸۲:﴾ جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے ﴿الحج ۷۸:﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَجَاهِدُوْا اور تم جہاد کرو فِي اللّٰهِ اللہ میں حَقَّ جیسا کہ حق ہے جِهَادِهٖ اس کے جہاد کرنے کا هُوَ اجْتَبٰىكُمْ اسی نے تمہیں پسند کیا ہے وَمَا جَعَلَ اور اس نے نہیں رکھی عَلَيْكُمْ تم پر فِي الدِّيْنِ دین میں مِنْ حَرَجٍ کوئی تنگی مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ اپنے باپ ابراہیم کے دین کی پیروی کرو هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَفِيْ هٰذَا اور اس میں بھی لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا تا کہ رسول گواہ ہوں عَلَيْكُمْ تم پر وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ اور تم گواہ ہو جاؤ عَلَى النَّاسِ لوگوں پر فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ چنانچہ تم نماز قائم کرو وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کرو وَاعْتَصِمُوْا اور تم مضبوطی سے پکڑو بِاللّٰهِ اللہ کو هُوَ مَوْلٰىكُمْ وہی تمہارا کارساز ہے فَنِعْمَ الْمَوْلٰى پس بہترین کارساز ہے وَنِعْمَ النَّصِيْرُ اور بہترین مددگار ہے

ترجمہ:۔ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔ اُس نے تمہیں (اپنے دین کے لئے) منتخب کرلیا ہے اور تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ اپنے باپ ابراہیم کے دین کو مضبوطی سے تھام لو، اُس نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی تا کہ یہ رسول (ﷺ) تمہارے لئے گواہ بنیں اور تم دوسرے لوگوں کے لئے گواہ بنو۔ لہٰذا نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھو، وہ تمہارا رکھوالا ہے، دیکھو، کتنا اچھا رکھوالا اور کتنا اچھا مددگار!۔

تشریح:۔ اس ایک آیت میں بارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے

۲۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دین کے لئے منتخب کرلیا ہے

۳۔ تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی نہیں رکھی

۴۔ اپنے باپ ابراہیم کے دین کو مضبوطی سے تھام لو

۵۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی

۶۔ تا کہ یہ رسول تمہارے لئے گواہ بنیں

۷۔ تم دوسرے لوگوں کے لئے گواہ بنو

۸۔ لہٰذا نماز قائم کرو

۹۔ زکوٰۃ ادا کرو

۱۰۔ اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھو

۱۱۔ اللہ تمہارا رکھوالا ہے

۱۲۔ دیکھو! کتنا اچھا رکھوالا اور کتنا اچھا مددگار ہے؟

یہاں اللہ کے دین کی سربلندی کیلئے جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور یہ جہاد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے کیا جائے۔ اس جہاد میں ریاکاری اور نام ونمود کا نام ونشان بھی نہ ہو اور اس راستہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کا خوف بھی دل میں نہ آئے اور یہ جہاد اللہ کے دین کی خاطر ہو کہ اس جہاد کے ذریعہ دین کی سربلندی ہو اور جہاد بھی ایسا ہو جیسا کہ اس کا حق ہے۔

جہاد تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک جہاد تو خواہشاتِ نفسانی کے ساتھ جہاد ہے، نفس کی مخالفت میں حد درجہ کوشش کی جائے۔ دوسرا ہے شیطان کے ساتھ جہاد جس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کی مخالفت کی جائے۔ تیسرا جہاد، کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جہاد ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں اور اپنی زبانوں سے مشرکین سے جہاد کرو۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جہاد کیلئے جہاں مال کی ضرورت ہو وہاں مال خرچ کریں، جہاں جان کھپانے کی ضرورت ہو وہاں جان کی قربانی دی جائے اور جہاں زبان کے ذریعہ جہاد کرنے کی ضرورت ہو وہ حق بات کہہ کر اور حق فیصلہ دے کر زبان کے ذریعہ جہاد کیا جائے۔ دلائل کے ذریعہ بحث ومباحثہ اور مناظرہ کرنا پڑے تو اس کے لئے بھی پیچھے نہ ہٹے۔ جیسا کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ سب

جہادوں سے افضل وہ جہاد ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے حق کا کلمہ کہہ دے۔جس قدر استطاعت ہو اس قدر جہاد کیا جائے ، یہی مطلب ہے حَقَّ جِهَادِهٖ کا کہ جس قدر جہاد کا حق ہے اس قدر جہاد کرو۔سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳۵ میں بھی جہاد کا حکم دیا گیا وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تمہارا بھلا ہو۔سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۴۱ میں کہا گیا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اللہ کے راستہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرو۔

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ کے ذریعہ امتِ محمدیہ سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو یعنی اس امتِ محمدیہ کو دنیا جہاں کی تمام امتوں کے درمیان منتخب کیا ہے اس اہم ترین مہم کے لئے کہ تم اللہ کے دین کی سربلندی کیلئے جہاد کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو دوسری قوموں پر فضیلت بخشی ہے اور تم کو یہ شرف عطا فرمایا ہے۔سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۱۳ میں انتخاب کے سلسلہ میں یہ اصول بیان فرمایا کہ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کرلیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف سے رستہ دکھا دیتا ہے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ کے ذریعہ یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جو دین وشریعت عطا کی ہے اس میں تنگی ، مشکلات اور سختیاں نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے آسان دین عطا فرمایا ہے۔تم پر ایسا بوجھ نہیں ڈالا گیا ہے جس کو تم برداشت نہ کرسکو اور تم پر کوئی ایسی چیز لازم نہیں کی ہے جو تمہارے لئے تکلیف کا باعث بنے۔یہی وجہ ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا اَلدِّيْنُ يُسْرٌ دین آسان ہے۔چنانچہ نمازوں میں مسافر کیلئے قصر کا حکم دیا گیا :وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا (النساء ۱۰۱ :) اور جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو بشرطیکہ تمہیں خوف ہو کہ کافر لوگ تمہیں ایذا دیں گے بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔سفر کی حالت میں رمضان کے روزے چھوڑ دینے اور بعد میں ان کی قضاء کرنے کی سہولت دی گئی فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (البقرہ ۱۸۴ :) ہاں! جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے۔دودھ پلانے والی عورت، حاملہ عورت اور کھوسٹ بوڑھے کیلئے روزہ میں رعایت رکھی گئی۔یہ اور اس قسم کی بہت سی رعایتیں بتلاتی ہیں کہ اسلام آسان دین ہے اور تنگی سے بالکل پاک یہ دین ہے۔

ہم رسولِ رحمت خاتم النبیین ﷺ کی امت میں سے ہیں اور ہمارا تعلق ملتِ ابراہیمی سے ہے، اس لئے کہا جارہا ہے کہ تم تمہارے باپ ابراہیم کی ملت کو لازم پکڑے رہو۔امتِ محمدیہ کو ملتِ ابراہیمی سے اس لئے جوڑا گیا کہ عقیدہ کے اصل احکام شریعتِ محمدی اور شریعتِ ابراہیمی میں ایک ہی طرح کے رہے ہیں۔تمام شریعتوں میں مجموعی طور پر

ایک ہی قسم کے احکام رہے ہیں جیسا کہ سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۱۳ میں کہا گیا شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے کا) نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد ﷺ!) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف سے راستہ دکھا دیتا ہے۔

سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۲۵ سے بھی اس بات کا اشارہ ملتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ سارے ہی نبیوں کا ایمان ایک ہی تھا، چند جزئیات میں ان میں اختلاف تھا۔ چونکہ اکثر عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے اور عرب کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے محبت رکھتے تھے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت میں اس امت کو شمار کیا گیا۔

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا سے ایک مطلب مفسرین نے یہ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان لکھا ہے۔ اس سے پہلے گزری ہوئی کتابوں میں یعنی تورات، انجیل اور زبور میں اور اس قرآن میں بھی تمہیں مسلمین قرار دیا گیا۔ دوسرا معنی یہ لیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امتِ وسط قرار دیا اور تمام امتوں کے نزدیک اس امت کو اپنی عادلانہ روش کی وجہ سے گواہ بنا دیا اور رسولِ رحمت ﷺ کو اس امت کے لئے گواہ بنا دیا۔ چنانچہ قیامت کے دن رسولِ رحمت ﷺ امتِ محمدیہ کے حق میں گواہ رہیں گے اور یہ امتِ محمدیہ سارے لوگوں کے حق میں گواہ رہے گی کہ ان رسولوں نے اپنے پروردگار کے پیغام کو ان تک برابر برابر پہنچا دیا تھا۔

اس کے بعد تین کاموں کا حکم دیا جارہا ہے کہ نمازوں کو قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو مضبوطی سے تھامے رہو اور یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رکھوالا ہے۔ تمہارے سارے کاموں کو بنانے کی قوت و طاقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّة

یہ سورت ۶ رکوع اور ۱۱۸ آیات پر مشتمل ہے۔

وہ ایمان والے کامیاب ہو گئے

﴿درس نمبر ۱۳۸۳﴾ ﴿المؤمنون :۱۔تا۔۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ یقینا مومن فلاح پا گئے الَّذِيْنَ وہ لوگ کہ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ وہ اپنی نمازوں میں خَاشِعُوْنَ خشوع کرنے والے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ کہ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ وہ لغویات سے مُعْرِضُوْنَ اعراض برتنے والے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ کہ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ وہ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں

ترجمہ:۔ اُن ایمان والوں نے یقینا فلاح پالی ہے ۝ جو اپنی نمازیں دل سے جھکنے والے ہیں ۝ اور جو لغو چیزوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں ۝ اور جو زکوٰۃ پر عمل کرنے والے ہیں۔

سورت کی فضیلت:۔ قرآنِ مجید کی ترتیب کے لحاظ سے سورۂ حج کے بعد سورۃ المؤمنون ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر دس آیتیں ایسی نازل ہوئی ہیں کہ اگر کوئی اس پر عمل کرتا رہے گا تو وہ جنت میں چلا جائے گا، پھر آپ ﷺ نے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ سے آیت نمبر دس تک تلاوت کی۔ (ترمذی : ۳۱۷۳) ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس نے سورۂ مؤمنون پڑھا اس کا ایمان قوی ہوگا اور اسے ایمان پر موت نصیب ہوگی۔ (تفسیر الاحلام الکبیر۔ج،۱۔ص،۷۰)

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ ان ایمان والوں نے یقینا کامیابی حاصل کرلی ہے ۲۔ جو اپنی نمازیں دل سے جھکنے والے ہیں

۳۔ جو لغو چیزوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں ۴۔ جو زکوٰۃ پر عمل کرنے والے ہیں

سورۃ المؤمنون کے آغاز میں ان ایمان والوں کو کامیابی کی بشارت دی گئی جو ان چھ قسم کے اوصاف رکھتے ہیں:

(۱) جو اپنی نمازوں میں خشوع رکھتے ہیں (۲) جو لغو باتوں اور کاموں سے اعراض کرتے ہیں (۳) جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں (۴) جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں (۵) جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس و لحاظ رکھتے ہیں (۶) جو اپنی نمازوں کی پوری نگرانی رکھتے ہیں یعنی پابندی کرتے ہیں۔

ان چھ اوصاف میں سے صرف تین اوصاف کا ذکر ان تین آیتوں میں ہے جن کی تلاوت کی گئی۔

سب سے پہلا وصف جس پر کامیابی کی بشارت دی گئی یہ ہے کہ مومن و مسلمان اپنی نمازوں میں خشوع رکھیں۔

اصل کامیابی یہ نہیں ہے کہ آدمی کو کوئی دنیوی بڑا منصب، عہدہ یا مرتبہ مل جائے، اصل کامیابی یہ نہیں ہے کہ آدمی کو کوئی عمدہ سواری اور عالیشان عمارت مل جائے، اصل کامیابی یہ نہیں ہے کہ آدمی کے پاس سونے چاندی اور مال و دولت کے ڈھیر جمع ہو جائیں، اس قسم کے فیصلے تو وہ لوگ کرتے ہیں جن کے پاس ایمان نہیں ہوتا۔ ایک مومن و مسلمان کی اصل کامیابی وہ ہے جس سے آخرت میں نجات مل جائے اور اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو جائے۔ کامیاب مومن وہ ہے جو نماز ادا کرتا ہے تو اپنے دل کو جھکاتے ہوئے نماز ادا کرتا ہے۔ وہ اس تصور کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں اور میں سب سے چھوٹا ہوں۔ نماز پڑھتے ہوئے یہ یقین دل و دماغ پر سوار ہو کہ میں میرے پروردگار کو دیکھ رہا ہوں اور میرا پروردگار مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس تصور اور یقین کے ساتھ جب مومن بندہ نماز ادا کرتا ہے، رکوع اور سجدہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک خاص قسم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اسی کیفیت کو خشوع و خضوع کہا جا سکتا ہے۔

جب نماز میں خشوع کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ نماز بوجھ محسوس نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۴۵ میں کہا گیا وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ اور بیشک نماز گراں ہے مگر ان لوگوں پر (گراں نہیں) جو عجز و انکساری کرنے والے ہیں۔ جب بندہ پوری عاجزی اور انکساری کے ساتھ رب ذوالجلال کے سامنے جھک جاتا ہے اور رکوع اور سجدہ کرتا ہے تو اس کے خشوع میں مزید اضافہ ہونے لگتا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۰۹ میں یہی بات کہی گئی وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا اور اپنی تھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن ان کی عاجزی اور خشوع و خضوع بڑھا دیتا ہے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۵ میں خشوع رکھنے والے مردوں اور عورتوں کا یوں ذکر کیا گیا وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۱۶ میں سوالیہ انداز میں ہمارے ضمیروں کو جھنجوڑا گیا اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ کیا اب تک ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے اور جو حق اتر چکا ہے اس سے نرم ہو جائیں؟

مومنوں کا دوسرا وصف جس پر کامیابی کی بشارت دی گئی یہ ہے کہ یہ مومن لغو اور بے کار کاموں سے منہ موڑ لیتے ہیں، اس میں بے کار باتیں اور بے کار کام یہ دونوں داخل ہیں۔ یہ وصف اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ مومن و مسلمان ہر وہ کام چھوڑ دیں جو حرام ہے یا مکروہ یا ایسا مباح کام جس میں کسی قسم کی بھلائی نہیں ہے۔ بے معنی و بے مطلب باتیں اور بے معنی اور بے مطلوب کام ان دونوں سے رکنے کا نام مومن و مسلمان ہے۔ اس میں جھوٹ بولنا اور

گالی دینا، غیبت کرنا، عیب جوئی کرنا وغیرہ سب باتیں شامل ہیں۔ سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۷۲ میں اللہ کے نیک بندوں کا یہ وصف بھی بیان کیا گیا کہ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا اور جب کسی لغو چیز پر انکا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔ جنت میں بھی ایسا ہی پاکیزہ ماحول ہوگا کہ وہاں کوئی لغو یعنی بے کار بات کوئی نہیں سنیں گے۔ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۶۲ میں یہی بات یوں بتلائی گئی لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وہ لوگ وہاں یعنی جنت میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے صرف سلام ہی سلام سنیں گے کہ جنتی ایک دوسرے کی نہ غیبت کریں گے اور نہ ایک دوسرے کو گالی دیں گے بلکہ جنتی ایک دوسرے کو سَلَامٌ عَلَيْكُمْ کہتے رہیں گے۔

مومنوں کا تیسرا وصف جس پر کامیابی کی بشارت دی گئی یہ ہے کہ وہ اپنی مال کی زکوٰۃ دیں گے۔ اکثر مفسرین نے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ سے مراد مالوں کی زکوٰۃ ہی مراد لیا ہے۔ اگرچہ کہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ تو مدینۂ منورہ میں فرض ہوئی۔ اس کا جواب مفسرین نے یہ دیا کہ زکوٰۃ کے نصاب کی تفصیلات مدینۂ منورہ میں بتلائی گئیں جبکہ زکوٰۃ کی فرضیت مکہ ہی میں ہوئی۔ سورۂ انعام مکی سورت ہے جس میں زمین سے حاصل ہونے والی فصل میں سے غریبوں کا حق ادا کرنے کا حکم دیا گیا وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (الانعام ۱۴۱:۱) اور تم ان کا حق دو جس دن تم کھیتی کاٹو۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ سے مراد شرک سے اور تمام گندگیوں سے اپنے آپ کو محفوظ کرنا ہو، جیسا کہ سورۃ الشّمس کی آیت نمبر ۹ میں کامیابی کی بشارت یوں دی گئی قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا کامیاب ہو گیا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا۔

حد سے گزرنے والے کون؟

﴿درس نمبر ۱۳۸۴﴾ ﴿المؤمنون : ۵۔۶۔۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ O اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ O فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ کہ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ وہ اپنی شرم گاہوں کی حٰفِظُوْنَ حفاظت کرنے والے ہیں اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ مگر اپنی بیویوں سے اَوْ مَا مَلَكَتْ یا جن کے مالک ہوئے اَيْمَانُهُمْ ان کے دائیں ہاتھ فَاِنَّهُمْ تو بلاشبہ وہ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ملامت زدہ نہیں ہیں فَمَنِ ابْتَغٰى پھر جو تلاش کرے وَرَآءَ ذٰلِكَ سوائے ان کے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ تو یہی لوگ ہیں الْعٰدُوْنَ حد سے گزرنے والے

ترجمہ:۔ اور جو اپنی شرم گاہوں کی (اور سب سے) حفاظت کرتے ہیں O سوائے اپنی بیویوں اور اُن کنیزوں کے جو اُن کی ملکیت میں آچکی ہوں، کیونکہ ایسے لوگ قابلِ ملامت نہیں ہیں O ہاں! جو اس کے علاوہ کوئی

اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

۲۔ سوائے اپنی بیویوں اور ان کنیزوں کے جو اُن کی ملکیت میں آ چکی ہیں

۳۔ کیونکہ ایسے لوگ قابلِ ملامت نہیں ہیں

۴۔ ہاں! جو اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں

سورۂ مومنون کے آغاز ہی میں ان مومنوں کو کامیابی کی بشارت دی گئی جو چھ قسم کی صفتیں اپنے اندر رکھتے ہیں۔ تین صفتوں کی تفصیل گزشتہ درس میں بیان کی گئی اور ایک صفت کا ذکر ان آیات میں ہے جن کی تلاوت کی گئی اور باقی دو صفتوں کی تفصیل اگلے درس میں بیان کی جائے گی۔

وہ ایک صفت جس کا ذکر یہاں ہو رہا ہے۔ کامیاب ہیں وہ مومن جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی ان ایمان والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی شرم کی جگہوں کا استعمال ایسی جگہ نہیں کرتے جہاں استعمال کرنا بے حیائی کی بات ہے اور ناجائز و حرام ہے۔ ہاں! یہ لوگ اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے ساتھ اپنی شہوت پوری کرتے ہیں اس لئے کہ شریعت نے انہیں اس بات کی اجازت دی ہے اور اس عمل پر کوئی ملامت بھی نہیں ہے۔ ان بیویوں اور باندیوں کے علاوہ کسی اور جگہ اپنی شرم کی جگہ کا استعمال کیا تو ظاہر ہے کہ یہ شریعت کے حدود کو پھلاندنا ہے اور حد سے آگے بڑھ جانے والی بات ہے جس کی سزا دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہے۔

شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم مردوں کو بھی دیا گیا ہے اور عورتوں کو بھی یہ حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۰ میں کہا گیا قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں ان کے لئے یہی پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے۔ مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں۔ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۵ میں شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مردوں اور عورتوں کو مغفرت اور اجرِ عظیم کی بشارت بھی دی گئی وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لئے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ اپنے ناموس کی حفاظت کرنے والی خوش بخت خاتون حضرت مریم

علیہا السلام کے بارے میں سورۂ تحریم کی آیت نمبر ۱۲ میں یوں کہا گیا وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ اور مریم بنت عمران کی مثال کہ جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی پھر ہم نے اپنی طرف سے اس میں جان پھونک دی اور مریم اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور عبادت گزاروں میں تھی۔ سورۃ المعارج کی آیت نمبر ۲۹ تا ۳۱ میں بھی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والوں کا ذکر کیا گیا وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ O اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ O فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ہاں! ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جن کے وہ مالک ہیں انہیں کوئی ملامت نہیں۔ اب جو کوئی اس کے علاوہ راہ ڈھونڈے گا تو ایسے لوگ حد سے گزر جانے والے ہوں گے۔

جنت الفردوس کے وارث کون؟

﴿درس نمبر ۱۳۸۵﴾ ﴿المؤمنون ۸:۔تا۔۱۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ O وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ O اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ O الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ کہ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وہ اپنی امانتوں کی وَعَهْدِهِمْ اور اپنے عہد کی رٰعُوْنَ حفاظت کرنے والے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ کہ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ وہ اپنی نمازوں پر يُحَافِظُوْنَ حفاظت کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ یہی لوگ وارث ہیں الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ وہ جو وارث ہوں گے الْفِرْدَوْسَ فردوں کے هُمْ فِيْهَا وہ اس میں خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے

ترجمہ:۔ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں O اور جو اپنی نمازوں کی پوری نگرانی رکھتے ہیں O یہ ہیں وہ وارث O جنہیں جنت الفردوس کی میراث ملے گی۔ یہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس و لحاظ رکھنے والے ہیں

۲۔ جو اپنی نمازوں کی پوری نگرانی رکھتے ہیں

۳۔ یہ ہیں وہ وارث جنہیں جنت الفردوس کی میراث ملے گی

۴۔ یہ اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

وہ مومن جن میں چھ صفات ہوں ان کے کامیاب ہونے کی بشارت سورۂ مومنون کی پہلی آیت میں دی گئی۔ ان میں سے چار صفات کی تفصیلات گزشتہ دو دروس میں بیان کر دی گئی ہیں اور دو صفتیں یہ ہیں کہ وہ مومن کامیاب ہیں جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی پوری پوری نگرانی رکھتے ہیں یعنی پابندی سے نماز پڑھتے ہیں۔ ان دو صفتوں میں سے ایک صفت کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور دوسری صفت کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔ امانتوں اور عہد و پیمان کا تعلق مخلوقِ خدا سے ہے۔ کوئی شخص ہمارے پاس امانت کے طور پر کوئی چیز رکھتا ہے اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ وہ امانت اس تک پہنچا دی جائے اور اس امانت کی حفاظت کی جائے اور اس میں خیانت نہ کی جائے۔ امانت داری وہ صفت ہے جو مومن ومسلمان سے تعلق رکھتی ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا مومن وہ ہے کہ اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس کو ادا کر دے اور اس کے برخلاف خیانت کرنا یہ منافق کی علامت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جب امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم) عہد و پیمان بھی امانت کی طرح ہے۔ اگر ہم نے کسی سے عہد کر لیا چاہے وہ عہد کسی فرد سے ہو یا کسی جماعت یا پارٹی یا قوم سے ہو اس عہد و پیمان پر قائم رکھنا ضروری ہے۔ اس عہد و پیمان کا پاس ولحاظ رکھنا ایمان کا تقاضہ ہے۔ اگر کوئی شخص عہد و پیمان کی خلاف ورزی کرتا ہے تو یہ سراسر اسلامی احکامات کی خلاف ورزی ہے۔ اگر کسی نے کسی سے قرض لیا ہے تو اس قرض کی ادائیگی کی جو تاریخ دی ہے اسی تاریخ پر قرض کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر اس قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لیا جائے تو یہ بدعہدی ہے جو اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۷۶ میں عہد کے پورا کرنے پر یوں بشارت دی گئی بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ہاں! جو شخص اپنے اقرار کو پورا کرے اور (اللہ سے) ڈرے تو اللہ ڈرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۵۲ میں کہا گیا وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا اس کو پورا کرو۔ سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۲۰ میں ان لوگوں کو عقلمند قرار دیا گیا جو وہ اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ جو اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں اور قول وقرار کو نہیں توڑتے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (۱) جب بات کرو تو سچ بولو (۲) جب وعدہ کرو تو پورا کرو (۳) جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس کو ادا کرو (۴) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو (۵) اپنی آنکھوں کو نیچے رکھو (۶) اپنے ہاتھوں کو بیجا استعمال کرنے سے روکے رکھو۔ (مشکوۃ شریف۔ ص، ۴۱۵)

چھٹویں صفت مومن ومسلمان کی یہ ہے جس پر اسے کامیابی کی بشارت دی گئی وہ یہ کہ وہ اپنی نمازوں کی

حفاظت کرتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جولوگ پنج وقتہ نمازوں اور جمعہ کی نماز اور عیدین کی نماز وغیرہ کی پابندی رکھتے ہیں ایسے مومن کامیاب ہیں۔نماز کی پابندی سے متعلق متعدد آیات قرآنِ مجید میں موجود ہیں۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۸ میں کہا گیا حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ نمازوں کی حفاظت کرو۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں، جس نے اچھی طرح وضو کیا اور انہیں بروقت ادا کیا اور ان کا رکوع اور سجدہ پورا کیا اس کے لئے اللہ کا عہد ہے کہ اس کی مغفرت فرمادے گا اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس کے لئے اللہ کا کوئی عہد نہیں، چاہے اس کی مغفرت فرمادے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔(ابوداود)

سورۂ مومنون کے آغاز میں جن چھ صفتوں کا ذکر کیا گیا ان کے لئے ایک طرف تو یہ بشارت دی گئی کہ وہ کامیاب ہیں، پھر یہ خوشخبری بھی دی جارہی ہے کہ ان چھ قسم کے اوصاف رکھنے والے ہی جنت کے وارث ہیں اور جنت بھی معمولی جنت نہیں بلکہ انہیں جنت الفردوس عطا کی جائے گی اور اس جنت الفردوس میں چار آٹھ دن یا سال دو سال نہیں بلکہ یہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو اس لئے کہ وہی جنت کا اعلیٰ مقام بھی ہے اور اوسط یعنی درمیانی مقام بھی ہے اور اس جنت الفردوس میں نہریں جاری ہوں گی اور اس جنت الفردوس کے اوپر رحمان کا عرش ہے۔جنت کے لئے وراثت کا لفظ قرآنِ مجید کی دیگر آیات میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔سورۂ مریم کی آیت نمبر ۶۳ میں ہے تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِىْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا یہ وہ جنت ہے جس کو ہم ہمارے ان بندوں میں سے جو متقی ہیں انہیں وارث بنادیں گے۔ سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۷۲ میں کہا گیا وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِىْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ یہ وہ جنت ہے جس کا تمہیں وارث اس لئے بنایا گیا کہ تم نیک اعمال کیا کرتے تھے۔یہ رب ذوالجلال کا قانون ہے جو انصاف پر مبنی ہے کہ جنت اس نیک عمل کی جزاء ہے جو نیک عمل کہ دنیا میں کیا جاتا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۳۸۶﴾ کیا سے کیا ہو گیا؟ ﴿المؤمنون ۱۲۔تا۔۱۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۞ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۞ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۞ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ

لَمَيِّتُوْنَ O ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا ہے الْاِنْسَانَ انسان کو مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ مٹی کے خلاصے سے ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً پھر ہم نے اس کو ایک نطفہ کیا فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ محفوظ قرار گاہ میں ثُمَّ خَلَقْنَا پھر ہم نے بنایا النُّطْفَةَ نطفے کو عَلَقَةً جما ہوا خون فَخَلَقْنَا پھر ہم نے بنایا الْعَلَقَةَ جمے ہوئے خون کو مُضْغَةً گوشت کا لوتھڑا فَخَلَقْنَا پھر بنایا ہم نے الْمُضْغَةَ عِظٰمًا لوتھڑے کی ہڈیاں فَكَسَوْنَا پھر ہم نے پہنایا الْعِظٰمَ لَحْمًا ہڈیوں کو گوشت ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ پھر ہم نے اسے پیدا کیا خَلْقًا اٰخَرَ اور ہی مخلوق فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ چنانچہ اللہ بڑا بابرکت ہے اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ جو سب سے حسین بنانے والا ہے ثُمَّ اِنَّكُمْ پھر بے شک تم بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد لَمَيِّتُوْنَ البتہ مرنے والے ہو ثُمَّ اِنَّكُمْ پھر یقینا تم يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن تُبْعَثُوْنَ دوبارہ اُٹھائے جاؤ گے

ترجمہ:۔ اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا O پھر ہم نے اُسے ٹپکی ہوئی بوند کی شکل میں ایک محفوظ جگہ پر رکھا O پھر ہم نے اُس بوند کو جمے ہوئے خون کی شکل دے دی، پھر اُس جمے ہوئے خون کو ایک لوتھڑا بنا دیا، پھر اُس لوتھڑے کو ہڈیوں میں تبدیل کر دیا، پھر ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنایا، پھر اُسے ایسی اُٹھان دی کہ وہ ایک دوسری ہی مخلوق بن کر کھڑا ہو گیا۔ غرض بڑی شان ہے اللہ کی جو سارے کاریگروں سے بڑھ کر کاریگر ہے O پھر اس کے بعد تمہیں یقینا موت آنے والی ہے O پھر قیامت کے دن تمہیں یقینا دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا

۲۔ پھر ہم نے اسے ٹپکی ہوئی بوند کی شکل میں ایک محفوظ جگہ پر رکھا

۳۔ پھر ہم نے اس بوند کو جمے ہوئے خون کی شکل دے دی

۴۔ پھر اس جمے ہوئے خون کو ایک لوتھڑا بنا دیا

۵۔ پھر اس لوتھڑے کو ہڈیوں میں تبدیل کر دیا

۶۔ پھر ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنا دیا

۷۔ پھر اسے ایسی اٹھان دی کہ وہ ایک دوسری ہی مخلوق بن کر کھڑا ہو گیا

۸۔ غرض بڑی شان ہے اللہ کی جو سارے کاریگروں سے بڑھ کر کاریگر ہے

۹۔ پھر اس سب کے بعد تمہیں یقینا موت آنے والی ہے

۱۰۔ پھر قیامت کے دن تمہیں یقینا دوبارہ زندہ کیا جائے گا

یہ کائنات جو ہماری نگاہوں کے سامنے ہے اس کُل کائنات کا وجود اللہ کے وجود کی دلیل ہے۔ خود ہماری پیدائش اور ساتوں آسمانوں کی پیدائش اور آسمان سے بارش کا برسنا اور ہمارے فائدے کے لئے جانوروں کی پیدائش، ان چاروں چیزوں کا تذکرہ ان آیات میں اور اگلی آیتوں میں ہے۔ ان پانچ آیتوں میں انسان کی پیدائش کے نو مراحل بیان کئے گئے ہیں :

انسان کی پیدائش کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔ دنیا کے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کو بالراست مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت کی کافی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کے خلاصہ سے ایک انسان کا وجود بخشا۔ سورۂ روم کی آیت نمبر ۲۰ میں انسان کے مٹی سے پیدا کئے جانے کو قدرت کی نشانی قرار دیا گیا وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر اب انسان بن کر چلتے پھرتے پھیل رہے ہو۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا : بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے پوری زمین سے ایک مٹھی مٹی لے لی، اس مٹی سے انسان کا پتلا بنایا، پہلے خشک مٹی تھی، پھر پانی ڈالا گیا تو کیچڑ بن گئی؟ پھر اس کیچڑ سے پتلا بنایا گیا۔ (ترمذی)

انسان کی پیدائش کا دوسرا مرحلہ یہ ہے ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ پھر ہم نے اسے ٹپکی ہوئی بوند کی شکل میں ایک محفوظ جگہ رکھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس انسان کو نطفہ بنایا۔ یعنی دوسرے مرحلہ میں انسان نطفہ کی حالت میں رحمِ مادر میں ٹھہرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نطفہ کو رحمِ مادر میں رکھتے ہیں۔ یہ نطفہ مرد کے صلب سے نکل کر عورت کے رحم میں پہنچ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس نطفہ کو رحم مادر میں محفوظ کر دیتے ہیں۔ سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۷ اور ۸ میں اس دوسرے مرحلہ کی توضیح یوں کی گئی وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ اور انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی، پھر اس کی نسل ایک بے وقعت پانی کے نچوڑ سے چلائی۔ سورۃ المرسلٰت کی آیت نمبر ۲۰ اور ۲۱ میں بھی اس دوسرے مرحلہ کا ذکر یوں ہے اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے مضبوط و محفوظ جگہ میں رکھا۔

انسان کی پیدائش کا تیسرا مرحلہ یہ ہے ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً پھر ہم نے اس بوند کو جمے ہوئے خون کی شکل دی۔ انسان کی پیدائش کا تیسرا مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خون کے لوتھڑے کی شکل میں ہوتا ہے۔ یعنی جمے ہوئے خون کی شکل میں ہوتا ہے۔ اس تیسرے مرحلہ کا ذکر سورۃ الحج کی آیت نمبر ۵ میں بھی ہے فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ پس ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے۔ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۶۷ میں بھی انسان کی پیدائش کے ان مراحل کا ذکر کیا گیا ہے هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ

مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے۔ انسان کی پیدائش کا چوتھا مرحلہ فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیا، یعنی جمے ہوئے خون کو گوشت کا ٹکڑا بنا دیا، یعنی گوشت کا ایسا ٹکڑا بنا دیا جس میں کوئی شکل نہ بنی ہو۔ سورۃ الحج کی آیت نمبر ۵ میں بھی مُضْغَةً کا تذکرہ ہے ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو صورت دی گئی اور وہ بے نقشہ تھا یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں۔

انسان کی پیدائش کا پانچواں مرحلہ یہ ہے فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا پس ہم نے گوشت کے اس لوتھڑے کو ہڈی میں تبدیل کر دیا یعنی اس لوتھڑے کو سر اور دونوں ہاتھ اور دونوں پیر اور دیگر اعصاب وغیرہ بنا دیئے۔

انسان کی پیدائش کا چھٹواں مرحلہ یہ ہے فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا پھر ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنا دیا، یعنی ان تمام ہڈیوں پر چاہے وہ کسی بھی عضو سے متعلق ہوں گوشت بھر دیا۔ جسم کے اس گوشت نے ان تمام ہڈیوں کو چھپا دیا اور اس گوشت سے ان ہڈیوں کو قوت اور مضبوطی مل گئی اور ان ہڈیوں کو اس گوشت سے زینت بھی مل گئی اور یہ گوشت ان ہڈیوں کیلئے لباس کے درجہ میں ہے کہ جس طرح لباس سے جسم پوشیدہ ہو جاتا ہے اس گوشت سے ہڈیاں پوشیدہ ہوگئیں۔ اگر یہ گوشت ان ہڈیوں پر نہ ہوتا تو انسان ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جاتا اور بھیانک نظر آتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر انعام واحسان ہے کہ اس انسان کی تمام ہڈیوں پر گوشت بھر دیا؟

انسان کی پیدائش کا ساتواں مرحلہ یہ ہے ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ پھر اس انسان کو ایسی اٹھان دی کہ وہ ایک دوسری ہی مخلوق بن کر کھڑا ہو گیا۔ یعنی اس انسان میں گوشت بھی تھا، ہڈیاں بھی تھیں، ایک خاص قسم کی شکل بھی تھی، مگر وہ ایک مردہ تھا، اس میں روح ڈال کر ایک زندگی عطا کی گئی، پھر وہ انسان حرکت کرنے لگا اور وہ ایک اور طرح کی مخلوق بن گیا کہ سننے والا اور دیکھنے والا بن گیا۔

بڑی شان ہے اس رب ذوالجلال کی جس نے اپنی قدرت اور حکمت سے ایسی مخلوق بنا کر کھڑا کر دیا۔ وہ رب ذوالجلال پاک ہے اور بہترین خالق ہے۔ انسان کی یہ تصویر رب ذوالجلال کی پاکی بیان کرتی ہے اور اس کی کبریائی کا اظہار کرتی ہے۔

انسانی زندگی کا آٹھواں مرحلہ یہ ہے ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ پھر اس کے بعد تمہیں یقیناً موت آنے والی ہے۔ انسان کی زندگی بس اتنی ہی ہے کہ وہ اس دنیا میں آتا ہے، آنکھ کھولتا ہے، اس کا بچپن، پھر اس کا لڑکپن پھر اس کی جوانی اور اس کے بعد اس کا بڑھاپا اور اس کے بعد زندگی کا اختتام پھر وہ موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ ہاں! عام طور پر تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ انسان بڑھاپے پر پہنچ کر موت کے منہ میں چلا جاتا ہے، مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ابھی پیدا ہی ہوا تھا کہ انتقال کر گیا۔ کبھی آٹھ دس سال تک پہنچا تھا کہ موت کے منہ میں چلا گیا اور کبھی

بھر پور جوانی میں پہنچا ہی تھا کہ موت کا مزہ چکھ لیا۔

انسانی زندگی کا نواں مرحلہ یہ ہے ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ یعنی جب تم قبروں میں آرام کر رہے ہو گے اور قیامت کا دن آ جائے گا اور صور پھونک دیا جائے گا تو تم کو دوبارہ تمہاری قبروں سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا تاکہ تمہارے اعمال کی جزاء یا سزا مل سکے۔ سورۃ العنکبوت کی آیت نمبر ۲۰ میں کہا گیا ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ پھر اللہ تمہیں دوبارہ پیدا کرے گا۔

﴿درس نمبر ۱۳۸۷﴾ ہم اسے غائب کر دینے پر بھی قادر ہیں ﴿المؤمنون: ۱۷ تا ۲۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ○ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ ۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ○ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیے فَوْقَكُمْ تمہارے اوپر سَبْعَ طَرَآئِقَ سات آسمان تہ بہ تہ وَمَا كُنَّا اور نہیں ہیں ہم عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ مخلوق سے غافل وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً آسمان سے پانی بِقَدَرٍ اندازے کے ساتھ فَاَسْكَنّٰهُ پھر ہم نے اسے ٹھہرایا فِي الْاَرْضِ زمین میں وَاِنَّا اور بے شک ہم عَلٰى ذَهَابٍ ۢ بِهٖ اس کے لے جانے پر لَقٰدِرُوْنَ البتہ قادر ہیں فَاَنْشَاْنَا پھر ہم نے پیدا کیے لَكُمْ تمہارے لیے بِهٖ اس کے ذریعے سے جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ کھجوروں کے باغات وَّاَعْنَابٍ اور انگوروں کے لَكُمْ تمہارے لیے فِيْهَا ان میں فَوَاكِهُ میوے ہیں كَثِيْرَةٌ بہت زیادہ وَّمِنْهَا اور انہی میں سے کچھ تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو وَشَجَرَةً اور ایک درخت تَخْرُجُ جو نکلتا ہے مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ طورِ سیناء سے تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وہ اُگاتا ہے روغن وَصِبْغٍ اور سالن لِّلْاٰكِلِيْنَ کھانے والوں کے لیے

ترجمہ:۔ اور ہم نے تمہارے اوپر سات تہہ بہ تہہ راستے پیدا کئے ہیں اور ہم مخلوق سے غافل نہیں ہیں ○ اور ہم نے آسمان سے ٹھیک اندازے کے مطابق پانی اُتارا، پھر اُسے زمین میں ٹھہرا دیا اور یقین رکھو ہم اُسے غائب کر دینے پر بھی قادر ہیں ○ پھر ہم نے اُس سے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے جن سے تمہیں بہت سے میوے حاصل ہوتے ہیں اور اُنہی میں سے تم کھاتے ہو ○ اور وہ درخت بھی پیدا کیا جو طورِ سینا سے نکلتا ہے جو اپنے ساتھ تیل لے کر اور کھانے والوں کے لئے سالن لے کر اُگتا ہے۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ہم نے تمہارے اوپر سات تہہ بہ تہہ راستے پیدا کئے ہیں ۲۔ہم مخلوق سے غافل نہیں ہیں

۳۔ہم نے آسمان سے ٹھیک اندازے کے مطابق پانی اتارا ۴۔ پھر اسے زمین میں ٹھہرا دیا

۵۔یقین رکھو ہم اسے غائب کر دینے پر بھی قادر ہیں

۶۔ پھر ہم نے اس سے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے جن سے تمہیں بہت سے میوے حاصل ہوتے ہیں۔

۷۔انہی میں سے تم کھاتے ہو ۸۔وہ درخت بھی پیدا کیا جو طورِ سینا سے نکلتا ہے

۹۔جو اپنے ساتھ تیل لے کر اور کھانے والوں کے لئے سالن لے کر اُگتا ہے

پچھلی آیتوں میں انسان کی پیدائش کے سات مراحل بیان کئے گئے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں، آسمانوں سے برسنے والی بارش اور زمین سے اگنے والے مختلف نباتات کا تذکرہ فرما رہے ہیں اور اپنے بندوں کو اس کی قدرت وحکمت کی جانب متوجہ کر رہے ہیں کہ جس پروردگار کی تم عبادت کر رہے ہو دیکھو! وہ کیسا خالق وقادر و مالک ومختار ہے۔سب سے پہلے یہاں ساتوں آسمانوں کا ذکر ہے کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ہم نے تمہارے اوپر تہہ بہ تہہ سات راستے پیدا کئے۔یعنی ایک کے اوپر ایک اس طرح سات آسمان تمہارے اوپر پیدا کئے۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی پیدائش کے تذکرہ کے ساتھ آسمانوں کا تذکرہ اپنی آخری کتاب میں متعدد مقامات پر کیا ہے۔جیسا کہ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۵۷ میں ہے لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا بڑی بات ہے انسانوں کی پیدائش کے مقابلہ میں۔سورۂ الم السجدہ کی ابتدائی آیات میں بھی آسمانوں کی پیدائش کے بعد انسان کی پیدائش کا تذکرہ ہے۔اس سورت کی آیت نمبر ۴ میں بھی آسمانوں اور زمین کا تذکرہ ہے اور آیت نمبر ۷ میں انسان کی پیدائش کا ذکر ہے۔

ساتوں آسمانوں کے تہہ بہ تہہ پیدا کئے جانے کا ذکر قرآنِ مجید میں دوسرے مقامات پر بھی موجود ہے۔سورۂ نوح کی آیت نمبر ۱۵ میں یوں ہے اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کو تہہ بہ تہہ پیدا کیا ہے؟ سورۃ الطلاق کی آیت نمبر ۱۲ میں کہا گیا اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ اللہ ہی ہے جس نے ساتوں آسمانوں کو پیدا کیا۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو صرف پیدا کر دیا اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا ایسا نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام مخلوقات کو اپنے علم کے دائرہ میں رکھا ہے اور اپنے قابو میں رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ ان تمام مخلوقات سے غافل نہیں ہے۔آسمانوں سے بھی باخبر ہے اور ان میں رہنے والی ہر چیز سے بھی

باخبر ہے۔زمین سے بھی باخبر ہے اور ان میں رہنے والی تمام چھوٹی بڑی مخلوقات سے بھی باخبر ہے۔ان ساری مخلوقات کے باقی رہنے کے منصوبے بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور دنیا جہاں کی ہر چھوٹی بڑی چیز سے بھی اللہ تعالیٰ باخبر ہے۔جو کچھ ہوا اس سے بھی جو کچھ ہو رہا ہے اس سے بھی اور جو کچھ ہوگا اس سے بھی واقف ہے۔سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۴ میں یہی حقیقت بیان کی گئی یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ وہ جانتا ہے اس چیز کو زمین میں جائے اور جو زمین سے نکلے اور جو آسمان سے نیچے آئے اور جو کچھ چڑھ کر اس آسمان میں جائے اور جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو تم کر رہے ہو وہ اللہ دیکھ رہا ہے۔سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۵۹ میں مزید وضاحت کے ساتھ یہ بات کہی گئی وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتابِ مبین میں ہیں۔

آسمانوں وزمین کے تذکرہ کے بعد آسمان سے برسنے والی بارش کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ اور ہم نے آسمان سے ٹھیک انداز کے مطابق پانی برسایا۔یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر اس کی مخلوقات پر احسان ہے کہ اس نے پانی جیسی قیمتی چیز آسمان سے اتاری؟اگر انسانی زندگی سے اور دیگر جانداروں کی زندگیوں سے پانی کی یہ نعمت نکال دی جائے تو شاید ہی کوئی جانور زندہ رہ پائے۔اللہ تعالیٰ نے آسمان کی بلندیوں سے ان بادلوں کے ذریعہ مخلوقات کی ضرورت کے بقدر پانی کی یہ نعمت عطا فرمائی تاکہ انسان اور دیگر مخلوقات اس پانی سے اپنی پیاس بجھائیں اور اس پانی سے اپنی دیگر ضرورتیں پوری کریں اور اللہ تعالیٰ کا احسان یہ ہے کہ اس نے یہ پانی بھی ایک اندازے کے مطابق برسایا ہے۔اگر پانی اندازے سے بہت کم بھی ہو تو اس کی مخلوقات پریشانی سے دوچار ہو جاتیں اور اگر یہ پانی اندازے سے بہت زیادہ بھی ہو جائے تو ان مخلوقات کی ہلاکت کے راستے پیدا ہو جاتے ہیں۔بعض ایسے باغات اور کھیتیاں ہیں جن کے لئے پانی کی مخصوص مقدار ہی میں ضرورت ہوتی ہے۔اگر وہاں پانی ضرورت سے زیادہ ہو جائے تو وہ باغات اور کھیتیاں ضائع ہو جائیں۔اللہ تعالیٰ نے ایک اندازے سے پانی برسا کر نہ صرف انسانیت پر بلکہ دیگر مخلوقات پر بھی احسان فرمایا۔وہ رب ذوالجلال جو اس پانی کو برسانے پر قادر ہے اور اس کو زمین پر ٹھہرانے پر قادر ہے وہی رب ذوالجلال اس پانی کو روئے زمین سے ختم کر دینے پر بھی قادر ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جن کنوؤں،چشموں اور بورویلس میں پانی جمع رہتا ہے اور لوگ اس سے استفادہ کرتے رہتے ہیں پھر اچانک ہی پانی اس کنویں،چشمے یا بورویلس سے غائب ہو جاتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے کہ وہ جب چاہے پانی کو ٹھہرادے اور جب چاہے اس پانی کو غائب

کردے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بعض خاص قسم کی نباتات کا تذکرہ فرمایا۔ انگور، کھجور اور زیتون اور ان کے علاوہ دیگر میوہ جات کا مجموعی طور پر ذکر فرمایا۔ انگور ہو کہ کھجور یہ وہ چیزیں ہیں جو انسان کیلئے طاقت اور صحت کا ذریعہ ہیں اور زیتون اپنے اندر کئی خصوصیات اور خوبیاں رکھتا ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ زیتون کو مبارک درخت بھی قرار دیا گیا یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ (النور ۳۵:) وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی ہے نہ مغربی۔ رسولِ رحمت ﷺ نے زیتون کھانے کا حکم دیا اور اس کے تیل کو بدن پر ملنے کا بھی حکم دیا۔

﴿درس نمبر ۱۳۸۸﴾ **تمہارے لئے مویشیوں میں عبرت کا سامان ہے** ﴿المؤمنون :۲۱۔۲۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاِنَّ اور بے شک لَكُمْ تمہارے لیے فِي الْاَنْعَامِ چوپایوں میں لَعِبْرَةً البتہ عبرت ہے نُسْقِيْكُمْ ہم تمہیں پلاتے ہیں مِّمَّا اس میں سے جو فِيْ بُطُوْنِهَا ان کے پیٹوں میں ہے وَلَكُمْ اور تمہارے لیے فِيْهَا ان میں مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ بہت منافع ہیں وَّمِنْهَا اور ان میں سے بعض کو تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو وَعَلَيْهَا اور ان پر وَعَلَى الْفُلْكِ اور کشتیوں پر تُحْمَلُوْنَ تم سوار کیے جاتے ہو

ترجمہ:۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے مویشیوں میں بڑی نصیحت کا سامان ہے، جو (دودھ) ان کے پیٹ میں ہے اُس سے ہم تمہیں سیراب کرتے ہیں اور اُن میں تمہارے لئے بہت سے فوائد ہیں اور انہی سے تم غذا بھی حاصل کرتے ہو ۝ اور اُنہی پر اور کشتیوں پر تمہیں سوار بھی کیا جاتا ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے مویشیوں میں بڑی نصیحت کا سامان ہے

۲۔ جو دودھ ان مویشیوں کے پیٹ میں ہے اس سے ہم تمہیں سیراب کرتے ہیں

۳۔ ان میں تمہارے لئے بہت سے فوائد ہیں ۴۔ انہی سے تم غذا بھی حاصل کرتے ہو

۵۔ ان مویشیوں پر اور کشتیوں پر تمہیں سوار بھی کیا جاتا ہے

انسان اپنی آنکھوں سے چھوٹی بڑی، معمولی اور غیر معمولی چیزوں کو دیکھتا ہے، لیکن ان چیزوں پر اس پہلو سے غور نہیں کرتا کہ ان تمام چیزوں میں نصیحت کا کس قدر سامان موجود ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور حکمت سے جن

چوپایوں کو پیدا کیا ہے ان میں نصیحت کا سامان موجود ہے۔ یہ اونٹ، گائے، بکری، بھینس وغیرہ اور ان سے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں یہ سب ہمارے لئے نصیحت کا باعث ہیں۔ بندۂ مومن کو چاہئے کہ ان نعمتوں کی قدر کرے اور ان نعمتوں کے ملنے پر رب ذوالجلال کا شکر ادا کرے۔ ان چوپایوں سے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں ان میں سے چار فائدے ان آیات میں بیان کئے گئے ہیں۔

پہلا فائدہ یہ ہے کہ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا جو دودھ ان مویشیوں کے پیٹ میں ہے اس سے ہم تمہیں سیراب کرتے ہیں۔ رب ذوالجلال ہم انسانوں کیلئے ان مویشیوں کے پیٹ سے ایسا خالص سفید دودھ فراہم کرتے ہیں جبکہ اسی جسم میں خون بھی ہے اور گوبر بھی ہے، مگر اس دودھ میں نہ خون کی رنگت شامل ہوئی اور نہ ہی گوبر کی بدبو شامل ہوئی۔ خون اور گوبر کے درمیان سے خالص اور مقوی سفید دودھ کا نکلنا قدرت کی ایک حیرت انگیز نشانی ہے۔ اس دودھ سے مکھن، دہی، پنیر اور گھی وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۶۶ میں بھی یہ مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ اور تمہارے لئے چار پایوں میں بھی (مقامِ) عبرت (وغور) ہے کہ اُن کے پیٹوں میں جو گوبر اور خون ہے اُس سے ہم تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کیلئے خوشگوار ہے۔ ہم اس حیرت انگیز قدرت کے اس کرشمہ پر غور نہیں کرتے ہم دودھ پیتے ہیں، گوبر کو کھاد کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے ان جانوروں کے جسموں میں موجود وہ خون دیکھتے ہیں جو ان کے ذبح کرنے کے وقت نکلتا ہے تو ان جانوروں کے جسم میں گوبر بھی ہے، خون بھی ہے، آخر وہ کون ہے جو گوبر اور خون ان دونوں کے درمیان سے خالص اور سفید دودھ نکالتا ہے؟ اس دودھ میں گوبر کی نہ بدبو ہے اور نہ خون کی رنگت ہے۔ کیا شان ہے میرے اس رب کی جو اپنی قدرت کے ان کرشموں سے انسانوں کو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے؟

دوسرا فائدہ ان مویشیوں سے یہ ہے کہ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ اور تمہارے لئے ان مویشیوں میں بہت سے فائدے ہیں۔ ان مویشیوں کے بالوں اور اون سے مختلف قسم کی چیزیں تیار کی جاتی ہیں اور انہی بالوں اور اون سے مختلف قسم کے لباس اور فرش تیار کئے جاتے ہیں۔

تیسرا فائدہ ان مویشیوں کا یہ بیان کیا گیا کہ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ کہ ان جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد ان کا گوشت تم خود بھی کھاتے ہو اور دوسروں کو کھلاتے بھی ہو جس سے تمہیں قوت وطاقت نصیب ہوتی ہے۔

چوتھا فائدہ یہ بتلایا گیا کہ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ان مویشیوں اور کشتیوں پر تمہیں سوار بھی کیا جاتا ہے۔ ایک زمانہ تھا جس زمانہ میں موٹر گاڑیوں کا تصور تک نہیں تھا۔ لوگ اونٹوں، گھوڑوں، خچروں، گدھوں اور دیگر جانوروں پر سوار ہو کر ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ تک سفر کرتے تھے اور ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچ جاتے

تھے۔ ان مویشیوں پر یہ خود بھی سوار ہوتے تھے اور اپنا سامانِ تجارت بھی ان پر لاد کر لے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان مویشیوں کو انسانوں کے ہاتھوں میں مسخر کر دیا۔ طاقت اور جسامت کے اعتبار سے ان میں سے بہت سے جانور انسان سے کئی گنا زیادہ طاقتور ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کو ایک کمزور انسان کے ہاتھوں میں غلام کی طرح بنا دیتے ہیں۔ یہ انسان بلکہ بعض مرتبہ ایک معصوم سا بچہ بھی ان جانوروں کی نکیل پکڑ کر کھینچتا ہے تو یہ جانور اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ یہ قادرِ مطلق کا ہم انسانوں پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اتنے بڑے بڑے جانوروں کو ہم انسانوں کے ہاتھوں میں مسخر کر دیا؟ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ (الزخرف ۱۳) پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے ان ساری چیزوں کو مسخر کر دیا، حالانکہ ہمیں اسے قابو کرنے کی طاقت نہ تھی۔

﴿درس نمبر ۱۳۸۹:﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کیا کہا؟ ﴿المؤمنون ۲۳۔۲۴۔۲۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا نُوْحًا نوح کو اِلٰى قَوْمِهٖ اس کی قوم کی طرف فَقَالَ تو اس نے کہا يٰقَوْمِ اے میری قوم! اعْبُدُوا اللّٰهَ تم اللہ کی عبادت کرو مَا لَكُمْ نہیں ہے تمہارے لیے مِّنْ اِلٰهٍ کوئی معبود غَيْرُهٗ اس کے سوا اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پھر تم نہیں ڈرتے؟ فَقَالَ الْمَلَؤُا تو کہا ان سرداروں نے الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا مِنْ قَوْمِهٖ اس کی قوم میں سے مَا هٰذَاۤ یہ نہیں ہے اِلَّا بَشَرٌ مگر بشر مِّثْلُكُمْ تم ہی جیسا يُرِيْدُ وہ چاہتا ہے اَنْ يَّتَفَضَّلَ کہ وہ برتری حاصل کرے عَلَيْكُمْ تم پر وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ چاہتا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً تو البتہ فرشتے نازل کرتا مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا نہیں سنی ہم نے یہ فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ اپنے پہلے باپ دادا میں اِنْ هُوَ یہ نہیں ہے اِلَّا رَجُلٌ مگر ایک آدمی ہی بِهٖ جِنَّةٌ اسے جنون ہے فَتَرَبَّصُوْا لہٰذا تم انتظار کرو بِهٖ اس کا حَتّٰى حِيْنٍ ایک وقت تک

ترجمہ:۔ اور ہم نے نوح کو اُن کی قوم کے پاس بھیجا تھا، چنانچہ اُنہوں نے (قوم سے) کہا کہ ''میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ بھلا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟'' ۝ اس پر اُن کی قوم کے کافر سرداروں نے (ایک دوسرے سے) کہا ''اس شخص کی اس کے سوا کوئی حقیقت نہیں کہ یہ تم ہی جیسا

ایک انسان ہے جو تم پر اپنی برتری جمانا چاہتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتے نازل کر دیتا۔ یہ بات تو ہم نے اپنے پچھلے باپ داداوں میں کبھی نہیں سنی O (رہا یہ شخص، تو) یہ اور کچھ نہیں، ایک ایسا آدمی ہے جسے جنون لاحق ہو گیا ہے، اس لئے کچھ وقت تک اس کا انتظار کر کے دیکھ لو (کہ شاید اپنے حواس میں آجائے)''۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ ہم نے نوح کو انکی قوم کے پاس بھیجا تھا

۲۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو

۳۔ اللہ کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں ہے ۴۔ بھلا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟

۵۔ اس پر ان کی قوم کے کافر سرداروں نے ایک دوسرے سے کہا

۶۔ اس شخص کی اس کے سوا کوئی حقیقت نہیں کہ یہ تم ہی جیسا ایک انسان ہے

۷۔ یہ تم پر اپنی برتری جمانا چاہتا ہے ۸۔ اگر اللہ چاہتا تو فرشتے نازل کر دیتا

۹۔ یہ بات تو ہم نے اپنے پچھلے باپ داداؤں میں کبھی نہیں سنی

۱۰۔ یہ اور کچھ نہیں ایک ایسا آدمی ہے جسے جنون لاحق ہو گیا؟

۱۱۔ اس لئے کچھ وقت تک اس کا انتظار کر کے دیکھ لو

سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۲۳ تا ۳۰ ان آٹھ آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ سورۂ آل عمران آیت ۳۳، سورۂ احزاب آیت ۷، سورۂ نوح مکمل سورت، سورۂ انبیاء ۷۶، سورۂ حج ۴۲، سورۂ ص ۱۲، سورۃ الشوریٰ ۱۳، سورۂ اعراف ۵۹ اور سورۂ بنی اسرائیل ۱۳ میں بھی حضرت نوح علیہ السلام کا ذکرِ خیر موجود ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہاں یہ فرمارہے ہیں کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور جس طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی قوموں کو ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو یہی حکم دیا کہ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ کی عبادت کرو۔ پھر فرمایا کہ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دینے کے معاملہ میں اللہ سے نہیں ڈرتے؟

قرآنِ مجید کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ ہر نبی نے اپنی قوم کے سامنے بنیادی طور پر یہی تعلیم دی اور انہیں شرک سے باز آنے اور توحید پر قائم رہنے کی تلقین کی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو بات کہی وہ یہی تھی وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (الاعراف ۶۵) حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی بات کہی وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (الاعراف ۷۳) حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی

بات کہی وَاِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ (الاعراف ۸۵)

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بڑے بڑے سرداروں نے کہا کہ نوح تو بس تمہارے جیسے ایک انسان ہیں اور وہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے تم میں بلند مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ نوح میں کوئی ایسی امتیازی اور خصوصی شان نہیں ہے کہ اس کو کوئی اونچا درجہ حاصل ہو۔ جب نوح تم ہی جیسا ایک آدمی ہے تو تم کو چھوڑ کر اس کی جانب کیسے وحی آ سکتی ہے اور وہ نبی کیسے بن سکتا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ کسی نبی کو بھیجنے کا ہوتا تو وہ کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیج دیتا جو اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دیتا اور ہم نے ایسی بات ہمارے باپ دادا سے نہیں سنی کہ کوئی انسان بھی نبی بن کر آیا ہو۔ ہم سے پہلے کئی زمانے گزرے ہیں، ہمارے باپ دادا کا لمبا دور گزرا ہے، ہم نے تو ایسا کبھی نہیں سنا کہ کوئی انسان نبی بن کر آیا ہو۔ قوم کے سرداروں نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں یہ بات بھی کہی کہ نوح تو بس ایک مجنون آدمی ہے اور ایسی باتیں تو ایک مجنون ہی کہہ سکتا ہے کہ اللہ نے اس کو تمہارے پاس بھیجا ہے اور اللہ نے اپنی وحی کے لئے اس کو مختص کیا ہے۔ پھر ان سرداروں نے عام لوگوں کو یہ مشورہ بھی دیا کہ اور چند دن انتظار کر لو اور دیکھ لو کہ کیا ہوتا ہے؟ یعنی چند دن تم انتظار کرو یہاں تک کہ تمہیں نوح سے راحت ہی مل جائے یا یہ کہ نوح اپنی باتوں سے مایوس ہو کر تمہارے دین کی طرف لوٹ جائے یا اس کے جنون میں افاقہ ہو جائے۔

﴿درس نمبر ۱۳۹۰﴾ حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی تیار کرنے کا حکم ﴿المؤمنون ۲۶۔تا۔۳۰﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِىۡ بِمَا كَذَّبُوۡنِ ۝ فَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡهِ اَنِ اصۡنَعِ الۡـفُلۡكَ بِاَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا وَفَارَ التَّنُّوۡرُ ۙ فَاسۡلُكۡ فِيۡهَا مِنۡ كُلٍّ زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ وَاَهۡلَكَ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَيۡهِ الۡقَوۡلُ مِنۡهُمۡ‌ ۚ وَلَا تُخَاطِبۡنِىۡ فِى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا‌ ۚ اِنَّهُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ ۝ فَاِذَا اسۡتَوَيۡتَ اَنۡتَ وَمَنۡ مَّعَكَ عَلَى الۡـفُلۡكِ فَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ نَجّٰٮنَا مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ۝ وَقُلْ رَّبِّ اَنۡزِلۡنِىۡ مُنۡزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنۡتَ خَيۡرُ الۡمُنۡزِلِيۡنَ ۝ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنۡ كُنَّا لَمُبۡتَلِيۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا رَبِّ اے میرے رب! انۡصُرۡنِىۡ تو میری مدد کر بِمَا بسبب اس کے جو كَذَّبُوۡنِ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے فَاَوۡحَيۡنَاۤ چنانچہ ہم نے وحی کی اِلَيۡهِ اس کی طرف اَنِ اصۡنَعِ الۡـفُلۡكَ کہ تو کشتی بنا بِاَعۡيُنِنَا ہماری آنکھوں کے سامنے وَوَحۡيِنَا اور ہماری وحی کے فَاِذَا جَآءَ پھر جب آ جائے اَمۡرُنَا ہمارا حکم وَفَارَ التَّنُّوۡرُ اور ابل پڑے تنور فَاسۡلُكۡ تو داخل کر فِيۡهَا اس میں مِنۡ كُلٍّ ہر قسم سے زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ جوڑے دونوں وَاَهۡلَكَ اور اپنے گھر والوں کو اِلَّا مَنۡ سوائے اس کے کہ سَبَقَ پہلے گزر چکا

عَلَيْهِ الْقَوْلُ اس کی بابت حکم مِنْهُمْ ان میں سے وَلَا تُخَاطِبْنِيْ اور بات نہ کرنا مجھ سے فِي الَّذِيْنَ ان لوگوں میں ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا اِنَّهُمْ بلاشبہ وہ مُّغْرَقُوْنَ ڈبوئے جائیں گے فَاِذَا چنانچہ جب اسْتَوَيْتَ پورے طور پر بیٹھ جائے اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ تو اور وہ جو تیرے ساتھ ہیں عَلَى الْفُلْكِ کشتی پر فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ تو کہہ تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے الَّذِيْ نَجّٰنَا وہ جس نے ہمیں نجات دی مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالم قوم سے وَقُلْ اور تو کہہ رَّبِّ اے میرے رب! اَنْزِلْنِيْ تو مجھے اتار مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا اتارنا بابرکت وَّاَنْتَ اور تو خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ سب سے بہتر اتارنے والا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بلاشبہ اس میں لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں وَّاِنْ اور بلاشبہ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ہم ہیں البتہ آزمانے والے

ترجمہ:۔ نوح نے کہا: ''یا رب! ان لوگوں نے مجھے جس طرح جھوٹا بنایا ہے، اُس پر تو ہی میری مدد فرما۔'' O چنانچہ ہم نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ تم ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ۔ پھر جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور اُبل پڑے تو ہر قسم کے جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا لے کر اُسے کشتی میں سوار کر لینا اور اپنے گھر والوں کو بھی سوائے اُن کے جن کے خلاف پہلے ہی حکم صادر ہو چکا ہے اور ان ظالموں کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرنا، یہ طے ہے کہ یہ سب غرق کئے جائیں گے O پھر جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں ٹھیک ٹھیک بیٹھ چکیں تو کہنا: شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات عطا فرمائی۔'' O اور کہنا: ''یا رب! مجھے ایسا اترنا نصیب کر جو برکت والا ہو اور تو بہترین اتارنے والا ہے۔'' O اس سارے واقعے میں بڑی نشانیاں ہیں اور یقینی بات ہے کہ ہمیں آزمائش تو کرنی ہی کرنی تھی۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! ان لوگوں نے مجھے جسطرح جھوٹا بنایا ہے اس پر تو ہی میری مدد فرما

۲۔ چنانچہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنائیے

۳۔ پھر جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور ابل پڑے تو ہر قسم کے جانوروں میں سے ایک ایک جوڑ الیکر اسے کشتی میں سوار کر لیں

۴۔ اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر لینا سوائے ان کے جنکے خلاف پہلے ہی حکم صادر ہو چکا ہے

۵۔ ان ظالموں کے بارے میں کوئی بات نہ کرنا ۶۔ یہ طے ہے کہ یہ سب غرق کئے جائیں گے۔

۷۔ پھر جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں ٹھیک ٹھیک بیٹھ چکیں تو کہنا شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں ظالم

لوگوں سے نجات عطا فرمائی

۸۔اور کہو یارب! مجھے ایسا اترنا نصیب فرما جو برکت والا ہو ۹۔آپ بہترین اتارنے والے ہیں

۱۰۔اس واقعہ میں بڑی نشانیاں ہیں ۱۱۔یقینی بات ہے کہ ہمیں تو آزمائش کرنی ہی کرنی ہے۔

پچھلی آیتوں میں بیان کیا گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ہدایت، توحید اور حقانیت کی جانب بلانے پر حضرت نوح علیہ السلام کی دشمن ہوگئی اور آپ کو مجنون کہنے لگی إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ اور آپ کی موت کی منتظر تھے لہٰذا اس طرح جب حضرت نوح علیہ السلام انکے راہ راست پر آنے اور دین حق کو قبول کرنے سے مایوس ہوگئے تو آپ نے اپنی قوم کی ہلاکت کی دعا فرمائی جسکا تذکرہ ان آیتوں میں کیا جارہا ہے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایاقَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ کہ اے اللہ! ان جھٹلانے والوں کے مقابلہ میں میری مدد فرما، اور سورہ قمر کی آیت نمبر ۱۰ میں بھی اللہ تعالی نے فرمایافَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ اے میرے پروردگار! میں بے بس ہو چکا ہوں آپ میری مدد فرمائیے، اسی طرح سورہ نوح میں بھی فرمایارَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا حضرت نوح علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اے میرے پروردگار! ان کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر زندہ باقی مت رہنے دے (نوح ۲۶)، چنانچہ اللہ تعالی نے آپ کی اس دعاء کو قبول فرمایا اور ایک کشتی بنانے کا حکم دیافَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا لہٰذا اللہ تعالی کے حکم پر حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں لگ گئے، چنانچہ جب کشتی بن کر تیار ہوگئی تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ دیکھو! جب ہمارے حکم اور فیصلے کا وقت آجائے اور زمین سے پانی ابلنے لگے تو اس وقت تم اپنے ساتھ ایمان لانے والوں کو لیکر اور ساتھ میں ہر جانور، چرند اور پرند، وغیرہ کی دونوں صنفوں یعنی نر اور مادہ کو بھی اپنی اس کشتی میں سوار کرلینا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ فَاسْلُكْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ لیکن ہاں! ایسے کسی بھی شخص کو تم اپنی اس کشتی میں سوار نہ کرانا جس کے حق میں ہمارے عذاب کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے خواہ وہ تمہارے اپنے گھر ہی کا فرد کیوں نہ ہو اور ہاں! ان جیسے ظالم لوگوں کے بارے میں مجھ سے فریاد بھی نہ کرنا اس لئے کہ ہم نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ وہ لوگ غرق ہونے والے ہیں إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ یہاں جو خاص کر اللہ تعالیٰ نے ظالم لوگوں کی سفارش کرنے سے جو روکا ان میں حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا بھی تھا جس نے ایمان قبول نہیں کیا۔ (تفسیر طبری) لہٰذا حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کے متعلق سفارش کرنے سے منع فرمایا گیا کہ آپ کے لوگ تو وہی ہیں جنہوں نے ایمان قبول کیا، اور جنہوں نے ایمان قبول نہیں کیا وہ اپنے ہو کر بھی اپنے نہیں لہٰذا ان کے بارے میں مجھ سے کبھی کوئی التجا نہ کرنا، چنانچہ جب یہ ساری باتیں ہو چکیں تو اس وقت تنور سے پانی ابلنے لگا جس کی خبر آپ کی بیوی نے آپ کو دی اسکے بعد آپ نے

اللہ تعالی کے حکم کے مطابق سارے ایمان والوں کو اور جانوروں کی جوڑی کو اپنے ساتھ کشتی میں سوار کرلیا (التفسیر المنیر)
ایک حکم اللہ تبارک وتعالی نے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ بھی دیا تھا کہ جب تم ان سب کو لیکر کشتی میں سوار ہو جاؤ اور یہ کشتی تمہیں لے کر چلنے لگے اور تم لوگ دیکھو کہ ظالم لوگ اس پانی میں غرق ہونے لگے تو ایسے وقت اس رب کی حمد کرنا اور شکرادا کرنا جس نے تمہیں اس عذاب سے بچالیا فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ جب تم لوگ صحیح سلامت اس کشتی سے اترنے لگو تو یہ دعاء بھی مانگ لینا وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ اور کہنا کہ اے اللہ! مجھے ایسا اترنا نصیب کر جو برکت والا ہو اور آپ تو بہترین اتارنے والے ہیں، اس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنانے سے لے کر اترنے تک اپنے رب کے ہر ہر حکم پر عمل کیا اور جو وعدہ اللہ تعالی نے آپ سے ان ظالموں کو غرق کرنے کا کیا تھا وہ پورا فرمایا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کشتی میں کل اسی انسان تھے جن میں حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی اہلیہ تھیں اور تین لڑکے سام، حام، یافث اور انکی تین بیویاں تھیں اور انکے علاوہ بہتّر (۷۲) لوگ اور تھے، جو لوگ بھی اس دنیا میں موجود ہیں وہ سب انہی لوگوں کی نسل سے ہیں (التفسیر المنیر) آخر میں اللہ تبارک وتعالی نے اس واقعہ کو بیان کرنے کی وجہ بتلاتے ہوئے فرمایا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ یقینا اس سارے واقعہ میں بڑی نشانیاں ہیں اور یہ بات بھی یقینی تھی کہ ہمیں آزمائش کرنی ہی کرنی تھی، لہٰذا جو اس واقعہ سے نصیحت کرلے اور ہماری آزمائش پر صبر سے کام لے تو یقینا ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

قومِ یہود کے سرداروں نے کیا کہا؟

﴿درس نمبر ۱۳۹۱﴾ ﴿المؤمنون: ۳۱۔تا۔۳۴﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ ثُمَّ اَنْشَاْنَا پھر ہم نے پیدا کیے مِنْۢ بَعْدِهِمْ اس کے بعد قَرْنًا اٰخَرِیْنَ دوسرے لوگ فَاَرْسَلْنَا تو ہم نے بھیجا فِیْهِمْ ان میں رَسُوْلًا ایک رسول مِّنْهُمْ انہی میں سے اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کہ تم اللہ کی عبادت کرو مَا لَكُمْ نہیں ہے تمہارے لیے مِّنْ اِلٰهٍ کوئی (اور) معبود غَیْرُهٗ سوائے اس کے اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پھر تم نہیں ڈرتے؟ وَقَالَ اور کہا الْمَلَاُ (ان) سرداروں نے مِنْ قَوْمِهٖ اس کی قوم میں سے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا وَ كَذَّبُوْا اور جھٹلایا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ آخرت کی ملاقات کو وَاَتْرَفْنٰهُمْ جبکہ ہم نے انہیں خوشحالی دی تھی فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں مَا هٰذَآ نہیں ہے یہ (رسول) اِلَّا بَشَرٌ مگر بشر مِّثْلُكُمْ تمہی جیسا يَاْكُلُ وہ کھاتا ہے مِمَّا اس (چیز) میں سے کہ تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو مِنْهُ اس میں سے وَيَشْرَبُ اور وہ پیتا ہے مِمَّا اس میں سے جس سے تَشْرَبُوْنَ تم پیتے ہو وَلَئِنْ اور البتہ اگر اَطَعْتُمْ تم نے اطاعت کی بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اپنے جیسے ایک بشر کی اِنَّكُمْ تو بلاشبہ تم اِذًا اس وقت لَّخٰسِرُوْنَ البتہ خسارہ پانے والے ہو گے

ترجمہ:۔ پھر اُن کے بعد ہم نے ایک اور جماعت پیدا کی O اور ان میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا (جس نے ان سے کہا) کہ اللہ ہی کی عبادت کرو (کہ) اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں؟ O تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے اور آخرت کے آنے کو جھوٹ سمجھتے تھے اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی کہنے لگے کہ یہ تو تمہارے جیسا آدمی ہے، جس قسم کا کھانا تم کھاتے ہو اسی طرح کا یہ بھی کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی قسم کا یہ بھی پیتا ہے O اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کا کہا مان لیا تو گھاٹے میں پڑ گئے۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے دوسری نسلیں پیدا کیں

۲۔ ان کے درمیان ان ہی میں کے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا

۳۔ جس نے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے

۴۔ بھلا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟

۵۔ ان کی قوم کے وہ سردار جنہوں نے کفر اپنا رکھا تھا اور جنہوں نے آخرت کا سامنا کرنے کو جھٹلایا تھا اور جن کو ہم نے دنیوی زندگی میں خوب عیش دے رکھا تھا

۶۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا اس شخص کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ یہ تم ہی جیسا ایک انسان ہے

۷۔ جو چیز تم کھاتے ہو یہ بھی کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو یہ بھی پیتا ہے

۸۔ اگر کہیں تم نے اپنے ہی جیسے ایک انسان کی فرمانبرداری کر لی تو تم بڑے ہی گھاٹے کا سودا کرو گے۔

پچھلی آیات میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا تفصیل سے ذکر ہوا۔ اس کے بعد ان آیات میں یہ بات بیان کی جا رہی ہے کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد دوسرا گروہ پیدا کیا اور ان میں ایک رسول بھی بھیجا۔ یہاں اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جس قوم کو بھیجا گیا اور جس رسول کو بھیجا گیا تو وہ کونسی قوم تھی اور ان کی طرف بھیجے گئے رسول کا نام کیا تھا؟ اس سلسلہ میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت ہود علیہ السلام ہیں جنہیں قومِ عاد کی جانب رسول بنا کر بھیجا گیا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول

ہے۔ چونکہ قرآنِ مجید کی دوسری سورتوں (سورۂ اعراف، سورۂ ہود اور سورۃ الشعراء) میں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ اس بنیاد پر مفسرین نے ترجیح اس بات کو دی ہے کہ اس سے مراد حضرت ہود علیہ السلام ہیں۔ لیکن چونکہ اس قوم کی ہلاکت کے سلسلہ میں اگلی آیات میں سخت چیخ کا ذکر ہے کہ اس قوم کو ایک سخت چیز کے ذریعہ ہلاک کیا گیا۔ اس جزئیہ کو بنیاد بنا کر بعض مفسرین نے اس سے حضرت صالح علیہ السلام مراد لیا ہے جنہیں قومِ ثمود کی جانب بھیجا گیا اور قومِ ثمود وہ قوم ہے جن کو ایک سخت چیخ سے ہلاک کیا گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جس رسول کو بھیجا گیا انہوں نے بھی اپنی قوم کو وہی حکم دیا جو دوسرے نبیوں نے اپنی قوموں کو دیا تھا کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو۔ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ کیا پھر بھی تم نہیں ڈرتے؟ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بڑے بڑے سرداروں نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور انکار کیا اور طرح طرح کی باتیں کیں اس قوم کے سرداروں نے بھی اسی قسم کی باتیں کیں کہ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یہ نہیں ہے مگر تم ہی جیسا ایک آدمی جو چیز تم کھاتے ہو یہ بھی کھاتا ہے اور جو چیز تم پیتے ہو یہ بھی پیتا ہے۔ قومِ عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کا انکار کیا اور جھٹلایا اور اس قوم نے آخرت کے دن اللہ سے ملاقات کو بھی جھٹلایا۔ یہ وہ قوم تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے خوب عیش و آرام دے رکھا تھا۔ اس خوشحالی نے اس قوم کو آخرت سے غافل کر دیا تھا اور دنیا کی دولت میں یہ قوم مست ہو چکی تھی۔ ان سرداروں نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ اگر تم ہود کی باتوں کو مان کر اس کی اطاعت و اتباع کرو گے تو تم خسارہ میں پڑ جاؤ گے۔ یعنی اگر تم لوگ تم ہی جیسے انسان کی بات مان لو گے اور اس کی اتباع کرو گے تو تمہاری عقلیں خسارہ اور نقصان میں پڑ جائیں گی اور تمہاری حیثیت ختم ہو جائے گی۔ تم پر ہود کی کوئی فضیلت اور خصوصیت ہی نہیں ہے تو آخر تم اس کی اتباع کیوں کر رہے ہو؟ اس لئے تم اپنے معبودوں کی پرستش میں لگے رہو اور اپنے باپ دادا کے دین پر قائم رہو۔ قوم کے سرداروں نے اپنی قوم کے عام لوگوں سے اور کیا کہا اگلے درس میں ملاحظہ فرمائیے۔

﴿درس نمبر ۱۳۹۲﴾ قومِ ہود کا بدترین انجام ﴿المؤمنون ۳۵ تا ۴۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ج

فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَيَعِدُكُمْ کیا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے اَنَّكُمْ کہ بے شک تم اِذَا مِتُّمْ جب مرجاؤ گے وَ كُنْتُمْ تُرَابًا اور مٹی ہو جاؤ گے وَّعِظَامًا اور ہڈیاں اَنَّكُمْ تو بلاشبہ تم مُّخْرَجُوْنَ (زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ دور ہے (عقل وخرد سے بہت) دور ہے لِمَا تُوْعَدُوْنَ جو تم وعدہ دیئے جاتے ہو اِنْ هِيَ نہیں ہے یہ (زندگی) اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا مگر ہماری دنیا ہی کی زندگی نَمُوْتُ ہم مرتے ہیں وَنَحْيَا اور جیتے ہیں وَمَا نَحْنُ اور نہیں ہیں ہم بِمَبْعُوْثِيْنَ دوبارہ اُٹھائے جانے والے اِنْ هُوَ نہیں ہے وہ (رسول) اِلَّا رَجُلُ مگر (ایسا) آدمی افْتَرٰى اس نے باندھا ہے عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ پر جھوٹ وَّمَا نَحْنُ اور نہیں ہم لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ اس پر ایمان لانے والے قَالَ اس نے کہا رَبِّ اے رب! انْصُرْنِيْ تو میری مدد فرما بِمَا اس کے بدلے کہ كَذَّبُوْنِ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے قَالَ اس (اللہ) نے کہا عَمَّا قَلِيْلٍ تھوڑے سے عرصے میں لَّيُصْبِحُنَّ یقیناً وہ ہو جائیں گے نٰدِمِيْنَ پچھتانے والے فَاَخَذَتْهُمُ پھر انہیں آ پکڑا الصَّيْحَةُ چیخ نے بِالْحَقِّ حق کے ساتھ فَجَعَلْنٰهُمْ تو ہم نے انہیں کر دیا غُثَآءً (سیلابی) خس وخاشاک فَبُعْدًا چنانچہ لعنت ہے لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالم قوم کے لیے

ترجمہ:۔ کیا یہ تم سے یہ کہتا ہے کہ تم مرجاؤ گے اور مٹی ہو جاؤ گے اور ہڈیوں (کے سوا کچھ نہ رہے گا) تو تم (زمین سے) نکالے جاؤ گے O جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے (بہت) بعید اور (بہت) بعید ہے O زندگی تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے کہ اسی میں ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہم پھر نہیں اٹھائے جائیں گے O یہ تو ایک ایسا آدمی ہے جس نے اللہ پر جھوٹ افتراء کیا ہے اور ہم اس کو ماننے والے نہیں O پیغمبر نے کہا کہ اے اللہ! انہوں نے مجھے جھوٹا سمجھا ہے تو میری مدد کر O فرمایا کہ تھوڑے ہی عرصے میں پشیمان ہو کر رہ جائیں گے O تو ان کو (وعدۂ برحق کے مطابق) زور کی آواز نے آ پکڑا تو ہم نے اُن کو کوڑا کرڈالا پس ظالم لوگوں پر لعنت ہے۔

تشریح:۔ ان چھ آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ بھلا بتاؤ یہ شخص تمہیں ڈراتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور مٹی اور ہڈیوں میں تبدیل ہو جاؤ گے تو تمہیں دوبارہ زمین سے نکالا جائے گا؟

۲۔ جس بات سے تمہیں ڈرایا جارہا ہے وہ تو بہت ہی بعید بات ہے، سمجھ سے بالکل ہی دور ہے

۳۔ زندگی تو ہماری اس دنیوی زندگی کے سوا کوئی اور زندگی نہیں ہے

۴۔ یہیں ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جا سکتا

۵۔ یہ آدمی کچھ نہیں یہ ایک ایسا آدمی ہے جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑا ہے

۶۔ ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

۷۔ حضرت ہود علیہ السلام نے کہا : اے میرے رب! ان لوگوں نے مجھے جس طرح جھوٹا بنایا ہے اس پر آپ ہی میری مدد فرمائیے

۸۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب تھوڑی ہی دیر کی بات ہے کہ یہ لوگ پچھتاتے رہ جائیں گے

۹۔ چنانچہ اس سچے وعدے کے مطابق ان کو ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا

۱۰۔ ہم نے انہیں کوڑا کرکٹ بنا کر رکھ دیا۔ ۱۱۔ پھٹکار ہے ایسے ظالم لوگوں پر

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کے بڑے سرداروں نے مزید یہ بھی کہا کہ یہ شخص یعنی ہود تمہیں ڈراتا ہے کہ تم مرنے کے بعد قبروں سے نکالے جاؤ گے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ جب تم مرنے کے بعد مٹی ہو جاؤ گے اور تمہاری ہڈیاں گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو کیا تم دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے؟ یہ تو ناممکن بات ہے، بہت دور کی بات ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ پھر ان سرداروں نے اپنی بات کو مزید واضح کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ لوگو! زندگی تو بس یہی زندگی ہے جو ہم جی رہے ہیں، بس یہی ایک زندگی ہے۔ ہم پہلی مرتبہ جو پیدا ہو گئے۔ جب مر جائیں گے تو بس ہماری کہانی ختم ہو جائے گی، ہم دوبارہ زندہ نہیں کئے جائیں گے۔ نہ ہی ہم کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور نہ ہی ہمیں کسی جگہ جمع کیا جائے گا، جیسا کہ یہ شخص یعنی ہود کہتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

قوم کے بڑے سرداروں نے حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں یہ بھی کہا کہ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اس شخص نے اللہ پر جھوٹی بات گھڑی ہے۔ حقیقت وہ نہیں ہے جو یہ شخص کہہ رہا ہے۔ وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ہم تو اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ یہ ہود جو اپنے بارے میں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ نبی ہے اور یہ مرنے کے بعد جی اٹھنے کو ثابت کرتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس شخص نے اللہ کی جانب جھوٹی بات گھڑی ہے۔ (نعوذ باللہ) ہم تو اس شخص کی باتوں کی تصدیق نہیں کرتے۔

قوم کے سرداروں کی ان تمام مخالفانہ باتوں پر حضرت ہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے ہوئے یہ کہا قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ اے میرے پروردگار! میری قوم کے مقابلہ میں آپ میری مدد فرمائیے، اس سبب سے کہ اس قوم نے مجھے جھٹلایا ہے اور میری ان باتوں کو جھٹلایا ہے جن کا تعلق توحید، ایمان اور آخرت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کی اس دعاء کا جواب یوں دیا کہ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ

لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ اے ہود! تھوڑے ہی زمانے کے بعد آپ کی قوم اپنے کئے پر شرمندہ اور نادم ہوگی۔ یعنی جب اس قوم کی ہلاکت کا وقت آجائے گا اور ہلاکت کے آثار جب یہ قوم دیکھے گی تو اس وقت یہ قوم نادم بھی ہوگی اور اپنے کئے پر پچھتائے گی۔ پس اس قوم کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سخت قسم کی ہیبتناک چیخ نے انہیں آ پکڑا اور انجام یہ ہوا کہ وہ سمندر کی جھاگ کی طرح ہو گئے۔ ایسی ظالم قوم جو اپنے محسن و مربی نبی کے ساتھ ایسا ظالمانہ رویہ اختیار کرے اس کے لئے تو پھٹکار ہی پھٹکار ہے' ظالم قوموں کا انجام ہی ایسا ہوتا ہے۔

پھر ہم نے پے در پے اپنے پیغمبر بھیجے

﴿درس نمبر ۱۳۹۳﴾ ﴿المؤمنون ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ ثُمَّ اَنْشَاْنَا پھر ہم نے پیدا کیں مِنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ دوسری امتیں مَا تَسْبِقُ آگے نہیں نکل سکتی مِنْ اُمَّةٍ کوئی امت اَجَلَهَا اپنے مقرر وقت سے وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ اور نہ وہ لوگ پیچھے ہی رہ سکتے ہیں ثُمَّ اَرْسَلْنَا پھر ہم نے بھیجے رُسُلَنَا اپنے کئی رسول تَتْرَا پے در پے كُلَّمَا جَآءَ جب بھی آیا اُمَّةً کسی امت کے پاس رَّسُوْلُهَا اس کا رسول كَذَّبُوْهُ توانہوں نے اسے جھٹلایا فَاَتْبَعْنَا چنانچہ ہم نے پیچھے لگایا بَعْضَهُمْ ان کے بعض کو بَعْضًا بعض کے وَّجَعَلْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں بنا دیا اَحَادِيْثَ قصے کہانیاں فَبُعْدًا لہٰذا دوری ہے لِّقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے لَّا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے

ترجمہ:۔ اس کے بعد ہم نے دوسری نسلیں پیدا کیں ۝ کوئی اُمت نہ اپنے معین وقت سے پہلے جاسکتی ہے، نہ اُس کے بعد ٹھہر سکتی ہے ۝ پھر ہم نے پے در پے اپنے پیغمبر بھیجے۔ جب بھی کسی قوم کے پاس اُس کا پیغمبر آتا تو وہ اُسے جھٹلاتے، چنانچہ ہم نے بھی ایک کے بعد ایک (کو ہلاک کرنے) کا سلسلہ باندھ دیا اور اُنہیں قصے کہانیاں بنا ڈالا۔ پھٹکار ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے!

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ اس کے بعد ہم نے دوسری نسلیں پیدا کیں

۲۔ کوئی امت نہ اپنے معین وقت سے پہلے جاسکتی ہے نہ اس کے بعد ٹھہر سکتی ہے

۳۔ پھر ہم نے پے در پے اپنے پیغمبر بھیجے

۴۔ جب بھی کسی قوم کے پاس اس کا پیغمبر آتا تو وہ اسے جھٹلاتے

۵۔ چنانچہ ہم نے بھی ایک کے بعد ایک کو ہلاک کرنے کا سلسلہ باندھ دیا

۶۔ انہیں قصے کہانیاں بنا ڈالا ۷۔ پھٹکار ہے ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے

سورۃ مومنون میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ کیا گیا۔ قوم ہود کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے کئی قوموں کا وجود بخشا جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اور حضرت ایوب علیہ السلام کی قوم وغیرہ۔ ان تمام قوموں کا تذکرہ قرآنِ مجید کی مختلف سورتوں میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ یہاں یہ حقیقت بیان فرمارہے ہیں کہ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ کوئی امت نہ اپنے متعین وقت سے پہلے اس دنیا سے جاسکتی ہے اور نہ اپنے وقت کے بعد تک اس دنیا میں ٹھہر سکتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کا مقدر لکھ دیا ہے۔ ان گزری ہوئی تمام قوموں کا مقدر اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا کہ وہ کتنے برسوں تک اس دنیا میں رہیں گی اور ان قوموں کی ہلاکت کب ہوگی؟ اور اگر یہ قومیں ایمان نہ لائیں تو یہ قومیں کب ہلاک ہوں گی؟ لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق عمل ہوگا۔ کوئی قوم اپنی مقرر و مقدر کردہ وقت سے پہلے ہلاک نہیں ہوسکتی اور اپنے مقدر سے زیادہ بھی اس دنیا میں ٹھہر نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۶۱ میں اس بات کی جانب اشارہ بھی دیا گیا ہے فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ جب وہ وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہ سکتے ہیں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کے بھیجے جانے سے متعلق یہ بات ارشاد فرمارہے ہیں کہ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا پھر ہم نے پے در پے اپنے پیغمبر بھیجے۔ یعنی ہر امت میں اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے رسولوں کو اس دنیا میں بھیجا۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۳۶ میں یہ حقیقت یوں بیان کی گئی وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو تو اُن میں بعض ایسے ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی پس زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

قوموں کی حالت اللہ تعالیٰ نے یہ بتلائی کہ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ جب بھی ان قوموں کے پاس ان کا رسول آتا تو وہ اس رسول کو جھٹلا دیتے۔ قرآنِ مجید کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ جن قوموں کی طرف اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا ان قوموں نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو جھٹلایا اور ان کے پیغام

کا انکار کر دیا اور ان کا مذاق بھی اڑایا۔ سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۳۰ میں یہ حقیقت یوں بیان کی گئی یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ بندوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آتا مگر اس سے وہ تمسخر کرتے ہیں۔ ان قوموں کے جھٹلانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی ہلاکت کا سلسلہ باقی رکھا فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا ہم نے بھی ایک کے بعد دوسرے کو ہلاک کرنے کا سلسلہ باندھا۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۷ میں یہی بات یوں کہی گئی وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا اور ان قوموں کو افسانہ اور قصہ بنا دیا؟ یعنی ان قوموں کو اس سطح پر پہنچا دیا کہ لوگ ان کے بارے میں آپس میں تذکرے کرتے رہ جائیں۔ سورۂ سبا کی آیت نمبر ۱۹ میں بھی کہا گیا فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ تو ہم نے (انہیں نابود کر کے) ان کے افسانے بنا دیئے اور انہیں بالکل منتشر کر دیا۔ ان تمام قوموں کیلئے اللہ کی لعنت ہے جن قوموں نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا۔

﴿درس نمبر ۱۳۹۴﴾ فرعون اور اس کے سرداروں نے گھمنڈ کا مظاہرہ کیا ﴿المؤمنون ۴۵۔تا۔۵۰﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ۝ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ ثُمَّ اَرْسَلْنَا پھر ہم نے بھیجا مُوْسٰى موسیٰ کو وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ اور اس کے بھائی ہارون کو بِاٰيٰتِنَا اپنی نشانیوں کے ساتھ وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ اور واضح دلیل کے ساتھ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف فَاسْتَكْبَرُوْا تو انہوں نے تکبر کیا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ اور وہ سرکش لوگ تھے فَقَالُوْٓا چنانچہ انہوں نے کہا اَنُؤْمِنُ کیا ہم ایمان لائیں لِبَشَرَيْنِ دو آدمیوں پر مِثْلِنَا جو ہم جیسے ہیں وَقَوْمُهُمَا جبکہ ان دونوں کی قوم لَنَا عٰبِدُوْنَ ہماری غلام ہے فَكَذَّبُوْهُمَا پس انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا فَكَانُوْا تو وہ ہو گئے مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ہلاک شدہ لوگوں میں سے وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اٰتَيْنَا ہم نے دی مُوْسَى الْكِتٰبَ موسیٰ کو کتاب لَعَلَّهُمْ تا کہ وہ يَهْتَدُوْنَ ہدایت پا جائیں وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا ابْنَ مَرْيَمَ ابنِ مریم کو وَاُمَّهٗٓ اور اس کی ماں کو اٰيَةً عظیم نشانی وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اور ہم نے ان دونوں کو پناہ دی اِلٰى رَبْوَةٍ ایک بلند جگہ کی طرف ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ سکون و آرام اور جاری چشمے والی

ترجمہ:۔ پھر ہم نے موسیٰ اور اُن کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور واضح ثبوت کے ساتھ فرعون اور اُس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو انہوں نے گھمنڈ کا مظاہرہ کیا اور وہ بڑے تکبر والے لوگ تھے O چنانچہ کہنے لگے: ''کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں، حالانکہ اُن کی قوم ہماری غلامی کر رہی ہے؟''O اس طرح انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا اور آخر کار وہ بھی اُن لوگوں سے جا ملے جنہیں ہلاک کیا گیا تھاO اور موسیٰ کو ہم نے کتاب عطا فرمائی تا کہ اُن کے لوگ رہنمائی حاصل کریں O اور مریم کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو اور اُن کی ماں کو ہم نے ایک نشانی بنایا اور ان دونوں کو ایک ایسی بلندی پر پناہ دی جو ایک پُرسکون جگہ تھی اور جہاں صاف ستھرا پانی بہتا تھا۔

تشریح:۔ ان چھ آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور واضح ثبوت کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا

۲۔ فرعون اور اس کے سرداروں نے گھمنڈ کا مظاہرہ کیا

۳۔ فرعون اور اس کے سردار بڑے تکبر والے لوگ تھے

۴۔ فرعون کہنے لگا کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں؟

۵۔ حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلامی کر رہی ہے

۶۔ اس طرح فرعون اور اس کے سرداروں نے دونوں کو جھٹلایا

۸۔ موسیٰ کو ہم نے کتاب عطا فرمائی تا کہ ان سے لوگ رہنمائی حاصل کریں

۹۔ مریم کے بیٹے عیسیٰ اور مریم کو ہم نے ایک نشانی بنایا

۱۰۔ ان دونوں کو ایک ایسی بلندی پر پناہ دی جو ایک پرسکون جگہ تھی اور جہاں صاف ستھرا پانی بہتا تھا۔

سورۃ مومنون میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم اور حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ کیا گیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے مختلف قوموں کی جانب بھیجے گئے پیغمبروں اور ان کی قوموں کا تذکرہ کیا گیا۔ یہاں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا تذکرہ کیا جا رہا ہے اور اس خاص موقع کا ذکر کیا جا رہا ہے جبکہ ان دونوں کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا گیا۔

فرعون مصر کا وہ بادشاہ ہے جس نے اپنے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ میں تمہارا رب الاعلیٰ ہوں فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى فرعون وہ ظالم وجابر بادشاہ تھا جس نے بنی اسرائیل پر سخت قسم کی ایذائیں دیں۔ فرعون بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے بچوں کو قتل کر دیتا تھا اور بچیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ (البقرہ ۴۹:) اور (ہمارے اُن احسانات کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعون سے نجات عطا کی، وہ (لوگ) تمہیں بڑا دُکھ دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی (سخت) آزمائش تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جائیں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۰۳ میں بھی اس بات کا ذکر یوں ہے ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا پھر ان (پیغمبروں) کے بعد ہم نے موسیٰ کو نشانیاں دے کر فرعون اور اُس کے اعیانِ سلطنت کے پاس بھیجا تو اُنہوں نے اُن کیساتھ کفر کیا۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۷۵ میں یوں ہے ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ پھر اُن کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اُس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو اُنہوں نے تکبر کیا اور وہ گنہگار لوگ تھے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۲۴ میں یوں کہا گیا اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی کی ہے۔ آیت نمبر ۴۳ میں یوں ہے اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس اپنی نشانیاں دے کر بھیجا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، سمندر میں راستوں کا بن جانا اور چٹان میں بارہ چشموں کا پھوٹ جانا وغیرہ۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے توحید کا پیغام پہنچایا تو فرعون اور اس کے سرداروں نے غرور کیا اور گھمنڈ کیا اور ان دونوں کی باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور فرعون اور اس کی قوم مغرور و گھمنڈی قوم تھی جیسا کہ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۴ میں کہا گیا اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی نبوت مشترکہ تھی۔ جو معجزے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھے وہی حضرت ہارون علیہ السلام کے تھے۔ دونوں کے معجزے اور نشانیاں الگ نہیں تھیں۔

فرعون اور اس کے سرداروں نے یہ کہا کہ کیا ہم ایسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں جبکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلامی کرتی آئی ہے؟ اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جس برادری سے تعلق تھا وہ بنی اسرائیل تھی اور بنی اسرائیل قبطی قوم کی غلامی کرتی تھی۔ ان فرعونیوں نے ایسی ہی بات کہی جیسے کہ مکہ کے مشرکین نے رسولِ رحمت ﷺ کے بارے میں کہی لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (الزخرف ۳۱) یہ قرآن ان دونوں بستیوں (یعنی مکۂ مکرمہ اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟ چنانچہ فرعون اور فرعون کے سرداروں نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو جھٹلایا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور آلِ فرعون کو ہلاک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بحرِ قلزم یعنی بحرِ احمر میں ایک ہی دن میں سارے آلِ فرعون کو غرق کر دیا۔

﴿درس نمبر ۱۳۹۵﴾ اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو ﴿المؤمنون ۵۱:۔تا۔۵۶﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ اے رسولو! كُلُوْا تم کھاؤ مِنَ الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزوں میں سے وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اور نیک عمل کرو اِنِّيْ بیشک میں بِمَا تَعْمَلُوْنَ اس کو جو تم عمل کرتے ہو عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہوں وَاِنَّ اور بلاشبہ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ یہ تمہاری امت ہے اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی امت وَّاَنَا اور میں رَبُّكُمْ تمہارا رب ہوں فَاتَّقُوْنِ لہٰذا تم مجھ ہی سے ڈرو فَتَقَطَّعُوْٓا پھر انہوں نے جدا جدا کرلیا اَمْرَهُمْ اپنے معاملے کو بَيْنَهُمْ آپس میں زُبُرًا ٹکڑے ٹکڑے کر کے كُلُّ حِزْبٍ ہر ایک گروہ بِمَا اس کے ساتھ جو لَدَيْهِمْ ان کے پاس ہے فَرِحُوْنَ خوش ہیں فَذَرْهُمْ لہٰذا آپ چھوڑ دیجئے ان کو فِيْ غَمْرَتِهِمْ ان کی غفلت میں حَتّٰى حِيْنٍ ایک وقت تک اَيَحْسَبُوْنَ کیا وہ گمان کرتے ہیں اَنَّمَا کہ بے شک وہ جو نُمِدُّهُمْ ہم بڑھا رہے ہیں انہیں بِهٖ اس کے ساتھ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ مال اور اولاد سے نُسَارِعُ ہم جلدی کر رہے ہیں لَهُمْ ان کے لیے فِي الْخَيْرٰتِ بھلائیوں میں بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ بلکہ وہ شعور نہیں رکھتے

ترجمہ:۔ اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزوں میں سے (جو چاہو) کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ یقین رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو مجھے اُس کا پورا پورا علم ہے ۝ اور حقیقت یہ ہے کہ یہی تمہارا دین ہے، (سب کے لئے) ایک ہی دین! اور میں تمہارا پروردگار ہوں، اس لئے دل میں (صرف) میرا رعب رکھو ۝ پھر ہوا یہ کہ لوگوں نے اپنے دین میں باہم پھوٹ ڈال کر فرقے بنا لئے۔ ہر گروہ نے اپنے خیال میں جو طریقہ اختیار کرلیا ہے اُسی پر مگن ہے ۝ لہٰذا (اے پیغمبر!) ان کو ایک خاص وقت تک اپنی جہالت میں ڈوبا رہنے دو ۝ کیا یہ لوگ اس خیال میں ہیں کہ ہم ان کو جو دولت اور اولاد دیئے جا رہے ہیں ۝ تو اُن کو بھلائیاں پہنچانے میں جلدی دکھا رہے ہیں؟ نہیں، بلکہ ان کو حقیقت کا شعور نہیں ہے۔

تشریح:۔ ان چھ آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزوں میں سے جو چاہو کھاؤ۔ ۲۔ نیک عمل کرو

۳۔یقین رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو مجھے اس کا پورا پورا علم ہے

۴۔حقیقت یہ ہے کہ یہی تمہارا دین ہے سب کے لئے ایک ہی دین

۵۔میں تمہارا پروردگار ہوں ۶۔اس لئے دل میں صرف میرا رعب رکھو

۷۔پھر لوگوں نے اپنے دین میں باہم پھوٹ ڈال کر فرقے بنا لیے

۸۔ہر گروہ نے اپنے خیال میں جو طریقہ اختیار کرلیا ہے اسی پر مگن ہے

۹۔لہٰذا اے پیغمبر! ان کو ایک خاص وقت تک اپنی جہالت میں ڈوبا رہنے دو

۱۰۔کیا یہ لوگ اس خیال میں ہیں کہ ہم ان کو جو دولت اور اولاد دیتے جا رہے ہیں تو ان کو بھلائیاں پہنچانے میں جلدی دکھا رہے ہیں؟

۱۱۔نہیں! بلکہ ان کو حقیقت کا شعور نہیں ہے

یہاں رسولوں سے خطاب کرتے ہوئے دو کاموں کا حکم دیا گیا ہے کہ اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ قرآنِ مجید میں پاکیزہ رزق کھانے کا حکم عام لوگوں کو بھی دیا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۵۷ میں ہے كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۶۸ میں سارے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا اے لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۷۲ میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ۔

اعمالِ صالحہ کا حکم بھی قرآنِ مجید میں متعدد بار دیا گیا ہے۔ سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۱۱۰ میں کہا گیا فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہے اسے چاہئے کہ وہ نیک اعمال کرے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف ایک ہی ہے جس کو دینِ اسلام کہا جاتا ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کو جو دین دیا گیا اور آپ ﷺ سے پہلے جن انبیاء کرام علیہم السلام کو جو دین دیا گیا سب ایک ہی دین تھا۔ دین کا خلاصہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانو اور اس کو پاک اور بے عیب تسلیم کرو اور یہ یقین جانو کہ وہ رب ذوالجلال غنی ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں اور مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جانے کا یقین رکھو۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۳ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً دراصل لوگ ایک ہی گروہ تھے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۹ میں بھی یہی بات کہی گئی وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا اور تمام لوگ ایک ہی امت کے

تھے پھر انہوں نے اختلاف پیدا کرلیا۔سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۱۸ میں یہ حقیقت واضح کردی گئی کہ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اگر آپ کا پروردگار چاہے تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر ایک گروہ کردیتا وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ رب ذوالجلال کی وحدانیت کے سلسلہ میں جو اصول ہیں اس سلسلہ میں سارے دین متحد ہیں۔ہاں! فروعی مسائل اور جزئیات میں اور بعض شرعی احکام میں زمانوں اور احوال کے اعتبار سے اختلاف رہا ہے۔اگر دین کے اصول میں کوئی اختلاف نہ ہو اور جزئیات میں اختلاف ہو تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ ان نبیوں کی اتباع کرنے والوں نے اپنے دینی امور میں فرق پیدا کرلیا اور ان معاملات میں وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور مختلف گروہوں،فرقوں اور جماعتوں میں وہ بٹ کررہ گئے اور ہر گروہ اپنے ان خیالات میں مست و مگن ہے جن کو اس نے اختیار کرلیا ہے۔اگر وہ باطل اور گمراہی پر بھی ہو اس کے باوجود وہ اس کو حق سمجھ کر خوش ہے اور وہ اس خوش فہمی میں ہے کہ وہ ہدایت پر ہے۔اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ ان کو ان کی جہالت اور گمراہی پر چھوڑ دیجئے،ان کے مرنے تک یا ان کے قتل کردیئے جانے تک یا عذاب کے ابتدائی حالات دیکھنے تک ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیجئے۔

آگے یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ اگر ہم ان کافروں کو مال و دولت دے رہے ہیں اور اولاد کی نعمت سے بھی سرفراز کررہے ہیں تو کیا یہ کافر یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم انہیں فائدے پہنچانے میں جلدی کررہے ہیں؟ ان کافروں کو ہماری طرف سے مال و دولت افراط کے ساتھ دینا دراصل ان کیلئے ڈھیل ہے۔مال اور اولاد کے ذریعہ ان کافروں کو خوب ترقی دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت ہوتی ہے اور انہیں اس لئے بھی یہ مال اور یہ اولاد بکثرت دیئے جاتے ہیں کہ وہ ان چیزوں سے مغرور ہوکر اور زیادہ سرکشی کریں اور نتیجہ میں ان پر بہت زیادہ عذاب بھی ہو۔مگر یہ کافر ہماری اس تدبیر سے ناواقف ہیں،اس لئے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔

بھلائیاں حاصل کرنے میں جلدی کرنے والے

﴿درس نمبر ۱۴۹۶﴾ ﴿المؤمنون ۵۷۔تا۔۶۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ کہ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ وہ اپنے رب کے خوف سے

مُّشْفِقُوْنَ ڈرنے والے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ کہ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وہ اپنے رب کی آیتوں کے ساتھ يُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ کہ هُمْ بِرَبِّهِمْ وہ اپنے رب کے ساتھ لَا يُشْرِكُوْنَ شریک نہیں ٹھہراتے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ کہ يُؤْتُوْنَ وہ دیتے ہیں مَآ جو کچھ اٰتَوْا وہ دیتے ہیں وَّقُلُوْبُهُمْ جبکہ ان کے دل وَجِلَةٌ ڈرنے والے ہوتے ہیں اَنَّهُمْ کہ بے شک وہ اِلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب کی طرف رٰجِعُوْنَ لوٹنے والے ہیں اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں يُسَارِعُوْنَ کہ جلدی کرتے ہیں فِى الْخَيْرٰتِ بھلائیوں میں وَهُمْ اور وہ لَهَا ان کے لیے سٰبِقُوْنَ سبقت کرنے والے ہیں

ترجمہ:۔ حقیقت یہ ہے کہ جولوگ اپنے پروردگار کے رعب سے ڈرتے رہتے ہیں O اور جو اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں O اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتے O اور وہ جو عمل بھی کرتے ہیں اُسے کرتے وقت ان کے دل اس بات سے سہمے ہوتے ہیں کہ اُنہیں اپنے پروردگار کے پاس واپس جانا ہے O وہ ہیں جو بھلائیاں حاصل کرنے میں جلدی دکھا رہے ہیں اور وہ ہیں جو اُن کی طرف تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حقیقت یہ ہے کہ جولوگ اپنے پروردگار کے رعب سے ڈرتے رہتے ہیں

۲۔ جو اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

۳۔ جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتے

۴۔ وہ جو عمل بھی کرتے ہیں اسے کرتے وقت ان کے دل اس بات سے سہمے ہوتے ہیں کہ انہیں اپنے پروردگار کے پاس واپس جانا ہے

۵۔ وہ ہیں جو بھلائیاں حاصل کرنے میں جلدی دکھا رہے ہیں

۶۔ وہ ہیں جو ان کی طرف تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں

ان پانچ آیتوں میں نیک لوگوں کی چار صفتیں بیان کی گئی ہیں:

پہلی صفت ان نیک لوگوں کی یہ بیان کی گئی کہ یہ اپنے حقیقی پروردگار کے رعب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ نیک لوگوں کی یہ صفت ہوتی ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے عذاب کا خوف دل میں جمائے ہوئے رہتے ہیں اور اس خوف کی وجہ سے وہ اپنے پروردگار کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگے رہتے ہیں۔ اس آیت میں پہلے خَشْيَةِ کا لفظ ہے۔ اس کے بعد مُّشْفِقُوْنَ کا لفظ ہے۔ خَشْيَةِ کا مطلب ہے کہ اللہ کے عذاب اور اس کی سزا کا خوف دل میں ہونا اور مُّشْفِقُوْنَ کا مطلب یہ کہ اس خوف اور ڈر کے نتیجہ میں وہ ان تمام کاموں سے بچتے ہیں جو رب ذوالجلال کی ناراضگی کا باعث ہیں۔ خوف کا آخری درجہ یہ ہے کہ آدمی جس سے ڈرتا ہے اور اس ڈر کی وجہ سے اپنے باپ یا استاذ کی اطاعت کرتا

ہے۔ یہی حال بندہ کا ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے اور اس ڈر کی وجہ سے اس کی اطاعت میں لگا رہتا ہے۔

نیک لوگوں کی دوسری صفت یہ بیان کی گئی وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ جو اپنے پروردگار کی نعمتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیک لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ زمین، آسمان، سورج، چاند، دن، رات وغیرہ کے بارے میں یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اسی طرح آسمان سے نازل کی گئی آفاقی مقدس کتاب قرآنِ مجید کی تمام آیتوں کی ایسی کامل تصدیق کرتے ہیں کہ اس تصدیق میں شک وشبہ کا نام ونشان باقی نہیں رہتا۔ قدرت کے سارے مناظر کو دیکھ کر رب ذوالجلال کے وجود کا یقین دل میں پیدا کرلینا یہ وہ صفت ہے جو اس کے نیک ہونے کی علامت ہے۔

نیک لوگوں کی تیسری صفت یہ ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ کہ یہ اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ وہ صرف ایک رب حقیقی ہی کی عبادت کرتے ہیں اور توحید کے اس عقیدے پر قائم رہتے ہیں۔ ان کا دل اور ان کی زبان اس بات کی تصدیق اور اقرار کرتے ہیں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ایسا اکیلا ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں۔ وہ بے نیاز ہے۔ اس کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ ہی کوئی اولاد۔ اس کا کوئی ہمسر اور برابر بھی نہیں ہے۔

نیک لوگوں کی چوتھی صفت یہ ہے وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ یعنی یہ ایسے خوش بخت لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں دیتے ہیں، بخل اور کنجوسی سے کام نہیں لیتے بلکہ سخاوت اور فیاضی سے کام لیتے ہیں۔ ان کے دل میں سخاوت کرتے ہوئے اس بات کا ڈر اور خوف لگا رہتا ہے کہ کہیں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں رد نہ کر دیا جائے۔ یعنی ان کے دل میں اس بات کا ڈر لگا ہوا رہتا ہے کہ اللہ کی راہ میں دینے کے جو شرائط اور اصول ہیں اس میں کہیں کمی اور جھول تو نہیں رہ گیا؟ اور یہ عمل احتیاط کے طور پر ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے اس آیت کے حوالہ سے کہا کہ اس آیت کا کیا یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص چوری بھی کرتا ہے، زنا بھی کرتا ہے اور شراب بھی پیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے؟ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر کی بیٹی! اے صدیق کی بیٹی! ایسی بات نہیں ہے بلکہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جو نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے اور صدقہ کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

ان چار صفتوں کے بتلائے جانے کے بعد یہ فیصلہ کن حقیقت بتلادی گئی کہ اُولٰٓئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ یہ وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور ان کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ ان نیک لوگوں کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ بھلائی کے کاموں کو انجام دینے میں ٹال مٹول سے کام نہیں لیتے بلکہ جلدی اور

وقت پر وہ نیک کام کر لیتے ہیں اور ان نیک کاموں کی طرف تیزی سے آگے بڑھتے ہیں۔ بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۴ میں یہ اوصاف بیان کئے گئے جن میں اللہ پر ایمان، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنے کا ذکر ہے یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ یہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان بھی رکھتے ہیں، بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں، یہ نیک بخت لوگوں میں سے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۳۹۷﴾ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں دیتے ﴿المؤمنون: ۶۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَا نُكَلِّفُ اور ہم تکلیف نہیں دیتے نَفْسًا کسی نفس کو اِلَّا وُسْعَهَا مگر اس کی وسعت کے مطابق وَلَدَيْنَا اور ہمارے پاس كِتٰبٌ ایک کتاب ہے يَّنْطِقُ وہ بولتی ہے بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَهُمْ اور وہ لَا يُظْلَمُوْنَ ظلم نہیں کیے جائیں گے

ترجمہ:۔ اور ہم کسی شخص کو اُس کی طاقت سے زیادہ کسی کام کی ذمہ داری نہیں دیتے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو (سب کا حال) ٹھیک ٹھیک بول دے گی اور اُن پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

تشریح:۔ اس ایک آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی کام کی ذمہ داری نہیں دیتے

۲۔ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو سب کا حال ٹھیک ٹھیک بول دے گی

۳۔ ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

جس طرح ہر ملک کا ایک دستور ہوتا ہے، جس میں کئی دفعات ہوتے ہیں بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کا بھی اپنا ایک دستور ہے، جس دستور کے کئی دفعات ہیں جو قرآنِ مجید کی مختلف سورتوں اور آیتوں میں بیان کی گئی ہیں۔ انہی دفعات میں سے ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو شریعت اور احکام نازل فرماتے ہیں اس میں یہ بنیادی حقیقت رکھی گئی ہے کہ کسی بھی شخص پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔ کسی بھی کام کی ذمہ داری رب ذوالجلال کی طرف سے جو دی جاتی ہے اس ذمہ داری میں اس شخص کی طاقت وقوت کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ دستور کی اس دفعہ میں رب ذوالجلال کا انصاف بھی جھلکتا ہے اور اس کا احسان بھی۔ اس دفعہ میں رب ذوالجلال کی مہربانی اور رحمت بھی جھلکتی

ہے اور اس کی اپنی بندوں سے محبت بھی۔ یہی حقیقت یہاں بیان کی گئی کہ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ہم کسی بھی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی کام کی ذمہ داری نہیں دیتے۔

قرآنِ مجید کی ایک اور آیت میں یہ مضمون یوں بیان کیا گیا ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا۔ اگر ہم شریعت کے احکام پر غور کریں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ ۱۸۵) اللہ تعالیٰ تم سے آسانی چاہتا ہے اور وہ تم سے مشکل نہیں چاہتا۔

سفر کی حالت میں روزہ میں رخصت دی گئی کہ سفر کے دنوں میں روزہ چھوڑ دیں اور بعد میں قضاء کریں فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (البقرہ ۱۸۴) سفر کی حالت میں قصر کرنے کی رخصت دی گئی۔ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ (النساء ۱۰۱) اور جب تم سفر پر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرو۔

نماز، روزہ وغیرہ کے جزئی مسائل پر غور کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین و شریعت کے احکام میں یُسر یعنی آسانی کا معاملہ رکھا ہے اور عُسر یعنی تنگی کا معاملہ نہیں رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ دین آسان ہے۔ (بخاری)

اس کے بعد یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ اور ہمارے پاس ایسی کتاب ہے جو سب کا حال ٹھیک بول دے گی۔ یعنی ہمارے پاس ایسی کتاب ہے یعنی نامۂ اعمال ہے جسمیں سارے بندوں کے احوال، اقوال اور اعمال درج ہیں۔ ہر انسان کا کہا ہوا، کیا ہوا اور اس پر گزرا ہوا سب کچھ اس کتاب میں لکھا گیا ہے جس کو نامۂ اعمال کہتے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس سے لوحِ محفوظ بھی مراد لیا ہے۔ سورۃ الجاثیہ کی آیت نمبر ۲۹ میں کہا گیا هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ یہ ہماری کتاب تمہارے بارے میں سچ سچ بیان کردے گی۔ قیامت کے دن بندہ کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا (الکہف ۴۹) کیا ہو گیا اس کتاب کو کہ اس نے نہ کوئی چھوٹی چیز چھوڑی اور نہ ہی کوئی بڑی چیز؟ اس نے تو ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لے لیا۔ باوجود یہ کہ اس نامۂ اعمال میں سب کچھ ہوگا مگر کسی بھی انسان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ایسا نہیں ہوگا کہ کسی نے کوئی نیک عمل دنیا میں کیا ہو اور وہ اس نامۂ اعمال میں لکھنے سے رہ گیا ہو، بلکہ حقیقت یہ ہوگی کہ ہر ایک کے چھوٹے بڑے عمل کو جو اس نے دنیا میں کیا ہوگا اس کا ثواب برابر دیا جائے گا اور ایسا نہیں ہوگا کہ کسی کو خواہ مخواہ زیادہ سزا دی جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ بہت سے گناہوں کو معاف کردیتا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۹۸﴾ **ان کے دل غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں** ﴿المؤمنون ۶۳ تا ۶۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ O حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ O لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ O قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ O مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ بَلْ قُلُوْبُهُمْ بلکہ ان کے دل فِيْ غَمْرَةٍ غفلت میں ہیں مِّنْ هٰذَا اس سے وَلَهُمْ اور ان کے لیے اَعْمَالٌ اعمال ہیں مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ سوائے اس کے هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ وہ انہیں کرنے والے ہیں حَتّٰٓى یہاں تک کہ اِذَآ اَخَذْنَا جب ہم پکڑیں گے مُتْرَفِيْهِمْ ان کے خوشحال لوگوں کو بِالْعَذَابِ عذاب کے ساتھ اِذَا اس وقت هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ وہ چیخ و پکار کریں گے لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ آج تم مت چیخو چلاؤ اِنَّكُمْ یقیناً تم مِّنَّا ہمارے ہاں سے لَا تُنْصَرُوْنَ مدد نہیں کیے جاؤ گے قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى تحقیق میری آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں عَلَيْكُمْ تم پر فَكُنْتُمْ تو تھے تم عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ اپنی ایڑیوں پر پھر جاتے مُسْتَكْبِرِيْنَ تکبر کرتے ہوئے بِهٖ اس کے ساتھ سٰمِرًا شب افسانہ گوئی کرتے ہوئے تَهْجُرُوْنَ تم بیہودہ گوئی کرتے تھے

ترجمہ:۔ لیکن ان کے دل اس بات سے غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور اس کے علاوہ اُن کی اور بھی کارستانیاں ہیں جو وہ کرتے رہتے ہیں O یہاں تک کہ جب ہم اُن کے دولت مند لوگوں کو عذاب میں پکڑ لیں گے تو وہ ایک دم بلبلا اُٹھیں گے O آج بلبلاؤ نہیں، ہماری طرف سے تمہیں کوئی مدد نہیں ملے گی O میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم اُلٹے پاؤں مڑ جاتے تھے O بڑے غرور سے اس (قرآن) کے بارے میں رات کو مجلسیں جما کر بے ہودہ باتیں کرتے تھے۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ لیکن ان کے دل اس بات سے غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں

۲۔ اس کے علاوہ ان کی اور بھی کارستانیاں ہیں جو وہ کرتے رہتے ہیں

۳۔ یہاں تک کہ جب ہم ان کے دولتمند لوگوں کو عذاب میں پکڑ لیں گے تو وہ ایک دم بلبلا اُٹھیں گے

۴۔ آج بلبلاؤ نہیں ۵۔ ہماری طرف سے تمہیں کوئی مدد نہیں ملے گی

۶۔ میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم الٹے پاؤں مڑ جاتے تھے

۷۔ بڑے غرور سے اس قرآن کے بارے میں رات کو مجلسیں جما کر بے ہودہ باتیں کرتے تھے

اس بات کو واضح کرنے کے بعد کہ یہ دین اسلام جس کی جانب تمہیں اے کافرو! بلایا جارہا ہے وہ بہت ہی آسان ہے کوئی مشکل نہیں اس دین میں اللہ تبارک وتعالی تمہیں انہی کاموں کے کرنے کا حکم کرتے ہے جن کی تم طاقت رکھتے ہو، یہاں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ یہ کفار قریش کفر وشرک کے علاوہ بھی بہت سی برائیوں میں گرفتار ہیں۔ چنانچہ فرمایا بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِنْ هٰذا کہ ان کی ان باتوں سے جو قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں شک وشبہ اور گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں اسکے علاوہ بھی انکے بہت سارے بُرے اعمال ہیں جیسے کہ شرک کرنا، قرآن کریم میں عیب نکالنا، پیغمبر اسلام اور مومنین کو ایذائیں پہنچانا وغیرہ اور یہ ایسے کام ہیں جنہیں یہ لوگ کبھی چھوڑیں گے نہیں وَلَهُمْ أَعْمالٌ مِنْ دُونِ ذالِكَ، هُمْ لَها عامِلُونَ اس لئے کہ انہیں اللہ تبارک وتعالی نے جو دنیوی آسائشیں، مال اور اولاد جیسی نعمتوں سے نوازا تو یہ اس کو اللہ تعالی کی رضا سمجھ رہے ہیں اور اس گمان میں ہیں کہ جو یہ لوگ کر رہے ہیں وہی سچ اور درست ہے لیکن جیسے ہی اللہ تبارک وتعالی ان جیسے گمراہ مالداروں کی پکڑ فرمائے گا تو اس وقت یہ لوگ بلبلا اٹھیں گے کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ ہم ہی سیدھے راستہ پر ہیں جسکی بناء پر اللہ تعالی ہمیں ان نعمتوں سے نواز رہا ہے لہٰذا ہم اپنے ہی ان کاموں میں مگن تھے اور اسکی پکڑ سے بالکل بے خبر تھے حَتّٰى إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِمْ بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْأَرُونَ لھٰذا وہ اس پکڑ اور صدمہ کو برداشت نہ کر پائیں گے اور واویلا مچانے لگیں گے اور اللہ تعالی کے حضور گڑ گڑانے لگیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم سے جو کچھ ہو گیا اسے تو معاف کر دے اور بس ایک بار ہمیں مہلت دیدے کہ ہم دوبارہ ایسے کام بالکل نہیں کریں گے لیکن انکی اس وقت ایک نہ سنی جائے گی بلکہ کہا جائیگا لَا تَجْأَرُوا الْيَوْمَ إِنَّكُمْ مِنَّا لَا تُنْصَرُونَ کہ آج کے دن ہمارے یہاں تم منت سماجت مت کرو، تمہارے اس منت وسماجت کا آج کچھ فائدہ نہیں ہوگا اسلئے کہ ہم نے پہلے ہی اپنی کتاب نازل کر کے اور ایک پیغمبر کو بھیج کر تم سب کو آگاہ کر دیا تھا مگر تم لوگوں نے اس وقت اپنی دولت، شہرت اور رتبہ کے غرور میں ڈوب کر اس کتاب کو جھٹلایا اور اس پیغمبر کی تکذیب کی قَدْ كَانَتْ آيَاتِي تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُونَ کہ میری آیتیں تمہیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم لوگ اس وقت الٹے پاوں چلے جاتے تھے، مُسْتَكْبِرِينَ بِهِ سَامِراً تَهْجُرُونَ بڑے غرور سے اس قرآن کے بارے میں رات کو مجلسیں جما کر بے ہودہ باتیں کیا کرتے تھے لہٰذا تمہارے انہی اعمال کے سبب آج تمہیں یہاں سزا دی جارہی ہے اور ہماری پکڑ اور سزاوں سے تمہیں کوئی بچا نہ پائے گا إِنَّكُمْ مِنَّا لَا تُنْصَرُونَ. چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی کہ جب اللہ تبارک وتعالی نے جنگ بدر میں ان سرداروں کی پکڑ فرمائی تو انہیں اس پکڑ سے کوئی بچا نہ سکا۔ (تفسیر طبری)

﴿درس نمبر ۱۳۹۹﴾ ان میں سے اکثر لوگ حق کو پسند نہیں کرتے ﴿المؤمنون ۶۸۔تا۔۷۰﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَ هُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَ هُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَ هُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا کیا پھرانہوں نے غور نہیں کیا الْقَوْلَ بات میں اَمْ جَآءَ هُمْ یا آیا ہے ان کے پاس مَّا لَمْ يَاْتِ وہ جو نہیں آیا تھا اٰبَآءَ هُمُ الْاَوَّلِيْنَ ان کے پہلے باپ دادا کے پاس اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا یا انہوں نے نہیں پہچانا رَسُوْلَهُمْ اپنے رسول کو فَهُمْ لٰہذاوہ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ اس کے منکر ہیں اَمْ يَقُوْلُوْنَ یا وہ کہتے ہیں بِهٖ جِنَّةٌ اسے جنون ہے بَلْ جَآءَ هُمْ بِالْحَقِّ بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا ہے وَ اَكْثَرُهُمْ اوران کے اکثر لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ حق کو ناپسند کرنے والے ہیں

ترجمہ:۔ بھلا کیا ان لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آگئی ہے جو ان کے پچھلے باپ داداوں کے پاس نہیں آئی تھی؟ ۝ یا یہ اپنے پیغمبر کو (پہلے سے) جانتے ہی نہیں تھے، اس وجہ سے ان کا انکار کررہے ہیں؟ ۝ یا ان کا کہنا ہے کہ ان (پیغمبر) کو جنون لاحق ہوگیا ہے؟ نہیں، بلکہ (اصل وجہ یہ ہے کہ) یہ پیغمبران کے پاس حق لے کر آئے ہیں اوران میں سے اکثر لوگ حق کو پسند نہیں کرتے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ بھلا کیا ان لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا؟
۲۔ یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آگئی ہے جو ان کے پچھلے باپ داداؤں کے پاس نہیں آئی تھی؟
۳۔ یا یہ اپنے پیغمبر کو پہلے سے جانتے ہی نہیں تھے؟
۴۔ اس وجہ سے ان کا انکار کررہے ہیں
۵۔ یا ان کا کہنا ہے کہ ان پیغمبر کو جنون لاحق ہوگیا ہے؟
۶۔ نہیں! بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ یہ پیغمبران کے پاس حق لے کر آئے ہیں
۷۔ ان میں سے اکثر لوگ حق کو پسند نہیں کرتے

اسکے بعد اللہ تبارک وتعالی نے انکے گمراہ اور دوزخی ہونے کی وجوہات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ کہ بھلا کیا ان لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا جو ہمارے پیغمبر انہیں پڑھ کرسناتے تھے؟ یعنی

ان لوگوں نے اس کلام الٰہی پر جو کہ آسمان سے نازل ہوا تفکر و تدبر نہیں کیا جسکی بناء پر یہ لوگ گمراہ ہو گئے، اگر اس پر یہ لوگ ذرا سا بھی غور و فکر کرتے تو انہیں حقیقت سمجھ میں آجاتی اور اس عذاب سے بچ جاتے، مگر انکی عقلوں پر غرور وگھمنڈ اور تکبر کے تالے پڑے ہوئے تھے جسکے سبب وہ ایسا نہ کر سکے، اسکے بعد فرمایا أَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ کیا ان کے پاس کوئی چیز آگئی جو ان کے پچھلے باپ دادوں کے پاس نہیں آئی تھی؟ یعنی جو پیغام اللہ تبارک وتعالیٰ ازل سے ہر امت کی جانب اپنے پیغمبروں کے ذریعہ بھیجا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معبود نہ بنانا، اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا وغیرہ، سب پیغام کو دے کر ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد ﷺ کو ان کے پاس بھیجا تھا مگر اسکے باوجود بھی ان لوگوں نے اس پیغمبر کو جھٹلایا جس کے سبب وہ لوگ اس سزا کے حقدار ہوئے۔ اسکے بعد تیسری وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ یا ایسا ہے کہ یہ لوگ اس پیغمبر کو پہلے سے نہیں جانتے تھے جسکی بنا پر وہ لوگ اس پیغمبر کو جھٹلانے لگے؟ یعنی ایسا بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جسے اپنا نبی بنا کر بھیجا وہ کوئی انجان شخص ہو جسے یہ لوگ نہیں جانتے تھے حالانکہ چالیس سال تک محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم انکے درمیان موجود تھے جنکی عادات و اطوار سے یہ لوگ خوب واقف تھے، آپ کی دیانت و امانت اور سچائی کا سارے شہر میں چرچہ تھا حتی کہ قرآن کریم نے انکے بارے میں یہاں تک فرمایا يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ کہ یہ لوگ آپ کو اسی طرح جانتے تھے جس طرح اپنی اولاد کو جانتے تھے (الانعام۔۲۰) اسکے باوجود بھی صرف عناد اور تکبر کی بناء پر ان لوگوں نے آپ کو نبی ماننے سے انکار کر دیا، آخری وجہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے اس لئے ایمان قبول نہیں کہ وہ اس نبی کو مجنون سمجھتے تھے؟ حالانکہ ایسا بھی نہیں کہ اس نبی کو کوئی جنون ہو بلکہ یہ بخوبی جانتے تھے کہ یہ نبی تو سارے عرب میں سب سے زیادہ باعقل اور صاحب رائے ہیں اسی لئے تو ان لوگوں نے آپ کو تعمیر خانہ کعبہ کے وقت حجر اسود کو رکھنے کے سلسلہ میں اپنا حکم یعنی جج تسلیم کیا تھا، لیکن پھر بھی ان لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور قرآن کریم کو جھٹلایا؟ اسکی اصل وجہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ سچ تو یہ ہے کہ اس پیغمبر نے ایک ایسا حق کلام انکے سامنے پیش کیا جو انکی خواہشات کے خلاف تھا لہٰذا یہ لوگ اپنی خواہشات کی خاطر اس کلام حق کا انکار کر بیٹھے جس کی سزا انہیں دنیا و آخرت دونوں جگہ دی جائے گی۔

﴿درس نمبر ۱۴۰۰﴾ ہم ان کے پاس نصیحت کا سامان لے کر آئے ہیں ﴿المؤمنون ۷۱۔تا۔۷۳﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنٰهُمْ

بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَوِ اور اگر اتَّبَعَ الْحَقُّ پیروی کرے حق اَهْوَآءَهُمْ ان کی خواہشات کی لَفَسَدَتِ تو البتہ خراب ہوجائیں السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ آسمان اور زمین وَمَنْ اور جو کوئی بھی فِيْهِنَّ ان میں ہے بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ بلکہ ہم ان کے پاس ان کی نصیحت لائے ہیں فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ تو وہ اپنی نصیحت سے مُّعْرِضُوْنَ اعراض کرنے والے ہیں اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ یا آپ ان سے سوال کرتے ہیں خَرْجًا اجرت کا فَخَرَاجُ چنانچہ اجرت رَبِّكَ آپ کے رب کی خَيْرٌ بہت بہتر ہے وَّهُوَ اور وہ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے وَاِنَّكَ اور بلاشبہ آپ لَتَدْعُوْهُمْ البتہ ان کو بلاتے ہیں اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ راہِ راست (اسلام) کی طرف

ترجمہ:۔ اور اگر حق ان کی خواہشات کے تابع ہوجاتا تو آسمان اور زمین اور اُن میں بسنے والے سب برباد ہوجاتے۔ نہیں، بلکہ ہم ان کے پاس خود ان کے لئے نصیحت کا سامان لے کر آئے ہیں اور وہ ہیں کہ خود اپنی نصیحت سے منہ موڑے ہوئے ہیں ۝ یا (ان کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ) تم ان سے کوئی معاوضہ مانگ رہے ہو؟ تو (یہ بات بھی غلط ہے، اس لئے کہ) تمہارے پروردگار کا دیا ہوا معاوضہ (تمہارے لئے) کہیں بہتر ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے ۝ اور حقیقت یہ ہے کہ تم تو اُنہیں سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہو۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ اگر حق ان کی خواہشات کے تابع ہوجاتا تو آسمان اور زمین اور ان میں بسنے والے سب برباد ہوجاتے

۲۔ بلکہ ہم ان کے پاس خود ان کے لئے نصیحت کا سامان لے کر آئے ہیں

۳۔ وہ ہیں کہ خود اپنی نصیحت سے منہ موڑے ہوئے ہیں

۴۔ یا ان کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ تم ان سے کوئی معاوضہ مانگ رہے ہو

۵۔ تمہارے پروردگار کا دیا ہوا معاوضہ تمہارے لئے کہیں بہتر ہے

۶۔ وہ بہترین رزق دینے والا ہے

۷۔ حقیقت یہ ہے کہ تم تو انہیں سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے ہو

یہ ایک حقیقت ہے کہ حق کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی اتباع کی جائے ورنہ حق کا حق ہی ادا نہیں ہوگا۔ جب تک انسانی خواہشات حق کے تابع رہیں گے دنیا میں امن، سکون اور سلامتی کی فضاء قائم رہے گی۔ لیکن جب حق لوگوں کی خواہشات کے تابع ہوجائے تو یہ یقین کرلیں کہ آسمان اور زمین اور ان دونوں میں بسنے والے تباہی اور بربادی کا شکار

ہوجائیں گے۔خواہشات کے تابع جب حق ہوجائے گا تو حق، حق ہی نہیں رہے گا اور لوگ حق کے بجائے اپنی مرضی اور اپنی خواہشات پر چلیں گے اور اپنی اپنی خواہشات کے مطابق کفر بھی کریں گے، شرک بھی کریں گے، چوری اور زنا بھی کریں گے تو ظاہر ہے کہ آسمان وزمین کا خالق ومالک اپنا قہر زمین پر اتارے گا اور وہ لوگ جنہوں نے حق پر اپنی خواہشات کو غالب رکھا وہ رب ذوالجلال کے غضب اور عذاب کے مستحق ہوجائیں گے۔ یہ دنیا حق سے قائم ہے، جب دنیا حق سے محروم ہوجائے گی تو یہ دنیا اپنے وجود سے محروم ہوجائے گی۔مسلم کی روایت سے یہ حقیقت آشکار ہوجاتی ہے۔رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا :اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک زمین میں اللہ اللہ کہا جاتا رہے گا۔(مسلم) یعنی جب حق باقی رہے گا تو دنیا باقی رہے گی اور جب حق خواہشات میں گم ہوجائے گا تو یہ دنیا اپنے وجود سے محروم ہوجائے گی۔ یہ قرآن حق ہے۔ یہ اس لئے اُتارا گیا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔اگر یہ قرآن ان مشرکین کی خواہشات اور ان کی مرضیات کے تابع ہوجائے اور ان کی مرضی کے مطابق یہ قرآن شرک و کفر کی اجازت دے اور ظلم کی تائید کرے اور انصاف کو چھوڑ دے تو زمین وآسمان اور ان میں رہنے والے سب کے سب فساد اور بگاڑ کے شکار ہوجائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے ان کے پاس ان کی نصیحت بھیجی ہے، مگر یہ لوگ اس نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں اور اپنی جہالت اور گمراہی میں پھنس رہے ہیں۔قرآنِ مجید نصیحت نامہ ہے، جو اس نصیحت نامہ کو تسلیم کرے گا وہ بگاڑ اور تباہی سے بچ جائے گا۔سورۃ الزخرف کی آیت نمبر ۴۴ میں بھی قرآنِ مجید کو ذکر یعنی نصیحت سے تعبیر کیا گیا ہے وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ اور یہ (قرآن) تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے۔لیکن یہ مشرکین اس نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں جس نصیحت میں ان کی بقاء اور ان کیلئے سلامتی ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ سے اللہ تعالیٰ سوال فرمارہے ہیں کہ پیغمبر! کیا آپ ان لوگوں سے اپنی رسالت اور تبلیغ پر کوئی معاوضہ مانگتے ہیں جس کی وجہ سے یہ لوگ ایمان نہیں لارہے ہیں؟ کیا اس لئے یہ مشرکین آپ پر غضب ڈھارہے ہیں کہ آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں؟اور یہ حقیقت ہے کہ آپ ان سے کسی بھی معاوضہ کا مطالبہ ہرگز نہیں کرتے اور جب آپ ان سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے تو ان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس حق بات کو قبول کرنے سے بھاگ جائیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے معاوضہ سے وہ معاوضہ بہتر ہے جو اللہ کے پاس ہے اور یہ کمزور لوگ کیا معاوضہ دیں گے؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ معاوضہ اپنی شایانِ شان عطا فرماتے ہیں۔آپ کے پروردگار کا معاوضہ آپ کے لئے بہتر ہے۔

سورۂ سبا کی آیت نمبر ۴۷ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو حکم دیا کہ آپ یہ کہہ دیجئے قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ کہہ دو کہ میں نے تم سے کچھ صلہ مانگا ہو تو وہ تم ہی کو (مبارک

رہے) میرا صلہ تو اللہ ہی کے ذمے ہے۔سورۃ ص کی آیت نمبر ۸۶ میں کہا گیا :قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ اے پیغمبر! کہہ دو کہ میں تم سے اس کا صِلہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں ہوں۔سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۲۳ میں کہا گیا قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کہہ دو کہ میں اس کا تم سے صِلہ نہیں مانگتا مگر (تم کو) قرابت کی محبت۔رسولِ رحمت ﷺ کے دل میں نہ دنیا کی دولت کی حرص ہے اور نہ دنیا کی بادشاہت اور منصب کا لالچ ہے۔پیغمبران تمام نچلی باتوں سے بالکل پاک ہیں اور انہیں تو اللہ اپنی طرف سے جو دینا ہے وہ دے گا۔وہ بہتر رزق دینے والا ہے۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ آپ تو ان مشرکین کو سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے ہیں اور بالکل درست دین کی رہنمائی کر رہے ہیں اور اس راستہ کی طرف بلا رہے ہیں جس راستہ میں عزت اور غلبہ ہے جو راستہ اپنے اندر اعتدال اور سیدھا پن اور بھلائی رکھتا ہے اور وہ دینِ اسلام ہے جس کی طرف آپ ان سب کو بلا رہے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۴۰۱﴾ یہ رب کے سامنے نہ جھکتے ہیں اور نہ عاجزی اختیار کرتے ہیں ﴿المؤمنون ۷۴۔تا۔۷۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُوْنَ ○وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ○حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔وَاِنَّ الَّذِيْنَ اور بلاشبہ وہ لوگ کہ لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لاتے بِالْاٰخِرَةِ آخرت کے ساتھ عَنِ الصِّرَاطِ راہ سے لَنَاكِبُوْنَ البتہ انحراف کرنے والے ہیں وَلَوْ اور اگر رَحِمْنٰهُمْ ہم ان پر رحم کریں وَكَشَفْنَا اور ہم دور کر دیں مَا بِهِمْ وہ جو ان کے ساتھ ہے مِّنْ ضُرٍّ کوئی بھی تکلیف لَّلَجُّوْا تو وہ ضرور اصرار کریں گے فِيْ طُغْيَانِهِمْ اپنی سرکشی میں يَعْمَهُوْنَ بھٹکتے ہوئے وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اَخَذْنٰهُمْ ہم نے انہیں پکڑا تھا بِالْعَذَابِ عذاب کے ساتھ فَمَا اسْتَكَانُوْا تو انہوں نے عاجزی نہیں کی لِرَبِّهِمْ اپنے رب کے سامنے وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ اور نہ وہ گڑگڑائے حَتّٰٓى یہاں تک کہ اِذَا فَتَحْنَا جب ہم نے کھول دیا عَلَيْهِمْ بَابًا ان پر دروازہ ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ سخت عذاب والا اِذَا هُمْ اسی وقت وہ فِيْهِ اس میں مُبْلِسُوْنَ ناامید ہونے والے ہو گئے

ترجمہ:۔اور وہ لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ، وہ راستے سے بالکل ہٹے ہوئے ہیں ○اور اگر ہم ان

پر رحم کریں اور اُس تکلیف کو دور کر دیں جس میں یہ مبتلا ہیں تب بھی یہ بھٹکتے ہوئے اپنی سرکشی پر اڑے رہیں گے O واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو (ایک مرتبہ) عذاب میں پکڑا تھا تو اُس وقت بھی یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے نہیں جھکے اور یہ تو عاجزی کی رَوِش اختیار کرتے ہی نہیں ہیں O یہاں تک کہ جب ہم اُن پر سخت عذاب والا دروازہ کھول دیں گے تو یہ ایک دم اس میں مایوس ہو کر رہ جائیں گے۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ راستہ سے بالکل ہٹے ہوئے ہیں

۲۔ اگر ہم ان پر رحم کریں اور اس تکلیف کو دور کر دیں جس میں یہ مبتلا ہیں تب بھی یہ بھٹکتے ہوئے اپنی سرکشی پر اڑے رہیں گے

۳۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو ایک مرتبہ عذاب میں پکڑا تھا تو اس وقت بھی یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے نہیں جھکے

۴۔ یہ تو عاجزی کی روش اختیار کرتے ہی نہیں تھے

۵۔ یہاں تک کہ جب ہم ان پر سخت عذاب والا دروازہ کھول دیں تو یہ ایک دم اس میں مایوس ہو کر رہ جائیں گے

یہاں ان لوگوں کے بارے میں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ بات بیان کی جا رہی ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یعنی مرنے کے بعد جی اٹھنے کا یقین نہیں رکھتے یہ سیدھے راستہ سے بالکل ہٹے ہوئے ہیں، اس لئے سیدھا راستہ تو بس ایک ہی ہے اور وہ ہے دینِ اسلام۔ حق راستہ تو ایک ہی ہوتا ہے اور باطل راستے کئی ہوتے ہیں۔ جو لوگ اس ایک راستہ سے ہٹ گئے گویا وہ باطل میں پھنس گئے۔ ان سرکش اور نافرمان کافروں کی یہ حالت اور کیفیت بیان کی جا رہی ہے کہ اگر ہم ان کافروں پر اپنی رحمت کی چادر بچھا دیں اور ان کے اوپر سے تکلیف کو ہٹا دیں جب بھی یہ کافر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی اس قرآن کی اتباع کریں گے بلکہ یہ اپنی سرکشی میں اور آگے بڑھ جائیں گے اور اپنے کفر، عناد اور سرکشی پر برقرار رہیں گے اور بھٹکتے ہوئے اپنی زندگی بسر کریں گے۔ سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۲۳ میں بھی ان کی یہ حالت یوں بیان کی گئی وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور اگر اللہ ان میں نیکی (کا مادہ) دیکھتا تو ان کو سننے کی توفیق بخشتا اور اگر (بغیر صلاحیت و ہدایت کے) سماعت دیتا تو وہ منہ پھیر کر بھاگ جاتے۔ ان کافروں کے بارے میں مزید اس بات کا انکشاف کیا جا رہا ہے کہ جب ان کافروں کو ہم نے ایک مرتبہ عذاب میں گرفتار کیا تھا تو اس وقت بھی یہ کافر اپنے پروردگار کے سامنے نہیں جھکے یعنی ہم نے ان کافروں کو مصیبتوں اور بلاؤں میں اس سے پہلے گرفتار کیا تھا لیکن انہوں نے اس سے سبق حاصل نہیں کیا بلکہ اسی کفر پر وہ لوگ جمے رہے، اسی گمراہی میں وہ پھنسے رہے۔ وہ نہ اپنے پروردگار کے سامنے ڈرے اور نہ اس کے سامنے جھکے اور نہ ہی انہوں نے اپنے حقیقی پروردگار کو پکارا اور نہ ہی اس کے

سامنے گڑگڑائے۔ اگر وہ گڑگڑاتے، عاجزی کرتے اور اپنے کفر سے باز آ جاتے تو ان کی دنیا اور آخرت دونوں بن جاتے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۴۳ میں بھی اس بات کی مزید وضاحت یوں کی گئی فَلَوْلَآ اِذْجَآءَ هُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ تو جب اُن پر ہمارا عذاب آتا رہا تو کیوں نہیں عاجزی کرتے رہے مگر اُن کے تو دل ہی سخت ہو گئے تھے۔

اس کے بعد ان کافروں کے بارے میں یہ بات کہی گئی کہ یہاں تک کہ جب ان کے پاس اللہ کا عذاب آ جائے اور قیامت ان پر اچانک آ جائے اور جس عذاب کا گمان تک انہیں نہیں تھا وہ عذاب آ جائے تو اس وقت یہ ہر قسم کے خیر سے مایوس ہو جاتے ہیں اور ان کی امیدیں ٹوٹ جاتی ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۴۰۲﴾ تمہارے لئے کان، آنکھ اور دل پیدا کئے ﴿المؤمنون ۷۸۔۷۹۔۸۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ O وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ O وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ اور وہی ہے جس نے پیدا کیے لَكُمُ تمہارے لیے السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ کان اور آنکھیں اور دل قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ تم تھوڑا ہی شکر کرتے ہو وَهُوَ الَّذِيْ اور وہی ہے جس نے ذَرَاَكُمْ تمہیں پھیلایا فِي الْاَرْضِ زمین میں وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف تُحْشَرُوْنَ تم اکٹھے کیے جاؤ گے وَهُوَ الَّذِيْ اور وہی ہے جو يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وَلَهُ اور اسی کے حکم سے ہے اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ رات اور دن کا ادل بدل کرانا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پھر تم نہیں سمجھتے؟

ترجمہ:۔ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کئے۔ (مگر) تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو O اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اُسی کی طرف تمہیں اکٹھا کر کے لے جایا جائے گا O اور وہی ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے اور اُسی کے قبضے میں رات اور دن کی تبدیلیاں ہیں۔ کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کئے
۲۔ مگر تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو
۳۔ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا

۴۔اس کی طرف تمہیں اکٹھا کر کے لے جایا جائے گا ۵۔وہی ہے جوزندگی اورموت دیتا ہے
۶۔اسی کے قبضہ میں رات اوردن کی تبدیلیاں ہیں ۷۔کیا پھربھی تم عقل سے کام نہیں لیتے ؟

اللہ تعالیٰ کا کس قدر اپنے بندوں پر احسان ہے کہ اس نے انسانوں کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کیلئے کان، آنکھ اور دل عطا فرمائے۔یہی وہ کان ہے جس سے ہم لوگوں سے باتیں سنتے ہیں،انہی کانوں سے سن کر دین اور دنیا دونوں قسم کا علم حاصل کرتے ہیں اور انہی کانوں سے سن کر ہم ہر ایک کی بات کو سمجھ پاتے ہیں۔یہی وہ آنکھ ہے جس سے ہم مختلف قسم کی مخلوقات کو دیکھتے ہیں اور متعدد چیزوں کو دیکھتے ہیں،انہی آنکھوں سے وہ چیزیں دیکھتے ہیں جن سے دل کو سکون اور آنکھوں کو سرور میسر آتا ہے اور انہی آنکھوں سے دیکھ کر ہم ایسی چیزوں سے بچتے ہیں جن سے جان کو خطرہ ہوتا ہے۔آنکھ اور کان کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ دل دیا ہے جس دل میں مختلف ارادے پیدا ہوتے ہیں۔اسی دل سے ہم مختلف قسم کے فیصلے کرتے ہیں۔قرآنِ مجید کی دیگر آیات میں بھی آنکھ، کان اور دل کا ذکر موجود ہے۔سورۃ الملک کی آیت نمبر ۲۳ میں یوں ہے قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ کہہ دیجئے کہ وہی اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت ہی کم شکرگزاری کرتے ہو۔سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۳۶ میں کہا گیا اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔آوازوں کو سننے، مختلف چیزوں کو دیکھنے اور سمجھنے والی باتوں کو سمجھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کان، آنکھ اور دل کی یہ نعمتیں بخشی ہیں۔بندوں کو چاہیئے کہ وہ ان نعمتوں پر رب ذوالجلال کا شکر ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ خود انسان کی اس کمزوری کا اظہار فرمارہے ہیں کہ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ کہ تم میں سے شکر کرنے والے بہت کم ہیں۔اللہ تعالیٰ نے سورۂ سبا کی آیت نمبر ۱۳ میں یوں فرمایا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ میرے بندوں میں شکرگزاری کرنے والے بہت کم ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس احسان کا بھی یہاں اظہار فرمارہے ہیں کہ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وہی اللہ ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلا دیا۔اللہ تعالیٰ نے صرف انسانوں کو پھیلا کر یوں ہی چھوڑ نہیں دیا بلکہ ان انسانوں کیلئے بہت سی چیزیں بھی زمین میں پھیلادیں۔سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۳ میں اس نعمت کا یوں تذکرہ کیا گیا وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ اور بھی بہت سی چیزیں طرح طرح کے رنگ روپ کی اس نے تمہارے لئے زمین میں پھیلا رکھی ہیں۔سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی انسانوں کے روئے زمین پر پھیلائے جانے کی بات یوں کہی گئی جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنادیئے ہیں اور چوپایوں کے جوڑے بنائے ہیں، تمہیں وہ اس میں پھیلا رہا ہے۔سورۃ الملک کی

آیت نمبر ۲۴ میں بھی کہا گیا قُلۡ هُوَ الَّذِىۡ ذَرَاَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَاِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ کہہ دیجئے کہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا اور اس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ یہاں ساری انسانیت کو اس حقیقت سے آگاہ کیا جارہا ہے کہ آج اگر تم اس روئے زمین میں پھیل چکے ہو اور پھیل رہے ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس روئے زمین میں تم ہمیشہ رہو گے بلکہ ایک نہ ایک دن تم سب کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسانوں کو اس حقیقت سے یہاں باخبر کر رہے ہیں کہ تمہاری زندگی اور تمہاری موت یہ دونوں تمہارے پروردگار کے ارادہ پر موقوف ہیں۔ تمہیں زندگی بھی وہی پروردگار دیتا ہے اور تمہیں موت بھی وہی پروردگار دیتا ہے۔ تم روزانہ جو منظر دن اور رات کی تبدیلی کا تم دیکھ رہے ہو کہ دن رات کے اندھیرے میں گم ہورہا ہے اور رات کی اندھیری دن کا اُجالا آتے ہی غائب ہو رہی ہے، یہ سب اللہ ہی کے ارادہ سے ہو رہا ہے۔ تم لوگ دنیا کی بہت سی باریک سے باریک باتوں کو سمجھ لیتے ہو، کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے جو ہم تم کو سمجھا رہے ہیں؟ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

﴿درس نمبر ۱۴۰۳﴾ یہ وہ یقین دہانی ہے جو ہمارے باپ دادا سے بھی کی گئی تھی ﴿المؤمنون ۸۱۔تا۔۸۳﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بَلۡ قَالُوۡا مِثۡلَ مَا قَالَ الۡاَوَّلُوۡنَ ○ قَالُوۡۤا ءَ اِذَا مِتۡنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ○ لَقَدۡ وُعِدۡنَا نَحۡنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ بَلۡ قَالُوۡا بلکہ انہوں نے کہا مِثۡلَ مَا مثل اسی کے جو قَالَ الۡاَوَّلُوۡنَ کہا تھا پہلوں نے قَالُوۡا انہوں نے کہا اِذَا کیا جب مِتۡنَا ہم مرجائیں گے وَ اور كُنَّا ہم ہو جائیں گے تُرَابًا مٹی وَ اور عِظَامًا ہڈیاں اِنَّا کیا یقینا ہم لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ البتہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے لَقَدۡ البتہ تحقیق وُعِدۡنَا ہم وعدہ دیے گئے ہیں نَحۡنُ ہم وَ اور آبَاؤُنَا ہمارے باپ دادا بھی هٰذَا یہی مِنۡ قَبۡلُ اس سے پہلے اِنۡ نہیں ہیں هٰذَا یہ اِلَّا مگر اَسَاطِيۡرُ کہانیاں الۡاَوَّلِيۡنَ پہلے لوگوں کی۔

ترجمہ:۔ اس کے بجائے یہ لوگ بھی ویسی ہی باتیں کرتے ہیں جیسی پچھلے لوگوں نے کی تھیں ○ کہتے ہیں کہ ”کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیوں میں تبدیل ہو جائیں گے، تو کیا واقعی ہمیں دوبارہ زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا؟ ○ یہ وہ یقین دہانی ہے جو ہم سے بھی کی گئی ہے اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادوں سے بھی کی گئی تھی۔ اس کی کوئی حقیقت اس کے سوا نہیں کہ یہ پچھلے لوگوں کے بنائے ہوئے افسانے ہیں“۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ لوگ بھی ویسی ہی باتیں کرتے ہیں جیسی پچھلے لوگوں نے کی تھیں

۲۔ کہتے ہیں کہ جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیوں میں تبدیل ہوجائیں گے تو کیا واقعی ہمیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا؟

۳۔ یہ وہ یقین دہانی ہے جو ہم سے بھی کی گئی ہے

۴۔اس سے پہلے ہمارے باپ داداوں سے بھی کی گئی تھی

۵۔اس کی کوئی حقیقت اس کے سوا نہیں کہ یہ پچھلے لوگوں کے بنائے ہوئے افسانے ہیں

مکہ کے مشرکین نے مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے سلسلہ میں وہی بات کہی جو ان کے باپ دادا نے کہی تھی۔ان مشرکوں نے مرنے کے بعد جی اُٹھنے کو ناممکن تصور کیا اور انکار کر بیٹھے اور وہی بات دہرائی جو ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں نے کہی تھی جن لوگوں نے ان کی طرف بھیجے ہوئے رسولوں کی باتوں کو صاف طور پر جھٹلا دیا تھا اور مکہ کے ان مشرکین نے اپنے بڑوں کی اندھی تقلید کی اور ان کے بڑوں کے پاس ان کے اس موقف کی کوئی دلیل ہی نہیں تھی۔

ان مشرکین نے ایک بات تو یہ کہی کہ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہوجائیں گے اور ہڈیوں کی شکل میں رہ جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟ ان کا یہ کہنا تھا کہ ہمارے مرجانے اور ہماری ہڈیوں کے گل سڑ جانے کے بعد ہمارا دوبارہ زندہ ہوکر اٹھایا جانا ممکن ہی نہیں ہے۔قرآنِ مجید نے مشرکین کی اس بات کا تذکرہ متعدد مقامات پر کیا ہے۔سورۃ النّٰزعٰت کی آیات نمبر ۱۰ تا ۱۴ میں کہا گیا : یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَۃِ O ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَۃً O قَالُوْا تِلْکَ اِذًا کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ O فَاِنَّمَا ھِیَ زَجْرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ O فَاِذَا ھُمْ بِالسَّاھِرَۃِ (کافر) کہتے ہیں کیا ہم الٹے پاؤں پھر لوٹیں گے؟ O بھلا جب ہم کھوکھلی ہڈیاں ہوجائیں گے (تو پھر زندہ کئے جائیں گے)؟ O کہتے ہیں کہ یہ لوٹنا تو (موجبِ) زیاں ہے O وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی O اس وقت وہ (سب) میدانِ (حشر) میں آ جمع ہوں گے۔سورۂ یٰسٓ کی آیات نمبر ۷۷ تا ۷۹ میں ان مشرکین کے خیالات کا یوں جواب دیا گیا اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ O وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَّنَسِیَ خَلْقَہٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ O قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ؕ وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو نطفے سے پیدا کیا پھر وہ تڑاق پڑاق جھگڑنے لگا O اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا کہنے لگا کہ (جب) ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟ O کہہ دو کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔

ان مشرکین نے دوسری بات یہ کہی کہ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا ھٰذَا مِنْ قَبْلُ اس قسم کی باتیں ہم سے

پہلے ہمارے باپ دادا کے ساتھ بھی کہی گئی تھیں۔ یعنی مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جانے کی جو خبر محمد بن عبداللہ دے رہے ہیں اس قسم کی خبریں اور دھمکیاں پرانے زمانہ میں گزرے ہوئے اُن نبیوں نے بھی دی تھیں۔ اتنی لمبی مدت گزر گئی ان نبیوں نے جو دھمکیاں اور وعدے کئے تھے وہ آج تک پیش نہیں آئے۔ اس طرح ان مشرکین نے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا انکار کر دیا۔ مزید یہ بھی کہا کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ یہ سب کچھ بھی نہیں بلکہ یہ پچھلے لوگوں کے بنائے ہوئے افسانے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) یعنی یہ جو مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جانے کی باتیں ہیں یہ پچھلے لوگوں کی گھڑی ہوئی جھوٹی باتیں ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۴۰۴﴾ **یہ ساری زمین اور اس میں بسنے والوں کا مالک کون ہے؟** ﴿المؤمنون ۸۴۔تا۔۸۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ O قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ O سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ O

ترجمہ:۔ (اے پیغمبر!) ذرا ان سے کہو کہ: ''یہ ساری زمین اور اس میں بسنے والے کس کی ملکیت ہیں؟ بتاؤ اگر جانتے ہو۔'' O وہ ضرور یہی کہیں گے کہ: ''یہ سب کچھ اللہ کا ہے۔'' کہو کہ: ''کیا پھر بھی سبق نہیں لیتے؟ O کہو کہ: ''سات آسمانوں کا مالک اور عالیشان عرش کا مالک کون ہے؟ O وہ ضرور یہی کہیں گے کہ: ''یہ سب کچھ اللہ کا ہے۔'' کہو کہ: ''کیا پھر بھی تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟''۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! آپ ان لوگوں سے کہئے کہ یہ ساری زمین اور اسمیں بسنے والے کس کی ملکیت ہیں؟
۲۔ بتاؤ اگر جانتے ہو؟ ۳۔ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے
۴۔ کہو کہ کیا پھر بھی سبق نہیں لیتے؟ ۵۔ کہو کہ سات آسمان کا مالک اور عالیشان عرش کا مالک کون ہے؟
۶۔ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے ۷۔ کہو کہ کیا پھر بھی تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟

اللہ تعالیٰ ان مشرکین کے اس باطل عقیدہ کے سلسلہ میں جواب دیتے ہوئے رسولِ رحمت ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ اے پیغمبر! آپ آخرت کا انکار کرنے والے ان مشرکین سے کہئے کہ اس زمین کا مالک کون ہے جس کو اس نے پیدا کیا ہے؟ اور اس زمین میں جتنے حیوانات، نباتات اور پھل پھلاریاں ہیں ان سب کا کون مالک ہے؟ ان کے علاوہ دیگر جتنی مخلوقات ہیں ان سب کا کون مالک ہے؟ اگر تم جانتے ہو اور علم والے ہو تو بتاؤ؟ جب ان مشرکین

سے اس قسم کا سوال کیا جاتا ہے تو سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ یہ مشرکین اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ان تمام مخلوقات کا مالک ہے۔یعنی ان کی عقل انہیں اس بات ہی کی رہبری کرتی ہے کہ وہ اس بات کا اعتراف کریں کہ آسمانوں اور زمین اور ان میں رہنے والی ساری چیزوں کا مالک اللہ ہی ہے۔ وہ صاف طور پر اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان تمام مخلوقات کا خالق بھی اللہ ہی ہے، مالک بھی اللہ ہے اور دنیا کے اس پورے نظام کی تدبیر کرنے والا بھی اللہ ہی ہے۔

پیغمبر! اگر ان مشرکین کا یہی جواب ہے تو آپ ان مشرکین سے پوچھئے کہ پھر تم لوگ کیوں نصیحت اور عبرت حاصل نہیں کرتے؟ پھر کیوں تم لوگ اس بات پر غور وفکر نہیں کرتے کہ جس رب ذوالجلال نے پہلی مرتبہ ان تمام مخلوقات کو پیدا کیا وہ ان مخلوقات کو دوبارہ پیدا کرنے کی بھی طاقت اور قوت رکھتا ہے؟ یہ بھی کہ عبادت کے لائق تو بس وہی ایک خالق ومالک اور رازق ہے۔اس کے علاوہ کوئی اور عبادت کے لائق نہیں ہے۔اگر یہ مشرکین ان تمام حقیقتوں پر غور وفکر کریں گے تو اس نتیجہ پر ضرور پہنچ جائیں گے کہ وہ جس موقف کو اختیار کئے ہوئے ہیں وہ باطل ہے۔

اے مشرکو! جب تم اللہ کو رب مانتے ہو اور اس کو زمین وآسمان ودیگر مخلوقات کا خالق ومالک تسلیم کرتے ہو تو تم ہی بتاؤ کہ اس رب کی عبادت کرنے سے تمہیں کونسی چیز روک رہی ہے؟ ان مشرکین کو اس بات کا اعتراف ہونے کے باوجود کہ ان کے یہ کمزور بت کوئی ایک چیز بھی پیدا نہیں کرسکتے انہی کمزور اور لچر قسم کے معبودوں کی وہ عبادت کررہے ہیں۔بس ان مشرکین کا باطل عقیدہ یہ ہے کہ ان کے یہ بت جن کی یہ عبادت کررہے ہیں یہ اللہ سے انہیں لے جاکر ملائیں گے اور اللہ سے انہیں قریب کریں گے،جیسا کہ سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۳ میں ان مشرکین کی یہ بات نقل کی گئی ہے کہ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ہم ان بتوں کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کے قریب کردیں گے۔

اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے کہہ رہے ہیں کہ پیغمبر! آپ ان مشرکین سے پوچھئے کہ کون ساتوں آسمان کا رب ہے اور کون عرشِ عظیم کا رب ہے؟ یعنی اے پیغمبر! آپ ان مشرکین سے یہ پوچھئے کہ کون آسمانوں کا خالق ہے؟ اور ان ستاروں اور فرشتوں کا کون خالق ہے جو آسمانوں میں رہتے ہیں؟ اور کون اس عرشِ عظیم کا مالک ہے جو عرش کہ تمام مخلوقات کی چھت ہے،جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۵ میں اس کرسی کی وسعت آسمانوں اور زمین کی وسعت کے برابر قرار دی گئی وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا عرش اس کے آسمانوں پر اس طرح ہے یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے گنبد کی طرف اشارہ فرمایا۔ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ساتوں آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وہ سب کچھ کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے کہ ایک بنجر زمین میں پڑا ہوا حلقہ اور کرسی ان تمام کے ساتھ عرش کی بہ نسبت اسی زمین میں اسی حلقہ کی طرح ہے۔عرش دو صفتوں کے درمیان جمع ہوتا ہے، بلند اور وسیع ہونے میں اور عظمت اور کبریائی کے درمیان۔

﴿درس نمبر ۱۴۰۵﴾ **وہی پناہ دیتا ہے** ﴿المؤمنون ۸۸ تا ۹۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلۡ مَنۡۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُوَ يُجِيۡرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ O
سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ فَاَنّٰى تُسۡحَرُوۡنَ O بَلۡ اَتَيۡنٰهُمۡ بِالۡحَـقِّ وَاِنَّهُمۡ لَـكٰذِبُوۡنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قُلۡ کہہ دیجئے مَنۡ کون ہے وہ کہ بِيَدِهٖ اس کے ہاتھ میں ہے مَلَكُوۡتُ بادشاہی كُلِّ شَىۡءٍ ہر چیز کی وَهُوَ اور وہی يُجِيۡرُ پناہ دیتا ہے وَلَا يُجَارُ اور پناہ نہیں دی جا سکتی عَلَيۡهِ اسکے مقابلے میں اِنۡ اگر كُنۡتُمۡ ہو تم تَعۡلَمُوۡنَ جانتے؟ سَيَقُوۡلُوۡنَ وہ ضرور کہیں گے لِلّٰهِ اللہ ہی کیلئے ہے قُلۡ کہہ دیجئے فَاَنّٰى پھر کہاں سے تُسۡحَرُوۡنَ تم جادو کئے جاتے ہو بَلۡ بلکہ اَتَيۡنَاهُمۡ بِالۡحَقِّ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں وَ اِنَّهُمۡ اور بلاشبہ وہ لَكٰذِبُوۡنَ البتہ جھوٹے ہیں

ترجمہ:۔ کہو کہ: ''کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اختیار ہے اور جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا؟ بتاؤ اگر جانتے ہو۔'' O وہ ضرور یہی کہیں گے کہ: ''سارا اختیار اللہ کا ہے۔'' کہو کہ: ''پھر کہاں سے تم پر کوئی جادو چل جاتا ہے؟ O نہیں، (یہ افسانے نہیں) بلکہ ہم نے انہیں حق بات پہنچائی ہے اور یہ لوگ یقینا جھوٹے ہیں۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! آپ کہئے کہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اختیار ہے؟
۲۔ وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کسی کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا
۳۔ بتاؤ اگر تم جانتے ہو؟ ۴۔ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ سارا اختیار اللہ کا ہے
۵۔ کہو کہ پھر کہاں سے تم پر کوئی جادو چل جاتا ہے؟
۶۔ نہیں! یہ افسانے نہیں بلکہ ہم نے انہیں حق بات پہنچائی ہے اور یہ لوگ یقینا جھوٹے ہیں

رسولِ رحمت ﷺ سے مسلسل وحدانیت کے اس پیغام کو مشرکین کے سامنے رکھنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ لچر اور کمزور بتوں کی عبادت کرنے والے ذرا اپنی عقل کا استعمال کریں اور غور وفکر اور تدبر کے ذریعہ اپنے اس رب کو پہچانیں جو اپنی ذات اور صفات میں تنہا اور اکیلا ہے جس کا کوئی نہ ساجھی ہے اور نہ ہی اس کے برابر کوئی ہے۔

یہاں رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ قُلۡ مَنۡۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ کہ ان مشرکین سے آپ پوچھئے کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اختیار ہے؟ جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی

کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ اس سوال کے جواب میں بھی یہ مشرکین یہی جواب دیں گے کہ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ کہ وہ یہی کہیں گے کہ ہر چیز کی ملکیت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، مگر اس کے باوجود ان مشرکین کی حالت یہ ہے کہ وہ ان باطل معبودوں کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں جبکہ ان باطل معبودوں میں سے ایک معبود بھی زمین و آسمان اور ان میں موجود چیزوں میں سے ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ سب کو پناہ دے سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ سورۂ ملک کی آیت نمبر ۲۸ میں بھی یہ حقیقت بتلائی گئی قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ آپ کہہ دیجئے اچھا! اگر مجھے اور میرے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے یا ہم پر رحم کرے بہر صورت یہ تو بتاؤ کہ کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب دینے کا ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکے گا۔

رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی یہ حقیقت بھی بتلا دی گئی کہ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (الجن ۲۲) کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی پا نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ ان مشرکین سے پوچھئے تم ایسے کیوں ہو رہے ہو؟ یعنی تم ایسا ڈھنگ اختیار کر رہے ہو جیسے تم پر کسی نے جادو کر دیا ہو۔ تمہارے سامنے حق بات واضح انداز میں آ چکی ہے، مگر تم ہو کہ ایسے بن گئے ہو کہ گویا تمہاری حس ہی ختم ہو چکی ہے۔ آخر میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اس بات کو سن لو کہ ہم تو تمہارے پاس حق بات لے کر آ گئے ہیں مگر تم ہو کہ جھوٹے ہو۔

﴿درس نمبر ۱۴۰۶﴾ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق لے کر الگ ہو جاتا؟ ﴿المؤمنون ۹۱ ۔ ۹۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ نہیں بنائی اللہ نے مِنْ وَّلَدٍ کوئی اولاد وَّمَا كَانَ اور نہ ہے مَعَهٗ اس کے ساتھ مِنْ اِلٰهٍ کوئی معبود ہی اِذًا لَّذَهَبَ اس وقت البتہ لے جاتا كُلُّ اِلٰهٍ ہر معبود بِمَا اس چیز کو جو خَلَقَ اس نے پیدا کی وَلَعَلَا اور البتہ چڑھائی کرتا بَعْضُهُمْ ان کا بعض عَلٰى بَعْضٍ بعض پر سُبْحٰنَ اللّٰهِ اللہ پاک ہے عَمَّا ان سے جو يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں عٰلِمِ الْغَيْبِ غیب جاننے والا ہے وَالشَّهَادَةِ اور حاضر کا فَتَعٰلٰى چنانچہ وہ برتر ہے عَمَّا اس سے جو يُشْرِكُوْنَ وہ شرک کرتے ہیں

ترجمہ:۔ نہ تو اللہ نے کوئی بیٹا بنایا ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہوجاتا اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتے۔ پاک ہے اللہ اُن باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں O وہ اللہ جسے تمام چھپی اور کھلی باتوں کا مکمل علم ہے۔ لہٰذا وہ ان کے شرک سے بہت بلند و بالا ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ نہ تو اللہ نے کوئی بیٹا بنایا ہے ۲۔ نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے

۳۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہوجاتا

۴۔ پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتے

۵۔ پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں

۶۔ وہ اللہ جسے تمام چھپی اور کھلی باتوں کا مکمل علم ہے

۷۔ لہٰذا وہ ان کے شرک سے بہت بلند و بالا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اکیلا ہے، تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ بیوی بچوں وغیرہ کا محتاج وہ ہوتا ہے جو کمزور ہوتا ہے۔ دنیا کی مخلوقات میں یہ سلسلہ جاری ہے کہ وہ کسی کا بیٹا یا بیٹی بنتے ہیں یا کسی کی ماں یا اس کے باپ بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی چیزوں کے محتاج نہیں ہیں۔ وہ ان ساری چیزوں سے بے نیاز ہیں۔ هُوَ الْغَنِيُّ وہ بے نیاز ہے۔ اسی حقیقت کو قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں بیان کیا گیا ہے اور یہاں بھی یہی حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ اللہ نے کوئی بیٹا نہیں بنایا ہے۔ مشرکین کا یہ عقیدہ تھا اور وہ یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۱۶ میں ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔ نہیں! بلکہ وہ پاک ہے۔ زمین اور آسمان کی تمام مخلوق اسی کی ملکیت میں ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۷۱ میں کہا گیا سُبْحٰنَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ وہ یعنی اللہ اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۶۸ میں یوں ہے قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ وہ کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے، سبحان اللہ، وہ تو کسی کا محتاج نہیں ہے۔ سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۴ میں اللہ تعالیٰ کو اولاد قرار دینے والوں کا واضح جواب دیا گیا لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ اولاد ہی کا ہوتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا، لیکن وہ تو پاک ہے۔

دوسری بات یہاں یہ بتلائی گئی کہ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا اور ایک سے سے زیادہ معبود ہوتے تو ہر

معبود اپنی اپنی مخلوق کو جدا جدا کرلیتا اور ہر ایک معبود دوسرے معبود پر چڑھائی کرلیتا۔ یہ حقیقت ہے کہ رب ذوالجلال کی الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس دنیا کے وجود سے پہلے بھی اللہ کا کوئی شریک نہیں تھا اور نہ ہی اس دنیا کے وجود کے بعد اس کا کوئی شریک ہے۔ اگر یہ بات فرض کرلی جائے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے تو ایسی صورت میں یہی حادثہ پیش آتا جس طرح کہ دنیا میں ہوتا ہے کہ کسی ملک کے دو بادشاہ ہوجاتے ہیں تو ہر بادشاہ اپنی اپنی رعایا کو سمیٹ لیتا ہے اور الگ کرلیتا ہے اسی طرح اگر اس دنیا کے دو معبود ہوتے تو ایسی صورت میں ہر معبود کی رعایا الگ الگ ہوجاتی۔ ایک معبود دوسرے معبود پر چڑھائی کرتا اور دونوں میں جھگڑا ہوتا اور اس جھگڑے کی وجہ سے دنیا کا یہ نظام درہم برہم ہوجاتا۔ لیکن تاریخ میں آج تک ایسا کوئی حادثہ پیش نہیں آیا بلکہ سورج اور چاند کا نظام، دن اور رات کا نظام برابر ہزاروں برسوں سے چل رہا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کائنات کا پالنہار صرف اور صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے اللہ رب العالمین۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ اللہ تعالیٰ کی طرف جتنی غلط باتوں کو منسوب کیا جارہا ہے اللہ تعالیٰ ان ساری باتوں سے بالکل پاک ہے۔ بغیر کسی ٹکراؤ اور تصادم کے اور بغیر کسی خلل اور جھول کے دنیا کے اس نظام کا قائم رہنا میرے رب کے تنہا ہونے اور اس کے غالب اور قوی ہونے کی علامت ہے۔ سورۃ الملک کی آیت نمبر ۳ میں کہا گیا: مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ اے دیکھنے والے! کیا تو رحمن کی تخلیق میں کچھ نقص دیکھتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ حاضر اور غائب دونوں کا علم رکھتا ہے۔ مخلوقات کے علم سے جو چیزیں غائب ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بھی باخبر ہے اور جو چیزیں مخلوقات کی نگاہوں کے سامنے ہیں ان سے بھی باخبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب والشہادہ ہونے سے متعلق یہ بات قرآنِ مجید کی دیگر آیات میں بھی موجود ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۷۳ میں کہا گیا: عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا۔ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۷۸ میں کہا گیا: اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا بھید اور ان کی سرگوشی سب معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ غیب کی تمام باتوں سے باخبر ہے سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۲۳ میں کہا گیا: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ زمینوں اور آسمانوں کا علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۹ میں کہا گیا: عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ظاہر و پوشیدہ کا وہ عالم ہے سب سے بڑا اور سب سے بلند و بالا۔

﴿درس نمبر ۱۴۰۷﴾ **اے پیغمبر! آپ یوں دعاء کیجئے** ﴿المؤمنون ۹۳۔ تا۔ ۹۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ۝ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ

نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قُلْ آپ کہہ دیجئے رَّبِّ اے میرے رب! اِمَّا تُرِيَنِّيْ اگر تو مجھے دکھلا دے مَا يُوْعَدُوْنَ جو وہ وعدہ دیئے جاتے ہیں رَبِّ اے میرے رب! فَلَا تَجْعَلْنِيْ پھر نہ کرنا مجھے فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالم لوگوں میں وَاِنَّا اور بلاشبہ ہم عَلٰٓى اَنْ اس پر کہ نُّرِيَكَ ہم آپ کو دکھلائیں مَا وہ جس کا نَعِدُهُمْ ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں لَقٰدِرُوْنَ البتہ قادر ہیں

ترجمہ:۔ (اے پیغمبر!) دعا کرو کہ: ''میرے پروردگار! جس عذاب کی دھمکی ان (کافروں) کو دی جارہی ہے، اگر آپ اُسے میری آنکھوں کے سامنے لے آئیں ○ تو اے میرے پروردگار! مجھے ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے گا'' ○ اور یقین جانو کہ ہم جس چیز کی انہیں دھمکی دے رہے ہیں، اُسے تمہاری آنکھوں کے سامنے لانے پر پوری طرح قادر ہیں۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! آپ یوں دعاء کیجئے کہ اے میرے پروردگار! جس عذاب کی دھمکی ان کافروں کو دی جارہی ہے

۲۔ اگر آپ اسے میری آنکھوں کے سامنے لے آئیں

۳۔ تو اے میرے پروردگار! مجھے ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے

۴۔ یقین جانو کہ ہم جس چیز کی انہیں دھمکی دے رہے ہیں اسے تمہاری آنکھوں کے سامنے لانے پر پوری طرح قادر ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کو یہ دعاء کرنے کی تلقین فرمارہے ہیں کہ اے میرے پروردگار! جس عذاب کی دھمکی ان کافروں کو دی جارہی ہے اگر یہ عذاب میری آنکھوں کے سامنے دیا جائے تو مجھے ان ظالم لوگوں کے ساتھ شمار نہ فرمائیے، اس لئے کہ اگر آپ مجھے بھی ظالم لوگوں میں شمار کریں گے تو اس عذاب میں میں بھی مبتلا ہو جاؤں گا۔

قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں کافروں پر عذاب بھیجے جانے کی وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ دنیا میں جب بھی کسی قوم پر عذاب آجاتا ہے تو اس قوم کے آس پاس جو لوگ ہوتے ہیں اس عذاب میں وہ بھی گرفتار ہو جاتے ہیں، جیسا کہ بخاری کی اس روایت سے اس بات کا علم ہوتا ہے۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو وہاں جو لوگ بھی موجود ہوں سب پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ پھر قیامت کے دن وہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا دستور یہ رہا ہے کہ جب قومیں نبیوں کو جھٹلاتی تھیں اور ان قوموں پر اس وقت عذاب آتا تھا تو انبیاء

کرام علیہم السلام اوران کی اتباع کرنے والوں کواس عذاب سے محفوظ کردیا جاتا تھا۔اس دستور کے باوجود اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کواس دعاء کی تلقین فرمائی کہ وہ یوں دعاء کریں کہ اے میرے رب! جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جارہا ہے اگر وہ آپ مجھے دکھادیں تو اے میرے رب! مجھے ان ظالموں میں شامل نہ فرمائیے۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے اللہ تعالیٰ ایک اہم اور خاص بات ارشاد فرما رہے ہیں کہ ہم اس بات پر ضرور قدرت رکھتے ہیں کہ ان سے جو عذاب کا وعدہ کررہے ہیں وہ آپ کو دکھلادیں۔ یہاں یہ بات جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ ہم آپ کی موجودگی میں انہیں عذاب میں مبتلا نہیں کریں گے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (الانفال ۳۳:) اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ کی موجودگی میں انہیں عذاب میں مبتلا نہیں کریں گے، یعنی ایسا عذاب نہیں بھیجیں گے جس سے یہ سب تباہ و برباد ہوجائیں۔ ہاں! کسی کسی پر بعض حالات میں عذاب آجائے وہ الگ بات ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کے وجودِ بابرکت کی وجہ سے عمومی عذاب نہیں آئے گا،لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کے رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ عذاب دینے پر قادر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے جس پر چاہے عذاب دے سکتا ہے، اس کے ارادے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

برائی کا بدلہ بھلائی سے دیجئے

﴿درس نمبر ۱۴۰۸﴾ ﴿المؤمنون ۹۶۔تا۔۹۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِدْفَعْ ٹالیے بِالَّتِيْ اس کے ساتھ کہ هِيَ اَحْسَنُ وہ اچھا ہے السَّيِّئَةَ برائی کو نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں بِمَا يَصِفُوْنَ اس کو جو وہ بیان کرتے ہیں وَقُلْ اور آپ کہیں رَّبِّ اے میرے رب! اَعُوْذُبِكَ میں تیری پناہ میں آتا ہوں مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ شیطانوں کے وسوسوں سے وَاَعُوْذُبِكَ اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں رَبِّ اے میرے رب! اَنْ يَّحْضُرُوْنِ کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں

ترجمہ:۔ (لیکن جب تک وہ وقت نہ آئے) تم برائی کا دفعیہ ایسے طریقے سے کرتے رہو جو بہترین ہو۔ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں، ہم خوب جانتے ہیں ۝ اور دعا کرو کہ: "اے میرے پروردگار! میں شیطان کے لگائے ہوئے چرکوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں ۝ اور میرے پروردگار! میں ان کے اپنے قریب آنے سے بھی آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔تم برائی کا دفعیہ ایسے طریقے سے کرتے رہو جو بہترین ہو

۲۔جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں

۳۔دعاء کرو کہ اے میرے پروردگار! میں شیطان کے لگائے ہوئے چرکوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں

۴۔میرے پروردگار! میں ان کے اپنے قریب آنے سے بھی آپ کی پناہ مانگتا ہوں

لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے یا برائی کرنے کے اعتبار سے دنیا میں چار قسم کے لوگ ہیں:

(۱) بھلائی کرنے والوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں (۲) بھلائی کرنے والوں کے ساتھ برائی کرتے ہیں (۳) برائی کرنے والوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں (۴) برائی کرنے والوں کے ساتھ برائی کرتے ہیں۔

جو لوگ بھلائی کرنے والوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں یہ اچھے لوگ ہیں۔کسی نے ان کی ضرورت کے وقت مدد کی تو انہوں نے بھی ان کی ضرورت کی وقت مدد کردی۔ظاہر ہے کہ یہ اچھا کام ہے۔جو لوگ برائی کرنے والوں کے ساتھ برائی کرتے ہیں،یعنی اگر کسی نے ان کو گالی دی تو انہوں نے بھی ان کو گالی دے دی،یعنی برائی کا بدلہ برائی سے دے دیا۔چونکہ انتقام کی اجازت ہے اس لئے یہ اتنا بُرا کام نہیں ہے۔جو لوگ بھلائی کرنے والوں کے ساتھ برائی کرتے ہیں یہ روئے زمین کے نالائق اور خبیث لوگ ہیں کہ جن کے برتن میں کھایا تھا انہی کے برتن میں چھید ڈال دیا۔ایک اچھا اور سچا انسان ایسی گندی حرکت کبھی نہیں کرسکتا۔ایسا شخص بد اخلاق ہے جس کی سماج میں کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

اصل کمال تو یہ ہے کہ برائی کرنے والوں کے ساتھ بھلائی کی جائے۔جس نے آپ کے پیروں تلے کانٹے بچھا دیئے،آپ نے اس کو دعاؤں کی سوغات پیش کردی۔جس نے گالی دی اس کے ساتھ آپ نے مسکرا کر بات کی اور اس کو کوئی ہدیہ پیش کر دیا۔انسان اسی صفت میں کھڑا ہو جائے کہ وہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے لگ جائے۔ رسولِ رحمت ﷺ کو اللہ تعالیٰ یہی حکم دے رہے ہیں کہ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ تم برائی کا بدلہ ایسے طریقے سے کرتے رہو جو بہترین ہو۔رسولِ رحمت ﷺ سے یہ کہا جا رہا ہے کہ برائی کا سامنا بھلائی سے کیجئے۔یہ کفار و مشرکین آپ کو اذیتیں پہنچاتے ہیں۔آپ ان ایذاؤں پر صبر و تحمل کا معاملہ کیجئے اور ان کو معاف کر دیجئے اور ان کی بُری باتوں کا جواب اپنی اچھی باتوں سے دیجئے۔ہمیں معلوم ہے یہ مشرکین کیا کیا گُل کھلا رہے ہیں؟ وہ شرک بھی کر رہے ہیں اور جھٹلا رہے ہیں ہمیں معلوم ہے،مگر آپ اپنے کریمانہ اخلاق پر فائز رہیئے۔

سورۂ فصّلت کی آیت نمبر ۳۴ اور ۳۵ میں برائی کا بدلہ بھلائی کے ساتھ دینے کا بہترین نتیجہ بتلایا گیا ہے کہ اگر برائی کا بدلہ بھلائی سے دو گے تو وہ شخص جس سے آپ کی دشمنی ہے وہ دشمنی گہری دوستی میں تبدیل ہو جائے گی اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○ وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ج

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ اور بھلائی اور بُرائی برابر نہیں ہوسکتی تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے O اور یہ بات انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور انہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحبِ نصیب ہیں۔ جن کے اندر یہ اونچی صفت آ جاتی ہے انہیں جان لینا چاہئے کہ ایسی صفت بڑی قسمت اور صاحبِ نصیب افراد ہی میں آ سکتی ہے۔ اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ کو یہ ہدایت دی جا رہی ہے کہ آپ شیطانی چرکوں یعنی وسوسوں سے پناہ مانگیں اور اس بات سے بھی پناہ مانگیں کہ وہ شیاطین آپ کے پاس حاضر ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگئے اور اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے حفاظت مانگئے اور برائیوں، گناہوں اور اللہ کے حکموں کی خلاف ورزی سے متعلق جتنے شیطانی وسوسے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام وسوسوں سے آپ کو محفوظ رکھے۔ یہ بھی مانگئے اپنے پروردگار سے کہ میرے کسی بھی معاملہ میں شیطان حاضر نہ ہو۔ وہ مجھ سے قریب نہ ہو اور وہ دور ہی رہے۔ چونکہ انسان کے مختلف کاموں میں شیطان کے وسوسے حائل ہوتے ہیں، اس لئے ہر کام کے وقت اللہ کے ذکر کی تلقین کی گئی ہے۔ کھانے، پینے، سونے جاگنے، جماع کرنے اور ذبح کرنے وغیرہ مواقع پر اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

جب موت آ کھڑی ہوگی

﴿درس نمبر ۱۴۰۹﴾ ﴿المؤمنون ۹۹۔تا۔۱۰۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ O لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ O فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ یہاں تک کہ جب آ جائے گی اَحَدَهُمُ ان میں سے ایک کو الْمَوْتُ موت قَالَ وہ کہے گا رَبِّ اے میرے رب! ارْجِعُوْنِ مجھے واپس لوٹا دے لَعَلِّيْٓ تا کہ میں اَعْمَلُ صَالِحًا صالح عمل کرلوں فِيْمَا اس میں جسے تَرَكْتُ میں چھوڑ آیا كَلَّا ہرگز نہیں اِنَّهَا بے شک یہ كَلِمَةٌ ایک بات ہوگی هُوَ قَآئِلُهَا وہ اسے کہنے والا ہوگا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ اور ان کے آگے بَرْزَخٌ ایک پردہ ہے اِلٰى يَوْمِ اس دن تک يُبْعَثُوْنَ کہ وہ دوبارہ اُٹھائے جائیں گے فَاِذَا پھر جب نُفِخَ پھونکا جائے گا فِي الصُّوْرِ صور میں فَلَآ اَنْسَابَ تو نہ قرابت داریاں رہیں گی بَيْنَهُمْ ان کے درمیان يَوْمَئِذٍ اس دن وَّلَا اور نہ يَتَسَآءَلُوْنَ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آ کھڑی ہوگی تو وہ کہے گا کہ: ''میرے پروردگار! مجھے واپس بھیج دیجئے O تا کہ جس دنیا کو چھوڑ آیا ہوں، اس میں جا کر نیک عمل کروں۔'' یہ تو ایک بات ہی بات ہے جو وہ زبان سے کہہ رہا ہے اور ان (مرنے والوں) کے سامنے عالم برزخ کی آڑ ہے جو اس وقت تک قائم رہے گی جب تک ان کو دوبارہ زندہ کر کے اُٹھایا نہ جائے گا O پھر جب صور پھونکا جائے تو اس دن نہ ان کے درمیان رشتے ناتے باقی رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آ کھڑی ہوگی تو وہ کہے گا

۲۔ میرے پروردگار! مجھے واپس بھیج دیجئے

۳۔ تا کہ جس دنیا کو چھوڑ آیا ہوں اس میں جا کر نیک عمل کروں

۴۔ یہ تو ایک بات ہی بات ہے جو وہ زبان سے کہہ رہا ہے

۵۔ ان مرنے والوں کے سامنے عالمِ برزخ کی آڑ ہے

۶۔ جو آڑ اس وقت تک قائم رہے گی جب تک ان کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا نہ جائے گا

۷۔ پھر جب صور پھونکا جائے تو اس دن نہ ان کے درمیان رشتے ناطے باقی رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا

یہاں اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت ہونے والی کافروں کی حالت کی منظر کشی کی ہے کہ ان کافروں میں سے کسی پر موت کا وقت آتا ہے تو ان کی حالت ہی بدل جاتی ہے۔ زندگی بھر کفر کرتے رہے، شرک پر مرمٹتے رہے، باطل سے چمٹتے رہے، دینِ اسلام سے نفرت کرتے رہے اور نیک اعمال سے بالکل ہی دور رہے، مگر جب موت آ گئی تو اس بات کی تمنا کرنے لگے کہ انہیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تا کہ وہ نیک اعمال اختیار کریں۔ لیکن تیر کمان سے نکل جانے کے بعد پچھتانے سے کچھ ہونے والا نہیں، ان کافروں کی یہ درخواست قبول نہیں کی جائے گی اور ان کی پکار نہیں سنی جائے گی۔ ان کافروں کی یہ درخواست صرف قول کی حد تک ہی رہے گی، اس پر عمل آوری ناممکن ہوگی۔ سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۱۲ میں بھی کافروں کی اس درخواست کو یوں بیان کیا گیا ہے وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ اور (تم تعجب کرو) جب دیکھو کہ گنہگار اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے کہ نیک عمل کریں (بیشک) ہم یقین کرنے والے ہیں۔ سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر ۴۴ میں بھی اس بات کا ذکر ہے کہ مجرمین اپنے پروردگار سے اسی طرح کی بات کہیں گے وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ط

اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ اورلوگوں کواس دن سے آگاہ کردو جب اُن پر عذاب آجائے گا تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی سی مہلت عطا کرتا کہ ہم تیری دعوتِ (توحید) قبول کریں اور (تیرے) پیغمبروں کے پیچھے چلیں (تو جواب ملے گا کہ) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تم کو (اس حال سے جس میں تم ہو) زوال (اور قیامت کو حسابِ اعمال) نہیں ہوگا۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۵۳ میں بھی یہی مضمون اس طرح ہے اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ یا یہ کہ ہم دوبارہ دنیا میں لوٹا دیئے جائیں، پس ہم وہ عمل کریں گے جو ہم نہیں کرتے تھے۔ سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۴۴ میں ان ظالموں کے بارے میں بتلایا گیا کہ جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو کیا کہیں گے؟ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کیا لوٹ کر جانے کا کوئی راستہ ہے؟ سورۂ منافقون کی آیت نمبر ۱۰ میں بھی اسی قسم کا مضمون یوں ہے وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ اور جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس (وقت) سے پیشتر خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے تو (اس وقت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دی؟ تا کہ میں خیرات کرلیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں، فاسقوں، مجرموں اور کافروں کی اس تمنا اور آرزو کا جواب یہ دیا کہ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا یہ تو ایک بات ہی بات ہے جو وہ اپنی زبان سے کہہ رہا ہے۔ یعنی یہ مجرم جو درخواست کریں گے ہم ان کی اس درخواست کو قبول نہیں کریں گے اور ان کے دوبارہ دنیا میں لوٹائے جانے کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہوگا اور اگر یہ مجرم دوبارہ دنیا میں لوٹائے جائیں گے تو وہ نیک عمل نہیں کریں گے بلکہ جن کاموں سے انہیں روکا گیا وہی کام دوبارہ کریں گے، جیسا کہ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۲۸ میں کہا گیا: وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ اور اگر انہیں دوبارہ دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو وہ وہی کام کریں گے جن کاموں سے انہیں روکا گیا۔

انسان کے مرنے کے بعد سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک جو مدت ہے اس مدت کو عالمِ برزخ کہتے ہیں۔ ایک ہے عالمِ دنیا جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اور دوسرے ہے عالَمِ برزخ جو مرنے کے بعد سے قیامت تک زندگی گزرتی ہے اور تیسرے ہے عالمِ آخرت جو قیامت کے قائم ہونے سے شروع ہوتی ہے، پھر فیصلہ ہوتا ہے اور آدمی یا تو جنت میں ہوتا ہے یا دوزخ میں یا اعراف میں۔ اسی عالمِ برزخ کا ذکر اس آیت میں کیا گیا کہ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ان مرنے والوں کے سامنے عالمِ برزخ کی آڑ ہے جو آڑ اس وقت تک رہے گی جب تک ان کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا نہ جائے گا۔

جوشخص بھی انتقال کر جاتا ہے وہ برزخ میں داخل ہو جاتا ہے یا اس کی زندگی کو قبر کی زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہاں موت کے بعد عالم برزخ کا ذکر ہے اور سورۂ جاثیہ کی آیت نمبر ۱۰ میں مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ کہا گیا کہ ان کے بعد دوزخ ہے اور سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۱۷ میں وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ کہا گیا کہ ان کے بعد سخت عذاب ہے۔ عالمِ برزخ میں قیامت کے قائم ہونے تک مجرموں کو عذاب رہے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ فَلَا يَزَالُ مُعَذَّبًا فِيْهَا کہ عالمِ برزخ میں وہ عذاب میں مبتلا رہے گا۔

قیامت کے دن جب صور پھونک دیا جائے گا تو نفسا نفسی کا یہ عالم ہوگا کہ دنیا میں جو حسب نسب کی مضبوط رشتہ داریاں تھیں وہ سب کھوکھلی ہو جائیں گی اور وہاں کوئی نسب باقی نہیں رہے گا۔ جس طرح دنیا میں ایک دوسرے کے احوال وغیرہ پوچھے جاتے تھے اور ان احوال کی بنیاد پر جو ہمدردیاں کی جاتی تھیں قیامت کے دن یہ سلسلہ باقی نہیں رہے گا۔ کوئی ایک دوسرے سے سوال بھی نہیں کریں گے، سب کو اپنی پڑی ہوگی بلکہ سارے رشتہ دار ایک دوسرے سے بھاگیں گے۔ سورۂ عبس کی آیت نمبر ۳۴ تا ۳۷ میں یہی منظر کشی کی گئی يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ O وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ O وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ O لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ جس روز آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا، ان میں ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور کسی کی طرف متوجہ ہونے نہیں دے گا۔

﴿درس نمبر ۱۴۱۰﴾ جن کے پلڑے بھاری یا ہلکے ہوں گے ﴿المؤمنون ۱۰۲۔۱۰۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَمَنْ چنانچہ وہ شخص کہ ثَقُلَتْ بھاری ہوگئے مَوَازِيْنُهٗ اس کے پلڑے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ تو وہی لوگ الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانے والے ہیں وَمَنْ اور وہ شخص کہ خَفَّتْ ہلکے ہوگئے مَوَازِيْنُهٗ اس کے پلڑے فَاُولٰٓئِكَ تو وہی لوگ ہیں الَّذِيْنَ جنہوں نے خَسِرُوْٓا خسارے میں رکھا أَنْفُسَهُمْ اپنے آپ کو فِيْ جَهَنَّمَ خَالِدُوْنَ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے

ترجمہ:۔ اس وقت جن کے پلڑے بھاری نکلے، تو وہی ہوں گے جو فلاح پائیں گے O اور جن کے پلڑے ہلکے پڑ گئے، تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے لئے گھاٹے کا سودا کیا تھا، وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی ہوں گے جو کامیابی پائیں گے

۲۔جن کے پلڑے ہلکے پڑ گئے تو یہی وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے لئے گھاٹے کا سودا کیا تھا

۳۔وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

قیامت کے دن کا اہم ترین مرحلہ وہ ہے جہاں ساری انسانیت کے اعمال واقوال کا حساب کتاب ہوگا اور اس حساب کیلئے میزانِ عدل قائم کی جائے گی۔جس طرح دنیا میں ترکاریاں،میوے، غلے اور سونے چاندی تولے جاتے ہیں اسی طرح قیامت کے دن بندوں کے اعمال تولے جائیں گے۔سورۃ انبیاء کی آیت نمبر ۴۷ میں میزانِ عدل کے بارے میں یوں کہا گیا : وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ اور ہم قیامت کے دن ایسی ترازویں لا رکھیں گے جو سراپا انصاف ہوں گی، چنانچہ کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا اور اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے سامنے لے آئیں گے اور حساب لینے کیلئے ہم کافی ہیں۔

یہاں اس میزان یعنی ترازو کے پلڑوں کے بھاری یا ہلکے ہونے کا تذکرہ کیا گیا اور جن کے پلڑے بھاری ہوں گے ان کا اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے ان کا انجام بھی بتلایا گیا۔سب سے پہلے ان خوش نصیب لوگوں کا تذکرہ کیا گیا جن کے پلڑے بھاری ہوں گے یعنی جن کے نیک اعمال بکثرت ہوں گے اور ان نیک اعمال کو جب تولا جائے گا تو ان کی نیکیوں والا پلڑا بھاری اور وزنی ہوجائے گا اور جنکا پلڑا بھاری ہوگا وہی لوگ قیامت کے دن کامیاب ہوں گے۔جن بدنصیب لوگوں کا پلڑا ہلکا ہوگا یہی وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان اور خسارہ میں ڈالا تھا۔جن کی نیکیاں ان کی برائیوں پر غالب آ گئیں سمجھ جائیے کہ ان کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگیا۔وہ اپنے مطلوب اور مقصود کو پانے میں کامیاب ہوگئے اور وہ دوزخ سے نجات پا گئے اور جنت میں داخل ہونے کے مستحق ہوگئے۔جن کی برائیاں ان کی نیکیوں پر غالب آ گئیں، پس یہ تو وہی ہیں جو خسارہ میں پڑ گئے اور ہلاک ہوگئے اور مومنوں کی اس خصوصی منزل اور مرتبہ کو پانے سے محروم رہ گئے۔ایسے محروم لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ دوزخ کے باسی ہوں گے جس دوزخ میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

میزانِ عدل کے سلسلہ میں قرآنِ مجید کی دیگر آیات میں تذکرہ موجود ہے۔سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۸ میں کہا گیا وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۨ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور اس روز وزن بھی واقع ہوگا، پھر جن کا پلڑا بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔سورۃ الکھف کی آیت نمبر ۱۰۵ میں کافروں کے بارے میں کہا گیا کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے مالک کی آیتوں کا اور اُس کے سامنے پیش ہونے کا انکار کیا،

اس لئے ان کا سارا کیا دھرا غارت ہو گیا، چنانچہ قیامت کے دن ہم اُن کا کوئی وزن شمار نہیں کریں گے۔ سورۃ القارعہ کی آیت نمبر ۶ تا ۱۱ میں کہا گیا : فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ O فَهُوَ فِيۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ O وَاَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ O فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ O وَمَاۤ اَدۡرٰكَ مَا هِيَهۡ O نَارٌ حَامِيَةٌ تو جس کے (اعمال کے) وزن بھاری نکلیں گے O وہ دلپسند عیش میں ہوگا O اور جس کے وزن ہلکے نکلیں گے O اس کا مرجع ہاویہ ہے O اور تم کیا سمجھے کہ ہاویہ کیا ہے؟ O (وہ) دہکتی ہوئی آگ ہے۔

آگ ان کے چہروں کو جھلس ڈالے گی

﴿درس نمبر ۱۴۱۱﴾ ﴿المؤمنون ۱۰۴۔تا۔۱۰۸﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تَلۡفَحُ وُجُوۡهَهُمُ النَّارُ وَهُمۡ فِيۡهَا كٰلِحُوۡنَ O اَلَمۡ تَكُنۡ اٰيٰتِىۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ فَكُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ O قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَيۡنَا شِقۡوَتُنَا وَكُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّيۡنَ O رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ O قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ تَلۡفَحُ جھلسا دے گی وُجُوۡهَهُمُ النَّارُ ان کے چہروں کو آگ وَهُمۡ اور وہ فِيۡهَا اس میں كٰلِحُوۡنَ بدشکل ہوں گے اَلَمۡ کیا نہیں تَكُنۡ تھیں اٰيٰتِىۡ میری آیتیں تُتۡلٰى تلاوت کی جاتیں عَلَيۡكُمۡ تم پر فَكُنۡتُمۡ تو تم تھے بِهَا ان کو تُكَذِّبُوۡنَ جھٹلاتے؟ قَالُوۡا وہ کہیں گے رَبَّنَا اے ہمارے رب غَلَبَتۡ غالب آ گئی عَلَيۡنَا ہم پر شِقۡوَتُنَا ہماری بدبختی وَكُنَّا اور ہم تھے قَوۡمًا لوگ ضَآلِّيۡنَ گمراہ رَبَّنَا اے ہمارے رب! اَخۡرِجۡنَا تو ہمیں نکال مِنۡهَا اس سے فَاِنۡ پھر اگر عُدۡنَا ہم دوبارہ کریں فَاِنَّا تو بلاشبہ ہم ظٰلِمُوۡنَ ظالم ہیں قَالَ وہ کہے گا اخۡسَـُٔوۡا ذلیل وخوار پڑے رہو فِيۡهَا اس میں وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ اور کلام مت کرو مجھ سے

ترجمہ:۔ آگ اُن کے چہروں کو جھلس ڈالے گی اور اُس میں اُن کی صورتیں بگڑ جائیں گی O (ان سے کہا جائے گا کہ:) کیا میری آیتیں تمہیں پڑھکر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ اور تم اُن کو جھٹلایا کرتے تھے۔'' O وہ کہیں گے : ''ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری بدبختی چھا گئی تھی اور ہم گمراہ لوگ تھے O ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے باہر نکال دیجئے، پھر اگر ہم دوبارہ وہی کام کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے۔'' O اللہ فرمائے گا : ''اسی (دوزخ) میں ذلیل ہو کر پڑے رہو اور مجھ سے بات بھی نہ کرو۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آگ ان کے چہروں کو جھلس ڈالے گی
۲۔ اس جہنم میں ان کی صورتیں بگڑ جائیں گی
۳۔ ان دوزخیوں سے کہا جائے گا کہ کیا میری آیتیں تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟

۴۔تم ان آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے

۵۔وہ جہنمی کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری بدبختی چھا گئی تھی اور ہم گمراہ تھے

۶۔ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے باہر نکال دیجئے

۷۔پھر اگر ہم دوبارہ وہی کام کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے

۸۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا :اسی دوزخ میں ذلیل ہو کر پڑے رہو ۹۔مجھ سے بات بھی نہ کرو

پچھلی آیت میں ان بدبخت لوگوں کا تذکرہ کیا گیا جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال دیا اور جب یہ لوگ رب ذوالجلال کے پاس پہنچیں گے اور انہیں ان کے شرک و کفر کی وجہ سے دوزخ میں ڈال جائے گا تو دوزخ کی آگ ان دوزخیوں کے چہروں کو جھلس کر رکھ دے گی اور اس آگ کے جھلسنے کی وجہ سے ان دوزخیوں کے چہرے بگڑ جائیں گے۔دوزخ کی یہ آگ ان دوزخیوں کے چہروں کو بھسم کردے گی اور ان کی کھالوں اور گوشت کو یہ آگ کھا جائے گی۔سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر ۵۰ میں کہا گیا وَّتَغْشٰی وُجُوْهَهُمُ النَّارُ کہ آگ ان کے چہروں کو ڈھانپ لے گی۔یعنی پوری طرح ان دوزخیوں کے چہروں کو آگ گھیر لے گی۔سورۃ انبیاء کی آیت نمبر ۳۹ میں کہا گیا :لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ کاش!ان کافروں کو اُس وقت کی کچھ خبر لگ جاتی جب یہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو دُور کرسکیں گے اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ ان کو کوئی مدد میسر آئے گی۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ کے سلسلہ میں کہ آگ کے شعلے اس طرح ان کے چہروں کو جھلس دیں گے کہ ان کا گوشت ان کی پیٹھوں پر بہہ رہا ہوگا۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهَ۔اس آگ کی تپش سے ان کے چہروں کی ہیئت ہی بگڑ جائے گی۔ان کے ہونٹ ان کے دانتوں سے دور ہوجائیں گے،اس طرح ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔

ان کافروں اور مجرموں سے ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے یہ سوال بھی کیا جائے گا کہ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ کہ کیا تمہارے سامنے قرآنِ مجید کی آیتیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور اپنے شبہات کو دور کرلو،مگر تم ہو کہ ان آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے اور ان آیتوں سے منہ موڑتے تھے۔سورۃ الملک کی آیت نمبر ۶۷ میں بھی اسی قسم کے سوال کی منظر کشی یوں کی گئی ہے كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ O قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ جب اس میں ان کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا تھا؟O وہ کہیں گے کہ کیوں نہیں!

ضرور ہمارے پاس ہدایت کرنے والا آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی تم تو بڑی غلطی میں (پڑے ہوئے) ہو۔ سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۷۱ میں بھی واضح انداز میں اس منظر کو یوں بتلایا گیا ہے وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ اور کافروں کو گروہ گروہ بنا کر جہنم کی طرف لے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم کو تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے؟ کہیں گے کیوں نہیں! لیکن کافروں کے حق میں عذاب کا حکم متحقق ہو چکا تھا۔

جب ان مجرمین سے یہ پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارے سامنے ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ تو یہ مجرمین جواب میں یوں کہیں گے کہ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ کہیں گے کہ ہم پر ہماری کم بختی چھا گئی تھی اور ہم گمراہ تھے۔ یعنی اس وقت ہمارے اوپر ہماری نفسانی خواہشات اور نفسانی لذتیں غالب آ گئی تھیں اور حالت یہ ہو گئی کہ ہم اس بُرے انجام تک پہنچ گئے اور ہم ہدایت اور حق والے راستہ سے دور ہو گئے۔

پھر یہ مجرمین اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کریں گے کہ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس دوزخ سے نکال دیجئے اور ہمیں دنیا کی طرف دوبارہ بھیج دیجئے، پھر اگر ہم نے وہی غلطی کی جو ہم کر آئے ہیں تو ہم یقیناً ظالم شمار ہوں گے اور سزا کے مستحق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان مجرموں کو یہ جواب ملے گا کہ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ اس دوزخ میں پڑے رہو، ذلت اور رسوائی کے ساتھ اور تم لوگ بات ہی مت کرو بلکہ خاموش رہو۔

﴿درس نمبر ۱۴۱۲﴾ تم نے ایمان والوں کا مذاق اڑایا تھا ﴿المؤمنون: ۱۰۹ تا ۱۱۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّهٗ بے شک كَانَ فَرِيْقٌ ایک فریق تھا مِنْ عِبَادِيْ میرے بندوں میں سے يَقُوْلُوْنَ وہ

کہتے تھے رَبَّنَا اے ہمارے رب! آمَنَّا ہم ایمان لائے فَاغْفِرْ لَنَا لہٰذا تو ہمیں بخش دے وَارْحَمْنَا اور ہم پر رحم فرما وَأَنْتَ اور تو خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ توتم کرتے تھے ان سے سِخْرِيًّا مذاق حَتّٰى یہاں تک کہ أَنْسَوْكُمْ انہوں نے تمہیں بھلادیا تھا ذِكْرِيْ میرا ذکر وَكُنْتُمْ اور تم تھے مِنْهُمْ ان سے تَضْحَكُوْنَ ہنسا کرتے إِنِّيْ بلاشبہ میں نے جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ آج انہیں جزادی ہے بِمَا بوجہ اس کے جو صَبَرُوْا انہوں نے صبر کیا أَنَّهُمْ کہ بیشک هُمُ وہی لوگ الْفَآئِزُوْنَ کامیاب ہیں۔

ترجمہ:۔ میرے بندوں میں سے ایک جماعت یہ دعا کرتی تھی کہ: ''اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے ہیں، پس ہمیں بخش دیجئے اور ہم پر رحم فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے ہیں O توتم نے ان لوگوں کا مذاق بنایا تھا۔ یہاں تک کہ ان ہی (کے ساتھ چھیڑ چھاڑ) نے تمہیں میری یاد تک سے غافل کردیا، اور تم اُن کی ہنسی اُڑاتے رہے O انہوں نے جس طرح صبر سے کام لیا تھا، آج میں نے اُنہیں اس کا یہ بدلہ دیا ہے کہ انہوں نے اپنی مراد پالی ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ میرے بندوں میں سے ایک جماعت یہ دعاء کرتی تھی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے ہیں، پس ہمیں بخش دیجئے اور ہم پر رحم فرمائیے۔

۲۔ آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے ہیں

۳۔ تم نے ان لوگوں کا مذاق بنایا تھا

۴۔ یہاں تک کہ ان ہی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نے تمہیں میری یاد سے غافل کردیا

۵۔ تم ان کی ہنسی اڑاتے رہے

۶۔ انہوں نے جس طرح صبر سے کام لیا آج میں نے انہیں اس کا یہ بدلہ دیا ہے کہ انہوں نے اپنی مراد پالی ہے

پچھلی آیتوں میں ان مجرمین کا تذکرہ تھا جو اس بات کی درخواست اللہ تعالیٰ سے کریں گے کہ ہم کو دنیا کی طرف لوٹا دیجئے، اگر ہم دوبارہ یہی جرم کریں گے تو ہم ظالم شمار ہوں گے۔ ان مجرموں کی اس درخواست کا جواب اللہ تعالیٰ یہ دیں گے کہ ذلیل ہو کر اسی دوزخ میں پڑے رہو اور خاموش رہو اور ہم سے بات بھی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ان مجرموں سے یہ بھی کہیں گے کہ میرے بندوں میں کی ایک جماعت تھی جس جماعت کے نیک بخت افراد یہ کہتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے۔ آپ ہماری مغفرت فرمادیجئے اور ہم پر رحم فرمادیجئے اور آپ بہترین رحم کرنے والے ہیں۔ یعنی یہ لوگ دل کی گہرائی سے یہ کہا کرتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے آپ کے رب ہونے کی اور آپ کے رسولوں کے رسول ہونے کی تصدیق کی اور وہ جو پیغام لے کر آپ کے پاس سے آئے تھے

ہم نے اس پیغام کی بھی تصدیق کی، پس اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو چھپا دیجئے اور ہماری اس کمزوری پر ہم پر رحم فرما دیجئے اور آپ تو تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں۔

جب مومنوں کی یہ جماعت یہ پاکیزہ کلمات کہتی تھی تو اے مجرمو! تمہارا حال یہ تھا کہ تم ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ وہ جب ہمیں پکارتے تھے اور ہمارے سامنے گڑگڑاتے تھے تو تم ان لوگوں کو حقیر سمجھ کر ان کا تمسخر کرتے تھے اور ان لوگوں پر تم ہنستے تھے اور ان نیک بخت لوگوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی مصروفیت نے تم کو میری یاد سے غافل کر دیا تھا اور تم ان پر ہنستے تھے۔ سورۃ المطففین کی آیت نمبر ۲۹ اور ۳۰ میں بھی ان مجرموں کے اس بُرے عمل کی وضاحت یوں کی گئی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ ۝ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ جو گنہگار (یعنی کفار) ہیں وہ (دنیا میں) مومنوں سے ہنسی کیا کرتے تھے ۝ اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے اشارے کرتے۔

اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ ان مجرموں کے سامنے ان نیک بختوں سے متعلق یوں سنائیں گے اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ سن لو اے مجرمو! جو کچھ تم نے ان ایمان والوں کو اذیتیں پہنچائیں اور تکلیفیں دیں اور طعنے دیئے اور تمہاری ان اذیتوں اور تکلیفوں کو ان نیک لوگوں نے برداشت کیا اور صبر سے کام لیا آج میں ان صبر کرنے والوں کو بہترین بدلہ عطا کروں گا اور یہ بات بھی سن لو کہ یہی لوگ آج کامیابی سے ہمکنار ہونے والے ہیں۔ آج انہیں سلامتی نصیب ہوگی، یہ ہمیشہ رہنے والی جنت میں رہیں گے، دوزخ سے نجات کا پروانہ انہیں ملے گا اور نقشہ بدل جائے گا۔ اے مجرمو! تم دنیا میں ان ایمان والوں پر ہنستے تھے اور آج نقشہ پلٹ جائے گا فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ (المطففین ۳۴:) پس آج کے دن ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے۔ اس طرح ان مجرموں کا سارا نشہ ہی اُتر جائے گا اور ذلت اور رسوائی ان پر چھا جائے گی۔

تم زمین میں گنتی کے کتنے سال رہے؟

﴿درس نمبر ۱۴۱۳﴾ ﴿المؤمنون :۱۱۲۔تا۔۱۱۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ ۝ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّیْنَ ۝ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔ قَالَ وہ (اللہ) کہے گا كَمْ لَبِثْتُمْ کتنا (عرصہ) تم ٹھہرے فِی الْاَرْضِ زمین میں عَدَدَ سِنِیْنَ برسوں کی گنتی (کے اعتبار سے) ۝ قَالُوْا وہ کہیں گے لَبِثْنَا ہم ٹھہرے یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ فَسْـَٔلِ چنانچہ تو پوچھ لے الْعَآدِّیْنَ گننے والوں سے ۝ قٰلَ وہ (اللہ) کہے گا اِنْ لَّبِثْتُمْ تم

نہیں ٹھہرے اِلَّا مگر قَلِيْلًا تھوڑا سا وقت لَّوْ کاش! اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ بے شک تم جانتے ہوتے۔

ترجمہ:۔ (پھر) اللہ (ان دوزخیوں سے) فرمائے گا: ''تم زمین میں گنتی کے کتنے سال رہے؟''O وہ کہیں گے کہ: ''ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے ہوں گے۔ (ہمیں پوری طرح یاد نہیں) اس لئے جنہوں نے (وقت کی) گنتی کی ہو اُن سے پوچھ لیجئے۔''O اللہ فرمائے گا: ''تم تھوڑی مدت سے زیادہ نہیں رہے۔ کیا خوب ہوتا اگر یہ بات تم نے (اُس وقت) سمجھ لی ہوتی!

تشریح:۔ ان آیتوں میں اللہ تبارک وتعالی دوزخیوں کے احوال بیان کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ جب جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائیگا اور یہ دوزخی اپنے اپنے کئے کی سزا جہنم میں پارہے ہونگے اس وقت اللہ تبارک وتعالی ان جہنمیوں سے کہیگا کہ بھلا مجھے بتاؤ کہ تم اس دنیا میں جہاں تمہیں ہدایت کی طرف بلایا جاتا رہا اور تم اپنی خواہشات کی خاطر اسکا انکار کرتے رہے اور اس قبر میں جہاں تم یہ سب چھوڑ کر چلے گئے کتنے عرصہ تک رہے ہو؟ کیا تم بتلا سکتے ہو کہ دنیا کی زندگی اور قبر کی مدت کل ملا کر کتنے عرصہ کی تھی؟ قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ اس سوال کے جواب میں سارے جہنمی اس دردناک عذاب کی شدت کو دیکھ کر کہنے لگیں گے کہ یہاں کا ایک پل بھی صدیوں کے برابر ہے اور ہم وہاں بس ایک یا دو دن رہے ہوں گے، ہمیں اسکی مدت کا یقینی علم تو نہیں، بہتر ہے کہ آپ اعداد وشمار کرنے والوں یعنی فرشتوں سے پوچھ لیجئے آپ کو درست جواب مل جائے گا قَالُوا لَبِثْنَا يَوْماً أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَادِّيْنَ انکی اس بات پر اللہ تبارک وتعالی فرمائیگا کہ تم لوگ تو اس دنیا میں ایک یا آدھا دن نہیں بلکہ اس سے بھی بہت کم وقت تم نے وہاں گزارا ہے، اگر تم لوگ اس بات کو دنیا میں جان لیتے کہ ہمیں یہاں بس تھوڑا ہی وقت گزارنا ہے اور پھر اس تھوڑے سے وقت کے لئے میری اطاعت وبندگی کر لیتے تو پھر آج تمہیں یہاں ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنا نہ پڑتا مگر سچ تو یہ ہے کہ تم نے وہاں دنیا میں یہ سوچ لیا تھا کہ یہی تمہاری حقیقی جگہ ہے اور یہیں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے قَالَ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيْلاً لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حضرت ایفع بن عبد الکلاعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تبارک وتعالی جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل کر چکا ہوگا تو جنتیوں سے سوال کریگا کہ اے جنتیو! ذرا مجھے بتاؤ تو کہ تم دنیا میں کتنا وقت گزار کر آئے ہو؟ جنتی کہیں گے کہ ہم تو وہاں ایک یا آدھے دن کی مقدار گزار کر آئے ہیں، اس پر اللہ تعالی فرمائیگا کہ ایک یا آدھے دن کی اجرت تمہیں جو ملی ہے وہ کیا ہی عمدہ اجرت ہے اور وہ ہے میری رضا، رحمت اور میری جنت۔ لہٰذا تم لوگ اس جنت میں اب ہمیشہ کے لئے رہو، اسکے بعد اللہ تبارک وتعالی دوزخیوں کی طرف متوجہ ہوگا اور فرمائیگا کہ ہاں! اب تم لوگ بتاؤ کہ تم دنیا میں کتنا وقت گزار کر آئے ہو؟ وہ بھی کہیں گے کہ ایک یا آدھے دن ہم وہاں گزار کر آئے ہیں، پھر اللہ تعالی فرمائیگا کہ پھر تو ایک یا

آدھے کی جو اجرت تم نے حاصل کی ہے وہ کیا ہی بری اور رسوا کن ہے اور وہ ہے میری ناراضگی، اور جہنم؟ لہٰذا اب اس جہنم میں تم لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو (الدرالمنثور)، یقیناً اگر انسان اس بات کا یقین کر لے کہ یہ دنیا تو بس پل دو پل کی ہے اور ہمیں یہاں ہمیشہ کے لئے رہنا نہیں ہے تو پھر اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر چلنا اور اسکی آزمائشوں پر صبر کرنا آسان ہو جائیگا اس لئے کہ اس پل دو پل کی محنت پر جو اجرت ملنے والی ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گی۔

﴿درس نمبر ۱۴۱۴﴾ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے ﴿المؤمنون ۱۱۵۔تا۔۱۱۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۞ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۞ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۞ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَفَحَسِبْتُمْ کیا پھر تم نے گمان کیا تھا اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا کہ محض ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا وَّاَنَّكُمْ اور یہ کہ بیشک تم اِلَيْنَا ہماری طرف لَا تُرْجَعُوْنَ لوٹائے نہیں جاؤ گے فَتَعٰلَى چنانچہ برتر ہے اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ اللہ بادشاہ سچا لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی (اور) معبود اِلَّا هُوَ مگر وہی رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ عرشِ کریم کا رب ہے وَمَنْ يَّدْعُ اور جو کوئی پکارے مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ اِلٰهًا اٰخَرَ کسی اور کو معبود لَا بُرْهَانَ کوئی دلیل نہیں لَهٗ اس کے لیے بِهٖ اس (بات) کی فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ تو بس اس کا حساب عِنْدَ رَبِّهٖ اس کے رب کے پاس ہے اِنَّهٗ بلاشبہ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ کافر فلاح نہیں پائیں گے وَقُلْ اور آپ کہیں رَبِّ اے میرے رب! اغْفِرْ تو بخش دے وَارْحَمْ اور رحم فرما وَاَنْتَ اور تو خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

ترجمہ:۔ بھلا کیا تم یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہم نے تمہیں یونہی بے مقصد پیدا کر دیا اور تمہیں واپس ہمارے پاس نہیں لایا جائے گا؟'' ۞ غرض بہت اونچی شان ہے اللہ کی جو صحیح معنی میں بادشاہ ہے! اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عزت والے عرش کا مالک ہے ۞ اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور خدا کو پکارے جس پر اُس کے پاس کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں تو اُس کا حساب اُس کے پروردگار کے پاس ہے۔ یقین جانو کہ کافر لوگ فلاح نہیں پا سکتے ۞ اور تم (اے پیغمبر!) یہ کہو کہ: ''میرے پروردگار! ہماری خطائیں بخش دے اور رحم فرما دے، تو سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''

تشریح:۔ اس سوال وجواب کے بعد اللہ تبارک وتعالی ان جہنمیوں پر سخت زجر وتوبیخ کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ دنیا میں جو تم اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے زندگی گزار کر، ہمارے حکموں کو ٹھکرا کر جیا کرتے تھے تو کیا تم نے اس وقت یہ سمجھ لیا تھا کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بے کار پیدا کر دیا ہے کہ تم جو چاہے کرو، جیسا چاہے جیو ہم تمہاری کوئی خبر گیری نہیں کریں گے؟ اور کیا تم لوگ اس وہم میں تھے کہ تمہیں یہیں دنیا میں ہمیشہ کے لئے رہنا ہے اور کبھی ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آنا ہے؟ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثاً وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ اسی طرح سورہ قیامہ کی آیت نمبر ۳۶ میں فرمایا گیا أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى کیا انسان یہ سوچتا ہے کہ اسے یونہی بیکار چھوڑ دیا جائے گا؟ نہیں ایسا بالکل بھی نہیں ہوگا بلکہ وہ ذات جو بڑی اونچی شان والی اور باعث تکرم ہے اور جس کے علاوہ کوئی لائق عبادت نہیں اور جو عرش عظیم کا مالک ہے وہ کبھی کوئی بیکار چیز نہیں پیدا کرتی فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ، لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ اور تمہیں جو پیدا کیا گیا ہے وہ یہ دیکھنے کے لئے پیدا کیا ہے کہ وہ دنیا میں جا کر ہمارا فرمانبردار رہتا ہے یا پھر سرکشی پر اتر آتا ہے؟ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً (ہود: ۷) لہٰذا اب کوئی اس پیدا کرنے والے رب کی نافرمانی کرے گا اور اسے چھوڑ کر اوروں کو معبود بنائیگا اور اسکے ساتھ شرک کریگا حالانکہ اس پر اسکے پاس کوئی دلیل بھی نہیں، نہ ہی نقلی کوئی دلیل ہے اور نہ ہی عقلی تو پھر ایسے شخص کا حساب وہی رب لے گا جس کی یہ لوگ نافرمانی کرتے رہے اور جب وہ ایسے لوگوں کا حساب لینے لگے گا تو کسی کو بخشے گا نہیں اور سارے کے سارے کافر لوگ اس وقت اپنے کئے کی سزا میں جہنم میں ڈالے جائیں گے، اس طرح ان میں سے کوئی ایک بھی فلاح پانے والا نہیں ہوگا وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ اب آخر میں اللہ تبارک وتعالی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی امت کو یہ دعا سکھلا رہے ہیں کہ ہر وقت تم اس رب سے جو تمہارا اور ساری کائنات کا مالک ہے یہ دعا کرتے رہنا رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ کہ ہمارے رب! ہم سے اگر کوئی گناہ جانے انجانے میں ہوجائے تو اسے معاف کر دے اور پردہ پوشی فرما اور ہماری توبہ کو قبول کر کے اور اپنے عذاب سے بچا کر ہم پر رحم فرما، یقیناً اے ہمارے پروردگار! تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی! مجھے کوئی ایسی دعاء سکھلا دیجئے جسے میں اپنی نماز میں مانگا کروں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دعا مانگا کرو اَللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ کہ اے اللہ! یقیناً میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے، اور تو وہ ذات ہے کہ جسکے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا لہٰذا اے میرے رب! اپنی جانب سے میری مغفرت کا فیصلہ کر دے اور مجھ پر رحم فرما کہ یقیناً تو بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (بخاری ۸۳۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک بیمار کے پاس سے گزرے تو آپ نے اسکے کان میں أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا

خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا سے لے کر ختم سورت تک کی آیتیں تلاوت فرمائیں جس پر وہ بیمار شخص صحتمند ہو گیا، اس شخص نے اس بات کا ذکر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیا پڑھا کہ وہ صحتمند ہو گیا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ میں نے سورۂ مومنون کی یہ آیتیں پڑھی ہیں، اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان آیتوں میں اتنی تاثیر ہے کہ اگر کوئی شخص یقین کے ساتھ انہیں کسی پہاڑ پر بھی پڑھ دے تو پہاڑ بھی لرزہ جائے۔ (التفسیر المنیر)

سُوْرَۃُ النُّوْرِ مَدَنِیَّۃٌ

یہ سورت ۹ رکوع اور ۶۴ آیات پر مشتمل ہے۔

کھلی کھلی آیتیں ہم نے نازل کی ہیں

﴿درس نمبر ۱۴۱۵﴾ ﴿النور :۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃٌ اَنْزَلْنٰھَا وَفَرَضْنٰھَا وَاَنْزَلْنَا فِیْھَآ اٰیٰتٍ ۢ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ سُوْرَۃٌ سورت ہے اَنْزَلْنٰھَا ہم نے اسے نازل کیا ہے وَفَرَضْنٰھَا اور ہم نے اس کو فرض کیا ہے وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے نازل کیں فِیْھَآ اس میں اٰیٰتٍ ۢ بَیِّنٰتٍ واضح آیتیں لَّعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ تا کہ تم نصیحت حاصل کرو

ترجمہ:۔ یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل کی ہے اور جس (کے احکام) کو ہم نے فرض کیا ہے اور اُس میں کھلی کھلی آیتیں نازل کی ہیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو

تشریح:۔ اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل کی ہے ۲۔ اس کے احکام کو ہم نے فرض کیا ہے

۳۔ اس میں کھلی کھلی آیتیں نازل کی ہیں ۴۔ تا کہ تم نصیحت حاصل کرو

چونکہ اس سورت میں لوگوں کی اجتماعی زندگی کے سلسلہ میں موثر رہنمائی کی گئی ہے اور لوگوں کو ایک خاص روشنی عطا کی گئی ہے، اس لئے اس سورت کا نام سورۃ النور ہے۔ یہ نورانی سورت ہے جو اپنے اندر ایک خاص قسم کا نور رکھتی ہے اور اس سورت کو اس لئے بھی سورۃ النور کہا گیا کہ اس میں وہ مقدس آیت موجود ہے جس میں یہ حقیقت بتلائی گئی ہے کہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اللہ کے نور ہی سے یہ آسمان اور زمین منور اور روشن ہیں، اسی کے نور سے لوگ رہنمائی اور ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

سورۃ النور میں ان لوگوں کے لئے احکام بیان کئے گئے ہیں جو زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور اس سورت میں

تہمت لگانے سے متعلق احکام بھی بیان کئے گئے ہیں اور اِفْك کا وہ تاریخی واقعہ بھی موجود ہے جس میں امت کیلئے بہت بڑا سبق ہے۔ اس سورت میں مردوں اور عورتوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا وہ حکم دیا گیا جس سے زنا جیسے بدترین عمل سے بچا جاسکتا ہے اور اس سورت میں نکاح کا وہ حکم ہے جس سے شرمگاہوں کی حفاظت ہوتی ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے مردوں کو سورۂ مائدہ کی تعلیم دو اور تم اپنی عورتوں کو سورۃ النور کی تعلیم دو۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سورۂ مائدہ میں مردوں سے متعلق وہ احکامات ہیں جن سے ان کی زندگی سنورتی ہے اور سورۃ النساء میں وہ احکامات ہیں جن سے عورتوں کی زندگی میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔

اس سورت کے آغاز میں یہ بات بتلائی گئی کہ یہ وہ سورت ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ یعنی اس سورت میں ہم نے واضح دلائل بیان کئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرنے والی واضح علامتیں بیان کی ہیں اور رب ذوالجلال کی قدرت کا کمال بتلایا گیا ہے تاکہ لوگ ان آیات سے نصیحت حاصل کریں۔ اس سورت کے آغاز میں وَفَرَضْنٰهَا کہہ کر یہ بات بتلائی گئی کہ ہم نے اس سورت میں وہ احکام اتارے ہیں جن پر عمل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے اور یہ بات بھی بیان کی گئی کہ وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ہم نے اس سورت میں واضح آیتیں یعنی کھلی کھلی آیتیں بیان کی ہیں۔

اس سورت کے نزول کا حقیقی مقصد اور ان کھلی کھلی آیتوں کے بیان کئے جانے کی حقیقی غرض یہ ہے کہ تم ان آیتوں سے نصیحت حاصل کرو۔ قرآنِ مجید کی دیگر آیات میں بھی اٰيَاتٍ بَيِّنٰتٍ یعنی کھلی اور روشن دلیلوں کے بھیجے جانے کا ذکر موجود ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۹۹ میں کہا گیا وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ اور یقیناً ہم نے آپ کی طرف روشن دلیلیں بھیجی ہیں۔ سورۃ الجاثیہ کی آیت نمبر ۲۵ میں کہا گیا وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اور جب ان کے سامنے ہماری واضح اور روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے پاس قول کے سوا کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ داداؤں کو لاؤ۔

ان واضح آیتوں کے نازل کئے جانے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ واضح آیتوں سے سبق حاصل کریں۔ قرآنِ مجید کا مقصد صرف اس کی تلاوت نہیں ہے بلکہ تلاوت کے ساتھ ساتھ ان آیات سے نصیحت حاصل کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں متعدد بار یہ بات بتلائی گئی کہ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۱ میں کہا گیا :وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ وہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرمارہا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۲۶ میں کہا گیا قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ہم نے

نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۱۴ میں کہا گیا ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ یہ نصیحت ہے نصیحت پکڑنے والوں کے لئے۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۲۵ میں کہا گیا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

زنا کی سزا

﴿درس نمبر ۱۴۱۶﴾ ﴿النور : ۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلزَّانِيَةُ بدکار عورت وَالزَّانِيْ اور بدکار مرد فَاجْلِدُوْا چنانچہ تم مارو كُلَّ وَاحِدٍ ہر ایک کو مِّنْهُمَا ان دونوں میں سے مِائَةَ جَلْدَةٍ سو کوڑے وَّلَا تَاْخُذْكُمْ اور تمہیں نہ پکڑے بِهِمَا رَاْفَةٌ ان دونوں کے حق میں شفقت فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اللہ کے دین میں اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ اگر تم ایمان رکھتے ہوں بِاللّٰهِ اللہ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور یومِ آخرت پر وَلْيَشْهَدْ اور چاہیے کہ حاضر ہو عَذَابَهُمَا ان دونوں کی سزا کو طَآئِفَةٌ ایک گروہ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں میں سے

ترجمہ:۔ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ اور اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے دین کے معاملے میں اُن پر ترس کھانے کا کوئی جذبہ تم پر غالب نہ آئے اور یہ بھی چاہئے کہ مؤمنوں کا ایک مجمع اُن کی سزا کو کھلی آنکھوں دیکھے۔

تشریح:۔ اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو کوڑے لگاؤ

۲۔ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے دین کے معاملہ میں ان پر ترس کھانے کا کوئی جذبہ تم پر غالب نہ آئے۔

۳۔ یہ بھی چاہئے کہ مومنوں کا ایک مجمع ان کی سزا کو کھلی آنکھوں دیکھے

زنا معاشرہ کا بدترین جرم ہے، اس سے خاندان تباہی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ زنا کی کثرت سے حیا داری ختم ہوجاتی ہے اور سماج داغدار ہوجاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں زنا کے قریب جانے سے بھی روکا گیا ہے وَلَا تَقْرَبُوا

الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَّسَآءَ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل ۳۲) خبردار! زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ یہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ ہے۔ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۶۸ میں اللہ کے نیک بندوں کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی قرار دی گئی کہ یہ نیک بندے زنا کے مرتکب نہیں ہوتے وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ اور وہ جو اللہ کیساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے اور جن جاندار کا مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اُس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق پر (یعنی حکمِ شریعت کے مطابق) اور بدکاری نہیں کرتے۔ سورۂ ممتحنہ کی آیت نمبر ۱۲ میں قتل نہ کرنے اور بہتان نہ لگانے اور چوری اور شرک نہ کرنے کی جہاں بیعت لینے کا رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا وہیں اس بات کا بھی حکم دیا گیا کہ زنا نہ کرنے کی بھی بیعت لی جائے يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِىْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اے پیغمبر! جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ نہ تو شرک کریں گی، نہ چوری کریں گی، نہ بدکاری کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی اور نہ نیک کاموں میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے لئے اللہ سے بخشش مانگو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہاں زنا کے مرتکب مردوں اور عورتوں کے بارے میں سزا بتلائی جارہی ہے کہ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے زنا کی سزا میں لگائے جائیں گے فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگانا چاہئے۔ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورت کی سزا یہ ہے جب کہ وہ دونوں آزاد ہوں، بالغ ہوں، عاقل ہوں اور غیر شادی شدہ ہوں تو ایسی صورت میں ان دونوں کو زنا کا مرتکب شرعی طور پر پائے جانے پر سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ یہاں اس نکتہ پر بھی غور کریں کہ زنا کی حد جاری کرنے کے سلسلہ میں پہلے زنا کرنے والی عورت کا ذکر کیا گیا اور بعد میں زنا کرنے والے مرد کا تذکرہ کیا گیا اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ۔ جہاں چوری کی حد بیان کی گئی وہاں اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ کہا گیا، یعنی پہلے چوری کرنے والے مرد کا ذکر کیا گیا، اس کے بعد چوری کرنے والی عورت کا ذکر کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چوری زیادہ تر مردوں سے واقع ہوتی ہے اور مرد چوری کرنے میں عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ جری اور ہمت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ زنا میں اکثر و بیشتر عورت کی طرف سے اسباب پیدا ہوتے ہیں، اس لئے کہ اگر اس معاملہ میں عورت راضی ہی نہ ہو تو عام طور پر زنا کرنا ہی مشکل ہوگا، عورت کی رضامندی کے بغیر عموماً زنا کا ارتکاب مشکل ہوتا ہے۔ رہی بات زنا بالجبر

کی وہ فیصد کے اعتبار سے بہت کم ہوتا ہے۔عام طور پر اگر عورت زنا کے لئے راضی نہ ہو تو مرد آسانی کے ساتھ زنا کا مرتکب نہیں ہوسکتا جیسا کہ اخبارات اور سوشل میڈیا کی اطلاعات سے محسوس ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اگر غیر شادی شدہ مرد یا عورت زنا کریں تو صرف سو کوڑے لگیں گے،لیکن اگر شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت زنا کریں تو ایسی صورت میں سو کوڑے نہیں بلکہ رجم کیا جائے گا۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہا رسولِ رحمت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی بھی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین صورتوں میں، ایک یہ کہ کوئی شادی شدہ زنا کرلے، دوسرے کوئی کسی کو قتل کردے تو یہ بدلہ میں قتل کردیا جائے اور تیسرے وہ جس کو قتل کیا جائے گا وہ ہے جو اپنا دین چھوڑ دے یعنی مرتد ہوجائے اور مسلمانوں کی جماعت سے باہر ہوجائے۔زنا کی حد جاری کرنے کے سلسلہ میں ایک اہم بات یہ بیان کی گئی کہ یہ حد جاری کرتے ہوئے کسی مسلمان کے دل میں اس شخص کے معاملہ میں رحم کا جذبہ پیدا نہیں ہونا چاہئے، یہ کوئی ظلم نہیں ہے کہ رحم کا جذبہ دل میں پیدا ہو بلکہ دین کا معاملہ ہے اور آخرت کا معاملہ ہے اور یہ انصاف پر مبنی حکم ہے، اس لئے کسی کے دل میں حد جاری کرتے ہوئے رحم کی کیفیت پیدا نہیں ہونی چاہئے۔دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ جب کسی زانی یا زانیہ پر حد جاری کی جائے تو اس وقت مسلمانوں کی ایک جماعت وہاں حاضر رہے تا کہ اس حد سے دوسروں کو عبرت حاصل ہو اور سماج میں پھر کوئی ایسی حرکت نہ کرسکے۔

﴿درس نمبر ۱۴۱۷﴾ یہ بات مومنوں کے لئے حرام کردی گئی ہے ﴿النور : ۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ بدکار مرد نکاح نہیں کرتا اِلَّا مگر زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً بدکار یا مشرکہ عورت ہی سے وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اور بدکار عورت نکاح نہیں کرتی اِلَّا مگر زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ بدکار یا مشرک مرد ہی سے وَحُرِّمَ اور حرام کردیا گیا ہے ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ یہ مومنوں پر

ترجمہ:۔زانی مرد نکاح کرتا ہے تو زنا کار یا مشرک عورت ہی سے نکاح کرتا ہے اور زنا کار عورت سے نکاح کرتا ہے تو وہی مرد جو خود زانی ہو یا مشرک ہو اور یہ بات مؤمنوں کے لئے حرام کردی گئی ہے۔

تشریح:۔اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔زانی مرد نکاح کرتا ہے تو زنا کار یا مشرک عورت ہی سے نکاح کرتا ہے

۲۔ زنا کار عورت سے نکاح کرتا ہے تو وہی مرد جو خود زانی ہو یا مشرک ہو

۳۔ یہ بات مومنوں کے لئے حرام کردی گئی ہے

ہمارے سماج میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو پاکباز ہیں جو زنا جیسے بدترین جرم سے پاک ہیں، چاہے مرد ہو یا عورت۔ دوسرے وہ جو زنا کے مرتکب ہیں، ایسے لوگ گنہگار اور فاسق ہیں جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلیں۔ اگر وہ سچی توبہ کرلیں اور زنا نہ کرنیکا پختہ ارادہ کرلیں اور اپنی حالت کو درست کرلیں تو ظاہر ہے کہ ان کا شمار نیک لوگوں میں ہوگا۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کیا جو شخص سماج میں ایک زانی کی حیثیت رکھتا ہے کیا وہ کسی پاکباز عورت سے نکاح کرسکتا ہے؟ اسی طرح ایک وہ عورت جو زانیہ کی حیثیت رکھتی ہے کیا وہ کسی پاکباز مرد سے نکاح کرسکتی ہے؟ اس سلسلہ میں اس آیت میں وضاحت کی گئی ہے کہ زانی مرد نکاح کرتا ہے تو وہ زنا کار یا مشرکہ عورت ہی سے نکاح کرتا ہے اور زنا کار عورت سے وہی مرد نکاح کرتا ہے جو خود بھی زانی ہو یا مشرک ہو۔ اس سلسلہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے اس کو خبر اور اطلاع کے معنی میں لیا ہے اور بعض نے اس کو نہی یعنی منع کئے جانے کے معنی میں لیا ہے کہ کوئی ایسا نہیں کرے گا۔ جن مفسرین نے اس کو نہی کے معنی میں لیا ہے وہ یہی کہتے ہیں کہ کسی زانی کو زانیہ یا مشرکہ کے علاوہ کسی دوسری عورت سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح زنا کار عورت کو کسی غیر زانی اور غیر مشرک سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے اور مومنوں کے لئے یہ بات حرام ہے کہ وہ کسی زانیہ عورت سے یا مشرکہ عورت سے نکاح کریں۔ جن مفسرین نے اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے ان کا یہ کہنا ہے کہ یہ حکم ہجرت کے ابتدائی دور میں تھا بعد میں یہ حکم یعنی یہ ممانعت منسوخ ہوگئی اور یہ حکم صرف مشرک اور مشرکہ سے نکاح کے بارے میں باقی رہ گیا اور زانی اور زانیہ کے بارے میں یہ حکم باقی نہیں رہا۔ یعنی اب زانی مرد اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے جو پاکباز ہے بشرطیکہ وہ مومن ہو اور اسی طرح زانیہ عورت کسی پاکباز مرد سے نکاح کرسکتی ہے بشرطیکہ وہ مومن ہو۔

سوال یہ ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس سلسلہ میں یہ روایت ملاحظہ فرمائیں جس سے اس کی وجہ معلوم ہوجائے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مہاجرین مدینہ منورہ آئے اور ان کے پاس مال و دولت نہیں تھی، وہ تنگدست بھی تھے اور انکا کنبہ قبیلہ بھی نہیں تھا تو اس وقت انہیں مال کی بھی ضرورت تھی اور ٹھکانہ کی بھی ضرورت تھی۔ اس وقت مدینۂ منورہ میں فاحشہ عورتیں تھیں جو مال لے کر زنا کرتی تھیں، ان کے پاس پیسہ بھی بہت تھا۔ یہ مہاجرین جو مکۂ مکرمہ سے آئے تھے انہوں نے ان عورتوں سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں رسولِ رحمت ﷺ سے اجازت مانگی جس میں مصلحت یہ تھی کہ یہ عورتیں ان مہاجرین پر اپنا پیسہ خرچ کریں گی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ایسی عورتوں سے نکاح کرنے سے منع کردیا گیا۔ (معالم التنزیل جلد ۳۔ صفحہ ۳۲۳)

﴿درس نمبر ۱۴۱۸﴾ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا ﴿النور : ۴۔۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ ۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو يَرْمُوْنَ تہمت لگاتے ہیں الْمُحْصَنٰتِ پاک دامن عورتوں پر ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا پھر وہ نہیں لاتے بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ چار گواہ فَاجْلِدُوْهُمْ تو تم انہیں مارو ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً اسّی کوڑے وَّلَا تَقْبَلُوْا اور تم قبول نہ کرو لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ان کی کبھی بھی شہادت وَاُولٰٓئِكَ هُمُ اور یہی لوگ الْفٰسِقُوْنَ فاسق ہیں اِلَّا مگر الَّذِيْنَ تَابُوْا وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی مِنْ ۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد وَاَصْلَحُوْا اور اصلاح کر لی فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا ہے رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے

ترجمہ:۔ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں تو اُن کو اسّی کوڑے لگاؤ اور اُن کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود فاسق ہیں ○ ہاں! جو لوگ اس کے بعد توبہ کر لیں اور (اپنی) اصلاح کر لیں تو اللہ بہت بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں
۲۔ پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں تو ان کو اسّی کوڑے لگاؤ
۳۔ ان کی گواہی پھر کبھی قبول نہ کرو
۴۔ وہ خود فاسق ہیں
۵۔ ہاں! جو لوگ اس کے بعد توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو اللہ بہت بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے

کسی بھی پاکباز عورت پر زنا کی تہمت لگانا بہت بڑا جرم یعنی کبیرہ گناہ ہے، اس لئے کہ اس طرح اگر کسی پاکباز عورت پر زنا کی تہمت لگا دی جائے تو اس عورت کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ ایسی عورت کا جینا مشکل ہو جاتا ہے۔ خاندان اور سماج میں ایسی عورت کی قیمت کم یا ختم ہو جاتی ہے جس پر زنا جیسے بدترین عمل کی نسبت کر دی جائے۔ زنا کی تہمت لگانے سے بعض اوقات خاندان اجڑ جاتے ہیں، جس پر تہمت لگائی جائے اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے۔ بعض اوقات جس پر تہمت لگائی جائے وہ دلبرداشتہ ہو کر خودکشی کر بیٹھتی ہے۔ ایسی صورت میں تہمت لگانے والے قاتل شمار ہوں گے، اس لئے کہ ان کی تہمت ہی نے اس عورت کی جان لی ہے۔

اس لئے اس آیت میں پاکباز عورتوں پر تہمت لگانے والوں سے سب سے پہلے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اگر کسی

پاکباز عورت پر تہمت لگائی جائے تو تہمت لگانے والے سے دو نہیں بلکہ چار گواہ طلب کئے جائیں گے۔ اگر واقعی تم اپنی اس تہمت میں سچے ہو تو چار گواہ اس بات پر لے آ ؤ۔ اگر تہمت لگانے والا چار گواہوں کو لانے سے عاجز ہو جائے اور چار گواہ نہ لاسکے تو ایسی صورت میں اس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ اس تہمت لگانے والے پر اسّی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں۔ مفسرین نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ اگر پاکباز مرد پر زنا کی تہمت لگائی جائے تو ایسی صورت میں بھی یہی حکم ہے کہ اس تہمت لگانے والے کو جب کہ وہ چار گواہ نہ لائے اسّی کوڑے لگائے جائیں گے۔

جو مرد یا عورت کسی مرد یا عورت پر جھوٹی تہمت لگائے یعنی اپنی اس تہمت پر چار گواہ نہ لائے تو ایسی صورت میں ایسی جھوٹی تہمت لگانے والے کی گواہی زندگی بھر قبول نہ کی جائے، اس لئے کہ جس نے پہلی مرتبہ جھوٹی تہمت لگائی ہے وہ دوبارہ بھی کسی اور پر اسی طرح کی تہمت لگا سکتا ہے۔ ایسے شخص کی سزا یہی ہے کہ اس کی گواہی کو رد کر دیا جائے اور زندگی بھر وہ گواہ بننے کے قابل ہی نہ رہے۔ ایسی جھوٹی تہمت لگانے والے پر یہ مہر بھی لگا دی گئی کہ ایسے لوگ جو پاکباز لوگوں پر تہمت لگاتے ہیں اللہ کے نزدیک اور لوگوں کے نزدیک یہ فاسق و فاجر ہیں۔ تہمت لگانے والا چاہے سچا ہو یا جھوٹا اگر وہ چار گواہ نہ لاسکے تو اس پر یہ حکم لاگو ہوگا کہ اس کی گواہی پھر کبھی معتبر نہیں ہوگی اور وہ فاسق شمار ہوگا۔ اس قدر سخت حکم اس حقیقت سے باخبر کرتا ہے کہ کسی پر تہمت لگانا کتنا بڑا گناہ ہے؟ ہاں! ایک صورت ایسے شخص کے لئے باقی رکھی گئی کہ اگر کوئی کسی پر تہمت لگائے اور چار گواہ نہ لاسکے اور اس کے بعد اس شخص کو اپنے جرم کا احساس ہو جائے اور وہ اپنی بات سے رجوع کر لے اور کہے کہ مجھ سے غلطی ہو گئی اور اپنی اس حرکت پر وہ نادم و شرمندہ بھی ہو اور وہ اپنی اس حرکت اور حالت کی اصلاح بھی کر لے اور دوبارہ کسی پاکباز عورت پر جھوٹی تہمت نہ لگائے تو ایسی صورت میں یہ فیصلہ سنا دیا گیا کہ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں، اگر وہ سچی توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور اس پر سے وہ فیصلہ ہٹا لیا جائے گا۔ اب اس کی گواہی بھی معتبر ہوگی اور وہ فاسق بھی نہیں رہے گا۔

﴿درس نمبر ۱۴۱۹﴾ جب کوئی اپنی بیوی پر تہمت لگائے ﴿النور: ۶-۷﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ ۢبِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو يَرْمُوْنَ تہمت لگاتے ہیں اَزْوَاجَهُمْ اپنی بیویوں پر وَلَمْ يَكُنْ

اور نہ ہو لَّهُمْ شُهَدَآءُ ان کے لیے گواہ اِلَّآ مگر اَنْفُسُهُمْ بذاتِ خود ہی فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ تو گواہی ان میں سے ایک کی اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ چار گواہ ہیں بِاللّٰهِ اللہ کی قسم کے ساتھ اِنَّهٗ کہ بے شک وہ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ البتہ سچوں میں سے ہے وَالْخَامِسَةُ اور پانچویں اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ یہ کہ بے شک اللہ کی لعنت ہو عَلَيْهِ اس پر اِنْ كَانَ اگر ہو وہ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ جھوٹوں میں سے

ترجمہ:۔ اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور خود اپنے سوا اُن کے پاس کوئی اور گواہ نہ ہو تو ایسے کسی شخص کو جو گواہی دینی ہوگی وہ یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ بیان دے کہ وہ (بیوی پر لگائے ہوئے الزام میں) یقیناً سچا ہے O اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ: ''اگر میں (اپنے الزام میں) جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔''

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں

۲۔ خود اپنے سوا ان کے پاس اور کوئی گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی شخص کو جو گواہی دینی ہوگی وہ یہ کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ بیان کردے کہ وہ یقیناً سچا ہے۔

۳۔ پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر میں اپنے الزام میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہے۔

پچھلی آیتوں میں عام عورتوں پر تہمت لگانے کے سلسلہ میں احکام کی وضاحت کی گئی۔ اس آیت میں ان لوگوں کے بارے میں جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں وضاحت کی جارہی ہے اور یہ بات کہی جارہی ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی کے بارے میں یہ کہے کہ اس نے زنا کیا ہے اور عورت اس بات کو جھٹلادے اور شوہر کے پاس زنا کی اس تہمت پر چار گواہ موجود نہ ہوں تو اس کے گواہ نہ ہونے پر شوہر پر اس جھوٹی تہمت کی وجہ سے حد جاری نہیں کی جائے گی بلکہ امیرالمومنین یا قاضی اس کو لعان کا حکم دے گا۔ لعان کا مطلب یہ ہے کہ مرد جس نے تہمت لگائی اور عورت جس پر زنا کی تہمت لگائی گئی یہ دونوں آپس میں قسمیں کھائیں گے اور ہر ایک ایسے الفاظ کہے گا جس سے خود اس کی اپنی ذات پر لعنت پڑتی ہو۔ جب مرد نے اپنی بیوی کے بارے میں یوں کہا کہ اس نے زنا کیا ہے یا یوں کہا کہ یہ جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ مجھ سے نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس مرد پر لازم ہے کہ وہ چار گواہ پیش کرے جو اس بات کی گواہی دیں کہ اس عورت نے زنا کیا ہے۔ اگر مرد گواہ پیش کرنے سے قاصر ہو اور عورت یہ کہے کہ اس کے شوہر نے اس پر تہمت لگائی ہے حقیقت میں اس نے زنا نہیں کیا ہے تو امیرالمومنین یا قاضی اس شوہر سے کہے گا کہ تم لعان کرو یا یہ اقرار کرو کہ تم نے جھوٹی تہمت لگائی ہے۔ اگر وہ شوہر ان دو باتوں میں سے کسی بات پر بھی راضی نہ ہو تو قاضی اس کو بند کردے گا، یہاں تک کہ لعان کرنے پر راضی ہوجائے یا یوں کہے کہ میں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے۔ اگر وہ اس بات کا اقرار کرلے کہ اس نے جھوٹی تہمت لگائی ہے تو اس پر حدِ قذف جاری کیا جائے گا۔ یعنی اس پر اسّی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں گے اور اگر وہ شوہر اپنے آپ کو جھوٹا کہنے پر راضی نہ ہو اور وہ برابر اس بات پر مصر

رہے کہ میری بیوی نے زنا کیا ہے تو قاضی ان دونوں کے درمیان لعان کرنے کا حکم دے گا۔

لعان کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مرد کھڑا ہوگا اور چار مرتبہ یوں کہے گا : میں اللہ کو گواہ بنا کر قسم کھاتا ہوں کہ میں اس عورت کے بارے میں جو کہہ رہا ہوں کہ اس نے زنا کیا ہے میں اس بات میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ یوں کہے گا کہ اس عورت کے بارے میں جو میں نے کہا ہے کہ اس نے زنا کیا ہے اس بارے میں اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۲۰﴾ اگر وہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب ﴿النور ۸۔۹۔۱۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ ۢبِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَيَدْرَؤُا اور ٹال دے گی عَنْهَا الْعَذَابَ اس سے سزا اَنْ تَشْهَدَ یہ کہ وہ عورت گواہی دے اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ چار گواہیاں بِاللّٰهِ اللہ کی قسم کے ساتھ اِنَّهٗ بلاشبہ وہ شخص لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ البتہ جھوٹوں میں سے ہے وَالْخَامِسَةَ اور پانچویں اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ یہ کہ بیشک اللہ کا غضب ہو عَلَيْهَآ اس پر اِنْ كَانَ اگر ہو وہ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ سچوں میں سے وَلَوْلَا اور اگر نہ ہوتا فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل عَلَيْكُمْ تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت وَاَنَّ اللّٰهَ اور یہ کہ بلاشبہ اللہ تَوَّابٌ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے حَكِيْمٌ نہایت حکمت والا ہے

ترجمہ:۔ اور عورت سے (زنا کی) سزا دور کرنے کا راستہ یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ اس کا شوہر (اس الزام میں) جھوٹا ہے ۝ اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ: ''اگر وہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔'' ۝ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ کثرت سے توبہ قبول کرنے والا، حکمت والا ہے (تو خود سوچ لو کہ تمہارا کیا بنتا؟)۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ عورت سے زنا کی سزا دور کرنے کا راستہ یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ اس کا شوہر اس الزام میں جھوٹا ہے

۲۔ پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر وہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو

۳۔ اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ کثرت سے توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے تو خود سوچ لو کہ تمہارا کیا بنتا؟

پچھلی آیت میں تہمت لگانے والے کو اللہ کی قسم کھا کر کیا کہنا چاہیئے تھا اس سلسلہ میں تفصیل بتلائی گئی تھی۔ان تین آیتوں میں عورت جس پر تہمت لگائی گئی وہ کیا کہے گی اور اس پر سے سزا کس طرح ٹل سکتی ہے؟ اس کی وضاحت کی جارہی ہے۔ایسی صورت میں عورت یہ کہے گی کہ اس نے یعنی اس کے شوہر نے جو تہمت لگائی ہے اس سلسلہ میں وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یوں کہے گی کہ بلاشبہ یہ شخص جو مجھ پر زنا کی تہمت لگایا ہے یہ جھوٹوں میں سے ہے۔اس طرح یہ چار مرتبہ کہے گی اور پانچویں مرتبہ یوں کہے گی کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہوا گر یہ شخص سچوں میں سے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بلال ابن امیہ نے جو اپنی بیوی کے بارے میں یوں کہا کہ اس کی بیوی نے فلاں شخص سے زنا کیا ہے تو یہ آیات نازل ہوئیں وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ۔الخ۔

صحیح بخاری صفحہ ۷۹۹ اور ۸۰۰ میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ عویمر عجلانی اور بلال بن امیہ رضی اللہ عنہما کے اپنی اپنی بیویوں سے لعان کرنے کا تذکرہ ملتا ہے

﴿درس نمبر ۱۴۲۱﴾ تم اس بات کو اپنے لئے بُرا نہ سمجھو ﴿النور :۱۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ جو جَآءُوْ بِالْاِفْكِ جھوٹ گھڑ لائے ہیں عُصْبَةٌ ایک گروہ ہے مِّنْكُمْ تم ہی میں سے لَا تَحْسَبُوْهُ نہ تم اسے گمان کرو شَرًّا لَّكُمْ اپنے لیے بُرا بَلْ هُوَ خَيْرٌ بلکہ وہ بہتر ہے لَّكُمْ تمہارے لیے لِكُلِّ امْرِئٍ ہر ایک شخص کے لیے مِّنْهُمْ ان میں سے مَّا اكْتَسَبَ وہ جو اس نے کمایا مِنَ الْاِثْمِ گناہ سے وَالَّذِيْ اور وہ شخص جس نے تَوَلّٰى كِبْرَهٗ اُٹھایا بڑا بوجھ اس کا مِنْهُمْ ان میں سے لَهٗ اس کیلئے عَذَابٌ عَظِيْمٌ عذابِ عظیم ہے

ترجمہ:۔ یقین جانو کہ جو لوگ یہ جھوٹی تہمت گھڑ کر لائے ہیں وہ تمہارے اندر ہی کا ایک ٹولہ ہے۔تم اس بات کو اپنے لئے بُرا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہی بہتر ہے۔ان لوگوں میں سے ہر ایک کے حصے میں اپنے کئے کا گناہ آیا ہے اور ان میں سے جس شخص نے اس (بہتان) کا بڑا حصہ اپنے سر لیا ہے اُس کے لئے تو زبردست عذاب ہے۔

تشریح:۔ اس ایک آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔یقین جانو کہ جو لوگ یہ جھوٹی تہمت گھڑ کر لائے ہیں وہ تمہارے اندر ہی کا ایک ٹولہ ہے

۲۔تم کسی بات کو اپنے لئے بُرا نہ سمجھو ۳۔ بلکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہی بہتر ہے

۴۔ان لوگوں میں سے ہر ایک کے حصے میں اپنے کئے کا گناہ آیا ہے۔

۵۔ان میں سے جس شخص نے بڑا حصہ اپنے سر لیا ہے ۶۔اس کے لئے تو زبردست عذاب ہے

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حقیقت یہ ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ جب سفر میں تشریف لے جاتے اور ازواجِ مطہرات میں سے کسی کو ساتھ لے جانا ہوتا تو قرعہ ڈال لیتے تھے۔سن ۶ ہجری میں رسولِ رحمت ﷺ غزوۂ بنی مصطلق کے لئے تشریف لے گئے۔اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک ہودج میں سوار تھیں۔ہودج دراصل ایک قسم کا ڈبہ سا ہوتا تھا جس میں ایک دو آدمی بیٹھ سکتے تھے،اس ڈبہ کو اونٹ کی کمر پر رکھ دیا جاتا تھا۔رسولِ رحمت ﷺ جب اس غزوہ سے واپس ہوئے اور مدینۂ منورہ کے قریب پہنچے اور تھوڑی سی مسافت باقی رہ گئی تھی تو آپ ﷺ نے آخری شب میں قافلہ کی روانگی کا اعلان کردیا۔عموماً جب روانگی کا اعلان کردیا جاتا تو لوگ ضروریات وغیرہ سے فارغ ہوجاتے تھے۔یہ اعلان ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی سنا تو وہ قضائے حاجت کے لئے ذرا دور چلی گئیں۔جب واپس ہوئیں تو دیکھا کہ گلے میں جو ہار تھا وہ کہیں گر گیا ہے۔اس ہار کی تلاش کے لئے گئیں تو واپسی میں تاخیر ہوگئی۔جب واپس ہوئیں تو قافلہ روانہ ہوچکا تھا۔اونٹ پر ہودج رکھنے والوں کو یہ اندازہ نہیں ہوا کہ یہ خالی ہے۔جیسے ہمیشہ اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا جاتا ہے اسی طرح انہوں نے وہ ہودج اونٹ پر رکھ دیا۔انہیں یہ خیال بھی نہیں ہوا کہ اس ہودج میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا موجود ہیں یا نہیں؟ چونکہ خوراک کی قلت کی وجہ سے ان کا بدن ہلکا تھا تو ہودج اٹھانے والوں کو اس ہودج کے خالی ہونے کا احساس نہیں ہوا۔اس اونٹ کو قافلہ کے دیگر اونٹوں کے ساتھ روانہ کردیا گیا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی جگہ تشریف لائیں تو دیکھا کہ قافلہ موجود نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو سمجھ دی۔وہ اپنی سمجھداری سے ادھر اُدھر جانے کے بجائے وہیں چادر اوڑھ کر لیٹ گئیں،اس خیال سے کہ جب ہودج میں رسولِ رحمت ﷺ مجھے نہیں پائیں گے تو میری تلاش میں یہیں واپس آئیں گے۔جب وہیں لیٹ گئیں تو انہیں نیند بھی لگ گئی اور وہ سوگئیں۔حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ ایک صحابی جن کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ روانگی کے بعد پیچھے سے آیا کرتے تا کہ قافلہ والوں سے کوئی چیز چھوٹ جائے یا گر جائے تو اس کو اٹھا کر لے آئیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب حضرت صفوان رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے جہاں میں سو رہی تھی تو انہیں ایک انسان نظر آیا اور دیکھا کہ میں وہاں سو رہی ہوں وہ مجھے پہچان گئے اس لئے کہ انہوں نے مجھے پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے دیکھا تھا۔چنانچہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡن پڑھا۔اس آواز سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چہرہ کو ڈھانک لیا۔چنانچہ حضرت صفوان آئے اور اپنی اونٹنی کو بٹھادیا اور وہ اس پر سوار ہوگئیں۔حضرت صفوان رضی اللہ

عنہ اونٹنی کی مہار پکڑ کر پیدل آگے بڑھے، اس طرح دوپہر کے وقت لشکر سے جا ملے۔ لشکر کے ساتھیوں میں عبداللہ بن ابی بھی تھا۔ یہ منافقوں کا سردار تھا۔ اس نے موقع جان کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگادی۔ اس بات کو اس نے زیادہ بڑھا دیا۔ اس کے ساتھ اور دو منافق بھی تھے جنہوں نے اس بات کو پھیلایا اور سچے مسلمانوں میں سے دو مرد اور ایک عورت بھی اس میں شریک ہو گئے تھے۔ مردوں میں حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہما اور عورتوں میں حمنہ بنت جحش تھیں جو ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم مدینۂ منورہ پہنچ گئے، لیکن مجھے اس بات کا پتہ نہیں چلا کہ میرے بارے میں یہ بات پھیلائی گئی ہے۔ میں رسولِ رحمت ﷺ کے رویہ سے یہ محسوس کرنے لگی کہ کچھ ہمدردی میں کمی محسوس ہو رہی ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ گھر تشریف لاتے تو گھر کے دوسرے افراد سے پوچھ لیتے کہ اس کا کیا حال ہے؟ اس دوران مسطح کی والدہ کے ساتھ رات کو میں قضائے حاجت کے لئے نکلی، اس دوران ان کی چادر میں ان کا پاؤں پھسل گیا، ان کی زبان سے یہ لفظ نکلا کہ مسطح ہلاک ہو۔ میں نے ان کی والدہ سے کہا کہ آپ ایک ایسے شخص کے بارے میں بُرے الفاظ کہہ رہی ہیں جو غزوۂ بدر میں شریک رہے ہیں تو ان کی والدہ نے مجھ سے کہا کہ تو نے سنا ہے جو لوگ کہہ رہے ہیں، ان کہنے والوں میں مسطح بھی تھے۔ پھر انہوں نے وہ ساری باتیں سنائیں جو لوگوں میں چل رہی ہیں۔ یہ سن کر میری بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا۔ جب میں اپنے گھر واپس آئی تو رسولِ رحمت ﷺ تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے ماں باپ کے پاس چلی جاؤں۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ میں نے گھر پہنچ کر اپنی والدہ سے پوچھا کہ لوگوں میں کیا باتیں چل رہی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بیٹی! تم تسلی رکھو جس عورت کی سوتنیں ہوتی ہیں اس کے ساتھ حسد میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ، واقعی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ اس کے بعد میں رات بھر روتی رہی اور مجھے نیند نہ آتی۔ اس پریشانی میں رات دن گزرتے رہے۔ ایک مہینہ تک آپ ﷺ پر میرے بارے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ ایک دن جبکہ آپ ﷺ میرے پاس تشریف فرما تھے کہ وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ کو پسینہ آ گیا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے یہ کلمہ فرمایا: اے عائشہ! اللہ کی تعریف کر، اللہ تعالیٰ نے تیری براءت نازل فرمادی ہے۔ اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ رسولِ رحمت ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اس واقعہ کو جو بظاہر ناگوار گزرا ہے اس کو شر مت سمجھو بلکہ اس واقعہ میں خیر کا پہلو ہے۔ اس واقعہ کو اپنے لئے بُرا مت سمجھو بلکہ اچھا خیال کرو۔ اس واقعہ پر جو صبر سے کام لیا گیا اس پر جو اجر مل رہا ہے وہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جنہوں نے صبر سے کام لیا اور جن لوگوں نے گناہ کا کام کیا انہیں گناہ کا حصہ ملے گا اور جس نے اس بہتان اور تہمت میں بڑا حصہ لیا یعنی منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی اس کے لئے بڑا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سبق آموز واقعہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ واقعہ ان عورتوں کیلئے جن پر جھوٹی تہمت لگائی جائے انتہائی سبق آموز ہے کہ وہ ایسے مواقع پر وہی کردار ادا کریں جو حضرت عائشہ صدیقہ وعفیفہ رضی اللہ عنہا نے ادا کیا۔

﴿درس نمبر ۱۴۲۲﴾ بہتان لگانے والے چار گواہ کیوں نہیں لے آئے؟ ﴿النور : ۱۲۔۱۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ کیوں نہیں جب تم نے اس کو سنا ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ مومن مردوں نے خیال کیا وَالْمُؤْمِنٰتُ اور مومنہ عورتوں نے بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا اپنے نفسوں میں نیک ۙ وَّقَالُوْا اور کہا هٰذَآ یہ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ظاہر جھوٹ ہے لَوْلَا جَآءُوْ کیوں نہیں لائے وہ عَلَيْهِ اس پر بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ چار گواہ؟ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ پھر جب وہ گواہ نہیں لائے فَاُولٰٓئِكَ تو وہ لوگ عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے ہاں هُمُ الْكٰذِبُوْنَ وہی جھوٹے ہیں

ترجمہ: ۔ جس وقت تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ مومن مرد بھی اور مومن عورتیں بھی اپنے بارے میں نیک گمان رکھتے اور کہہ دیتے کہ یہ کھلم کھلا جھوٹ ہے؟ ○ وہ (بہتان لگانے والے) اس بات پر چار گواہ کیوں نہیں لے آئے؟ اب جبکہ وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

تشریح: ۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جس وقت تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ مومن مرد بھی اور مومن عورتیں بھی اپنے بارے میں نیک گمان رکھتے؟

۲۔ کہہ دیتے کہ یہ کھلم کھلا جھوٹ ہے

۳۔ وہ بہتان لگانے والے اس بات پر چار گواہ کیوں نہیں لے آئے؟

۴۔ اب جبکہ وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

جن لوگوں نے منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کی باتوں میں آ کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور ان سے متعلق برا گمان کیا اور اس تہمت والی بات میں اس منافق کے ساتھ ہو گئے انہیں یہاں تنبیہ

کی جارہی ہے کہ جن لوگوں نے بھی اس تہمت والی بات کو سنا اور اس بات کو سن کر خاموش ہو گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دفاع نہیں کیا اور ان کے پاکیزہ ہونے کی بات نہیں کی یا ان کے معاملہ میں شک میں پڑ گئے ان سب پر ایمان کے تقاضہ کے مطابق یہ لازم تھا کہ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اچھا گمان کرتے اور تہمت والی یہ بات سنتے ہی یوں کہہ دیتے کہ یہ صاف اور صریح جھوٹ ہے۔

اس آیت کے ذریعہ یہ بتلا دیا گیا کہ جب کسی مومن پاکباز مرد اور عورت پر تہمت لگائی جائے تو فوراً یوں کہہ دیں کہ یہ جھوٹ ہے اور ایسے مواقع پر حسنِ ظن یعنی اچھا گمان قائم کریں اور کسی کے بارے میں بری بات منسوب کرنے سے گریز کریں اور بدگمانی سے بچیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی طاہرہ پاکباز فقیہ صحابیہ جو ساری امت کی ماں ہیں ان پر اگر تہمت لگانے کی بات کہی جارہی ہے تو سارے موجود مسلمانوں کی ذمہ داری تھی کہ وہ ایک آواز میں یہ بات کہہ دیتے کہ یہ کھلا ہوا بہتان ہے جس کا سچائی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اچھا گمان رکھا جائے۔ اگر کوئی شخص بغیر شرعی دلیل کے کسی پر تہمت لگائے اور بہتان باندھے تو اس کی جھوٹی بات کو جھٹلانا اور رد کرنا بھی واجب ہے اس لئے کہ اگر جھوٹی تہمت لگائے جانے کے بعد سارے لوگ خاموش رہیں تو اس سے ایک باآبرو مسلمان کی بے آبروئی اور رسوائی ہوگی۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے کسی مومن کی حمایت کی اور کسی منافق کی بدگوئی سے اس مومن کو بچایا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائے گا اور جس کسی نے مسلمان کو عیب لگا دیا اللہ اسے دوزخ کے پل پر کھڑا کرے گا یا تو اس سے نکل جائے یا وہیں کھڑا رہے گا۔ (ابوداود)

آج کسی پر عیب لگانا اور کسی کو حرامی کہہ دینا یا کسی کو رنڈی کہہ دینا ہمارے سماج میں عام ہے، جبکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ کسی پر خواہ مخواہ عیب لگایا جائے۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے غائبانہ اپنے بھائی کی طرف سے دفاع کیا ہے (یعنی اس بھائی کی صفائی کی) اللہ تعالیٰ نے اس دفاع کرنے والے کے لئے اپنے اوپر یہ واجب کر لیا ہے کہ اسے دوزخ سے آزاد فرمادے۔ (مشکوٰۃ)

جب لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو ان سے ایک بات تو یہ کہی گئی کہ انہوں نے صاف طور پر یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ جھوٹا بہتان ہے؟ اور دوسری بات یہ کہی جارہی ہے کہ اگر یہ تہمت لگانے والے سچے ہیں تو پھر یہ اپنی بات پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟ بغیر دیکھے اور بغیر کسی گواہ اور دلیل کے جو لوگ ایسی باتیں منسوب

کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔ کیا صرف لشکر سے پیچھے رہ جانے کی بنیاد پر اتنا بڑا الزام کسی پر لگایا جا سکتا ہے؟ نہ ہی خود دیکھا اور نہ ہی کسی نے گواہی دی، خواہ مخواہ شک کی بنیاد پر اتنی بڑی بات غیر ذمہ دارانہ طور پر کہہ دی گئی اور اس تہمت کو خوب اچھال دیا اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دل توڑ دیا۔ نقصان تو ان کا ہوا جنہوں نے یہ گھٹیا حرکت کی۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تو اس سے درجات بلند ہوئے اور انہیں یہ اعزاز نصیب ہوا کہ آسمانوں سے ان کی براءت کا اعلان کر دیا گیا اور تہمت لگانے والوں پر جھوٹے ہونے کی مہر لگا دی گئی۔

اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو!

﴿درس نمبر ۱۴۲۳﴾ ﴿النور ۱۴۔۱۵﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللهِ عَظِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَوْلَا اور اگر نہ ہوتا فَضْلُ اللهِ اللہ کا فضل عَلَيْكُمْ تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت فِي الدُّنْيَا دنیا میں وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت لَمَسَّكُمْ تو البتہ پہنچتا تمہیں فِيْ مَآ اس بارے میں کہ اَفَضْتُمْ تم مشغول ہوئے فِيْهِ ان میں عَذَابٌ عَظِيْمٌ عذابِ عظیم اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ جب تم اس کو ایک دوسرے سے لیتے تھے بِاَلْسِنَتِكُمْ اپنی زبانوں کے ساتھ وَ تَقُوْلُوْنَ اور تم کہتے تھے بِاَفْوَاهِكُمْ اپنے مونہوں کے ساتھ مَّا لَيْسَ وہ کہ نہیں تھا لَكُمْ تمہیں بِهٖ اس کا عِلْمٌ کوئی علم وَّتَحْسَبُوْنَهٗ اور تم اسے گمان کرتے تھے هَيِّنًا معمولی وَّهُوَ جبکہ وہ عِنْدَ اللهِ اللہ کے ہاں عَظِيْمٌ بہت بڑی تھی

ترجمہ:۔ اور اگر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس بات کا تم چرچا کرتے تھے اُس کی وجہ سے تم پر بڑا (سخت) عذاب نازل ہوتا ۝ جب تم اپنی زبانوں سے اُس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تمہیں کچھ علم نہ تھا اور تم اُسے ایک ہلکی بات سمجھتے تھے اور اللہ کے نزدیک وہ بڑی بھاری بات تھی۔ پچھلی آیات میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائے گئے بہتان کا ذکر تھا اور ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی جنہوں نے منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کی جانب سے لگائے گئے اس بہتان میں اس کے ساتھ شریک ہو گئے۔ جن دو صحابہ اور ایک صحابیہ سے اس سلسلہ میں سہو ہو گیا تھا اور انہوں نے اپنی اس غلطی پر توبہ کی تھی اور معافی مانگ لی تھی جس کے نتیجہ میں انہیں معاف کر دیا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی مہربانی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس غلطی پر فوراً عذاب یا عقاب نہیں فرمایا باوجود یہ کہ یہ ایک بڑا جرم تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ

دنیا اور آخرت میں فضل نہ کرے تو ظاہر ہے کہ نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ عذابِ عظیم کا شکار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس جرم کے معاملہ میں توبہ کرنے کی مہلت عطا فرمائی اور آخرت کے اعتبار سے مغفرت فرما کر ان لوگوں پر اپنی رحمت فرمائی۔ بہتان کے اس معاملہ میں جو مبتلا ہوگئے اگر اللہ تعالیٰ ان پر عذاب یا سزا دینے میں جلدی کرتے تو معاملہ دگرگوں ہوجاتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور اس کا فضل ہے کہ اس نے اس معاملہ میں بڑی مہربانی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ یہاں یہی حقیقت بیان فرمارہے ہیں کہ اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور اگر اللہ تعالیٰ بڑا مہربان اور بڑی رحمت کرنے والا نہ ہوتا تو تمہارا بچنا ناممکن ہوجاتا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان مانو کہ اس نے تم کو بچالیا اور تم کو توبہ کی مہلت دی اور تم کو معاف کردیا۔

اس کے بعد مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ بات کہی جارہی ہے کہ تم اس بات کو ایک دوسرے کے منہ سے سنتے تھے اور ایسی باتیں تم اپنے منہ سے نکالتے تھے یعنی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بہتان والی باتیں تم کررہے تھے اور تم اپنی زبان سے ایسی باتیں کررہے تھے جس کی حقیقت کا تمہیں علم ہی نہیں تھا اور تم یہ خیال کررہے تھے کہ یہ معمولی سی اور ہلکی سے بات ہے۔ حالانکہ ام المومنین جیسی پاکیزہ، متقی اور صالحہ مثالی خاتون جو ساری امت کیلئے ایک ماں کا درجہ رکھتی ہیں ان کے بارے میں ایسی باتیں کرنا کوئی معمولی بات نہیں تھی بلکہ یہ غیر معمولی گناہ کی بات تھی اور اس بات کو ہلکا اور معمولی سمجھنا ایک اور غلطی تھی۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی پر جب بھی کوئی تہمت لگائی جائے تو احتیاط کی جائے۔ کسی کے بارے میں بول دینا آسان ہے، لیکن اس کا خمیازہ کس کو بھگتنا پڑتا ہے اس کا احساس لوگوں میں نہیں ہے؟

اگر تم مومن ہو تو کبھی ایسا کام نہ کرو

﴿درس نمبر ۱۴۲۴﴾ ﴿النور ۱۶۔۱۷۔۱۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَوْلَآ اور کیوں نہیں اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ جب تم نے اس کو سنا قُلْتُمْ کہا تم نے مَّا يَكُوْنُ لائق نہیں لَنَآ ہمارے لیے اَنْ نَّتَكَلَّمَ کہ ہم کلام کریں بِهٰذَا اس کے ساتھ سُبْحٰنَكَ تو پاک ہے هٰذَا بُهْتَانٌ یہ بہتان ہے عَظِيْمٌ بہت ہی بڑا يَعِظُكُمُ تمہیں نصیحت کرتا ہے اللّٰهُ اللہ اَنْ اس سے کہ تَعُوْدُوْا تم دوبارہ کرو لِمِثْلِهٖٓ اس جیسی بات اَبَدًا کبھی بھی اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ایماندار وَيُبَيِّنُ

اللّٰہُ اور اللہ بیان کرتا ہے لَكُمُ تمہارے لیے الْاٰيٰتِ آیتیں وَاللّٰهُ اور اللہ عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے حَكِيْمٌ خوب حکمت والا ہے

ترجمہ:۔اور جب تم نے اُسے سنا تو کیوں نہ کہا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں (اللہ!) تو پاک ہے یہ تو (بہت) بڑا بہتان ہے O اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر مومن ہو تو پھر کبھی ایسا (کام) نہ کرنا O اور اللہ تمہارے (سمجھانے کیلئے) اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

تشریح:۔ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔جب تم نے اسے سنا تو کیوں نہ کہا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں؟

۲۔اللہ تو پاک ہے، یہ تو بڑا بہتان ہے۔

۳۔اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو پھر کبھی ایسا کام نہ کرنا۔

۴۔اللہ تمہیں سمجھانے کے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔

۵۔اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

پچھلی آیتوں سے واقعۂ افک کا تسلسل چلا آ رہا ہے اور مختلف طریقوں سے اللہ تعالی نے کسی پر بغیر کسی شہادت کے تہمت لگانے کو بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ چونکہ اب یہ تہمت سب سے پاک باز عورت یعنی نبی رحمت صلی اللہ علیہ کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تھی اس لئے یہ گناہ دوگنا ہو گیا چنانچہ جب منافقوں کے سردار عبداللہ ابن اُبی نے اس واقعہ کی خوب چرچا کی اور اسی نے سارے ذہنوں میں یہ گندی بات ڈالدی تو دیکھا دیکھی چند مسلمان بھی ان باتوں میں پڑ گئے لہٰذا انہیں تنبیہ کرتے ہوئے اللہ تعالی فرما رہے ہیں کہ جب تم نے یہ تہمت کی بات سنی تھی تو اسی وقت کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم یہ بات اپنے منہ سے بھی نکالیں، بلکہ یوں کہہ دیتے کہ اے اللہ! تو ہر عیب سے پاک ہے اور یہ بات جو پھیلائی جا رہی ہے اس میں ذرہ برابر بھی سچائی نہیں بلکہ یہ تو اس پاکباز خاتون پر بڑی تہمت و بہتان ہے۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو کسی عورت نے یہ بہتان کی خبر سنائی تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ہمارے لئے یہ زیبا نہیں دیتا کہ اس قسم کی بات کریں تو پاک ہے یہ بڑا بہتان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی کو انکے یہ کلمات اتنے پسند آئے کہ اللہ تعالی اپنے کلام پاک میں دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو نصیحت کرتے ہوئے مثال دیکر فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں نہیں کہا جب تم نے یہ باتیں سنی تھیں؟ (الدرالمنثور) یہاں اس تہمت کا دوگنا گناہ اس لئے بھی ہے کہ جس پر یہ تہمت لگائی جا رہی ہے وہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ ہیں اور ظاہر ہے کہ اس سے آپ علیہ السلام کے دل کو بڑی تکلیف اور ایذا پہنچی اور امت کے کسی بھی فرد کے لئے اپنے نبی کو تکلیف میں ڈالنا اور انکے دل کو ایذا پہنچانا جائز

نہیں بلکہ بہت بڑا گناہ ہے جسکا خمیازہ اسے دنیا میں بھی بھگتنا ہوگا اور آخرت میں بھی۔ جیسا کہ فرمایا گیا اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (الاحزاب ۵۷:) اسی لئے یہ حرکت دوگنا گناہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انہی مومنین سے بطورزجر فرمارہے ہیں کہ دیکھو! اب تو تم سے انجانے میں یہ غلطی ہوگئی ہے لیکن یاد رکھو! اگر تم میں ذرا بھی ایمان باقی ہے تو پھر کبھی اس جیسی حرکت نہ کرنا اور نہ ہی اس میں حصہ لینا اور نہ ہی بغیر کسی شہادت یعنی گواہی کے ان جیسی باتوں پر یقین کرنا، یہ میری طرف سے تمہارے لئے ایک نصیحت اور تنبیہ ہے لٰہذا اس پر عمل کرو، ویسے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیتوں کو جس میں احکام شریعت بھی ہوتے ہیں اور آداب بھی، بیان کرتا رہتا ہے لیکن یہاں پر بطورِ خاص بیان کرتا ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ تمہیں کن چیزوں کی ضرورت ہے اور کن چیزوں کی تم میں کمی ہے؟ وہ تو بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

بے حیائی کی خبر پھیلانے کا انجام

﴿درس نمبر ۱۴۲۵﴾ ﴿النور :۱۹۔۲۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ لا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ط وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ O وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ وَاَنَّ اللّٰہَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّ الَّذِیْنَ بلاشبہ وہ لوگ جو یُحِبُّوْنَ پسند کرتے ہیں اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ کہ پھیلے بے حیائی فِی الَّذِیْنَ ان لوگوں میں جو اٰمَنُوْا ایمان لائے لَہُمْ ان کے لیے عَذَابٌ عذاب ہے اَلِیْمٌ نہایت دردناک فِی الدُّنْیَا دنیا میں وَالْاٰخِرَۃِ اور آخرت وَاللّٰہُ اور اللہ یَعْلَمُ جانتا ہے وَاَنْتُمْ اور تم لَا تَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے وَلَوْلَا اور اگر نہ ہوتا فَضْلُ اللّٰہِ اللہ کا فضل عَلَیْکُمْ تم پر وَرَحْمَتُہٗ اور اس کی رحمت وَاَنَّ اللّٰہَ اور بلاشبہ اللہ رَءُوْفٌ نہایت شفقت کرنے والا ہے رَّحِیْمٌ خوب رحم کرنے والا ہے

ترجمہ:۔ اور جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی (یعنی تہمت کی خبر، بدکاری) پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے O اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی (تو کیا کچھ نہ ہوتا مگر وہ کریم ہے) اور یہ کہ اللہ نہایت مہربان اور رحیم ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی یعنی تہمت کی خبر پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔

۲۔اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

۳۔اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو کیا کچھ نہ ہوتا مگر وہ کریم ہے؟

۴۔اللہ نہایت مہربان اور رحیم ہے

اگر سماج کے کسی فرد سے بے حیائی کا کوئی کام ہو جائے اور کسی سے زنا کا بدترین عمل ہو جائے تو اس کے اس جرم کی سزا دینا امیر المومنین کا کام ہے یا قاضی کا کام ہے اگر کسی کو کسی کے اس جرم کا پتہ چل جائے تو وہ اس بات کی پردہ پوشی کرے اس کو اس برے عمل کے بارے میں سمجھائے ،خواہ مخواہ اس بے حیائی کے عمل کو پھیلانا اور اس کا لوگوں میں چرچا کرنا اور اس کی تشہیر کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔سماج میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو ایسے لوگوں کے عیبوں کو پھیلانے میں بہت مزہ آتا ہے اور ایک مہم کے طور پر اس کام میں وہ لگے ہوئے ہوتے ہیں کہ اس جرم کو لوگوں میں خوب پھیلائیں ،آج کل سوشیل میڈیا کا دور ہے کسی کے جرم کی ویڈیو کو یوٹیوب یا فیس بک یا انسٹا گرام پر وائرل کر دینا اور آن کی آن میں دنیا بھر میں اس شخص کے جرم کو پھیلا دینا ان کا پسندیدہ کام ہوتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہاں یہ وعید بیان کی جارہی ہے کہ إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَن تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِيْ الَّذِيْنَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بدکاری کا چرچا ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

یہاں اشارہ ہے اس بات کی جانب کہ جن لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا پر تہمت لگانے میں حصہ لیا انہوں نے بہت برا کام کیا اور اس آیت کے ذریعہ قیامت تک کے سارے انسانوں کو اس بات سے آگاہ کیا جارہا ہے کہ تمہارے سماج میں ایسی بیجا حرکتیں نہیں ہونی چاہئیں اور کسی پر بے حیائی کی باتیں منسوب نہیں کرنی چاہئیں اور ایسی باتوں کو پھیلانے سے گریز کرنا چاہیے اور اگر ایسی باتیں پھیلانے کو کوئی پسند کرتا ہے تو اسے جان لینا چاہیے کہ دنیا اور آخرت میں اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔مسلمانوں کے درمیان زنا اور بے حیائی کی خبروں کو پھیلانے میں جنہیں رغبت ہے اور جو بڑے شوق سے ایسی باتیں پھیلاتے ہیں ان کے لئے دنیا میں دردناک عذاب یہ ہے کہ اس تہمت لگانے کی ان پر حد لگائی جائے گی اور آخرت میں دوزخ کی آگ کا مزہ انہیں چکھنا پڑے گا۔اور یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالی کو تمام امور کی حقیقت کا پورا پورا علم ہے اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے وہ رب ذوالجلال تو ایسا ہے کہ دلوں کے اندر کے رازوں سے تک واقف ہے اس لئے ایسے حالات میں اللہ ہی کی طرف اس معاملہ کو لوٹا دو تو تم ہدایت پر اور سیدھے راستہ پر رہو گے،تمہارے علم کی کمی اور کمزوری کی وجہ سے تم بہت سی حقیقتوں سے بے خبر ہو۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ کے بندوں کو ایذاء مت

پہنچاؤ اور نہ انہیں عار دلاؤ اور لوگوں کے عیبوں کی تلاش میں مت رہو، اس لئے کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کے عیبوں کی تلاش میں لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کی تلاش میں لگ جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کو خود اس کے گھر میں رہتے ہوئے ذلیل ورسوا کر دیتا ہے۔ (احمد)

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں اگر لوگ دھڑلے سے لوگوں کے عیبوں کو اچھالنے لگ جائیں گے تو لوگ ایسی حرکتوں کے کرنے میں جری ہو جائیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی کے بارے میں تہمت لگانا آسان ہو جائے گا جو لوگ ایسی حرکتیں کرتے ہیں وہ بڑے مجرم ہیں۔

اس کے بعد یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اس تہمت والے معاملے میں اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو کیا سے کیا ہو جاتا؟ اور اللہ تعالیٰ تو بڑے نرم دل اور رحم دل ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۴۲۶﴾ شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو ﴿النور :۲۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے ہو! لَا تَتَّبِعُوْا تم پیروی نہ کرو خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ شیطان کے قدموں کی وَمَنْ اور جو کوئی يَّتَّبِعْ پیروی کرتا ہے خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ شیطان کے قدموں کی فَاِنَّهٗ تو بلاشبہ وہ يَاْمُرُ حکم کرتا ہے بِالْفَحْشَآءِ بے حیائی کا وَالْمُنْكَرِ اور بُرے کام کا وَلَوْ لَا اور اگر نہ ہوتا فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل عَلَيْكُمْ تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت مَا زَكٰى نہ پاک ہوتا مِنْكُمْ تم میں سے مِّنْ اَحَدٍ کوئی ایک بھی اَبَدًا کبھی وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ يُزَكِّيْ پاک کرتا ہے مَنْ يَّشَآءُ جسے چاہتا ہے وَاللّٰهُ اور اللہ سَمِيْعٌ خوب سننے والا ہے عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے

ترجمہ:۔ اے مومنو! شیطان کے قدموں پر نہ چلنا اور جو شخص شیطان کے قدموں پر چلے گا تو شیطان تو بے حیائی (کی باتیں) اور بُرے کام ہی بتائے گا اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو ایک شخص بھی تم میں پاک نہ ہو سکتا مگر جس کو اللہ چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے (اور) اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔

تشریح:۔ اس ایک آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے مومنو! شیطان کے قدموں پر نہ چلو

۲۔جو شخص شیطان کے قدموں پر چلے گا تو شیطان تو بے حیائی کی باتیں اور برے کام ہی بتائے گا
۳۔اگر تم پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو ایک شخص بھی تم میں پاک نہ ہو سکتا
۴۔مگر جس کو اللہ چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے

اللہ تعالیٰ نے یہاں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے انہیں شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے منع کیا ہے کہ اے ایمان والو! شیطان کے قدموں پر نہ چلو، جو شخص شیطان کے قدموں پر چلے گا تو شیطان تو بے حیائی کی باتیں اور برے کام ہی بتائے گا۔ جو لوگ ایک اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں انہیں یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ کہیں ان کے قدم شیطان کے نقش قدم پر تو نہیں ہیں؟ اللہ پر ایمان رکھنے والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اس کے بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں کی اتباع کرتے ہیں اور اسکے بھیجے ہوئے آفاقی پیغام کی اتباع کرتے ہیں جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۹۵ میں کہا گیا فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً تم سب ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کرو۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۰۶ میں کہا گیا اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ آپ خود اس طریقہ پر چلتے رہتے جس کی وحی آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۵۵ میں کہا گیا وَهَذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُواْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ اور یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا بڑی خیر و برکت وال، پس اس کی اتباع کرو اور ڈرو تا کہ تم پر رحمت ہو۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۳ میں کہا گیا اتَّبِعُواْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ تم لوگ اس کی اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۳۱ میں فرمایا گیا قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّهُ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو تم میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

ان تمام آیات سے معلوم یہ ہوا کہ اتباع اس آفاقی پیغام کی کرنا چاہئے جو رب ذوالجلال کی طرف سے نازل کیا گیا اور اتباع اس رسول کی کرنی چاہیے جس کو رب ذوالجلال نے دنیا میں انسانوں کی ہدایت کیلئے رسول بنا کر بھیجا۔

ان کے علاوہ خواہشات کی اتباع کرنا اور شیطان کی اتباع کرنا یہ بڑا بھاری جرم ہے قرآن مجید میں نفس اور شیطان کی اتباع سے بار بار روکا گیا ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۳۵ میں کہا گیا فَلاَ تَتَّبِعُواْ الْهَوَى أَن تَعْدِلُواْ اس لئے تم خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا۔

شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے قرآن مجید میں متعدد بار روکا گیا۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۸ میں ہے وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اور شیطانی راہ پر نہ چلو اور آیت نمبر ۲۰۸ میں بھی کہا گیا وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴۲ ایمان والوں کو اس حقیقت سے باخبر کیا گیا کہ جو کوئی شیطان کے نقش قدم پر چلے گا اسے جان لینا چاہیے کہ شیطان تو بس بے حیائی کے کاموں کا اور برائیوں کے کرنے کا ہی حکم دیتا ہے

،شیطان یہی چاہتا ہے کہ انسان حیاداری کے دائرہ سے نکل جائے اور وہ انسان کو فحش کاموں پر لگادے اور برائیوں کا عادی بنادے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور اس نے رحمت کا معاملہ فرمایا اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی پاک نہ ہوتا۔اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے پاک کردیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے تمہیں گناہوں سے پاک کرر کھا ہے۔اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق عطا کرتا ہے اس طرح وہ ان گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۲۷﴾ صاحبِ وسعت ایسی قسم نہ کھائیں ﴿النور :۲۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَا يَأْتَلِ اور نہ قسمیں کھائیں اُولُوا الْفَضْلِ فضل والے مِنْكُمْ تم میں سے وَالسَّعَةِ اور وسعت والے اَنْ يُّؤْتُوْٓا اس پر کہ وہ دیں اُولِي الْقُرْبٰى قرابت داروں کو وَالْمَسٰكِيْنَ اور مسکینوں کو وَالْمُهٰجِرِيْنَ اور ہجرت کرنے والوں کو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں وَلْيَعْفُوْا اور چاہیے کہ وہ معاف کردیں وَلْيَصْفَحُوْا اور چاہیے کہ وہ درگزر کریں اَلَا تُحِبُّوْنَ کیا تم پسند نہیں کرتے اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ کہ بخش دے اللہ لَكُمْ تمہیں وَاللّٰهُ اور اللہ غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا ہے رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے

ترجمہ:۔ اور جولوگ تم میں صاحبِ فضل (اور صاحبِ) وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں کو کچھ (خیرات) نہیں دیں گے ان کو چاہیئے کہ معاف کردیں اور درگزر کریں، کیاتم پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہیں بخش دے؟ اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح:۔ اس ایک آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جولوگ تم میں صاحبِ فضل اور صاحبِ وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں، محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں کو کچھ خیرات نہیں دیں گے

۲۔ ان کو چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کردیں

۳۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردے؟ ۴۔ اللہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے

اس آیت میں ان لوگوں سے جو دین، اخلاق اور احسان میں اونچا مقام رکھتے ہیں اور جو صاحبِ ثروت اور حیثیت والے افراد ہیں یہ کہا جارہا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں پر اپنا مال خرچ

نہ کرنے کی قسم ہرگز نہ کھائیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے بڑے درجے والے اور مال و دولت کے اعتبار سے وسعت اور کشادگی رکھنے والے لوگ ایسی قسمیں نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں پر خرچ نہیں کریں گے۔

یہ حکم اس پس منظر میں نازل کیا گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے رشتہ دار حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر اپنا مال خرچ کرتے تھے لیکن جب حضرت مسطح رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کا ساتھ دیا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت پر آیت نازل فرمادی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ اے مسطح! اب تجھ پر میں اپنا مال خرچ نہیں کروں گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس قسم کی قسم کھانے سے منع کردیا گیا۔ اس کے بعد یہ حکم دیا جارہا ہے کہ **وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا** لوگوں کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں کو معاف کردیں جو برا برتاؤ کرتے ہیں اور غلطی کرنے والوں سے درگزر سے کام لیں نہ ایسے لوگوں کا پیچھا کریں جو برا برتاو کرتے ہیں یا کوئی جرم کرتے ہیں اور نہ ہی ایسے لوگوں کے ساتھ عطا و بخشش والے سلسلہ کو روکیں، جس طرح پہلے ان لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کی جاتی رہی وہی صلہ رحمی اب بھی جاری رکھیں اگرچہ کہ ان سے ذہنی تکلیف پہنچ چکی ہو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جو دوسروں کو معاف نہیں کرتے یہ سوال کررہے ہیں کہ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردے؟ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطاوں کو معاف کردے تو تمہیں بھی چاہیے کہ تم لوگوں کو معاف کردو، جب تم دوسروں کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہو تو پھر اللہ تعالیٰ سے یہ امید کیوں کررہے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردے گا؟

اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کردیتا ہے وہ غفور ہے بخشنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کی بارش برسانے والا ہے اور وہ اپنے بندوں کے حق میں انتہائی رحم کرنے والا ہے۔

جب تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے عیبوں کو چھپادے تو پھر تم کیوں لوگوں کے عیبوں کو نہیں چھپاتے؟ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے رب ہونے کے باوجود اپنے بندوں کے حق میں ستار العیوب ہیں کہ عیبوں کو چھپادیتے ہیں تو تم بھی لوگوں کے عیبوں کو چھپاؤ اور ہرگز کوئی ایسی حرکت مت کرو جس سے لوگوں کے عیب جو پوشیدہ ہیں وہ عام ہوجائیں۔

﴿درس نمبر ۱۴۲۸﴾ تہمت لگانے والوں پر اللہ کی لعنت ﴿النور ۲۳۔۲۴۔۲۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ بلاشبہ وہ لوگ جو يَرْمُوْنَ تہمت لگاتے ہیں الْمُحْصَنٰتِ پاک دامن الْغٰفِلٰتِ بے خبر الْمُؤْمِنٰتِ مومن عورتوں پر لُعِنُوْا وہ ملعون ہیں فِي الدُّنْيَا دنیا میں وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت وَلَهُمْ اور ان کے لیے عَذَابٌ عَظِيْمٌ عذابِ عظیم ہے يَّوْمَ جس دن تَشْهَدُ شہادت دیں گی عَلَيْهِمْ ان پر اَلْسِنَتُهُمْ ان کی زبانیں وَاَيْدِيْهِمْ اوران کے ہاتھ وَاَرْجُلُهُمْ اوران کے پیر بِمَا اس کی بابت جو كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ عمل کیا کرتے تھے يَوْمَئِذٍ اس دن يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ پورا دے گا اللہ انہیں دِيْنَهُمُ ان کا بدلہ الْحَقَّ پورا پورا ہی وَيَعْلَمُوْنَ اور وہ جان لیں گے اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ کہ بیشک اللہ ہی حق ہے الْمُبِيْنُ بیان کرنے والا ہے

ترجمہ:۔ جولوگ پرہیز گار اور بُرے کاموں سے بے خبر اور ایمان دار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں اُن پر دنیا وآخرت (دونوں) میں لعنت ہے اور اُن کو سخت عذاب ہوگا۝ (یعنی قیامت کے روز) جس دن اُن کی زبانیں ہاتھ اور پاؤں سب ان کے کاموں کی گواہی دیں گے ۝ اس دن اللہ ان کو (ان کے اعمال کا) پورا پورا (اور) ٹھیک بدلہ دے گا اور ان کو معلوم ہوجائے گا کہ اللہ برحق (اور حق کو) ظاہر کرنے والا ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جولوگ پرہیز گار اور برے کاموں سے بے خبر ایمان والی عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔

۲۔ ان کو سخت عذاب ہوگا

۳۔ قیامت کے دن ان کی زبانیں، ہاتھ اور پاؤں سب ان کے کاموں کی گواہی دیں گے

۴۔ اس دن اللہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا اور ٹھیک ٹھیک بدلہ دے گا

۵۔ ان کو معلوم ہوجائے گا کہ اللہ تعالیٰ حق کو ظاہر کرنے والا ہے۔

کسی پر زنا کی تہمت لگانے کی ایک سزا تو دنیوی اعتبار سے سنائی گئی کہ ایسے لوگ جو کسی پاکباز عورت پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں ان پر اسّی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں اور ان کی دوبارہ کبھی گواہی قبول نہ کی جائے، یہی پاکباز اور برے کاموں سے بے خبر مومنہ عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانے کی اخروی سزا سنائی جارہی ہے کہ ایسے لوگوں پر دنیا میں بھی لعنت ہے اور آخرت میں بھی لعنت ہے اور ان کیلئے بہت بڑا عذاب بھی ہے۔

ہمارے سماج میں ایک طرف وہ بدبخت عورتیں ہوتی ہیں جن کی چال چلن بے حیائی پر مبنی ہوتی ہے جو سماج کیلئے ایک داغ ہوتی ہیں جن کا مشغلہ یہی بدکاری ہوتا ہے جو بے حیائی اور فحاشی کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ ظاہر ہے

کہ ان کے بارے میں کوئی شخص کوئی ایسی بات کہے گا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اس لئے کہ یہ ہیں ہی ایسی عورتیں کہ اس قسم کے جملے کہے جانے کی وہ حقدار بھی ہیں۔ لیکن ہمارے سماج میں نیک بخت، حیادار، پاکباز اور ایمان والی ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جو حیا کے دامن میں زندگی بسر کرتی ہیں، عفت وعصمت کی دیواروں کے سایہ میں ان کی زندگی گزرتی ہے، وہ برائیوں سے اور بری باتوں سے بالکل غافل ہوتی ہیں، بدکاری اور فحاشی سے ان کا کوئی لینا دینا نہیں ہوتا ایسی پاکیزہ مومنہ عورتوں پر تہمت لگانا اور ان پر بہتان باندھنا بہت بڑا جرم ہے، اگر کوئی بدبخت قسم کا انسان ایسی پاکیزہ، باحیا، باحجاب اور مومنہ عورتوں پر تہمت لگائے گا تو اس کا حشر یہ ہوگا کہ اس پر دنیا میں بھی اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے اور آخرت میں بھی اس پر لعنت اور پھٹکار ہے اور جب ایسا بدبخت قسم کا انسان مرنے کے بعد رب ذوالجلال کے ہاں پہنچے گا تو عذاب عظیم اس کا استقبال کرے گا۔

طبرانی نے حضرت ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ یہ آیت بطور خاص رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بطور خاص نازل ہوئی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکم بن عتیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لوگ حد سے بڑھنے لگے تو آپ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا گیا آپ ﷺ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اس بارے میں کوئی عذر نہیں پیش کروں گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمان سے میرا عذر پیش کریں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ پندرہ آیتیں نازل فرمائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مجھ پر تہمت لگائی گئی جس چیز کی بھی لگائی گئی حالانکہ مجھے کچھ معلوم نہ تھا پھر اس سارے واقعہ کی مجھے خبر ہوئی، اسی درمیان جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس موجود تھے آپ پر وحی آئی تو پھر آپ سیدھے بیٹھ گئے اور اپنے چہرۂ انور کو پونچھا اور فرمایا کہ اے عائشہ! خوش ہو جاؤ تو میں نے کہا اللہ کا شکر ہے نہ کہ آپ کا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتیں پڑھیں، اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔

آگے یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ قیامت کے دن ان تہمت لگانے والوں کے خلاف خود ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو یہ لوگ کیا کرتے تھے، اس دن اللہ تعالیٰ ان کو پوری سزا دے گا جو ان کی واقعی سزا ہوگی اور وہ تہمت لگانے والے لوگ اس دن اس حقیقت کو جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ ہی حق ہے اور ظاہر فرمانے والا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۲۹﴾ **ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے** ﴿النور :۲۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلْخَبِيْثٰتُ ناپاک عورتیں لِلْخَبِيْثِيْنَ ناپاک مردوں کے لیے ہیں وَ الْخَبِيْثُوْنَ اور ناپاک مرد لِلْخَبِيْثٰتِ ناپاک عورتوں کے لیے ہیں وَالطَّيِّبٰتُ اور پاکباز عورتیں لِلطَّيِّبِيْنَ پاکباز مردوں کے لیے ہیں وَالطَّيِّبُوْنَ اور پاکیزہ مرد لِلطَّيِّبٰتِ پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں اُولٰٓئِكَ یہ لوگ مُبَرَّءُوْنَ بری ہیں مِمَّا اس سے جو يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں لَهُمْ ان کے لیے مَّغْفِرَةٌ بخشش ہے وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ اور عزت والا رزق ہے

ترجمہ:۔ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کیلئے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کیلئے۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کیلئے اور پاک مرد پاک عورتوں کیلئے یہ (پاک لوگ) ان (بدگویوں) کی باتوں سے بَری ہیں (اور) ان کیلئے بخشش اور نیک روزی ہے۔

تشریح:۔ اس ایک آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کیلئے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے

۲۔ پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے

۳۔ یہ پاک لوگ ان بدگوئی کی باتوں سے بری ہیں ۴۔ ان کے لئے بخشش اور نیک روزی ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت اور طبیعت میں یہ بات رکھی ہے کہ پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورت کی طرف راغب ہوتے ہیں اور اسی طبعی رغبت کی وجہ سے اچھے مردوں کو اچھی عورتیں مل جاتی ہیں اور اچھی عورتوں کو اچھے مرد مل جاتے ہیں اسی طرح برے مردوں کو بری عورتیں مل جاتی ہیں اور بری عورتوں کو برے مرد مل جاتے ہیں، انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو بیویاں دیں وہ بھی پاکیزہ تھیں اور تمام نبیوں کے سردار آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفی ﷺ کی تمام ازواج بھی مطہرات تھیں یعنی پاکیزہ تھیں، کسی بھی فرد کو اس بات کا اختیار نہیں کہ ان ازواجِ مطہرات کے بارے میں کوئی برائی اپنے دل و دماغ میں لے آئے یہ پاکیزہ عورتیں ان سب تہمتوں سے بری ہیں جو ان کی جانب لگائی جائیں آفاقی کتاب قرآن مجید نے یہ اعلان کیا کہ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لوگ جو کچھ بھی کہتے ہیں یہ ان سے بری ہیں۔

یہاں جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کی گئی وہیں حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی براءت کا بھی اعلان ہے کہ وہ بھی ایک پاکیزہ اور باعفت صحابی ہیں۔ سورۂ نور کی آیت نمبر ۳ میں بھی اس قسم کی بات بتلائی گئی اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ زانی مرد نکاح کرتا ہے تو زنا کار یا مشرک عورت ہی سے نکاح کرتا ہے، اور زنا کار عورت سے نکاح کرتا ہے تو وہی مرد جو خود زانی ہو، یا مشرک ہو اور یہ بات مؤمنوں کے لئے حرام کردی گئی ہے۔ بعض مفسرین نے اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ برے کلمات یعنی تہمت اور بہتان والی باتیں انہی کے لائق ہیں جو مردوں میں خبیث اور گندے قسم کے لوگ ہیں اور پاکیزہ باتیں یعنی بہتان سے عاری اچھی باتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اسی طرح برے کلمات بری عورتوں کے لائق ہیں اور اچھے کلمات اچھے لوگوں کے لائق ہیں۔

رسول رحمت ﷺ پاکیزہ موتی ہیں اور تمام اولین اور آخرین میں بہترین اور افضل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام پاکیزہ عورتوں میں سب سے پاکیزہ ہیں، تہمت کی یہ گندی اور بری باتوں سے رسول رحمت ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں یہ بات بھی بیان کی گئی کہ ان آیات سے جن کی براءت کی گئی جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ ان کے لئے مغفرت کا اعلان ہے، اس وجہ سے کہ ان کی جانب جھوٹی بات منسوب کی گئی اور انہوں نے اس پر صبر سے کام لیا اور اللہ کے ہاں ان کے لئے نعمتوں والے باغات میں عزت والی روزی بھی ہے جیسا کہ سورۃ الاحزاب میں بھی رزق کریم کا تذکرہ یوں کیا گیا۔ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا اور ہم نے ان کے لئے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۳۰﴾ دوسروں کے گھروں میں اجازت اور سلام کے بغیر داخل نہ ہوں ﴿النور: ۲۷۔۲۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے ہو لَا تَدْخُلُوْا داخل نہ ہو تم بُيُوْتًا گھروں میں غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ سوائے اپنے گھروں کے حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا حتی کہ تم اجازت لے لو وَتُسَلِّمُوْا اور سلام کرلو عَلٰٓى اَهْلِهَا ان کے اہلِ خانہ پر ذٰلِكُمْ خَيْرٌ یہ بہت بہتر ہے لَّكُمْ تمہارے لیے لَعَلَّكُمْ تا کہ تم

تَذَكَّرُوْنَ نصیحت حاصل کرو فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا پھر اگر تم نہ پاؤ فِيْهَآ ان میں اَحَدًا کسی کو فَلَا تَدْخُلُوْهَا تو داخل نہ ہو تم ان میں حَتّٰى يُؤْذَنَ حتی کہ اجازت دی جائے لَكُمْ تمہیں وَاِنْ اور اگر قِيْلَ لَكُمُ تمہیں کہا جائے ارْجِعُوْا تم لوٹ جاؤ فَارْجِعُوْا تو تم لوٹ جاؤ هُوَ اَزْكٰى یہ بہت پاکیزہ ہے لَكُمْ تمہارے لیے وَاللّٰهُ اور اللہ بِمَا اس کے ساتھ جو تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے ہو عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے

ترجمہ:۔ مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لئے بغیر اور اُن کو سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (اور ہم یہ نصیحت اس لئے کرتے ہیں کہ) شاید تم یاد رکھو O اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ تو جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے اس میں مت داخل ہو اور اگر یہ کہا جائے (اس وقت) لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو یہ تمہارے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ سب جانتا ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے لوگوں کے گھروں میں گھر والوں سے اجازت لئے بغیر اور ان کو سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو

۲۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے   ۳۔ ہم یہ نصیحت اس لئے کرتے ہیں کہ شاید تم یاد رکھو

۴۔ اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاو تو جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے اس میں داخل مت ہو

۵۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو

۶۔ یہ تمہارے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے

پاکباز عورتوں سے متعلق تفصیلات نیز تہمت والے واقعہ کی وضاحت کے بعد اسی سے متعلق یہ ہدایت کی جا رہی ہے کہ دوسروں کے گھروں میں جب داخل ہوں تو گھر والوں سے اجازت لی جائے اور انہیں سلام بھی کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اگر ایک دوسرے کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لئے جانے کا رواج عام ہو جائے گا اور سلام کے بغیر دوسروں کے گھروں میں لوگ داخل نہیں ہوں گے اور اس معاملہ میں محتاط رویہ رکھیں گے تو تہمت والے حادثات بھی پیش نہیں آئیں گے۔ ظاہر ہیکہ اگر غیر متعلقہ شخص اس کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہوگا تو خلوت اور تنہائی والی بات پیش آئے گی اور یہی خلوت والی بات بدگمانی اور تہمت کے راستے کھول دے گی اور دوسروں کے گھروں میں بغیر اجازت داخل ہونے کی صورت میں یہ حادثہ بھی پیش آسکتا ہے کہ کسی نامحرم پر ایسی حالت میں نظر پڑ جائے جو نامناسب ہو اور بعض مرتبہ یہی نظر زنا کا باعث بھی بن سکتی ہے اس لئے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے یہاں یہ حکم دیا گیا کہ تم دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے سے پہلے گھر والوں سے اجازت

بھی لو اور انہیں سلام بھی کرو، جب تم کو گھر والوں کی طرف سے اجازت مل جائے اور وہ تمہارے سلام کا جواب دیدیں تو اب ان کے گھروں میں تم داخل ہو سکتے ہو۔

بے حیائی کے کاموں کی روک تھام کیلئے یہ ضروری تھا کہ ایسا سماج تشکیل دیا جائے کہ کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے گھر والوں کو سلام کرلیا جائے اور ان سے اجازت بھی لی جائے۔ بغیر اجازت دوسروں کے گھروں میں داخل ہوجانے کی وجہ سے ایسی جگہ نظر کے پڑ جانے کا احتمال زیادہ رہتا ہے جہاں نظر ڈالنا منع ہے، گویا نظروں کی حفاظت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے گھروں میں داخل ہونے کے لئے اجازت لینے کا حکم دیا ہے۔ ذہنی طور پر یہ اذیت کا بھی سبب بن جاتا ہے اور یہ ناپسندیدہ بات ہے کہ بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہوکر ان کو تنگ کیا جائے پہلے زمانہ میں آج کی طرح گھروں کے دروازے مضبوط طور پر بند نہیں رہتے تھے اور آج کی طرح گھروں پر پردوں کا بھی دستور نہیں تھا۔

یہاں یہ بات بھی کہی گئی کہ یہ اجازت لینا اور سلام کرنا تمہارے لئے بہتر ہے اور دونوں جانبین یعنی گھر والوں کے لئے بھی بہتر ہے اور ان کے لئے بھی جو دوسروں کے گھروں میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ اچانک کسی کے گھر میں داخل ہونا تہذیب کے خلاف ہے عین ممکن ہے کہ اس وقت آدمی اپنی بیوی کے ساتھ لحاف میں ہو اور اچانک کسی شخص کے گھر میں داخل ہونے سے ان دونوں کو تکلیف اور شرمندگی ہو۔ یہ بات اللہ نے تمہیں اس لئے بتائی ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اس آیت میں اجازت لینے اور سلام کرنے کی بات کہی گئی اب سوال یہ ہے کہ پہلے سلام کیا جائے یا پہلے اجازت لی جائے؟ اللہ تعالیٰ نے یہاں پہلے اجازت کا حکم دیا ہے اور اس کے بعد سلام کا تو مفسرین نے یہی ترتیب بیان کی ہے کہ پہلے اجازت لی جائے اس کے بعد سلام کیا جائے، تم کسی کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ تم انسیت حاصل نہ کرلو یہاں انسیت حاصل کرنے سے مراد اجازت لینا ہے۔

ایک صحابی رسولِ رحمت ﷺ کے پاس اجازت لئے بغیر اور سلام کئے بغیر داخل ہو گئے، رسول رحمت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ واپس جاؤ اور یوں کہو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ آاَدْخُلُ تم پر سلامتی ہو کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟ اور ایسی صورت میں جبکہ ان گھروں میں کوئی نہ ہو تو حکم دیا گیا کہ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو گھر میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے۔ کسی کا گھر خالی دیکھ کر اس گھر کے اندر مت چلے جاؤ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ اس گھر میں کوئی آدمی موجود ہو اور تمہیں اس کا پتہ نہ ہو اور اگر مکان خالی بھی ہو تو چونکہ یہ کسی اور کی ملکیت ہے اس میں جانا بداخلاقی ہے اس لئے اس صورت میں کسی کے گھر میں نہیں جانا چاہیے۔

یہاں یہ اصول بھی بتلا دیا گیا کہ اگر تم نے کسی کے گھر کے سامنے کھڑے ہو کر اجازت مانگی اور گھر والے نے تم سے کہہ دیا کہ واپس چلے جاؤ تو واپس لوٹ جاؤ، ایسی صورت میں حجت مت کرو کہ تم کیسے آدمی ہو کہ آنے والے کو گھر کے اندر داخل ہونے سے روک رہے ہو؟ وہ اس کا گھر ہے اور اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو اندر بلا لے چاہے تو واپس کر دے، اگر وہ واپس لوٹ جانے کو کہے تو حجت کرتے مت کھڑے ہو جاؤ بلکہ خاموش واپس لوٹ جاؤ یہ تمہارے لئے پاکیزہ بات ہے۔ اگر اجازت نہ دینے کے باوجود اس گھر میں داخل ہو جائیں تو پھر اجازت لینے کا مقصد ہی کیا ہے؟ اجازت اس لئے مانگی گئی ہے کہ گھر والے کو اختیار رہے کہ چاہے تو یہ کہے کہ آجائیے اندر تشریف لائیے اور چاہے تو یہ کہہ دے کہ نہیں! یہ وقت آرام کا ہے یا مصروفیت کا ہے تو ایسی صورت میں تمہارے لئے پاکیزگی کی بات یہی ہے کہ تم واپس لوٹ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کو وہ سب کچھ معلوم ہے جو تم کرتے ہو۔

ایک مرتبہ رسول رحمت ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر پر تشریف لے گئے آپ ﷺ نے تین مرتبہ اجازت طلب کی، اندر سے جواب نہ آیا تو آپ ﷺ واپس ہو گئے اندر سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جلدی سے نکلے اور آپ ﷺ کو اندر لے گئے اور آپ کی خدمت میں کشمش پیش کیا۔ (مشکوٰۃ)

﴿درس نمبر ۱۴۳۱﴾ **اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے** ﴿النور: ۲۹﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَاللهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ لَيْسَ نہیں ہے عَلَيْكُمْ تم پر جُنَاحٌ کوئی گناہ اَنْ تَدْخُلُوْا کہ تم داخل ہو بُيُوْتًا ایسے گھروں میں غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ سکونت نہیں ہوتی فِيْهَا ان میں مَتَاعٌ منفعت ہو لَّكُمْ تمہارے لیے وَاللهُ اور اللہ يَعْلَمُ جانتا ہے مَا تُبْدُوْنَ جو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور جو تم چھپاتے ہو

ترجمہ:۔ (ہاں) اگر تم کسی ایسے گھر میں جاؤ جس میں کوئی بستا نہ ہو اور اس میں تمہارا اسباب (رکھا) ہو تم پر کچھ گناہ نہیں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے۔

تشریح:۔ اس ایک آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر تم کسی ایسے گھر میں جاؤ جس میں کوئی بستا نہ ہو اور اس میں تمہارا اسباب رکھا ہو تم پر کچھ گناہ نہیں

۲۔ جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے

پچھلی آیات میں دوسروں کے گھروں میں بغیر اجازت اور بغیر سلام کے داخل ہونے سے منع کیا گیا تھا اور

اجازت اور سلام کے ساتھ دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے کو بھلائی اور خیر قرار دیا گیا تھا اور یہ بھی بتلا دیا گیا تھا کہ اگر صاحبِ خانہ یہ کہہ دے کہ واپس چلے جاو تو حکم دیا گیا کہ واپس ہو جاو۔ یہاں ایک خاص صورت میں گنجائش دی گئی ہے وہ یہ کہ ایسے گھر جن میں کوئی رہتا نہ ہو اور اس گھر میں ہمارے استعمال کی کوئی چیز ہو اور وہ چیز لینا ہو تو ایسی صورت میں ایسے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے کی گنجائش بتلائی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے گھر جن گھروں میں عموماً سب کو آنے جانے کی اجازت ہوتی ہے اور وہ گھر کسی خاص فرد یا خاندان کی رہائش کے لئے مختص نہیں ہے تو ایسی صورت میں بغیر اجازت کے وہاں داخل ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ہوٹلس، مسافر خانے، خانقاہیں، دواخانے وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں بغیر اجازت داخل ہونے میں کسی کو حرج بھی نہیں ہوگا اور تنگی بھی نہیں ہوگی۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں بُيُوتاً غَيْرَ مَسْكُونَة سے مراد یہ ہے کہ ایسے ٹوٹے ہوئے گھر جو ویران ہوں یا کھنڈر ہوں تو اس میں داخل ہو سکتے ہیں ایسی صورت میں فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ سے مراد رفع حاجت ہے کہ پیشاب پائخانہ وغیرہ کے لئے ایسے کھنڈر مکانات میں بغیر اجازت جا سکتے ہیں۔

اگر کسی مدرسہ میں ہم گئے اور اس مدرسہ میں مہمان خانہ میں قیام کیا اور ہم کو اس مہمان خانہ میں رہنے کی اجازت مل گئی تو ایسی صورت میں اس مہمان خانہ میں جس میں ہمارا سامانِ سفر وغیرہ ہے ہر وقت اجازت کی ضرورت نہیں رہے گی، اس لئے کہ وہ مہمان خانہ ہے اس میں سب لوگ رہتے ہیں اور آتے جاتے رہتے ہیں۔

در منثور میں یہ بات منقول ہے کہ جب یہ آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتاً غَيْرَ بُيُوتِكُمْ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! قریش کے تاجر مکہ، مدینہ، شام اور بیت المقدس کے درمیان سفر کرتے ہیں اور راستوں میں گھر بنے ہوتے ہیں انہیں میں وہ ٹھہر جاتے ہیں اور ان گھروں میں کوئی رہتا ہی نہیں ہے تو کس سے اجازت لیں اور کس کو سلام کریں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ کہ تم پر ایسے گھروں میں جہاں کوئی رہتا نہ ہو تو تم ایسے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل ہو سکتے ہو۔

حضرت عبداللہ بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول رحمت ﷺ کسی خاندان کے دروازے پر تشریف لاتے اور اجازت لینے کے لئے کھڑے ہوتے تو دروازے کے سامنے کھڑے نہیں ہوتے تھے بلکہ دروازہ کی دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر السلام علیکم فرماتے تھے اس زمانہ میں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔ (ابوداود)

اللہ تعالیٰ نے اس گنجائش کو بیان کرنے کے بعد یہ اہم بات بھی بتلا دی کہ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا

تَكْتُمُوْن اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا بھی علم ہے جو تم کسی کے گھر میں داخل ہوتے ہوئے اجازت طلب کرنے والے اس معاملہ کو ظاہر کرتے ہو اور جو تم اپنے دلوں میں چھپاتے ہو اس سے بھی اللہ واقف ہے کہ لوگوں کے عیبوں کی اطلاع پانے یا کسی اور بری نیت سے جو جاتے ہو اور اس بات کو اپنے دلوں میں چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس بات کا بھی علم ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۳۲﴾ **اپنی نظریں نیچی رکھا کریں** ﴿النور : ۳۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قُلْ آپ کہہ دیجئے لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومن مردوں سے يَغُضُّوْا وہ پست رکھیں مِنْ اَبْصَارِهِمْ اپنی نگاہیں وَيَحْفَظُوْا اور وہ حفاظت کریں فُرُوْجَهُمْ اپنی شرمگاہوں کی ذٰلِكَ اَزْكٰى یہ بہت پاکیزہ ہے لَهُمْ ان کے لیے اِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ خَبِيْرٌۢ خوب خبردار ہے بِمَا يَصْنَعُوْنَ ان سے جو وہ کرتے ہیں

ترجمہ:۔ مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں یہ ان کیلئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے خبردار ہے۔

تشریح:۔ اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں ۲۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔

۳۔ یہ ان کے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے۔ ۴۔ جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے خبردار ہے

پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان فرمائی کہ ایسی جگہیں جو کسی کی خاص ملکیت نہ ہو بلکہ عمومی جگہیں ہو ں تو وہاں پر تمہیں اجازت لے کر جانے کی ضرورت نہیں بلکہ تم ایسے ہی بغیر اجازت وہاں داخل ہو سکتے ہو، اب چونکہ یہ عمومی جگہیں ہیں تو وہاں پر نامحرموں سے آمنا سامنا ہونا عین ممکن ہے لہٰذا ایسے وقت میں کیا کرنا چاہئے؟ ان آیتوں میں بیان کیا جا رہا ہے کہ اے نبی! آپ ان لوگوں سے جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے ہیں یہ کہہ دیجئے کہ تم لوگ جب ایسی جگہوں پر جاؤ جہاں پر غیر محرم سے آمنا سامنا ہو تو تم ایسے وقت اپنی نگاہوں کو جھکا لو تا کہ تمہاری نظریں ان پر نہ پڑیں، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ راستوں میں بیٹھنے سے گریز کرو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اسکے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی جگہ نہیں ہے کہ جہاں ہم لوگ بیٹھ کر گفتگو کر سکیں؟ اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا! اگر ایسی مجبوری ہے تو پھر تم لوگ

راستہ کا حق ادا کرو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! راستہ کا کیا حق ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے جو سب سے پہلی چیز ارشاد فرمائی وہ نگاہ کی حفاظت ہے۔ (بخاری ۶۵ ۲۴) نگاہ ایک ایسی چیز ہے کہ اگر بندہ اس کی حفاظت کر لے تو وہ بڑے گناہوں سے بچ سکتا ہے، پست نگاہی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان زنا جیسے فعل خبیث سے بچ جاتا ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نگاہ شیطان کی جانب سے پھینکا جانے والا زہریلا تیر ہے لہٰذا جس نے اس بدنظری کو میرے خوف کی وجہ سے چھوڑ دیا تو میں اس عمل کو ایمان سے بدل دیتا ہوں جسکی مٹھاس وہ اپنے دل میں پاتا ہے۔ یعنی ایمان میں اضافہ اور تقویت ہوتی ہے (المعجم الکبیر ۶۲ ۱۰۳) جب غیر محرم پر نگاہ پڑ جاتی ہے تو پھر دل میں اسکی چاہت اور اسکی خواہش پیدا ہونے لگتی ہے اور اس خواہش اور چاہت کی انتہاء زنا ہوتی ہے اسی لئے اللہ تعالی نے اسی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ نگاہ کے ساتھ ساتھ شرمگاہ کی بھی حفاظت کرو یعنی زنا کاری ولواطت اور جتنے بھی شرمگاہ سے سرزد ہونے والے گناہ ہیں ان سے بچو۔ یہ دو طریقے جو بیان کئے گئے ہیں یعنی نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت یہ دل کی صفائی کا سب سے اعلی ذریعہ ہیں اور دین کی نفاست کا بھی ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ۔ اب پاکیزگی اور نفاست کے راستے تو اللہ تعالی نے بیان فرما دئے، انہیں اپنانا نہ اپنانا تمہارے اختیار میں ہے لیکن جو بھی کرو تو یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے کرو کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو چاہے وہ پوشیدہ طور پر ہو یا علانیہ طور اللہ تعالی اس سے بالکل باخبر ہے، جیسا کہ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ (المومن ۱۹) اللہ آنکھوں کی چوری کو بھی جانتا ہے اور ان چیزوں کو بھی جو تم سینوں میں چھپا رکھتے ہو، لہٰذا وہ ان اعمال کا قیامت کے دن پورا پورا اصلہ عطا کرے گا۔

عورتیں بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں

﴿درس نمبر ۱۴۳۳﴾ ﴿النور :۳۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُوْلِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ اور قُلْ آپ کہہ دیجئے لِّلْمُؤْمِنَاتِ مومن عورتوں سے یَغْضُضْنَ وہ پست رکھیں مِنْ أَبْصَارِهِنَّ اپنی نظریں وَ اور یَحْفَظْنَ وہ حفاظت کریں فُرُوجَهُنَّ اپنی شرمگاہوں کی وَ لَا يُبْدِينَ اور ظاہر نہ کریں وہ زِينَتَهُنَّ اپنا بناؤ سنگھار إِلَّا مگر مَا وہ جو ظَهَرَ ظاہر ہو مِنْهَا اس میں سے وَلْيَضْرِبْنَ اور چاہیے کہ وہ ڈالے رہیں بِخُمُرِهِنَّ اپنی اوڑھنیاں عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ اپنے گریبانوں پر وَلَا يُبْدِينَ اور ظاہر نہ کریں وہ زِينَتَهُنَّ اپنا بناؤ سنگھار إِلَّا مگر لِبُعُولَتِهِنَّ اپنے خاوندوں کے لیے أَوْ آبَائِهِنَّ یا اپنے باپ دادا کے لیے أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ یا اپنے خاوندوں کے باپ دادا کے لیے أَوْ أَبْنَائِهِنَّ یا اپنے بیٹوں کے لیے أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کیلئے أَوْ إِخْوَانِهِنَّ یا اپنے بھائیوں کیلئے أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے لیے أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے لیے أَوْ نِسَائِهِنَّ یا اپنی عورتوں کے لیے أَوْ مَا یا ان کے لیے جن کے مَلَكَتْ مالک ہوئے أَيْمَانُهُنَّ ان کے دائیں ہاتھ أَوِ التَّابِعِينَ یا ان نوکروں چاکروں کے لیے غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ جو حاجت مند نہیں مِنَ الرِّجَالِ مردوں میں سے أَوِ الطِّفْلِ یا ان لڑکوں کے لیے الَّذِينَ جو لَمْ يَظْهَرُوا واقف نہیں عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ عورتوں کی چھپی باتوں پر وَلَا يَضْرِبْنَ اور نہ ماریں وہ بِأَرْجُلِهِنَّ اپنے پاؤں لِيُعْلَمَ تاکہ جانا جائے مَا وہ جو يُخْفِينَ وہ چھپاتی ہیں مِنْ زِينَتِهِنَّ اپنے بناؤ سنگھار سے وَ اور تُوبُوا تم توبہ کرو إِلَى اللَّهِ اللہ کی طرف جَمِيعًا سارے ہی سارے أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ اے مومنو! لَعَلَّكُمْ تاکہ تم تُفْلِحُونَ فلاح پاؤ

ترجمہ:۔ اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی سجاوٹ کو کسی پر ظاہر نہ کریں سوائے اُس کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیوں کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں اور اپنی سجاوٹ اور کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے شوہروں کے، یا اپنے باپ، یا اپنے شوہروں کے باپ کے، یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے، یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے، یا اپنی عورتوں کے، یا ان کے جو اپنے ہاتھوں کی ملکیت میں ہیں، یا ان خدمت گذاروں کے جن کے دل میں کوئی (جنسی) تقاضا نہیں ہوتا، یا ان بچوں کے جو ابھی عورتوں کے چھپے ہوئے حصوں سے آشنا نہیں ہوئے اور مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ اُنہوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے، وہ معلوم ہو جائے اور اے مؤمنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

تشریح:۔ اس آیت میں نو باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ ۲۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

۳۔ اپنی سجاوٹ کسی پر ظاہر نہ کریں سوائے اسکے جو خود ہی ظاہر ہو جائے۔

۴۔اپنی اوڑھنیوں کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں۔
۵۔اپنی سجاوٹ اور کسی پر ظاہر نہ کریں۔ ۶۔ہاں! عورتیں ان پر اپنی سجاوٹ ظاہر کرسکتی ہیں۔
۷۔اپنے شوہروں کے سامنے، اپنے باپ کے سامنے، اپنے شوہروں کے باپ کے سامنے، اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے سامنے، اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے سامنے، اپنے بیٹوں کے بیٹوں کے سامنے یا اپنی عورتوں کے سامنے یا انکے سامنے جو اپنے ہاتھوں کی ملکیت میں ہیں یا انکے خدمت گزاروں کے سامنے جن کے دل میں کوئی جنسی تقاضہ نہیں ہوتا یا ان بچوں کے سامنے جو ابھی عورتوں کے چھپے ہوئے حصوں سے آشنا نہیں ہوئے۔
۸۔مسلمان عورتوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ انہوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے وہ معلوم ہوجائے۔
۹۔اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

جس طرح اللہ تعالی نے مومن مردوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی نگاہوں کو پست رکھیں شرمگاہوں کی حفاظت کریں اسی طرح کا حکم اللہ تعالی نے مومن عورتوں کو بھی دیا، چنانچہ فرمایا کہ اے نبی! آپ ان مومن عورتوں سے بھی یہ بات کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو پست رکھیں کہ کہیں وہ نامحرم مردوں پر نہ پڑ جائے جو کہ فتنہ کا باعث ہے، اسی طرح اپنی شرمگاہوں کی بھی حفاظت کریں کہ وہ صرف انکے شوہروں کے لئے حلال ہے اس کے علاوہ اور کسی کے لئے نہیں، چونکہ عورت سراپا ستر ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا اَلۡمَرۡاَۃُ عَوۡرَۃٌ۔ (ترمذی ۱۱۷۳) اسی لئے انکے احکام بھی کچھ زیادہ ہی ہوں گے، پہلے تو انہیں اپنی نگاہوں کی اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنی ہے اسکے بعد انہیں اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ اپنی زیب وزینت کو دوسرے غیر محرم مردوں سے چھپائے رکھیں ہاں! البتہ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں چھپانا مشکل ہوتا ہے اور وہ ظاہر رہتے ہیں جیسے کہ ہاتھ، پیر اور بعض کے نزدیک چہرہ جبکہ فتنہ اور برائی کا اندیشہ نہ ہوتو اگر ان پر کچھ زیب وزینت ہو جیسے کہ مہندی، انگوٹھی، پازیب وغیرہ اور وہ ظاہر ہوجائیں تو کوئی حرج نہیں پھر اسکے بعد فرمایا کہ عورتوں کو چاہیئے کہ وہ سر پر سے ڈوپٹہ ڈال لیں تاکہ اس ڈوپٹہ کے ذریعہ انکے بال، گردن اور سینہ وغیرہ ظاہر نہ ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ پہلے ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم فرمائے کہ جب یہ آیت وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ نازل ہوئی تو انہوں نے اپنے گریبانوں کو چاک کیا اور اس سے اپنی شرمگاہوں کو ڈھانک لیا۔ (بخاری ۴۷۵۹) الغرض اس طرح کا پردہ ہر وقت عورت کے لئے مشکل اور دشوار کا سبب ہوتا ہے خاص طور سے اس جگہ جہاں اسکی رہائش ہو اسی لئے اللہ تعالی نے ان پر آسانی فراہم کرتے ہوئے رخصت دی اور چند افراد کی فہرست بیان فرمائی کہ جن کے سامنے وہ اپنی زیب وزینت ظاہر کرکے

آ سکتی ہے اور اس فہرست میں تین قسم کے طبقات بیان فرمائے گئے کہ جن میں بعض کے نزدیک تو وہ صرف اعضاء مخصوصہ کو چھپا کر آ سکتی ہیں اور وہ شوہر ہے اور دوسرے طبقے میں باپ، بیٹا، سسر، پوتا، نواسا، بھتیجا، بھانجا وغیرہ ہیں کہ جنکے سامنے وہ بغیر سر و چہرہ ڈھانکے، ہاتھ، پیر وغیرہ کو ظاہر کر کے آ سکتی ہیں اور تیسرا طبقہ انکا کہ جنکے سامنے وہ ناف سے لیکر گھٹنوں تک چھپا کر آ سکتی ہیں جیسے کہ مسلمان عورتوں اور ناسمجھ بچوں کے سامنے۔ چنانچہ انہی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں! البتہ وہ اپنی زیب و زینت اپنے شوہروں، اپنے باپ دادا، اپنے سسر، اپنے بیٹوں اور اپنے شوہر کے بیٹوں، اپنے بھائیوں اور اپنے بھانجوں و بھتیجوں کے سامنے ظاہر کر سکتی ہیں لیکن شوہر کے علاوہ تمام کے سامنے سارے جسم کو تو چھپائے رکھیں گی، انکے سامنے بھی بدن کے کسی حصہ کو ظاہر کرنا جائز نہیں، ہاں! البتہ وہ مسلم عورتوں کے سامنے ناف سے لیکر رانوں تک کے حصہ کو چھوڑ کر بقیہ حصہ کو ظاہر کر سکتی ہیں اسی کو آگے بیان فرمایا أَوْ نِسَآئِهِنَّ اسکے بعد فرمایا أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ یعنی وہ اپنی باندیوں کے سامنے بھی خواہ مسلم ہو یا کافر ناف سے لیکر رانوں تک کے حصہ کو چھوڑ کر بقیہ حصہ ظاہر کر سکتی ہیں لیکن وہ اپنے مرد غلاموں کے سامنے اکثر علماء کی رائے کے مطابق سارے بدن کو چھپائے رکھیں گی۔ ہاں! البتہ ڈوپٹہ وغیرہ کھلا رکھ سکتی ہیں، اسکے بعد فرمایا أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ یعنی ایسا آدمی جسے شہوت بالکل بھی نہ آتی ہو یعنی وہ نامرد ہو تو ایسے مردوں کے سامنے بھی عورت اپنی زیب و زینت ظاہر کر سکتی ہے پھر اسکے بعد فرمایا أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَآءِ کہ عورتیں ایسے بچوں کے سامنے آ سکتی ہیں جن میں عورتوں کے اعضاء مخصوصہ کی کچھ سمجھ نہ ہو۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے پردہ کا مکمل حکم بیان فرما دیا کہ کن سے مکمل پردہ کریں اور کن سے جزوی؟ پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں سے بھی عورتوں کو روک دیا جو فتنہ کا سبب بنتی ہیں چنانچہ فرمایا کہ عورتیں اپنے پیر اس طرح زمین پر نہ رکھیں کہ جس سے انکے چلنے پھرنے کی آوازیں آئیں اور مردوں کا ذہن انکی طرف مبذول ہو، ان جیسی حرکتوں سے دل میں شیطانی خیالات جنم لیتے ہیں اور پھر انسان کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ زیادہ ہو جاتا ہے اسی لئے ان جیسی فتنہ پیدا کرنے والی حرکات سے بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں منع فرما دیا تاکہ انکی عزت و عفت برقرار رہے۔ علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورتوں کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اپنے ہاتھوں میں ایسے کنگن پہن کر غیر مردوں کے سامنے آئیں جس سے آوازیں آتی ہوں اگرچہ کہ وہ پردہ میں ہی کیوں نہ ہوں، اسی طرح وہ عطر جسکی خوشبو دور تک مہکتی ہو، ایسا برقعہ جس پر مختلف قسم کی آسائش و آرائش ہو کہ جو لوگوں کی نظروں کو اپنی طرف مبذول کرتا ہو وغیرہ سب ناجائز ہیں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نگاہ زنا کار ہے اور وہ عورت جو عطر لگا کر کسی محفل سے گزرے تو ایسی ہے ایسی ہے یعنی زانیہ ہے۔ (ترمذی ۲۷۸۶) آخر میں اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور عورتوں سے فرما رہے ہیں کہ جو کچھ تم سے انجانے میں ہو گیا اس پر بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور توبہ کرو اور آگے بھی توبہ کرتے رہو اس

لئے کہ بحیثیت بشر تم سے احکامات کے بجالانے میں کچھ کوتاہیاں اور خامیاں ہو جاتی ہیں، لہٰذا توبہ کی عادت ڈال لو تا کہ تم کل قیامت کے دن کامیاب لوگوں میں شمار کئے جاؤ، ویسے بھی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند ہی کرتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ۔

﴿درس نمبر ۱۴۳۴﴾ اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کرادیا کرو ﴿النور ۳۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ اور أَنكِحُوا تم نکاح کرو الْأَيَامَى بے نکاحوں کا مِنكُمْ اپنے میں سے وَ اور الصَّالِحِيْنَ نیک ہیں مِنْ عِبَادِكُمْ تمہارے غلاموں میں سے وَ اور إِمَائِكُمْ تمہاری لونڈیوں إِنْ اگر يَكُونُوا وہ ہوں گے فُقَرَاءَ فقیر يُغْنِهِمُ اللَّهُ انہیں غنی کر دے گا مِنْ فَضْلِهِ اپنے فضل سے وَاللَّهُ اور اللہ وَاسِعٌ بڑا وسعت والا ہے عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے

ترجمہ:۔ تم میں سے جن (مردوں یا عورتوں) کا اس وقت نکاح نہ ہوا ہو اُن کا بھی نکاح کراؤ اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نکاح کے قابل ہوں، اُن کا بھی۔ اگر وہ تنگ دست ہوں تو اللہ اپنے فضل سے اُنہیں بے نیاز کر دے گا۔ اور اللہ بہت وسعت والا ہے، سب کچھ جانتا ہے۔

تشریح:۔ اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ اپنے بے نکاحے مرد اور عورتوں کا نکاح کراو۔

۲۔ اپنے ان غلاموں اور باندیوں کا بھی جو نکاح کے قابل ہوں نکاح کراو۔

۳۔ اگر تنگدست ہوں تو اللہ تعالیٰ نکاح کی برکت سے تنگدستی کو دور فرمادیگا۔

۴۔ اللہ بہت وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

اس آیت میں نگاہوں اور شرمگاہوں کی حفاظت کا سب سے بہترین طریقہ بیان کیا جارہا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اپنے ان ماتحتوں کا جو نکاح کے قابل ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک نکاح نہیں کئے ہیں، نکاح کروادو، اسی طرح اپنے غلاموں اور باندیوں کا بھی مناسب طریقہ پر نکاح کروادو اس لئے کہ نکاح ہی ایک ایسا راستہ ہے جس سے انسان اپنی نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت بہ آسانی کرسکتا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں جو نکاح کرنے کی قدرت

واستطاعت رکھتا ہوتو اسے چاہیئے کہ وہ نکاح کرلے اس لئے کہ یہ نگاہ کو پست رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کا سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے۔(بخاری ۱۹۰۵) نکاح عام طور سے اس لئے نہیں کیا جاتا کہ اسکے پاس مال ومتاع اور ضرورت سے زیادہ نفقہ نہیں ہوتا یعنی مفلسی وتنگدستی کا شکوہ کرتے ہوئے لوگ نکاح سے دور رہتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ ہمارے پاس فقر وفاقہ اور تنگی ہے یا مال ودولت کی کمی ہے اور اگر ہم ایسے وقت میں نکاح کرلیں گے تو یہ تنگی اور بڑھ جائے گی اور ہمیں مزید مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اسی نامناسب سوچ اور ذہنیت کو دور کرنے کے لئے فرمارہے ہیں کہ تم ان برائیوں سے بچنے کی خاطر نکاح جیسے پاک عمل کو صاف نیتی کے ساتھ اپنالو اسکے بعد پھر دیکھو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس مبارک عمل کی وجہ سے تمہاری تنگی ومفلسی کو کیسے دور کرتا ہے؟ اور کس طرح تمہاری کمائی میں برکت عطا کرتا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اِبْتَغُوا الْغِنٰی فِی النِّکَاحِ یعنی مالداری کو نکاح میں تلاش کرو(کنز العمال ۴۵۵۸۳) روزی کا دینا اللہ کے ذمہ ہے بس تم اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے نکاح کے بندھن میں بندھ جاؤ وہ تمہاری ہر ضرورت کو پورا کرے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا أَطِيْعُوا اللهَ فِيْمَآ أَمَرَكُمْ بِهٖ مِنَ النِّكَاحِ يُنْجِزْ لَكُمْ مَا وَعَدَكُمْ مِّنَ الْغِنٰى تم اللہ تبارک وتعالیٰ کی نکاح کے حکم میں اطاعت کرو وہ تم سے کئے گئے مالداری کے وعدہ کو پورا کریگا۔(کنز العمال ۴۵۵۸۴) یقیناً اللہ ہر کسی کی ضرورت سے خوب واقف ہے، وہ تو بڑا وسعت والا اور بڑا ہی جاننے والا ہے۔

مومن ومسلمان کی زندگی توکّل علی اللہ کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ قرآنِ مجید کی آیات اور رسولِ رحمت ﷺ کے ارشادات میں یہ بات بکثرت ملتی ہے کہ مومن کیلئے توکّل ہی اس کا طاقتور اثاثہ ہے۔ جب وہ زمین وآسمان کے خالق و مالک پر بھروسہ کرے گا تو وہ ضرور اس کو وہ چیز عطا کرے گا۔ ہمارا کام اللہ پر توکّل کرنا اور قدم بڑھانا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا اپنا اختیار ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۲۲ میں کہا گیا: وَاللهُ وَلِيُّهُمَا ط وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ اگر نوجوان اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے نکاح کا مضبوط ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے ضرور اسباب پیدا کریں گے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۹ میں رسولِ رحمت ﷺ سے کہا گیا کہ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہوجائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے۔ نوجوانوں کو چاہیئے کہ تنگی کے اس زمانہ میں اپنے رب کی طرف رجوع ہوں اور اسی پر بھروسہ کریں اور ہمت سے کام لیں۔

﴿درس نمبر ۱۴۳۵﴾ اگر نکاح کے مواقع میسر نہ ہوں تو! ﴿النور ۳۳﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ

الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُمْ مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔وَلْيَسْتَعْفِفِ اور چاہیے کہ دامن بچائے رکھیں الَّذِينَ وہ لوگ جو لَا يَجِدُونَ نہیں پاتے نِكَاحًا نکاح حَتَّىٰ حتی کہ يُغْنِيَهُمُ انہیں غنی کردے اللَّهُ اللہ مِن فَضْلِهِ اپنے فضل سے وَ اور الَّذِينَ وہ لوگ جو يَبْتَغُونَ چاہتے ہیں الْكِتَابَ مکاتبت مِمَّا ان لوگوں میں سے کہ مَلَكَتْ مالک ہیں أَيْمَانُكُمْ تمہارے دائیں ہاتھ فَكَاتِبُوهُمْ توتم انہیں لکھ کردو إِنْ اگر عَلِمْتُمْ تم معلوم کرو فِيهِمْ ان میں خَيْرًا بھلائی وَ آتُوهُمْ اور تم انہیں دو مِّن مَّالِ اللَّهِ اللہ کے مال میں سے الَّذِي وہ جو آتَاكُمْ اس نے تمہیں دیا ہے وَلَا تُكْرِهُوا اور تم مجبور نہ کرو فَتَيَاتِكُمْ اپنی لونڈیوں کو عَلَى الْبِغَاءِ بدکاری پر إِنْ اگر أَرَدْنَ وہ چاہیں تَحَصُّنًا بچنا لِّتَبْتَغُوا تاکہ تم تلاش کرو عَرَضَ سامان الْحَيَاةِ الدُّنْيَا زندگانی دنیا کا وَمَن اور جو کوئی يُكْرِههُّنَّ انہیں مجبور کرے گا فَإِنَّ تو بلاشبہ اللَّهَ اللہ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد غَفُورٌ بہت بخشنے والا ہے رَّحِيمٌ نہایت رحم والا ہے

ترجمہ: ۔اور جن لوگوں کو نکاح کے مواقع میسر نہ ہوں، وہ پاک دامنی کے ساتھ رہیں، یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے بے نیاز کردے اور تمہاری ملکیت کے غلام باندیوں میں سے جو مکاتبت کا معاہدہ کرنا چاہیں، اگر ان میں بھلائی دیکھو تو اُن سے مکاتبت کا معاہدہ کرلیا کرو اور (مسلمانو!) اللہ نے تمہیں جو مال دے رکھا ہے، اُس میں سے ایسے غلام باندیوں کو بھی دیا کرو۔ اور اپنی باندیوں کو دُنیوی زندگی کا ساز و سامان حاصل کرنے کے لئے بدکاری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاک دامنی چاہتی ہوں اور جو کوئی اُنہیں مجبور کرے گا تو اُن کو مجبور کرنے کے بعد اللہ (اُن باندیوں کو) بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

تشریح: ۔اس آیت میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔جن لوگوں کو نکاح کے مواقع میسر نہ ہوں وہ پاک دامنی کے ساتھ رہیں۔

۲۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے بے نیاز کردے۔

۳۔تمہاری ملکیت کے غلام اور باندیوں میں سے جو مکاتبت کا معاہدہ کرنا چاہیں اور تم ان میں بھلائی دیکھو تو ان سے مکاتبت کا معاہدہ کرلیا کرو۔

۴۔مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو مال دے رکھا ہے اس میں ان غلام باندیوں کو بھی دیا کرو۔

۵۔اپنی باندیوں کو دنیوی زندگی کا ساز و سامان حاصل کرنے کیلئے بدکاری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاک دامنی چاہتی ہوں

۶۔ جو کوئی انکو مجبور کریگا تو انکو مجبور کرنے کے بعد اللہ تعالی ان باندیوں کو بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

پچھلی آیت میں اللہ تبارک وتعالی نے ایسے شخص کو جو نان ونفقہ ادا کرنے کا اہل ہو، نکاح کرنے کا حکم دیا۔ یہاں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جنکے پاس نان ونفقہ ادا کرنے کی بھی استطاعت نہ ہوتو ان سے کہا جا رہا ہے کہ جو نکاح کرنا چاہتے ہیں لیکن انہیں نکاح کا موقع میسر نہیں ہے اور وہ اپنی بیوی کا نفقہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے نکاح ہونے تک پاک دامنی کے ساتھ رہیں، یقینا اللہ تبارک وتعالی انکے راستے آسان فرمائیگا جیسا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین لوگ ایسے ہیں کہ انکی مدد کرنے کا ذمہ اللہ تعالی نے لیا ہوا ہے ان میں ایک ایسا نکاح کرنے والا بھی ہے جو پاک دامن رہنا چاہتا ہے (ترمذی ۱۶۵۵) پاکدامن رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان زنا اور بدنگاہی جیسے امور سے بچتا رہے جنکا پچھلی آیتوں میں حکم دیا گیا اور سب سے بہترین طریقہ پاک دامن رہنے اور اپنی شہوت کو ضبط میں رکھنے کا نبی رحمت ﷺ نے سکھلایا وہ یہ ہے وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ کہ جو شادی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو اسے چاہیئے کہ وہ روزے رکھا کرے اس لئے کہ روزے رکھنا شہوت کو ختم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ (بخاری ۱۹۰۵) آزاد کا ذکر فرمانے کے بعد اللہ تبارک وتعالی غلام وباندی سے متعلق احکام بیان فرمارہے ہیں کہ جو غلام یا باندی تم سے یہ کریں کہ تم اسے مکاتب بنادو یعنی وہ اپنے آقا سے یہ کہیں کہ آپ ہماری ایک قیمت متعین کردیجئے کہ ہم آپ کو وہ قیمت متعین وقت میں ادا کردیں گے اسکے بعد ہم آزاد ہوجائیں گے تو آقاؤں کو چاہیئے کہ انکے اس مطالبہ کو قبول کرلیں جبکہ انہیں یہ معلوم ہو کہ یہ شخص اپنی محنت سے اس رقم کو ضرور ادا کردیگا اور اس میں دیانتداری اور شرافت وغیرہ عمدہ صفات بھی موجود ہوں اور اگر وہ ایسا غلام ہے کہ وہ کبھی بھی اپنے بدلۂ کتابت کو ادا نہیں کرسکتا تو آقا ایسے شخص کو منع کردے تو کوئی حرج نہیں، اب جبکہ آقا نے اس غلام کی پیشکش اور عرضی کو قبول کرلیا تو اللہ تبارک وتعالی مالدار مسلمانوں سے فرمارہے ہیں کہ تم اپنے مال میں ایسے مکاتب شخص کو کچھ ادا کردو تا کہ وہ اپنے بدلۂ کتابت ادا کرکے آزاد ہوجائے اور بہ آسانی احکام الہی پر عمل کرسکے، اللہ تبارک وتعالی نے مالِ زکوۃ میں ان جیسے غلاموں کا بھی حصہ مقرر فرمایا کہ یہ لوگ بھی زکوۃ کے مستحق ہیں اور تم انہیں اپنی زکوۃ کا مال دے سکتے ہو اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ (التوبہ ۶۰) لہذا تم اپنی زکوۃ کا مال انہیں ادا کرو۔ بعض علماء نے کہا کہ یہاں پر خطاب ان غلاموں کے آقاؤں سے ہے کہ جب یہ مکاتب بندہ اپنا بدلۂ کتابت تمہیں پورا پورا ادا کردے تو تم انہیں آزاد کرتے وقت اس مال میں سے کچھ حصہ اسکے حوالہ کردو تا کہ وہ اپنی نئی زندگی کی شروعات بہ آسانی کرسکے۔ اسکے بعد اللہ تعالی نے ظلم وزیادتی پر روک لگاتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے غلام اور خاص کر باندیوں کو پیسوں کی لالچ میں حرام کاموں کے لئے مجبور نہ کرو اور خاص کر زنا جیسے فعل بد کے لئے تم

اپنی باندیوں پر جبر وتشدد نہ کروا گروہ پاک دامن رہنا چاہتی ہیں تو انہیں پاک دامن رہنے دو۔ یہ آیت جاہلیت کی اس رسم کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ پہلے لوگ اپنی باندیوں کو زنا پر مجبور کرتے تھے اور اس فعل کے ذریعہ وہ دنیا کا مال کماتے تھے یا پھر اس زنا کے نتیجہ میں حمل کے ذریعہ ایک اور غلام کی چاہت رکھتے تھے، لہٰذا جب اسلام آیا تو اس نے اس ظلم کو بھی مٹا دیا اور حکم جاری کر دیا کہ آج کے بعد کوئی کسی پر ظلم وتشدد نہیں کریگا اور حرام کاموں کے لئے کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں کریگا، یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے اپنی دو باندیوں کو جاہلی اصول کے مطابق زنا پر مجبور کیا اور بات نہ ماننے پر انہیں مارا، تو یہ دونوں اپنی شکایت لیکر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر قرطبی) اسکے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد بھی اگر کسی نے انہیں اس گناہ کے لئے مجبور کیا اور زبردستی کی تو پھر اللہ تعالیٰ ان مجبوروں کو معاف کر دیگا وہ تو بڑا بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔

واضح آیتیں اور روشن مثالیں

﴿درس نمبر ۱۴۳۶﴾ ﴿النور ۳۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَمَثَلاً مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ اور لَقَدْ البتہ تحقیق أَنزَلْنَا ہم نے نازل کیں إِلَيْكُمْ تمہاری طرف آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ واضح نشانیاں وَ اور مَثَلاً کچھ حال مِّنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں کا جو خَلَوْا گزر چکے مِن قَبْلِكُمْ تم سے پہلے وَ اور مَوْعِظَةً نصیحت لِّلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کے لیے

ترجمہ:۔ اور ہم نے وہ آیتیں بھی اُتار کر تم تک پہنچا دی ہیں جو ہر بات کو واضح کرنے والی ہیں اور ان لوگوں کی مثالیں بھی جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور وہ نصیحت بھی جو اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے کارآمد ہے۔

تشریح:۔ اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے ہر بات کو واضح کرنے والی آیتیں تم تک پہنچا دی ہیں۔

۲۔ ان لوگوں کی مثالیں بھی تم تک پہنچائی ہیں جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔

۳۔ وہ نصیحت بھی جو اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے کارآمد ہے۔

ان تمام احکامات کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس قرآن کریم کی تین صفات بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرمایا کہ ہم نے تم تک وہ آیتیں بھیج دی ہیں جو ہر بات کو واضح کرنے والی ہیں یعنی شریعت کے تمام حدود، احکامات

اور ان تمام چیزوں کو جنکی تمہیں یہاں ضرورت ہے تمہارے سامنے واضح انداز میں بیان کردی ہیں۔ لہٰذا اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھنا چاہتے ہو اور سیدھا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہو تو تم اس قرآن کریم کی بغور تلاوت کیا کرو، پھر دیکھو! تم اس رب کے بتلائے ہوئے طریقہ کو کس طرح بہ آسانی پا جاوگے، کسی بھی بات کو بہتر انداز میں سمجھانے کے لئے مثالیں دی جاتی ہیں تاکہ بتلائی ہوئی بات اچھے طریقہ سے سمجھ میں آجائے اور ذہن نشین بھی ہوجائے اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی پچھلے لوگوں کے حالات اور انکے واقعات کو مثال کے طور پر بیان فرمایا ہے کہ دیکھو! پچھلے لوگوں میں سے جس نے اس رب کی اطاعت کی تو وہ کس طرح کامیاب ہوگئے اور جس نے اس رب کی نافرمانی کی تو وہ کس طرح ہلاک وتباہ ہوگئے؟ یہی حال تمہارا بھی ہوگا کہ اگر تم اطاعت کروگے تو جنت ملے گی اور نافرمانی کروگے تو جہنم رسید ہوجاؤگے۔ لہٰذا یہ تمام باتیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں بیان فرمائی ہیں۔ وہ ناسمجھ کو سمجھانے، بھٹکے ہوئے کو سیدھی راہ دکھانے، اپنے اعمال کی فکر کرنے، انہیں درست کرنے والوں، سیدھی راہ اختیار کرنے والوں، اسکی طلب کرنے والوں اور اس سے ڈرنے والوں کے لئے بطور نصیحت ہے، لہٰذا انہیں چاہئے کہ وہ اس سے سبق حاصل کریں اور اپنی آخرت کو سنوارنے اور اسے آراستہ کرنے کی اس دنیا میں کوشش ومحنت کریں، یقیناً جو اس کوشش میں لگے گا اللہ تعالیٰ اسکے راستے کو آسان فرمادے گا اور اسکی محنت میں اسے کامیابی عطا کرے گا۔

﴿درس نمبر ۱۴۳۷﴾ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے ﴿النور ۳۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَللّٰہُ اللہ نُوْرُ نور ہے السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا وَ اور الْاَرْضِ زمین کا مَثَلُ مثال نُوْرِہٖ اس کے نور کی كَمِشْكٰوةٍ مانند طاق کے ہے فِيْهَا اس میں مِصْبَاحٌ ایک چراغ ہے اَلْمِصْبَاحُ چراغ فِيْ زُجَاجَةٍ شیشے میں ہے اَلزُّجَاجَةُ وہ شیشہ كَاَنَّهَا گویا کہ وہ كَوْكَبٌ ایک ستارہ ہے دُرِّيٌّ چمکتا ہوا يُّوْقَدُ وہ جلایا جاتا ہے مِنْ شَجَرَةٍ ایک درخت سے مُّبٰرَكَةٍ جو مبارک ہے زَيْتُوْنَةٍ جو زیتون کا ہے لَّا شَرْقِيَّةٍ نہ مشرقی وَّلَا غَرْبِيَّةٍ اور نہ مغربی يَّكَادُ قریب ہے کہ زَيْتُهَا اس کا تیل يُضِيْٓءُ روشن ہوجائے وَلَوْ اگرچہ لَمْ تَمْسَسْهُ نہ لگے اسے نَارٌ آگ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ نور پر نور يَهْدِي ہدایت دیتا ہے اللّٰہُ اللہ لِنُوْرِہٖ اپنے نور کی طرف مَنْ جسے

يَشَاءُ وہ چاہتا ہےوَ اور يَضْرِبُ بیان کرتا ہےاللّٰهُ اللہ الْأَمْثَالَ مثالیں لِلنَّاسِ لوگوں کے لیےوَ اور اللّٰهُ اللہ بِكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کوعَلِيمٌ خوب جاننے والا ہے۔

ترجمہ:۔اللہ تمام آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔اُس کے نور کی مثال کچھ یوں ہے جیسے ایک طاق ہوجس میں چراغ رکھا ہو، چراغ ایک شیشے میں ہو۔شیشہ ایسا ہو جیسے ایک ستارا، موتی کی طرح چمکتا ہوا! وہ چراغ ایسے برکت والے درخت یعنی زیتون سے روشن کیا جائے جو نہ (صرف) مشرقی ہو نہ (صرف) مغربی، ایسا لگتا ہو کہ اُس کا تیل خود ہی روشنی دیدے گا، چاہے اُسے آگ بھی نہ لگے۔نور بالائے نور! اللہ اپنے نور تک جسے چاہتا ہے، پہنچا دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے فائدے کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

تشریح:۔ان آیتوں میں بارہ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔اللہ تعالیٰ تمام آسمان وزمین کا نور ہے۔ ۲۔اسکے نور کی مثال کچھ یوں ہے۔

۳۔جیسے ایک طاق ہوجس میں چراغ رکھا ہوا ہو۔ ۴۔چراغ ایک شیشے میں ہو۔

۵۔شیشہ ایسا ہو جیسے ایک ستارا موتی کی طرح چمکتا ہوا۔

۶۔وہ چراغ ایسے برکت والے درخت یعنی زیتون سے روشن کیا جائے جو نہ صرف مشرقی ہواور نہ صرف مغربی۔

۷۔ایسا لگتا ہو کہ اسکا تیل خود ہی روشنی دے دے گا۔ ۸۔چاہے اسے آگ بھی نہ لگے۔

۹۔نور بالائے نور ۱۰۔اللہ اپنے نور تک جسے چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے۔

۱۱۔اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔ ۱۲۔اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے یعنی اس دنیا کو روشن کرنے والا اور اسکا نظام چلانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہ اس دنیا کو اپنی توحید اور اپنے وجود سے اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارے جانے والے کلام اور اسکی واضح آیتوں کے ذریعہ روشن کیا ہوا ہے جس سے کفر و جہالت کا اندھیرا دور ہوتا ہے، لہٰذا جس نے اس نور سے اپنے آپ کو منور کرلیا اور اس نور کو اپنے اندر بسالیا تو یقیناً وہ کامیاب ہو گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس ایمانی نور کی تشبیہ دیتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ اس نور کی مثال اس چراغ کی طرح ہے کہ جو کسی طاق یا روشن دان میں رکھا ہوا ہے اور اوپر سے اس چراغ کو کسی شیشہ میں رکھ دیا گیا ہوتا کہ ایک روشن ستارے کی طرح اسکی روشنی بکھرے اور جس سمت یا جگہ کو روشن کرنا ہو وہ روشن ہو جائے اور جس تیل سے اس چراغ کو روشن کیا گیا ہے وہ اس مبارک درخت زیتون کا ہے جسکے منافع بہت ہی زیادہ ہیں جس درخت کی خاصیت یہ ہے کہ وہ اس مقام پر اگتا ہے جہاں پر سورج کی روشنی نہ صرف سورج کے نکلنے کے وقت پڑتی ہے اور نہ صرف غروب کے وقت بلکہ دونوں وقت کی دھوپ اس درخت پر پڑتی ہے لہٰذا اسکی اس خوبی کی وجہ سے اس درخت سے جو تیل نکلتا

ہے وہ بالکل صاف اور چمکتا ہوا ہوتا ہے اور دور سے دیکھنے پر ایسا معلوم و محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چھوٹا سا ستارہ ٹمٹمار ہا ہے تو جب اس جیسے تیل کو چراغ میں ڈال کر روشن کیا جائیگا تو روشنی میں چار چاند لگ جائیں گے ''نور علی نور'' اسی طرح جب یہ اللہ تعالی کا ایمانی نور اس مومن کے دل پر پڑتا ہے جو ہدایت کے راستہ پر ہوتا ہے تو اسکے ایمان کی روشنی کا کیا عالم ہوگا؟ بلکہ اس پر تو چار چاند لگ جائیں گے، لیکن اللہ تعالی اپنا یہ ایمانی نور ہر کسی کو نہیں بلکہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور وہ اس قسم کی مثالیں انسانوں کے لئے جس میں ایمان و ہدایت کی دلیلیں ہوتی ہیں دیتا ہے تا کہ ان مثالوں کے ذریعہ حق کی بات ان کے ذہنوں میں جم جائے اور انکا دل اسکی طرف مائل ہو جائے یقیناوہ رب ہر چیز کا جاننے والا ہے کہ کس کے دل میں کیا ہے اور کون ہدایت کو پسند کرتا ہے اور کون نہیں؟ پھر وہ اسی کے مطابق اپنا فیصلہ صادر کرتا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۳۸﴾ اللہ لوگوں کو ان کا بہترین بدلہ دے گا ﴿النور ۳۶۔۳۷۔۳۸﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فِي بُيُوتٍ ان گھروں میں ہیں أَذِنَ اللَّهُ کہ حکم دیا ہے اللہ نے أَن تُرْفَعَ کہ وہ بلند کیے جائیں وَ اور يُذْكَرَ ذکر کیا جائے فِيهَا ان میں اسْمُهُ اس کا نام يُسَبِّحُ تسبیح بیان کرتے ہیں لَهُ اس کی فِيهَا ان میں بِالْغُدُوِّ صبح وَ اور الْآصَالِ شام (۳۶) رِجَالٌ وہ مرد لَّا تُلْهِيهِمْ نہیں انہیں غافل کرتی تِجَارَةٌ تجارت وَ اور لَا نہ بَيْعٌ خرید و فروخت عَن ذِكْرِ اللَّهِ اللہ کے ذکر سے وَ اور إِقَامِ الصَّلَاةِ نماز قائم کرنے سے وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ زکواۃ ادا کرنے سے يَخَافُونَ وہ ڈرتے ہیں يَوْمًا اس دن سے تَتَقَلَّبُ کہ الٹ جائیں گے فِيهِ اس میں الْقُلُوبُ دل وَ اور الْأَبْصَارُ آنکھیں (۳۷) لِيَجْزِيَهُمُ (وہ یہ کام کرتے ہیں) تا کہ انہیں جزا دے اللَّهُ اللہ أَحْسَنَ بہترین مَا اس کی جو عَمِلُوا انہوں نے عمل کئے وَ اور يَزِيدَهُم وہ انہیں زیادہ دے مِّن فَضْلِهِ اپنے فضل سے وَ اور اللَّهُ اللہ يَرْزُقُ رزق دیتا ہے مَن جسے يَشَاءُ چاہتا ہے بِغَيْرِ حِسَابٍ بغیر حساب کے

ترجمہ:۔ جن گھروں کے بارے میں اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ اُن کو بلند مقام دیا جائے، اور اُن میں اُس کا نام لے کر ذکر کیا جائے، اُن میں صبح و شام وہ لوگ تسبیح کرتے ہیں جنہیں کوئی تجارت یا کوئی خرید و فروخت نہ اللہ کی

یاد سے غافل کرتی ہے نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ دینے سے ۔ وہ اُس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور نگاہیں اُلٹ پلٹ کررہ جائیں گی ۔ نتیجہ یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں کو ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے مزید کچھ اور بھی دے گا اور اللہ جس کو چاہتا ہے، بے حساب دیتا ہے ۔

تشریح :۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں ۔

۱۔ جن گھروں میں اللہ تعالی نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو بلند مقام دیا جائے ۔

۲۔ ان میں اسکا نام لیکر ذکر کیا جائے ۔

۳۔ ان میں صبح وشام وہ لوگ تسبیح کرتے ہیں جنہیں کوئی تجارت یا کوئی خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ دینے سے ۔

۵۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور نگاہیں الٹ پلٹ کررہ جائیں گی ۔

۶۔ نتیجہ یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں کو ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے گا ۔

۷۔ اپنے فضل سے مزید کچھ اور بھی دے گا ۔ ۸۔ اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے ۔

جس نور کا تذکرہ کیا گیا اس نور سے فائدہ اٹھانے والے کون ہیں؟ کہا جارہا ہے کہ جن گھروں کی تعمیر کرنے اور انہیں بلند کرنے اور جن میں اسکا نام لیکر ذکر کرنے کا اللہ تبارک وتعالی نے حکم دیا ہے ان گھروں میں وہ لوگ اللہ تبارک وتعالی کی صبح وشام تسبیح وتحمید بیان کرتے ہیں جنہیں دنیا سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ دنیا کی مصروفیتیں، تجارت وخرید وفروخت انہیں اللہ تبارک وتعالی کی یاد سے اور اسکے ذکر سے غافل نہیں کرتیں اور نہ ہی انہیں دیگر احکامِ الٰہیہ کی ادائیگی میں مانع ہوتی ہیں جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ وغیرہ بلکہ یہ لوگ ہر حال میں ان احکامات کو بجالاتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کرتے ان لوگوں نے اللہ تبارک وتعالی کے اس حکم کو بخوبی انجام دیا ہے جو اس نے دیا يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (المنافقون ۹) کہ اے ایمان والو! تمہیں تمہاری دولت اور اولاد اللہ تعالی کے ذکر سے غافل نہ کردے، ان مسجدوں کو آباد کرنے والوں کے سلسلہ میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی بندہ کو دیکھو کہ وہ مسجد کا عادی و پابند ہے تو تم اسکے مومن ہونے کی گواہی دیدو ۔ (ترمذی ۳۰۹۳) ان لوگوں کی دنیا سے غفلت اور آخرت سے لگاؤ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہیں اس دن کی سختی اور عذاب سے ڈر لگتا ہے جس دن انسان کے دل اور آنکھیں مارے خوف کے بے چین اور بے حال ہوجائیں گے يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۔ سورۂ دھر کی آیت نمبر ۱۰ میں انہی کی زبانی کہا گیا کہ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ہمیں تو اپنے پروردگار کی طرف سے اس دن کا خوف لگا ہوا ہے جس میں چہرے بری طرح بگڑ جائیں گے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان پر آخرت کی فکر ہمیشہ سوار رہتی ہے اور وہ اس

کوشش میں رہتے ہیں کہ کس طرح میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے اور میں اس کے عذاب سے بچ جاؤں؟ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ انکی اس تڑپ اور محنت پر انہیں برابر اجر اور صلہ عطا فرمائے گا۔ چنانچہ فرمایا کہ انکی ان عبادتوں، اخلاص اور خوف الٰہی کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں انکے عمل کا پورا پورا بدلہ بہترین انداز میں عطا فرمائے گا، اسکے علاوہ بھی انکی اس محنت پر راضی ہوتے ہوئے انہیں اپنے فضل سے انکی محنت سے بڑھ کر اور اجر وثواب عطا کرے گا، اللہ تو بڑا بے نیاز ہے، اسکے خزانہ میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے بے حساب دیتا ہے۔

کافروں کے اعمال کی مثال

﴿درس نمبر ۱۴۳۹﴾ ﴿النور ۳۹۔۴۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاءً حَتّٰى إِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (۳۹) أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا أَعْمَالُهُمْ ان کے اعمال كَسَرَابٍ مانند سراب کے ہیں بِقِيْعَةٍ چٹیل میدان میں يَحْسَبُهُ اس کو گمان کرتا ہے الظَّمْاٰنُ پیاسا مَآءً پانی حَتّٰى یہاں تک کہ إِذَا جب جَآءَهٗ وہ آیا اس کے پاس لَمْ يَجِدْهُ نہ پایا اسے شَيْئًا کچھ بھی وَ اور وَجَدَ اللّٰهَ اس نے اللہ کو پایا عِنْدَهٗ اپنے پاس فَوَفّٰىهُ پھر اس نے پورا دیا اسے حِسَابَهٗ اس کا حساب وَ اور اللّٰهُ اللہ سَرِيْعُ الْحِسَابِ بہت جلد حساب لینے والا ہے (۳۹) أَوْ كَظُلُمَاتٍ یا اندھیروں کے مانند ہیں فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ نہایت گہرے سمندر میں يَغْشَاهُ اسے ڈھانپتی ہے مَوْجٌ ایک موج مِنْ فَوْقِهٖ اس کے اوپر مَوْجٌ ایک موج ہے مِّنْ فَوْقِهٖ اس کے اوپر سَحَابٌ ایک بادل ہے ظُلُمَاتٌ اندھیرے ہیں بَعْضُهَا ان کے بعض فَوْقَ بَعْضٍ بعض کے اوپر ہیں إِذَا جب أَخْرَجَ وہ نکالے يَدَهٗ اپنا ہاتھ لَمْ يَكَدْ قریب يَرَاهَا کہ وہ اس کو دیکھ نہ سکے وَ اور مَنْ وہ شخص کہ لَّمْ يَجْعَلِ نہیں بنایا اللّٰهُ اللہ نے لَهٗ اس کیلئے نُوْرًا کوئی نور فَمَا تو نہیں ہے لَهٗ اس کے لئے مِنْ نُّوْرٍ کوئی نور

ترجمہ:۔ اور (دوسری طرف) جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، اُن کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹیل صحرا میں ایک سراب ہو جسے پیاسا آدمی پانی سمجھ بیٹھتا ہے، یہاں تک کہ جب اُس کے پاس پہنچتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں تھا اور اس کے پاس اللہ کو پاتا ہے، چنانچہ اللہ اس کا پورا پورا حساب چکا دیتا ہے۔ اور اللہ بہت جلدی حساب لے لیتا ہے۔ یا پھر اُن (اعمال) کی مثال ایسی ہے جیسے کسی گہرے سمندر میں پھیلے

ہوئے اندھیرے، کہ سمندر کو ایک موج نے ڈھانپ رکھا ہو، جس کے اُوپر ایک اور موج ہو اور اُس کے اُوپر بادل، غرض اُوپر تلے اندھیرے ہی اندھیرے! اگر کوئی اپنا ہاتھ باہر نکالے تو اُسے بھی نہ دیکھ پائے۔ اور جس شخص کو اللہ ہی نور عطا نہ کرے، اُس کے نصیب میں کوئی نور نہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں بارہ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹیل صحرا کہ جس میں ایک سراب ہو۔

۲۔ جسے پیاسا آدمی پانی سمجھ بیٹھتا ہے۔

۳۔ یہاں تک کہ جب اسکے پاس پہنچتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں تھا۔

۴۔ اس کے پاس اللہ کو پاتا ہے۔ ۵۔ چنانچہ اللہ اسکا پورا پورا حساب چکا دیتا ہے۔

۶۔ اللہ بہت جلدی حساب لیتا ہے۔

۷۔ یا پھر ان اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے کسی گہرے سمندر میں پھیلے ہوئے اندھیرے۔

۸۔ سمندر کو ایک موج نے ڈھانپ رکھا ہو جسکے اوپر ایک اور موج ہو۔ ۹۔ اسکے اوپر بادل۔

۱۰۔ غرض اوپر تلے اندھیرے ہی اندھیرے۔ ۱۱۔ اگر کوئی اپنا ہاتھ باہر نکالے تو اسے بھی دیکھ نہ پائے

۱۲۔ جس شخص کو اللہ ہی نور عطا نہ کرے اسکے نصیب میں کوئی نور نہیں۔

پچھلی آیتوں میں اللہ تبارک وتعالی نے ایمان والوں کا ذکر فرمایا اور آخرت میں انہیں کیا اجر وثواب ملیگا اسے بھی بیان فرمایا۔ اسکے بعد اللہ تبارک وتعالی کافروں کا دنیا اور آخرت میں کیا حال ہونے والا ہے؟ بیان فرمارہے ہیں چنانچہ اللہ تبارک وتعالی نے کفار کے اعمال کو مثالوں کے ذریعہ بیان فرمایا، پہلی مثال صحرا میں چمکتے ہوئے ریت کی دی کہ جس طرح یہ چمکتی ریت پیاسے انسان کو پانی نظر آتی ہے اور جب وہ اسکے قریب پہنچتا ہے تو وہاں کچھ موجود نہیں ہوتا، ایسا ہی حال ان کافروں کا ہے جو اس دنیا میں اللہ تعالی کی توحید کو جھٹلاتے ہیں اسکے بھیجے ہوئے کلام اور اسکے رسول کی تکذیب کرتے ہیں اور پھر اپنے کئے ہوئے نیک اعمال جیسے کہ غریب کی مدد، صدقہ، خیرات، صلہ رحمی، ہمدردی وغیرہ نیک اعمال جن کے بارے میں یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے یہاں مقبول ہیں اور جب ہم اس دنیا کو چھوڑ کر اللہ کے پاس جائیں گے تو وہ ہمیں وہاں ہمارے ان اعمال پر بہترین بدلہ عطا کرے گا اور ہمیں وہاں قیمتی نعمتوں اور آسائشوں میں رکھے گا۔ چنانچہ انکی اسی خواہش کو اللہ تبارک وتعالی نے صحرا میں چمکتے ریت کی طرح بتلایا کہ وہ دور سے تو پانی نظر آتا ہے اور آنکھوں کو دھوکہ دیتا ہے لیکن پاس جا کر پتہ چلتا ہے کہ یہاں تو کچھ بھی نہیں، اسی طرح یہاں دنیا میں یہ کفار اپنے ان عمال کو اچھا تصور کررہے ہیں اور ہیں بھی اچھے لیکن انکے بھٹکے ہوئے راستہ پر رہتے ہوئے انکے ان اعمال کا انہیں آخرت میں کوئی بدلہ نہیں ملے گا، سورۂ کہف کی آیت نمبر ۱۰۴ میں بھی ایسے لوگوں کے بارے

میں فرمایا گیا: اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا جو لوگ دنیا میں سارے ہی برے کام کرتے رہے یہ سوچ کر کہ وہ لوگ اچھے کام کر رہے ہیں، لہٰذا انکے یہ اعمال انہیں اللہ کے عذاب سے بچا نہیں پائیں گے اور اللہ انکے ان اعمال کا پورا پورا حساب لیگا اور ان اعمال پر یہ لوگ جن سزاوں کے حقدار ہیں وہ انہیں دی جائیں گی، یقیناً اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ ایک اور دوسری مثال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ ان کافروں کا حال ایسا ہے کہ یہ لوگ کفر وشرک کی تاریکی میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ اس تاریکی نے انہیں ہر طرف سے اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے جیسے کہ ایک گہرا سمندر ہو اور اس پر اندھیرا ہو، اتنا ہی نہیں پھر اس گہرے سمندر کو ایک اور تاریک موج نے ڈھانپ لیا ہو پھر اسکے اوپر ایک اور موج اور اسکے اوپر پھر گھنے کالے بادل، اب اس اندھیرے کا اندازہ لگاو کہ وہ کتنا گہرا اور تاریک ہوگا؟ اللہ تبارک تعالی نے فرمایا کہ یہ اتنا گہرا اندھیرا ہے کہ اگر کوئی اپنا ہاتھ بھی باہر نکالے تو وہ بھی اسے نظر نہ آئے، ایسا ہی حال ان کافروں کے دلوں کا ہے کہ انکے دل کفر کی تاریکیوں میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ انکے سامنے اگر ایمان کا چراغ روشن کیا جائے تب بھی انہیں اسکی روشنی نظر نہیں آئیگی اور پھر انکے اعمال نے بھی انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے کہ وہ اس گمان میں ہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر جن معبودوں کی یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں وہ کل قیامت کے دن اللہ کے یہاں انکے سفارشی ہوں گے جس کے سبب یہ لوگ جنت میں چلے جائیں گے هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس ۱۸) لہٰذا ان گمراہیوں کے اندھیروں کی وجہ سے یہ لوگ اس قابل نہیں رہے کہ انہیں ایمان کی روشنی نظر آئے وہ روشنی کیسے نظر آئے گی؟ جبکہ اللہ تعالی نے انکے دلوں پر مہر لگادی ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (البقرہ۷:) تو پھر کیسے انہیں اس ایمانی روشنی کا پتا چلے گا؟ اللہ جس سے اس کے ایمان کا نور کو چھین لے اسکے لئے کوئی اور نور کو نہیں ہے وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۶ میں فرمایا مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ جسے اللہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، یہی بات سورۂ رعد کی آیت نمبر ۳۳ میں بھی کہی گئی وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

﴿درس نمبر ۱۴۴۰﴾ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ﴿النور ۴۱۔۴۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ○ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔اَلَمْ کیا نہیں تَرَ آپ نے دیکھا اَنَّ بے شک اللّٰہَ اللہ یُسَبِّحُ تسبیح کرتا ہے لَهٗ اس کے لئے مَنْ ہر کوئی جو فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَ اور الْاَرْضِ زمین میں وَ اور الطَّيْرُ پرندے صٰٓفّٰتٍ پر پھیلائے ہوئے كُلٌّ ہر ایک نے قَدْ یقیناً عَلِمَ جان لی ہے صَلَاتَهٗ اپنی نماز وَ اور تَسْبِيْحَهٗ اپنی تسبیح وَ اور اللّٰهُ اللہ عَلِيْمٌ خوب جانتا ہے بِمَا اس کو جو کچھ يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے ہیں O وَ لِلّٰهِ اور اللہ ہی کے لیے ہے مُلْكُ بادشاہی السَّمٰوٰتِ آسمانوں کی وَ اور الْاَرْضِ زمین کی وَ اور اِلَى اللّٰهِ اللہ ہی کی طرف الْمَصِيْرُ واپسی ہے۔

ترجمہ: ۔کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں، اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں، اور وہ پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے اُڑتے ہیں۔ ہر ایک کو اپنی نماز اور اپنی تسبیح کا طریقہ معلوم ہے۔ اور اللہ ان کے سارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے، اور اللہ ہی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

تشریح: ۔ان دو آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں اللہ کی تسبیح کرتے ہیں؟

۲۔ وہ پرندے بھی کرتے ہیں جو پر پھیلائے ہوئے اڑتے ہیں۔

۳۔ ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ معلوم ہے۔

۴۔ اللہ انکے سارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

۵۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔

۶۔ اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

اللہ تعالی یہاں اپنی توحید وقدرت بیان فرمارہے ہیں چنانچہ چار دلیلوں کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے اپنی قدرت کو ان آیتوں میں ظاہر فرمایا ہے جن میں سے پہلی دلیل مخلوقات کا اللہ تعالی کی تسبیح بیان کرنا ہے حتی کہ نہ بولنے والے جانور بھی اللہ تعالی کی تسبیح کرتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ مومنین کے ایمان اور صحیح راستہ پر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ اس رب ذوالجلال کی عبادت کرتے ہیں جو ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اور کائنات کی ہر چیز اور مخلوق خواہ وہ انسان ہوں یا جن، ملائکہ ہوں یا جانور، پرندے ہوں نباتات ہوں و جمادات حتی کہ ہر درخت کا ہر پتہ پتہ اس خالق و مالک کی تسبیح و بڑائی بیان کرتا ہے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ اے نبی! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز اس رب کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہ پرندے بھی جو ہوا میں اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۴۴ میں بھی فرمایا گیا:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا

تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ یہ ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں موجود ہر چیز اسکی تسبیح بیان کرتی ہیں حتیٰ کہ ایسی کوئی چیز ہی نہیں جو اسکی حمد کے ساتھ یا درندے نہ کرتی ہو، سورۂ رعد کی آیت نمبر ۱۳ میں بھی ارشاد فرمایا وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ بادلوں کی گرج اسی کی تسبیح اور حمد کرتی ہے اور اسکے رعب سے فرشتے بھی تسبیح میں لگے رہتے ہیں، ہاں! البتہ ہر مخلوق کی عبادت و تسبیح کرنے کا انداز اور طریقہ الگ الگ ہوتا ہے كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ معلوم ہے، تمہیں انکی تسبیحات سمجھ میں نہیں آتیں، لیکن ہاں! اللہ تعالیٰ کو ہر کسی کے عمل کی پوری پوری خبر ہے وہ اس پرندہ کی بھی تسبیح سے واقف ہے جو ہواؤں میں اپنے پر مارتے ہوئے چلتا ہے اور ان درختوں کی بھی جو زمین پر کھڑے ہوئے لہراتے ہیں اور ایسے ہی تمہارے ان اعمال کی بھی جو تم چھپ چھپا کر کرتے ہو اور انکی بھی جو علانیہ کرتے ہو وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے خالق اور معبود ہونے کا ثبوت ہے کہ دنیا کی ہر چیز کو یعنی آسمانوں اور زمین کو، چاند وسورج کو، ملائکہ وجنات کو، انسان وحیوان کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے، اسی حقیقت کو اگلی آیت میں بیان فرمایا گیا: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ آسمانوں اور زمین کی ساری بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے کیونکہ وہی انکا خالق وموجد ہے، لہٰذا اسی بادشاہ کا یہ حق ہے کہ خالص اسی کی عبادت کی جائے، یہی وجہ ہے کہ ساری مخلوقات اس پیدا کرنے والے رب کی اطاعت وعبادت میں لگی ہیں، مگر چند انسان ایسے ہیں جنہیں یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں، انہیں حقیقی مالک وخالق کی پہچان نہیں ہے جسکی بناء پر وہ لوگ اس کی عبادت سے دور اوروں کی عبادت میں پڑے ہوئے ہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ انسانوں میں سے کوئی ایسا نہ رہے جو اسکی عبادت سے غافل ہو اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کیا اور عقل وفہم عطا کی جو کہ دوسری مخلوقات میں نہیں لیکن پھر بھی وہ اسی کی اطاعت کرتے ہیں، اس طرح ہر بات کو واضح کرنے کے بعد بھی اگر کوئی اسکی عبادت نہیں کرتا تو پھر اسے اپنے انجام کے لئے تیار رہنا چاہئے اس لئے کہ کل قیامت کے دن سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ اس دن وہ ہر کسی کو انکے اعمال کا بدلہ عطا کرے گا، اچھائی کا اچھا اور برائی کا برا لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى (النجم ۳۱) تا کہ وہ بدلہ دے ان لوگوں کو جنہوں نے برا عمل کیا اور بدلہ دے ان کو جنہوں نے اچھا عمل کیا۔

﴿درس نمبر ۱۴۴۱﴾ اللہ تعالیٰ ہی بادلوں کو ہنکاتے ہیں ﴿النور ۴۳۔۴۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ

خِلٰلِهٖ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ○ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلَمْ کیا نہیں تَرَ آپ نے دیکھا اَنَّ کہ بے شک اللّٰهَ اللہ يُزْجِيْ چلاتا ہے سَحَابًا بادل کو ثُمَّ پھر يُؤَلِّفُ وہ ملاتا ہے بَيْنَهٗ باہم اس کو ثُمَّ پھر يَجْعَلُهٗ وہ اسے کر دیتا ہے رُكَامًا تہ بہ تہ ؟فَتَرَى چنانچہ آپ دیکھتے ہیں الْوَدْقَ بارش کو يَخْرُجُ کہ وہ نکلتی ہے مِنْ خِلٰلِهٖ اس کے درمیان سے وَ اور يُنَزِّلُ وہ اتارتا ہے مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے مِنْ جِبَالٍ پہاڑوں سے فِيْهَا جو اس میں ہیں مِنْ بَرَدٍ اولے فَيُصِيْبُ پھر وہ پہنچاتا ہے بِهٖ وہ مَنْ يَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے وَ اور يَصْرِفُهٗ وہ پھیر دیتا ہے ان کو عَنْ مَّنْ جس سے يَّشَآءُ وہ چاہتا ہے يَكَادُ قریب ہے کہ سَنَا بَرْقِهٖ اس کی بجلی کی چمک يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ لے جائے آنکھوں کو ○ يُقَلِّبُ الٹتا پلٹتا رہتا ہے اللّٰهُ اللہ الَّيْلَ رات کو وَ اور النَّهَارَ دن کو اِنَّ بے شک فِيْ ذٰلِكَ اس میں لَعِبْرَةً البتہ عبرت ہے لِّاُولِي الْاَبْصَارِ اہل نظر کے لیے

ترجمہ:۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ بادلوں کو ہنکاتا ہے، پھر ان کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتا ہے، پھر انہیں تہہ بر تہہ گھٹا میں تبدیل کر دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ بارش اُس کے درمیان سے برس رہی ہے۔ اور آسمان میں (بادلوں کی شکل میں) جو پہاڑ کے پہاڑ ہوتے ہیں، اللہ ان سے اولے برساتا ہے، پھر جس کے لئے چاہتا ہے، ان کو مصیبت بنا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اُن کا رخ پھیر دیتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی اُچک لے جائے گی۔ وہی اللہ رات اور دن کو اُلٹ پھیر کرتا ہے۔ یقیناً ان سب باتوں میں اُن لوگوں کے لئے نصیحت کا سامان ہے جن کے پاس دیکھنے والی آنکھیں ہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ بادلوں کو ہنکاتا ہے۔

۲۔ پھر ان کو ایک دوسرے سے جوڑتا ہے۔

۳۔ پھر انہیں تہہ بہ تہہ گھٹا میں تبدیل کرتا ہے۔

۴۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ بارش اسکے درمیان سے برس رہی ہے۔

۵۔ آسمان میں بادلوں کی شکل میں جو پہاڑ کے پہاڑ ہوتے ہیں۔

۶۔ ان سے اللہ تعالیٰ اولے برساتا ہے۔

۷۔ پھر جس کے لئے چاہتا ہے اسکو مصیبت بنا دیتا ہے

۸۔ جس سے چاہتا ہے اسکا رخ پھیر دیتا ہے۔

۹۔ ایسا لگتا ہے کہ اسکی چمک آنکھوں کی بینائی اچک لے جائے گی۔

۱۰۔ وہی اللہ رات ودن کو الٹ پھیر کرتا ہے۔

۱۱۔ یقیناً ان سب باتوں میں ان لوگوں کے لئے بڑی نصیحت کا سامان ہے جنکے پاس دیکھنے والی آنکھیں ہیں۔

ان آیتوں میں اللہ تبارک کی توحید اور اسکے خالق ومالک ہونے کی دیگر دو دلیلیں بیان کی جارہی ہیں جن میں سے پہلی بارش کا نازل کرنا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اے نبی! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالی آسمانوں سے بارش کس طرح نازل کرتا ہے؟ جبکہ آسمانوں پر پہلے سے پانی موجود نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی قدرت سے پہلے ان آسمانوں میں موجود متفرق بادلوں کو ہنکاتا ہے جو سمندروں سے بخارات حاصل کر کے اپنے اندر جمع کرتے ہیں پھر ان چیدہ چیدہ بادلوں کو ایک جگہ جمع فرماتا ہے جس سے وہ آپس میں ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں اور پھر گھنے بادلوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جنہیں اللہ تبارک وتعالی ہواوں کے ذریعہ اس جگہ تک پہنچا دیتا ہے جہاں پر بارش برسانی ہو پھر ان بادلوں سے بارش برستی ہے، یہ اللہ تبارک وتعالی کا نظام ہے اسکے علاوہ کوئی اور چلا نہیں سکتا وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ وہ ہوائیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں، ہم نے ہی بھیجی ہیں پھر آسمان سے پانی ہم نے اتارا پھر اس سے تمہیں سیراب ہم نے کیا ہے اور تمہارے بس میں یہ نہیں کہ تم اسے ذخیرہ کر کے رکھ سکو (الحجر ۲۲) اور یہی وہ بادل ہوتے ہیں جو پہاڑوں کی مانند آسمان میں نظر آتے ہیں جن سے اللہ تبارک وتعالی پانی بھی برساتا ہے اور انہی سے اولے اور برف بھی برساتا ہے، پھر ان بادلوں سے برسنے والے پانی اور اولوں کو اللہ تعالی اپنی قدرت سے نفع کا سامان بھی بناتا ہے اور نقصان کا بھی۔ جن بندوں پر وہ اپنی رحمت نازل کرنا چاہتا ہے ان پر یہ نفع اور رحمت لیکر برستی ہیں کہ انکی بنجر زمین کو کاشت کے قابل بناتی ہے اور پھل ومیوے اگانے کا سبب بنتی ہے، سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۷ میں فرمایا گیا وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وہی وہ اللہ ہے جو اپنی رحمت یعنی بارش کے آگے آگے ہوائیں بھیجتا ہے جو بارش کی خوشخبری دیتی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بوجھل بادلوں کا اٹھا لیتی ہیں تو پھر ہم انہیں مردہ زمین کی طرف ہنکا لے جاتے ہیں پھر وہاں پانی برساتے ہیں جن سے قسم قسم کے پھل نکالتے ہیں، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۴ میں بھی فرمایا وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ جو پانی اللہ تبارک وتعالی نے آسمان سے نازل فرمایا اس پانی کے ذریعہ وہ زمین کو اسکے مردہ ہو جانے کے بعد اسے زندگی بخشی اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کی گردش میں، ان بادلوں میں جو آسمان وزمین کے درمیان تابعدار بن کر کام میں لگے ہوئے ہیں، ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور جب اللہ بندوں پر اپنا

غضب نازل کرنا چاہتا ہے تو یہی بادل ان پر مصیبت بن کر نازل ہوتے ہیں کہ انکی کھیتیاں، انکے گھر اور سب کچھ تباہ و برباد ہوجاتا ہے حتیٰ کہ وہ خود بھی ہلاک ہوجاتے ہیں، اور ان سے ایسی بجلیاں نکلتی ہیں کہ گویا انکی چمک انسان کو اندھا کردے یقینا یہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی قدرت کی نشانی ہے کہ ایک ہی چیز میں منفعت بھی ہو اور نقصان بھی فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ (فصلت ۱۶) چنانچہ ہم نے کچھ منحوس دنوں میں آندھی کی شکل میں ان پر ہوائیں بھیجیں تاکہ انہیں دنیوی زندگی میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھائیں، آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور انکو کوئی مدد میسر نہیں آئے گی۔

اللہ کے ایک ہونے اور اس کے قادر مطلق ہونے کی تیسری دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ کبھی یہ آسمان کالا اور تاریک ہوجاتا ہے اور کبھی بہت روشن، یہ رات کا دن میں بدلنا اور دن کا رات میں بدلنا سب اللہ تعالیٰ کی ہی قدرت کی نشانی ہے، جن لوگوں میں عقل وسمجھ ہوگی وہ انہیں دیکھ کر اس حقیقی خالق کو پہچان لیں گے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ بصیرت کی نگاہ رکھنے والوں کیلئے اس میں عبرت کا سامان موجود ہے۔ سورۃ جاثیہ کی آیت نمبر ۵ میں بھی فرمایا وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ رات اور دن کے آنے جانے میں، پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے جو رزق کا ذریعہ اتارا ہے اس میں اور پھر اس سے زمین کو اسکے مردہ ہوجانے کے بعد زندگی دی اسمیں بھی اور ہواؤں کی گردش میں بھی ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیں۔

﴿درس نمبر ۱۴۴۲﴾ زمین پر چلنے والے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا گیا ﴿النور ۴۵۔۴۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۚ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ اللّٰهُ خَلَقَ اور اللہ ہی نے پیدا کیا كُلَّ دَآبَّةٍ زمین پر چلنے والے ہر جان دار کو مِنْ مَّآءٍ پانی سے فَمِنْهُمْ پھر کچھ ان میں سے مَّنْ وہ ہیں جو يَّمْشِيْ چلتے ہیں عَلٰى بَطْنِهٖ اپنے پیٹ کے بل وَ اور مِنْهُمْ کچھ ان میں سے مَّنْ وہ ہیں جو يَّمْشِيْ چلتے ہیں عَلٰى رِجْلَيْنِ دو پاؤں پر وَ مِنْهُمْ اور کچھ ان میں سے مَّنْ وہ ہیں جو يَّمْشِيْ چلتے ہیں عَلٰٓى اَرْبَعٍ چار پر يَخْلُقُ پیدا کرتا ہے اللّٰهُ اللہ مَا جو يَشَآءُ وہ چاہتا ہے اِنَّ بلاشبہ اللّٰهَ اللہ عَلٰى

كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز پر قَدِيْرٌ خوب قادر ہے O لَقَدْ البتہ تحقیق أَنْزَلْنَا ہم نے نازل کیں آيَاتٍ آیتیں مُّبَيِّنَاتٍ کھول کر بیان کرنے والی وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ اور اللہ ہی ہدایت دیتا ہے مَنْ يَّشَاءُ جسے چاہتا ہے إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ راہ راست کی طرف۔

ترجمہ:۔ اور اللہ نے زمین پر چلنے والے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو چار (پاؤں) پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔ بیشک ہم نے وہ آیتیں نازل کی ہیں جو حقیقت کو کھول کھول کر بیان کرنے والی ہیں، اور اللہ جس کو چاہتا ہے، سیدھے راستے تک پہنچا دیتا ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ اللہ نے زمین پر چلنے والے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے۔

۲۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں۔

۳۔ کچھ وہ ہیں جو دو پاوں پر چلتے ہیں۔ ۴۔ کچھ وہ بھی ہیں جو چار پاوں پر چلتے ہیں۔

۵۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ ۶۔ یقیناً اللہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔

۷۔ بے شک ہم نے وہ آیتیں نازل کی ہیں جو حقیقت کو کھول کھول کر بیان کرنے والی ہیں۔

۸۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے تک پہنچا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت اور قدرت کی چوتھی دلیل بیان کرر ہے ہیں کہ دیکھو! ہم نے ایک ہی پانی یعنی منی کے قطرے سے مختلف جانداروں کو پیدا کیا ہے کہ بعض جاندار ان میں سے وہ ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں جیسے کہ سانپ، مچھلیاں اور ہر رینگنے والی چیز کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے پیر پیدا نہیں کئے اسکے باوجود بھی یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بہ آسانی اپنی روزی تلاش کرنے نکل پڑتے ہیں یقناً یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایسے جاندار بھی پیدا کئے ہیں جو دو پیروں کے ذریعہ چلتے پھرتے ہیں جیسے کہ انسان، پرندے وغیرہ۔ ایسے جاندار بھی پیدا کئے جنکے چار پیر ہوتے ہیں جیسے اونٹ، بیل، بکری، شیر، ہاتھی وغیرہ۔ انہیں پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ ہم جسے چاہے جیسا چاہے پیدا کر سکتے ہیں اور اس بناوٹ میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوتی إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یقیناً اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک جیسا چلنے والا بھی بنا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تا کہ انسان اس بنانے اور پیدا کرنے والے کی قدرت کو پہچان جائے اور اسکے سامنے سجدہ ریز ہو جائے

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (النحل ۴۹)

اور آسمانوں اور زمین میں جتنے جاندار ہیں وہ اور سارے فرشتے اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ ذرا تکبر نہیں کرتے،

سورۂ جاثیہ کی آیت نمبر ۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وَفِیْ خَلْقِکُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ اورخود تمہاری پیدائش میں اور ان جانوروں میں جو اس نے (زمین میں) پھیلا رکھے ہیں، ان لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو یقین کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ اپنی اس قدرت کا اظہار کیا تاکہ لوگ سمجھیں اور حقیقی خالق کو پہچانیں جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۴ ،سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۱۰ ،سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۲۹ ،سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۲۸ وغیرہ، پھر اسکے بعد آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان دلیلوں کو پیش کرنے کا مقصد بیان فرمایا کہ یہ تو ہماری قدرت کی چند جھلکیاں ہیں انکے علاوہ اور بھی بہت سی نشانیوں کو ہم نے اپنے اس کلام میں بیان فرمادیا لَقَدْ أَنْزَلْنا آیاتٍ مُبَیِّناتٍ یقینا ہم نے ان آیتوں کو بیان کردیا جو حقیقت کو کھول کھول کر بیان کرنے والی ہیں، جو ہدایت کا طالب ہے چاہیے تو وہ ان پر غور وفکر کرکے ہدایت پاسکتا ہے لیکن ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہدایت کا ملنا اور نہ ملنا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے انسان کا اس میں کوئی دخل نہیں ہاں! البتہ وہ اپنی اس ہدایت کے لئے کوشش ومحنت کرتا رہے یقینا اللہ محنت کرنے والے کی محنت کو ضائع نہیں کرتا وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۴۳﴾ **کچھ لوگ ایک دم رخ پھیر لیتے ہیں** ﴿النور ۴۷_۴۸_۴۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ـ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَیَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِکَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ○ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ وَاِنْ یَّکُنْ لَّھُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْٓا اِلَیْہِ مُذْعِنِیْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔وَ یَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں آمَنَّا ہم ایمان لائے بِاللّٰہِ اللہ پر وَ بِالرَّسُوْلِ اور رسول پر وَ أَطَعْنَا اور ہم نے اطاعات کی ثُمَّ پھر یَتَوَلّٰی پھرجاتا ہے فَرِیْقٌ ایک فریق مِنْھُمْ ان میں سے مِّنْ بَعْدِ ذَالِکَ اس کے بعد وَ مَا اور نہیں ہیں أُولٰئِکَ وہ لوگ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مومن وَ إِذَا اور جب دُعُوْا وہ بلائے جاتے ہیں إِلَی اللّٰہِ اللہ کی طرف وَ رَسُوْلِہٖ اور اس کے رسول کی لِیَحْکُمَ تاکہ وہ فیصلہ کرے بَیْنَھُمْ ان کے درمیان إِذَا تو ناگہاں فَرِیْقٌ کچھ لوگ مِّنْھُم ان میں سے مُّعْرِضُوْنَ اعراض کرنے والے ہیں وَ إِنْ اور اگر یَکُنْ ہو لَّھُمُ ان کے لیے الْحَقُّ حق یَاْتُوْا تو آتے ہیں إِلَیْہِ اس کی طرف مُذْعِنِیْنَ فرماں بردار ہوکر

ترجمہ: ۔اور یہ (منافق) لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم فرماں بردار ہوگئے ہیں، پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد بھی منہ موڑ لیتا ہے۔ یہ لوگ (حقیقت میں) مومن نہیں

ہیں۔اور جب انہیں اللہ اوراس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان میں سے کچھ لوگ ایک دم رُخ پھیر لیتے ہیں۔اور اگر خود اُنہیں حق وصول کرنا ہوتو وہ بڑے فرماں بردار بن کر رسول کے پاس چلے آتے ہیں۔

تشریح:۔ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ یہ منافق کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم فرمانبردار ہوگئے۔

۲۔ پھر ان میں سے ایک گروہ اسکے بعد بھی منہ موڑ لیتا ہے۔ ۳۔ یہ لوگ حقیقت میں مومن نہیں۔

۴۔ جب ان منافقوں کو اللہ اور اسکے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول انکے درمیان فیصلہ کرے تو ان میں سے کچھ لوگ ایک دم رخ پھیر لیتے ہیں۔

۵۔ اگر خود انہیں حق وصول کرنا ہوتو وہ بڑے فرمانبردار بن کر رسول کے پاس چلے آتے ہیں۔

اسلام کے حق ہونے اور اللہ تبارک تعالی کے معبود ہونے پر اس قدر کھلی نشانیاں بیان کرنے کے باوجود کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اسے ماننے سے انکار کردیا اور بعض ایسے ہوئے جو زبانی طور پر ان باتوں کا اقرار کرتے رہے لیکن ان کے دل میں اسکا یقین نہیں تھا ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں، انہی کا تذکرہ یہاں کیا جارہا ہے چنانچہ فرمایا کہ کچھ لوگ ہیں جو لوگوں کے سامنے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لے آئے اور انکی اطاعت بھی قبول کرلی لیکن انہی میں سے بعض اپنی کہی ہوئی باتوں سے ایسے منہ موڑ لیتے ہیں گویا کہ انہوں نے ایسا کچھ کہا ہی نہیں، انکے افعال بھی ان احکام کے مخالف ہوتے ہیں جو اللہ اور اسکے رسول نے دیئے ہیں اور جب مومنین اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انکا سامنا ہوتا ہے تو وہ باتیں کہتے ہیں جو انہوں نے کئے ہی نہیں پھر اپنی جماعت میں جاکر کہتے ہیں قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ہم تو تمہارے ہی ساتھ اور تمہارے ہی دین پر ہیں، ہم تو بس ان سے ہنسی مذاق کررہے ہیں (البقرہ ۱۴) ایسے بدبخت لوگوں کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہوئے اللہ تعالی فرمارہے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان کچھ کہتی ہے اور عمل کچھ اور ہی ظاہر کرتے ہیں، ایسے لوگ مومن نہیں بلکہ منافق ہیں وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (التوبہ ۱۰۱) اور تمہارے اردگرد جو دیہاتی ہیں، ان میں بھی منافق لوگ موجود ہیں اور مدینہ کے باشندوں میں بھی۔ یہ لوگ منافقت میں (اتنے (ماہر ہوگئے ہیں (کہ) تم انہیں نہیں جانتے، انہیں ہم جانتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی ان منافقین کی ایک خصلت ظاہر کررہے ہیں کہ جب کبھی ان منافقوں کو اللہ اور اسکے رسول کی طرف فیصلہ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے اور اسے یہ معلوم ہو کہ وہ اس فیصلہ میں جھوٹا ہے تو پھر وہ وہاں

جانے سے انکار کرتا ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ وہاں پر جو فیصلہ ہوگا وہ حق کی بنیاد پر ہوگا، نہ ہی کسی رشتہ کی بنیاد پر اور نہ ہی کسی تعلق کی بنیاد پر لیکن جب اسی منافق کو اپنا کوئی حق وصول کرنا ہو تو وہ بھاگے بھاگے بڑا ہی عاجز بن کر یہاں چلا آتا ہے تاکہ اسے اسکی چیز مل جائے یعنی یہ مطلب پرست لوگ ہیں جو اپنے مطلب کی خاطر ہی اس دین کو ایک حیلہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں ورنہ تو انکے دل میں رتی برابر بھی ایمان نہیں ہوتا، سورۂ نساء کی آیت نمبر ۶۱ میں بھی اللہ تبارک وتعالی نے ان منافقین کے بارے میں فرمایا وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوۡلِ رَاَيۡتَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ نے اتارا ہے اور آؤ رسول کی طرف تو تم ان منافقوں کو دیکھو گے کہ وہ تم سے پوری طرح منہ موڑ کر بیٹھتے ہیں۔ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت بشر نامی منافق کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ اسکے اور ایک یہودی فریق کے درمیان کسی زمین کے سلسلہ میں جھگڑا پیدا ہوا تو وہ یہودی بشر کو کھینچ کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیجانے لگا اور یہ منافق اسے کعب ابن اشرف یہودی کے پاس لیجانے لگا اور اس یہودی سے کہنے لگا کہ محمد تو ہم پر ظلم کرتے ہیں اور بعض نے آگے یہ بھی بیان فرمایا کہ آخر کار یہ فیصلہ آپ علیہ السلام کے پاس پہنچا چنانچہ آپ ﷺ نے بات سننے کے بعد فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا چونکہ وہ حق پر تھا لیکن یہ منافق اس فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور اس یہودی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا تاکہ وہاں فیصلہ لیا جائے، وہاں پہنچ کر یہودی نے کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس فیصلہ کو لیکر گئے تھے اور وہاں فیصلہ میرے حق میں سنایا گیا، لیکن یہ اس پر راضی نہیں ہوا اور مجھے یہاں لے آیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس منافق سے پوچھا کہ کیا معاملہ ایسا ہی ہے تو اس نے جواب میں کہا ہاں! اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تم لوگ یہیں ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں، پھر آپ اندر گئے اور تلوار لا کر اس منافق کی گردن اڑادی اور فرمایا کہ میں اس شخص کے لئے ایسا ہی فیصلہ کرتا ہوں جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہو۔ (التفسیر المنیر)

﴿درس نمبر ۱۴۴۴﴾ یا یہ لوگ شک میں پڑے ہوئے ہیں ﴿النور ۵۰﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ـ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَفِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ اَمِ ارۡتَابُوۡۤا اَمۡ يَخَافُوۡنَ اَنۡ يَّحِيۡفَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ وَرَسُوۡلُهٗ ‌ؕ بَلۡ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ أَفِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ کیا ان کے دلوں میں مَّرَضٌ روگ ہے أَمِ ارۡتَابُوۡا یا انہوں نے شک کیا أَمۡ یا يَخَافُوۡنَ وہ ڈرتے ہیں أَنۡ يَّحِيۡفَ اس سے کہ ظلم کرے گا اللّٰهُ اللہ عَلَيۡهِمۡ ان پر وَرَسُوۡلُهٗ اور اس کا رسول بَلۡ بلکہ

أُولَٰئِكَ هُمُ یہی لوگ الظّٰلِمُوْنَ ظالم ہیں

ترجمہ:۔ کیاان کے دلوں میں کوئی روگ ہے، یا یہ شک میں پڑے ہوئے ہیں، یاانہیں یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اوراس کارسول ان پرظلم ڈھائے گا؟نہیں، بلکہ ظلم ڈھانے والے توخود یہ لوگ ہیں۔

تشریح:۔ اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ کیاان کے دلوں میں کوئی روگ ہے؟ ۲۔ یا یہ لوگ شک میں پڑے ہوئے ہیں؟

۳۔ یاانہیں یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اوراسکارسول ان پرظلم ڈھائے گا؟

۴۔نہیں! بلکہ ظلم ڈھانے والے توخود یہ لوگ ہیں۔

اس آیت میں بیان کیاجارہاہے کہ وہ منافقین جوظاہری طورپرتواسلام کالبادہ اوڑھے ہوئے ہیں لیکن ایمان کاذرہ بھی ان کے اندرموجودنہیں، آخراسکی وجہ کیاہے؟ کیاان کے دلوں میں کوئی بیماری ہے کہ جسکی بناء پرانہیں اسلامی تعلیم اوراللہ کے احکام کوقبول کرنے میں شک وشبہ ہورہاہے اوراسی شک کی وجہ سے وہ لوگ اسلام سے اعراض کررہے ہیں؟ سورہ بقرہ کی آیت نمبر۱۰ میں فرمایا گیافِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ان کے دلوں میں روگ ہے چنانچہ اللہ نے ان کے روگ میں اوراضافہ کردیاہے۔سورۃ التوبہ کی آیت نمبر۱۲۵ میں کہا گیا:

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ اورجن کے دلوں میں روگ ہے اس سورت نے ان میں ان کی گندگی کے ساتھ اورگندگی بڑھادی ہے اوروہ حالتِ کفرہی میں مرگئے۔انکے اسلام کونہ اپنانے کی ایک دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اگرہم اسلام لے آئے تونعوذ باللہ اللہ اوراسکارسول ان پرظلم کریگا؟ یعنی وہ شریعت کے پابند بننے اوراسکے احکامات پرچلنے اورمنہیات سے رکنے کوظلم سے تعبیر کررہے ہیں، حالانکہ ظالم تووہ لوگ ہیں جواپنے پیدا کرنے والے اورانہیں روزی روٹی دینے والے کی نافرمانی کررہے ہیں بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اس آیت سے پتہ چلا کہ اسلامی احکامات کوبوجھ اورظلم سمجھنا، صرف اپنی جان چھڑانے کے لئے اللہ کے حکموں کوادا کرنامنافق ہونے کی علامت ہے،سورہ نساء کی آیت نمبر۱۴۲ میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے بارے میں فرمایااِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکابازی کرتے ہیں، حالانکہ اللہ نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھاہے اور یہ لوگ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں توکاہلی کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں،لوگوں کے سامنے دکھاوا کرتے ہیں اوراللہ کوتھوڑا ہی یاد کرتے ہیں اور سورۃ نساء کی آیت نمبر۶۱ میں بھی فرمایا گیاوَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا اورجب ان سے کہا جاتاہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جواللہ نے اتاراہے

اور آ ؤ رسول کی طرف، توتم ان منافقوں کو دیکھو گے کہ وہ تم سے پوری طرح منہ موڑ ے بیٹھتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں بہت سی جگہوں پر اللہ تعالی نے ان منافقین کی برائی بیان فرمائی ہے حتی کہ ایک پوری سورت ہی ان کی خصلتوں سے متعلق نازل فرمائی، جس کو سورۃ المنافقون کہا جاتا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۴۵﴾ **ہم نے سن لیا اور مان لیا** ﴿النور ۵۱۔۵۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ **ترجمہ**:۔ اِنَّمَا بس كَانَ ہے قَوْلَ بات الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کی اِذَا جب دُعُوْا وہ بلائے جاتے ہیں اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول کی (طرف) لِيَحْكُمَ تا کہ وہ فیصلہ کرے بَيْنَهُمْ ان کے درمیان اَنْ يَّقُوْلُوْا یہ کہ وہ کہتے ہیں سَمِعْنَا ہم نے سناؤ اور اَطَعْنَا ہم نے اطاعت کی وَاُولٰٓئِكَ هُمُ اور یہی لوگ ہیں الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانے والے (51) وَمَنْ اور جو شخص يُّطِعِ اللّٰهَ اطاعت کرے اللہ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی وَيَخْشَ اللّٰهَ اور ڈرے اللہ سے وَيَتَّقْهِ اور اس کا تقویٰ اختیار کرے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ تو یہی لوگ ہیں الْفَآئِزُوْنَ کامیاب

ترجمہ:۔ مومنوں کی بات تو یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ رسول اُن کے درمیان فیصلہ کریں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ: ''ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا'' اور ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کریں، اللہ سے ڈریں، اور اس کی نافرمانی سے بچیں تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ مومنوں کی بات تو یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اسکے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے۔

۲۔ تا کہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کریں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے حکم سن لیا اور مان لیا۔

۳۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

۴۔ جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کی فرماں برداری کریں۔

۵۔ اللہ سے ڈریں اور اسکی نافرمانی سے بچیں تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کی شان اور انکی اطاعت گزاری بیان فرما رہے ہیں چنانچہ فرمایا اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ایمان والوں کی تو شان یہ ہے کہ جب انہیں اللہ اور اسکے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول انکے درمیان فیصلہ کریں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حکم سن لیا اور مان لیا، ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں، یعنی ایک طرف تو یہ منافقین ہیں جنکا تذکرہ پچھلی آیتوں میں گزرا کہ جب انہیں رسول اللہ کی طرف بلایا گیا تاکہ وہ انکے درمیان فیصلہ کریں تو ان منافقوں نے انکار کردیا جیسا کہ بشر نامی منافق کا قصہ پچھلی آیت میں گزرا، لیکن یہ مومنین ہیں کہ جب کبھی انہیں اس طرح کا حکم ملا تو وہ فوراً اس پر عمل پیرا ہوگئے اور اپنی زبانوں سے صاف طور پر کہہ دیا کہ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ہم نے آپ کے فیصلہ اور حکم کو سن لیا اور دل وجان سے اسے اپنالیا، اسی حقیقت کو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۵ میں فرمایا وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ہم نے سنا اور اطاعت کی اب آپ کی مغفرت کے امیدوار ہیں اے ہمارے رب! اور آپ ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے، ان اطاعت گزار اور فرمانبردار بندوں کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی لوگ اصل میں کامیاب ہیں۔ اطاعت گزاری اور فرماں برداری تو مومنوں کا شعار ہے اور اسکا وعدہ مسلمانوں سے لیا گیا ہے جیسا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور اطاعت وفرماں برداری کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ (ترمذی ۲۶۷۶)

لہٰذا وہی لوگ دنیا وآخرت میں کامیاب ہوتے ہیں چنانچہ فرمایا وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَخْشَ اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ کہ جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں، تقویٰ اختیار کرتے ہیں تو ایسے لوگ کامیاب ہیں، سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۳ میں فرمایا وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ؕ وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ اس کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ایسے لوگ ہمیشہ ان (باغات) میں رہیں گے اور یہ زبردست کامیابی ہے، اسی طرح سورۂ نساء کی آیت نمبر ۶۹ میں فرمایا وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں؟ اسی طرح اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرنے والوں کی کامیابی کے بارے میں سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۷۱ میں بھی فرمایا گیا وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اس نے وہ

کامیابی حاصل کرلی جو زبردست اور حقیقی کامیابی ہے۔

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں کھڑے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس ایک تاجر آیا اور کھڑے ہو کر کلمۂ شہادت پڑھنے لگا، اسکا یہ حال دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں اللہ کے لئے ایمان لایا ہوں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا واقعی ایمان لانے کا سبب یہی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! بس یہی ہے اس لئے کہ میں نے تورات، زبور، انجیل اور بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کی کتابیں پڑھی ہیں پھر ایک مرتبہ میں نے ایک قیدی کو قرآن کی ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا جس نے ان تمام چیزوں کو اپنے اندر شامل کرلیا ہے جو اس کتاب سے پہلے تھیں، لہٰذا مجھے یقین ہوگیا کہ یہ اللہ کی جانب سے ہی اتارا ہوا کلام ہے لہٰذا میں نے اسلام قبول کرلیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے؟ اس نے یہی آیت تلاوت کی کہ **وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ** الخ۔ جس نے اللہ کی اطاعت کی فرائض کے سلسلہ میں، **وَرَسُوْلَهٗ** اور اسکے رسول کی اطاعت کی سنتوں کے سلسلہ میں، **وَيَخْشَ اللّٰهَ** اللہ سے ڈرتا رہا اپنی گزری ہوئی زندگی کے سلسلہ میں، **وَيَتَّقْهِ** اور پرہیزگاری اختیار کی اپنی اگلی زندگی میں، **فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ** تو ایسے ہی لوگ جہنم سے نجات پا کر جنت میں داخل ہو کر کامیاب ہوجائیں گے۔ (التفسیر المنیر) اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اطاعت گزار بندوں میں شامل فرما کر جنت میں داخل فرمائے۔ آمین۔

﴿درس نمبر ۱۴۴۶﴾ قسمیں نہ کھاؤ، تمہاری فرمانبرداری کا سب کو پتہ ہے ﴿النور ۵۳۔۵۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ اور أَقْسَمُوْا انہوں نے قسمیں کھائیں بِاللّٰهِ اللہ کی جَهْدَ پختہ أَيْمَانِهِمْ قسمیں اپنی لَئِنْ البتہ اگر أَمَرْتَهُمْ آپ ان کو حکم دیں لَيَخْرُجُنَّ وہ ضرور نکلیں گے قُلْ آپ کہہ دیجئے لَّا تُقْسِمُوْا تم قسمیں نہ کھاؤ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ اطاعت معروف ہے إِنَّ بلاشبہ اللّٰهَ اللہ خَبِيْرٌ خبردار ہے بِمَا اس سے جو تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے ہو قُلْ آپ کہہ دیجیے أَطِيْعُوا اللّٰهَ تم اطاعت کرو اللہ کی وَ أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور تم اطاعت کرو رسول کی فَإِنْ چنانچہ اگر تَوَلَّوْا تم روگردانی کروگے فَإِنَّمَا تو بس عَلَيْهِ اس کے ذمے ہے مَا جو کچھ حُمِّلَ اس پر بار

رکھا گیا وَ عَلَيْكُمْ اور تمہارے ذمے ہے مَّا جو کچھ حُمِّلْتُمْ تم پر بار رکھا گیا وَ إِنْ اور اگر تُطِيْعُوْهُ تم اس کی اطاعت کرو گے تَهْتَدُوْا تو ہدایت پا جاؤ گے وَ مَا اور نہیں ہے عَلَى الرَّسُوْلِ رسول کے ذمے إِلَّا مگر الْبَلَاغُ پہنچا دینا الْمُبِيْنُ کھلم کھلا۔

ترجمہ:۔ اور یہ (منافق لوگ) بڑے زوروں سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر (اے پیغمبر!) تم انہیں حکم دو گے تو یہ نکل کھڑے ہوں گے۔(ان سے) کہو کہ ''قسمیں نہ کھاؤ۔(تمہاری) فرماں برداری کا سب کو پتہ ہے۔یقین جانو کہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔(ان سے) کہو کہ ''اللہ کا حکم مانو اور رسول کے فرماں بردار بنو پھر بھی اگر تم نے منہ پھیرے رکھا تو رسول پر تو اتنا ہی بوجھ ہے جس کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی ہے اور جو بوجھ تم پر ڈالا گیا ہے، اُس کے ذمہ دار تم خود ہو۔اگر تم ان کی فرماں برداری کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کا فرض اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ صاف صاف بات پہنچا دیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ یہ منافق بڑے زوروں سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر اے پیغمبر! تم انہیں حکم دو گے تو یہ نکل کھڑے ہوں گے۔

۲۔ ان سے کہہ دو کہ قسمیں نہ کھاؤ، تمہاری فرمانبرداری کا سب کو پتہ ہے۔

۳۔ یقین جانو کہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

۴۔ ان سے کہہ دو کہ اللہ کا حکم مانو اور رسول کے فرمانبردار بنو۔

۵۔ پھر بھی اگر تم نے منہ پھیرے رکھا تو رسول پر تو اتنا ہی بوجھ ہے جس کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی ہے۔

۶۔ جو بوجھ تم پر ڈالا گیا ہے اس کے ذمہ دار تم خود ہو۔

۷۔ اگر تم انکی فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پا جاو گے۔

۸۔ رسول کا فرض اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ صاف صاف بات پہنچا دیں۔

مومنوں کی اطاعت، فرمانبرداری اور انکی کامیابی کے راز کو بتلانے کے بعد دوبارہ اللہ تبارک وتعالی ان منافقین کا ذکر فرما رہے ہیں اور انکی فطرت کو بیان کر رہے ہیں کہ یہ منافقین ایسے ہیں کہ یہ اپنی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بڑی شدت سے آپ کے سامنے اے پیغمبر! قسمیں کھاتے ہیں کہ آپ جو بھی حکم انہیں دو گے وہ اسے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے قبول کرلیں گے، اگر آپ ہمیں حکم دو کہ ہم اپنے گھر بار اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر جہاد کے لئے نکل پڑیں تو ہم آپ کے حکم کی ضرور تعمیل کرینگے، انکی ان قسموں کے بارے میں اللہ تعالی فرما رہے ہیں کہ تم لوگ یہ جھوٹی قسمیں مت کھاو، تم اپنی بات میں کتنے سچے ہو اور کتنے جھوٹے، کتنے فرمانبردار ہو اور کتنے نافرمان؟ یہ

سب کے سامنے عیاں ہے اور واضح ہے، اس لئے کہ تم نے یہی بات اپنے معاصر یہودیوں سے بھی کہی تھی جسکی حقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ حشر کی آیت نمبر ۱۲ میں بیان فرمائی لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَیُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ یہ پکی بات ہے کہ اگر ان (اہل کتاب) کو نکالا گیا تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔ اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر بالفرض ان کی مدد کی بھی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، پھر ان کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔ لہٰذا تمہاری ان باتوں اور قسموں کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ارادوں، نیتوں اور تمہارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے، یہ لوگ قسمیں اس لئے کھاتے ہیں تاکہ آگے والے انکی باتوں کا یقین کرلیں جیسا کہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۹۶ میں اللہ نے فرمایا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ یہ لوگ تمہارے سامنے اس لئے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم لوگ ان سے راضی اور خوش ہوجاؤ اور اس لئے بھی قسم کھاتے ہیں کہ انکے نفاق کی حقیقت ظاہر نہ ہوجائے جیسا کہ فرمایا اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً (المجادلہ ۱۶:) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے فرمارہا ہے کہ تم جتنی چاہے قسمیں کھالو پھر بھی تمہارا نفاق اللہ اور اسکے رسول سے چھپا ہوا نہیں ہے اس لئے کہ وہ خوب جانتا ہے کہ تم لوگ بہت ہی جھوٹے اور مکار ہو اور ایسے مکار لوگوں کا اللہ کے یہاں کوئی اعتبار نہیں، اگر یہ لوگ اپنی بات میں اتنے ہی سچے ہیں تو اے نبی! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم لوگ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت قبول کرلو تب ہم جان جائیں گے کہ تم یقینا اطاعت گزار ہو اور اس وقت تمہیں قسمیں کھانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں پڑیگی، تو کیا تم لوگ اس بات کے لئے تیار ہو؟ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کہہ دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم یہ بات نہیں مانوگے اور اللہ اور اسکے رسول کے حکم سے روگردانی کروگے تو اسکا وبال خود تم پر ہی پڑے گا اس رسول پر نہیں، اس لئے کہ اس رسول کی ذمہ داری تو بس ہمارا پیغام تم تک پہنچادینا ہے جسکا ہم نے انہیں ذمہ دار بنایا ہے، قرآن کریم میں کئی جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے جیسا کہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۹۲، سورۂ انفال کی آیت نمبر ۱، اسی سورت کی آیت نمبر ۲۰ اور ۴۶ اور سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۷۱ وغیرہ، اس بات کو کثرت سے اس لئے بیان فرمایا گیا کہ کامیابی اسی کے اندر مضمر ہے کہ جو اللہ اور اسکے رسول کا فرمانبردار ہوگیا وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے منہ موڑا وہ خسارہ اٹھانے والوں میں شامل ہوگیا، ہدایت کو اپناؤگے تو تمہارا ہی فائدہ ہے اور ہدایت کو ٹھکراؤگے تو تمہارا ہی نقصان ہے، نہ تمہارے ایمان لانے سے رسول اللہ کو کچھ فائدہ ہوگا اور نہ لانے پر نہ ہی ان کا کوئی نقصان، بلکہ انکے ذمہ تو اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچانا ہے وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (النور ۵۴:) رسول پر تو بس صاف طور پر پہنچادینا ہے۔ سورۂ رعد کی آیت نمبر ۴۰ میں بھی اس

بات کی وضاحت کی گئی فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ آپ کے ذمہ تو ہمارا پیغام پہنچانا ہے اور ان سے انکے اعمال کا حساب لینا ہمارا کام، سورۃ غاشیہ کی آیت نمبر ۲۱ اور ۲۲ میں اس بات کی صراحت کردی گئی فَذَكِّرْ ۟ ۗ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ O لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ پس آپ نصیحت کیجئے بیشک آپ تو نصیحت کرنے والے ہیں آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

﴿درس نمبر ۷۴۴۱﴾ ایمان اور اعمالِ صالحہ پر وعدۂ ربانی ﴿النور ۵۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔ وَعَدَ اللّٰهُ اللہ نے وعدہ کیا ہے الَّذِیْنَ ان لوگوں سے جو آمَنُوْا ایمان لائے مِنكُمْ تم میں سے وَ عَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کیے الصَّالِحَاتِ نیک لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ البتہ وہ انہیں ضرور خلافت عطا کرے گا فِیْ الْأَرْضِ زمین میں كَمَا جس طرح کہ اسْتَخْلَفَ اس نے خلافت دی تھی الَّذِیْنَ ان لوگوں کو جو مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے تھے وَ لَیُمَكِّنَنَّ اور البتہ وہ ضرور مضبوط کردے گا لَهُمْ ان کے لیے دِیْنَهُمْ ان کا دین الَّذِیْ وہ جو ارْتَضٰی اس نے پسند کیا لَهُمْ ان کے لیے وَ اور لَیُبَدِّلَنَّهُمْ البتہ وہ انہیں ضرور بدل دے گا مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ ان کے خوف کے بعد أَمْناً امن یَعْبُدُوْنَنِیْ وہ میری عبادت کریں گے لَا یُشْرِكُوْنَ وہ شریک نہیں ٹھہرائیں گے بِیْ میرے ساتھ شَیْئاً کسی چیز کو وَ اور مَنْ جو کوئی كَفَرَ کفر کرے گا بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد فَأُوْلَٓئِكَ هُمْ تو یہی لوگ الْفَاسِقُوْنَ فاسق ہیں۔

ترجمہ: ۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اُن سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا، جس طرح اُن سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا اور ان کے لئے اُس دین کو ضرور اقتدار بخشے گا جسے اُن کے لئے پسند کیا ہے اور اُن کو جو خوف لاحق رہا ہے، اُس کے بدلے اُنہیں ضرور امن عطا کرے گا۔ (بس) وہ میری عبادت کریں، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور جو لوگ اس کے بعد بھی ناشکری کریں گے، تو ایسے لوگ نافرمان ہوں گے۔

تشریح: ۔ اس آیت میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔تم میں سے جولوگ ایمان لے آئے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں ان سے اللہ تعالی نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا۔

۲۔جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔

۳۔ان کے لئے اس دن ضرور اقتدار بخشے گا جسے ان کے لئے پسند کیا ہے۔

۴۔ان کو جو خوف لاحق رہا ہے اس کے بدلے انہیں ضرور امن عطا کرے گا۔

۵۔بس وہ میری عبادت کریں۔ ۶۔میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

۷۔جولوگ اسکے بعد بھی ناشکری کریں گے تو ایسے لوگ نافرمان ہوں گے۔

اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرنے پر ہدایت اور جنت کی خوشخبری سنانے کے بعد اللہ تبارک وتعالی ان مومنوں سے ایک اور وعدہ کررہے ہیں، جن میں یہ دو باتیں پائی جاتی ہیں کہ وہ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے ہوں اور اسی کے ساتھ ساتھ احکام شریعت پر عمل بھی کرتے ہوں اور ایسے نیک عمل کرتے ہوں جو انہیں اللہ تبارک وتعالی کے قریب کرتے ہوں اور اسکی رضا کا سبب بنتے ہوں تو اللہ تبارک وتعالی انہیں زمین میں خلیفہ مقرر فرمائے گا کہ وہ اس دنیا میں لوگوں کے امام اور حاکم بن کر ابھریں گے اور ان سے اللہ تبارک وتعالی شہروں اور ملکوں کی اصلاح کا کام لے گا، یہ بات وہ ایسے ہی نعوذ باللہ خوش کرنے کے لئے نہیں فرمارہا ہے بلکہ وہ یقینا ایسا کرنے پر قادر ہے جسکی مثال پچھلی قوموں میں ملتی ہے کہ جنہوں نے اسکی اطاعت کی اور اسکے احکامات کو مانا اس نے انہیں حاکم وبادشاہ بنادیا مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کہ جن کو جن وانس کے علاوہ حیوانات پر بھی حکومت عطا کی، اسی طرح بنی اسرائیل کو مصر اور شام کی حکومت حوالہ کردی گئی۔اسکے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن سے اس وعدہ کا پورا ہونا ثابت ہوتا ہے اور پھر دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالی نے مومنوں سے کئے ہوئے اپنے اس وعدہ کو کس طرح پورا فرمایا کہ جو جماعت چند لوگوں پر مشتمل تھی اس جماعت نے وقت گزرتے تقریباً آدھی دنیا پر حکومت کی؟ مشرق سے مغرب تک انہی کا سکہ چلنے لگا، روم وفارس جیسی عظیم طاقتیں بھی انکے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگئیں، وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (الانفال ۲۶) یاد کرو اس وقت کو جب تم زمین پر بہت کم اور کمزور تھے، ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں ختم نہ کردیں، چنانچہ اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد سے تمہیں مضبوط بنا دیا اور پاکیزہ چیزیں بطور رزق عطا کیں تا کہ تم شکر گزار بنو۔ یقینا یہ اللہ کا کیا ہوا وعدہ ہے جو پورا ہونا تھا وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ (الزمر ۲۰) اسکی پیشین گوئی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمائی کہ اللہ تبارک وتعالی نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا اور میں نے مشرق ومغرب کو دیکھا اور یقینا میری امت وہاں

تک پہنچ کر رہے گی جہاں تک میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا گیا۔ (ترمذی ۲۱۷۶) اسکے بعد فرمایا کہ تم نے اس دین کی خاطر بہت سی مصیبتیں، دشواریاں اور ظلم سہے ہیں اسکے باوجود بھی اس پر قائم رہے لہٰذا تمہاری یہ محنتیں اور مشقتیں ضائع نہیں جائیں گی بلکہ اللہ تبارک وتعالی تمہاری اس محنت کو کامیاب کردے گا اور اس دین کو سربلندی عطا فرمائے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محنتوں اور انکی قربانیوں کا ہی نتیجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے سارے عالم میں اسلام کو پھیلا دیا اور کوئی ملک ایسا باقی نہیں کہ جہاں اسلام کا نام لیوا موجود نہ ہو، پھر اسکے بعد اور ایک وعدہ ان مومنوں سے کیا کہ آج تمہیں اپنے دین پر عمل کرنے اور اسلام کو ظاہر کرنے میں ان مشرکوں اور کافروں سے خوف ہے لیکن ہم ایسا وقت لے کر آئیں گے کہ یہ خوف امن وامان میں تبدیل ہوگا اور تم بلاخوف وخطر بڑی ہی آزادی کے ساتھ اس دین پر عمل کروگے، اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا تم ملک حیرہ کو جانتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ جانتا تو نہیں لیکن اسکے بارے میں سنا ضرور ہے، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم باحیات رہو گے تو دیکھو گے کہ ہودج میں سوار عورت تنہا حیرہ سے سفر کرے گی اور کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے علاوہ کسی اور کا خوف نہیں ہوگا۔ (بخاری ۳۵۹۵) اور یقیناً اللہ تبارک وتعالی کے امن کا یہ وعدہ اور نبی رحمت ﷺ کی پیشین گوئی حق ثابت ہوئی کہ اسی حدیث کے آخر میں حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ ہودج میں سوار اکیلی عورت حیرہ سے سفر کی اور کعبہ کا طواف کیا اور اسے اللہ کے علاوہ کسی کا خوف نہ تھا۔

اسکے بعد اللہ تبارک وتعالی نے مسلمانوں کو ایک پیغام دیا کہ جب دنیا تمہارے پیروں پر آجائے اور تم دنیا میں شان وشوکت، عزت ومرتبہ حاصل کرلو تب اس دنیا میں کھو کر میری عبادت سے غافل نہ ہوجانا اور شرک وبت پرستی میں نہ پڑ جانا بلکہ صرف اور صرف میری ہی عبادت کرنا اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں، اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ایسے بندوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے۔ (بخاری ۲۸۵۶)، اگر ان سارے انعامات اور احسانات کے باوجود کوئی اس رب کی ناشکری کریگا اور کفر اختیار کریگا تو ایسے لوگ نافرمان کہلائیں گے وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ اور ان فاسقوں کے بارے میں اللہ تبارک وتعالی نے یہ اعلان کردیا کہ فَهَلۡ يُهۡلَكُ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡفٰسِقُوۡنَ برباد تو وہی لوگ ہوں گے جو نافرمان ہیں۔ (الاحقاف ۳۵) اس آیت کے شان نزول سے متعلق حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آپ علیہ الصلاۃ والسلام اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان موالات قائم کیا، یہ عرب کے مشرکین سے دیکھا نہ گیا تو انہوں نے ان کی جانب اپنی کمان سے ایک تیر چلایا اور ان سے کہا کہ یہ لوگ تو ہمیشہ ہتھیار بند رہتے ہیں سوتے وقت بھی اور جاگتے وقت بھی، یہ سن کر انصار

نے کہا کہ کیا تمہیں پتا نہیں کہ ہم زندگی گزارتے ہیں حتی کہ سوتے بھی ہیں تو بے خوف ہو کر، اللہ کے علاوہ ہم کسی سے نہیں ڈرتے، اس پر یہ آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا نازل ہوئی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی۔ج،۳۔ص،۶)

﴿درس نمبر ۱۴۴۸﴾ قائم کرو نماز، ادا کرو زکوٰۃ ﴿النور ۵۶۔۵۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَاْوٰهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ أَقِيْمُوْا اور تم قائم کرو الصَّلٰوةَ نماز وَاٰتُوا اور تم ادا کرو الزَّكٰوةَ زکوٰۃ و أَطِيْعُوْا اور تم اطاعت کرو الرَّسُوْلَ رسول کی لَعَلَّكُمْ تا کہ تم تُرْحَمُوْنَ رحم کیے جاؤ لَا تَحْسَبَنَّ ہرگز گمان نہ کریں آپ الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا مُعْجِزِيْنَ عاجز کرنیوالے فِي الْاَرْضِ زمین میں وَ مَاْوٰهُمْ اور ان کا ٹھکانہ النَّارُ آگ ہے وَلَبِئْسَ اور البتہ وہ بری ہے الْمَصِيْرُ واپسی کی جگہ۔

ترجمہ:۔ اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رسول کی فرماں برداری کرو، تا کہ تمہارے ساتھ رحمت کا برتاؤ کیا جائے ○ یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جن لوگوں نے کفر کا راستہ اپنا لیا ہے، وہ زمین میں (کہیں بھاگ کر ہمیں) بے بس کر دیں گے۔ اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور یقیناً وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔نماز قائم کرو۔ ۲۔زکوٰۃ ادا کرو۔ ۳۔رسول کی فرمانبرداری کرو۔

۴۔تا کہ تمہارے ساتھ رحمت کا برتاؤ کیا جائے۔

۵۔یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جن لوگوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے وہ زمین میں کہیں بھاگ کر ہمیں بے بس کر دیں گے

۶۔انکا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ ۷۔یقیناً دوزخ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہم سارے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ تم نماز کو اپنے اپنے اوقات پر انکے تمام ارکان وشرائط کے ساتھ پابندی کے ساتھ ادا کرو یہ اپنے رب کی عبادت کا سب سے اعلیٰ طریقہ ہے اس لئے کہ اس میں بندہ کی اپنے رب کے سامنے عاجزی وانکساری ظاہر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو ایسے عاجز بندے بہت پسند ہیں تکبر کرنے والے نہیں اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (النحل ۲۳) قرآنِ مجید میں بار بار نماز کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز کی پابندی کرنے والوں کیلئے وعدے بھی بیان کئے گئے ہیں۔ اسکے بعد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں اپنے فضل سے جو مال و دولت عطا کی ہے اس میں کچھ زکوٰۃ وصدقہ فقراء ومساکین کو دیا

کروتا کہ اپنے کمزور مسلمان بھائی کی مدد اور دل جوئی ہو جائے ، اسکے بعد بطور تاکید پھر فرمایا کہ تمہاری نماز اور تمہاری زکوٰۃ اسی وقت قابل اعتبار ہوگی جب تم اپنے رسول کی اطاعت کرو گے، اس لئے کبھی اپنے رسول کی اطاعت سے منہ نہ موڑنا بلکہ ہمیشہ اور ہر وقت اطاعت گزار بن کر رہنا اور جو بھی وہ تمہیں حکم دیں اسے اپنے رب کا فیصلہ سمجھ کر مان لینا اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر ۷) جو رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے وہ تمہیں روک دیں رک جاؤ۔ ہاں! یہ بھی جان لو کہ اطاعت رسول ہی اللہ کی رحمت کا ذریعہ ہے، سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۷۱ میں فرمایا وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ وہ نیکی کی تلقین کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ اپنی رحمت سے نوازے گا۔ یقیناً اللہ اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ان کافروں کو جو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں آگاہ کرتے ہوئے اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ اے نبی! یہ کفار ومشرکین جو ہماری اور آپ کی نافرمانی کرتے ہیں، ہدایت کے راستہ کو چھوڑ کر گمراہی کو پسند کرتے ہیں، کفر وشرک کی گندگی میں ڈوبے ہوئے ہیں انہیں ہم برابر سزا دینگے اور یہ لوگ ہماری سزاوں سے بچ کر کہیں بھاگ نہیں پائیں گے اور نہ ہی ہمیں سزا دینے سے عاجز کر پائیں گے، سورۃ انفال کی آیت نمبر ۵۹ میں بھی بیان کیا گیا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ اور کافر لوگ ہر گز یہ خیال بھی دل میں نہ لائیں کہ وہ بھاگ نکلے ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔ اسی طرح سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۲ میں فرمایا وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ یہ بات بھی جان لو کہ تم لوگ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے، اسکے علاوہ اور بھی جگہوں پر اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ یہ کافر لوگ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے جیسے کہ سورۃ یونس کی آیت ۵۳، سورۃ ہود کی آیت نمبر ۲۰، سورۃ عنکبوت کی آیت نمبر ۲۲ وغیرہ۔ لہٰذا ہم دنیا میں بھی مختلف عذابوں میں گھیر کر سزا دیں گے اور آخرت میں بھی دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں انہیں ڈالا جائے گا اور یقین جانو کہ یہ دوزخ کا گڑھا بہت ہی خطرناک اور برا ٹھکانہ ہے کہ وہاں پر ایک لمحہ بھی انہیں سکون وآرام نہیں ملے گا۔

﴿درس نمبر ۱۴۴۹﴾ **وہ تین اوقات جن میں اجازت ضروری ہے** ﴿النور ۵۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ

مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگ جو آمَنُوْا ایمان لائے ہو! لِيَسْتَأْذِنْكُمْ چاہیے کہ تم سے اجازت طلب کریں الَّذِيْنَ وہ جنکے مَلَكَتْ مالک ہوئے أَيْمَانُكُمْ تمہارے دائیں ہاتھ وَ اور الَّذِيْنَ وہ جو لَمْ يَبْلُغُوا نہیں پہنچے الْحُلُمَ بلوغت کو مِنكُمْ تم میں سے ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تین بار مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ نماز فجر سے پہلے وَ حِيْنَ اور جس وقت تَضَعُوْنَ تم اتار دیتے ہو ثِيَابَكُم اپنے کپڑے مِّنَ الظَّهِيْرَةِ دوپہر کو وَ مِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ اور نماز عشاء کے بعد ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ تین پردے ہیں لَّكُمْ تمہارے لئے لَيْسَ نہیں ہے عَلَيْكُمْ تم پر وَ لَا اور نہ عَلَيْهِمْ ان پر جُنَاحٌ کوئی گناہ بَعْدَهُنَّ ان کے بعد طَوَّافُوْنَ وہ بکثرت پھرنے (آنے جانے) والے ہیں عَلَيْكُم تم پر بَعْضُكُمْ بعض تمہارے عَلٰى بَعْضٍ بعض پر كَذٰلِكَ اسی (مذکورکی) طرح يُبَيِّنُ بیان کرتا ہے اللّٰهُ اللہ لَكُمْ تمہارے لئے الْآيَاتِ آیتیں وَ اللّٰهُ اور اللہ عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے حَكِيْم خوب حکمت والا ہے

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! جو غلام لونڈیاں تمہاری ملکیت میں ہیں، اور تم میں سے جو بچے ابھی بلوغ تک نہیں پہنچے، انکو چاہیے کہ وہ تین اوقات میں (تمہارے پاس آنے کے لئے) تم سے اجازت لیا کریں: نماز فجر سے پہلے، اور جب تم دوپہر کے وقت اپنے کپڑے اُتار کر رکھا کرتے ہو اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے پردے کے اوقات ہیں۔ ان اوقات کے علاوہ نہ تم پر کوئی تنگی ہے، نہ اُن پر۔ اُن کا بھی تمہارے پاس آنا جانا لگا رہتا ہے، تمہارا بھی ایک دوسرے کے پاس۔ اللہ اسی طرح آیتوں کو تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔

تشریح:۔ اس آیت میں دس باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! جو غلام اور لونڈیاں تمہاری ملکیت میں ہیں۔

۲۔ تم میں سے جو بچے ابھی بلوغت تک نہیں پہنچے۔

۳۔ ان کو چاہئے کہ وہ تین اوقات میں تمہارے پاس آنے کے لئے تم سے اجازت لیا کریں۔

۴۔ نماز فجر سے پہلے، جب تم دوپہر کے وقت اپنے کپڑے اتار کر رکھا کرتے ہو اور نماز عشاء کے بعد۔

۵۔ یہ تین وقت تمہارے پردے کے اوقات ہیں۔

۶۔ان اوقات کے علاوہ نہ تم پر کوئی تنگی ہے اور نہ ہی ان پر۔

۷۔انکا بھی تمہارے پاس آنا جانا لگا رہتا ہے۔ ۸۔تمہارا بھی ایک دوسرے کے پاس۔

۹۔اللہ تعالیٰ اس طرح تمہارے سامنے آیتوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔

۱۰۔اللہ تعالیٰ علم کا بھی مالک ہے اور حکمت کا بھی۔

اس سورت کی آیت نمبر ۳۱ میں فرمایا گیا: اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِالتَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ کہ عورت اپنی جزوی زینت غلام اور ناسمجھ بچوں کے سامنے ظاہر کرسکتی ہیں تو اس سے یہ پتا چلا کہ یہ لوگ گھروں میں آ جا سکتے ہیں اور ان پر کسی قسم کی کوئی ممانعت نہیں لیکن ان پر بھی کچھ پابندیاں ہیں جسے اس آیت میں بیان کیا جارہا ہے چنانچہ فرمایا کہ اے مومنو! تمہارے جو غلام اور باندیاں ہیں اور وہ بچے جو ابھی بالغ نہیں ہوئے ان سے کہہ دو کہ وہ تین اوقات میں تمہارے پاس آنے سے پہلے اجازت طلب کرلیا کریں تاکہ اگر تم نامناسب حالت میں ہو تو اپنی حالت درست کرلو، چنانچہ وہ تین اوقات یہ ہیں۔(۱) نماز فجر سے پہلے اسلئے کہ عموماً سوتے وقت انسان کا ستر کھل جاتا ہے یا وہ اعضا کھل جاتے ہیں جنکا چھپانا ضروری ہے اس لئے اس وقت اجازت مانگنے کا حکم دیا گیا تاکہ ستر پوشی مکمل ہوسکے، (۲) اسی طرح ظہر کے وقت جب تم قیلولہ کے لئے اپنے کپڑے اتار کر رکھتے ہو تو اس لئے اس وقت بھی اجازت مانگنے کا حکم دیا گیا اور (۳) تیسرا وقت عشاء کی نماز کے بعد کا کہ عموماً اس وقت زوجین بستر پر ساتھ ہوتے ہیں اور ستر کی حالت بھی اس وقت ممکن ہے کہ درست نہ ہو اسی لئے یہاں بھی اجازت مانگنے کا حکم دیا گیا، یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین حالتوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا اس لئے کہ عموماً بے پردگی کا اندیشہ انہی اوقات میں ہوتا ہے اسکے علاوہ اگر آپ کا کوئی اور وقت آرام کا متعین ہو تو اس وقت بھی انہیں اندر آنے سے پہلے اجازت لینی چاہئے، ان تین وقتوں کے علاوہ جبکہ تمہارے آرام کا وقت نہ ہو تو پھر انہیں تمہارے پاس آنے کے لئے اجازت مانگنا ضروری تو نہیں لیکن ہاں! اگر مانگ لے تو بہتر ہے، ان تینوں اوقات کے علاوہ اجازت مانگنے کے سلسلہ میں رخصت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس لئے دی کہ ان غلام اور باندیوں اور چھوٹے بچوں کا تمہارے پاس آنا جانا لگا رہتا ہے لہٰذا اگر ہر وقت اجازت کی شرط لگائی جائیگی تو پھر انہیں بھی دشواری پیش آئے گی اور تمہیں بھی اور ہوسکتا ہے کہ انکے بار بار اجازت مانگنے سے تمہیں غصہ بھی آ جائے اس لئے ان تین اوقات کے علاوہ اجازت مانگنے کو ضروری قرار نہیں دیا گیا لیکن اگر اجازت مانگ لیں تو بہت اچھی بات ہے، ان تمام احکامات میں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے سامنے واضح کئے ہیں یقیناً کچھ مصلحتیں اور حکمتیں پوشیدہ ہیں جن کا تمہیں علم نہیں بلکہ وہ علم تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس ہے یقیناً وہ بڑا جاننے والا، حکمت والا ہے۔اس آیت کے شان نزول کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری غلام جن کو مدلج بن عمرو کہا جاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ظہر

کے وقت انہیں بلالانے کے لئے بھیجا لہٰذا وہ انکے گھر میں داخل ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسی حالت میں دیکھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناپسند کرتے تھے چنانچہ وہ نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خواہش ظاہر کی کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالی اجازت لینے کے معاملہ میں ہمیں کچھ احکام اور ہدایات عطا کرے، لہٰذا اللہ تبارک وتعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔(التفسیر المنیر)

﴿درس نمبر ۱۴۵۰﴾ جب بچے بلوغت کو پہنچ جائیں ﴿النور ۵۹۔۶۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ اور إِذَا جب بَلَغَ پہنچ جائیں الْأَطْفَالُ بچے مِنكُمْ تم میں سے الْحُلُمَ بلوغت کو فَلْيَسْتَأْذِنُوا تو چاہیے کہ وہ اجازت طلب کریں كَمَا جس طرح اسْتَأْذَنَ اجازت لیتے تھے الَّذِيْنَ وہ لوگ جو مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے تھے كَذَالِكَ اسی طرح يُبَيِّنُ بیان کرتا ہے اللهُ اللہ لَكُمْ تمہارے لیے آيَاتِهِ اپنی آیتیں وَاللّٰهُ اور اللہ عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے حَكِيْمٌ خوب حکمت والا ہے ۝ وَ الْقَوَاعِدُ اور گھروں میں بیٹھ رہنے والی مِنَ النِّسَاۗءِ عورتیں اللَّاتِيْ وہ جو لَا يَرْجُوْنَ نہیں امید رکھتیں نِكَاحاً نکاح کی فَلَيْسَ تو نہیں عَلَيْهِنَّ ان پر جُنَاحٌ کوئی گناہ أَنْ يَّضَعْنَ کہ وہ اتار دیں ثِيَابَهُنَّ اپنے کپڑے غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ جب کہ وہ نہ ظاہر کرنے والی ہوں بِزِيْنَةٍ زینت وَ أَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ اور یہ کہ وہ بچیں خَيْرٌ بہت بہتر ہے لَّهُنَّ ان کیلئے وَ اللّٰهُ اور اللہ سَمِيْعٌ خوب سننے والا ہے عَلِيْم خوب جاننے والا ہے

ترجمہ:۔اور جب تمہارے بچے بلوغ کو پہنچ جائیں، تو وہ بھی اُسی طرح اجازت لیا کریں جیسے اُن سے پہلے بالغ ہونے والے اجازت لیتے رہے ہیں۔ اللہ اسی طرح اپنی آیتیں کھول کھول کر تمہارے سامنے بیان کرتا ہے اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک ہے ۝ اور جن بڑی بوڑھی عورتوں کو نکاح کی کوئی توقع نہ رہی ہو، اُن کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے (زائد) کپڑے، (مثلاً چادریں نامحرموں کے سامنے) اُتار کر رکھ دیں، بشرطیکہ زینت کی نمائش نہ کریں اور اگر وہ احتیاط ہی رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے۔ اور اللہ سب کچھ سنتا، ہر بات جانتا ہے۔

تشریح:۔ان دو آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں:

ا۔جب تمہارے بچے بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اسی طرح اجازت لیا کریں جیسے ان سے پہلے بالغ ہونے والے اجازت لیتے رہے ہیں

۲۔اللہ تعالی اسی طرح اپنی آیتیں کھول کھول کر تمہارے سامنے بیان کرتا ہے۔

۳۔اللہ تعالی علم کا بھی مالک ہے حکمت کا بھی مالک ہے۔

۴۔جن بڑی بوڑھی عورتوں کو نکاح کی کوئی توقع نہ رہی ہو ان کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے زائد کپڑے اتار کر رکھ دیں

۵۔بشرطیکہ زینت کی نمائش نہ کریں۔ ۶۔اگر وہ احتیاط ہی رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے۔

۷۔اللہ سب کچھ سنتا، ہر بات جانتا ہے۔

پچھلی آیت میں اللہ تبارک وتعالی نے ان بچوں کا ذکر کیا تھا جو ابھی ناسمجھ و نابالغ ہیں کہ وہ بھی مذکورہ تین اوقات میں اندر آنے سے پہلے اجازت طلب کرینگے، اب رہے وہ بچے جو بالغ ہو چکے ہیں اور سمجھدار بھی ہیں انکے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو اسی کو یہاں بیان کیا جا رہا ہے چنانچہ فرمایا کہ وہ بچے جو حد بلوغ کو پہنچے ہوں وہ اندر آنے کے لئے ان تین اوقات میں اور ان کے علاوہ ہر وقت اجازت طلب کرینگے جیسے کہ ان سے پہلے بالغ ہونے والے لوگ اجازت لیتے رہے ہیں، امام زحیلی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ یہاں اللہ تبارک وتعالی نے ان بچوں کو خاص کیا ہے جو آزاد ہیں غلام نہیں اس لئے کہ غلام چاہے بچہ ہو یا بڑا چونکہ یہ گھر کے کام کاج وغیرہ میں لگے رہتے ہیں اور انکا گھر میں مستقل آنا جانا لگا رہتا ہے اس لئے ان پر یہ حکم لاگو نہیں ہوگا اور چونکہ آیت نمبر ۳۱ میں بھی انہیں اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ سے استثناء کیا گیا ہے اسی لئے وہ اس حکم سے خارج ہیں یعنی غلام ان تین اوقات میں اجازت طلب کرینگے باقی اوقات میں ان کا بغیر اجازت آنا درست ہے لیکن وہیں آزاد بچہ جو بالغ ہو چکا ہے اس کا حکم مرد آدمی کی طرح ہے جس طرح مرد آدمی ہر وقت آنے سے پہلے اجازت لیں گے، اسی طرح بالغ ہونے والے بچے بھی اجازت لیں گے، جیسا کہ اسی سورت کی آیت نمبر ۲۷ میں کہا گیا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔ اب رہی بات بالغ ہونے کی حد کیا ہے؟ تو علماء نے احتلام کا ہونا یا پندرہ سال کا ہونا بیان کیا ہے۔(التفسیر المنیر) چنانچہ انہی مصلحتوں کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالی نے ان سب کے مختلف احکام بیان فرمائے ہیں كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اسی طرح اللہ تعالی اپنی آیتیں تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے، اللہ علم کا بھی

مالک ہے حکمت کا بھی۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۳۱ میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی زینت غیر محرموں کے سامنے ظاہر نہ کریں لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اب کیا اس حکم میں وہ عورتیں بھی داخل ہیں جو بوڑھی ہوگئی ہیں، جنہیں زیادہ عمر کے سبب شادی کی خواہش نہ رہی ہو اور جن کا حیض بھی بند ہو گیا ہو؟ اسی کا خلاصہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ وہ عورتیں جنکے نکاح کی توقع نہ ہو تو انکے لئے اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (زائد) کپڑے (جو بطور زینت پہنے جاتے ہیں) اتار کر رکھ دیں جبکہ زینت کی کوئی نمائش کرنا نہ ہو، جب اس قسم کی بوڑھی عورتیں ہوں تو وہ زائد کپڑے جیسے کہ اوڑھنی، ڈوپٹہ، چادر، برقعہ وغیرہ جو زینت کو چھپانے کے لئے پہنے جاتے ہیں غیر محرم مردوں کے سامنے نکال سکتے ہیں لیکن اگر نکالنے میں اپنی زیب و زینت اور سجاوٹ کو ظاہر کرنا مقصود ہو تو پھر ایسے وقت میں انکا بھی ان چیزوں کو نکالنا جائز نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اگر چہ کہ انہیں فتنہ کا اندیشہ نہ ہونے پر نکالنا جائز تو ہے لیکن بہتر اور افضل یہی ہے کہ انہیں نہ نکالا جائے تاکہ شیطان کے فریب سے اور فتنوں میں پڑنے سے بچ سکیں ویسے تو دلوں کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے وہ تو بڑا سننے والا، جاننے والا ہے وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ لیکن شبہ کی چیزوں سے بچنا یہ تقوی کی علامت ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ تقوی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۔ (آل عمران ۷۶)

﴿درس نمبر ۱۴۵۱﴾ نابینا، معذور اور بیمار کیلئے گنجائش ﴿النور ۶۱﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔لَيْسَ نہیں ہے عَلَى الْاَعْمٰى اندھے پر حَرَجٌ کوئی حرج وَلَا اور نہ عَلَى الْاَعْرَجِ لنگڑے پر حَرَجٌ کوئی حرج وَلَا اور نہ عَلَى الْمَرِيْضِ مریض پر حَرَجٌ کوئی حرج وَلَا اور نہ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ خود تم پر

أَنْ تَأْكُلُوْا کہ تم کھاؤ مِنْ بُيُوتِكُمْ اپنے گھروں سے أَوْ يا بُيُوتِ آبَائِكُمْ اپنے باپ دادا کے گھروں سے أَوْ يابُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ اپنی ماؤں کے گھروں سے أَوْ يابُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ اپنے بھائیوں کے گھروں سے أَوْ یا بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ اپنی بہنوں کے گھروں سے أَوْ يابُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ اپنے چچاؤں کے گھروں سے أَوْ يا بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے أَوْ يابُيُوتِ أَخْوَالِكُمْ اپنے ماموؤں کے گھروں سے أَوْ یا بُيُوتِ خَالَاتِكُمْ اپنی خالاؤں کے گھروں سے أَوْ يامَا ان سے کہ مَلَكْتُمْ تم مالک ہو مَّفَاتِحَهُ ان کی چابیوں کے أَوْ ياصَدِيْقِكُمْ اپنے دوستوں کے لَيْسَ نہیں ہے عَلَيْكُمْ تم پر جُنَاحٌ کوئی گناہ أَنْ تَأْكُلُوْا کہ تم کھاؤ جَمِيْعاً اکٹھے أَوْ ياأَشْتَاتاً الگ الگ فَإِذَا چنانچہ جب دَخَلْتُمْ تم داخل ہو بُيُوتاً گھروں میں فَسَلِّمُوْا تو سلام کرو عَلٰى أَنْفُسِكُمْ اپنے پر تَحِيَّةً دعائے خیر مِّنْ عِنْدِ اللهِ (جو مقرر ہے) اللہ کی طرف سے مُبَارَكَةً بابرکت طَيِّبَةً پاکیزہ كَذٰلِكَ اسی طرح يُبَيِّنُ بیان کرتا ہے اللهُ اللہ لَكُمْ تمہارے لیے الْآيَاتِ آیتیں لَعَلَّكُمْ تا کہ تم تَعْقِلُوْنَ سمجھ جاؤ۔

ترجمہ:۔ نہ کسی نابینا کے لئے اس میں کوئی گناہ ہے، نہ کسی پاؤں سے معذور شخص کے لئے کوئی گناہ ہے، نہ کسی بیمار شخص کے لئے کوئی گناہ ہے، اور نہ خود تمہارے لئے کہ تم اپنے گھروں سے کچھ کھالو، یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے، یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے، یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے، یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے، یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے، یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے، یا اُن گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے اختیار میں ہوں، یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔ اس میں بھی تمہارے لئے کوئی گناہ نہیں ہے کہ سب ملکر کھاؤ، یا الگ الگ۔ چنانچہ جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو، کہ یہ ملاقات کی وہ بابرکت پاکیزہ دعا ہے جو اللہ کی طرف سے آئی ہے۔ اللہ اسی طرح آیتوں کو تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تا کہ تم سمجھ جاؤ۔

تشریح:۔ اس آیت میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ کسی نابینا کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں۔ ۲۔ کسی معذور کے لئے کوئی گناہ نہیں۔

۳۔ کسی بیمار کیلئے کوئی گناہ نہیں، نہ خود تمہارے لئے کوئی گناہ ہے کہ تم اپنے باپ دادا کے گھروں سے کچھ کھالو۔

۴۔ یا اپنی ماوں کے گھروں سے، اپنے بھائیوں یا بہنوں کے گھروں سے، اپنے چچا یا پھوپیوں کے گھروں سے، اپنے ماموں یا خالاوں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے اختیار میں ہوں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔

۵۔ سب ملکر کھانے میں بھی کوئی گناہ نہیں اور الگ الگ کھانے میں بھی۔

۶۔جب تم گھروں میں داخل ہوتو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو

۷۔اس لئے کہ یہ ملاقات کی وہ بابرکت دعاء ہے جو اللہ کی طرف سے آئی ہے۔

۸۔اللہ اسی طرح تمہارے سامنے آیتوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم سمجھ پاؤ۔

پچھلی آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ محرموں کے گھروں میں انسان آ جا سکتا ہے اور عورتوں کے لئے بھی ان سے جزوی پردہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب گھروں میں آنا جانا ہوتا ہے تو کیا ان گھروں میں کھانا وغیرہ بھی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ تو اسی شبہ کی تفصیل اللہ تبارک وتعالی اس آیت میں بیان فرمارہے ہیں کہ کسی بیمار کے لئے یا کسی معذور شخص کے لئے یا کسی اندھے کے لئے یا خود تم جیسے صحت مند افراد کے لئے اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم اپنے قریبی رشتہ داروں جیسے کہ باپ، دادا، ماں، پھوپی، چاچا، ماموں، خالہ، بھائی، بہن وغیرہ کے گھروں میں کھاو جبکہ تمہیں یہ بات معلوم ہو کہ اگر تم ان گھروں میں کھاوگے تو انہیں برا نہیں لگے گا تو ایسے وقت میں تمہیں ان کے گھروں میں کھانے کے لئے ہر وقت اجازت لینی ضروری نہیں بلکہ بلا اجازت تم ان گھروں میں کھا سکتے ہو؟ یہاں برا نہ لگنے کی قید کا اضافہ اس لئے کیا گیا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بھی مسلمان کا مال اسکی رضا اور خوشی کے بغیر جائز نہیں۔(مسند احمد ۲۰۶۹۵) اسی طرح ان گھروں میں بھی کھانے کی اللہ تبارک وتعالی نے اجازت دی جس کی ذمہ داری تمہیں سونپی جائے، بعض مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے جہاد وغیرہ پر جاتے تو شہر میں موجود کسی ایسے شخص کو جو جہاد میں شرکت نہ کرسکتا ہو تو اسے اپنے گھر کا نگران بنا کر جاتے اور انہیں اپنے گھر کی اشیاء استعمال کرنے کی بھی اجازت دیتے تو اسی کا یہاں تذکرہ کیا گیا کہ تم ان گھروں میں سے بھی کھا سکتے ہو لیکن ذخیرہ نہیں کرسکتے۔ اسی طرح اپنے دوست واحباب کے گھروں میں بھی کھانے کی اللہ تبارک وتعالی نے اجازت دی، اس آیت سے رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ دوست کی اہمیت اور اسکا مرتبہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے انہیں رشتہ داروں کے ساتھ ذکر فرمایا کہ دوستوں کا بھی مقام تمہارے اقرباء کے برابر ہے اور یہ بات یقینی بھی ہے کہ دوستوں میں کسی قسم کا کوئی تکلف بھی نہیں ہوتا اور آپس میں محبت والفت رہتی ہے، جسکا ایک واقعہ حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ وہ جب اپنے گھر گئے تو دیکھا کہ دوستوں کی ایک جماعت انکے گھر میں موجود ہے جنہوں نے انکے تخت کے نیچے سے ایک ٹوکری نکالی ہے جس میں کھجور سے بنی مٹھائی اور دوسرے عمدہ کھانے تھے اور وہ اس ٹوکری کے ارد گرد بیٹھے کھا رہے ہیں یہ دیکھ کر انکے چہرہ پر خوشی اور مسکراہٹ آ گئی اور کہا کہ ہم نے اکابر صحابہ رضی اللہ عنھم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔(التفسیر المنیر) اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ اس بات میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم سب ملکر کھاو یا الگ الگ اپنے تقاضہ کے اعتبار سے لیکن ہاں! ملکر کھانا باعثِ فضل وبرکت ہے جیسا کہ حضرت وحشی ابن حرب رضی اللہ عنہ اپنے والد و دادا سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنھم نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

سے کہا کہ ہم کھاتے ہیں لیکن ہمارا پیٹ نہیں بھرتا، اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ شاید تم لوگ الگ الگ، تنہا تنہا کھاتے ہو ایسا کرو تم سب مِلکر کھاؤ اور کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لو، اللہ تمہارے کھانے میں برکت عطا کرے گا۔ (ابو داؤد ۳۷۶۴) اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مل کر کھایا کرو الگ الگ ہو کر مت کھاؤ اس لئے کہ مل کر کھانے میں ہی برکت ہے۔ (ابن ماجہ ۳۲۸۷) اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق مختلف روایات ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے معذورین کو جہاد میں شریک نہ ہونے کی اجازت دی ہے اور بعض نے فرمایا کہ معذور افراد صحتمند افراد کے ساتھ کھانے میں کتراتے تھے اسلئے کہ صحتمند لوگ انہیں اپنے ساتھ کھلانے کو انکے عذر کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا کے نزول سے متعلق فرمایا کہ انصار کے پاس جب مہمان آتے تو یہ لوگ مہمان کو چھوڑ کر اکیلے کھانے کو ناپسند کرتے تھے اگرچہ کہ انہیں شدت کی بھوک ہو، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر انہیں رخصت دی کہ تم لوگ ملکر بھی کھا سکتے ہو اور اکیلے بھی کھا سکتے ہو (الدر المنثور) چونکہ مذکورہ افراد کے گھروں میں جا کر کھانے کی اجازت بیان کی گئی تو گھروں میں جانے کا کیا اصول ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اصول بیان فرمایا فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے ان لوگوں کو سلام کرو اسلئے کہ یہ ملاقات کی وہ بابرکت پاکیزہ دعا ہے جو اللہ کی طرف سے آئی ہے، گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے کی تاکید اللہ کے نبی ﷺ نے بھی فرمائی ہے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو انہیں سلام کیا کرو اس لئے کہ یہ سلام تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے لئے خیر و برکت کا باعث ہوگا۔ (ترمذی ۲۶۹۸) اللہ تبارک وتعالیٰ نے عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ کہہ کر یہ واضح کر دیا کہ یہ سب لوگ تمہارے اپنے ہی ہیں کوئی غیر نہیں، اس لئے بھی کہ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہی ہے لہٰذا تم اپنے لوگوں کو سلام کرنے میں شرمندگی اور ہچکچاہٹ وغیرہ بالکل محسوس نہ کرو، آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تمام باتیں جو تمہارے سامنے بیان کی گئی ہیں بالکل واضح ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تمہیں سمجھنے اور عمل کرنے میں آسانی ہو۔

﴿درس نمبر ۱۴۵۲﴾ **مومن تو وہی ہے جو اللہ اور رسول پر ایمان لے آئے** ﴿النور ۶۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا

حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ مومن تو صرف الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں جو اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ اللہ پر ایمان لائے وَ رَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر وَاِذَا اور جب كَانُوْا وہ ہوتے ہیں مَعَهٗ اس کے ساتھ عَلٰٓى اَمْرٍ ایسے کام پر جَامِعٍ جو جمع کرنے والا ہے لَّمْ يَذْهَبُوْا تو وہ نہیں جاتے حَتّٰى یہاں تک کہ يَسْتَاْذِنُوْهُ وہ اس سے اجازت نہ مانگ لیں اِنَّ الَّذِيْنَ بلاشبہ وہ لوگ جو يَسْتَاْذِنُوْنَكَ آپ سے اجازت مانگتے ہیں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ وہی لوگ ہیں جو يُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں بِاللّٰهِ اللہ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر فَاِذَا چنانچہ جب اسْتَاْذَنُوْكَ وہ آپ سے اجازت طلب کریں لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ اپنے کسی کام کے لیے فَاْذَنْ تو آپ اجازت دیں لِّمَنْ شِئْتَ جسے آپ چاہیں مِنْهُمْ ان میں سے وَاسْتَغْفِرْ اور آپ مغفرت طلب کریں لَهُمُ ان کے لیے اللّٰهَ اللہ سے اِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ غفور رحیم ہے

ترجمہ:۔ مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب کبھی ایسے کام کیلئے جو جمع ہو کر کرنے کا ہو پیغمبر الٰہی کے پاس جمع ہوں تو اُن سے اجازت لئے بغیر چلے نہیں جاتے، اے پیغمبر! جو لوگ تم سے اجازت حاصل کرتے ہیں وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں سو جب یہ لوگ تم سے کسی کام کیلئے اجازت مانگا کریں تو ان میں سے جسے چاہا کرو اجازت دیدیا کرو اور ان کیلئے اللہ سے بخشش مانگا کرو کچھ شک نہیں کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح :اس آیت میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔مومن تو وہی ہے جو اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان لائے۔

۲۔جب کبھی ایسے کام کے لئے جو جمع ہو کر کرنے کا ہو اللہ کے پیغمبر کے پاس جمع ہوں تو ان سے اجازت لئے بغیر چلے نہیں جاتے۔

۳۔اے پیغمبر! جو لوگ تم سے اجازت حاصل کرتے ہیں وہ اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔

۴۔جب یہ لوگ تم سے کسی کام کے لئے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے چاہے اجازت دے دیا کرو۔

۵۔ان کے لئے اللہ سے بخشش مانگا کرو۔ ۶۔کچھ شک نہیں کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پچھلی آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بطور آداب فرمایا کہ جب گھر میں جاؤ تو سلام کے ذریعہ اجازت لیا کرو اس آیت میں نکلتے وقت کے آداب بتائے جا رہے ہیں کہ جب کبھی اجتماعی کام ہو یا ایک جگہ جمع ہوں جیسے کوئی مجلس، مشاورت، جہاد وغیرہ اور خصوصاً جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں وہاں سے نکلتے وقت بھی سب کی

اجازت لیا کرو اور خاص کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ تمہارے حق میں کوئی کام دیا جانے والا ہو یا پھر تمہارے جانے سے اس اجتماعی کام میں کوئی خلل یا نقص پڑ جائے تو اگر تم اجازت مانگ کر جاوگے تو سب کے ذہنوں میں تمہاری غیر موجودگی کا علم ہوگا اور پھر اس کام کے کرنے میں آسانی ہوگی چنانچہ فرمایا

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ مومنین تو وہی ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ لوگ پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ کسی اجتماعی کام پر ہوں تو ان سے اجازت لئے بغیر نہیں جاتے، اس آیت کے نزول کا اصل سبب یہ ہے کہ جب غزوۂ احزاب کے سال قریش لڑائی کے ارادہ سے آئے تو انہوں نے مدینہ میں موجود مجمع الاسیال کے مقام پر پڑاؤ ڈالا جس لشکر کے قائد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ تھے (جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے) ادھر بنو غطفان بھی لڑائی کیلئے نکلے اور احد کے قریب انہوں نے بھی پڑاؤ ڈالا، جب اس بات کی خبر آپ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے مدینہ شہر کے اطراف خندق کھودنے کا حکم فرمایا جس میں آپ بھی شریک تھے اور سارے مسلمان بھی لیکن منافقین خندق کھودنے کے لئے آنے میں تاخیر کر رہے تھے اور جب کھود رہے تھے تو بہت ہی سستی سے کھود رہے تھے اور چپکے چپکے آپ علیہ السلام سے اجازت لئے بغیر اپنے گھر والوں کے پاس چلے گئے، لیکن جو مومنین تھے جب انہیں کوئی ضروری کام آپڑتا تو ایسے وقت مومنین اس کام کے لئے آپ علیہ السلام سے اجازت لیکر جاتے اور جیسے ہی وہ کام ہوجاتا فورا واپس آجاتے۔ (الدر المنثور) انکے اسی جذبہ اور ایمانی حرارت کی اس آیت میں تعریف کی گئی اور منافقین کی اصلیت کو ظاہر کیا گیا۔

اللہ تبارک وتعالی نے ان مومنین کے بارے میں فرمایا کہ جو لوگ آپ سے اے نبی! اجازت لیتے ہیں وہی حقیقی مومن ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، لہٰذا ایسے سچے اور دیانتدار مومنین جب آپ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت مانگیں تو آپ کو اختیار ہے کہ آپ ان میں سے جسے چاہے اجازت دیں اور جسے چاہے نہ دیں، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک میں کسی مصلحت کی بناء پر اپنے گھر میں رہنے کی آپ ﷺ سے اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی اور فرمایا کہ جاو اللہ کی قسم! آپ منافق نہیں۔ (تفسیر قرطبی) اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ انکے لئے انکی لغزشوں اور کوتاہیوں پر اللہ سے مغفرت کی دعا کریں، یقینا اللہ تبارک وتعالی گناہوں کو بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

﴿درس نمبر ۵۳ ۱۴﴾ **پیغمبر کو اس طرح نہ بلاؤ** ﴿النور ۶۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ لَا تَجْعَلُوْا نہ بناؤ تم دُعَآءَ الرَّسُوْلِ رسول کے بلانے کو بَيْنَكُمْ اپنے درمیان كَدُعَآءِ مانند بلانے بَعْضِكُمْ تمہارے بعض کے بَعْضًا بعض کو قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ تحقیق جانتا ہے اللہ الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو يَتَسَلَّلُوْنَ کھسک جاتے ہیں مِنْكُمْ تم میں سے لِوَاذًا چپکے سے فَلْيَحْذَرِ چنانچہ چاہیے کہ ڈریں الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يُخَالِفُوْنَ مخالفت کرتے ہیں عَنْ اَمْرِهٖٓ اس کے حکم کی اَنْ اس سے کہ تُصِيْبَهُمْ انہیں پہنچے فِتْنَةٌ کوئی آزمائش اَوْ يُصِيْبَهُمْ یا انہیں پہنچے عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب

ترجمہ:۔ مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو بیشک اللہ کو یہ لوگ معلوم ہیں جو تم میں سے آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا دردناک عذاب نازل ہو۔

تشریح:۔ اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

۲۔ بے شک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں۔

۳۔ جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیئے کہ ان پر کوئی آفت یا عذاب نہ آنا جائے۔

پچھلی آیت میں بتلایا گیا کہ جب کسی جماعت میں آپ علیہ السلام موجود ہوں اور وہاں سے تمہیں اپنی کسی خاص ضرورت کے لیے جانا ہو تو پہلے آپ علیہ السلام سے اسکی اجازت لے لو، اس آیت میں آپ علیہ السلام سے اجازت لینے کا طریقہ بیان کیا جا رہا ہے کہ جب تم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگنے آؤ تو انہیں ایسے الفاظ یا لہجہ سے مخاطب نہ کرو جیسے تم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے ہو بلکہ بہت ہی احتیاط و ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں ادب سے پکارو، لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے سلسلہ میں مروی ہے کہ تم لوگ آپ علیہ السلام کو اس طرح نہ بلاؤ جیسے تم اپنے بھائی کو بلاتے وقت اسکا نام لیتے ہو بلکہ جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤ تو عزت و تعظیم سے بلاؤ جس کا طریقہ یہ ہے تم "یارسول اللہ!" یا "یا نبی اللہ!" کہہ کر بلاؤ۔ (الدرالمنثور)

اسکے بعد اللہ تبارک وتعالی نے ان منافقین کے بارے میں جو بغیر اجازت لئے آہستہ سے نکل کر چلے جاتے ہیں فرما رہے ہیں کہ تم لوگ اے منافقو! تم اس طرح نظر بچا کر چلے جانے کو بڑی ہی شاطرانہ چال سمجھتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری اس حرکت کا کسی کو پتا نہیں چلے گا؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ رب العزت جس کو ہر چھوٹی بڑی چیز کا علم

ہوتا ہے وہ تمہاری اس حرکت سے بھی خوب واقف ہے قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ ۔امام ابوداؤد علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''المراسیل'' میں ایک روایت حضرت مقاتل بن حیان رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نماز جمعہ ادا کرتے اور بعد میں خطبہ دیتے تھےلیکن ایک دفعہ جب دحیہ بن خلیفہ مال تجارت لیکر آیا تو چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر باقی سب وہاں چلے گئےجسکی ممانعت سورۂ جمعہ میں کی گئی چنانچہ اسکے بعد آپ علیہ السلام نے خطبہ پہلے اور نماز بعد میں پڑھنا شروع کیا اور خطبہ کے دوران اس ممانعت کی وجہ سے کوئی اپنی حاجت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لئے بغیر نہیں جاتا تھا، لہٰذا آپ علیہ السلام انہیں انگلی کے اشارہ سے اجازت دے دیتے تھے، چنانچہ بعض منافقین ایسے تھے جنہیں جمعہ کا خطبہ سننا شاق اور دشوار گزرتا لہٰذا جب کوئی مومن اپنی کسی حاجت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگتا تو یہ منافق بھی انکی آڑ لیکر کھڑے ہوجاتے اور وہاں سے نکل جاتے، انکی اسی حرکت پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ نازل فرمائی۔(المراسل لابی داؤد ۶۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ احکام الٰہی اور احکام رسول کی مخالفت کرنے والوں سے فرما رہے ہیں کہ جب کبھی تم ایسا کوئی کام کروتو ایک بار ضرور غور کرو کہ میری اس حرکت کا تو اللہ تعالیٰ کو علم ہے لہٰذا اگر وہ چاہے تو مجھ پر کبھی بھی کسی بھی وقت کوئی آفت، پریشانی یا دردناک عذاب نازل کرسکتا ہے اور چونکہ یہ مخالفت باعث عذاب ہوتی ہے۔لہٰذا انہیں اس سے بچنا چاہیے۔مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت صرف منافقین کے لئے خاص نہیں بلکہ یہ آیت ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین ہر ہر معاملہ میں بہت ہی احتیاط سے کام لیتے تھے چنانچہ ابن ابی حاتم نے حسن بن صالح علیہما الرحمہ کے بارے میں نقل کیا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے مسح علی الخفین کے چھوڑنے پر بھی ڈر لگتا ہے کہ کہیں میں اس آیت کا مستحق نہ ہوجاوں۔(الدرالمنثور)

﴿درس نمبر ۱۴۵۴﴾ جس طریقہ پر تم ہو اللہ بخوبی جانتا ہے ﴿النور ۶۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلَاۤ آگاہ رہو! اِنَّ لِلّٰهِ بلاشبہ اللہ ہی کیلئے ہے مَا جوکچھ فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ اور زمین میں قَدْ يَعْلَمُ تحقیق وہ جانتا ہے مَاۤ اس کو کہ اَنْتُمْ عَلَيْهِ جس پر تم ہو وَيَوْمَ اور جس دن يُرْجَعُوْنَ وہ لوٹائے جائیں گے اِلَيْهِ اس کی طرف فَيُنَبِّئُهُمْ تو وہ انہیں خبر دے گا بِمَا اس کی جو عَمِلُوْا انہوں نے عمل کیے تھے وَاللّٰهُ اور اللہ بِكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کو عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے

ترجمہ:۔ دیکھو! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے جس (طریق) پر تم ہو وہ اُسے جانتا ہے اور جس روز لوگ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے تو جو لوگ عمل کرتے رہے وہ ان کو بتا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح:۔ اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ دیکھو! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ ۲۔ جس طریقہ پر تم ہو وہ اسے جانتا ہے۔

۳۔ جس روز لوگ اسکی طرف لوٹائے جائیں گے تو وہ انہیں وہ عمل بتلا دے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

۴۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تبارک وتعالی بندوں کو اپنی قدرت اور اس دنیا کو پیدا کرنے کا مقصد بیان فرمارہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ دیکھو! یہ آسمان وزمین، یہ مال دولت اور اس دنیا کی ہر چیز کا حقیقی مالک وہ اللہ ہے جس نے انہیں پیدا کیا مختلف آیتوں میں یہ حقیقت متعدد طریقوں سے بیان کی گی ہے آسمان اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے ان سب کا حقیقی خالق اور مالک اللہ ہی ہے: لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (البقرہ ۲۸۴)، وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (آل عمران ۱۰۹، ۱۲۹)، (النساء ۱۲۶، ۱۳۱، ۱۳۱) اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرہ ۱۰۷) ہونا تو یہی چاہئے تھا کہ جو حقیقی مالک وخالق ہے سب اسی کی عبادت کرتے اور اسی پر ایمان لاتے لیکن ایسا ہوا نہیں بلکہ کچھ لوگ ایسے ہوئے جو اللہ کو چھوڑ کر غیروں کو پوجنے لگے اور کچھ ایسے بھی ہیں جو صرف اسی رب کی عبادت کرتے ہیں اور اسکے بھیجے ہوئے پیغمبر پر اور اسکی بھیجی ہوئی کتاب پر ایمان لاتے ہیں، اس دنیا میں لوگ جیسے بھی ہوں چاہے وہ ایمان والے ہوں یا کافر ومشرک یا منافق اللہ ہر کسی کو خوب جانتا ہے اور انکے ہر ہر عمل سے حتی کہ دل میں چھپے ارادوں اور نیتوں سے بھی خوب واقف ہے، لہٰذا ایک دن ایسا آئے گا کہ جب یہ سب کچھ ختم ہو جائے گا اور انسان اپنے رب کے پاس جمع ہوں گے تا کہ انہیں انکے اعمال کا حساب وبدلہ دیا جائے، جس جزا کے وہ مستحق ہیں وہاں انہیں بھیج دیا جائیگا، یقیناً اللہ تعالی کو ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کا بھی علم ہے، وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (یونس ۶۱) تمہارے پروردگار سے کوئی ذرہ برابر چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں، نہ ہی ذرہ سے چھوٹی کوئی چیز اور نہ ہی اس سے کوئی بڑی چیز، مگر سب کچھ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ (القیامہ ۱۳) لہٰذا وہ جزا دینے میں کسی قسم کا کوئی ظلم نہیں کریگا بلکہ جو اعمال اس نے کئے ہیں بس انہی کی سزا وجزا انہیں دی جائیگی، کسی اور کے اعمال ان پر لادے نہیں جائیں گے وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (الکھف ۴۹) اور وہ لوگ اپنے اعمال کو حاضر پائیں گے اور آپ

کا پروردگار کسی پر کوئی ظلم نہیں کرے گا۔سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۴ میں بھی اس بات کی ضاحت فرمائی گئی لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے، اور جو باتیں تمہارے دلوں میں ہیں، خواہ تم ان کو ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تم سے ان کا حساب لے گا پھر جس کو چاہے گا معاف کردے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

سُوْرَۃُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ

یہ سورت ۶ رکوع اور ۷۷ آیات پر مشتمل ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۵۵﴾ بہت ہی بابرکت ہے جس نے قرآن نازل کیا ﴿الفرقان :۱۔۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ تَبٰرَكَ بڑی ہی بابرکت ہے الَّذِيْ وہ ذات جس نے نَزَّلَ الْفُرْقَانَ فرقان نازل کیا عَلٰى عَبْدِهٖ اپنے بندے پر لِيَكُوْنَ تا کہ وہ ہو لِلْعٰلَمِيْنَ جہانوں کیلئے نَذِيْرًا ڈرانے والا الَّذِيْ وہ ذات کہ لَهٗ اسی کیلئے ہے مُلْكُ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کی بادشاہی وَالْاَرْضِ اور زمین کی وَلَمْ يَتَّخِذْ اور نہیں بنائی اس نے وَلَدًا کوئی اولاد وَّلَمْ يَكُنْ اور نہیں ہے لَّهٗ اس کا شَرِيْكٌ کوئی شریک فِي الْمُلْكِ بادشاہی میں وَخَلَقَ اور اس نے پیدا کیا كُلَّ شَيْءٍ ہر چیز کو فَقَدَّرَهٗ پھر اس نے اندازہ کیا اس کا تَقْدِيْرًا اندازہ کرنا

ترجمہ:۔ وہ (اللہ عزوجل) بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تا کہ اہلِ عالم کو ہدایت کرے ۝ وہی کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اُسی کی ہے اور جس نے (کسی کو) بیٹا نہیں بنایا جس کا بادشاہی میں کوئی شریک نہیں اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اُس کا ایک اندازہ ٹھہرایا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ وہ اللہ رب العزت بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندہ پر قرآن نازل فرمایا۔

۲۔ تا کہ اہلِ عالم کو ہدایت کرے۔ ۳۔ وہی اللہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے۔

۴۔ جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا۔ ۵۔ جس کا بادشاہی میں کوئی شریک نہیں۔

۶۔ جس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ ۷۔ پھر اسکا ایک اندازہ ٹھہرایا۔

پچھلی سورت کی طرح اس سورت میں بھی اللہ تبارک وتعالی نے توحید، رسالت اور جزاوسزا کی تفصیلات بتلائی ہیں اور پچھلی سورت میں اللہ تبارک وتعالی نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کا حکم دیا اور اس سورت کی ابتدا اللہ تبارک وتعالی نے اس نبی کی شان اور انکی ذمہ داری سے کی۔ چنانچہ فرمایا کہ تَبٰرَكَ

الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۱ بڑی برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر حق و باطل کا فیصلہ کرنے والی یہ کتاب نازل کی تا کہ وہ دنیا جہاں کے لوگوں کو خبر دار کرے، قرآن کریم ایک ایسی عظیم کتاب ہے کہ جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدھے راستہ کی رہبری فرمائی اور جو گمراہی وضلالت کے راستے ہیں انہیں دلائل کے ساتھ واضح کر دیا اسی کے ساتھ ساتھ اس نے اس کتاب کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے اور اس میں موجود احکام کو بتلانے کے لئے ایک رسول کو بھیجا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغامِ حق تمام جن وانس تک پہنچائیں اور اس پیغام کو نہ ماننے والوں کو قیامت کے دن ملنے والی سزاوں سے ڈرائیں اور ماننے والوں کو ملنے والے انعامات کی خوشخبری سنائیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑائی و بزرگی قرآن کریم کی متعدد آیات میں بیان کی گئی ہے تا کہ اسکی عظمت و ہیبت دلوں میں راسخ ہو جائے ، چنانچہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۴ میں فرمایا تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ بڑی بابرکت ذات ہے اللہ کی جو تمام عالموں کا پروردگار ہے، اسی طرح سورۂ مومنوں کی آیت نمبر ۱۴ میں فرمایا فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ بڑی بابرکت ہے اللہ جو سارے کاریگروں سے بڑھ کر کاریگر ہے۔ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۶۴ ،سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۸۵،سورۂ رحمان کی آیت نمبر ۷۸،سورۂ ملک کی آیت نمبر ا میں بھی رب ذوالجلال کی شان بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جس نبی کی اطاعت کا ہم نے حکم دیا وہ ہماری جانب سے ہی بھیجے ہوئے ہیں جن پر ہم نے یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ اس قرآن کریم کے ذریعہ جو کہ ہمارا نازل کیا ہوا ہے لوگوں کو ڈرائیں اور انہیں سیدھا راستہ بتلائیں۔

اس اللہ کی شان بیان کی جارہی ہے جس نے اپنی اس کتاب اور اس نبی کو بھیجا، وہ رب جس نے اس کتاب کو نازل کیا ہے وہی سب کا حقیقی مالک ہے، یہ آسمان وزمین اور ان میں بسنے والی ہر ہر چیز پر اسی کی قدرت ہے اور ان سب کا پالنے والا وہی اکیلا ہے نہ ہی اسکی کوئی اولاد ہے اور نہ ہی اسکا کوئی شریک،اس آیت میں یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے علاوہ ہر اس شخص کی تردید کی گئی ہے جو اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک مانتے ہیں، یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ (التوبہ ۳۰) یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح ابن مریم اللہ کے بیٹے ہے۔ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَیَقُوْلُوْنَ ۝ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (الصافات ۱۴۹ - ۱۵۲) اے نبی! آپ ان سے پوچھئے کہ کیا اللہ کے لئے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے بیٹے؟ کیا جب ہم نے فرشتوں کو بیٹیاں بنایا تھا تو کیا تم اس وقت دیکھ رہے تھے؟ یادرکھو! یہ لوگ اپنی من گھڑت بات کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے، یقیناً یہ لوگ جھوٹے ہیں، لہٰذا ان آیتوں کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سب کے عقائد کی تردید کی

ہے اور یہ اعلان کر دیا ہے کہ اللہ کی ذات اکیلی ہے اور اسکی ملکیت میں کوئی کسی کا شریک نہیں وہ اکیلا ہے اور وہ اکیلا ہی اس کائنات کا نظام چلا رہا ہے یقیناوہ بڑی قدرت والا ہے ہر چیز پر اسکی قدرت ہے اور اس نے اپنی ہی قدرت سے ہر چیز کو اسکے مطابق بنایا اور ان خاصیتوں سے انہیں مزین کیا جو انکے لئے مناسب ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۴۵۶﴾ یہ کمزور معبود کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے ﴿الفرقان ۳۔۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۞ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاتَّخَذُوْا اور بنا لیے ہیں مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اس کے سوا معبود لَّا يَخْلُقُوْنَ وہ پیدا نہیں کرتے شَيْـًٔا کچھ بھی وَّهُمْ حالانکہ وہ يُخْلَقُوْنَ پیدا کیے جاتے ہیں وَلَا يَمْلِكُوْنَ اور اختیار نہیں رکھتے وہ لِاَنْفُسِهِمْ اپنے نفسوں کے لیے ضَرًّا کسی نقصان کا وَّلَا نَفْعًا اور نہ کسی نفع کا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ اور وہ اختیار نہیں رکھتے مَوْتًا موت کا وَّلَا حَيٰوةً اور نہ زندگی کا وَّلَا نُشُوْرًا اور نہ دوبارہ اٹھنے کا وَقَالَ اور کہا الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جنہوں نے كَفَرُوْٓا کفر کیا اِنْ نہیں ہے هٰذَآ یہ اِلَّآ اِفْكُ مگر جھوٹ ہی افْتَرٰىهُ اس نے اسے گھڑا ہے وَاَعَانَهٗ اور اس کی مدد کی ہے عَلَيْهِ اس پر قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ کچھ اور لوگوں نے فَقَدْ جَآءُوْ پس تحقیق وہ لائے ظُلْمًا وَّزُوْرًا ظلم اور جھوٹ

ترجمہ:۔ اور (لوگوں نے) اس کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں جو کوئی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے اور خود پیدا کئے گئے ہیں اور نہ اپنے نقصان اور نفع کا کچھ اختیار رکھتے ہیں اور نہ مرنا ان کے اختیار میں ہے اور نہ (مر کر) اٹھ کھڑے ہونا ۞ اور کافر کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) من گھڑت باتیں ہیں جو اس (مدعی رسالت) نے بنا لی ہیں اور لوگوں نے اس میں اس کی مدد کی ہے یہ لوگ (ایسا کہنے سے) ظلم اور جھوٹ پر (اتر) آئے ہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ لوگوں نے اسکے سوا اور معبود بنا لئے ہیں جو کوئی بھی چیز پیدا نہیں کر سکتے۔

۲۔ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔

۳۔ نہ وہ اپنے نقصان اور نفع کا کچھ اختیار رکھتے ہیں۔

۴۔ نہ ہی مرنا انکے اختیار میں ہے۔

۵۔ نہ ہی مر کر اٹھ کھڑے ہونا انکے اختیار میں ہے۔

۶۔ کافر کہتے ہیں کہ یہ قرآن من گھڑت باتیں ہیں جو نبوت کے دعویدار نے بنا لئے ہیں۔

۷۔لوگوں نے اس میں اسکی مدد کی ہے ۸۔ یہ لوگ ایسا کہہ کر ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں حقیقی مالک یعنی اللہ کی قدرت وطاقت بیان کی گئی تا کہ ان بے وقوفوں کو حقیقی خدا اور بناوٹی خداؤں میں فرق معلوم ہوجائے اس لئے کہ یہ بے وقوف لوگ ایسی چیزوں کو خدا بنا رکھے ہیں جو کسی کام کے نہیں ہیں نہ تو وہ خود اپنے آپ کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ہی دوسروں کو۔ چنانچہ فرمایا وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا لوگوں نے اور معبود بنا لئے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے جبکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں، نہ یہ اپنے نفع ونقصان کا کچھ اختیار رکھتے ہیں نہ ہی مرنا انکے اختیار میں ہے اور نہ ہی مر کر اٹھ کھڑے ہونا۔ ان کافروں اور مشرکوں کو ان باطل معبودوں کی عبادت کرنے سے پہلے سونچنا تو چاہئے تھا کہ ایک طرف وہ حقیقی معبود ہے جس نے اس کائنات کا وجود بخشا، آسمان وزمین پیدا کئے پھر اس میں طرح طرح کی مخلوقات پیدا فرمائیں اور ان سب کو اپنے اپنے نظام سے لگا رکھا ہے اور جتنی جاندار مخلوقات ہیں انہیں روزی روٹی پہنچا رہا ہے اور ایک طرف یہ باطل اور بناوٹی معبود ہیں جو نہ تو کچھ پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں، نہ کسی کو زندگی دے سکتے ہیں اور نہ ہی موت اور نہ ہی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کی انکے پاس طاقت ہے بلکہ یہ خود ہی اپنے پیدا کئے جانے اور نفع ونقصان کے سلسلہ میں اوروں کے محتاج ہیں تو پھر یہ کیسے خدا اور معبود ہوسکتے ہیں؟ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ (الاعراف ۱۹۱:۔ ۱۹۲) کیا یہ لوگ ایسی چیزوں کو اللہ کا شریک مانتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرتے بلکہ خود انہیں پیدا کیا جاتا ہے؟ جو نہ تو ان لوگوں کی مدد کر سکتے ہیں نہ خود اپنی وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ (النحل ۲۰) اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر یہ لوگ جن (دیوتاؤں) کو پکارتے ہیں، وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے وہ تو خود ہی مخلوق ہیں۔ مگر ہمارے حقیقی معبود کی یہ شان ہے کہ وہ بس اشارہ کر دے تو وہ چیز وجود میں آجاتی ہے اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسٓ ۸۲) جب وہ ارادہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ ہوجا تو بس ہوجاتا ہے۔ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (لقمان ۲۸) تم سب کو پیدا کرنا اور دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا ہی ہے جیسا ایک نفس کو پیدا کرنا اور زندہ کرنا۔ اگر یہ بے وقوف لوگ اس بات پر ہی اگر غور وفکر کر لیتے تو انہیں یہ بات سمجھ میں آجاتی اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (النحل ۱۷) بھلا بتاؤ کہ جو پیدا کرتا ہے وہ اس جیسا ہوسکتا ہے جو پیدا نہیں کرتا؟ کیا پھر بھی تم کوئی سبق نہیں لیتے؟ لیکن یہ لوگ ان باطل معبودوں کی اندھی عقیدت میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ انہیں یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں بلکہ یہ لوگ اس کلام الٰہی کو ہی جھٹلانے لگ گئے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ کافر کہتے ہیں کہ یہ قرآن من

گھڑت باتیں ہیں جو اس مدعی رسالت نے بنالی ہیں اور لوگوں نے اس میں اسکی مدد کی ہے۔ حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ یہ کتاب تو اللہ تعالی ہی کی طرف سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے جیسا کہ شروع میں واضح کردیا گیا تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر فرقان نازل کیا، اگر تمہیں اس بات میں بھی شک ہے تو پھر تم لوگ بھی اس جیسا قرآن بنا کر دکھاؤ جیسا کہ قرآن کریم کی دیگر آیتوں میں انہیں چیلنج کیا گیا فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ (الطور ۳۴) وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (البقرہ ۲۳) اگر تمہیں اس کلام میں شک ہو جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے تو پھر تم لوگ بھی اس جیسی ایک سورت لا کر دکھاو؟ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس چیلنج کو وہ لوگ پورا نہ کرسکے، اس کے باوجود آپ علیہ السلام پر الزام تراشی کرتے رہے، ان کی اس الزام تراشی کو اللہ تبارک وتعالی نے ظلم سے تعبیر فرمایا فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا یہ لوگ ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں جو کہ انکی کمزوری کی علامت ہے کہ جب بندہ سے کوئی جواب نہ بن پڑتا ہو تو وہ ایسی ہی حرکتیں کرتا ہے۔ اللہم تمام کو حق بات قبول کرنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔ اس آیت کے شان نزول سے متعلق کہا گیا کہ یہ نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی اسلئے کہ اسی نے یہ بات کہی تھی کہ اس کلام کو محمد نے نعوذ باللہ گھڑ لیا ہے اور انکی اس میں لوگوں نے مدد کی ہے جن سے مراد حضرت عداس رضی اللہ عنہ جو کہ حویطب بن عبدالعزی کے آزاد کردہ غلام تھے اور حضرت یسار رضی اللہ عنہ جو عامر بن حضرمی کے غلام تھے۔ لہٰذا جب یہ لوگ اسلام لائے تو نضر نے انہی کی جانب اس بات کو منسوب کردیا۔ (التفسیر المنیر)

﴿درس نمبر ۱۴۵۷﴾ ساری پوشیدہ باتوں کے جاننے والے نے اس قرآن کو نازل کیا ہے ﴿الفرقان ۵-۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰى عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ○ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَقَالُوْۤا اور انہوں نے کہا اَسَاطِیْرُ (یہ) قصے کہانیاں ہیں الْاَوَّلِیْنَ پہلے لوگوں کی اكْتَتَبَهَا اس نے ان کو لکھ لیا ہے فَهِیَ چنانچہ وہی تُمْلٰى لکھوائی جاتی ہے عَلَیْهِ اس کو بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا صبح اور شام قُلْ آپ کہہ دیجئے اَنْزَلَهُ اس کو نازل کیا ہے الَّذِیْ اس ذات نے جو یَعْلَمُ السِّرَّ بھید جانتا ہے فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں کے وَالْاَرْضِ اور زمین کے اِنَّهٗ بے شک وہ كَانَ غَفُوْرًا بہت بخشنے والا ہے رَّحِیْمًا نہایت رحم کرنے والا

ترجمہ:۔ اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جس کو اس نے لکھ رکھا ہے اور وہ صبح وشام اس کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں O کہہ دو کہ اس کو اُس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

ا۔ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جس کو اس نے لکھ رکھا ہے۔

۲۔ وہ صبح وشام انہیں پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔

۳۔ کہہ دو کہ اس کو اس ذات نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے

۴۔ بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان مشرکین نے پہلے تو یہ کہا کہ یہ قرآن کریم اللہ تبارک وتعالی کی جانب سے اتارا ہوا نہیں ہے جبکہ اسکے اللہ کی جانب سے اتارے جانے کی پوری وضاحت موجود ہے لیکن اسکے باوجود بھی ان کافروں نے یہ الزام لگایا اور دوسرا الزام یہ لگایا کہ اس قرآن میں اور کچھ نہیں بلکہ پرانے قصے اور کہانیاں ہیں جیسے کہ ارسطو اور الف لیلہ وغیرہ کے قصے کہ جنکی کوئی حقیقت اور سچائی نہیں ہوتی بلکہ سب کے سب افسانے ہوتے ہیں اور یہ افسانے اس محمد کے بنائے ہوئے ہیں (نعوذ باللہ) وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا چونکہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اس لئے ان کافروں نے ایک اور بات بھی جوڑ لی کہ انہیں یہ باتیں وہ اہل کتاب صحابہ صبح وشام پڑھ کر سناتے ہیں جو پہلے اہل کتاب تھے لیکن اب اسلام قبول کر چکے ہیں جیسے کہ حضرت عامر، یسار اور ابوفکیہہ وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کافروں کے اسلام قبول نہ کرنے کے بہانے اور اسلام کو بدنام کرنے کی سازشیں ہیں جبکہ ان کافروں کو خود یہ بات معلوم ہے کہ یہ تمام باتیں یقینا کوئی آسمانی کتاب کی ہی ہیں کیونکہ اس کتاب میں ایسی ایسی غیب کی باتیں اور عقلوں کو حیران کر دینے والی حکمت کی باتیں بیان کی گئی ہیں جو کسی انسان سے صادر ہونا محال و ناممکن ہے۔

اسی بات کو آگے بیان کیا جارہا ہے قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اے پیغمبر! ان کفار ومشرکین سے جو اس قرآن کو آپ کی جانب سے لکھا ہوا کہتے ہیں، کھلے انداز میں یہ بات کہہ دیجئے کہ تم جو کہتے ہو وہ بالکل غلط ہے کہ نہ تو اس قرآن کو میں نے خود بنایا ہے اور نہ ہی یہ قصہ کہانیوں کی کتاب ہے بلکہ یہ تو متقیوں کیلئے ہدایت کی کتاب ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ جسے اس اللہ نے اپنی جانب سے نازل کیا جو آسمانوں اور زمین میں موجود ہر کھلی چھپی چیزوں کا جاننے والا ہے اور کچھ واقعات ایسے ہیں جو اس کتاب میں تمہارے سامنے بیان کئے گئے ہیں وہ تمہارے لئے بطور نصیحت بیان کئے گئے تا کہ تم ان پچھلے لوگوں کے انجام کو دیکھ کر سنبھل جاؤ اور

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کرلو اور جو کچھ تم سے اپنی پچھلی زندگی میں گناہ ہوگئے ان پر معافی مانگ لو اور اپنے کفر وشرک سے توبہ کرلو یقیناً اللہ تبارک وتعالی بڑا بخشنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔

﴿درس نمبر ۱۴۵۸﴾ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مشرکین کا اعتراض ﴿الفرقان ۷-۸-۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ کیا ہے اس رسول کو يَأْكُلُ کہ وہ کھاتا ہے الطَّعَامَ طعام وَيَمْشِيْ اور چلتا ہے فِي الْاَسْوَاقِ بازاروں میں لَوْلَآ کیوں نہیں اُنْزِلَ نازل کیا گیا اِلَيْهِ اس کی طرف مَلَكٌ کوئی فرشتہ فَيَكُوْنَ کہ وہ ہوتا مَعَهٗ اس کے ساتھ نَذِيْرًا ڈرانے والا اَوْ يُلْقٰٓى یا ڈالا جاتا اِلَيْهِ اس کی طرف كَنْزٌ کوئی خزانہ اَوْ تَكُوْنُ یا ہوتا لَهٗ اس کے لیے جَنَّةٌ کوئی باغ يَّاْكُلُ کہ وہ کھاتا مِنْهَا اس میں سے وَقَالَ اور کہا الظّٰلِمُوْنَ ظالموں نے اِنْ تَتَّبِعُوْنَ تم اتباع نہیں کرتے اِلَّا رَجُلًا مگر ایسے شخص کا مَّسْحُوْرًا جادو کیا گیا ہے اُنْظُرْ دیکھیے كَيْفَ ضَرَبُوْا ان لوگوں نے کیسی بیان کیں لَكَ الْاَمْثَالَ آپ کے لیے مثالیں فَضَلُّوْا چنانچہ وہ گمراہ ہوگئے فَلَا لہٰذا نہیں يَسْتَطِيْعُوْنَ وہ استطاعت رکھتے سَبِيْلًا راہ کی

ترجمہ:۔ اور کہتے ہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، کیوں نازل نہیں کیا گیا اس کے پاس کوئی فرشتہ کہ اس کیساتھ ہدایت کرنے کو رہتا ۝ یا اس کی طرف (آسمان سے) خزانہ اتارا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا کہ اس میں سے کھایا کرتا۔ اور ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک جادو زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو ۝ (اے پیغمبر!) دیکھو تو یہ تمہارے بارے میں کس کس طرح کی باتیں کرتے ہیں سو گمراہ ہوگئے اور رستہ نہیں پاسکتے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ کہتے ہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے جو کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی پھرتا ہے۔

۲۔ کیوں نہیں نازل کیا گیا اسکے پاس کوئی فرشتہ کہ وہ انکے ساتھ ہدایت کرنے کو رہتا۔

۳۔ یا اسکی طرف آسمان سے خزانہ اتارا جاتا۔ ۴۔ یا اسکا کوئی باغ ہوتا جس میں سے کھایا جاتا۔

۵۔ ظالم کہتے ہیں کہ تم ایک ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے

۶۔اے پیغمبر! دیکھوتو یہ تمہارے بارے میں کس طرح کی باتیں کرتے ہیں؟

۷۔بس وہ گمراہ ہو گئے اور راستہ نہیں پا سکتے۔

پچھلی آیت میں کفار و مشرکین کی ان الزام تراشیوں کا ذکر تھا جو انہوں نے اس قرآن کریم پر لگائے تھے۔ ان آیتوں میں ان باتوں کا ذکر ہے جو ان کافروں نے رسولِ رحمت ﷺ پر طعنے دیتے ہوئے کہا تھا۔ چنانچہ ان مشرکین نے کہا وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ کہ یہ کیسا پیغمبر ہے جو کھاتا پیتا بھی ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا بھی ہے؟ یعنی اگر یہ واقعی پیغمبر ہوتا تو انہیں کھانے پینے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی اور روزی روٹی حاصل کرنے کے لئے اس طرح بازاروں میں گھوم کر تجارت کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہ ہوتی؟ اگر یہ واقعی نبی ہوتے تو انہیں اللہ تعالی ہی خود اپنی جانب سے کھلاتا، پلاتا اور سب کچھ انکی خدمت میں رکھ دیتا لیکن انکے ساتھ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، یعنی ان مشرکین کی طرف سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک قسم کا طنز تھا، اس لئے کہ انکے دل و دماغ میں تھا کہ ایک بشر اللہ کا پیغمبر نہیں ہوسکتا جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۹۴ میں بیان کیا گیا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ اسکے بعد ان مشرکین نے کہا کہ چلو! یہ بھی مان لیا کہ اللہ نے ایک آدمی کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو کم از کم انکے ساتھ کسی فرشتہ کو ہی بھیج دیا جاتا جو انکے ساتھ انکے کام میں مدد کرتا، لوگوں کو ڈراتا، سیدھے راستہ کی طرف بلاتا؟ اگر یہ فرشتہ نہیں ہے تو کم از کم اس فرشتہ کی وجہ سے ہی ہم انہیں اللہ کا پیغمبر مانتے مگر انکے ساتھ تو یہ معاملہ بھی نہیں ہے؟ اور نہ ہی اللہ تعالی نے ان پر اپنی نوازشیں کی ہیں یعنی انہیں مال و دولت بھی عطا نہیں کیا گیا کہ چلو ان کے سب سے زیادہ دولت مند ہونے کی وجہ سے ہم انہیں اللہ کا مقرب اور اسکا پیغمبر مان لیتے اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا یا انکے پاس آسمان سے کوئی خزانہ ہی اتارا جاتا یا انکے پاس کوئی باغ ہوتا کہ وہ اس میں سے کھایا کرتے، جب ان میں کوئی ایسی خوبی ہی نہیں کہ نہ تو یہ فرشتہ ہیں، نہ تو انکے پاس کوئی فرشتہ آتا ہے، نہ انکے پاس مال و دولت ہے تو پھر ہم اپنے جیسے ایک انسان کو کیسے پیغمبر تسلیم کریں؟ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ (آل عمران ۷۹) یہ کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کرے۔ لہٰذا ہم انہیں پیغمبر تسلیم نہیں کرتے اور جو لوگ انہیں پیغمبر تسلیم کرتے ہیں وہ ناسمجھ اور بے وقوف ہیں جو ایک سحر زدہ شخص کو نبی تسلیم کر رہے ہیں وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۔

اللہ تبارک وتعالی ان کفار کے بارے میں جو آپ کو سحر زدہ اور مجنون کہہ رہے ہیں یہ فرما رہے ہیں کہ پاگل اور بے وقوف تو وہ گمراہ لوگ ہیں جو آپ کی شان میں اس طرح کے نازیبا الفاظ کہہ رہے ہیں، انہیں پتہ نہیں کہ یہ خود گمراہ لوگ ہیں جو دوسروں کو گمراہ کہہ رہے ہیں اور اپنی گمراہی میں اتنے ڈوبے ہوئے ہیں کہ انہیں ہدایت کی باتیں

سمجھ میں نہیں آتیں، لہٰذا اب یہ لوگ ہدایت کا راستہ نہیں پا سکتے فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۔ ان آیات کے شان نزول سے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ کفار مکہ کے بڑے بڑے سرداروں میں آپس میں مشورہ کے بعد چند بڑے سرداروں کو جیسے کہ عتبہ، شیبہ، ابوسفیان، ابوجہل وغیرہ کو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تا کہ وہ آپ علیہ السلام سے بات چیت کریں چنانچہ وہ لوگ آپ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ کی منشا ان باتوں سے یہ ہے کہ آپ مال جمع کرلیں، یا آپ قوم کے سردار بن جائیں یا آپ جا گیر دار ہو جائیں تو ہم آپ کی یہ ساری خواہشات پوری کر دیں گے، لیکن آپ یہ باتیں کہنا چھوڑ دیجئے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے وہ کچھ بھی نہیں چاہئے جو تم نے کہا، نہ تو میں تمہارے درمیان مال جمع کرنے آیا ہوں اور نہ ہی رتبہ و مرتبہ حاصل کرنے آیا ہوں بلکہ مجھے تو اللہ تبارک وتعالی نے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب نازل کی ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قیامت کے عذاب سے ڈراوں اور جنت کی خوشخبری سناوں لہٰذا میں نے تم تک اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور میں نے تمہیں نصیحت بھی کی تو اگر تم میری ان باتوں کو قبول کرو گے تو دنیا میں بھی تمہارا حصہ ہوگا اور آخرت میں بھی اور اگر میری بات نہ مانو گے تو پھر میں اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کرونگا، یہ سن کر ان سرداران قریش نے کہا کہ اگر ہماری کوئی بات یہ نہیں مانتے تو پھر آپ اپنے ہی لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ آپ کے ساتھ ایک فرشتہ بھیج دے تا کہ وہ آپ کی باتوں کی تصدیق کر دے یا پھر آپ اپنے رب سے یہ دعا کیجئے کہ وہ آپ کے لئے باغات اور سونے چاندی کے محلات بنوا دے تا کہ آپ ہماری پیش کردہ چیزوں سے بے نیاز ہو جاو، اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بازاروں میں گشت لگاتے ہیں اور اپنی روزی روٹی تلاش کرتے ہیں جس طرح کہ ہم کرتے ہیں، تا کہ ہمیں آپ کی فضیلت آپ کے رب کے پاس سے معلوم ہو جائے اگر آپ رسول ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ میں یہ کرنے والا نہیں ہوں، میں اس لئے بھیجا نہیں گیا بلکہ مجھے نذیر و بشیر بنا کر بھیجا گیا ہے اس وقت اللہ تبارک وتعالی نے انکے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (الدر المنثور)

﴿درس نمبر ۱۴۵۹﴾ قیامت کو جھٹلانے والوں کیلئے دوزخ تیار ہے ﴿الفرقان ۱۰۔۱۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ تَبٰرَكَ بڑی ہی بابرکت ہے الَّذِيْٓ وہ ذات اِنْ شَآءَ کہ اگر وہ چاہے جَعَلَ لَكَ تو بنا دے آپ کے لیے خَيْرًا بہت بہتر مِّنْ ذٰلِكَ اس سے جَنّٰتٍ ایسے باغات تَجْرِيْ کہ بہتی ہوں مِنْ تَحْتِهَا

الْاَنْهٰرُ ان کے نیچے نہریں وَيَجْعَلْ اور وہ بنا دے لَّكَ قُصُوْرًا آپ کے لیے محلات بَلْ كَذَّبُوْا بلکہ انہوں نے جھٹلایا ہے بِالسَّاعَةِ قیامت کو وَاَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کی ہے لِمَنْ اس شخص کے لیے جو كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ قیامت کو جھٹلائے سَعِيْرًا بھڑکتی آگ

ترجمہ:۔ وہ (اللہ) بہت بابرکت ہے جو اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہتر (چیزیں) بنا دے (یعنی) باغات جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں نیز تمہارے لئے محل بنا دے O بلکہ یہ تو قیامت ہی کو جھٹلاتے ہیں اور ہم نے قیامت کے جھٹلانے والوں کیلئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ وہ اللہ بہت بابرکت ہے جو اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہتر چیز بنا دے۔

۲۔ یعنی ایسے باغات جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں۔

۳۔ نیز تمہارے لئے محل بنا دے۔ ۴۔ بلکہ یہ تو قیامت ہی کو جھٹلاتے ہیں۔

۵۔ قیامت کو جھٹلانے والوں کے لئے ہم نے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔

وہ ذات جس نے آپ ﷺ کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اگر وہ چاہتا تو آپ کو کافروں کے اس مطالبہ سے کئی گنا بڑھ کر مال و دولت عطا کرتا اور ایسی ایسی چیزیں عطا کرتا جو کسی نے دیکھی تک نہ ہوں اس لئے کہ آپ کا مقام و مرتبہ اس رب کے پاس بہت اونچا ہے، اگر وہ چاہتا تو آپ ﷺ کو اس دنیا کی وہ ساری نعمتیں عطا کر دیتا جو اس نے جنت میں تیار کر رکھی ہے گویا کہ وہ جنت کو ہی زمین پر اتار لے آتا جیسا کہ امام زحیلی علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا کہ جنت کے خازن رضوان آپ علیہ السلام کے پاس اپنے ساتھ ایک طشت لیکر آئے جس میں ایک نور ٹمٹما رہا تھا، فرمایا کہ اے نبی! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور اس نے مجھے یہ طشت دیکر بھیجا ہے جس میں دنیا کے خزانوں کی کنجیاں ہیں، اگر آپ چاہیں تو انہیں لے لیں اور ان کنجیوں کے لینے سے آپ کے لئے آخرت میں جو اجر ہے اس میں ذرہ برابر کمی بھی نہیں ہوگی۔ آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کی جانب مشورہ کی نظر سے دیکھا تو جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پر زمین پر مار کر تواضع اختیار رکھنے کا مشورہ دیا، بس آپ علیہ السلام نے اس خادم جنت رضوان سے فرمایا کہ مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے، فقر و فاقہ ہی میرے نزدیک عزیز ہے اور میں صبر کرنے والا اور شکر گزار بندہ بننا چاہتا ہوں، یہ سن کر رضوان نے کہا آپ نے درست چیز پالی ہے، اللہ ہی آپ کیلئے کافی ہے۔ (التفسیر المنیر) چونکہ یہ دنیا ہے اور یہ آزمائش کا گھر ہے اور ایک دن ختم ہونے والی ہے، اسی لئے ہم نے ان سے بھی کہیں اعلیٰ ترین نعمتیں آپ کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو آپ کی اطاعت کرنے والے ہیں جنت میں تیار کر رکھی ہیں، امام طبری علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ اے نبی! اگر آپ چاہیں تو

ہم آپ کو دنیا کے وہ خزانے عطا کریں جو آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیئے گئے اور نہ ہی آپ کے بعد دیئے جائیں گے اور ساتھ ہی اس رتبہ میں کمی نہیں ہوگی جو اللہ کے پاس ہے، اس پر آپ علیہ السلام نے کہا کہ اے رب! ان سب کو میرے لئے آخرت میں جمع کر دیجئے، اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (تفسیر طبری) جو مشرکین آپ ﷺ سے یہ مطالبات کر رہے تھے اور قرآن کریم کے پیغام الٰہی ہونے پر اور آپ علیہ السلام کے نبی ہونے پر شبہ کر رہے تھے انکے بارے میں فرمایا گیا کہ اے نبی! ان کا آپ کو اور اس قرآن کریم کو جھٹلانا دراصل انکے قیامت کو جھٹلانے کی وجہ سے ہے اور انہیں اس بات پر یقین نہیں کہ کل قیامت کے دن انہیں انکے اعمال پر جزا و سزا دی جائیگی لہٰذا یہ لوگ دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ کر اسی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں جسکی انہیں کل قیامت کے دن ضرور سزا دی جائے گی بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا بلکہ یہ لوگ تو ایسے ہیں جو قیامت کے دن کو ہی جھٹلاتے ہیں لہٰذا ہم نے قیامت کا انکار کرنے والوں کے لئے دوزخ کی دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں انہیں انکے اس کفر کی وجہ سے ڈالا جائے گا۔

جس دن دوزخ مجرموں کو دور سے دیکھے گی

﴿درس نمبر ۱۴۶۰﴾ ﴿الفرقان ۱۲۔۱۳۔۱۴﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ○ وَاِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ○ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِذَا رَاَتْهُمْ جب وہ دیکھے گی ان کو مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ دور جگہ سے سَمِعُوْا تو وہ سنیں گے لَهَا اس کی تَغَيُّظًا سخت غصیلی آواز وَّزَفِيْرًا اور چلانا وَاِذَاۤ اور جب اُلْقُوْا وہ ڈالے جائیں گے مِنْهَا اس میں سے مَكَانًا ضَيِّقًا کسی تنگ جگہ میں مُّقَرَّنِيْنَ زنجیروں میں جکڑے ہوئے دَعَوْا وہ پکاریں گے هُنَالِكَ وہاں ثُبُوْرًا ہلاکت کو لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ آج مت پکارو تم ثُبُوْرًا وَّاحِدًا ایک ہلاکت کو وَّادْعُوْا بلکہ تم پکارو ثُبُوْرًا كَثِيْرًا بہت زیادہ ہلاکتوں کو

ترجمہ:۔ جس وقت وہ ان کو دُور سے دیکھے گی (تو غضبناک ہو رہی ہو گی اور یہ) اس کے جوش (غضب) اور چیخنے چلانے کو سنیں گے ○ اور جب دوزخ میں مشکیں باندھ کر تنگ جگہ میں ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت کو پکاریں گے ○ آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ جس وقت وہ دوزخ ان کو دور سے دیکھے گی تو غضبناک ہو رہی ہو گی۔

۲۔اس کے جوش اور چیخنے کو یہ لوگ سنیں گے۔
۳۔جب انہیں اچھی طرح باندھ کر اس کی تنگ جگہ میں پھینک دیا جائیگا تو وہاں یہ لوگ موت کو پکاریں گے
۴۔اس وقت ان سے کہا جائیگا کہ موت کو ایک بار نہیں بلکہ بار بار پکارو۔

جس آگ میں ان مشرکین کو ڈالا جائے گا تو اس آگ کی صفات اور اس آگ میں جانے والوں کی حالت ان آیتوں میں بیان کی جارہی ہے، چنانچہ فرمایا اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا جب یہ آگ ان کافروں کو دیکھے گی تو غیض وغضب کی وجہ سے اور زیادہ جوش مارنے لگے گی تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ (الملک ۸) ایسا لگے گا کہ وہ غصہ سے پھٹ پڑے گی۔اسکے دہکنے کی تیز اور خوفناک آواز کو یہ کافر بھی سنیں گے جس کی وجہ سے ان کا خوف دوبالا ہو جائیگا اور یہ اس دوزخ سے بھاگنے کی کوشش کریں گے مگر فرشتے انہیں پکڑ کر جہنم کے تنگ گڑھے میں پھینک دیں گے وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ اس تنگ جگہ کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین نے فرمایا کہ ان پر وہ جہنم ایسی تنگ کردی جائیگی جیسے کہ نیزہ کا نچلا حصہ تنگ کیا جاتا ہے۔ (التفسیر البسیط) یہ تنگی اس وجہ سے کی جائے گی تا کہ انکے عذاب میں مزید اضافہ ہو، لہٰذا وہ اس جہنم کے عذاب کی تاب نہ لاکر موت کو پکاریں گے اور مرنے کی تمنا کرنے لگیں گے، مگر چونکہ جہنم میں موت نہیں آئیگی اسی لئے ان سے کہا جائے گا کہ موت کو ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ پکارو، اگر تم لاکھ مرتبہ بھی موت کو پکارو گے تب بھی وہ تمہیں آنے والی نہیں ہے، ہمیشہ تمہیں ایسے ہی بلکہ اس سے زیادہ عذاب میں ہی رہنا ہے لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا تم ایک موت کو نہیں بلکہ زیادہ موتوں کو پکارو۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے آگ کا زیور ابلیس کو پہنایا جائے گا اور وہ اسکو اپنے پلکوں پر رکھے گا اور اسے پیچھے سے گھسیٹے گا، پھر اسکی ذریت اسکے بعد ہوگی، اور وہ پکارے گا ہائے ہلاکت ہائے ہلاکت! اسکے پیروکار بھی پکاریں گے ہائے انکی ہلاکت! ہائے انکی ہلاکت! وہ پکارتے پکارتے جہنم تک پہنچ جائیگا اور وہاں بھی یہی پکارے گا اور اسکی ذریت بھی پکارے گی، تب ان سے کہا جائے گا لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا (الدرالمنثور) الغرض جہنم ایک ایسی جگہ ہے جہاں قسم قسم کے دردناک عذاب ہوں گے اور وہاں جہنم میں جہنمیوں کو نہ سکون ملے گا اور نہ ہی موت كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ (النساء ۵۶) جب انکی کھالیں جل جل کر پک جائیں گی تو ہم انہیں دوسری نئی کھالوں سے بدل دینگے تا کہ وہ مزید عذاب کا مزہ چکھیں۔جبکہ دوسری طرف جنت اور اسکی کبھی نہ ختم ہونے والی نعمتیں ہیں اور وہاں بھی انسان کو کبھی موت نہیں آئے گی اور وہاں جنتیوں کو وہ سب کچھ ملے گا جو انکا دل چاہے گا، یقیناً یہ جنت ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے جنہوں نے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کی اور انکے حکموں پر عمل کیا، اے کفار! تم ہی بتاؤ کہ یہ جہنم کہ جہاں دردناک عذاب ہے، وہ بہتر ہے یا وہ جنت جہاں آرام ہی آرام اور عیش ہی عیش ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۶۱﴾ **یہ دوزخ بہتر ہے یا وہ جنت!** ﴿الفرقان ۱۵۔۱۶۔۱۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ۞ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ۞ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قُلْ کہہ دیجئے اَذٰلِكَ کیا یہ خَيْرٌ بہتر ہے اَمْ جَنَّةُ یا جنت الْخُلْدِ ہمیشگی کی الَّتِيْ وہ جس کا وُعِدَ وعدہ دیئے گئے الْمُتَّقُوْنَ متقی لوگ كَانَتْ وہ ہے لَهُمْ ان کے لیے جَزَآءً جزا وَّمَصِيْرًا اور واپسی کی جگہ لَهُمْ ان کے لیے ہوگا فِيْهَا اس میں مَا يَشَآءُوْنَ جو کچھ وہ چاہیں گے خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہنے والے كَانَ عَلٰى رَبِّكَ ہے آپ کے رب کے ذمے وَعْدًا وعدہ مَّسْـُٔوْلًا قابلِ درخواست وَيَوْمَ اور جس دن يَحْشُرُهُمْ وہ انہیں اکٹھا کرے گا وَمَا اور جن کی يَعْبُدُوْنَ وہ عبادت کرتے تھے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے فَيَقُوْلُ تو وہ کہے گا ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ کیا تم نے ہی گمراہ کیا تھا عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ میرے ان بندوں کو اَمْ هُمْ یا وہ ضَلُّوا بھٹک گئے تھے السَّبِيْلَ راہ سے

ترجمہ:۔ پوچھو! یہ بہتر ہے یا جنت جاودانی جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ ہے؟ یہ ان (کے اعمال) کا بدلہ اور رہنے کا ٹھکانہ ہوگا۞ وہاں جو چاہیں گے اُن کیلئے میسر ہوگا، ہمیشہ اس میں رہیں گے، یہ وعدہ اللہ کو (پورا کرنا) لازم ہے اور اس لائق ہے کہ مانگ لیا جائے۞ اور جس دن (اللہ) ان کو اور انہیں جنہیں یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں جمع کرے گا تو فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود گمراہ ہو گئے تھے؟

تشریح :ان تین آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ پوچھو! یہ بہتر ہے یا جنتِ جاودانی جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔

۲۔ یہ انکے اعمال کا بدلہ اور رہنے کا ٹھکانہ ہوگا۔ ۳۔ وہاں وہ جو چاہیں گے انکے لئے میسر ہوگا۔

۴۔ ہمیشہ وہ اس میں رہیں گے ۔

۵۔ یہ وعدہ اللہ کو پورا کرنا لازم ہے اس لائق ہے کہ مانگ لیا جائے۔

۶۔ جس دن اللہ ان کو اور یہ جن کو اللہ کے سوا پوجتے تھے جمع کرے گا

۷۔ فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ خود گمراہ ہو گئے تھے؟

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان مومنوں کو ملنے والے انعامات اور ثواب بیان فرما رہے ہیں تا کہ ان مشرکین کو

اپنے کئے پر ندامت اور انہیں ملنے والے انعامات پر حسرت ہو چنانچہ فرمایا قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا اے نبی! آپ ان مشرکین سے کہئے کہ وہ عذاب جو اللہ تعالی اپنے نافرمان بندوں کو دوزخ میں ڈالے گا وہ بہتر ہے یا یہ ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے بھرے باغات؟ یہ وہ باغات ہیں جن کا اللہ تعالی نے اپنے ان بندوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر تم میری اطاعت کرو گے اور میرے اور میرے نبی کے احکام کی فرمانبرداری کرو گے تو میں کل قیامت کے دن تمہیں نعمتوں سے بھرے باغات عطا کروں گا جس کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی، لہٰذا یہ انکے نیک اعمال کا اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کا صلہ ہے اور یہ انکا ٹھکانہ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور انہیں اس جنت میں وہ سب کچھ دیا جائے گا جس کی یہ خواہش کریں گے اور جو انہیں پسند آئے گا اور یہ نعمتیں بھی اس جنت میں انہیں ہمیشہ کیلئے عطا کی جائیں گی۔

فرمایا کہ اللہ تعالی کو اپنا وہ وعدہ جسکا سوال کیا جاتا رہا، پورا کرنا لازم ہے اس نے وہ پورا کردیا، جو اللہ تبارک وتعالی نے وعدہ کیا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ز وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا (النساء ۵۷ :) اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں ان کو ہم ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے۔ اللہ کے اسی وعدہ کا ملائکہ اور رسولوں نے اللہ تعالی سے سوال بھی کیا جیسا کہ ملائکہ نے اللہ تعالی سے التجا کی رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۣالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ (المومن ۸ :) اے اللہ! انہیں ان ہمیشہ ہمیش کے باغات میں داخل فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا۔ مومنوں نے بھی اپنے رب سے التجا کی رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ (آل عمران ۱۹۴ :) اے ہمارے رب! ہمیں وہ صلہ عطا کر جس کا تو نے اپنے رسولوں سے وعدہ فرمایا۔ چنانچہ یہی وعدہ اللہ تعالی نے پورا فرمایا جسکا اس سے سوال کیا جاتا رہا۔

اللہ کی عبادت کرنے والوں اور اسکی عبادت نہ کرنے والوں کا حال اور انہیں ملنے والی سزاؤں اور جزاوں کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالی ان مشرکین کے معبودوں کا جنکی وہ عبادت کیا کرتے تھے قیامت کے دن کیا حال ہوگا؟ بیان فرما رہے ہیں وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ جس دن اللہ انہیں اور ان کو جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے جمع کریگا تو فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ وہ خود گمراہ ہو گئے تھے؟ جس طرح اللہ تعالی اپنے مشرک وکافر بندوں سے انکے اعمال کے بارے میں پوچھے گا اسی طرح ان معبودوں سے بھی سوال کرے گا جنکی یہ لوگ عبادت کرتے تھے جیسے ملائکہ، حضرت عیسیٰ اور بت وغیرہ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور جیسا کہ سورۃ یونس کی آیت نمبر ۲۸ میں بھی فرمایا گیا وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَاۤؤُكُمْ اور (یاد رکھو) وہ دن جب ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے پھر جن لوگوں نے شرک کیا تھا، ان سے کہیں گے کہ ذرا اپنی جگہ ٹھہرو، تم بھی اور وہ بھی جن کو تم نے اللہ کا شریک مانا تھا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَاۤءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ کیا تم نے میرے ان بندوں کو بھٹکایا تھا، انہیں گمراہی کا راستہ دکھایا تھا، انہیں برائیوں کا حکم دیا تھا، یا یہ خود ہی سیدھا راستہ بھٹک گئے تھے؟ یہی سوال اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام سے بھی بطور توضیح فرمائے گا جیسا کہ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۱۱۶ میں فرمایا گیا وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اس وقت کا بھی ذکر کرو جب اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم سے کہے گا کہ اے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے علاوہ معبود بناو؟ اس سوال کا مقصد بس اتنا ہے کہ ان کفار و مشرکین کو ڈرایا جائے کہ ہم جن کی عبادت کرتے ہیں انہیں خود کل اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور ان سے باز پرس کرے گا تو پھر انکی عبادت کر کے کس طرح ہم اسکے عذاب سے بچ پائیں گے؟

﴿درس نمبر ۶۲ ۱۴﴾ جو ظلم کرے گا ہم اسے بڑے عذاب کا مزہ چکھائیں گے ﴿الفرقان ۱۸۔۱۹۔۲۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَاۤءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَاۤءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ○ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ○ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالُوْا وہ کہیں گے سُبْحٰنَكَ تو پاک ہے مَا كَانَ نہیں تھا يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ ہمارے لائق اَنْ نَّتَّخِذَ کہ ہم بنائیں مِنْ دُوْنِكَ سوائے تیرے مِنْ اَوْلِيَاۤءَ کوئی کارساز وَلٰكِنْ اور لیکن مَّتَّعْتَهُمْ تو نے فائدہ دیا انہیں وَاٰبَاۤءَهُمْ اور ان کے باپ دادا کو بھی حَتّٰى یہاں تک کہ نَسُوا وہ بھول گئے الذِّكْرَ ذکر وَكَانُوْا اور تھے قَوْمًۢا بُوْرًا ہلاک ہونے والے لوگ فَقَدْ تحقیق كَذَّبُوْكُمْ انہوں نے تمہیں جھٹلا دیا بِمَا ان میں جو تَقُوْلُوْنَ تم کہتے تھے فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ پس تم نہ استطاعت رکھتے صَرْفًا ہٹانے کی وَّلَا نَصْرًا اور نہ مدد کرنے کی وَمَنْ اور جو کوئی يَّظْلِمْ ظلم کرے گا مِّنْكُمْ تم میں سے نُذِقْهُ ہم اسے چکھائیں گے عَذَابًا

كَبِيْرًا بہت بڑا عذاب وَمَآ اَرْسَلْنَا اور ہم نے نہیں بھیجے قَبْلَكَ آپ سے پہلے مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ رسول اِلَّآ مگر اِنَّهُمْ بلاشبہ وہ لَيَاْكُلُوْنَ البتہ کھاتے تھے الطَّعَامَ کھانا وَيَمْشُوْنَ اور چلتے تھے فِي الْاَسْوَاقِ بازاروں میں وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا بَعْضَكُمْ تمہارے ایک کو لِبَعْضٍ دوسرے کے لیے فِتْنَةً آزمائش اَتَصْبِرُوْنَ کیا تم صبر کرتے ہو وَكَانَ اور ہے رَبُّكَ آپ کا رب بَصِيْرًا خوب دیکھنے والا

ترجمہ:۔ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے ہمیں یہ بات شایاں نہ تھی کہ تیرے سوا اوروں کو دوست بناتے لیکن تو نے ہی ان کو اور ان کے باپ دادا کو برتنے کو نعمتیں دیں یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے O تو (کافرو!) انہوں نے تو تمہیں تمہاری بات میں جھٹلا دیا پس (اب) تم (عذاب کو) نہ پھیر سکتے ہو نہ (کسی سے) مدد لے سکتے ہو اور جو شخص تم میں سے ظلم کرے گا ہم اس کو بڑے عذاب کا مزہ چکھائیں گے O اور ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کیلئے آزمائش بنایا ہے کیا تم صبر و کرو گے؟ اور تمہارا رب تو دیکھنے والا ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں گیارہ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے۔ ۲۔ ہمیں یہ بات شایاں نہ تھی کہ تیرے سوا کسی اور کو دوست بناتے

۳۔ لیکن تو نے ہی ان کو اور انکے باپ دادا کو برتنے کی نعمتیں دیں یہاں تک کہ وہ تیری یاد ہی کو بھول گئے۔

۴۔ یہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ ۵۔ کافرو! انہوں نے تو تمہاری بات کو جھٹلا دیا۔

۶۔ اب تم عذاب کو نہ پھیر سکتے ہو اور نہ ہی کسی سے مدد لے سکتے ہو۔

۷۔ جو شخص تم میں سے ظلم کرے گا ہم اس کو بڑے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

۸۔ ہم نے تم سے پہلے جتنے بھی پیغمبر بھیجے ہیں سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

۹۔ ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے۔

۱۰۔ کیا تم صبر کرو گے؟۔ ۱۱۔ تمہارا رب تو دیکھنے والا ہے۔

ان آیتوں میں ان معبودوں کا جواب ذکر کیا جا رہا ہے جن کی یہ مشرکین عبادت کیا کرتے تھے، چنانچہ ان معبودوں نے اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ اے ہمارے معبود! یقیناً تیری ذات ہر قسم کے شرک سے جسکی یہ کافر تیری طرف نسبت کرتے ہیں پاک و منزہ ہے، یہ بات ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تیری ہی ذات عبادت کے لائق ہے تو پھر بھلا ہم کیسے انہیں اوروں کی عبادت کا حکم دے سکتے ہیں جبکہ ہم نے تو آپ کو اپنا دوست اور ولی بنایا ہے؟ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ (سبا:۴۱) وہ کہیں گے کہ ہمارا تعلق آپ سے ہے ان سے نہیں۔ یقیناً یہ لوگ خود ہی گمراہ ہو گئے اسکی ایک وجہ میرے پروردگار! یہ ہے کہ آپ نے انہیں اور

انکے باپ دادا کو دنیا میں ساری آسائشیں اور سہولتیں، مال و دولت عطا کیں جس کی وجہ سے یہ لوگ گمان کرنے لگے کہ ہم درست راستہ پر ہیں اور اگر ہم اپنے دین کے سلسلہ میں غلط ہوتے تو ہمیں ہمارا خدا اس طرح نعمتوں اور راحتوں سے نہ نوازتا چنانچہ یہ لوگ اسی گمان میں پڑ کر آپ کے ذکر اور ہدایت کے راستہ سے غافل ہو گئے اور اپنے اس شرک و کفر کو ہی سیدھا راستہ سمجھنے لگے اس طرح یہ لوگ اپنی ہلاکت کے ذمہ دار خود ہیں، اس جواب کے بعد اللہ تبارک وتعالی ان باطل معبودوں کی عبادت کرنے والوں کی جانب متوجہ ہوگا اور کہے گا کہ دیکھ لو! انہوں نے تمہارے الزام کو مسترد کر دیا اور تمہیں جھٹلا دیا، اب تم لوگ اپنی سزا پانے کے لئے تیار ہو جاؤ کہ نہ تو تم اس سزا سے خود بچ سکتے ہو اور نہ ہی کوئی اور تمہیں اس سزا سے بچا سکتا ہے اور اس دوزخ کا بڑا اور شدید عذاب چکھو جو کہ تمہارے ظلم و شرک کی سزا ہے۔

اللہ تبارک وتعالی ان مشرکین کے اس طنز کا جو انہوں نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا تھا کہ یہ کیسے نبی ہیں جو کھاتے پیتے ہیں اور بازاروں میں پھرتے ہیں؟ جواب یوں دیا اور فرمایا کہ اب رہی وہ بات جو تم نے کہی تھی کہ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ اس رسول کو کیا ہو گیا کہ کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا بھی ہے تو سن لو کہ اب تک ہم نے اس دنیا میں جتنے بھی نبی بھیجے ہیں وہ سب کھاتے پیتے بھی تھے اور اپنی معاش کیلئے بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے تو جب یہ محمد بھی انہی کی طرح کھاتے، پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں تو اس میں عیب کی کیا بات ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب ان مشرکین نے مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ کہہ کر آپ ﷺ کو تکلیف دی تو اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو تسلی دینے اور آپ کی دلجوئی کرنے کیلئے یہ آیتیں نازل فرمائیں وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ (تفسیر قرطبی) اور ہم نے یہ دنیا تو آزمائش کے لئے بنائی ہے اور تمہیں بھی ایک دوسرے کے لئے آزمائش کا سبب بنایا ہے کہ کسی کو امیر بنایا تو کسی کو غریب، کسی کو صحت مند تو کسی کو بیمار، اس طرح ہم تمہیں آزماتے ہیں کہ کون اللہ تعالی کی ان آزمائشوں پر صبر کرتا ہے اور کون نہیں؟ تو کیا تم اپنے رب کی ان آزمائشوں پر صبر کرو گے؟ تم جیسے بھی اس دنیا میں رہو تمہیں اللہ دیکھ رہا ہے پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال کے حساب سے قیامت کے دن جزا دے گا۔

﴿درس نمبر ۶۳ ۱۴﴾ ہم اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھ لیں ﴿الفرقان ۲۱۔۲۲۔۲۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيْرًا ○ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ

وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ○ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَقَالَ اور کہا الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جو لَا يَرْجُوْنَ نہیں امید رکھتے لِقَآءَنَا ہماری ملاقات کی لَوْلَآ کیوں نہیں اُنْزِلَ نازل کیے جاتے عَلَيْنَا ہم پر الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے اَوْ نَرٰى یا ہم دیکھتے رَبَّنَا اپنے رب کو لَقَدِ البتہ تحقیق اسْتَكْبَرُوْا انہوں نے تکبر کیا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنے دلوں میں وَعَتَوْا اور انہوں نے سرکشی کی عُتُوًّا كَبِيْرًا بہت بڑی سرکشی يَوْمَ جس دن يَرَوْنَ وہ دیکھیں گے الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتوں کو لَا بُشْرٰى نہیں کوئی خوشی يَوْمَئِذٍ اس دن لِّلْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کو وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہیں گے حِجْرًا ممنوع ہے مَّحْجُوْرًا حرام کردی گئی ہے وَقَدِمْنَآ اور ہم قصد کریں گے اِلٰى مَا ان کی طرف جو عَمِلُوْا انہوں نے کیے تھے مِنْ عَمَلٍ کوئی عمل فَجَعَلْنٰهُ پھر ہم ان کو بنادیں گے هَبَآءً مَّنْثُوْرًا اڑائے ہوئے ذرات

ترجمہ:۔ اور جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ نازل کئے گئے یا ہم اپنی آنکھ سے اپنے رب کو دیکھ لیں؟ یہ اپنے خیال میں بڑائی رکھتے ہیں اور (اسی بنا پر) بڑے سرکش ہو رہے ہیں ○ جس دن یہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گنہگاروں کیلئے کوئی خوشی کی بات نہیں ہوگی اور کہیں گے (اللہ کرے تم) روک لئے (اور بند کر دیئے) جاؤ ○ اور جو انہوں نے عمل کئے ہوں گے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے تو ان کو اڑتی خاک کر دیں گے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں کئے گئے؟

۲۔ یا ہم اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھ لیں۔ ۲۔ یہ اپنے خیال میں بڑائی رکھتے ہیں۔

۳۔ اسی بنا پر بڑے سرکش ہو رہے ہیں۔

۵۔ جس دن یہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گنہگاروں کے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں ہوگی۔

۶۔ کہیں گے کہ اللہ کرے تم روک لئے جاو۔

۷۔ جو انہوں نے عمل کئے ہوں گے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے تو ان کو اڑتی خاک کر دیں گے۔

ان آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ پھر سے ان مشرکینِ مکہ کے شبہات کو جو انہوں نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کے پاس بھیجے جانے والی وحی پر کئے تھے انہیں بیان فرمایا وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا یہ مشرکین جو موت کے بعد اٹھائے جانے اور آخرت میں اعمال کی جزا و سزا کا انکار کرتے ہیں آپ سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں بھیجا جس طرح کہ وہ اپنے رسولوں کے پاس بھیجتا ہے؟ اگر ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے تو ان سے آپ کی رسالت کے بارے

میں پوچھ لیتے تو پھر کوئی مسئلہ ہی نہ رہتا، جب وہ لوگ آپ کی رسالت کا اقرار کر لیتے تو ہم بھی انکے ساتھ آپ کو اپنا رسول مان لیتے یا پھر یہ ہوتا کہ جس اللہ کی پکڑ اور عذاب سے آپ ہمیں ڈرا رہے ہو وہی ہمارے سامنے آجاتا اور یہ گواہی دے دیتا کہ ہاں! انہیں میں نے ہی تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے تم انکی رسالت کو تسلیم کرلو، تو ہم یقیناً اس وقت آپ کے رسول ہونے کا اقرار کر لیتے، جب یہ دونوں باتیں بھی ممکن نہیں ہیں تو پھر ہم آپ کو کیوں رسول مانیں؟ انکے اس مطالبہ کو سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۹۲ میں بھی بیان کیا گیا: اَوْ تَأْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا یا پھر اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آو؟

اللہ تبارک وتعالیٰ انکے اس سوال وجواب کی وجہ بیان فرما رہے ہیں کہ اے نبی! ان پر اپنی بڑائی کا گھمنڈ چھایا ہوا ہے جسکی بنا پر یہ لوگ آپ کو نبی تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں، انکا یہ تکبر اس لئے ہے کہ آپ ایک یتیم ومفلس ہیں اور ہم رؤساءِ قریش تو پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں چھوڑ کر آپ کو اپنی نبوت کے لئے کیوں اختیار کیا؟ بس اسی حسد کی وجہ سے انہوں نے سرکشی اپنا رکھی ہے اور اپنی سرکشی میں حد سے بڑھ گئے ہیں، اب رہی بات فرشتوں کو دیکھنے کی تو ضرور بالضرور ایک دن یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے تو یہ فرشتے ان سے کہیں گے کہ ان گنہگاروں کے لئے خوشخبری کا کوئی سامان نہیں ہے بلکہ انہیں تو عذاب میں ڈالا جائے گا اور جس وقت انہیں عذاب میں ڈالا جائے گا اس وقت فرشتے ان سے کہیں گے حِجْرًا مَّحْجُوْرًا کہ آج تمہارے لئے کوئی خوشخبری نہیں، بعض مفسرین نے فرمایا کہ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا یہ مشرکین کہیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے اور یہ جملہ عرب کا مقولہ ہے جو اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی چیز ناپسند آجائے، جیسا کہ حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے فرمایا (تفسیر ماتریدی)، جب انہیں جہنم میں ڈالا جائے گا تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے کہیں گے اے اللہ! ہمارے ان نیک اعمال کا کیا ہوگا جو ہم نے دنیا میں کئے تھے؟ یعنی کسی مجبور کی مدد کرنا، محتاج کی سرپرستی کرنا، یتیم کے ساتھ بھلائی کرنا وغیرہ وغیرہ تو پھر اللہ تعالیٰ انکے ان نیک اعمال کی طرف متوجہ ہوگا اور انہیں اڑتی خاک کی طرح بنا دے گا اس لئے کہ انہیں انکے ان نیک اعمال کا صلہ دنیا ہی میں دے دیا گیا، لہٰذا اب ان کا کوئی عمل آخرت میں باقی نہیں۔

﴿درس نمبر ۶۴ ۱۴﴾ اہل جنت کا ٹھکانہ بہترین ہوگا ﴿الفرقان ۲۴۔۲۵۔۲۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ۝ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۝ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۨ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ جنتی لوگ يَوْمَئِذٍ اس دن خَيْرٌ بہت بہتر ہوں گے مُّسْتَقَرًّا باعتبار

ٹھکانے کے وَّاَحْسَنُ اور بہت اچھے ہوں گے مَقِيْلًا باعتبار آرام گاہ کے وَيَوْمَ اور جس دن تَشَقَّقُ پھٹ جائے گا السَّمَآءُ آسمان بِالْغَمَامِ ساتھ بادلوں کے وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے نازل کیے جائیں گے تَنْزِيْلًا نازل کیا جانا اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ اس دن بادشاہی الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ حقیقی رحمن ہی کے لیے ہوگی وَكَانَ يَوْمًا اور ہوگا دن عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر عَسِيْرًا نہایت سخت

ترجمہ:۔ اس دن اہلِ جنت کا ٹھکانہ بھی بہتر ہوگا اور مقامِ استراحت بھی بہترین ہوگا O اور جس دن آسمان ابر کیساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل کئے جائیں گے O اس دن سچی بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر (سخت) مشکل ہوگا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ اس دن اہل جنت کا ٹھکانہ بھی بہتر ہوگا۔ ۲۔ مقام استراحت بھی بہتر ہوگا۔

۳۔ جس دن آسمان ابر کے ساتھ پھٹ پڑے گا ۴۔ فرشتے نازل کئے جائیں گے۔

۵۔ اس دن سچی بات اللہ ہی کی ہوگی۔ ۶۔ وہ دن کافروں پر سخت مشکل ہوگا۔

جہنمیوں کے ٹھکانہ سے متعلق بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ جنتیوں کا مقام بیان فرما رہے ہیں اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا اس دن اہل جنت کا ٹھکانہ بھی بہتر ہوگا اور مقام استراحت بھی بہترین ہوگا کہ جہاں پر وہ اپنی من چاہی چیزیں پائیں گے اور حوروں کے ساتھ اپنی آرام گاہوں میں استراحت بھی کریں گے اور یہ لوگ یہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا وہ وہاں ہمیشہ زندہ رہیں گے، کسی کے مستقر اور قیام گاہ بننے کے لیے وہ بہترین جگہ ہے۔ یہ انہیں اس لئے دیا گیا کہ انہوں نے اپنے رب اور اسکے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کی اور ان پر ایمان لے آئے اور ساتھ ہی ایسے اعمال کئے جن کا انکے رب نے اور انکے رسول نے حکم دیا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے ان فرمانبردار بندوں کو اسی طرح انعام واکرام سے نوازتا ہے، جہنمیوں کے لئے جہنم اور جنتیوں کے لئے جنت کا فیصلہ کس دن ہوگا؟ اور فرشتوں کو دیکھنے سے متعلق مشرکوں کی یہ چاہت کب اور کس دن پوری ہوگی؟ یہ اس دن ہوگا جس دن آسمان اپنے ابر کے ساتھ پھٹ جائیگا اور بالکل تہس نہس ہوکر یہ دنیا ختم ہوجائے گی فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ O وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ (الحاقہ ۱۵۔۱۶) اس دن وہ واقعہ پیش آجائیگا جو پیش آنا ہے، آسمان پھٹ پڑے گا اور وہ اس دن بالکل بودہ پڑ جائے گا۔ اور پھر اس وقت ان کی ملائکہ کو دیکھنے کی خواہش بھی پوری ہوجائے گی کہ وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوں گے وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب آسمانِ دنیا پھٹ پڑے گا تو آسمان میں رہنے والے ملائکہ نازل ہوں گے اور انکی تعداد زمین میں بسنے والے جنات وانسان سے کہیں زیادہ

ہوگی۔ اسکے بعد دوسرا آسمان پھٹے گا تو اس بار اس سے نکلنے والے فرشتوں کی تعداد اس آسمان دنیا والے فرشتوں سے بھی زیادہ ہوگی پھر ایسے ہی ہوتا رہے گا حتی کہ ساتواں آسمان بھی پھٹ پڑے گا جس کے بعد ملائکہ کے سردار اور عرش کو تھامنے والے فرشتے نازل ہوں گے۔ (تفسیر قرطبی)

الغرض یہ فرشتے اتریں گے تو جنات وانسان کا حساب و کتاب لینے کے لئے اتریں گے اور یہ وہی دن ہے جس دن سے انہیں آگاہ کیا گیا تھا آج کے دن سچی بادشاہت تو بس اللہ ہی کی ہے لہٰذا وہی سب کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور جو کافر ہیں انہیں یہ بات سخت ناگوار گزرے گی اس لئے کہ انکا حساب بھی وہ ذات پاک لے گی جسکا یہ لوگ انکار کیا کرتے تھے اور اسکے ساتھ غیروں کو شریک کیا کرتے تھے لہٰذا یہ کافروں پر بڑا سخت ہوگا اس لئے کہ ان میں سے کوئی آج سزا سے بچ نہیں پائے گا فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ O عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ وہ بڑا مشکل دن ہوگا اور کافروں کے لئے آسان نہیں ہوگا۔ (المدثر ۹۔۱۰) اور دوسری طرف مومن ہوں گے جن کے لئے یہ دن بہت ہی آسان ہوگا لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (الانبیاء ۱۰۳) ان کو وہ قیامت کی سب سے بڑی پریشانی غمگین نہیں کرے گی۔ جیسا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ دن یقینا مومنوں پر بہت ہلکا ہوگا ایسا ہلکا کہ جیسے کوئی فرض نماز ہو جسے وہ دنیا میں پڑھتا تھا (ابن حبان ۵۰۹۹) اللہ تعالیٰ ہم تمام کو قیامت کی ہولنا کی اور اسکی سختی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹ لے گا

﴿درس نمبر ۱۴۶۵﴾ ﴿الفرقان ۲۷۔تا۔۲۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا O يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا O لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَيَوْمَ اور جس دن يَعَضُّ الظَّالِمُ دانتوں سے کاٹے گا ظالم عَلٰى يَدَيْهِ اپنے دونوں ہاتھ يَقُوْلُ کہے گا يٰلَيْتَنِي اے کاش! اتَّخَذْتُ میں پکڑتا مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا رسول کے ساتھ راستہ يٰوَيْلَتٰى ہائے میری کم بختی! لَيْتَنِيْ کاش کہ میں نے لَمْ اَتَّخِذْ نہ پکڑا ہوگا فُلَانًا خَلِيْلًا فلاں کو دوست لَقَدْ اَضَلَّنِيْ البتہ تحقیق اس نے مجھے گمراہ کیا عَنِ الذِّكْرِ اس ذکر سے بَعْدَ اِذْ اس کے بعد کہ جَآءَنِيْ وہ آیا میرے پاس وَكَانَ الشَّيْطٰنُ اور ہے شیطان لِلْاِنْسَانِ انسان کو خَذُوْلًا بے یار و مددگار چھوڑ دینے والا

ترجمہ:۔ اور جس دن (ناعاقبت اندیش) ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا (اور کہے گا) کہ اے کاش!

میں نے پیغمبر کیساتھ رشتہ اختیار کیا ہوتاO ہائے شامت کاش! میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتاO اس نے مجھ کو (کتابِ) نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے کاٹے گا۔

۲۔ یوں کہے گا کہ کاش! میں رسول کے ساتھ راستہ بنالیا ہوتا۔

۳۔ ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔

۴۔ البتہ اس نے اسکے بعد مجھے ذکر سے ہٹا دیا جبکہ میرے پاس ذکر آ گیا تھا۔

۵۔ شیطان انسان کو بے یار و مددگار چھوڑنے والا ہے۔

جب کافر ومشرک قیامت کا یہ خوفناک عالم دیکھیں گے تو خوف وحسرت کے مارے اپنے انگلیوں کو دانتوں میں رکھ کر چبا رہے ہوں گے اور ان کی زبانوں سے بے ساختہ یہ نکلے گا کہ کاش! میں بھی اس رسول کا بتلایا ہوا راستہ اپنالیتا تو آج میرا یہ حشر نہ ہوتا اور کہے گا کہ کاش! میں نے فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا اسی کی وجہ سے میں نے گمراہی اختیار کی جبکہ اس رسول نے ہم تک ہدایت کا پیغام پہنچا دیا تھا، کیا ہی اچھا ہوتا میں اس پیغام کو قبول کرتا اور ان جیسے گمراہ لوگوں کی دوستی سے دور بھاگتا مگر افسوس میں نے ایسا نہیں کیا، مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی کہ اسکی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی اور محبت تھی اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسکے بلانے پر کھانا کھانے جایا کرتے تھے ایک دن اس نے آپ علیہ السلام کو کھانے پر بلایا مگر آپ علیہ السلام نے منع فرما دیا اور کہا کہ جب تک تم اللہ کے ایک ہونے اور میرے رسول ہونے کی گواہی نہیں دو گے میں نہیں آؤں گا۔ چنانچہ اس نے اسکی گواہی دے دی جس کے بعد آپ علیہ السلام بھی اسکے پاس کھانے کے لئے چلے گئے، جب یہ خبر اسکے دوست ابی بن خلف کو پہنچی تو وہ اسکے پاس آیا اور کہا کہ اے عقبہ! کیا تو بددین ہو گیا؟ کیا تو نے محمد کی تصدیق کی اور اس دین کو قبول کرلیا جس کی طرف اس نے بلایا؟ پھر اس نے عقبہ کو عار دلائی یہاں تک کہ عقبہ مرتد ہو گیا، چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔ یہاں اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ برے لوگوں کی صحبت انسان کو برا بنا دیتی ہے اگرچہ کہ اس شخص میں برائی نہ ہو لیکن ساتھ میں رہنے، اٹھنے، بیٹھنے سے اسکی عادتیں انسان میں آہی جاتی ہیں اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہٰذا اسے دوستی کرنے سے پہلے دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے (ابوداؤد ۴۸۳۳) الغرض انسان کے گمراہ ہونے میں اصل ہاتھ شیطان کا ہوتا ہے خواہ وہ انسان کی شکل میں ہو یا خود شیطان، جب انسان اسکے بہکاوے اور اسکی باتوں میں آ جاتا ہے تو وہ اسے اسلام سے دور گمراہی کے راستہ پر ڈال دیتا ہے اور جب قیامت کا دن ہوتا ہے تو پھر وہ اس سے

جسے اس نے گمراہ کیا تھا بالکل برات کا اظہار کرتا ہے اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ (الحشر ۱۶) میں تجھ سے بری ہوں اور کہتا ہے وَمَا كَانَ لِیَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ (ابراھیم ۲۲) میرا تم پر کوئی بس نہیں۔ بلکہ تمہارے گمراہ ہونے کے تم خود ذمہ دار ہو اس طرح اس شخص کو جس نے اسکی باتیں مان کر گمراہی کو پسند کیا تھا کل قیامت کے دن رسوائی اٹھانی پڑتی ہے۔ اگر کل قیامت کے دن رسوائی سے بچنا ہے اور جہنم کے دردناک عذاب سے نجات پانا ہے تو سیدھا راستہ اختیار کریں اور اچھے شخص کو اپنا دوست بنائیں جو تمہیں تمہاری برائی پر ٹوکے اور تمہیں نیک اعمال کا حکم دے۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم کس کو اپنا دوست بنائیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جسے دیکھنے سے اللہ کی یاد آئے، جس کی باتوں سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جسکا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔ (المطالب العالیہ لابن حجر ۲۸۱۷:)

﴿درس نمبر ۱۴۶۶﴾ میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا ﴿الفرقان ۳۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَقَالَ اور کہیں گے الرَّسُوْلُ رسول يٰرَبِّ اے میرے رب اِنَّ قَوْمِی بے شک میری قوم نے اتَّخَذُوْا بنالیا تھا هٰذَا الْقُرْاٰنَ اس قرآن کو مَهْجُوْرًا چھوڑا ہوا

ترجمہ:۔ اور پیغمبر کہیں گے کہ اے اللہ! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔

تشریح:۔ اس آیت میں ایک بات بیان کی گئی ہے:

۱۔ پیغمبر کہیں گے کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم رب ذوالجلال سے اپنی قوم کی شکایت کر رہے ہیں کہ اے میرے رب! میں نے اپنی استطاعت کے مطابق انہیں لاکھ سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ ہیں کہ نہیں مانتے اور انکے نہ ماننے کی اصل وجہ اس قرآن کریم کو چھوڑ دینا اور اس پر یقین نہ کرنا ہے چنانچہ فرمایا وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا یہ لوگ نہ تو اس قرآن کریم کو کتاب اللہ مانتے ہیں اور نہ ہی اسے سننا تک گوارا کرتے ہیں بلکہ ایک دوسرے سے یہ کہتے پھرتے ہیں وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (فصّلت ۲۶:) یہ کافر لوگ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو اور جب یہ قرآن پڑھا جائے یا کسی اور دوسرے کو سنایا جائے تو تم اس وقت شور وغل مچادو تا کہ کوئی اسے سن نہ پائے اور اس طرح تم لوگوں کو قرآن کے سننے سے روکنے میں کامیاب ہو جاو۔ لہٰذا اگر کوئی دنیا و آخرت میں کامیاب ہونا چاہتا

ہے اور سیدھا راستہ پانا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس قرآن کریم کو پڑھے، سنے اور اسے سمجھنے کی کوشش کرے اور اس قرآن کریم میں جو احکام بیان کئے گئے ہیں ان پر عمل کرے اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے بچے تو یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ اسے دنیا وآخرت دونوں جہاں میں کامیاب کردے گا، جیسا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں اور قریب ہے کہ اللہ کا فرشتہ میرے پاس آئے اور میں اسکے بلاوے پر لبیک کہوں، لہٰذا ایسے وقت میں میں تمہارے درمیان دو بہت ہی بھاری چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں جن میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے کہ جس میں ہدایت اور ہدایت کے راستہ کو دکھانے والا نور ہے لہٰذا تم لوگ اس قرآن کریم کو مضبوطی سے تھام رہو اور اس سے چمٹ جاؤ۔ (مسلم ۲۴۰۸) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑ کر جارہا ہوں کہ جب تک تم اس سے چمٹے رہو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوگے، ان میں سے ایک دوسرے سے افضل ہے لہٰذا وہ پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے جو آسمان سے زمین تک آنے والی ایک رسی ہے۔ (ترمذی ۲۷۸۸) یعنی سیدھا اللہ تعالیٰ کی جانب لے جانے والی کتاب ہے تو جب تک تم اسے تھامے رہو گے گمراہ نہیں ہوگے اور قرآن کریم کو پڑھنا اور اسے سمجھنا مشکل نہیں بلکہ آسان ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں بیان فرمایا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر ۱۷) حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس قرآن کریم کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان بنا دیا ہے تو ہے کوئی جو نصیحت حاصل کرے؟ لہٰذا ہر کسی کو چاہئے کہ وہ اس قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرے تو پھر اسے کوئی غلط راہ کی جانب لے کر نہیں جاسکتا۔

﴿درس نمبر ۱۴۶۷﴾ ہم نے گنہ گاروں میں سے ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا ﴿الفرقان ۳۱۔۳۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح جَعَلْنَا ہم نے بنائیے لِكُلِّ نَبِيٍّ ہر نبی کے لیے عَدُوًّا دشمن مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں میں سے وَكَفٰى اور کافی ہے بِرَبِّكَ آپ کا رب هَادِيًا ہدایت دینے والا وَّنَصِيْرًا اور مدد کرنے والا وَقَالَ اور کہا الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا لَوْلَا کیوں نہیں نُزِّلَ اتارا گیا عَلَيْهِ اس پر الْقُرْاٰنُ قرآن جُمْلَةً اکٹھا وَّاحِدَةً ایک ہی بار كَذٰلِكَ اسی طرح لِنُثَبِّتَ تاکہ

ہم مضبوط کر دیں بِهٖ اس کے ذریعے سے فُؤَادَكَ آپ کا دل وَرَتَّلْنٰهُ اور ہم نے پڑھا اسے تَرْتِيْلًا تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھنا

ترجمہ:۔ اور اسی طرح ہم نے گنہگاروں میں سے ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا اور تمہارا رب ہدایت دینے اور مدد کرنے کو کافی ہے O اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اتارا گیا؟ اس طرح (آہستہ آہستہ) اس لئے اتارا گیا کہ اس سے تمہارے دل کو قائم رکھیں اور اسی واسطے ہم اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔اسی طرح ہم نے گنہ گاروں میں سے ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا۔

۲۔تمہارا رب ہدایت دینے اور مدد کرنے کو کافی ہے۔

۳۔کافر کہتے ہیں کہ اس پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اتارا گیا؟

۴۔اس طرح آہستہ آہستہ اس لئے اتارا گیا کہ اس سے تمہارے دل کو قائم رکھیں۔

۵۔اس لئے ہم اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالی اپنے پیارے حبیب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دے رہے ہیں کہ اے نبی! آپ کو اللہ کے اس راستہ میں جو مشکلیں اور ایذائیں ہوئی ہیں وہ آپ سے پہلے ہر نبی کو ہوئی ہیں، انہیں بھی لوگوں نے طرح طرح سے ستایا، ایذائیں دیں تو یہ اللہ کے راستہ میں ایذائیں ملنا نئی بات نہیں بلکہ انبیاء کی سنت ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ اسی طرح ہم نے گنہگاروں میں سے ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا، سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۱۲ میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ اسی طرح ہم نے جنات وانسان میں سے شیطانی صفت رکھنے والوں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا، لہٰذا آپ بھی ان رسولوں کی طرح انکی ایذاؤں پر صبر کیجئے فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (الاحقاف ۳۵:) اے پیغمبر! آپ اسی طرح صبر کئے جاؤ جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی رحمت ﷺ کا دشمن ابو جہل تھا جو آپ ﷺ کا چچا تھا۔ حضرت موسی علیہ السلام کا دشمن قارون تھا جو کہ آپ کا چچیرا بھائی ہی تھا۔ (التفسیر المنیر) اب جو تکلیفیں اے نبی! آپ برداشت کر رہے ہیں وہ ہمیشہ نہیں رہیں گی بلکہ ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالی آپ کی محنت کے سبب سارے عرب کو اسلام سے مزین کر دے گا اور آپ کو آپ کے ان دشمنوں پر غلبہ عطا کرے گا یقینا آپ کا رب ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لئے کافی ہے وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا۔ اللہ تبارک وتعالی ان مشرکین کی ایک اور ایذا کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ انہوں نے آپ علیہ السلام پر ایک اور اعتراض کیا تھا وہ یہ کہ اگر یہ اللہ تبارک وتعالی کی جانب سے

اتارا ہوا کلام ہے تو پھر اس نے ایک ہی ساتھ سارے کلام کو کیوں نہیں اتارا اور اس طرح تھوڑا تھوڑا ایک ایک، دو دو آیتیں کیوں نازل کیا؟ جبکہ ہم نے دیکھا ہے کہ آپ سے پہلے جو نبی گزرے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام وغیرہ تو ان پر تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ہی ساتھ سارا کا سارا کلام نازل کردیا؟ تو اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہے ہیں كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ہم نے جو یہ تھوڑا تھوڑا کرکے تیئیس (۲۳) سال کی مدت میں قرآن کریم اس لئے نازل کیا تا کہ اس پر آپ علیہ السلام اور اس پر ایمان لانے والوں کا دل جم جائے اور اللہ تعالیٰ نے جو احکام اس میں نازل کئے ہیں ان پر آہستہ آہستہ عمل ہوتا جائے اگر ہم ایک دفعہ ہی سارا کا سارا کلام اتار دیتے تو اتنے سارے احکام دیکھ کر یہ لوگ گھبرا جاتے اور اس دین سے بھاگ جاتے اس کے برخلاف ایک ایک کرکے حکم نازل کرنے میں فائدہ یہ ہے کہ انہیں آہستہ آہستہ دین پر عمل کرنا آسان ہوجائے، جب وہ پہلے عمل کے عادی ہوگئے تو پھر دوسرا حکم اتارا اس طرح ہم نے سارا کلام اتارا اور ایک فائدہ اسکا یہ بھی ہے کہ اگر ہم سارا قرآن ایک ساتھ اتار دیتے تو انہیں اسے پڑھنا اور یاد کرنا دشوار ہوتا جبکہ ایک ایک دو دو آیتوں کے پڑھنے اور اسے یاد کرنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی، اسی طرح اور بھی بہت ساری مصلحتیں ہیں جن سے تم واقف نہیں ہو، یقیناً اللہ بڑی حکمت والا علم والا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۶۸﴾ کافروں کے اعتراض کا آفاقی جواب ﴿الفرقان ۳۳۔۳۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ لَا اور نہیں يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ وہ لاتے آپ کے پاس کوئی مثال اِلَّا مگر جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ ہم لاتے ہیں آپ کے پاس حق وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا اور بہترین توجیہ اَلَّذِيْنَ وہ لوگ کہ جو يُحْشَرُوْنَ وہ اکٹھے کیے جائیں گے عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اپنے چہروں کے بل اِلٰى جَهَنَّمَ جہنم کی طرف اُولٰٓئِكَ یہ لوگ شَرٌّ بدترین ہیں مَّكَانًا باعتبار مکان کے وَّ اَضَلُّ اور سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں سَبِيْلًا باعتبار راہ کے

ترجمہ:۔ اور یہ لوگ تمہارے پاس جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں تو ہم تمہارے پاس اُن کا معقول اور خوب واضح جواب بھیج دیتے ہیں ۝ جو لوگ اپنے مونہوں کے بل دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے اُن کا ٹھکانہ بھی بُرا ہے اور وہ رستے سے بھی بھٹکے ہوئے ہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں

۱۔ یہ لوگ آپ کے پاس جو اعتراضات لاتے ہیں ہم انکا معقول اور واضح جواب آپ کے پاس بھیج دیتے ہیں۔

۲۔ جو لوگ اپنے منہ کے بل دوزخ کی طرف جمع کئے جاتے ہیں انکا ٹھکانہ بھی برا ہے۔

۳۔ وہ راستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

ان آیتوں میں اللہ تبارک وتعالی اس قرآن کریم کے آسمان سے اتارے جانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسکے اتارے جانے کی تائید کرتے ہوئے فرمارہے ہیں وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا جب بھی یہ مشرکین اور دشمنان اسلام آپ پر یا اس قرآن پر یا اسلام پر کوئی اعتراض کرتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالی آسمانوں سے اسکا معقول اور واضح جواب ہی نازل کردیتا ہے جو کہ ان کے منہ پر طمانچہ ہے جو آپ کو اور اس قرآن کو حق نہیں سمجھتے، سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۱۸ میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ بلکہ ہم تو حق بات کو اس باطل پر کھینچ مارتے ہیں جو اس کا سر توڑ ڈالتا ہے اور وہ یک دم سے ملیا میٹ ہو جاتا ہے، یعنی اللہ تبارک وتعالی کے جواب کے آگے انکے شبہات اور اعتراض کوئی معنی نہیں رکھتے لہٰذا اب انکے پاس صرف دو ہی راستے رہ گئے یا تو اس قرآن کریم کو اور اس دین کو حق مان کر تسلیم کرلیں یا ان واضح جوابات کے بعد بھی اس سے منہ پھیرے رہیں، لیکن اگر اسے تسلیم کرلو گے تو اللہ تبارک وتعالی تمہیں جنت اور اسکی آسائشوں میں تمہارا ٹھکانہ بنائے گا اور اگر اس سے منہ پھیرو گے تو وہ تمہیں جہنم کی آگ میں گھسیٹ کرلے جائے گا اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا جن لوگوں کو انکے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم کی جانب لیجایا جائے گا تو یہ لوگ کل قیامت کے دن سب سے بدتر جگہ یعنی اسی جہنم میں ہمیشہ رہیں گے، اس لئے کہ یہ لوگ جس راستہ پر چلا کرتے تھے وہ راستہ بھی بدترین گمراہی کا راستہ تھا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے آپ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کافر کو اسکے چہرے کے بل کیسے جمع کیا جائے گا؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس ذات نے انہیں پیروں پر چلایا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ انہیں چہروں پر چلائے (تفسیر طبری) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالی لوگوں کو قیامت کے دن تین طرح جمع کرے گا۔ ایک یہ کہ لوگ پیدل چلتے آئیں گے، دوسرے وہ لوگ جو سوار ہو کر آئیں گے اور تیسرے وہ لوگ جو اپنے چہروں کے بل آئیں گے، کسی نے پوچھا کہ یارسول اللہ! وہ کیسے اپنے چہرے کے بل چلیں گے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو ذات انہیں پیر پر چلانے پر قادر ہے وہی ذات انہیں چہروں کے بل بھی چلائیگی، اور یہی نہیں وہ اپنے چہرے ہی کے بل پر نشیب وفراز اور کانٹوں سے بچتے ہوئے چلیں گے۔ (ترمذی ۳۱۴۲) یقیناً یہ بہت بڑی ذلت اور رسوائی ہے جو ان نافرمانوں کو کل قیامت کے دن دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو نیک اعمال کرنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

﴿ درس نمبر ۱۴۶۹ ﴾ **حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وزیر بنایا گیا** ﴿ الفرقان ۳۵۔۳۶ ﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ۞ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اٰتَيْنَا ہم نے دی تھی مُوْسَى الْكِتٰبَ موسیٰ کو کتاب وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا تھا مَعَهٗۤ اس کے ساتھ اَخَاهُ اس کے بھائی هٰرُوْنَ ہارون کو وَزِيْرًا مددگار فَقُلْنَا پھر ہم نے کہا اذْهَبَاۤ تم دونوں جاؤ اِلَى الْقَوْمِ اس قوم کی طرف الَّذِيْنَ جنہوں نے كَذَّبُوْا جھٹلایا بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو فَدَمَّرْنٰهُمْ پھر ہم نے انہیں ہلاک کر دیا تَدْمِيْرًا ہلاک کر دینا

ترجمہ:۔ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اُن کے بھائی ہارون کو مددگار بنا کر اُن کے ساتھ کیا ۞ اور کہا کہ دونوں اُن کے پاس جاؤ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی (جب تکذیب پر اَڑے رہے) تو ہم نے اُن کو ہلاک کر ڈالا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی ۔ ۲۔ موسیٰ کے بھائی ہارون کو مددگار بنا کر ان کے ساتھ کیا

۳۔ ہم نے کہا کہ تم دونوں ان لوگوں کے پاس جاؤ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے

۴۔ جب وہ لوگ جھٹلانے پر اَڑے رہے تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا

اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قوم کی ہدایت اور رہبری کیلئے آفاقی کتاب تورات عطا فرمائی۔ قرآنِ مجید میں متعدد بار تورات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۵۳ میں کہا گیا وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمہاری ہدایت کے لئے کتاب اور معجزے عطا فرمائے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۷ میں بھی کہا گیا وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۵۴ میں کہا گیا ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْۤ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور سب احکام کی تفصیل ہو جائے اور رہنمائی ہو اور رحمت ہو تا کہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے پر یقین لائیں۔

دوسری بات یہاں یہ بیان کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے جس نائب یا وزیر کا انتخاب کیا

وہ ان ہی کی برادری سے تعلق رکھنے والے تھے یعنی حضرت ہارون علیہ السلام۔ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون جیسے گھمنڈی اور ظالم بادشاہ کے پاس دعوتِ حق لے کر جانا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ (طٰہٰ ۳۱) اور بنا دے میرے لئے میرے ہی خاندان سے وزیر یعنی میرے بھائی ہارون کو اس سے میری کمر کس دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وزیر بنا دیا تا کہ وہ دعوتِ دین میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد ونصرت کریں۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تھے حضرت ہارون بھی نبی تھے جس کا تذکرہ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۵۳ میں یوں ہے وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رحمت سے انہی کے بھائی ہارون کو بحیثیت نبی عطا فرمایا۔ حضرت ہارون علیہ السلام اگرچہ کہ خود نبی تھے مگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے تابع تھے، اسی لئے جب فرعون اور فرعونیوں کی جانب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا تو ان دونوں سے ہی خطاب کیا گیا فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا پس ہم نے کہا کہ تم دونوں اس قوم کے پاس جاؤ جس قوم نے ہماری آیتوں کو جھٹلا دیا ہے۔ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام دونوں فرعون کے پاس گئے تو فرعون نے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں جھٹلایا بلکہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی جھٹلایا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا برا انجام بتلا دیا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا کہ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ہم نے ان کو تہس نہس کر دیا یعنی ہلاک اور تباہ کر دیا۔ سورۂ محمد کی آیت نمبر ۱۰ میں بھی اسی طرح کہا گیا دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا اور کافروں کے لئے اس طرح کی ہی سزائیں ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۴۷۰﴾ جب پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کر دیا ﴿الفرقان ۳۷ تا ۳۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا ۢ بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَقَوْمَ نُوْحٍ اور قوم نوح کو لَّمَّا كَذَّبُوا جب انہوں نے جھٹلایا الرُّسُلَ رسولوں کو اَغْرَقْنٰهُمْ ہم نے ان کو غرق کر دیا وَجَعَلْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں بنا دیا لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے اٰيَةً نشان

وَاَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کیا ہے لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کے لیے عَذَابًا اَلِيْمًا بہت دردناک عذاب وَّعَادًا اور عاد کو وَّثَمُوْدَا اور ثمود کو وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ اور کنویں والوں کو وَقُرُوْنًا اور قوموں کو بَيْنَ ذٰلِكَ ان کے درمیان كَثِيْرًا بہت سی وَكُلًّا اور ہر ایک ضَرَبْنَا ہم نے بیان کیں لَهُ اس کے لیے الْاَمْثَالَ مثالیں وَكُلًّا اور سب کو تَبَّرْنَا ہم نے ملیامیٹ کر دیا تَتْبِيْرًا تباہ و برباد کر کے

ترجمہ:۔ اور نوح کی قوم نے بھی جب پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کر ڈالا اور لوگوں کیلئے نشانی بنا دیا اور ظالموں کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے O اور عاد اور ثمود اور کنوئیں والوں اور اُن کے درمیان اور بہت سی جماعتوں کو بھی (ہلاک کر ڈالا) O اور سب کے (سمجھانے کیلئے) ہم نے مثالیں بیان کیں اور (نہ ماننے پر) سب کو تہس نہس کر دیا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ نوح کی قوم نے بھی جب پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کر ڈالا

۲۔ لوگوں کیلئے نشانی بنا دیا ۳۔ ظالموں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

۴۔ عاد، ثمود اور کنویں والوں اور ان کے درمیان اور بہت سی جماعتوں کو بھی ہلاک کر ڈالا

۵۔ سب کے سمجھانے کیلئے ہم نے مثالیں بیان کیں ۶۔ نہ ماننے پر سب کا تہس نہیں کر دیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے تذکرہ کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ قرآنِ مجید میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ متعدد مقامات پر کیا گیا ہے۔ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۳۳، سورۂ احزاب آیت نمبر ۷، سورۂ نوح مکمل۔ سورۂ انبیاء آیت نمبر ۷۶، سورۂ حج آیت نمبر ۴۲، سورۂ ص آیت نمبر ۲، سورۃ الشوریٰ آیت نمبر ۱۳ میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ موجود ہے۔

جب قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو طوفان کے ذریعہ غرق کر دیا۔

اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ پیغمبر! آپ اپنی امت کے سامنے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ کیجئے جب اس قوم نے اپنے نبی حضرت نوح کو جھٹلایا جو نوح کہ اس قوم کے درمیان برسوں تک وحدانیت کی تعلیم دیتے رہے اور انہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتے رہے۔ دس پندرہ سال یا سو ڈیڑھ سو سال نہیں بلکہ نوسو پچاس برس تک اپنی قوم کو دعوتِ حق دیتے رہے، سمجھاتے رہے، ہر طرح انہیں حق اور حقیقت سے آگاہ کرتے رہے، مگر ان پر سوائے چند لوگوں کے کوئی ایمان نہ لائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے طوفان کے ذریعہ اس قوم کو غرق کر دیا اور ان کو آنے والی نسلوں کے لئے عبرت اور نشانی بنا دیا تا کہ لوگ طوفان کے اس واقعہ سے سبق حاصل کریں، جیسا کہ سورۃ الحاقہ کی آیت نمبر ۱۱ اور ۱۲ میں بتلایا گیا اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ O لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ جب پانی میں طغیانی آ گئی تو اس وقت ہم نے تمہیں کشتی میں

چڑھالیا تاکہ اسے تمہارے لئے نصیحت اور یادگار بنادیں اور تاکہ یادرکھنے والے کان اسے یادرکھیں۔

ایسے ظالم جونبیوں کو جھٹلاتے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں رب ذوالجلال نے ان کیلئے دردناک عذاب تیار رکھا ہے۔ قرآنِ مجید کی دوسری آیتوں میں بھی ایسے ظالموں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب کی خوشخبری دی گئی ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۶۱ میں کہا گیا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا اور ان میں جو کافر ہیں ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۳ میں کہا گیا وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ اور کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دیدیجئے۔ اسی سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۷۴ میں کہا گیا وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا اور اگر منہ موڑے رہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۲۲ میں کہا گیا اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

قومِ نوح کے بعد قومِ عاد اور ثمود کا ذکر کیا گیا جن کی طرف حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ قومِ عاد اور ثمود ان دونوں کا تذکرہ ایک ہی ساتھ قرآنِ مجید کی مختلف سورتوں میں کیا گیا ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۶۵ میں قوم عاد کا تذکرہ یوں ہے وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا گیا اور آیت نمبر ۷۳ میں قوم ثمود کا ذکر یوں ہے وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۵۰ میں قوم عاد اور آیت نمبر ۶۱ میں قومِ ثمود کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

قومِ عاد اور ثمود کے بعد اصحاب الرس (یعنی کنویں والے) کا ذکر کیا گیا ہے یہ کنویں والے کون لوگ تھے کس علاقہ میں تھے ان کی طرف کس نبی کو بھیجا گیا؟ اس بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی۔ صاحب التفسیر المنیر لکھتے ہیں کہ یہی وہ قوم ہے جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ صاحبِ روح المعانی نے اس سلسلہ میں متعدد اقوال نقل کئے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ شہر انطاکیہ (ملک شام) میں ایک کنواں تھا۔ یہ لوگ اس کنویں کے آس پاس رہتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اصحاب الایکہ اور اصحاب الرس ان دونوں قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یہ لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ ان کے بہت سارے کنویں تھے اور کثیر تعداد میں مویشی بھی تھے۔ جب ان کو توحید کی دعوت دی گئی تو وہ سرکشی کرنے میں بہت آگے بڑھ گئے اور حضرت شعیب علیہ السلام کو ایذاء پہنچاتے رہے حتیٰ کہ ایک دن ایک کنویں کی چاروں طرف یہ لوگ جمع تھے۔ اس کنویں کے آس پاس کی زمین انہیں لے کر گرتی چلی گئی، اس طرح یہ لوگ وہیں دھنس کر رہ گئے۔

ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اصحاب الرس سے اصحاب اخدود مراد لیا ہے جن کا تذکرہ سورۃ البروج میں ہے قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ

بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ کہ خندقوں والے ہلاک کئے گئے وہ ایک آگ تھی ایندھن والی جبکہ وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ جو کر رہے تھے اس کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے۔

اصحاب الرس کے تذکرہ کے بعد وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا کہا گیا کہ اور بہت سی جماعتوں کو بھی ہلاک کر ڈالا۔ چونکہ ان تمام جماعتوں نے نبیوں کو جھٹلایا۔ رب ذوالجلال کے حکموں کی خلاف ورزی کی اور سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا۔ جن قوموں کو ہلاک کیا گیا ان کے سامنے نبیوں نے اپنے نبی ہونے اور اس دین کے حق ہونے کی دلیلیں اور حجتیں پیش کیں، مگر ان قوموں نے ایمان لانے سے گریز کیا اور ان نبیوں کو جھٹلایا، بس اس کا انجام یہ ہوا کہ ہم نے ان سب کو ہلاک و تباہ کر دیا۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۷ میں بھی یہ بات کہی گئی ہے وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ قوم نوح کے بعد ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا۔

﴿درس نمبر ۱۴۷﴾ انہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے کی امید ہی نہیں تھی ﴿الفرقان ۴۰ ۔تا۔ ۴۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ○ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ○ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اَتَوْا وہ آئے ہیں عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اس بستی پر کہ جس پر اُمْطِرَتْ برسائی گئی مَطَرَ السَّوْءِ بری بارش اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا کیا پھر نہیں ہیں وہ يَرَوْنَهَا کہ دیکھتے اس کو بَلْ كَانُوْا بلکہ ہیں وہ لَا يَرْجُوْنَ امید نہیں رکھتے نُشُوْرًا دوبارہ اٹھنے کی وَاِذَا اور جب رَاَوْكَ وہ آپ کو دیکھتے ہیں اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ وہ آپ کو نہیں پکڑتے اِلَّا هُزُوًا مگر ٹھٹھا مذاق اَهٰذَا کیا یہی ہے الَّذِيْ وہ جسے بَعَثَ اللّٰهُ اللہ نے بھیجا ہے رَسُوْلًا رسول اِنْ كَادَ تحقیق قریب تھا وہ لَيُضِلُّنَا کہ البتہ ہمیں گمراہ کر دیتا عَنْ اٰلِهَتِنَا ہمارے معبودوں سے لَوْلَآ اگر نہ ہوتی اَنْ یہ بات کہ صَبَرْنَا ہم جمے رہے عَلَيْهَا ان پر وَسَوْفَ اور عنقریب يَعْلَمُوْنَ وہ جان لیں گے حِيْنَ يَرَوْنَ جب وہ دیکھیں گے الْعَذَابَ عذاب مَنْ اَضَلُّ کہ کون زیادہ گمراہ تھا سَبِيْلًا راستے سے

ترجمہ:۔ اور یہ کافر اس بستی پر بھی گزر چکے ہیں جس پر بری طرح سے مینہ برسایا گیا تھا کیا وہ اس کو دیکھتے نہ ہوں گے بلکہ ان کو (مرنے کے بعد) جی اٹھنے کی امید ہی نہیں تھی ○ اور یہ لوگ جب تمہیں دیکھتے ہیں تو

تمہاری ہنسی اڑاتے ہیں کہ کیا یہی شخص ہے جس کو اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟O اگر ہم اپنے معبودوں کے بارے میں ثابت قدم نہ رہتے تو یہ ضرور ہم کو بہکا دیتا (اور ان سے پھیر دیتا) اور یہ عنقریب معلوم کرلیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ سیدھے رستے سے کون بھٹکا ہوا ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ کافر اس بستی پر بھی گزر چکے ہیں جس پر بری طرح سے مینہ برسایا گیا تھا

۲۔ کیا وہ اس کو دیکھتے نہ ہوں گے؟ ۳۔ بلکہ ان کو مرنے کے بعد جی اٹھنے کی امید ہی نہیں تھی

۴۔ یہ لوگ جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہاری ہنسی اڑاتے ہیں کہ کیا یہی شخص ہے جس کو اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟

۵۔ اگر ہم اپنے معبودوں کے بارے میں ثابت قدم نہ رہتے تو یہ ضرور ہم کو بہکا دیتا۔

۶۔ یہ عنقریب معلوم کرلیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ سیدھے راستہ سے کون بھٹکا ہوا ہے؟

رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ مکہ کے ان مشرکین کو یاد دلائیے تا کہ وہ عبرت حاصل کریں کہ یہ لوگ ملکِ شام تجارت کی غرض سے سفر کرتے رہتے ہیں اور اس سفر کے دوران سدوم نامی علاقہ سے بھی گزرتے ہیں جو قوم لوط کی بستیوں میں سے بڑی بستی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی سرکشی کی پاداش میں اس بستی والوں کو ہلاک کر دیا؟ اور ان کی بستی ہی کو الٹ پلٹ کر دیا اور ان پر پتھروں کی بارش بھی کی گئی جیسا کہ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۱۷۳ میں کہا گیا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ اور ان پر مینہ برسایا، سو جو مینہ ان (لوگوں) پر (برسا) جو ڈرائے گئے، بُرا تھا۔

قومِ لوط کی فحش کاری اور بدکاری کے نتیجہ میں اس بستی کے لوگوں کو تہس نہس کر دیا گیا۔ مکہ کے یہ مشرکین ان بستیوں سے گزرتے رہتے ہیں، مگر ان واقعات سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا کے ذریعہ متنبہ کیا جا رہا ہے کہ کیا یہ مشرکین اسے نہیں دیکھتے رہتے ؟ اس بستی پر اللہ کا کس طرح عذاب آیا اور رسولوں کے حکموں کی مخالفت اور ان رسولوں کو جھٹلانے کے نتیجہ میں اس بستی والوں کا کیا انجام ہوا؟ یہ مکہ کے مشرکین اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں لیکن اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور ان مشرکین کے عبرت حاصل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں کسی بھی قسم کا خوف نہیں ہے اور قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھائے جانے کا یقین بھی نہیں ہے۔ آخرت کے دن کا نہ انہیں خوف ہے اور اس دن کے ثواب اور عقاب کی نہ کوئی انہیں پرواہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ رسولِ رحمت ﷺ کے پیغامِ حق سے منہ موڑ رہے ہیں۔ یہ مشرکین آخرت کے منکر ہیں اور مر کر جی اٹھنے کی انہیں امید بھی نہیں ہے۔

اس کے بعد مکہ کے مشرکین کی سرکشی اور نافرمانی بتلائی جا رہی ہے اور یہ بتلایا جا رہا ہے کہ یہ مشرکین نہ صرف

یہ کہ نبی کو جھٹلاتے ہیں بلکہ یہ نبی کا مذاق بھی اڑاتے ہیں وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا جب بھی آپ کو یہ مشرکین دیکھتے ہیں آپ کا مذاق ہی اڑاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ اس شخص نے تو ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان بتوں پر جمے ہوئے نہ رہتے۔

روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل کی گئی، اس لئے کہ ابوجہل جب بھی اپنے دوستوں چیلے اور چانٹوں کے ساتھ رسولِ رحمت ﷺ سے گزرتا تو مذاق اڑاتے ہوئے یوں کہتا تھا کہ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا کہ کیا یہی ہے وہ شخص جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ اگر ہم اپنے بتوں پر جمے ہوئے نہ رہتے تو یہ شخص کبھی کا ہم کو گمراہ کر دیتا؟ (نعوذ باللہ من ذالک) مکہ کے مشرکین نے رسولِ رحمت ﷺ سے جو یہ بات کہی بالکل اسی طرح قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں کہی تھی کہ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا (القمر ۲۵:) کیا ہمارے درمیان سے صرف اسی شخص پر ذکر نازل کیا گیا؟ یہ مشرکین رسولِ رحمت ﷺ کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے ان کو گمراہ کیا، عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون گمراہ کرنے والا ہے؟

﴿درس نمبر ۱۴۷۲﴾ یہ جانوروں جیسے ہیں یا ان سے بھی گئے گزرے ﴿الفرقان ۴۳۔ ۴۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَرَءَيْتَ کیا آپ نے دیکھا مَنِ اس شخص کو اتَّخَذَ جس نے بنالیا اِلٰهَهٗ اپنا معبود هَوٰىهُ اپنی خواہش کو اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ کیا پھر آپ ہیں عَلَيْهِ وَكِيْلًا اس کے ذمہ دار اَمْ تَحْسَبُ کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ بے شک ان کے اکثر سنتے ہیں اَوْ يَعْقِلُوْنَ یا سمجھتے ہیں اِنْ هُمْ نہیں ہیں وہ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ مگر چوپایوں کی طرح ہی بَلْ هُمْ بلکہ وہ اَضَلُّ زیادہ گمراہ ہیں سَبِيْلًا باعتبار راستے کے

ترجمہ:۔ بھلا بتاؤ جس شخص نے اپنا خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنالیا ہو، تو (اے پیغمبر!) کیا تم اُس کی ذمہ داری لے سکتے ہو؟ ۝ یا تمہارا خیال یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ نہیں! ان کی مثال تو بس چار پاؤں کے جانوروں کی سی ہے بلکہ یہ اُن سے زیادہ راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ بھلا بتاؤ جس شخص نے اپنا خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنالیا ہو

۲۔ اے پیغمبر! کیا آپ اس کی ذمہ داری لے سکتے ہیں؟

۳۔ یا تمہارا خیال یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے نہیں؟

۴۔ نہیں! ان کی مثال تو بس چار پاؤں کے جانوروں کی سی ہے

۵۔ بلکہ یہ ان جانوروں سے بھی زیادہ راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں

ان آیتوں میں دراصل رسولِ رحمت ﷺ کو اس طرح تسلی دی گئی ہے کہ پیغمبر! آپ کو ہم نے سمجھانے والا، نصیحت کرنے والا، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا، دعوت دینے والا وغیرہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ان مشرکین کے جو آپ کی بات کا انکار کر رہے ہیں اور جھٹلا رہے ہیں کوئی نگران نہیں ہیں اور نہ ہی آپ ان پر کوئی داروغہ ہیں فَذَكِّرْ ۖ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ (الغاشیہ ۲۲)

اگر یہ مشرکین رب ذوالجلال کی اتباع کرنے اور اپنے نبی اور رسول کی اطاعت کرنے کے بجائے اپنے نفس کو خدا بنائے ہوئے ہیں اور ان کا نفس ان کو جن کاموں کے کرنے کی ترغیب دیتا ہے اس کی غلامی میں مشغول ہیں تو یہ بات یاد رکھئے کہ آپ ان پر کوئی وکیل یعنی نگران نہیں ہیں۔ اگر یہ گمراہی پر ہیں تو ان کی گمراہی کا وبال اور نقصان ان ہی پر رہے گا۔ سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۴۱ میں بھی رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات کہی گئی کہ إِنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ہم نے لوگوں کے لئے آپ پر یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے جو شخص راہِ راست پر رہے گا تو وہ اپنے نفع کے واسطے ہے اور جو شخص بے راہ رہے گا اس کا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا اور آپ ان پر مسلط نہیں کئے گئے۔

یہ مشرکین جن کو آپ حق کی طرف بلا رہے ہیں انہوں نے اپنی خواہشِ نفس ہی کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ ان کے جی میں جو آتا ہے وہ وہی کر رہے ہیں، ان کو اپنے نفس کی خواہشات محبوب اور پسندیدہ ہیں، ان مجرموں سے اس بات کی توقع مت کیجئے کہ یہ ہدایت کی طرف آئیں۔ آپ ان کے بارے میں یہ بھی خیال مت کیجئے کہ ان میں کے اکثر لوگ سمجھتے ہیں یا سنتے ہیں، یہ تو حق کے راستے سے اتنے دور جا چکے ہیں کہ یہ چوپایوں کی طرح ہو گئے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ مشرکین چوپایوں سے بھی بدتر ہیں کہ چوپائے سمجھنے اور سننے اور سیدھے راستے کی طرف آنے کے مکلف نہیں ہے اور یہ تو انسان ہیں صاحبِ سمجھ اور عقل ہیں اگر یہ حق کے راستہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور گمراہی پر قائم ہیں تو ایسی صورت میں ان کا جانوروں سے بھی بدتر ہونا معقول بات ہے۔ یہ اس لئے بھی جانوروں سے بھی بدتر ہیں کہ جانور تو اپنے مجازی مالک کی فرمانبرداری کرتے اور اپنے محسن کو پہچانتے ہیں، مگر یہ ایسے ہیں کہ اپنے حقیقی مالک کو پہچان نہ سکے اور اپنے حقیقی محسن کو بھی پہچان نہ سکے۔

نفس کی خواہش کے سلسلہ میں یہ حدیث مشکوٰۃ المصابیح میں موجود ہے کہ ہلاک کرنے والی یہ چیزیں ہیں

(۱) نفس کی خواہش جس کا اتباع کیا جائے (۲) وہ کنجوسی جس کی اطاعت کی جائے (۳) انسان کا اپنے نفس پر اترانا اور یہ ان تینوں میں سب سے زیادہ سخت ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۷۳﴾ اللہ نے کس طرح سایہ کو پھیلا دیا؟ ﴿الفرقان ۴۵۔تا۔۴۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۝ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اِلٰى رَبِّكَ اپنے رب کی طرف كَيْفَ مَدَّ کہ کیسے اس نے پھیلا دیا الظِّلَّ سائے کو ۚ وَلَوْ شَآءَ اور اگر وہ چاہتا لَجَعَلَهٗ البتہ اسے بنا دیتا سَاكِنًا ساکن ثُمَّ جَعَلْنَا پھر ہم نے بنایا الشَّمْسَ سورج کو عَلَيْهِ دَلِيْلًا اس پر راہنما ثُمَّ قَبَضْنٰهُ پھر ہم نے اسے سمیٹ لیا اِلَيْنَا اپنی طرف قَبْضًا يَّسِيْرًا سمیٹنا تھوڑا تھوڑا وَهُوَ الَّذِيْ اور وہی ہے جس نے جَعَلَ لَكُمُ تمہارے لیے بنایا الَّيْلَ لِبَاسًا رات کو لباس وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا اور نیند کو آرام وَّجَعَلَ اور اس نے بنایا النَّهَارَ دن کو نُشُوْرًا اٹھ کھڑے ہونے کا وقت

ترجمہ:۔ بلکہ تم نے اپنے رب (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ وہ سائے کو کس طرح دراز کر (کے پھیلا) دیتا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اُس کو (بے حرکت) ٹھہرا رکھتا پھر سورج کو اُس کا رہنما بنا دیتا ہے ۝ پھر ہم اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں ۝ اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ اور نیند کو آرام بنایا اور ان کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بلکہ تم نے اپنے رب کی قدرت کو نہیں دیکھا کہ وہ سایہ کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے؟

۲۔ اگر وہ چاہتا تو اس سایہ کو بے حرکت ٹھہرائے رکھتا

۳۔ پھر سورج کو اس کا رہنما بنا دیتا ہے

۴۔ پھر ہم اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں

۵۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ اور نیند کو آرام بنا دیا

۶۔ ان کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا

ہم دیکھتے ہیں کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ہر چیز کا سایہ بہت زیادہ لمبا ہوتا ہے، پھر اس کے بعد یہ سایہ

گھٹنے لگتا ہے یہاں تک کہ زوال کے وقت وہ سایہ ختم ہی ہوجاتا ہے، پھر جب سورج آگے بڑھتا ہے تو سایہ کا رخ بدل جاتا ہے، جو سایہ زوال کے وقت تک مغرب کی طرف تھا وہی سایہ زوال کے بعد مشرق کی طرف ہوجاتا ہے، اگر اللہ چاہتا تو اسی سایہ کو ایک ہی حالت پر ٹھہرا ہوا رکھتا اور سورج کے چڑھنے اور اترنے سے سایہ پر فرق نہ پڑتا تو سایہ کا بڑھنا اور کم ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے ہے جس میں اس کی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ یہ قدرت کی کاریگری ہے۔سورۃ النحل کی آیت نمبر ۸۱ میں بھی اس سایہ کا تذکرہ کیا گیا ہے وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا اللہ ہی نے تمہارے لئے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے سائے بنائے ہیں۔

یہی وہ سایہ ہے جس سایہ کی آڑ میں انسان سورج کی تپش سے بچتا ہے اور آرام حاصل کرتا ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مدین پہنچنے اور وہاں کنویں کے آس پاس کھڑی دولڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلانے سے متعلق واقعہ میں بھی سایہ کا ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سایہ کے پاس آئے فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ (القصص ۲۴:) پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ان جانوروں کو پانی پلادیا پھر سائے کی طرف ہٹ آئے۔سورۃ فاطر کی آیت نمبر ۱۹ تا ۲۰ میں بھی دھوپ اور چھاؤں کا ذکر ہے وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ O وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ O وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ اور نہ چھاؤں اور نہ دھوپ معلوم یہ ہوا کہ سایہ بھی رب ذوالجلال کی قدرت کی ایک دلیل ہے۔

سایہ کے تذکرہ کے بعد سورج کا تذکرہ کیا گیا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا پھر ہم نے سورج کو اس پر علامت مقرر کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کے طلوع کو علامت قرار دیا سایہ کے وجود پر، اس لئے کہ اگر سورج طلوع ہی نہ ہوتا تو سایہ کا علم ہی نہ ہوتا۔عربی کا مقولہ ہے کہ تُعْرَفُ الْاَشْيَاءُ بِاَضْدَادِهَا، چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں، سچائی کا فرق جھوٹ سے سمجھ میں آتا ہے، حق کا فرق باطل سے سمجھ میں آتا ہے، بالکل اسی طرح سایہ کی پہچان سورج کے طلوع ہونے ہی سے ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے پہلے سایہ پیدا کیا پھر سورج کو اس پر دلیل بنادیا، پھر سورج کی روشنی کے ساتھ ساتھ سایہ میں بھی تغیر آنے لگا، جیسے جیسے سورج بلند ہوتا گیا سایہ گھٹتا گیا یہاں تک کہ سایہ باقی ہی نہ رہا سوائے درخت یا چھت کے نیچے کے حصے کے۔سایہ کا بڑھنا اور گھٹنا کسی انسان کے تصرف میں نہیں ہے، یہ تو بس اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور بس میں ہے۔انسان اگر سایہ پر بھی غور کرے تو اپنے رب حقیقی کے وجود کو تسلیم کرلے۔

سایہ اور سورج کے ذکر کے بعد رات اور دن کا تذکرہ کیا گیا کہ وہی ہے وہ اللہ جس نے تمہارے لئے رات کو لباس اور نیند کو آرام کی چیز بنادیا اور دن کو پھیل جانے کا وقت بنادیا۔جس طرح لباس آدمی کے جسم کو چھپادیتا ہے اسی طرح رات ہر چیز کو چھپادیتی ہے۔سورۃ اللیل کی آیت نمبر ۱ میں اللہ تعالیٰ نے اس رات کی قسم کھائی

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى اور رات کی قسم جب وہ ڈھانپ لے اور جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو انسان نیند کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ وہ نیند جو موت کی طرح ہوتی ہے جس نیند سے انسان دن بھر کی تھکان کو دور کرتا ہے اور آرام و راحت حاصل کرتا ہے۔ یہ رات کی نیند انسان کو سکون بخشتی ہے۔ سورۃ القصص کی آیت نمبر ۷۳ میں رات اور دن کو اللہ کی رحمت قرار دیا گیا وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن بنایا تا کہ تم اس میں آرام کرو اور (اس میں) اس کا فضل تلاش کرو اور تا کہ شکر کرو۔ انسان دن میں مختلف کاموں کو انجام دینے کیلئے اِدھر اُدھر پھرتا ہے تا کہ وہ اللہ کے فضل کو تلاش کرے۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۷۳ میں بھی یہ بات کہی گئی : وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن بنایا تا کہ تم اس میں آرام کرو اور (اس میں) اس کا فضل تلاش کرو۔

﴿درس نمبر ۱۴۷۴﴾ اللہ ہی ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے ﴿الفرقان ۴۸۔تا۔۵۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا O لِّنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا O وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَهُوَ الَّذِيْٓ اور وہی ہے جس نے اَرْسَلَ الرِّيٰحَ ہواؤں کو بھیجا بُشْرًا خوشخبری دینے والی بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے پہلے وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے مَآءً پانی طَهُوْرًا پاک لِّنُحْيِيَ تا کہ ہم زندہ کریں بِهٖ اس کے ذریعے سے بَلْدَةً مَّيْتًا مردہ شہر کو وَّنُسْقِيَهٗ ہم پلائیں وہ مِمَّا ان چیزوں میں سے جنہیں خَلَقْنَآ ہم نے پیدا کیا اَنْعَامًا مویشیوں کو وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا اور بہت سے انسانوں کو وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق صَرَّفْنٰهُ ہم نے اس کو پھیر پھیر کر بیان کیا بَيْنَهُمْ ان کے درمیان لِيَذَّكَّرُوْا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں فَاَبٰٓى پھر انکار کیا اَكْثَرُ النَّاسِ اکثر لوگوں نے اِلَّا كُفُوْرًا مگر کفر کرنے سے

ترجمہ:۔ اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت کی بارش کے آگے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے اور ہم آسمان سے پاک (اور شفاف) پانی برساتے ہیں O تا کہ اس سے شہر مردہ یعنی (زمین افتادہ) کو زندہ کر دیں اور پھر ہم اسے بہت سے چوپایوں اور آدمیوں کو جو ہم نے پیدا کئے ہیں پلاتے ہیں O اور ہم نے اس (قرآن کی آیتوں) کو طرح طرح کے لوگوں میں بیان کیا تا کہ نصیحت پکڑیں مگر بہت سے لوگوں نے انکار کے سوا قبول نہ کیا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔وہی تو ہے جو اپنی رحمت کی بارش سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے

۲۔ہم آسمان سے پاک اور شفاف پانی برساتے ہیں۔

۳۔پھر ہم اسے بہت سے چوپایوں اور آدمیوں کو جو ہم نے پیدا کئے ہیں پلاتے ہیں

۵۔ہم نے اس قرآن کی آیتوں کو طرح طرح کے لوگوں میں بیان کیا تاکہ نصیحت پکڑیں۔

۶۔مگر بہت سے لوگوں نے انکار کے سوا قبول نہ کیا

سایہ، سورج، رات، نیند اور دن کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہاں بارش جیسی رحمت کا تذکرہ کیا کہ اس بارش سے پہلے اللہ تعالیٰ کس طرح بارش کی خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتے ہیں؟ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ وہی تو ہے جو اپنی رحمت کی بارش سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے۔ جب ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آتی ہیں تو لوگ یہ سمجھ کر خوش ہو جاتے ہیں کہ مردہ زمین کو زندہ کرنے والی بارش آنے والی ہے اور یہ ہوائیں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اس لئے کہ ان ہواؤں کی وجہ سے لوگوں کو مہلت مل جاتی ہے کہ وہ اپنی چیزوں کو بھیگنے اور خراب ہونے سے بچالیں جیسے کہ غلہ وغیرہ زمین پر بکھیر دیا جاتا ہے اور ان ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے بارش سے پہلے آنے کی وجہ سے اتنا موقع مل جاتا ہے کہ آدمی اس غلہ کو سمیٹ لے اور محفوظ کر لے۔ جو بارش اللہ تعالیٰ ان بادلوں سے اتارتے ہیں اس بارش کے پانی سے ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ اس سے پاکیزگی نصیب ہوتی ہے۔ تیز بارش جب ہوتی ہے تو نالوں وغیرہ کی گندگی بہہ جاتی ہے، ندیوں اور نہروں میں پانی جمع ہو جاتا ہے، تالابوں میں بھی پانی جمع ہو جاتا ہے جس سے لوگ وضو اور غسل بھی کرتے ہیں، اپنے بدن کا میل کچیل دور کرتے ہیں۔ دوسرا فائدہ اس بارش کا یہ ہوتا ہے کہ اس سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے جس سے انسانوں اور جانوروں کو پھل، میوے، ترکاریاں اور سبزیاں وغیرہ مل جاتی ہیں۔ تیسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس بارش کے پانی سے انسانوں اور چوپایوں وغیرہ کو پینے کیلئے پانی میسر آتا ہے اور ان کی پیاس بجھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بارش کے اس پانی کو مَآءً طَهُوْرًا کہا اس لئے کہ پانی ہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ آدمی کو پاکیزگی حاصل کرنے میں اطمینان ہوتا ہے۔ ہر قسم کی گندگی سے پاکی کیلئے پانی ہی کا استعمال ہوتا ہے۔ پانی وہ نعمت ہے جس سے پاکیزگی اور طہارت حاصل ہوتی ہے۔

بارش کا تذکرہ قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں موجود ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۶۴ میں ہے وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اور جو کچھ کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا اور اس پانی سے زمین کو زندہ کر دیا اس کے مردہ ہو جانے کے بعد۔ بارش سے پہلے ہواؤں کے بھیجے جانے کا ذکر بھی متعدد

مقامات پر ہے ۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۵۷ میں ہے وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (یعنی مینہ) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری (بنا کر) بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی ہے تو ہم اس کو ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر بادل سے مینہ برساتے ہیں پھر مینہ سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں اسی طرح ہم مُردوں کو (زمین سے) زندہ کر کے باہر نکالیں گے (یہ آیات اس لئے بیان کی جاتی ہیں) تا کہ تم نصیحت پکڑو۔ سورۃ فاطر کی آیت نمبر ۹ میں بھی ہواؤں کا تذکرہ کیا گیا وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ اور اللہ ہی تو ہے جو ہوائیں چلاتا ہے اور وہ بادل کو ابھارتی ہیں پھر ہم ان کو ایک بے جان شہر کی طرف چلاتے ہیں پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیتے ہیں اسی طرح مُردوں کا جی اٹھنا ہوگا۔ سورۃ ق کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی مردہ شہروں کو پانی کے ذریعہ زندہ کئے جانے کی بات یوں کہی گئی رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا بندوں کی روزی کیلئے اور ہم نے پانی سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا۔ سورۃ الزخرف کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی کہا گیا وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا اسی نے آسمان سے ایک اندازے کے مطابق پانی نازل فرمایا، پس ہم نے اس مردہ شہر کو زندہ کر دیا۔

بارش کے پانی سے متعلق یہ حقیقت بیان فرمائی کہ ہم اس پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پھیر دیتے ہیں تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فضاؤں پر بادل ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو جہاں اس پانی کو برسانا منظور ہوتا ہے برسا دیتے ہیں۔ کہیں بہت زیادہ بارش ہوتی ہے کہیں بہت کم ہوتی ہے، کہیں کچھ زیادہ کہیں کچھ کم۔ اللہ تعالیٰ کا بارش سے متعلق یہ نظام اس لئے ہے تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

آپ کافروں کا کہنا نہ مانیئے

﴿درس نمبر ۱۴۷۵﴾ ﴿الفرقان ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۝ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَوْ اور اگر شِئْنَا ہم چاہتے لَبَعَثْنَا تو البتہ ہم بھیجتے فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ ہر بستی میں نَّذِيْرًا

ایک ڈرانے والا فَلَا تُطِعِ چنانچہ آپ اطاعت نہ کریں الْكٰفِرِيْنَ کافروں کی وَجَاهِدْهُمْ اور آپ ان سے جہاد کریں بِهٖ اس کے ذریعہ جِهَادًا كَبِيْرًا جہاد خوب زور سے وَهُوَ الَّذِيْ اور وہی ہے جس نے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ دو سمندروں کو ملا دیا هٰذَا عَذْبٌ یہ میٹھا ہے فُرَاتٌ خوب میٹھا وَّهٰذَا اور یہ مِلْحٌ کھارا ہے اُجَاجٌ نہایت کڑوا وَجَعَلَ اور اس نے بنا دیا بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان بَرْزَخًا ایک پردہ وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا اور مضبوط آڑ

ترجمہ:۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتے O تو تم کافروں کا کہا نہ مانو اور ان سے اس قرآن کے حکم کے مطابق بڑے شدومد سے لڑو O اور وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا ایک کا پانی میٹھا ہے پیاس بجھانے والا اور دوسرے کا کھارا چھاتی جلانے والا اور دونوں کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنا دی۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتے ۲۔ آپ کافروں کا کہا نہ مانیئے

۳۔ ان سے اس قرآن کے حکم کے مطابق بڑے شدومد سے لڑیئے

۴۔ وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا

۵۔ ایک کا پانی شیریں ہے پیاس بجھانے والا اور دوسرے کا کھارا چھاتی جلانے والا

۶۔ دونوں کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنا دی

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوری دنیا جہاں کیلئے نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا لیکن گزرے ہوئے نبیوں اور رسولوں کو مختلف علاقوں اور برادریوں کی جانب بھیجا گیا جیسا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں کہا گیا وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا (ہود ۸۴) اور مدین کی جانب ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا (الاعراف ۶۵) اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا، لیکن آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساری انسانیت کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا اور نہ صرف اس دور کے انسانوں کے لئے بلکہ قیامت تک کے سارے انسانوں کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا اور آپ کو بشیر و نذیر بھی بنا کر بھیجا گیا۔ چنانچہ سورۂ سبا کی آیت نمبر ۲۸ میں ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا اور ہم نے آپ کو دنیا جہاں کے سارے ہی لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا جو کہ بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک نذیر بھیج دیتے جس کی وجہ سے اے پیغمبر! آپ کی ذمہ داری کم ہو جاتی اور آپ کو سہولت ہو جاتی۔ اگر ہم ہر بستی میں الگ الگ نذیر بھیج دیتے تو ہر نبی اپنی اپنی بستی میں دعوتِ حق کا کام کرتا اور آپ صرف مکۂ مکرمہ میں دعوتِ حق کا کام کرتے، لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ آپ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ

النَّبِيّٖنَ (الاحزاب ۴۰) لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کو سارے عالم کے انسانوں کی طرف رہتی دنیا تک کے لئے مبعوث فرمایا گیا۔

اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے یہ حقیقت بھی بیان کر رہے ہیں کہ پیغمبر! یہ کافر ہرگز نہیں چاہتے کہ آپ دعوتِ دین کا کام کریں۔ یہ تو یہی چاہتے ہیں کہ آپ اپنی اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوجائیں اور اپنا کام کرنا چھوڑ دیں، اس لئے اس معاملہ میں آپ کافروں کی بات ہرگز نہ مانیے اور زوردار طریقہ سے قرآنِ مجید کے ذریعہ ان کافروں کا مقابلہ کیجئے۔

پچھلی آیات میں قدرت کی چند جھلکیاں بیان کی گئی تھیں۔ سایہ کی درازی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، نیند، بارش اور اس سے پہلے خوشخبری لے کر آنے والی ہوائیں وغیرہ۔ اس کے بعد قدرت کی ایک اور جھلک بتلائی جارہی ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دو دریاؤں کو ملادیا۔ ایک طرف میٹھا اور پیاس بجھانے والا پانی تو دوسری طرف کھارا اور چھاتی جلانے والا پانی۔ قدرت کا عجوبہ یہ ہے کہ ان دونوں سمندروں کے درمیان کوئی آڑ نہیں مگر اس کے باوجود میٹھا پانی اپنی جگہ میٹھا اور خوشگوار اور کھارا پانی اپنی جگہ بدمزہ اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ملنے کے باوجود اپنی کیفیت میں جدا جدا ہیں۔ نہ میٹھا پانی کھارے پانی میں داخل ہوتا ہے اور نہ کھارا پانی میٹھے پانی میں داخل ہوتا ہے۔ نظر آنے میں تو دونوں پانی ایک ہیں مگر حقیقت میں وہ جدا جدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان ایک آڑ بنادی ہے اور رکاوٹ رکھ دی ہے جس کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے میں گھلتے ملتے نہیں ہیں بلکہ ساتھ ساتھ چل رہے ہیں باوجود یہ کہ ظاہری کوئی آڑ نہیں ہے۔ یہ قدرت کا ایک عجیب کرشمہ ہے۔ سورۃ الرحمن کی آیت نمبر ۱۹ اور ۲۰ میں بھی ان دو دریاؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ اس نے دو دریاؤں کو اس طرح ملادیا کہ وہ باہم ملے ہوئے ہیں ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ ارکان سے چاٹگام تک دریا کی شان یہ ہے کہ اس کی دونوں جانب بالکل الگ الگ نوعیت کے دو دریا نظر آتے ہیں۔ ایک کا پانی سفید اور دوسرے کا پانی سیاہ۔ سیاہ دریا میں سمندر کی طرح طوفانی طلاطم اور موجیں ہوتی ہیں اور سفید دریا بالکل ساکن رہتا ہے۔ کشتی سفید پانی میں چلتی ہے اور دونوں دریاؤں کے بیچ ایک دھاری سی برابر چلی گئی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سفید پانی میٹھا ہے اور سیاہ پانی کڑوا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۷۶﴾ انسان کو صاحبِ نسب اور صاحبِ قرابت دامادی بنایا ﴿الفرقان ۵۴۔۵۵۔۵۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ۝ وَيَعْبُدُوْنَ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ۝ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَهُوَ الَّذِيْ اور وہی ہے جس نے خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ پانی سے پیدا کیا بَشَرًا انسان کو فَجَعَلَهٗ پھر اسے بنایا نَسَبًا نسب وَّصِهْرًا اور سسرال وَكَانَ اور ہے رَبُّكَ آپ کا رب قَدِيْرًا بڑی قدرت والا وَيَعْبُدُوْنَ اور وہ عبادت کرتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے مَا ان کی کہ لَا يَنْفَعُهُمْ وہ انہیں نفع نہیں دے سکتے وَلَا يَضُرُّهُمْ اور نہ وہ انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں وَكَانَ الْكَافِرُ اور ہے کافر عَلٰى رَبِّهٖ اپنے رب کے مقابلے میں ظَهِيْرًا مددگار وَمَآ اور نہیں اَرْسَلْنٰكَ ہم نے آپ کو بھیجا اِلَّا مُبَشِّرًا مگر خوشخبری دینے والا وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا

ترجمہ:۔ اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا پھر اس کو صاحبِ نسب اور صاحبِ قرابتِ دامادی بنایا اور تمہارا رب (ہر طرح کی) قدرت رکھتا ہے ۝ اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں کہ جو نہ اُن کو فائدہ پہنچا سکے اور نہ ضرر اور کافر اپنے رب کی مخالفت میں بڑا زور مارتا ہے ۝ اور ہم نے (اے محمد ﷺ!) تمہیں صرف خوشی اور عذاب کی خبر سنانے کو بھیجا ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا۔

۲ پھر اُس کو صاحبِ نسب اور صاحبِ قرابتِ دامادی بنا دیا

۳۔ تمہارا رب ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے

۴۔ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کو فائدہ پہنچا سکے اور نہ ہی نقصان

۵۔ کافر اپنے رب کی مخالفت میں بڑا زور مارتا ہے

۶۔ ہم نے تمہیں اے پیغمبر! صرف خوشی اور عذاب کی خبر سنانے کو بھیجا ہے

انسان کی پیدائش کس چیز سے ہوئی؟ اس سلسلہ میں قرآنِ مجید میں دو چیزوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ سورۃ انعام کی آیت نمبر ۲ میں کہا گیا هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا وہ اللہ ایسا ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا، پھر ایک وقت معین کیا۔ انسان کے مٹی سے پیدا کئے جانے کی حقیقت شیطان نے بھی کہی خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ (الاعراف ۱۲:) کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو یعنی انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۲۶ میں انسان کی پیدائش کے سلسلہ میں یوں کہا گیا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ یقیناً ہم نے انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا فرمایا ہے اور سورۃ النحل

کی آیت نمبر ۴ میں یہ بات کہی گئی کہ انسان کو نطفہ سے پیدا کیا گیا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا، پھر وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھا۔ ظاہر ہے کہ نطفہ تو پانی ہی ہے، جیسا کہ یہاں کہا جا رہا ہے کہ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا اور وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا۔ سورۂ کہف کی آیت نمبر ۳۷ میں انسان کی پیدائش کے سلسلہ میں ان دونوں چیزوں کا تذکرہ ایک ہی جگہ کیا گیا یعنی مٹی اور پانی قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا اس کے ساتھی نے اس سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کیا تو اس معبود سے کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے پھر تجھے پورا آدمی بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے مٹی اور پانی سے انسان کا وجود بخشا اور انسان کی دو قسمیں بنائیں، مرد اور عورت اور مرد سے حسب نسب کو منسوب کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی کے بارے میں جب پوچھا جاتا ہے کہ یہ کس کے بیٹے ہیں؟ تو جواب میں اس کے باپ کا نام لیا جاتا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ نسب باپ سے یعنی مرد سے چلتا ہے اور سسرالی رشتہ عورت سے چلتا ہے۔ جب کوئی مرد عورت سے شادی کرتا ہے تو اس عورت سے رشتہ کرنے کی وجہ سے سسرالی رشتے چلنے لگتے ہیں اور نئے نئے رشتے جڑنے لگتے ہیں اور ہر دو جہتوں سے رشتے چلتے ہیں، چاہے حسب نسب سے ہو چاہے سسرالی رشتہ سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انہی دو رشتوں کا تذکرہ یہاں فرمایا کہ فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا پھر اس کو صاحبِ نسب اور صاحبِ قرابتِ دامادی بنا دیا۔ اس طرح یہ ددھیالی ننھیالی اور سسرالی رشتے قائم ہو جاتے ہیں۔ یہ جو انسان کی پیدائش ہوتی ہے یہ دراصل قدرت کا کرشمہ ہے وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا اور تمہارا پروردگار تو قدرت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سایہ، رات، دن، بارش، میٹھے اور کھارے دریا اور انسان کی پیدائش کے تذکرہ کے بعد اور اس حقیقت سے آگاہ کرنے کے بعد کہ دیکھو! تمہارے پروردگار نے اپنی قدرت سے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں؟ اور غور کرو کہ تمہارا پروردگار کس قدر قدرت و طاقت والا ہے؟ یہ بات کہی جا رہی ہے کہ ان سب حقیقتوں کے باوجود عقل کے یہ دشمن مشرکین اس قادرِ مطلق اور مختارِ کل خالقِ کائنات جس کے ہاتھ میں نفع بھی ہے اور نقصان بھی، جس کے ہاتھ میں کامیابی بھی ہے اور ناکامی بھی، جس کے ہاتھ میں زندگی بھی ہے اور موت بھی اس ربِ حقیقی کو چھوڑ کر ایسے باطل معبودوں کی عبادت کر رہے ہیں جن کے پاس نہ نفع دینے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی کسی کو نقصان پہنچانے کی طاقت ہے۔ ظاہر ہے کہ جو ایک اللہ کو چھوڑ کر ایسے لچر اور کمزور معبودوں کی عبادت کرے ایسا شخص تو اپنے رب کا مخالف ہے جس طرح وہ شخص جو کسی کا مخالف ہو اور مخالفت میں لگ کر ایسے نامعقول کام کرتا ہے بالکل یہ مشرکین بھی ایسے ہی کام کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناگوار ہیں۔ یہ کافر اللہ کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں اور اللہ کے دین کی مخالفت کر رہے ہیں اور شیطان کی مدد کر رہے ہیں۔ اس کے بعد رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ پیغمبر! آپ غم نہ کریں ہم نے تو آپ کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ان پر وکیل، نگران اور داروغہ تو نہیں ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۴۷۷﴾ اس زندۂ جاوید رب پر بھروسہ رکھو جو کبھی نہیں مرتا ﴿الفرقان ۵۷-۵۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ○ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قُلْ آپ کہہ دیجئے مَآ اَسْـَٔلُكُمْ میں تم سے سوال نہیں کرتا عَلَيْهِ اس پر مِنْ اَجْرٍ کسی صلے کا اِلَّا مَنْ شَآءَ مگر جو چاہے اَنْ يَّتَّخِذَ کہ وہ پکڑے اِلٰى رَبِّهٖ اپنے رب کی طرف سَبِيْلًا راستہ وَتَوَكَّلْ اور آپ توکل کیجئے عَلَى الْحَيِّ اس زندہ پر الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ جو نہیں مرتا وَسَبِّحْ اور آپ تسبیح کریں بِحَمْدِهٖ اس کی حمد کے ساتھ وَكَفٰى بِهٖ اور کافی ہے وہ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ اپنے بندوں کے گناہوں سے خَبِيْرًا خبردار ہونے کے اعتبار سے

ترجمہ:۔ کہہ دو کہ میں تم سے اس (کام) کی اُجرت نہیں مانگتا ہاں! جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف (جانے کا) راستہ اختیار کرے ○ اور اس (اللہ) زندہ پر بھروسہ رکھو جو (کبھی) نہیں مرے گا اور اُس کی تعریف کیساتھ تسبیح کرتے رہو اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے کو کافی ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہہ دو کہ میں تم سے اس کام کی اجرت نہیں مانگتا

۲۔ ہاں! جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کرے

۳۔ اس زندۂ جاوید رب ذوالجلال پر بھروسہ رکھو جو کبھی نہیں مرے گا

۴۔ اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو ۵۔ وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے کو کافی ہے

اللہ تعالیٰ نے جن نبیوں اور رسولوں کو دعوتِ دین کی غرض سے مختلف قوموں کی طرف بھیجا ان تمام پیغمبروں نے اپنی اس محنت و کوشش اور خدمت کا کوئی معاوضہ قوم سے کبھی نہیں مانگا۔ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۱۰۹ میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا۔ میرا ثواب تو بس رب العلمین کے ذمہ ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بھی یہی بات اپنی قوم سے کہی جس کا تذکرہ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۱۲۷ میں ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی بات کہی جس کا تذکرہ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۱۴۵ میں ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے بھی یہی بات اپنی قوم سے کہی جس کا تذکرہ آیت نمبر ۱۶۴ میں ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم

سے یہی کہا جس کا تذکرہ آیت نمبر ۱۸۰ میں ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ سے یہاں یہی بات کہی جا رہی ہے کہ پیغمبر! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس کام کی اجرت نہیں مانگتا۔ یعنی دعوتِ حق کا جو کام میں کر رہا ہوں یہ بے لوث کام ہے، اس میں میرا اپنا ذاتی کوئی مفاد نہیں ہے۔ مجھے تم سے کچھ نہیں لینا ہے۔ مجھے جو کچھ لینا ہے میں میرے رب سے لے لوں گا۔ چنانچہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۹۰ میں بھی یہی بات رسولِ رحمت ﷺ سے کہی گئی قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا کہہ دیجئے کہ میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۱۰۴ میں بھی رسولِ رحمت ﷺ سے کہا گیا وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ حالانکہ آپ ان سے اس تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں مانگتے۔

اس کے بعد جو بات کہی گئی کہ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا کا مطلب یہ ہے کہ میں تم سے اس دعوت پر کوئی معاوضہ تو طلب نہیں کرتا۔ ہاں! یہ ضرور چاہتا ہوں کہ کوئی شخص اپنے رب کی طرف راستہ بنالے یعنی اللہ کا جو دین ہے اس دین کو قبول کر لے اور اللہ کی رحمت اور اس کی رضا مندی کو اپنی زندگی کا مقصدِ اصلی بنالے۔ دعوتِ دین کے اس کام سے میرا ذاتی دنیوی کوئی فائدہ نہیں۔ میرا مقصد تو تمہاری ہمدردی ہے۔ جب میں تمہاری ہمدردی میں یہ کام کر رہا ہوں تو تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم اس دعوت پر توجہ دو۔ اگر تم لوگ میری ان باتوں پر غور کرو گے اور سمجھنے کی کوشش کرو گے تو حق بات تمہارے دل میں اتر جائے گی۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ پیغمبر! آپ اس ذاتِ برحق ربِ ذوالجلال پر توکل کیجئے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا جس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ آپ اس زندۂ جاوید رب ذوالجلال پر توکل کیجئے۔ وہ آپ کو آپ کی محنت ومشقت کا اجر اور صلہ ضرور عطا کرے گا اور آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ رسولِ رحمت ﷺ کو توکل اختیار کرنے کا حکم سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۹ میں بھی دیا گیا فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۸۱ میں بھی اعراض اور توکل کا حکم یوں دیا گیا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ آپ ان سے منہ پھیر لیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۶۱ میں بھی توکل کا حکم یوں دیا گیا وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی صلح کی طرف جھک جائیے اور اللہ پر بھروسہ رکھئے۔ اس کے علاوہ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۲۳ میں بھی توکل کا حکم دیا گیا ہے۔

یہاں رسولِ رحمت ﷺ کو اللہ کی حمد اور پاکی بیان کرنے کا بھی حکم دیا گیا کہ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کرتے رہو۔ رسولِ رحمت ﷺ کو سورۂ حجر کی آیت نمبر ۹۸ میں بھی حمد اور تسبیح کرنے کا حکم دیا گیا ہے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ آپ اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہیں اور سجدہ کرنے

والوں میں شامل ہوجائیں۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۳۰ میں بھی کہا گیا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا اور اپنے پروردگار کی تسبیح اور تعریف بیان کرتا رہ سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۵۵ میں کہا گیا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ اور صبح وشام اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتا رہ۔

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ یہ مشرکین آپ کے خلاف جو کچھ کررہے ہیں آپ کا پروردگار ان کے گناہوں سے پوری طرح باخبر ہے وہ ضرور ان کو سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔ دنیا جہاں کی ساری مخلوقات سے متعلق ہر چھوٹی بڑی چیز کا اسے علم ہے اور ہر چیز سے وہ باخبر ہے۔ یہ حقیقت قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں بتلائی گئی ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳۵ میں کہا گیا: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا یقیناً اللہ تعالیٰ پورے علم والا اور پوری خبر والا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۷ میں کہا گیا: وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا اور تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار دیکھنے بھالنے والا ہے۔ سورۃ العٰدیٰت کی آیت نمبر ۱۱ میں کہا گیا: اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ بیشک ان کا رب اس دن ان کے حال سے پورا باخبر ہوگا۔

﴿درس نمبر ۱۴۷۸﴾ رب ذوالجلال کا حال کسی باخبر سے دریافت کرلو ﴿الفرقان ۵۹۔۶۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ○ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۚ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ○ السجدۃ

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلَّذِيْ وہ ذات جس نے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کو پیدا کیا وَالْاَرْضَ اور زمین کو وَمَا اور جو کچھ بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان ہے فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں ثُمَّ اسْتَوٰى پھر وہ مستوی ہوا عَلَى الْعَرْشِ عرش پر اَلرَّحْمٰنُ رحمن ہے فَسْئَلْ لہٰذا آپ پوچھ لیں بِهٖ اس کی بابت خَبِيْرًا کسی خبر رکھنے والے سے وَاِذَا اور جب قِيْلَ کہا جاتا ہے لَهُمُ ان سے اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ تم رحمن کو سجدہ کرو قَالُوْا وہ کہتے ہیں وَمَا الرَّحْمٰنُ اور کیا ہے رحمن؟ اَنَسْجُدُ کیا ہم سجدہ کریں لِمَا اسے جس کی بابت تَاْمُرُنَا تو ہمیں حکم دیتا ہے وَزَادَهُمْ اس نے انہیں زیادہ کردیا نُفُوْرًا نفرت میں

ترجمہ:۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا وہ (جس کا نام) رحمن (یعنی بڑا مہربان) ہے تو اس کا حال کسی باخبر سے دریافت کرلو ○ اور جب ان

(کفار) سے کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمن کیا ہے؟ کیا جس کیلئے تم ہم سے کہتے ہو ہم اس کے آگے سجدہ کریں؟ اس تبلیغ نے ان کی نفرت میں اضافہ کر دیا۔

تشریح:۔ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔جس نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا۔

۲۔پھر عرش پر جا ٹھہرا ۳۔جس کا نام رحمن یعنی بڑا مہربان ہے

۴۔اس رب ذوالجلال کا حال کسی باخبر سے دریافت کرلو

۵۔جب ان کافروں سے کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمن کیا ہے جس کے بارے میں تم ہم سے کہتے ہو کہ ہم اس کے آگے سجدہ کریں؟

جو پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں اور عیبوں سے باخبر ہے اس پروردگار نے آسمانوں اور زمین کو اپنی قدرت وطاقت سے پیدا کیا ہے اور نہ صرف زمین وآسمان بلکہ ان دونوں کے درمیان موجود تمام چھوٹی بڑی جاندار و بے جان ساری ہی چیزوں کو پیدا کیا اور وہ بھی صرف چھ دنوں میں ان ساری چیزوں کا وجود بخشا۔ یہی حقیقت اس آیت میں بیان کی جارہی ہے۔آسمانوں اور زمین کی یہ پیدائش کوئی معمولی بات نہیں ہے؟ اس میں عقلمندوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۰ میں یہی حقیقت بتلائی گئی اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقینا عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔اس لئے آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرنے والوں کو عقلمندوں میں شمار کیا گیا کہ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آل عمران ۱۹۱) یہ عقلمند آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے بارے میں غور وفکر بھی کرتے ہیں۔یقیناوہ رب ذوالجلال جس نے آسمانوں اور زمین کا وجود بخشا وہ لائقِ حمد وثنا ہے۔سورۃ الانعام کی آیت نمبر ا میں یہی کہا گیا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا۔سورۃ انعام کی آیت نمبر ۷۳ میں کہا گیا وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا۔وہی اللہ ہے جو زمین وآسمان کا موجد ہے۔اسی نے یہ دونوں چیزوں اور ان کے علاوہ ساری چیزیں ایجاد کی ہیں۔سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۰۱ میں کہا گیا بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔وہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ (الانعام ۱۰۲) وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تو تم اسی کی عبادت کرو۔

اس کے بعد یہ بات کہی گئی کہ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر وہ عرش پر ٹھہرا۔اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ ہی حقیقی معنی میں واقف ہے۔زمین وآسمان کی تخلیق کے ساتھ عرش پر مستوی ہونے

کی بات جس طرح یہاں بیان کی گئی اسی طرح سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۵۴ میں بھی بیان کی گئی ہے اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا ہے پھر عرش پر قائم ہوا۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۳ میں بھی یہی مضمون موجود ہے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۷ میں بھی آسمان اور زمین کی تخلیق کے ساتھ عرش کا تذکرہ ہے وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان وزمین کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے؟ سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۲ میں آسمانوں کے بلند کئے جانے کا ذکر جہاں کیا گیا وہیں عرش پر رب ذوالجلال کے قائم ہونے کا ذکر کیا گیا اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر رکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو پھر وہ عرش پر قرار پکڑے ہوئے ہے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۵ میں بھی عرش پر مستوی ہونے کی بات یوں کہی گئی اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى جو رحمان ہے عرش پر قائم ہے۔ سورۃ المومنون کی آیت نمبر ۸۶ میں ساتوں آسمانوں کے رب اور عرش عظیم کے رب کے بارے میں کہا گیا قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ دریافت کیجئے کہ ساتوں آسمانوں کا اور بہت باعظمت عرش کا رب کون ہے؟

اس کے بعد مشرکوں اور کافروں کے بارے میں یہ بات کہی جارہی ہے کہ جب ان مشرکین سے کہا جاتا ہے کہ تم اس رحمان کا سجدہ کرو تو وہ مشرکین یہ کہتے ہیں کہ رحمن کیا چیز ہے؟ مشرکین کا اس طرح کہنا دراصل جہالت اور ان کے عناد کی وجہ سے ہے۔ یہ مشرکین یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کے لئے سجدہ کرنے کا تم ہمیں حکم دیتے ہو؟ اور اے پیغمبر! جب بھی آپ انہیں رحمان کو سجدہ کرنے کی بات کہتے ہیں کہ ان کی نفرتوں میں اضافہ ہوجاتا ہے اور یہ قریب آنے کے بجائے دور ہی ہوجاتے ہیں۔ نفرت میں اضافہ سے متعلق مضمون سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۴۱ میں بھی ہے وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ہم نے تو اس قرآن میں ہر طرح بیان فرمادیا کہ لوگ سمجھ جائیں، لیکن اس سے انہیں تو نفرت ہی بڑھتی ہے، کافروں کی نفرت کا بڑھنا قرآنِ مجید سے تھا۔ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۴۲ میں رسولِ رحمت ﷺ سے کافروں کی نفرت کے بڑھنے کی بات کہی گئی: فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا پھر جب ان کے پاس ایک پیغمبر آئے تو بس ان کی نفرت ہی میں اضافہ ہوا۔

﴿درس نمبر ۱۴۷۹﴾ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں برج بنائے ﴿الفرقان ۶۱۔۶۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ

جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بابرکت ہے وہ ذات جَعَلَ جس نے بنائے فِي السَّمَآءِ آسمان میں بُرُوْجًا برج وَّجَعَلَ اوراس نے بنایا فِيْهَا اس میں سِرٰجًا چراغ وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا اور چاند روشن وَهُوَ الَّذِيْ اور وہی ہے جس نے جَعَلَ الَّيْلَ رات کو بنایا وَالنَّهَارَ اوردن کو خِلْفَةً ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے لِّمَنْ اس شخص کے لئے جو اَرَادَ چاہے اَنْ يَّذَّكَّرَ کہ وہ نصیحت حاصل کرے اَوْ اَرَادَ یا وہ چاہے شُكُوْرًا شکر کرنا

ترجمہ:۔ اور (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں بُرج بنائے اوران میں (آفتاب کا نہایت روشن) چراغ اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا○ اور وہی تو ہے جس نے رات اوردن کوایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا (یہ باتیں) اس شخص کیلئے جوغور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے (سوچنے اور سمجھنے کی ہیں)۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں برج بنائے

۲۔ ان آسمانوں میں آفتاب کا نہایت روشن چراغ اور چمکتا چاند بھی بنایا

۳۔ وہی تو ہے جس نے رات اور دن کوایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا

۴۔ یہ باتیں اس شخص کیلئے جوغور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے سوچنے اور سمجھنے کی ہیں

اللہ تعالیٰ نے جہاں زمین، آسمان، چاند، سورج، بادل، آگ، ہوا، مٹی، پانی، سمندر، پہاڑ، شجر وحجر، جمادات و نباتات وحیوانات اور انس وجن پیدا کئے وہیں اس نے اپنی قدرت وطاقت سے ستارے اور سیارے پیدا فرمائے، اسی کا تذکرہ یہاں کیا گیا کہ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمانوں میں برج بنائے یعنی ستارے اور سیارے پیدا فرما کر آسمان کو زینت بخشی جیسا کہ سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۶ میں فرمایا گیا اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِۨ الْكَوَاكِبِ بیشک ہم نے نیچے کے آسمان یعنی آسمانِ دنیا کوتاروں کے سنگار سے آراستہ کیا۔ فلکی یعنی آسمانی نظام رب ذوالجلال کی قدرت وطاقت کا کرشمہ ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۵۴ میں فرمایا گیا اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ ۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کچھ شک نہیں کہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اُس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے اور اُسی نے سورج اور چاند ستاروں کو پیدا کیا سب اُسی کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں۔ دیکھو! سب مخلوق بھی اُسی کی ہے اور حکم بھی (اُسی کا ہے) یہ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔

سورج، چاند اور ستارے سب کے سب اس اللہ کے حکم سے ایک مقرر، منظم اور منضبط نظام کے تابع بنا دیئے گئے ہیں۔ ستاروں اور سیاروں کے علاوہ قدرت کی دو عظیم نشانیاں بھی آسمانی نظام کا حصہ ہیں۔ یعنی سورج اور چاند جن دونوں کا ذکر یہاں یوں کیا گیا کہ وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ان آسمانوں میں آفتاب کا نہایت روشن چراغ اور چمکتا چاند بھی بنایا۔ سورۃ النبا کی آیت نمبر ۱۳ میں یوں کہا گیا :وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا اور ایک چمکتا ہوا روشن چراغ یعنی سورج پیدا کیا۔

سورۃ الرحمن کی آیت نمبر ۵ میں فرمایا گیا اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ آفتاب ومہتاب مقررہ حساب سے ہیں۔ یعنی سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلکی حسابات کے مطابق ہیں۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۹۶ میں کہا گیا فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ وہ یعنی اللہ صبح کا نکالنے والا اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنایا ہے اور سورج اور چاند کو حساب سے رکھا ہے یہ ٹھہرائی بات ہے ایسی ذات کی جو کہ قادر ہے بڑے علم والا ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۵۴ میں کہا گیا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ ۢ بِاَمْرِهٖ اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۵ میں کہا گیا هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو۔ سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۲ میں یہ بات بتلائی گئی وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى اس نے سورج اور چاند کو ماتحتی میں لگا رکھا ہے۔ ہر ایک میعادِ معین پر گشت کر رہا ہے۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۳۳ میں کہا گیا وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَاۗىِٕـبَيْنِ اسی نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے کہ برابر ہی چل رہے ہیں۔ سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۳۳ میں کہا گیا وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ وہی اللہ ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے ان میں سے ہر ایک اپنے مدار میں تیرتے پھرتے ہیں۔ سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۳۸ میں کہا گیا وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ اور سورج کیلئے جو مقررہ راہ ہے وہ اسی پر چلتا رہتا ہے یہ ہے مقرر کردہ غالب باعلم والے اللہ کا۔ سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۴۰ میں مزید یہ تفصیل بتلائی گئی لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ نہ سورج کی مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے اور سب کے سب آسمان میں تیرے پھرتے ہیں۔

جس طرح سورج اور چاند کا نظام ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کا بھی نظام رکھا ہے۔ رات اور دن

کا ذکر قرآنِ مجید کی متعدد سورتوں میں ہے۔ سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۵ میں کہا گیا يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ رات اور دن کا یہ پیارا اور مفید ترین نظام قدرت کی نشانی ہے۔ چنانچہ سورۂ حم السجدہ کی آیت نمبر ۳۷ میں کہا گیا وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ اور دن رات اور سورج چاند بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ رات کا دن میں بدلنا اور دن کا رات میں بدلنا غور کرنے والے انسانوں کیلئے یقینا بہت بڑا کرشمہ اور قدرت کی نشانی ہے۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے والی ذات تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۲۷ میں کہا گیا تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۰ میں کہا گیا اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقینا عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جب رات آتی ہے تو انسان دن بھر کی تھکان کو دور کرنے کے لئے سو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسی نیند دیتے ہیں گویا کہ اس کی روح قبض کر لی گئی، پھر جب دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ جگا دیتا ہے گویا کہ موت کے منہ سے نکل کر زندگی کی راہ اختیار کر لی۔ یہی بات سورۂ انعام کی آیت نمبر ۶۰ میں بتلائی گئی وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور وہی تو ہے جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس سے خبر رکھتا ہے پھر تمہیں دن کو اٹھا دیتا ہے تا کہ (یہی سلسلہ جاری رکھ کر زندگی کی) معین مدت پوری کر دی جائے پھر تم (سب) کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (اس روز) وہ تمہیں تمہارے اعمال جو تم کرتے ہو (ایک ایک کر کے) بتائے گا۔

﴿درس نمبر ۱۴۸۰﴾ اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں ﴿الفرقان ۶۳۔تا۔۶۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا O وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا O وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا O اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ اور رحمن کے بندے الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں جو يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ زمین پر چلتے ہیں هَوْنًا آہستگی سے وَّاِذَا اور جب خَاطَبَهُمُ ان سے بات کرتے ہیں الْجٰهِلُوْنَ جاہل

قَالُوْا وہ کہتے ہیں سَلٰمًا سلام ہے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو يَبِيْتُوْنَ رات گزارتے ہیں لِرَبِّهِمْ اپنے رب کے لیے سُجَّدًا سجدے کرتے ہوئے وَّقِيَامًا اور قیام کرتے ہوئے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں رَبَّنَا اے ہمارے رب! اصْرِفْ پھیر دے عَنَّا ہم سے عَذَابَ جَهَنَّمَ جہنم کا عذاب اِنَّ عَذَابَهَا بلاشبہ اس کا عذاب كَانَ غَرَامًا چمٹنے والا ہے اِنَّهَا بے شک سَآءَتْ بُری ہے مُسْتَقَرًّا ٹھہرنے کی جگہ وَّمُقَامًا اور قیام کرنے کی

ترجمہ:۔ اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں O اور جو اپنے رب کے آگے سجدہ کر کے اور (عجز وادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں O اور وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دُور رکھنا کہ اُس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے O اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بُری جگہ ہے۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں

۲۔ جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں

۳۔ جو اپنے رب کے آگے سجدہ کر کے اور عجز وادب سے کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں

۴۔ وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دور رکھنا کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے

۵۔ دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔

ہم سب اللہ کے بندے ہیں اور بندگی کے تقاضے کچھ ایسے ہوتے ہیں جہاں بندے کو اپنی عملی زندگی میں بندگی کے بندھن میں جڑ جانا اس کی بندگی کے لئے ضروری ہو جاتا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اس کے نیک بندوں کے چند اوصاف بتلا رہے ہیں، جو بندہ حقیقی معنی میں اپنے رب کا بندہ بننا چاہتا ہو وہ ان اوصاف کو اختیار کرنے میں اپنی توانائی اور طاقت جھونک دے۔ ربِ رحمان کے بندوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں، یعنی غرور، گھمنڈ اور انا کی کیفیت میں ڈوب کر زمین پر نہیں چلتے بلکہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ چلتے ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۳۷ میں زمین پر اکڑ کر چلنے سے منع کیا گیا وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا اور زمین پر اکڑ کر نہ چل کہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے۔ ایک کمزور بندے کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ غرور کی چادر اوڑھے اور رب ذوالجلال کی اس سرزمین پر اکڑ کر چلے۔ اللہ تعالیٰ کو یہی بات پسند ہے کہ اس کے بندے عاجزی کے ساتھ چلیں، عاجزی کے ساتھ بیٹھیں، عاجزی کے ساتھ کھائیں اور پئیں اور عاجزی کے ساتھ لوگوں سے گفتگو کریں۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو

تکبر کرنے والے اور شیخی بگارنے والے بالکل پسند نہیں ہیں اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ (لقمان ۱۸:)
اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے اور شیخی بگارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۱۸ میں بھی یوں کہا گیا
وَلَا تَمۡشِ فِى الۡاَرۡضِ مَرَحًا لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اترا کر نہ چل۔

اللہ کے نیک بندوں کی دوسری علامت اور شان یہ ہے کہ وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا جب ان سے جہالت والے بات کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا سلام ہے۔ یہاں سلام سے مراد ملاقات کا سلام نہیں ہے بلکہ اپنی جان چھڑانے کیلئے یہ کہہ کر آگے بڑھ جانا مراد ہے کہ بھائی! تم پر سلامتی ہو، ہم تمہاری جہالت کا سامنا نہیں کر سکتے، ہم کو اپنا راستہ جانے دو۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۵۵ میں بھی یہ مضمون موجود ہے وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغۡوَ اَعۡرَضُوۡا عَنۡهُ وَقَالُوۡا لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَـكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ لَا نَبۡتَغِى الۡجٰهِلِيۡنَ اور جب وہ بیہودہ بات سنتے ہیں تو اُس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے اعمال اور تم کو تمہارے اعمال، تم کو سلام ہم جاہلوں کو منہ نہیں لگاتے۔ اس سورت کی آیت نمبر ۷۲ میں کہا گیا کہ وَاِذَا مَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ مَرُّوۡا كِرَامًا اور جب یہ لوگ بیہودہ کاموں کے پاس سے گزرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ جب جاہل قسم کے لوگ کمینہ پن کے ساتھ پیش آئیں تو ایسے لوگوں کے ساتھ بحث و مباحثہ کرنے اور ان جاہلوں کی باتوں کا جواب دینے میں مصروف نہ ہوں بلکہ ان سے یہ کہہ کر کنارہ کشی کر لیں کہ بھائی السلام علیکم! ہم تمہاری باتوں کا جواب نہیں دیتے بلکہ تم سے چھٹکارا حاصل کرتے ہیں اور ان موقعوں کو جو اپنی جاہلانہ طرز سے تکلیف دیتے ہیں ان کو معاف کر دیتے ہیں اور ان کے ساتھ خیر کے سوا کوئی دوسری بات نہیں کرتے۔ جیسا کہ رسولِ رحمت ﷺ کا معاملہ تھا کہ جیسے جیسے دشمن آپ کو تکلیف اور اذیت پہنچاتے تھے ویسے ویسے آپ ﷺ کا صبر و تحمل اور برداشت کا مادہ بڑھ جاتا تھا۔ یہاں قَالُوۡا سَلٰمًا کا مطلب یہ ہے کہ ہم تم سے بری ہیں۔ گویا یہ اس جاہل سے براءت کا اظہار ہے جس نے جاہلانہ رویہ اختیار کیا۔

اللہ کے نیک بندوں کی شان اور علامت یہ بھی ہے کہ ان کی راتیں اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے گزر جاتی ہیں۔ یعنی ان نیک بندوں کا دن جیسے شرافت سے گزرتا ہے ان کی راتیں بھی شرافت کے ساتھ گزرتی ہیں۔ ان کا دن خیر اور بھلائی کے ساتھ گزرتا ہے اور ان کی رات بھی بھلائیوں اور خیر کے ساتھ گزرتی ہیں۔ سورۃ الذاریات کی آیت نمبر ۱۷ اور ۱۸ میں ان نیک بندوں کے اوصاف یوں بیان کئے گئے كَانُوۡا قَلِيۡلًا مِّنَ الَّيۡلِ مَا يَهۡجَعُوۡنَ ۝ وَبِالۡاَسۡحَارِ هُمۡ يَسۡتَغۡفِرُوۡنَ رات کے تھوڑے سے حصے میں وہ سوتے تھے O اور اوقاتِ سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے۔ سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۱۶ میں کہا گیا تَتَجَافٰى جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ

اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۹ میں ایسے نیک بندوں کی یہ صفت بیان کی گئی اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ پھر تو وہ دوزخیوں میں ہوگا (بھلا مشرک اچھا ہے) یا وہ جو رات کے وقتوں میں زمین پر پیشانی رکھ کر اور کھڑے ہو کر عبادت کرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس نے عشا کی نماز کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لی گویا اس نے اللہ کے لئے رات بھر سجدہ اور قیام میں گزاری۔

نیک بندوں کی شان اور علامت یہ بھی ہے کہ وہ دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے رہتے ہیں اور یوں دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم سے دوزخ کے عذاب کو ہٹائے رکھئے، کیونکہ اس کا عذاب بالکل تباہ کرنے والا ہے۔ اللہ کا عذاب ایسا ہوتا ہے کہ وہ پوری طرح ہوتا ہے اور اس عذاب سے چھٹکارے کا کوئی راستہ باقی نہیں رہتا۔ اس عذاب سے مراد کافروں کا عذاب ہے۔ دوزخ کے بارے میں یہ بات بتلائی گئی کہ بلاشبہ دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۸۱﴾ وہ اعتدال کے ساتھ خرچ کرتے ہیں ﴿الفرقان ۶۷ تا ۷۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ کہ اِذَآ اَنْفَقُوْا جب وہ خرچ کرتے ہیں لَمْ يُسْرِفُوْا وہ بے جا خرچ نہیں کرتے وَلَمْ يَقْتُرُوْا اور نہ وہ تنگی کرتے ہیں وَكَانَ اور ہوتا ہے بَيْنَ درمیان ذٰلِكَ اس کے قَوَامًا معتدل گزران وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو لَا يَدْعُوْنَ وہ نہیں پکارتے مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ اِلٰهًا اٰخَرَ کوئی دوسرا معبود وَلَا يَقْتُلُوْنَ اور وہ قتل نہیں کرتے النَّفْسَ اس جان کو الَّتِيْ جسے حَرَّمَ اللّٰهُ اللہ نے حرام کیا ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ وَلَا يَزْنُوْنَ اور وہ زنا نہیں کرتے وَمَنْ اور جو کوئی يَّفْعَلْ کرے گا ذٰلِكَ یہ يَلْقَ وہ ملے گا اَثَامًا گناہ کو يُّضٰعَفْ دوگنا کیا جائے گا لَهُ اس کے لیے الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عذاب قیامت

کے دن وَيَخْلُدْ اور وہ ہمیشہ رہے گا فِيْهٖ اس میں مُهَانًا ذلیل ہو کر اِلَّا مَنْ مگر جس نے تَابَ توبہ کی وَاٰمَنَ اور وہ ایمان لایا وَعَمِلَ اور اس نے عمل کیا عَمَلًا صَالِحًا صالح عمل فَاُولٰٓئِكَ تو یہ لوگ ہیں يُبَدِّلُ بدل دے گا اللّٰهُ اللہ سَيِّاٰتِهِمْ ان کی برائیوں کو حَسَنٰتٍ اچھائیوں سے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ غَفُوْرًا بہت بخشنے والا رَّحِيْمًا نہایت رحم کرنے والا

ترجمہ: ۔اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کیساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم O اور وہ جو اللہ کیساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے اور جن جاندار کا مارڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اُس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق پر (یعنی حکمِ شریعت کے مطابق) اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہو گا O قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہو گا اور ذلت اور خواری سے اس میں ہمیشہ رہے گا O مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح: ۔ان چار آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں

۲۔بلکہ اعتدال کے ساتھ خرچ کرتے ہیں نہ ضرورت سے زیادہ اور نہ ہی کم

۳۔وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے

۴۔جس جاندار کا مارڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریقہ پر

۵۔وہ بدکاری نہیں کرتے ۶۔جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہو گا

۷۔قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہو گا ۸۔ذلت ورسوائی کے ساتھ اس عذاب میں ہمیشہ رہے گا۔

۹۔مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں میں بدل دے گا

۱۰۔اللہ تعالیٰ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ کے نیک بندوں کی علامت اور شان یہ ہوتی ہے کہ وہ محنت سے کمایا ہوا اپنا مال جو اللہ نے انہیں اپنے فضل و کرم سے عطا کیا ہے اعتدال اور احتیاط سے خرچ کرتے ہیں۔اس مال کے خرچ کرنے میں افراط و تفریط کا شکار نہیں ہوتے۔یہی بات یہاں بتلائی گئی ہے کہ اللہ کے نیک بندے ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ لوگ خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس کے درمیان اعتدال والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اسراف اور بخل دونوں باتوں سے روکا ہے۔اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پسند نہیں کہ آدمی مال کے خرچ کرنے میں اسراف اور فضول خرچی کرے اور یہ بھی پسند نہیں کہ بالکل ہی کنجوس اور بخیل بن جائے۔اللہ تعالیٰ کو

یہ پسند ہے کہ ہر معاملہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے۔ سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۴۱ میں کہا گیا كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ان سب کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو اور حد سے مت گزرو یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۳۱ میں کہا گیا وَّ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۲۴ میں کہا گیا الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ جو خود بھی بخل کریں اور دوسروں کو بھی بخل کی تعلیم دیں سن لو! جو بھی منہ پھیرے پس اللہ بے نیاز اور حمد و ثنا کا سزاوار ہے۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ بخل کرنا دراصل اللہ تعالیٰ سے منہ پھیر لینا ہے۔ سورۃ محمد کی آیت نمبر ۳۸ میں کہا گیا هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ خبردار! تم وہ لوگ ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلائے جاتے ہو تو تم میں سے بعض بخیلی کرنے لگتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے وہ تو دراصل اپنی جان سے بخل کرتا ہے۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۰ میں کہا گیا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّھُمْ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لئے بہتر خیال نہ کریں بلکہ یہ بخیلی ان کے لئے نہایت بدتر ہے۔

اللہ کے نیک بندوں کی شان اور علامت یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی پرستش نہیں کرتے وہ شرک سے بالکل دور رہتے ہیں اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید کی متعدد آیات ایسی ہیں جن میں ان لوگوں کی سرزنش کی گئی ہے جو ایک اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔ سورۃ انعام کی آیت نمبر ۷۱ میں کہا گیا قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیز کو پکاریں کہ وہ نہ ہم کو نفع پہنچائے اور نہ ہم کو نقصان پہنچائے؟ اللہ کے نیک بندوں کی شان اور علامت یہ بھی ہے کہ وہ کسی کو ناحق قتل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے جن جانداروں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے ان کو وہ قتل نہیں کرتے۔ قتل بہت بڑا بھاری جرم ہے۔ سورۃ نساء کی آیت نمبر ۹۳ میں کہا گیا وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْھَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ کے نیک بندوں کی شان اور علامت یہ ہے کہ وہ زنا جیسا خبیث عمل نہیں کرتے۔ زنا وہ بدترین عمل ہے

جس کے قریب جانے سے بھی روک دیا گیا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۳۲ میں کہا گیا وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَّسَآءَ سَبِيْلًا خبردار! زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔ یہاں زنا کے بارے میں صاف طور پر کہہ دیا گیا کہ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا O يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا جو شخص یہ کام کرے گا یعنی زنا جیسا بدترین عمل کرے گا وہ سخت گناہ میں مبتلا ہوگا قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہوگا اور اس عذاب میں ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس عذاب سے بچائے رکھنے کیلئے راستے بھی کھلے رکھے ہیں کہ جس نے زنا جیسا بدترین عمل کرلیا تو اس کو چاہیئے کہ وہ فوراً توبہ کرے اور نیک اعمال کی جانب متوجہ ہوجائے۔ ان نیک اعمال کے کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل فرمادیں گے اور اللہ تعالیٰ کی شان ہی یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو معاف بھی کرتے ہیں اور ان پر رحم بھی فرماتے ہیں۔ توبہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ برا عمل کرے اور پھر توبہ کرے اور اس توبہ کے بعد پھر سے برا عمل کرے اور یہ سلسلہ جاری رکھے بلکہ توبہ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کئے ہوئے گناہوں پر شرمندہ ہو اور وہ برے عمل چھوڑ دے اور نیک اعمال میں لگ جائے۔ اگر صدقِ دل کے ساتھ بندہ برے عمل کو چھوڑ دے گا اور برائیوں کے بجائے نیکیوں میں لگ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل فرمادیں گے اور اس کو معاف فرمادیں گے اور اس پر رحم و کرم بھی فرمائیں گے۔

﴿درس نمبر ۱۴۸۲﴾ بیویوں اور بچوں کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک ﴿الفرقان ۷۱۔تا۔۷۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا O وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا O وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا O وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمَنْ اور جو کوئی تَابَ توبہ کرے وَعَمِلَ صَالِحًا اور نیک عمل کرے فَاِنَّهٗ تو بلاشبہ وہ يَتُوْبُ رجوع کرتا ہے اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف مَتَابًا رجوع کرنا وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ کہ لَا يَشْهَدُوْنَ وہ شہادت نہیں دیتے الزُّوْرَ جھوٹی وَاِذَا اور جب مَرُّوْا وہ گزرتے ہیں بِاللَّغْوِ لغو کاموں کے پاس سے مَرُّوْا گزر جاتے ہیں كِرَامًا عزت ووقار سے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ کہ اِذَا ذُكِّرُوْا جب وہ نصیحت کیے جاتے ہیں

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی آیتوں کے ساتھ لَمْ يَخِرُّوْا وہ نہیں گر پڑتے عَلَيْهَا اُن پر صُمًّا وَّعُمْيَانًا بہرے اور اندھے ہوکر وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں رَبَّنَا اے ہمارے رب! هَبْ لَنَا ہمیں عطا کر مِنْ اَزْوَاجِنَا ہماری بیویوں کی طرف سے وَذُرِّيّٰتِنَا اور ہماری اولاد قُرَّةَ اَعْيُنٍ آنکھوں کی ٹھنڈک وَّاجْعَلْنَا اور بنا ہمیں لِلْمُتَّقِيْنَ متقیوں کا اِمَامًا امام

ترجمہ:۔ اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو بیشک وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے O اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب ان کو بیہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو بزرگانہ انداز سے گزرتے ہیں O اور وہ کہ جب ان کو رب کی باتیں سمجھائی جاتی ہیں تو ان پر اندھے اور بہرے ہوکر نہیں گرتے (بلکہ غور سے سنتے ہیں) O اور وہ جو (اللہ سے) دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو بیشک وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے

۲۔ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے

۳۔ جب ان کو بیہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو بزرگانہ انداز سے گزرتے ہیں

۴۔ جب ان کو رب کی باتیں سمجھائی جاتی ہیں تو ان پر اندھے اور بہرے ہوکر نہیں گرتے

۵۔ جو دعاء مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے دل کا چین اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

٦۔ ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا

اللہ تعالیٰ کو وہ بندے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں جو گناہوں کے سرزد ہو جانے پر اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں اور اس سے گڑگڑا کر توبہ کرتے ہیں اور نیک کاموں میں لگ جاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کا شمار نیک بندوں میں ہوتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ بندہ توبہ کرنے کے بعد گناہوں کا سلسلہ جاری نہ رکھے بلکہ نیک اعمال کرنے لگ جائے۔ قرآنِ مجید میں توبہ کرنے کے بعد نیک اعمال کا ذکر متعدد بار کیا گیا ہے۔ سورۂ مریم کی آیت نمبر ٦٠ میں کہا گیا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا البتہ جن لوگوں نے توبہ کرلی اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کئے تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۸۲ میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں اور نیک اعمال اختیار کرنے والوں کی مغفرت کا اعلان کیا وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صٰلِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى اور میں ایسے

لوگوں کیلئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور نیک اعمال کریں پھر راہ پر قائم رہیں۔ سورۃ قصص کی آیت نمبر ۶۷ میں کہا گیا کہ ایسے لوگوں سے کامیابی کی امید ہے جو توبہ کرتے ہیں اور ایمان لے آتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ البتہ جو شخص توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرے تو ایسے لوگ امید ہے کہ فلاح پانے والوں میں سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقی معنی میں رجوع کرنے والے تو وہی لوگ ہوتے ہیں جو اپنے گناہوں پر توبہ کرتے ہیں اور اپنی اصلاح کرلیتے ہیں اور نیکی کی جانب اپنا قدم بڑھاتے ہیں۔

اللہ کے نیک بندوں کی شان اور علامت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ مفسرین نے اس کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ اللہ کے نیک بندے جھوٹ کے کاموں میں حاضر نہیں ہوتے۔ جھوٹ کے کاموں سے وہ تمام کام مراد ہیں جو شریعت کے خلاف ہوں، جس طرح گناہ کا کام کرنا منع ہے اسی طرح جن مواقع میں گناہ ہوجاتا ہے ان مواقع میں جانا بھی منع ہے۔ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ مشرکین کی عبادت گاہوں میں، ان کے تہواروں میں اور ان کے میلوں میں بھی جانا منع ہے اور ایسی مجلسوں میں بھی جانا مراد ہے جہاں گانا بجانا، ناچنا اور رقص کرنا ہوتا ہے۔

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن نماز فجر سے فارغ ہوکر رسولِ رحمت ﷺ کھڑے ہوگئے اور تین بار فرمایا کہ جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر ہے پھر رسولِ رحمت ﷺ نے سورۃ الحج کی یہ آیت پڑھی فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ تم ناپاکی سے یعنی بتوں سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو اس حال میں کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہو اس کے ساتھ شرک کرنے والے نہ ہو۔

اللہ کے نیک بندوں کی شان اور علامت یہ ہے کہ وہ بے ہودہ کاموں کے پاس سے گزرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ یہ نیک بندے برائی کی مجلسوں میں شریک ہونا تو دور کی بات کبھی لغو اور بیہودہ مجلسوں پر اتفاق سے ان کا گزر ہوجائے تو وہاں سے شرافت سے گزر جاتے ہیں، ان مجلسوں میں ہرگز شریک نہیں ہوتے، بھلا اور نیک آدمی کبھی بیہودہ مناظر دیکھتے کھڑا نہیں رہ جاتا بلکہ وہاں سے وہ شرافت کے ساتھ گزر جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شان اور علامت یہ ہے کہ جب ان کے سامنے رب ذوالجلال کی آیتوں کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے اور ان کے تقاضے پورے کرنے کے لئے کہا جاتا ہے تو ان پر گونگے بہرے ہوکر نہیں گر پڑتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیک بندے ان آیتوں پر اچھی طرح متوجہ ہوتے ہیں۔ ان کے سمجھنے اور تقاضے جاننے کیلئے وہ اپنی سماعت اور بصارت کا استعمال کرتے ہیں۔ ویسا طرز استعمال نہیں کرتے کہ ان آیتوں کو سنا ہی نہیں اور دیکھا ہی نہیں۔ اس میں اشارہ ہے اس بات کا کہ قرآنِ مجید کی آیتوں کے معنی اور مطلب کو سہی سمجھا

جائے اوران آیتوں کے تقاضوں پر پوری طرح عمل کیا جائے۔

اللہ کے نیک بندوں کی شان اور علامت یہ بھی ہے کہ یہ اپنے پروردگار سے اپنی بیویوں اور بچوں سے متعلق یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ یعنی بیویوں اور بچوں کو ہماری ٹھنڈک بنادے۔ یعنی بیویاں اور بچے چین اور سکھ سے رہیں اور آرام وراحت سے جئیں اور وہ فرمانبردار بھی ہوں اور نیک بھی ہوں اور دیندار بھی ہوں، اس طرح کہ انہیں دیکھ کر دل خوش ہوتا ہو اور آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہو اور ہمیں متقیوں کا امام بھی بنادے۔ یعنی ہم کو متقیوں کا سردار اور سربراہ بنادے کہ ہم بھی متقی ہوں اور ہمارے ماتحت بھی متقی ہوں۔

صبر کے بدلے اونچے اونچے محل

﴿درس نمبر ۱۴۸۳:﴾ ﴿الفرقان ۲۵:۷۵۔۷۶۔۷۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أُولَٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ أُولَٰٓئِكَ یہ لوگ يُجْزَوْنَ وہ جزا دیئے جائیں گے الْغُرْفَةَ بالاخانے بِمَا بوجہ اس کے کہ صَبَرُوْا انہوں نے صبر کیا وَيُلَقَّوْنَ اور وہ استقبال کیے جائیں گے فِيْهَا اس میں تَحِيَّةً دعا وَّسَلٰمًا اور سلام کے ساتھ خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيْهَا ان میں حَسُنَتْ اچھی ہے وہ مُسْتَقَرًّا قرارگاہ وَّمُقَامًا اور قیام گاہ قُلْ آپ کہہ دیجئے مَا يَعْبَؤُا نہ پرواہ کرتا بِكُمْ تمہاری رَبِّيْ میرا رب لَوْلَا اگر نہ ہوتا دُعَآؤُكُمْ تمہارا دعا کرنا فَقَدْ پھر تحقیق كَذَّبْتُمْ تم نے جھٹلایا فَسَوْفَ لہٰذا عنقریب يَكُوْنُ لِزَامًا ہوگی لازمی۔

ترجمہ:۔ ان (صفات کے) لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے اونچے اونچے محل دیئے جائیں گے اور وہاں فرشتے ان سے دعا وسلام کیساتھ ملاقات کریں گے ۝ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت ہی عمدہ جگہ ہے ۝ کہہ دو کہ اگر تم (اللہ کو) نہیں پکارتے تو میرا رب بھی تمہاری کچھ پرواہ نہیں کرتا تم نے تکذیب کی ہے سو اس کی سزا (تمہارے لئے) لازم ہوگی۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان صفات کے حامل لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے اونچے اونچے محل دیئے جائیں گے

۲۔ وہاں فرشتے ان سے دعا وسلام کے ساتھ ملاقات کریں گے

۳۔اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ۴۔وہ جنت ٹھہرنے اور رہنے کی بہت ہی عمدہ جگہ ہے
۵۔ کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو نہیں پکارتے تو میرا رب بھی تمہاری کچھ پرواہ نہیں کرتا
۶۔تو تم نے جھٹلایا ہے بس اس کی سزا تمہارے لئے لازم ہوگی

سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۶۳ سے آیت نمبر ۷۴ تک اللہ کے نیک بندوں کے بارہ اوصاف بیان کئے گئے جن کی تفصیل ہم نے اب تک بیان کی۔ یہاں ان تمام اوصاف کے حامل نیک بخت لوگوں کا نیک انجام بتلایا جارہا ہے کہ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا جنہیں ثابت قدم رہنے کی وجہ سے بالاخانے ملیں گے اور اس میں ان سے فرشتے دعا اور سلام کے ساتھ ملاقات بھی کریں گے اور وہ نیک بخت لوگ ان بالاخانوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ان بالاخانوں کا تذکرہ جو نیک بخت لوگوں کو دیا جائے گا سورۃ سبا کی آیت نمبر ۳۷ میں بھی کیا گیا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ اور وہ نڈر اور بے خوف ہو کر بالاخانوں میں رہیں گے۔سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۲۰ میں اپنے رب سے ڈر کر زندگی بسر کرنے والے متقیوں کے بارے میں جو بالاخانے دیئے جائیں گے ان بالاخانوں کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ہاں! وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے بالاخانے ہیں جن کے اوپر بھی بنے بالاخانے ہیں اور ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔سورۃ العنکبوت کی آیت نمبر ۵۸ میں ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کے لئے جو بالاخانے دیئے جائیں گے ان کی کیفیت یوں بیان کی گئی وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انہیں ہم یقیناً جنت کے ان بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے نیک کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے؟

اللہ کے نیک بندوں کو جہاں بالاخانوں میں آرام سے رکھا جائے گا اور ان کا اعزاز و اکرام کیا جائے گا وہیں جنت میں مقررہ فرشتے ان نیک بندوں کے حق میں اس بات کی دعا کریں گے کہ ان کو بقاء نصیب ہو اور فرشتے انہیں سلام بھی کریں گے اور جب یہ نیک بندے جنت میں داخل ہوں گے تو فرشتے یوں کہیں گے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (الزمر ۷۳:) تم پر سلام ہو خوش عیش رہو اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔

اللہ کے یہ نیک بندے جنت کے ان بالاخانوں میں چند برسوں کے لئے داخل نہیں کئے جائیں گے بلکہ ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے داخل کر دیا جائے گا اور یہ بشارت انہیں دی جائے گی خٰلِدِيْنَ فِيْهَا کہ وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔قرآنِ مجید میں جہاں جنتیوں کی جنت میں ٹھکانہ کی بات کہی گئی اکثر و بیشتر یہی بات کہی گئی کہ وہ جنتی اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵ میں کہا گیا وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور وہ اس جنت میں

ہمیشہ رہیں گے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵ میں ہے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۳ میں بھی ہے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اسی طرح سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۸۵،سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۴۲،سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۲۲ اور آیت نمبر ۲۷،سورۂ یونس کی آیت نمبر ۲۶،سورۂ ہود کی آیت نمبر ۲۳،سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۲۳،سورۃ النحل کی آیت نمبر ۲۹ وغیرہ میں بھی جنتیوں کے جنت میں ہمیشہ رہنے کی بات کہی گئی ہے۔اس کے علاوہ بھی بیسیوں آیتیں ایسی ہیں جن میں یہ بشارت دی گئی ہے۔

جس جنت کو رب ذوالجلال نے اپنی قدرت وطاقت سے عالی شان بنایا ہے اس کے بہترین ٹھکانہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔یہاں حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا کہا گیا کہ جس جنت میں جنتی رہیں گے وہ بہت ہی اچھی جگہ ہے ٹھہرنے اور رہنے کیلئے۔سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۳۱ میں وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا کہا گیا کہ جنت کس قدر عمدہ آرام گاہ ہے؟

سورۂ فرقان کی اس آخری آیت میں یہ بات کہی جارہی ہے کہ پیغمبر! آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارتے تو یہ بات یادرکھو کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہاری کوئی پرواہ نہیں کرے گا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ تم جو اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہو اور اس کی عبادت کرتے ہو اس کی وجہ سے اللہ کے ہاں تمہاری قدروقیمت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شکور ہے یعنی قدرداں ہے تمہاری عبادتوں کی وہ قدردانی کرتا ہے اور اس کی جزا عطا کرتا ہے۔اگر تم اللہ کو نہ پکارتے اور عبادت نہ کرتے تو اللہ کے پاس تمہاری کوئی قدروقیمت نہ ہوتی۔

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ

یہ سورت ۱۱ رکوع اور ۲۲۷ آیات پر مشتمل ہے۔

یہ کتابِ روشن کی آیتیں ہیں

﴿درس نمبر ۱۴۸۴﴾ ﴿الشعراء ۱۔۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ طٰسٓمّٓ طٰسٓمٓ تِلْكَ اٰيٰتُ یہ آیتیں ہیں الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ واضح کتاب کی لَعَلَّكَ شاید کہ آپ بَاخِعٌ ہلاک کر ڈالیں نَّفْسَكَ اپنے آپ کو اَلَّا اس لیے کہ نہیں يَكُوْنُوْا ہوتے وہ مُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے اِنْ نَّشَاْ اگر ہم چاہیں نُنَزِّلْ نازل کر دیں عَلَيْهِمْ ان پر مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے اٰيَةً کوئی نشانی فَظَلَّتْ پھر ہو جائیں اَعْنَاقُهُمْ ان کی گردنیں لَهَا ان کے لیے خٰضِعِيْنَ جھکنے والیاں

ترجمہ:۔ طٰسٓمٓ ○ یہ کتابِ روشن کی آیتیں ہیں ○ (اے پیغمبر!) شاید تم اس (رنج) سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے ○ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی اتار دیں پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ طٰسٓمٓ۔ یہ کتابِ روشن کی آیتیں ہیں۔

۲۔ اے پیغمبر! شاید تم اس رنج سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے

۳۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی اتار دیں

۴۔ پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں

اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین محمد عربی ﷺ کو نبی اور رسول بنا کر اس دنیا میں بھیجا۔ آپ ﷺ نے مکہ والوں کے سامنے توحید و رسالت کا پیغام پیش کیا، مگر مکہ والوں نے آپ ﷺ کو جھٹلا دیا۔ رسولِ رحمت ﷺ کے دل میں اس بات کی حرص تھی کہ مکہ کے یہ لوگ ایمان لے آئیں، مگر جب مکہ والوں نے صاف طور پر انکار کر دیا اور آپ ﷺ کو جھٹلا دیا تو یہ بات آپ ﷺ کو شاق گزری اور آپ ﷺ کو بے انتہا تکلیف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشعراء کی یہ ابتدائی آیتیں نازل فرمائیں کہ طٰسٓمّٓ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا

مُؤْمِنِيْنَ یہ واضح کتاب کی آیتیں ہیں۔ پیغمبر! کیا ایسا ہونے کو ہے کہ آپ اپنی جان کو اس وجہ سے ہلاک کر دیں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ پیغمبر! اگر ہم چاہیں تو ان مکہ والوں پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کر دیں، پھر اس بڑی نشانی کی وجہ سے ان مکہ والوں کی گردنیں جھک جائیں۔ سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۶ میں بھی یہ بات رسولِ رحمت ﷺ سے کہی گئی فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اس رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے؟

سورۃ الشعراء کی دوسری آیت میں یہ حقیقت بتلائی گئی کہ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ کہ یہ کتابِ مبین کی آیتیں ہیں یعنی قرآنِ مجید کی یہ آیتیں صاف صاف کھلی کھلی اور واضح ہیں جو حق اور باطل کو واضح انداز میں پیش کرتی ہیں اور ہدایت اور گمراہی کے درمیان فرق کو کھول کھول کر بیان کرتی ہیں۔ سورۃ الطلاق کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی بتلایا گیا کہ قرآنِ مجید کی یہ آیتیں صاف صاف احکام پر مبنی ہیں رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ رسول جو تمہیں اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں وہ تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئیں۔ معلوم یہ ہوا کہ اللہ کی یہ واضح اور صاف صاف آیتیں اس لئے نازل کی جاتی ہیں تاکہ انسانوں کو باطل کی اندھیریوں سے نکال کر حق کی روشنی کی طرف لے آئیں۔

اللہ تعالیٰ چاہیں تو بڑی سے بڑی نشانی اور بڑے سے بڑا معجزہ بتلادیں جس کا تصور بھی یہ مشرکین نہ کرسکیں، اگر وہ بڑی نشانی ظاہر کر دی جائے تو مکہ کے یہ مشرکین اس نشانی کی وجہ سے جھک جائیں۔ اللہ تعالیٰ تو قادرِ مطلق اور مختارِ کل ہے وہ ہر چیز پر قدرت و طاقت رکھتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتے کہ ان پر زبردستی کی جائے اور زبردستی کرتے ہوئے ان کو دین کی طرف لے آئیں بلکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ان کو اختیار دیا جائے، اس لئے کہ یہ دنیا امتحان گاہ ہے اور امتحان گاہ میں اختیار ہوتا ہے۔ امتحان میں زبردستی درست جواب لکھوایا نہیں جاتا بلکہ درست جواب لکھنے کا اختیار دیا جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو روئے زمین کے سارے کے سارے لوگ دینِ اسلام میں داخل ہوجائیں اور ایمان قبول کرلیں جیسا کہ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۹۹ میں کہا گیا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ اور اگر تمہارا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہوجائیں؟ اسی طرح سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۱۸ میں بھی یہ بات کہی گئی وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ قوموں کی جانب رسولوں کو بھیجتے ہیں ان پر کتابیں نازل کرتے ہیں تاکہ قوم کے افراد دلیل کی بنیاد پر ایمان قبول کریں۔

﴿درس نمبر ۱۴۸۵﴾ یہ اس نصیحت سے منہ پھیر لیتے ہیں ﴿الشعراء ۵-۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ○ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا اور نہیں يَأْتِيْهِمْ آتی ان کے پاس مِّنْ ذِكْرٍ کوئی نصیحت مِّنَ الرَّحْمٰنِ رحمن کی طرف سے مُحْدَثٍ نئی اِلَّا كَانُوْا مگر وہ ہوتے ہیں عَنْهُ اس سے مُعْرِضِيْنَ اعراض کرنے والے فَقَدْ چنانچہ تحقیق كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا فَسَيَاْتِيْهِمْ لہٰذا عنقریب ان کے پاس آئیں گی اَنْۢبٰٓؤُا خبریں مَا كَانُوْا کہ تھے وہ بِهٖ اس کے ساتھ يَسْتَهْزِءُوْنَ استہزاء کرتے

ترجمہ:۔ اوران کے پاس (اللہ) الرحمن کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی مگر یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں یہ تو جھٹلا چکے اب ان کو اس چیز کی حقیقت معلوم ہوگی جس کی ہنسی اڑاتے تھے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان کے پاس ربّ رحمان کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی

۲۔ مگر یہ اس نصیحت سے منہ پھیر لیتے ہیں ۳۔ یہ تو جھٹلا چکے

۴۔ اب ان کو اس چیز کی حقیقت معلوم ہوگی جس کی ہنسی اڑاتے تھے

حق بات سے منہ موڑنے والوں اور جھٹلانے والوں کے بارے میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ جب بھی رب ذوالجلال کی طرف سے کوئی نصیحت آتی ہے تو قبول کرنے کے بجائے یہ لوگ اس حق بات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ حق بات سے منہ موڑنے والا جرم وہ جرم ہے جس کا ذکر قرآنِ مجید کی دوسری متعدد آیات میں بھی آیا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۲۳ میں کہا گیا کہ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ پھر بھی ایک جماعت ان کی منہ پھیر کر لوٹ جاتی ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۴ میں کہا گیا وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ اور ان کے پاس کوئی نشانی بھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر وہ اس سے اعراض ہی کرتے ہیں۔ سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۲۳ میں کہا گیا وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی دیکھتا تو ان کو سننے کی توفیق دے دیتا اور اگر ان کو اب سنا دے تو ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے حکموں سے منہ موڑنا جس کو قرآنِ مجید میں اعراض کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے بہت بڑا جرم

ہے اور ایسی روگردانی کرنے والوں کے لئے سخت سزا ہے اور ان کے لئے وعیدیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۱۰۵ میں کہا گیا کہ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ آسمانوں اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن سے یہ منہ موڑے گزر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں اس لئے اتارتے ہیں تا کہ ان نشانیوں کو دیکھ کر سبق حاصل کریں اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں، مگر بہت سی قوموں نے ان نشانیوں سے سبق حاصل نہیں کیا بلکہ ان سے منہ موڑ لیا۔ سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۸۱ میں کہا گیا وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں بھی عطا فرمائیں لیکن وہ ان نشانیوں سے منہ موڑتے ہی رہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۸۳ میں انسان کے اس طرح منہ موڑنے کے بارے میں یوں منظر کشی کی گئی وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا اور انسان پر جب ہم اپنا انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہوجاتا ہے۔ سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۵۷ میں منہ موڑنے والے کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا گیا وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے وہ پھر بھی منہ موڑے رہے اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھا ہے اسے بھول جائے؟ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۰۰ میں یہ وعید بیان کی گئی مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا اس سے جو منہ پھیرلے گا وہ یقیناً قیامت کے دن اپنا بھاری بوجھ لادے ہوئے ہوگا اور آیت نمبر ۱۲۴ میں کہا گیا وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

اس کے بعد یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ انہوں نے جھٹلادیا، پس عنقریب آجائیں گی ان کے پاس اس چیز کی خبریں جس کے ساتھ وہ استہزار کیا کرتے تھے۔ یعنی ان لوگوں نے جن چیزوں کو جھٹلا دیا ہے اس جھٹلانے پر عذاب آنے کی جو خبریں دی گئی تھیں ان کا ظہور ہوجائے گا۔ جو کچھ حق بات ان کے سامنے آئی اس کو ان مشرکوں نے بڑی آسانی سے جھٹلا دیا اور اس حق بات کا مذاق اڑانے میں جلدی مچائی، انہیں اس کا انجام عنقریب معلوم ہوجائے گا۔ سورۂ ص کی آیت نمبر ۸۸ میں بھی یہی مضمون یوں بیان کیا گیا : وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ اور تم کو اس کا حال ایک وقت کے بعد معلوم ہوجائے گا۔ سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۳۰ میں کہا گیا يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ بندوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آتا مگر وہ اس سے تمسخر کرتے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۴۸۶﴾ **ہر قسم کی کتنی چیزیں ہم نے اگائی ہیں؟** ﴿الشعراء ۷۔۸۔۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الْاَرْضِ کَمْ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَوَلَمْ کیانہیں یَرَوْا انہوں نے دیکھا اِلَی الْاَرْضِ زمین کی طرف کَمْ کتنی اَنْۢبَتْنَا ہم نے اُگائیں فِیْهَا اس میں مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ہر قسم کی عمدہ چیزیں اِنَّ بے شک فِیْ ذٰلِكَ اس میں لَاٰیَةً البتہ نشانی ہے وَمَا كَانَ اورنہیں ہیں اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر مُّؤْمِنِیْنَ ایمان لانے والے وَاِنَّ اور بلاشبہ رَبَّكَ آپ کا رب لَهُوَ البتہ وہ ہے الْعَزِیْزُ نہایت غالب الرَّحِیْمُ بہت رحم کرنے والا

ترجمہ:۔ کیاانہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کی کتنی چیزیں اگائی ہیں ۝ کچھ شک نہیں کہ اس میں (قدرتِ الٰہی کی) نشانی ہے مگر یہ اکثر ایمان والے نہیں ہیں ۝ اور تمہارا رب غالب (اور) مہربان ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیاانہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کی کتنی چیزیں اگائی ہیں؟

۲۔ کچھ شک نہیں کہ اس میں قدرتِ الٰہی کی نشانی ہے

۳۔ مگر ان میں کے اکثر ایمان والے نہیں ہیں ۴۔ تمہارا رب غالب اور مہربان ہے

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے عجائبات کی جانب اپنے بندوں کو متوجہ کررہے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر انسان رب ذوالجلال کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو غور سے دیکھے گا تو وہ ان عجیب وغریب مخلوقات کو دیکھ کر اس رب ذوالجلال کی قدرت وطاقت کا اندازہ لگاسکے گا، اس لئے قرآنِ مجید میں اَوَلَمْ یَرَوْا فِی الْاَرْضِ یا اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ کے یہ جملے آپ کو متعدد بار ملیں گے جن کے ذریعہ غافل بندوں کو اس جانب متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ روئے زمین پر چلتے پھرتے قدرت کے ان مناظر پر غور کریں اور اس نتیجہ پر پہنچیں کہ زمین وآسمان کے خالق و مالک نے کیا کیا پیدا کیا ہے؟ اور اس رب ذوالجلال پر ایمان لے آئیں اور اس کی عبادت کریں۔

جس طرح یہاں اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الْاَرْضِ کہہ کر نباتات پر غور وفکر کرنے کی جانب توجہ دلائی گئی سورۃ النحل کی آیت نمبر ۴۸ میں کہا گیا اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ کے ذریعہ کہا گیا کہ کیاانہوں نے اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا کہ اس کے سایہ دائیں بائیں جھک جھک کر اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں اور عاجزی کا اظہار کرتے

ہیں۔سورۃ النحل کی آیت نمبر ۷۹ میں اللہ تعالیٰ نے فضاؤں میں اڑنے والے پرندوں کی جانب انسانیت کو متوجہ کیا اور کہا کہ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ کیاان لوگوں نے پرندوں کونہیں دیکھا کہ آسمان کی ہوا میں گھرے ہوئے (اُڑتے رہتے) ہیں اُن کو اللہ ہی تھامے رکھتا ہے، ایمان والوں کیلئے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔چونکہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نشانیوں پر غور وفکر نہیں کیا اوران سے اپنا منہ موڑ لیا اوران مشاہدات سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ کیا یہ لوگ زمین کو نہیں دیکھتے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بنایا ہے اوراس زمین میں ہر قسم کی نفع بخش چیزیں پیدا کی ہیں؟ یہ لہلہاتی کھیتیاں اور یہ سایہ دار درخت اور یہ اناج، پھل پھلاریاں اور ترکاریاں وغیرہ۔اگر انسان صرف زمین سے اگنے والی مختلف رنگتوں اور لذتوں سے بھر پور چیزوں پر غور کرے گا تو رب ذوالجلال کی قدرت وطاقت کو بہ آسانی سمجھ پائے گا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کے ذریعہ یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ ان نباتات میں دنیا جہاں کی چیزوں کو پیدا کرنے والے خالق و مالک کی قدرت وطاقت کے دلائل موجود ہیں ان سب دلائل کے باوجود حالت یہ ہے کہ ان میں کے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے بلکہ یہ لوگ نبیوں اور آسمانی کتابوں کو جھٹلاتے ہیں اور اللہ کے حکموں کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اللہ نے جن کاموں سے روکا ہے ان کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں۔جبکہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ زبردست بھی ہے اور رحمت والا بھی ہے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ پیغمبر! آپ کا رب ایسا قادر ہے کہ جس کام کا بھی ارادہ کرے تو وہ کر دیتا ہے۔اس کے ارادہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔وہ اپنے ہر ارادہ میں غالب ہے۔اس پر کوئی چیز غالب نہیں آسکتی۔اس رب ذوالجلال کی شان یہ ہے کہ غالب ہونے کے باوجود وہ اپنی مخلوق پر رحیم ہے رحم کرنے والا ہے اوراس کے رحیم ہونے کی شان یہ ہے کہ وہ نافرمانوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ انہیں مہلت دیتا ہے تاکہ بندہ اپنی سرکشی سے توبہ کرے۔

﴿درس نمبر ۱۴۸۷﴾ اے موسیٰ! ظالم لوگوں کے پاس جاؤ ﴿الشعراء ۱۰ تا ۱۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاِذْ اور جب نَادٰى رَبُّكَ آپ کے رب نے پکارا مُوْسٰٓى موسیٰ کو اَنِ ائْتِ یہ کہ تو جا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ظالم قوم کے پاس قَوْمَ فِرْعَوْنَ یعنی قوم فرعون کے پاس اَلَا يَتَّقُوْنَ کیا وہ نہیں ڈرتے
قَالَ اس نے کہا رَبِّ اے میرے رب! اِنِّيْٓ بے شک میں اَخَافُ ڈرتا ہوں اَنْ اس سے کہ يُّكَذِّبُوْنِ وہ مجھے جھٹلائیں گے وَيَضِيْقُ اور تنگ ہوتا ہے صَدْرِيْ میرا سینہ وَلَا يَنْطَلِقُ اور نہیں چلتی لِسَانِيْ میری زبان فَاَرْسِلْ لہٰذا تو بھیج اِلٰى هٰرُوْنَ ہارون کی طرف وَلَهُمْ اور ان کا عَلَيَّ میرے ذمے ذَنْۢبٌ ایک گناہ ہے فَاَخَافُ لہٰذا میں ڈرتا ہوں اَنْ يَّقْتُلُوْنِ کہ وہ مجھے قتل کریں گے

ترجمہ:۔ اور جب تمہارے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ ظالم لوگوں کے پاس جاؤO (یعنی) قوم فرعون کے پاس کیا یہ ڈرتے نہیں؟O انہوں نے کہا کہ الٰہی! میں ڈرتا ہوں کہ یہ مجھے جھوٹا سمجھیں O اور میرا دل تنگ ہوتا ہے اور میری زبان رکتی ہے تو ہارون کو حکم بھیج کہ میرے ساتھ چلیں O اور اُن لوگوں کا مجھ پر ایک گناہ (یعنی قبطی کے خون کا دعویٰ) بھی ہے سو مجھے خوف ہے کہ مجھے مار ہی ڈالیں۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب تمہارے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ ظالم لوگوں کے پاس جاؤ
۲۔ یعنی فرعون کی قوم کے پاس
۳۔ کیا یہ ڈرتے نہیں ہیں؟
۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ الٰہی! میں ڈرتا ہوں کہ یہ مجھے جھوٹا سمجھیں
۵۔ میرا دل تنگ ہے اور میری زبان رکتی ہے
۶۔ آپ ہارون کو حکم بھیجئے کہ وہ میرے ساتھ چلیں
۷۔ ان لوگوں کا مجھ پر ایک گناہ بھی ہے
۸۔ مجھے خوف ہے کہ مجھے مار ہی ڈالیں

اللہ تعالیٰ نے ظالم فرعون اور اس کی ظالم قوم کی جانب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ فرعون اور ظالم قوم کے پاس جاؤ اور انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تلقین کرو۔ قرآنِ مجید کی دیگر آیات میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی ظالم قوم کے پاس جانے اور انہیں دینِ حق کی دعوت دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۰۳ میں کہا گیا ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ ۢبَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ پھر اس کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا، ان لوگوں نے ان کا بالکل حق ادا نہ کیا، دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا؟ سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر ۵ میں کہا گیا :وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاؤ اور ان کو اللہ تعالیٰ کے معاملات یاد دلاؤ، بلاشبہ ان معاملات میں عبرتیں ہیں ہر صابر شاکر کے لئے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور ان کی ظالم قوم کے پاس جانے کا حکم دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پانچ باتیں کہیں۔ پہلی بات یہ کہی کہ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ کہ پروردگار! مجھے اس بات کا خوف ہے کہ وہ سب مجھے جھٹلا دیں گے اور دوسری بات یہ کہی کہ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ اور میرا سینہ تنگ ہونے لگتا ہے اور تیسری بات یہ کہی کہ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ میری زبان نہیں چلتی، اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی اور چوتھی بات یہ کہی کہ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ میرے بھائی ہارون کو بھی آپ رسول بنا دیجئے تا کہ فرعون سے بات کرتے ہوئے ہمت وطاقت بھی ان سے مل سکے۔ جب دو آدمی رہیں گے تو فطری طور پر ہمت کچھ اور بڑھ جاتی ہے اور پانچویں بات یہ کہی کہ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ مجھ پر ان لوگوں کا ایک جرم ہے، لہٰذا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مجھے وہ قتل کرڈالیں گے۔ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک قبطی کے قتل کا واقعہ پیش آیا تھا جبکہ وہ قبطی ایک اسرائیلی پر ظلم کر رہا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی پر ایک طمانچہ رسید کیا تھا جو اس کی موت کا سبب بن گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذہن میں وہ واقعہ موجود تھا کہ میں جب فرعون کے پاس جاؤں گا تو وہ میرے اس جرم کو بھی یاد رکھتے ہوئے میرے ساتھ سخت سلوک کریں گے۔

﴿درس نمبر ۱۴۸۸﴾ اے موسیٰ اور ہارون! تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ ﴿الشعراء ۱۵ تا ۱۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَاَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا كَلَّا ہرگز نہیں! فَاذْهَبَا چنانچہ تم دونوں جاؤ بِاٰيٰتِنَآ ہماری نشانیوں کے ساتھ اِنَّا یقیناً ہم مَعَكُمْ تمہارے ساتھ مُّسْتَمِعُوْنَ سننے والے ہیں فَاْتِيَا چنانچہ تم دونوں جاؤ فِرْعَوْنَ فرعون کے پاس فَقُوْلَآ پھر کہو اِنَّا بلاشبہ ہم رَسُوْلُ رسول ہیں رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کے اَنْ اَرْسِلْ یہ کہ تو بھیج دے مَعَنَا ہمارے ساتھ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کو قَالَ اس نے کہا اَلَمْ نُرَبِّكَ کیا ہم نے پرورش نہیں کی تھی تیری فِيْنَا اپنے ہاں وَلِيْدًا جب کہ تو بچہ تھا وَّلَبِثْتَ اور تو ٹھہرا رہا ہے فِيْنَا ہمارے ہاں مِنْ عُمُرِكَ اپنی عمر میں سے سِنِيْنَ کئی سال

ترجمہ:۔ فرمایا ہرگز نہیں تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں ۝ تو دونوں

فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تمام جہان کے مالک کے بھیجے ہوئے ہیں O (اور اس لئے آئے ہیں) کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دے O (فرعون نے موسیٰ سے) کہا کیا ہم نے تم کو کہ ابھی بچے تھے پرورش نہیں کیا اور تم نے برسوں ہمارے ہاں عمر بسر (نہیں) کی؟

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ فرمایا کہ ہر گز نہیں! تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ

۲۔ ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں ۳۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ

۴۔ کہو کہ ہم تمام جہاں کے مالک کے بھیجے ہوئے ہیں

۵۔ ہم اس لئے تیرے پاس آئے ہیں کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دے

۶۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کیا ہم نے تم کو جبکہ ابھی تم بچے تھے پرورش نہیں کی؟

۷۔ تم نے برسوں ہمارے ہاں عمر بسر نہیں کی؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کے مطابق حضرت ہارون علیہ السلام کو ان کا وزیر بنا دیا اور کہا کہ بات ہر گز ایسی نہیں ہے کہ وہ تم کو قتل کر دے گا جیسا کہ تم خیال کر رہے ہو ایسا خیال ہر گز مت کرو اور کسی بھی قسم کا خوف ہر گز مت کرو اس لئے کہ فرعون اور اس کی ظالم قوم تم کو ہر گز قتل نہیں کر سکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ تم دونوں ہماری نشانیوں اور معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ اور ایسا نہیں کہ میں تم دونوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دوں بلکہ میں تم دونوں کی مدد و نصرت کروں گا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۴۶ میں اس کی مزید وضاحت ہے کہ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى تم دونوں خوف مت کھاؤ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں میں سن بھی رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں۔ اے موسیٰ اور ہارون! تم دونوں میرے حفظ و امان میں ہو ہم وہ ساری باتیں سن رہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں اور تم دونوں کی اس دعوت کے جواب میں وہ سب کیا کہہ رہے ہیں اس کو سن بھی رہے ہیں اور وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں جو وہ تمہارے ساتھ سلوک کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جملہ کے ذریعہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے دلوں کو تقویت بخشی اور حوصلہ عطا فرمایا اور تم دونوں فرعون اور فرعونیوں سے یہ بات کہہ دو کہ ہم رب العالمین کی طرف سے بھیجے گئے ہیں اور ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ ہمارا مطالبہ اے فرعون! تجھ سے یہ ہے کہ جس قوم بنی اسرائیل کو تو نے اور تیری قوم نے غلام بنا رکھا ہے ان کو تو آزاد کر دے اور اس قوم کو ہمارے ساتھ بھیج دے تاکہ یہ مظلوم قوم اس وسیع و عریض زمین میں آزادی کے ساتھ اپنے حقیقی رب کی عبادت کر لے اور مقدس سرزمین فلسطین کی طرف یہ قوم لوٹ جائے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے یہ مطالبہ کیا تو فرعون نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون

علیہما السلام ان دونوں سے ڈانٹتے اور ڈراتے ہوئے اور مواخذہ کرتے ہوئے ایک بات یہ کہی کہ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا کیا ہم نے تجھے اپنے پاس رکھ کر اس وقت پالا نہیں تھا جب تو نومولود تھا؟ یعنی جس وقت صندوق سے تجھے نکالا گیا تھا تو ہم نے تجھے اپنے محل میں آرام وراحت کے ساتھ رکھا تھا اور تیرا بچپن ہماری نگرانی میں گزرا تھا۔

دوسری بات یہ کہی کہ وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ تو ہمارے پاس اپنی عمر کے برسہا برس رہا ہے۔اے موسیٰ! تو وہی ہے کہ ہم نے تیری پرورش کی ہمارے اپنے گھر میں رکھ کر اور ہم نے بنی اسرائیل کے دوسرے بچوں کی طرح تجھے قتل بھی نہیں کیا اور مدتوں ہم نے تجھ پر احسان کیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں تیس برس تک رہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مزید اور باتیں بھی کی ہیں جن کا ذکر اگلی آیتوں میں ہے جس کو آپ اگلے درس میں پڑھیں گے۔

﴿درس نمبر ۱۴۸۹﴾ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیغمبروں میں سے بنادیا ﴿الشعراء ۱۹۔۲۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ O قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ O فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ O وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَفَعَلْتَ اور تو کر گیا فَعْلَتَكَ اپنا کام الَّتِيْ فَعَلْتَ وہ جو تو کر گیا وَاَنْتَ اور تو مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ناشکروں میں سے ہے قَالَ اس نے کہا فَعَلْتُهَآ میں نے وہ کیا تھا اِذًا اس وقت وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ میں بھٹکے ہوئے لوگوں میں سے تھا فَفَرَرْتُ پھر میں بھاگ گیا مِنْكُمْ تم سے لَمَّا خِفْتُكُمْ جب میں تم سے ڈرا فَوَهَبَ پھر عطا کیا لِيْ رَبِّيْ مجھے میرے رب نے حُكْمًا حکم وَّجَعَلَنِيْ اور اس نے مجھے بنایا مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں میں سے وَتِلْكَ اور وہ نِعْمَةٌ احسان تَمُنُّهَا جس کا تو احسان جتلاتا ہے عَلَيَّ مجھ پر اَنْ عَبَّدْتَّ یہ کہ تو نے غلام بنا رکھا ہے بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کو

ترجمہ:۔ اور تم نے وہ کام کیا تھا جو کیا اور تم ناشکرے معلوم ہوتے ہو O (موسیٰ نے) کہا کہ (ہاں) وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہوئی تھی اور میں خطا کاروں میں تھا O جب مجھے تم سے ڈر لگا تو تم میں سے بھاگ گیا پھر اللہ نے مجھے نبوت وعلم بخشا اور مجھے پیغمبروں میں سے کیا O اور (کیا) یہی احسان ہے جو آپ مجھ پر رکھتے ہیں کہ آپ نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔تم نے وہ کام کیا تھا جو کیا ۲۔تم ناشکرے معلوم ہوتے ہو

۳۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہاں! وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہوگئی تھی

۴۔میں خطاکاروں میں تھا ۵۔جب مجھے تجھ سے ڈر لگا تو تم میں سے میں بھاگ گیا

۶۔پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت اور علم عطا کیا ۷۔مجھے پیغمبروں میں سے بنا دیا

۸۔یہی احسان ہے جو تم مجھ پر رکھتے ہو کہ تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس جملہ سے اس واقعہ کی یاد دہانی کرائی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سرزد ہوا تھا کہ ایک قبطی یعنی فرعون کی قوم کا ایک شخص ایک اسرائیلی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ایک شخص سے جھگڑ رہا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام ظاہری صورتحال کو دیکھ کر یہ سمجھ گئے کہ اس معاملہ میں قبطی اسرائیلی پر ظلم کر رہا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی پر طمانچہ رسید کیا اور اسی طمانچہ سے اس کا کام تمام ہو گیا۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۱۵ میں اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ اور وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے باشندے بے خبر ہو رہے تھے تو دیکھا کہ وہاں دو شخص لڑ رہے ہیں ایک تو موسیٰ کی قوم کا ہے اور دوسرا ان کے دشمنوں میں سے، تو جو شخص اُن کی قوم میں سے تھا اُس نے دوسرے شخص کے مقابلے میں جو موسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا موسیٰ سے مدد طلب کی تو اُنہوں نے اس کو مکا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا کہنے لگے کہ یہ کام تو (اغوائے) شیطان سے ہوا بیشک وہ (انسان کا) دشمن اور صریح بہکانے والا ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ تم نے وہ کام کیا جو تم نے کیا اور تو ناشکروں میں سے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے اس جملہ کا جواب یوں دیا کہ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ یہ کام میں نے اس وقت کیا تھا جبکہ میں چوک جانے والوں میں سے تھا۔ کہ میں نے قبطی کا جو قتل کیا یقیناً میں غلطی پر تھا اور میں نے عمداً جان بوجھ کر اس کا قتل نہیں کیا تھا۔ مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ میرا ایک طمانچہ اس کے قتل کا باعث ہوگا۔ میں نے اس طمانچہ سے صرف دفاع کیا تھا اور اس قبطی کو تنبیہ کی تھی کہ اس قسم کا ظلم تجھے اس اسرائیلی پر نہیں کرنا چاہئے۔ اے فرعون! جس قتل کے حوالے سے تو مجھ پر عتاب کر رہا ہے یہ جان لے کہ میرا مقصد اس طمانچہ سے یہ نہیں تھا کہ میں اس کو قتل کر دوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے یہ حقیقت بھی بتلا دی کہ انہوں نے مصر چھوڑ کر کیوں مدین کی راہ لی تھی، فرمایا کہ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ میں تمہارے یہاں سے فرار ہو گیا جب مجھے تمہاری طرف سے ڈر لگا۔ یہ

ایک فطری بات تھی کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس واقعۂ قتل کے بعد بھی مصر ہی میں ٹھہرے رہتے تو فرعون انتقام ضرور لیتا، اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے بھاگ جانے کی وجہ فرعون کو صاف طور پر بتلادی کہ جب مجھے تم سے خوف ہوا تو میں مصر سے بھاگ کھڑا ہوا۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ تو مجھ پر یہ احسان جتلا رہا ہے کہ تو نے اپنے گھر میں رکھ کر میری پرورش کی، مگر تجھے تیرے اس جرم پر بھی نگاہ رکھنی چاہیئے کہ تو نے میری قوم بنی اسرائیل کو کتنے عرصہ سے غلام بنا رکھا ہے؟ مجھ سے تو ایک فرد کا قتل ہوا جس کا تیری قوم سے تعلق ہے جبکہ تیرا ظلم تو ہماری پوری قوم کے ساتھ ہے کہ میری قوم بنی اسرائیل کو تو نے غلام بنا رکھا ہے۔ تو نے میری قوم کو غلام بنایا اور انہیں ذلیل ورسوا کیا اور ان پر ظلم ڈھایا۔ تجھے میری غلطی یاد آ رہی ہے اور خود تجھے اپنی غلطی یاد نہیں آ رہی ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۹۰﴾ آسمانوں اور زمین اور مشرق ومغرب کا وہ رب ہے ﴿الشعراء ۲۳۔تا۔۲۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۞ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ۞ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۞ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ۞ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ فِرْعَوْنُ فرعون نے کہا وَمَا اور کیا ہے رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین قَالَ اس نے کہا رَبُّ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا رب وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَمَا اور ان کا جو بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان ہے اِنْ كُنْتُمْ اگر ہو تم مُّوْقِنِيْنَ یقین کرنے والے قَالَ اس نے کہا لِمَنْ ان لوگوں سے جو حَوْلَهٗٓ اس کے اردگرد تھے اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ کیا تم نہیں سنتے؟ قَالَ اس نے کہا رَبُّكُمْ تمہارا رب وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب قَالَ اس نے کہا اِنَّ رَسُوْلَكُمُ بلاشبہ تمہارا رسول الَّذِيْٓ وہ جو اُرْسِلَ بھیجا گیا ہے اِلَيْكُمْ تمہاری طرف لَمَجْنُوْنٌ یقیناً دیوانہ ہے قَالَ اس نے کہا رَبُّ الْمَشْرِقِ رب مشرق کا وَالْمَغْرِبِ اور مغرب کا وَمَا اور ان کا جو بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ اگر تم عقل رکھتے ہو

ترجمہ:۔ فرعون نے کہا کہ تمام جہان کا مالک کیا ہے؟ ۞ کہا کہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک بشرطیکہ تم لوگوں کو یقین ہو ۞ فرعون نے اپنے اردگرد رہنے والوں سے کہا کہ کیا تم

سنتے نہیں؟O(موسیٰ نے) کہا کہ تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا مالک O(فرعون نے) کہا کہ (یہ) پیغمبر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے باؤلا ہے O موسیٰ نے کہا کہ مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔

تشریح:۔ان چھ آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔فرعون نے کہا کہ تمام جہانوں کا مالک کیا ہے؟

۲۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک ہے بشرطیکہ تم لوگوں کو یقین ہو

۳۔فرعون نے اپنے اطراف واکناف کے لوگوں سے کہا کہ کیا تم سنتے ہو؟

۴۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ وہ تمہارے باپ دادا کا بھی مالک ہے

۵۔فرعون نے کہا کہ یہ پیغمبر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے وہ باولا ہے

۶۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مشرق اور مغرب اور ان دونوں میں ہے سب کا مالک ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں پہنچ کر اپنا تعارف یہ پیش کیا تھا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا کہ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تم دونوں کہہ دو فرعون سے کہ ہم رب العالمین کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ یہ رب العالمین کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں اللہ تعالیٰ کا تعارف یوں پیش کیا قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ رب العالمین وہی ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے پالنہار ہے، اگر تم اس بات کا یقین کرنے والے ہو تو حقیقت تو بس یہی ہے۔سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت ہی میں اللہ تعالیٰ کا تعارف یوں پیش کیا گیا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو عالموں کا پروردگار ہے۔سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۲۸ میں قابیل کا وہ جملہ مذکور ہے جو اس نے اپنے قاتل بھائی سے کہا تھا کہ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ تو میرے قتل کے لئے دست درازی کرے، لیکن میں تیرے قتل کی طرف ہرگز اپنے ہاتھ نہ بڑھاؤں گا میں تو اللہ تعالیٰ پروردگار عالم سے خوف کھاتا ہوں۔یہاں بھی رب العالمین کا ذکر موجود ہے۔جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے رب العالمین کی حقیقت پیش کی تو فرعون نے اپنے اردگرد موجود لوگوں سے یہ کہا کہ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ! کیا تم سنتے نہیں؟ یعنی فرعون نے اپنی قوم کے سرداروں سے یہ بات کہی کہ اے درباریو! موسیٰ کی بات پر غور کرو کہ موسیٰ سے میں رب العالمین کی حقیقت پوچھ رہا ہوں اور وہ مجھ سے

رب العالمین کے کام بتا رہا ہے یا فرعون نے یوں کہا کہ موسیٰ کا یہ خیال ہے کہ وہ رب آسمانوں کا رب ہے جبکہ آسمان تو خود ہی حرکت کرتے ہیں وہ اپنے وجود میں کسی کے محتاج نہیں ہیں، فرعون کا عقیدہ یہی تھا۔

جب فرعون نے یہ کہا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک اور جملہ پیش کیا کہ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ کہ وہ تو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ داداوں کا بھی رب ہے۔ یعنی وہ پروردگار تمام مخلوقات کا رب ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس جملہ کے جواب میں یہ کہا کہ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے اس الزام کی کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ اپنے مضمون پر قائم رہے اور رب العالمین کا تعارف کرانے میں مصروف رہے اور پھر کہا کہ وہ مشرق کا بھی رب ہے اور مغرب کا بھی اور مشرق اور مغرب کے درمیان جتنی مخلوقات ہیں ان سب کا رب ہے۔ اگر تم واقعی عقل اور سمجھ رکھتے ہو۔ یعنی تم کو اگر عقل ہے تو میری ان باتوں کا تمہارے پاس کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیا دھمکی دی؟ اگلے درس میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿درس نمبر ۱۴۹۱﴾ **فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا میں تمہیں قید کردوں گا** ﴿الشعراء ۲۹ تا ۳۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ○ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ○ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ○ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا لَئِنِ البتہ اگر اتَّخَذْتَ تو نے پکڑا اِلٰهًا کوئی معبود غَيْرِيْ میرے سوا لَاَجْعَلَنَّكَ تو البتہ میں ضرور تجھے بنادوں گا مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ قیدیوں میں سے قَالَ اس نے کہا اَوَلَوْ کیا اور اگرچہ جِئْتُكَ میں تیرے پاس لاؤں بِشَيْءٍ کوئی چیز مُّبِيْنٍ واضح (تو بھی) قَالَ اس نے کہا فَاْتِ بِهٖٓ تو لے آ وہ چیز اِنْ كُنْتَ اگر تو ہے مِنَ الصّٰدِقِيْنَ سچوں میں سے فَاَلْقٰى چنانچہ اس نے ڈالا عَصَاهُ اپنا عصا فَاِذَا تو ناگہاں هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ وہ واضح اژدہا تھا وَّنَزَعَ اور اس نے نکالا يَدَهٗ اپنا ہاتھ فَاِذَا تو ناگہاں هِيَ بَيْضَآءُ وہ سفید تھا لِلنّٰظِرِيْنَ دیکھنے والوں کے لیے

ترجمہ:۔ (فرعون نے) کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید کردوں گا ○ (موسیٰ نے) کہا کہ خواہ میں آپ کے پاس روشن چیز لاؤں؟ (یعنی معجزہ) ○ فرعون نے کہا کہ اگر سچے ہو تو اسے لاؤ (دکھاؤ) ○ پس انہوں نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ اسی وقت صریح اژدہا بن گئی ○ اور اپنا ہاتھ نکالا تو اُسی دم دیکھنے والوں کو سفید نظر آنے لگا۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ فرعون نے کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید کر دوںگا۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ خواہ میں تیرے پاس روشن چیز یعنی معجزہ لے آؤں؟

۳۔ فرعون نے کہا کہ اگر سچے ہو تو اسے لاؤ یعنی دکھاؤ۔

۴۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ اسی وقت صریح اژدھا بن گیا۔

۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ نکالا تو اسی دم دیکھنے والوں کو سفید نظر آنے لگا۔

پچھلی آیتوں میں حضرت موسی علیہ السلام اور فرعون کے درمیان ہونے والی گفتگو بیان کی گئی اور حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ رب العزت کی صفات اور اسکی قدر بیان فرمائی اور دلیلوں سے ثابت کیا تو فرعون بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا اس لئے کہ اسے معلوم ہو گیا کہ اگر میں اب بھی حضرت موسی کو نہیں روکوں گا تو پھر میری یہ قوم حضرت موسی کے پیچھے چلی جائے گی جس سے فرعون کو اپنی بادشاہت چھن جانے کا خوف لاحق ہو گیا اور اسی خوف کے مارے اس نے حضرت موسی علیہ السلام کو قید کرنے کی دھمکی دی جسکا تذکرہ ان آیتوں میں کیا جارہا ہے چنانچہ فرمایا قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ! اگر آپ نے مجھے چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید میں ڈال دونگا، یہاں فرعون نے قتل کرنے کے بجائے قید میں ڈالنے کی بات اس لئے کہی کہ اکثر وہ لوگوں کو سزا کے طور پر قید میں ڈال دیتا اور وہیں اسے چھوڑ دیتا نہ اسے کھانے کو کچھ دیا جاتا اور نہ پینے کو اس طرح وہ قیدی تڑپتے تڑپتے وہیں جان دے دیتا، چونکہ یہ صورت اس قتل سے زیادہ اذیت والی ہے اسی لئے اس نے اسی قید کی بات کہی تاکہ حضرت موسی علیہ السلام کو وہ سختی یاد آئے اور وہ اپنی تبلیغ سے رک جائیں لیکن جو حق پر ہوتا ہے وہ کبھی کسی سزا یا عقاب سے نہیں ڈرتا یہی وجہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے فرعون سے پھر کہا کہ اے فرعون! کیا تو مجھے قید میں ڈالے گا جبکہ میں تجھے اپنے رب کے معبود ہونے اور میرے نبی ہونے پر واضح نشانیاں یعنی معجزات دکھا سکتا ہوں تو کیا اسکے باوجود بھی تو مجھے قید میں ڈالے گا؟ یہ بات سن کر فرعون نے کہا: اچھا تو ٹھیک ہے چلو! اپنے وہ معجزات دکھا ہی دو ہم بھی تو دیکھیں کہ تم اپنے اس دعوے میں کتنے سچے ہو؟ چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام نے موقع غنیمت جان کر اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈال دیا جس سے کہ وہ لاٹھی ایک چلتے پھرتے اژدہے کی شکل میں تبدیل ہو گئی فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (طٰہٰ ۲۰) وہ ایک چلتا پھرتا سانپ بن گئی۔ كَاَنَّهَا جَآنٌّ گویا کہ وہ ایک سانپ ہو (القصص ۳۱) امام زحیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب وہ لاٹھی اژدھا بن گئی تو وہ اژدھا زمین سے کئی میل اوپر جاتا اور پھر لپک کر فرعون کے قریب پہنچ جاتا جس سے وہ خوف زدہ ہو کر حضرت موسی علیہ السلام کو اپنے رب کا واسطہ دیکر کہتا کہ اے موسیٰ! اسے دور ہٹاؤ اور کہتا کہ مجھے تم جو کہو گے میں کرونگا الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام

نے اس لاٹھی کو پھر سے پکڑ لیا جس سے وہ اژدھا پھر لاٹھی بن گیا، اسکے بعد آپ نے دوسرا معجزہ ظاہر کیا کہ اپنا ہاتھ جیب میں ڈال کر نکالا جس سے کہ وہ ہاتھ ایک روشن ستارے کی طرح چمکنے لگا،

جادوگر مقررہ دن میں جمع ہوگئے

﴿درس نمبر ۱۴۹۲﴾ ﴿الشعراء ۳۴۔تا۔۳۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ O يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ O قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ O يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ O فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا لِلْمَلَاِ ان سرداروں سے حَوْلَهٗٓ جو اس کے اردگرد تھے اِنَّ هٰذَا بلاشبہ یہ لَسٰحِرٌ البتہ جادوگر ہے عَلِيْمٌ خوب جاننے والا يُّرِيْدُ وہ چاہتا ہے اَنْ يُّخْرِجَكُمْ یہ کہ نکال دے تمہیں مِّنْ اَرْضِكُمْ تمہاری زمین سے بِسِحْرِهٖ اپنے جادو کے ذریعے سے فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ تو کیا مشورہ دیتے ہو تم؟ قَالُوْٓا انہوں نے کہا اَرْجِهْ تو اسے مہلت دے وَاَخَاهُ اور اس کے بھائی کو وَابْعَثْ اور تو بھیج فِى الْمَدَآئِنِ شہروں میں حٰشِرِيْنَ اکٹھا کرنے والے يَاْتُوْكَ بِكُلِّ وہ تیرے پاس لے آئیں تمام سَحَّارٍ عَلِيْمٍ بڑے بڑے ماہر جادوگر فَجُمِعَ چنانچہ جمع کیے گئے السَّحَرَةُ جادوگر لِمِيْقَاتِ وقت پر يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک معین دن کے

ترجمہ:۔ فرعون نے اپنے سرداروں سے کہا کہ یہ کامل فن جادوگر ہے O چاہتا ہے کہ تم کو اپنے جادو (کے زور) سے تمہارے ملک سے نکال دے تو تمہاری کیا رائے ہے؟ O اُنہوں نے کہا کہ اسے اور اس کے بھائی (کے بارے) میں کچھ توقف کیجئے اور شہروں میں ہرکارے بھیج دیجئے O کہ سب ماہر جادوگروں کو (جمع کر کے) آپ کے پاس لے آئیں O تو جادوگر ایک مقرر دن کی میعاد پر جمع ہوگئے۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ فرعون نے اپنے سرداروں سے کہا کہ یہ کامل فن جادوگر ہے

۲۔ چاہتا ہے کہ تم کو اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے نکال دے

۳۔ بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟

۴۔ سرداروں نے کہا کہ اسے اور اس کے بھائی کے بارے میں کچھ توقف کیجئے

۵۔ شہروں میں ہرکارے بھیج دیجئے ۶۔ سب ماہر جادوگروں کو جمع کر کے آپ کے پاس لے آئیں

۷۔ تو جادوگر ایک مقررہ دن کی میعاد پر جمع ہوگئے

جب فرعون نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے زمین پر ڈالی گئی لاٹھی اژدھا بن گئی ہے اور ان کا ہاتھ بالکل سفید روشن ہو گیا ہے تو اس نے یہ سمجھا کہ یہ بھی ایک قسم کا جادو ہے۔ چونکہ مصر کی سرزمین میں اس وقت جادو کا بیحد چرچا تھا اور ذہنوں میں جادو ہی جادو تھا تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ کو بھی جادو سمجھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے درباریوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ یہ کامل فن جادوگر ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۰۱ میں فرعون کا یہ الزام یوں بیان کیا گیا کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ کہا کہ یہ سحر زدہ ہیں یعنی ان پر جادو کر دیا گیا ہے فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ! میرے خیال میں تو تم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۵۷ میں بھی ہے کہ فرعون نے یوں کہا کہ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى کہنے لگا کہ اے موسیٰ! کیا تو اسی لئے آیا ہے کہ ہمیں اپنے جادو کے زور سے ہمارے ملک سے باہر کر دے؟ فرعون نے اپنے درباریوں سے یہ بھی کہا کہ یہ موسیٰ اپنے جادو کے زور سے تمہیں اپنی سرزمین سے باہر نکالنا چاہتا ہے۔ اے درباریو! اب تم ہی بتاؤ کہ تمہاری اس سلسلہ میں کیا رائے ہے؟ یعنی یہ موسیٰ! اپنے جادو کے زور سے تم پر غالب آنا چاہتا ہے اور اپنے جادو کے ذریعہ تمہارے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے جادو کے ذریعہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے مددگار اور چاہنے والوں کی تعداد بڑھ جائے اور وہ تمہاری سلطنت پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے جائے۔ اے درباریو! اب تم ہی مجھے مشورہ دو کہ میں اس موسیٰ کے ساتھ کس قسم کا سلوک کروں؟ میں تمہاری رائے کے مطابق کام کروں گا۔ چنانچہ اس کے درباری اور حواری ایک ہی بات پر متفق ہو گئے اور کہنے لگے کہ اس شخص کو اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور شہروں میں اپنے کارندوں کو بھیج دو جن کا یہ کام ہو کہ وہ لوگوں کو جمع کریں اور تمہارے پاس ہر بڑے جادوگر کو لے آئیں۔

فرعون نے جب درباریوں سے مشورہ طلب کیا تو تمام درباریوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ آخری مشورہ فرعون کے سامنے پیش کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام ان دونوں کو مہلت دی جائے اور ان دونوں کو سزا دینے میں کوئی جلدی نہ کی جائے اور جادوگروں کو جمع کر لیا جائے۔ شہر کے اطراف و اکناف کے ماہر جادوگروں کو جمع کر لیا جائے۔ انہوں نے فرعون سے کہا کہ آپ اپنے کارندوں کو آپ کی سلطنت کے اردگرد بھیجئے تاکہ وہ جادوگروں کو جمع ہونے کا حکم دیں اور وہ ماہر جادوگر موسیٰ سے اسی انداز کا مقابلہ کریں جس انداز کا حیرتناک منظر موسیٰ نے پیش کیا ہے کہ اس کی لاٹھی اژدھا بن گئی اور اس کا ہاتھ یکدم روشن ہو گیا۔ جب سارے جادوگر آ جائیں گے تو بادشاہ سلامت! آپ غالب آ جائیں گے۔

درحقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کی تشہیر اور سارے لوگوں تک ان کے نبی ہونے کو ظاہر

کرنے کا یہ ایک آفاقی منصوبہ تھا جس کا انتظام اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے درباریوں کے ذریعہ ہی کروادیا۔ چنانچہ مقررہ دن اور وقت میں سارے جادوگر جمع ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بغیر محنت کے ہی اتنا بڑا مجمع مل گیا کہ اتنے بڑے مجمع کے سامنے اپنی نبوت کی دلیل پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ کی شان بھی نرالی ہے کہ وہ شر کے درمیان خیر کا وجود بخشتا ہے۔ فرعون اور اس کے درباریوں نے ان جادوگروں کے ذریعہ اللہ کے نور کو بجھانے اور مٹانے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے کچھ اور ہی ارادہ کیا اور اسی اجتماع کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غالب آنے اور فرعون کے مغلوب ہونے کا ذریعہ بنادیا۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت خدا کرے — وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

﴿درس نمبر ۱۴۹۳﴾ تم مقرّبین میں شامل کر لئے جاؤ گے ﴿الشعراء ۳۹ـ تا ـ ۴۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ O لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ O فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ O قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَّقِيْلَ اور کہا گیا لِلنَّاسِ لوگوں سے هَلْ اَنْتُمْ کیا تم مُّجْتَمِعُوْنَ جمع ہو گے لَعَلَّنَا تا کہ ہم نَتَّبِعُ اتباع کریں السَّحَرَةَ جادوگروں کا اِنْ كَانُوْا اگر ہوں هُمُ الْغٰلِبِيْنَ وہی غالب فَلَمَّا پھر جب جَآءَ السَّحَرَةُ جادوگر آئے قَالُوْا انہوں نے کہا لِفِرْعَوْنَ فرعون سے اَئِنَّ کیا بلاشبہ لَنَا ہمارے لیے لَاَجْرًا البتہ صلہ ہوگا اِنْ كُنَّا اگر ہوں نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ہم ہی غالب قَالَ اس نے کہا نَعَمْ ہاں وَاِنَّكُمْ اور بلاشبہ تم اِذًا اس وقت لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ البتہ مقرب لوگوں میں سے ہو گے

ترجمہ:۔ اور لوگوں سے کہہ دیا گیا کہ تم (سب) کو اکٹھے ہو کر جانا چاہیئے O تا کہ اگر جادوگر غالب رہیں تو ہم ان کے پیرو ہو جائیں O جب جادوگر آ گئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب رہے تو ہمیں صلہ بھی عطا ہوگا؟ O فرعون نے کہا ہاں! اور تم مقربوں میں بھی داخل کر لئے جاؤ گے۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ لوگوں سے کہہ دیا گیا کہ تم سب کو اکٹھے ہو کر جانا چاہیئے

۲۔ تا کہ اگر جادوگر غالب رہیں تو ہم ان کے پیروکار ہو جائیں

۳۔ جب جادوگر آ گئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہمیں صلہ بھی عطا ہوگا؟

۴۔ فرعون نے کہا ہاں! اور تم مقربوں میں بھی شامل کر لئے جاؤ گے

جب فرعون نے یہ فیصلہ کیا کہ جادوگروں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان مقابلہ ہوگا اور لوگوں سے کہا گیا کہ وہ سب جمع ہوں اور لوگوں کو اس بات کی ترغیب دی گئی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے درمیان جو کچھ معاملہ پیش آئے اس کا مشاہدہ اور نظارہ کریں۔ اس مقابلہ کا مقصد یہی تھا کہ مصر کے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائیں اور دوسری جانب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی لوگوں کو ترغیب دی کہ وہ اس مقابلہ میں شریک ہوں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ غالب کون آئے گا اور انہیں اللہ کے کلمہ کی بلندی کا بھی احساس ہو، اس طرح کافروں کی حجت پر اللہ کی حجت غالب آ جائے۔ فرعون نے لوگوں کو اس مقصد سے جمع کیا کہ اگر یہ جادوگر غالب آ جائیں تو یہ لوگ انہی جادوگروں کی پیروی کریں۔

فرعونیوں میں سے کسی کہنے والے نے یہ بھی کہا کہ ہم امید کرتے ہیں کہ جادوگر ہی غالب آئیں گے اور ہم ان جادوگروں کے دین پر ہی قائم رہیں گے اور موسیٰ کے دین کی اتباع نہیں کریں گے۔ ان لوگوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم حق کی اتباع کریں گے چاہے وہ جادوگر ہوں یا موسیٰ ہوں اس لئے کہ رعایا اپنے بادشاہ کے دین پر ہوتی ہے۔ جب جادوگر فرعون کے پاس آئے تو ان جادوگروں نے فرعون سے اپنے معاوضہ سے متعلق گفتگو کی اور یہ کہا کہ اے بادشاہ سلامت! اگر ہم موسیٰ سے مقابلہ کرتے ہوئے کامیاب ہو گئے اور غالب آ گئے تو کیا ہمیں ہماری جیت پر کوئی معاوضہ ملے گا؟ جس وقت جادوگر فرعون سے بات کر رہے تھے اس وقت فرعون کے اطراف اس کے وزراء اور اس کے سپاہی موجود تھے، فرعون نے جادوگروں کے اس سوال کا جواب یہ دیا کہ ہاں! معاوضہ تو تمہیں ضرور ملے گا، اس معاوضہ کے علاوہ تمہارے لئے اعزاز کی بات یہ ہوگی کہ میں تمہیں اپنا مقرب بنا لوں گا اور میرے ہم نشینوں میں تمہارا شمار ہوگا۔ جادوگروں نے تو فرعون سے مال یا منصب کا مطالبہ کیا تھا فرعون نے اس سے بڑھ کر ان کے لئے یہ اعزاز بخشا کہ انہیں اپنا مقرب بنا لینے کی خوشخبری دی۔

﴿درس نمبر ۱۴۹۴﴾ جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں ﴿الشعراء ۴۳ ۔تا۔ ۴۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ لَهُمْ کہا ان سے مُّوْسٰى موسیٰ نے اَلْقُوْا تم ڈالو مَآ جو کچھ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ تم ڈالنے

والے ہو فَاَلْقَوْا تو انہوں نے ڈالیں حِبَالَهُمْ اپنی رسیاں وَعِصِيَّهُمْ اور اپنی لاٹھیاں وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ عزتِ فرعون کی قسم! اِنَّا بلاشبہ ہم لَنَحْنُ البتہ ہم ہی الْغٰلِبُوْنَ غالب ہیں فَاَلْقٰى پھر ڈالا مُوْسٰى موسیٰ نے عَصَاهُ اپنا عصا فَاِذَا تو ناگہاں هِيَ تَلْقَفُ وہ نگلتا تھا مَا جو کچھ يَاْفِكُوْنَ وہ جھوٹ باندھتے تھے فَاُلْقِيَ چنانچہ گرادیئے گئے السَّحَرَةُ جادوگر سٰجِدِيْنَ سجدہ کرتے ہوئے قَالُوْٓا انہوں نے کہا اٰمَنَّا ہم ایمان لائے بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کے ساتھ رَبِّ مُوْسٰى جو موسیٰ کا رب ہے وَهٰرُوْنَ اور ہارون کا

ترجمہ:۔ موسیٰ نے ان سے کہا کہ جو چیز ڈالنی چاہتے ہو ڈالو O تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم! ہم ضرور غالب رہیں گے O پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ ان چیزوں کو جو جادوگروں نے بنائی تھیں یکا یک نگلنے لگی O تب جادوگر سجدے میں گر پڑے O (اور) کہنے لگے کہ ہم تمام جہان کے مالک پر ایمان لائے O جو موسیٰ اور ہارون کا مالک ہے۔

تشریح:۔ ان چھ آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان جادوگروں سے کہا کہ جو چیز ڈالنا چاہتے ہو ڈال دو

۲۔ جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں

۳۔ جادوگر کہنے لگے کہ فرعون کی عزت کی قسم! ہم ضرور غالب آئیں گے

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ ان چیزوں کو جو جادوگروں نے بنائی تھیں یکا یک نگلنے لگی

۵۔ تب جادوگر سجدے میں گر پڑے

۶۔ کہنے لگے کہ ہم تمام جہاں کے مالک پر ایمان لے آئے جو موسیٰ اور ہارون کا مالک ہے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام، جادوگر اور سارے لوگ جمع ہو گئے تو موضوعِ بحث یہ بات ہوئی کہ اپنی چیز کون پہلے ڈالے گا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام یا جادوگر؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود پہل کی اور جادوگروں سے کہا کہ تم ہی پہلے ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو ایک طرح اجازت دی کہ وہ پہلے ڈالیں جو کچھ کہ وہ ڈالنے والے ہیں، چنانچہ جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں۔ ان جادوگروں نے لاٹھیوں اور رسیوں کو ڈالتے ہوئے فرعون کی عزت کی قسم کھائی کہ فرعون کی عزت و اقبال کی قسم! ہم ہی غالب رہیں گے اور ہم کو ہی فتح نصیب ہوگی۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا، جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر اپنا عصا ڈالا وہ اژدھا بن گیا اور اژدھا بن کر اس نے ان ساری لاٹھیوں اور رسیوں کو نگلنا شروع کر دیا جو لاٹھیاں اور رسیاں لوگوں کے خیال میں سانپ لگ رہی تھیں۔

جب جادوگروں نے یہ منظر دیکھا کہ ان کی ان ساری لاٹھیوں اور رسیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک عصا

نگل رہا ہے اور وہ جادوگر بھی ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں میں تھے۔ بعض مفسرین نے ان جادوگروں کی تعداد بارہ ہزار لکھی ہے۔ اگر بارہ ہزار جادوگروں نے بارہ ہزار لاٹھیاں اور رسیاں میدان میں ڈالی تھیں تو ان تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک لاٹھی نے جو اژدھا بن چکی تھی نگل نگل کر میدان ہی صاف کر دیا۔ سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۶۶، ۶۷ اور ۶۸ میں ان رسیوں اور لاٹھیوں کے بارے میں یوں کہا گیا قَالَ بَلۡ اَلۡقُوۡا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمۡ وَعِصِیُّهُمۡ یُخَیَّلُ اِلَیۡهِ مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰی ۝ فَاَوۡجَسَ فِیۡ نَفۡسِهٖ خِیۡفَةً مُّوۡسٰی ۝ قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی موسیٰ نے کہا: ”نہیں، تم ہی ڈالو“ بس پھر اچانک ان کی (ڈالی ہوئی) رسیاں اور لاٹھیاں اُن کے جادو کے نتیجے میں موسیٰ کو ایسی محسوس ہونے لگیں جیسے دوڑ رہی ہیں O اس پر موسیٰ کو اپنے دل میں کچھ خوف محسوس ہوا O ہم نے کہا: ”ڈرو نہیں، یقین رکھو تم ہی سر بلند رہو گے۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۱۶، ۱۱۷ اور ۱۱۸ میں کہا گیا قَالَ اَلۡقُوۡا ۚ فَلَمَّاۤ اَلۡقَوۡا سَحَرُوۡۤا اَعۡیُنَ النَّاسِ وَاسۡتَرۡهَبُوۡهُمۡ وَجَآءُوۡ بِسِحۡرٍ عَظِیۡمٍ O وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنۡ اَلۡقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِیَ تَلۡقَفُ مَا یَاۡفِكُوۡنَ O فَوَقَعَ الۡحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ (موسیٰ نے) کہا کہ تم ہی ڈالو۔ جب انہوں نے (جادو کی چیزیں) ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا (یعنی نظر بندی کر دی) اور لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپ بنا بنا کر انہیں ڈرایا اور بڑا بھاری جادو دکھایا O (اس وقت) ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ تم اپنی لاٹھی ڈال دو وہ فوراً (سانپ بن کر) جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو (ایک ایک کر کے) نگل جائے گی O (پھر) تو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ فرعونی کرتے تھے باطل ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مقابلہ میں حق کا بول بالا ہو گیا اور باطل کا منہ کالا ہو گیا، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا۔

اس منظر نے جادوگروں کو اس قدر متاثر کر دیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سمجھ گئے کہ جو چیز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیش کی ہے وہ جادو کی کوئی چیز نہیں ہے، یہ کسی انسان کا کمال نہیں ہے، اس کے پیچھے کوئی بڑی طاقت ہے۔ وہ سمجھ گئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس رب العالمین کے وجود کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ حق ہے۔ یقیناً حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں۔ چنانچہ سارے ہی جادوگر جو ہزاروں کی تعداد میں تھے سجدے میں گر پڑے۔ وہ جادوگر سمجھ گئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو چیز پیش کی ہے وہ کسی انسان کے طاقت کی چیز نہیں ہے، کسی بشر سے یہ ممکن نہیں ہے۔ یہ سب کچھ موسیٰ اور ہارون کے رب کی قدرت اور اس کا کمال ہے۔ وہ اس منظر کو دیکھ کر بے قابو ہو گئے اور ایک اللہ کے آگے سجدے میں پڑ گئے اور سارے ہی جادوگروں نے یہ اعلان کر دیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے جو کہ موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ ان جادوگروں کو جب حق اور حقیقت سمجھ میں آ گئی تو انہوں نے فرعون کی بادشاہت او اس کے دبدبہ کی کوئی پرواہ نہ کی اور نہ ہی اس سے ملنے والے معاوضہ کی پرواہ کی۔

﴿درس نمبر ۱۴۹۵﴾ **میں تم سب کو سولی پر چڑھوا دوں گا** ﴿الشعراء ۴۹-تا-۵۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ○ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔ قَالَ اس نے کہا اٰمَنْتُمْ کیا تم ایمان لے آئے لَهٗ اس پر قَبْلَ اَنْ اس سے پہلے کہ اٰذَنَ لَكُمْ میں تمہیں اجازت دیتا اِنَّهٗ بلاشبہ وہ لَكَبِيْرُكُمُ البتہ تمہارا بڑا ہے الَّذِيْ جس نے عَلَّمَكُمُ تمہیں سکھایا ہے السِّحْرَ جادو فَلَسَوْفَ لہٰذا یقینا عنقریب تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے لَاُقَطِّعَنَّ البتہ میں ضرور کاٹوں گا اَيْدِيَكُمْ تمہارے ہاتھ وَاَرْجُلَكُمْ اور تمہارے پاؤں مِّنْ خِلَافٍ مخالف سمت سے وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ البتہ میں تمہیں ضرور سولی پر لٹکاؤں گا اَجْمَعِيْنَ سب کو قَالُوْا انہوں نے کہا لَا ضَيْرَ کوئی حرج نہیں اِنَّاۤ بے شک ہم اِلٰى رَبِّنَا اپنے رب ہی کی طرف مُنْقَلِبُوْنَ لوٹنے والے ہیں اِنَّا بلاشبہ ہم نَطْمَعُ امید رکھتے ہیں اَنْ يَّغْفِرَ کہ بخش دے گا لَنَا ہمارے لیے رَبُّنَا ہمارا رب خَطٰيٰنَاۤ ہماری خطائیں اَنْ اس لیے کہ كُنَّاۤ ہم ہی ہیں اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ پہلے ایمان لانے والے

ترجمہ: ۔ فرعون نے کہا کیا اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے؟ بیشک یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے سو عنقریب تم (اس کا انجام) معلوم کرلوگے کہ میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں اطرافِ مخالف سے کٹوا دوں گا اور تم سب کو سولی پر چڑھوا دوں گا ○ انہوں نے کہا کچھ نقصان (کی بات) نہیں ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ○ ہمیں اُمید ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہ بخش دے گا اس لئے کہ ہم اوّل ایمان لانے والوں میں ہیں۔

تشریح: ۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ فرعون نے جادوگروں سے کہا کیا اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے

۲۔ بیشک یہ موسیٰ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے

۳۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں اطرافِ مخالف سے کٹوا دوں گا

۴۔ تم سب کو سولی پر چڑھوا دوں گا

۵۔جادوگروں نے کہا کچھ نقصان کی بات نہیں ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں

۶۔ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہ بخش دے گا

۷۔اس لئے کہ ہم اول ایمان لانے والوں میں سے ہیں

جب جادوگروں نے یہ مومنانہ اعلان کیا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے تو فرعون نے جادوگروں سے کہا کہ کیا تم میری اجازت سے پہلے ہی موسیٰ پر ایمان لے آئے؟ تم لوگ میری اطاعت کے دائرہ سے کیسے نکل گئے؟ جبکہ میں تمہارا حاکم ہوں، تم پر تو میری اطاعت لازمی ہے، تمہارا اس قدر جلدی اس بات کا اعلان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے ہی سے موسیٰ سے تمہارا میلان اور رجحان ہے۔فرعون نے پہلی بات تو یہ کہی اور دوسری بات یہ کہی کہ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ یہ موسیٰ تم میں کا بڑا معلوم ہوتا ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے، گویا موسیٰ اس میدان کا تمہارا استاد ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے اور موسیٰ کے درمیان میں گہرا تعلق ہے اور تم سب نے مل کر یہ سازش رچی ہے۔

فرعون نے تیسری بات یہ کہی کہ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ تم عنقریب جان لوگے کہ تمہارا کیا حشر ہوگا؟ تمہاری حرکتوں کا وبال تم پر کیا ہونے والا ہے وہ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا اور میری طرف سے تم کو کس قسم کی سزا ملنے والی ہے وہ بھی معلوم ہو جائے گا۔؟

فرعون نے چوتھی بات جادوگروں سے یہ کہی کہ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ فرعون نے جادوگروں کو دھمکی دی کہ میں تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ دوں گا اس طرح کہ سیدھا ہاتھ اور بایاں پیر کاٹ دوں گا، اس کے بعد تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔ظاہر ہے کہ یہ بہت سخت ترین سزا کا اعلان تھا جو فرعون نے جاری کیا۔فرعون کے اس قدر سخت ترین سزا کے اعلان اور دھمکی کے باوجود جادوگروں نے فرعون سے صاف طور پر یہ کہا کہ لَا ضَيْرَ کوئی حرج کی بات نہیں اور نہ ہی اس فیصلہ میں ہمیں کوئی تکلیف اور ضرر ہے اور ہم اس کی کوئی پرواہ بھی نہیں کریں گے۔ہر انسان کو مرنا ہی ہے، اگر چہ کہ ایک مدت کے بعد ہی سہی، اگر بعد میں بھی مرنا ہی ہے تو اب مرنے میں کیا حرج ہے؟ ہم کو تو آخر کار اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہی ہے اور اس رب ذوالجلال کا دستور اور قانونِ رحمت یہ ہے کہ وہ کسی بھی شخص کے اچھے عمل کے اجر کو ضائع نہیں کرتا اور اے فرعون! تو جو کچھ ہمارے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرے گا ہمارا پروردگار اس سے بے خبر نہیں ہے۔اس کو معلوم ہے جو کچھ تو ہمارے ساتھ برتاؤ کرے گا اور جب اس کو معلوم ہے تو وہ ہمارے صبر کا پورا پورا بدلہ ضرور عطا کرے گا۔

جادوگروں کا یہ مومنانہ جملہ ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کر رہا ہے کہ ان جادوگروں کے ایمان لانے کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی رضا مندی تھی، اسی لئے ان جادوگروں نے یہ بات بھی کہی کہ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا

خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ہم اپنے پروردگار سے اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کردے گا اور تو نے ہم کو جادو کرنے پر جو زبردستی کی ہے وہ جرم بھی اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا، اس لئے کہ ہم ہی پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔

فرعون نے شہروں میں نقیب روانہ کئے

﴿درس نمبر ۱۴۹۶﴾ ﴿الشعراء ۵۲ تا ۵۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ○ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ○ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ○ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ○ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے وحی کی اِلٰى مُوْسٰى موسیٰ کی طرف اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ کہ تو لے جا راتوں کو میرے بندوں کو اِنَّكُمْ بلاشبہ تم مُّتَّبَعُوْنَ پیچھا کیے جاؤ گے فَاَرْسَلَ پھر بھیجے فِرْعَوْنُ فرعون نے فِى الْمَدَآئِنِ شہروں میں حٰشِرِيْنَ اکٹھا کرنے والے اِنَّ بلاشبہ هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ ہیں لَشِرْذِمَةٌ البتہ ایک جماعت قَلِيْلُوْنَ تھوڑی سی وَاِنَّهُمْ اور بلاشبہ وہ لَنَا ہمیں لَغَآئِظُوْنَ یقینا غصہ دلانے والے ہیں وَاِنَّا اور بلاشبہ ہم لَجَمِيْعٌ البتہ سب حٰذِرُوْنَ خطرہ رکھنے والے ہیں

ترجمہ: ۔ اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو رات کو لے نکلو کہ (فرعونیوں کی طرف سے) تمہارا تعاقب کیا جائے گا ○ تو فرعون نے شہروں میں نقیب روانہ کئے (اور کہا) ○ کہ یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہیں ○ اور یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں ○ اور ہم سب باساز وسامان ہیں۔

تشریح: ۔ ان پانچ آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو رات کے وقت لے نکلو

۲۔ فرعونیوں کی طرف سے تمہارا تعاقب کیا جائے گا

۳۔ فرعون نے شہروں میں نقیب روانہ کئے ۴۔ کہ یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہیں

۵۔ یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں ۶۔ جب کہ ہم سب باساز وسامان ہیں

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے مقابلہ کرتے ہوئے اس حقیقت کو ثابت کردیا کہ رب العالمین کون ہے؟ اور اس مقابلہ میں جس میں ہزاروں لوگ جمع تھے سب کے سامنے جادوگروں کی جادو کی حقیقت و حیثیت کو ظاہر کردیا اور اپنے معجزہ کے ذریعہ بتلادیا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ اور فرعون اور فرعونیوں کو خاک چٹادی اور سارے لوگوں کے سامنے حقیقت کھل کر آ گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چونکہ فرعون سے رب العالمین کے

تعارف کے ساتھ ساتھ مظلوم بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ بھیج دینے کا مطالبہ بھی کیا تھا اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ کہ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے، تو اب وہ وقت آ گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو فرعون اور فرعونیوں کے ظلم سے آزاد کر دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ یہ حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو رات کے وقت میں مصر سے لے کر نکل جائیں اور اس حکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات بھی بتلادی کہ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ جب تم سب مصر سے نکل جاؤ گے تو تمہارا ضرور پیچھا کیا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے رخ بھی بتا دیا تھا کہ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے جب نکلو تو اپنا رخ سمندر کی طرف رکھو، یہ اللہ تعالیٰ کا منصوبہ تھا، اس لئے یہ حکم دے دیا گیا تھا۔

مفسرین نے یہ بات لکھی ہے کہ بنی اسرائیل مصر میں چار سو تیس سال تک رہے اور بنی اسرائیل کی تعداد اس وقت چھ لاکھ تھی جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب صبح ہوئی تو فرعون اور اس کی قوم کو اس بات کا علم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر راتوں رات نکل گئے ہیں تو فرعون کو بہت غصہ آیا اور بنی اسرائیل پر اس کا غضب تیز ہو گیا اور فرعون نے جلدی سے اپنے کارندوں کو مصر کے اطراف کے دیہاتوں اور شہروں کی جانب بھیجا تاکہ ایک لشکر تیار ہو اور بنی اسرائیل کا پیچھا کریں اور چونکہ بنی اسرائیل نے فرعون کی قوم سے استعمال کے زیور بھی عارضی طور پر لئے ہوئے تھے جیسا کہ عورتیں تقاریب وغیرہ کے موقع پر ایک دوسرے سے زیور لیا کرتی ہیں۔ فرعون کو اس بات پر بھی زیادہ غصہ تھا کہ بنی اسرائیل اس کی قوم کا مال بھی لے کر مصر سے نکل چکی ہے۔ فرعون نے یہ کہہ کر لشکر تیار کروایا کہ بنی اسرائیل تو قلیل تعداد میں ہے، چھوٹی سی جماعت ہے ان کا پیچھا کرنا، ان کو گرفتار کرنا اور ان کو سزا دینا بہت آسان کام ہے۔ فرعون نے یہ بھی کہا کہ بنی اسرائیل نے ہماری غلامی سے آزاد ہوتے ہوئے جو مصر سے راہِ فرار اختیار کی ہے اس قوم نے ہم کو بہت زیادہ غصہ دلایا ہے۔ دوسری جانب فرعون نے اپنے کارندوں سے یہ بھی کہا کہ ہم خالی ہاتھ فتح خان تو نہیں ہیں، ہم تو ساز و سامان والے ہیں، ہمارے پاس طاقتور لشکر ہے، ہتھیار ہے، فوج ہے، ہم اس مختصر سی جماعت کو آسانی کے ساتھ قابو کر سکتے ہیں اور ان کو اپنے انجام تک پہنچا سکتے ہیں، چنانچہ فرعون کی جانب سے ایک بڑی جماعت بنی اسرائیل کے تعاقب کے لئے جمع ہوئی۔ فرعون کے اس لشکر کی تعداد کیا تھی اس کی صحیح تعداد کے بارے میں کوئی ثابت روایت موجود نہیں ہے۔ ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ بنی اسرائیل جتنی تعداد میں تھے اس سے بڑھ کر فرعون کا یہ لشکر تھا جو بنی اسرائیل کے تعاقب کیلئے جمع ہوا تھا۔

﴿درس نمبر ۱۴۹۷﴾ ہم نے بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا ﴿الشعراء ۵۷۔تا۔۶۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ

إِسْرَآءِيْلَ ۝ فَأَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ أَصْحٰبُ مُوْسٰى إِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝ قَالَ كَلَّا ۚ إِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَأَخْرَجْنٰهُمْ چنانچہ ہم نے انہیں نکالا مِّنْ جَنّٰتٍ باغات سے وَّعُيُوْنٍ اور چشموں سے وَّكُنُوْزٍ اور خزانوں سے وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ اور عمدہ قیام گاہوں سے كَذٰلِكَ اسی طرح وَأَوْرَثْنٰهَا اور ہم نے ان چیزوں کو وارث بنایا بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کو فَأَتْبَعُوْهُمْ چنانچہ وہ پیچھے لگے ان کے مُّشْرِقِيْنَ سورج نکلتے وقت فَلَمَّا پھر جب تَرَآءَ ایک دوسرے کو دیکھا الْجَمْعٰنِ دونوں جماعتوں نے قَالَ أَصْحٰبُ مُوْسٰى اصحاب موسیٰ نے کہا إِنَّا یقیناً ہم لَمُدْرَكُوْنَ تو پکڑے گئے قَالَ اس نے کہا كَلَّا ہرگز نہیں! إِنَّ مَعِيَ بلاشبہ میرے ساتھ رَبِّيْ میرا رب ہے سَيَهْدِيْنِ وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا

ترجمہ:۔ تو ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے نکال دیا ۝ اور خزانوں اور نفیس مکانات سے ۝ (ان کیساتھ ہم نے) اس طرح (کیا) اور ان چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو کر دیا ۝ تو انہوں نے سورج نکلتے (یعنی صبح کو) ان کا تعاقب کیا ۝ جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو پکڑ لئے گئے ۝ موسیٰ نے کہا کہ ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے رستہ بتائے گا۔

تشریح:۔ ان چھ آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ہم نے ان فرعونیوں کو باغوں اور چشموں سے نکال دیا۔

۲۔ خزانوں اور نفیس مکانوں سے بھی نکال دیا۔

۳۔ ہم نے ان ساری چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔

۴۔ انہوں نے سورج نکلتے یعنی صبح صبح کے وقت بنی اسرائیل کا تعاقب کیا۔

۵۔ جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسی کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو پکڑے گئے۔

۶۔ موسی نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ ۷۔ میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راستہ بتائے گا۔

پچھلی آیتوں میں اللہ تبارک وتعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو اپنے متبعین کے ساتھ ہجرت کرنے کا حکم دیا، لہٰذا ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے ہجرت کی جس پر فرعون نے بھی اپنے حواریوں کو انکے پیچھے لگا دیا تا کہ انہیں پکڑ کر لائیں چنانچہ ان دو گروہوں کے ساتھ اللہ تبارک وتعالی نے کیا معاملہ کیا؟ یہاں بیان کیا جا رہا ہے فَأَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ یہ ظالم وعیاش لوگ جو اپنی دولت کے گھمنڈ میں ڈوبے ہوئے عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے تھے جب یہ لوگ حق کو مٹانے کی نیت سے اپنی ان نعمتوں کو چھوڑ کر اے موسیٰ! آپ کے پیچھے نکل آئے تو ہم نے انکی اس بری نیت اور گندے ارادہ کی وجہ سے انہیں ان تمام نعمتوں

میں جیسے کہ باغات، چشمے، خزانے اور نفیس مکانات وغیرہ جن میں وہ رہا کرتے تھے ان سے محروم کر دیا، انہیں یہ بھی دکھا دیا کہ وہ جن نعمتوں میں رہا کرتے تھے ہم نے وہ نعمتیں ان لوگوں کو عطا کر دیں جو غلاموں اور مظلوموں کی زندگی گزارا کرتے تھے یعنی بنی اسرائیل وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۳۷ میں بھی اللہ تبارک وتعالی نے یوں بیان فرمایا وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا جن لوگوں کو کمزور سمجھا جاتا تھا ہم نے انہیں مشرق ومغرب کا وارث بنا دیا جس پر ہم نے برکتیں نازل کی تھیں۔ اسی طرح سورۂ قصص کی آیت نمبر ۵ میں اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ہم نے انہیں امام اور وارث بنا دیا، یعنی جو کمزور و ناتواں لوگ تھے انہیں اللہ تبارک وتعالی نے اپنے رسول کی اطاعت و پیروی کرنے کی وجہ سے نعمتوں اور آسائشوں سے آراستہ کر دیا اور وہیں ان مالداروں اور تکیہ نشینوں کو اپنے رب اور اسکے رسول کی نافرمانی کی وجہ سے انکی وہ ساری نعمتیں ان سے چھین لیں اور انہیں نیست و نابود کر دیا، اس آیت سے ایک سبق یہ ملتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی اپنے فرمانبردار بندوں کو پہلے آزماتا ہے اور پھر جب وہ ان آزمائشوں پر پورے اترتے جاتے ہیں تو پھر ان پر دنیا و آخرت کے تمام خزانے کھول دیئے جاتے ہیں، الغرض اس دنیا میں ملنے والے بدلہ کو بیان کرنے کے بعد اللہ تبارک وتعالی اس سفر ہجرت کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ ان کافروں نے ان بنی اسرائیل کا پیچھا کرتے کرتے انہیں صبح کی اولین ساعتوں میں پالیا، چنانچہ جب نہر سویس کے پاس بنی اسرائیل نے ان فرعونیوں کو آتا دیکھا تو کہنے لگے فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ پس جب دونوں گروہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا کہ اب تو ایسا لگتا ہے کہ وہ ہمیں پکڑ ہی لیں گے اور اگر ہم انکے ہاتھ آ گئے تو پھر ہمارے ساتھ جو سلوک کیا جائے گا اسے بیان بھی نہیں کیا جا سکتا اور مارے خوف کے وہ سہمے ہوئے تھے، لہٰذا انکی یہ حالت دیکھتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ وہ لوگ بالکل تمہیں پکڑ نہیں پائیں گے، تمہیں ان لوگوں کے قریب آجانے کی وجہ سے اگرچہ ایسا معلوم ہو رہا ہے لیکن ایسا بالکل بھی نہیں ہوگا اس لئے کہ ہم حق پر ہیں اور اللہ ہمارے ساتھ ہے لہٰذا وہی ہمیں کوئی راستہ دکھائیگا، چنانچہ اللہ تبارک وتعالی نے انکے اس تقوی اور یقین کی وجہ سے انہیں کونسا راستہ دکھایا؟ اگلی آیتوں میں بیان کیا جا رہا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۹۸﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انکے ساتھیوں کو ہم نے بچا لیا ﴿الشعراء ۶۳ تا ۶۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ

الْعَظِيْمِ ۝ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَاَوْحَيْنَآ تو ہم نے وحی کی اِلٰى مُوْسٰٓى موسیٰ کی طرف اَنِ اضْرِبْ کہ تو مار بِّعَصَاكَ اپنا عصا الْبَحْرَ سمندر کو فَانْفَلَقَ تو وہ پھٹ گیا فَكَانَ پھر ہوگیا كُلُّ ہر ایک فِرْقٍ ٹکڑا كَالطَّوْدِ جیسے پہاڑ الْعَظِيْمِ بہت بڑا وَاَزْلَفْنَا اور ہم نے قریب کر دیا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ وہاں دوسروں کو وَاَنْجَيْنَا اور ہم نے نجات دی مُوْسٰى موسیٰ کو وَمَنْ اور ان لوگوں کو جو مَّعَهٗٓ اس کے ساتھ تھے اَجْمَعِيْنَ سبھی کو ثُمَّ اَغْرَقْنَا پھر ہم نے غرق کر دیا الْاٰخَرِيْنَ دوسروں کو اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بلا شبہ اس میں لَاٰيَةً البتہ ایک نشانی ہے وَمَا كَانَ اور نہیں تھے اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے وَاِنَّ اور بلا شبہ رَبَّكَ آپ کا رب لَهُوَ البتہ وہ ہے الْعَزِيْزُ نہایت غالب الرَّحِيْمُ بہت رحم کرنے والا

ترجمہ:۔ اس وقت ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی دریا پر مارو تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہو گیا (کہ) گویا بڑا پہاڑ (ہے) ۝ اور دوسروں کو وہاں ہم نے قریب کر دیا ۝ اور موسیٰ اور ان کیساتھ والوں کو تو بچا لیا ۝ پھر دوسروں کو ڈبو دیا ۝ بیشک اس (قصہ) میں نشانی ہے لیکن یہ اکثر ایمان والے نہیں ۝ اور تمہارا رب تو غالب (اور) مہربان ہے۔

تشریح:۔ ان چھ آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ اس وقت ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی دریا پر مارو
٢۔ لاٹھی جب دریا پر ماری تو دریا پھٹ گیا
٣۔ ہر ایک ٹکڑا یوں ہو گیا کہ گویا بڑا پہاڑ ہے
٤۔ دوسروں کو وہاں ہم نے قریب کر دیا
٥۔ موسیٰ اور ان کے ساتھ والوں کو تو بچا لیا
٦۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا
٧۔ بیشک اس قصہ میں نشانی ہے۔
٨۔ لیکن یہ اکثر ایمان والے نہیں ہیں
٩۔ تمہارا رب تو غالب اور مہربان ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب یہ کہا کہ اے موسیٰ! ہم تو پکڑے گئے یہ ظالم فرعون اور فرعونی ہم سب کو تہس نہس کر دیں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ کہہ کر دلاسہ دیا کہ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ کہا کہ ہرگز نہیں! یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ فرعون اور اس کی قوم تمہیں تہس نہس کر دے، میرے ساتھ میرا رب ہے وہ مجھے راستہ دکھلائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی یہ حکم دیا کہ وہ اپنا عصا سمندر پر ماریں، چنانچہ حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا سمندر پر مارا۔ یہ عصا کوئی معمولی عصا

نہیں تھا، اس عصا میں وہ ربانی طاقت و دبدبہ تھا جو اللہ نے اس میں عطا فرمائی تھی۔ ایک عصا جو پڑا تو سمندر میں بارہ راستے پھوٹ پڑے، پانی کے گویا ٹکڑے ہو گئے اور ان بارہ راستوں کے درمیان کی پانی والی یہ دیواریں ایسی کھڑی ہو گئیں جیسے کہ بلند پہاڑ کھڑا ہوا اور جو بارہ راستے بنے تھے وہ راستے بالکل سوکھے اور ہوادار تھے اور سورج کی روشنی بھی ان راستوں پر پڑ رہی تھی۔ یہ قدرت کا کرشمہ اور کمال تھا جو ہر ایمان والے کیلئے رب ذوالجلال کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے معین و مددگار ہے۔ یہ بارہ راستے اس لئے بنائے گئے کہ بنی اسرائیل کے بارہ خاندان تھے گویا ہر خاندان کے لئے ایک ایک راستہ بنا ہوا تھا تا کہ وہ آسانی کے ساتھ سمندر پار کر لیں۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۷۷ میں بھی اس کا تذکرہ یوں کیا گیا فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى پھر ان کے لئے سمندر میں ایک خشک راستہ اس طرح نکال لینا کہ نہ تمہیں (دشمن کے) آ پکڑنے کا اندیشہ رہے اور نہ کوئی اور خوف ہو۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۵۰ میں بھی اس واقعہ کی منظر کشی یوں کی گئی وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا تو تمہیں نجات دی اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اور تم دیکھ ہی تو رہے تھے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل اپنی آنکھوں سے یہ کرشمہ دیکھ رہی تھی کہ ان کے سمندر پار ہوتے ہی سمندر کا پانی مل چکا ہے اور جو راستے بنی اسرائیل کے لئے بنائے گئے تھے وہ راستے ختم ہو چکے ہیں اور فرعون اور اس کا لشکر درمیانی سمندر میں ان کی آنکھوں کے سامنے ڈوب رہے ہیں۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۹۰ میں بھی اس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا تو فرعون اور اُس کے لشکر نے سرکشی اور زیادتی سے اُن کا تعاقب کیا یہاں تک کہ جب اُس کو غرق (کے عذاب) نے آ پکڑا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لایا کہ جس (اللہ) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ہم نے موسیٰ اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو اور جن لوگوں نے بھی موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی ان سب کو نجات عطا کی اور ان میں سے کوئی ایک بھی ہلاک نہیں ہوا اور فرعون اور اس کے سارے لشکر کو غرق کر دیا اور ان میں سے کوئی بچ نہ سکا۔

اس قصہ کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ یہ حقیقت بیان کر رہے ہیں کہ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً اس قصہ میں اور اس میں جتنی بھی عجیب چیزیں ہیں اس میں قدرت کی نشانی ہے اور نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے عبرت اور نصیحت ہے۔ یہ واقعہ رب ذوالجلال کی قدرت و طاقت کا اظہار کرتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کا اعلان کرتا ہے اور یہ سبق

دیتا ہے کہ رب ذوالجلال بالآخر ایمان والوں کو نجات عطا کرتے ہیں اور کافروں کو ہلاک و تباہ کرتے ہیں، وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ کے ذریعہ یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ مصر میں جو قبطی باقی رہ گئے ان میں سے اکثر ایمان نہیں لائے۔ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر غالب بھی ہے اور وہ اپنے بندوں پر رحم بھی کرنے والا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۴۹۹﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کیا کہا؟ ﴿الشعراء ۶۹-تا-۷۴﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَاتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَاَ اِبۡرٰهِيۡمَ ۞ اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۞ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اَصۡنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيۡنَ ۞ قَالَ هَلۡ يَسۡمَعُوۡنَكُمۡ اِذۡ تَدۡعُوۡنَ ۞ اَوۡ يَنۡفَعُوۡنَكُمۡ اَوۡ يَضُرُّوۡنَ ۞ قَالُوۡا بَلۡ وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاتۡلُ اور آپ تلاوت کیجئے عَلَيۡهِمۡ ان پر نَبَاَ اِبۡرٰهِيۡمَ ابراہیم کی خبر اِذۡ قَالَ جب اس نے کہا لِاَبِيۡهِ اپنے باپ سے وَقَوۡمِهٖ اور اپنی قوم سے مَا کس چیز کی تَعۡبُدُوۡنَ تم عبادت کرتے ہو قَالُوۡا انہوں نے کہا نَعۡبُدُ ہم عبادت کرتے ہیں اَصۡنَامًا بتوں کی فَنَظَلُّ اور ہم ہمیشہ رہیں گے لَهَا ان کی عٰكِفِيۡنَ تعظیم کرنے والے قَالَ اس نے کہا هَلۡ يَسۡمَعُوۡنَكُمۡ کیا وہ تمہاری سنتے ہیں اِذۡ تَدۡعُوۡنَ جب تم پکارتے ہو اَوۡ يَنۡفَعُوۡنَكُمۡ یا وہ تمہیں نفع دیتے ہیں اَوۡ يَضُرُّوۡنَ یا وہ نقصان دیتے ہیں قَالُوۡا انہوں نے کہا بَلۡ وَجَدۡنَاۤ بلکہ ہم نے پایا اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادا کو كَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ اسی طرح وہ کرتے تھے

ترجمہ:۔ اور ان کو ابراہیم کا حال پڑھ کر سنا دو ۞ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو؟ ۞ وہ کہنے لگے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کی پوجا پر قائم ہیں ۞ ابراہیم نے کہا کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری آواز کو سنتے ہیں؟ ۞ یا تمہیں کچھ فائدے دے سکتے یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ ۞ انہوں نے کہا (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

تشریح:۔ ان چھ آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان کو ابراہیم کا حال پڑھ کر سنا دو

۲۔ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو؟

۳۔ وہ کہنے لگے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کی پوجا پر قائم ہیں

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری آواز کو سنتے ہیں؟

۵۔ یا تمہیں کچھ فائدے یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

۶۔ انہوں نے کہا کہ نہیں! بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ نبی اور رسول ہیں جن کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں کئی حیثیتوں سے بلند مقام عطا کیا گیا ہے۔ ہمارا شمار بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت میں سے ہے مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (الحج ۷۸:) اپنے باپ ابراہیم کا دین قائم رکھو، اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ قرآنِ مجید کی متعدد سورتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکرِ خیر کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۴ میں کہا گیا وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ اور جس وقت امتحان لیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان کے پروردگار نے چند باتوں میں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۸ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان مکالمہ کا ذکر ہے اور آیت نمبر ۲۶۰ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے کئے گئے اس سوال کا ذکر ہے کہ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى میرے پروردگار! آپ مجھے بتلائیے کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ کرتے ہیں؟ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۶۵ اور ۶۷ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ اس کے علاوہ سورۃ النساء، سورۃ الانعام، سورۃ التوبہ، سورۂ ابراہیم، سورۂ حجر، سورۃ النحل، سورۂ مریم، سورۃ الانبیاء، سورۃ العنکبوت، سورۃ الصّٰفّٰت، سورۂ یوسف، سورۂ ص، سورۃ الزخرف، سورۃ الشعراء، سورۃ الاعراف، سورۂ ہود اور سورۃ النحل وغیرہ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ موجود ہے۔ قرآنِ مجید کی ایک سورت کا نام بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ہے یعنی سورۂ ابراہیم۔

سورۃ الشعراء کی اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس دعوتِ حق و توحید کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنے ابا جان اور اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کیا تھا۔ واضح ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر بت ساز، بت فروش اور بت پرست تھے۔ بتوں کا بنانا، بیچنا اور ان کی پوجا کرنا ان کا مشغلہ تھا اور ان کی قوم کا بھی یہی حال تھا کہ یہ قوم مشرک تھی اور بتوں کی پوجا پاٹ میں لگی ہوئی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہاں اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ اپنی امت کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنائیے تاکہ آپ کی امت میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسا توکل اور اخلاص پیدا ہو اور انہوں نے جس طرح توحید کا جام نوش کیا تھا آپ کی امت بھی وہ جامِ توحید پی لے اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام شرک سے بیزار اور دور رہے آپ کی امت بھی شرک سے دور اور بیزار رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچپن ہی سے رشد و ہدایت کی وہ عظیم نعمت عطا فرمائی کہ ان کا دل و دماغ بتوں کی عبادت سے بالکل دور رہا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جوانی پر قدم رکھا تو اپنے ابا جان اور اپنی قوم کے سامنے بتوں سے ناپسندیدگی کا اعلان کیا اور صاف طور پر کہہ دیا کہ آخر تم لوگ کن چیزوں کی عبادت کررہے ہو؟ آخر ان بتوں کی کیا حقیقت ہے جن کو تم سب گھیرے ہوئے عبادت میں لگے ہوئے ہو؟ قوم نے کہا کہ نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ہم بتوں کو پوجتے ہیں

اوران کی پوجا پر ہم قائم بھی ہیں۔ جب قوم نے یہ جواب دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ کیا یہ بت جن کی تم عبادت کرر ہے ہو جب تم ان کو پکارتے ہوتو کیا وہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں؟ کیا یہ بت تم کو کچھ نفع پہنچاتے ہیں یا تم کوکسی نقصان سے بچاتے ہیں؟ پھر تم ہی بتاؤ کہ تمہاری عبادت کا فائدہ کیا ہے؟ جب کہ اس عبادت سے تمہاری کوئی غرض ہی پوری نہیں ہورہی ہے؟ تم غور کرو اور سوچو تا کہ تم حقیقت کو پاسکو۔قوم نے اس کا یہ جواب دیا کہ بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے ہوئے پایااس لئے ہم بھی وہی کررہے ہیں جو وہ لوگ کرتے آئے ہیں۔قوم کو جب کوئی معقول جواب نہیں ملاتو انہوں نے اندھی تقلید کی بات کی۔

﴿درس نمبر ۱۵۰۰﴾ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے ﴿الشعراء ۷۵-تا-۸۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ○ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ○ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ○ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ○ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ○ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا اَفَرَءَيْتُمْ کیا پھر تم نے دیکھا مَّا جن کی كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ تم عبادت کرتے ہو اَنْتُمْ تم وَاٰبَآؤُكُمُ اور تمہارے باپ دادا الْاَقْدَمُوْنَ پہلے فَاِنَّهُمْ چنانچہ بلا شبہ وہ عَدُوٌّ لِّيْٓ میرے دشمن ہیں اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ سوائے رب العالمین کے الَّذِيْ وہ جس نے خَلَقَنِيْ مجھے پیدا کیا فَهُوَ پس وہی يَهْدِيْنِ میری رہنمائی کرتا ہے وَالَّذِيْ اور وہ جو هُوَ يُطْعِمُنِيْ وہ مجھے کھلاتا ہے وَيَسْقِيْنِ اور مجھے پلاتا ہے وَاِذَا مَرِضْتُ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں فَهُوَ پھر وہی يَشْفِيْنِ مجھے شفا دیتا ہے وَالَّذِيْ اور وہ جو يُمِيْتُنِيْ مجھے مارے گا ثُمَّ يُحْيِيْنِ پھر مجھے زندہ کرے گا وَالَّذِيْٓ اور وہ جس سے اَطْمَعُ میں امید رکھتا ہوں اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ کہ وہ مجھے بخش دے گا خَطِيْٓـَٔتِيْ میری خطائیں يَوْمَ الدِّيْنِ جزا کے دن

ترجمہ:۔ ابراہیم نے کہا کہ تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے ہو؟ ○ تم بھی اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی ○ وہ میرے دشمن ہیں لیکن اللہ رب العالمین (میرا دوست ہے) ○ جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے رستہ دکھاتا ہے ○ اور وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے ○ اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے ○ اور وہ جو مجھے مارے گا اور پھر زندہ کرے گا ○ اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا۔

تشریح:۔ ان آٹھ آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے ہو۔

۲۔تم بھی اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی۔ ۳۔وہ میرے دشمن ہیں لیکن رب العالمین تو میرا دوست ہے۔

۴۔جس رب العالمین نے مجھے پیدا کیا۔ ۵۔وہی رب العالمین مجھے راستہ دکھاتا ہے۔

۶۔وہی رب العالمین مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ ۷۔جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہ مجھے شفا بخشتا ہے۔

۸۔وہ رب العالمین جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن وہ میرے گناہ بخشے گا۔

پچھلی آیتوں میں اللہ تبارک وتعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا کہ جب انہوں نے اپنے والد اور اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کی جانب بلایا تو انہوں نے انکار کر دیا اور انہوں نے اپنے بتوں کی عبادت یہ کہتے ہوئے جاری رکھی کہ ہم نے اپنے باپ داداوں کو انہی کی عبادت کرتے دیکھا ہے لہٰذا ہم بھی انہی کی اتباع میں انہی کو پوجتے ہیں جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ○ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ○ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ کہ تم اپنے جن باطل معبودوں کی عبادت کرنے والے اپنے باپ داداوں کا ذکر کر رہے ہو تو انکے بارے میں میری بھی رائے سن لو اور وہ یہ کہ یہ سب کے سب میرے دشمن ہیں اس لئے کہ جو اللہ کے علاوہ اوروں کی عبادت کرتا ہے وہ اللہ کا دشمن ہے اور جو اللہ کا دشمن ہے وہ میرا بھی دشمنہے خواہ میرا اس سے جو بھی رشتہ ہو مجھے اسکی کوئی پرواہ نہیں اس لئے کہ رشتہ بنانے اور مٹانے والا وہی ایک اللہ ہے۔لہٰذا میں نے اسے اپنا معبود مان لیا اب وہ جیسے کہے گا میں اسی پر عمل کرونگا اور وہی میرا دوست اور رہبر ہے جو مجھے سیدھا جنت کا راستہ دکھائے گا اور ہاں! تم اس دشمنی کے فیصلہ سے یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ تم اور تمہارے یہ معبود مجھے کچھ نقصان پہنچائیں گے بالکل نہیں اس لئے کہ اللہ کی ذات کے علاوہ کسی اور میں یہ قدرت نہیں کہ وہ کسی کو نفع پہنچائے یا نقصان؟ بلکہ نفع ونقصان پہنچانے والی ذات ایک اللہ کی ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے اس راستہ کی ہمیشہ رہبری کرتا ہے جو دنیا اور آخرت کے اعتبار سے افضل اور نجات والا ہے اسی طرح میرے لئے اس نے زمین میں کھانے اور پانی کا انتظام کیا جو میری بھوک اور پیاس کو مٹاتی ہے اور جب مجھے بیماری لاحق ہوتی ہے تو میرے مرض کو دور کرنے والی بھی وہی ذات ہے اسی طرح مجھے موت دینے والا بھی وہی اللہ ہے اور پھر دوبارہ زندہ کرنے والا بھی وہی اللہ ہے۔لہٰذا میں اسی ذات سے یہ قوی امید رکھتا ہوں کہ مجھ سے بحیثیت بشر اگر کوئی خطا یا لغزش ہوگئی ہو تو اسے وہی قیامت کے دن بخش دے گا۔ میں نے اپنے رب کی جو شان اور صفات بیان کی ہیں اگر ان میں سے ایک صفت بھی تمہارے ان باطل اور پتھر سے بنے معبودوں میں ہو تو مجھے بتلاؤ؟ نہیں! تو پھر کیوں تم لوگ اس رب اعلی کی عبادت کو چھوڑ کر ان بے بس بتوں کی عبادت کے پیچھے لگے ہوئے ہو جو نہ خود اپنی ضروریات کو پوری کرسکتا ہے

اور نہ ہی تمہاری۔ تمہارے پاس ابھی بھی وقت ہے انہیں چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کو اپنالو یقیناً وہ تمہارے پچھلے گناہ معاف کر کے تمہیں آخرت میں نعمتوں والے باغات میں، سونے اور چاندی سے بنے محلات میں بڑے عیش و آرام کے ساتھ رکھے گا اور اگر نہیں مانو گے تو کل قیامت کے دن تمہارے پاس پچھتانے کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا۔

﴿درس نمبر ۱۵۰۱﴾ اے اللہ! مجھے علم و دانش عطا فرما ﴿الشعراء ۸۳ تا ۸۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ۝ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ رَبِّ اے میرے رب! هَبْ لِيْ تو مجھے عطا کر حُكْمًا حکمت وَّ اَلْحِقْنِيْ اور مجھے ملا دے بِالصّٰلِحِيْنَ صالح لوگوں کے ساتھ وَاجْعَلْ اور تو بنا دے لِّيْ لِسَانَ میرے لیے زبان صِدْقٍ سچائی کی فِي الْاٰخِرِيْنَ پچھلے لوگوں میں وَاجْعَلْنِيْ اور بنا دے مجھے مِنْ وَّرَثَةِ وارثوں میں سے جَنَّةِ النَّعِيْمِ نعمتوں والی جنت کے وَاغْفِرْ اور تو بخش دے لِاَبِيْٓ میرے باپ کو اِنَّهٗ بلاشبہ وہ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ گمراہوں میں سے تھا وَلَا تُخْزِنِيْ اور تو مجھے رسوا نہ کرنا يَوْمَ اس دن يُبْعَثُوْنَ کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے يَوْمَ جس دن لَا يَنْفَعُ مَالٌ مال نفع نہیں دے گا وَّلَا بَنُوْنَ اور نہ بیٹے اِلَّا مَنْ اَتَى مگر جو آیا اللّٰهَ اللہ کے پاس بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ قلبِ سلیم کے ساتھ

ترجمہ:۔ اے اللہ! مجھے علم و دانش عطا فرما اور نیکوکاروں میں شامل کر ۝ اور پچھلے لوگوں میں میرا ذکرِ نیک (جاری) کر ۝ اور مجھے جنتِ نعیم کے وارثوں میں کر ۝ اور میرے باپ کو بخش دے کہ وہ گمراہوں میں سے ہے ۝ اور جس دن لوگ اٹھا کر کھڑے کئے جائیں گے مجھے رسوا نہ کرنا ۝ جس دن نہ مال ہی کچھ فائدہ دے سکے گا اور نہ بیٹے ۝ ہاں! جو شخص اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا (وہ بچ جائے گا)۔

تشریح:۔ ان سات آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اے اللہ! مجھے علم و دانش عطا فرما۔ ۲۔ نیکوکاروں میں شامل فرما۔
۳۔ پچھلے لوگوں میں میرا ذکرِ خیر جاری فرما۔ ۴۔ مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں شامل فرما۔
۵۔ میرے باپ کو بخش دے کہ وہ گمراہوں میں سے ہے۔
۶۔ جس دن لوگ اٹھا کر کھڑے کئے جائیں گے اس دن مجھے رسوا نہ فرما۔
۷۔ جس دن نہ مال ہی کچھ فائدہ دے سکے گا اور نہ بیٹے۔

۸۔ ہاں! جو شخص اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے گا وہ بچ جائے گا۔

پچھلی آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کی جو شان وعظمت اور اسکی نعمتوں اور قدرت قوم کے سامنے پیش کی اس کا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی قادرِ مطلق ذات سے مناجات کر رہے ہیں اور دعائیں مانگ رہے ہیں رَبِّ هَبۡ لِىۡ حُكۡمًا وَّ اَلۡحِقۡنِىۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ اے میرے پروردگار! یقینا تو نے مجھ پر بہت سارے انعامات فرمائے ہیں ایک اور التجا میری سن لے وہ یہ کہ اے میرے رب! مجھے توعلم وحکمت عطا فرما تا کہ مجھے تیری حقیقی معرفت حاصل ہواور تیرے حدودواحکام کا مجھے پتا چل سکےاور میں لوگوں کو تیری عبادت کی دعوت دے سکوں اور میرے رب! میری اس جدو جہد کے بدلہ مجھے تو اپنے نیک اور مقرب بندوں یعنی اپنے رسولوں میں شامل فرما، بعد میں آنے والے لوگوں میں میرا ذکرِ خیر جاری کردے، اللہ تبارک وتعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان دعاوں کو اسی دنیا میں قبول فرمایا وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ۞ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ ۞ كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ (الصافات ۱۰۸:) جو لوگ ان کے بعد آئے ہم نے ان میں یہ روایت قائم کی کہ کہا کریں سلام ہو حضرت ابراہیم پر، ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۸۹ میں بھی فرمایا گیا اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی تھی۔ اور اس طرح آپ کے بعد آنے والی ہر امت نے آپ کی نبوت کو تسلیم کیا۔ چنانچہ وہ یہود ہوں یا نصاری یا پھر مسلمان ہر کوئی آپ کو اپنا امام تسلیم کرتا ہے، اسکے بعد آپ علیہ السلام نے آخرت سے متعلق بھی دعا مانگتے ہوئے فرمایا وَاجۡعَلۡنِىۡ مِنۡ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيۡمِ اے اللہ! مجھے اپنی اس جنت کا جس میں تونے ہر طرح کا سکون اور نعمتیں رکھی ہیں، وارث بنا دے تا کہ میں وہاں ہمیشہ کے لئے تیری نعمتوں سے مستفید ہوتا رہوں اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡوٰرِثُوۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ يَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ (المومنون ۱۰:) یہی وہ وارث ہیں جنہیں جنت الفردوس کی میراث ملے گی۔ آپ علیہ السلام نے جہاں اپنے لئے دعا مانگی وہیں اپنے والد کے لئے بھی اللہ تبارک وتعالی کے سامنے دعا فرمائی وَاغۡفِرۡ لِاَبِىۡۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيۡنَ اے اللہ! چونکہ میرے والدان کافروں اور گمراہ لوگوں میں سے ہیں، انہیں ہدایت کے نور سے سرفراز فرما کرانکی مغفرت فرمادے تا کہ وہ بھی میرے ساتھ آپ کی بنائی ہوئی جنت میں رہ سکیں، اور اے میرے رب! اس دنیا کی رسوائی سے کہیں بڑھ کر آخرت کی شرمندگی اور رسوائی ہے لہٰذا اگر یہ بغیر اسلام لائے ہی اس دنیا کو چھوڑ جائیں گے تو کل قیامت کے دن جب انہیں کافروں کی صف میں بلایا جائیگا تو وہ وقت بڑی رسوائی کا ہوگا لہٰذا مجھے اس رسوائی سے بچالے لیکن اللہ تبارک کا وعدہ ہے يَوۡمَ لَا يَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ ۞ اِلَّا مَنۡ اَتَى اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ اس دن نہ ہی مال کسی کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی اولاد اگر کوئی چیز اس دن فائدہ پہنچا سکتی ہے تو وہ ہے شرک وکفر سے پاک دل لہٰذا اگر کسی کے پاس یہ دل ہوگا تو وہ اس دن کے عذاب اور رسوائی سے بچا

رہے گا، لیکن یہ لوگ ایسے ہیں جنکے دلوں میں شرک و کفر کا روگ ہے لہٰذا وہ اس جنت کو پا نہیں سکیں گے فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (البقرہ۱۰:) ان کے دلوں میں روگ ہے لہٰذا اللہ تعالی نے بھی انکے روگ کو اور بڑھا دیا اور ایسے لوگوں کے لئے انکے جھٹلانے کی وجہ سے دردناک عذاب ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر بھی انہی لوگوں میں شامل ہوں گے جیسا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کو کالا کلوٹا اور گرد آلود حالت میں دیکھیں گے۔ (بخاری ۴۷۶۸ :) الغرض اس دوزخ سے بچنے کا بس ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے قَلْبٍ سَلِيْمٍ یعنی اللہ تبارک وتعالی اور اسکے رسول کی اطاعت کرنے والا اور انکی فرمانبرداری کرنے والا دل لہٰذا جتنا ہو سکے اپنے دل کو اس رب کی طرف اور اسکے رسول کی اطاعت پر لگادو تا کہ کل قیامت کے دن اس رسوائی سے بچا جا سکے۔

﴿درس نمبر ۱۵۰۲﴾ جنت پرہیزگاروں کے قریب کردی جائے گی ﴿الشعراء ۹۰۔تا۔۹۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ O وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ O وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ O مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ O فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغٰاوٗنَ O وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ O قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ O تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ O اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ اور جنت قریب کی جائے گی لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کے لیے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ اور جہنم ظاہر کی جائے گی لِلْغٰوِيْنَ گمراہوں کے لیے وَقِيْلَ اور کہا جائے گا لَهُمْ ان سے اَيْنَمَا کہاں ہیں وہ جن کی كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ تم عبادت کرتے تھے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ یا وہ بدلہ لے سکتے ہیں فَكُبْكِبُوْا پھر وہ اوندھے منہ ڈالے جائیں گے فِيْهَا اس میں هُمْ وہ وَالْغٰاوٗنَ اور گمراہ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اور ابلیس کے لشکر اَجْمَعُوْنَ سب کے سب قَالُوْا وہ کہیں گے وَهُمْ جبکہ وہ فِيْهَا اس میں يَخْتَصِمُوْنَ جھگڑتے ہوں گے تَاللّٰهِ اللہ کی قسم! اِنْ كُنَّا بلا شبہ تم تھے لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ البتہ صریح گمراہی میں اِذْ نُسَوِّيْكُمْ جبکہ ہم تمہیں برابر ٹھہراتے تھے بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کے ساتھ

ترجمہ:۔ اور جنت پرہیزگاروں کے قریب کردیجائے گی O اور دوزخ گمراہوں کے سامنے لائی جائے گی O اور ان سے کہا جائے گا کہ جن کو تم پوجتے تھے وہ کہاں ہیں؟ O یعنی جن کو اللہ کے سوا (پوجتے تھے) کیا وہ تمہاری

مدد کر سکتے ہیں یا خود بدلہ لے سکتے ہیں؟O تو وہ اور گمراہ (یعنی بت اور بت پرست) اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اور شیطان کے لشکر سب کے سب (جہنم میں داخل ہوں گے)O وہاں وہ آپس میں جھگڑیں گے اور کہیں گے کہ اللہ کی قسم! ہم تو صریح گمراہی میں تھےO جب کہ تمہیں (اللہ) رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

تشریح:۔ ان نو آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ جنت پرہیزگاروں کے قریب کردی جائے گی۔

۲۔ دوزخ گمراہوں کے سامنے لائی جائے گی۔

۳۔ ان دوزخیوں سے کہا جائے گا کہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے وہ کہاں ہیں؟۔

۴۔ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا خود بدلہ لے سکتے ہیں۔

۵۔ لہٰذا وہ بت اور بت پرست اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

۶۔ شیطان کے لشکر سب کے سب جہنم میں داخل ہوں گے۔

۷۔ وہاں وہ آپس میں جھگڑیں گے۔

۸۔ کہیں گے کہ اللہ کی قسم! ہم تو صریح گمراہی میں تھے جبکہ تمہیں اللہ کے برابر ٹھہراتے تھے۔

جنت اور جہنم کے مستحقین کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ قیامت کے اوصاف اور بندوں کو دی جانے والی جزا کے بارے میں بیان کر رہے ہیں وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَO وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ کہ قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے جنت کو متقی لوگوں کے سامنے کر دیا جائے گا تا کہ انہیں اس نعمت کے پانے کی خوشی ہو اور انکے دل سے رنج وغم اس جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی دور ہو جائے اور سورۂ ق کی آیت نمبر ۳۱ میں بھی فرمایا گیا وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ اور پرہیزگاروں کیلئے جنت کو اتنا قریب کر دیا جائے گا کہ کچھ دور نہ ہوگی اور جب داخلہ کا وقت ہو تو بلا خوف وخطر خوشی خوشی اس میں داخل ہو جائیں اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ (ق ۳۴:) تم سب اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ یقیناً وہ دن ابدی زندگی کا دن ہوگا۔ وہیں دوزخیوں کے لئے جہنم اور اسکے دردناک عذاب کو سامنے کر دیا جائے گا تا کہ انکے خوف میں مزید اضافہ ہو جائے اور انہیں اپنے کئے پر ندامت ہو اور انکا دل پیچ کر رہ جائے فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الملک ۲۷:) پھر جب وہ اس کو پاس آتا دیکھ لیں گے تو انکے چہرے بگڑ جائیں گے۔ اور وہ لوگ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ (غافر ۶۰:) جب انہیں جہنم میں ڈالا جانے لگے گا تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے وہ معبود جنکی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے اب کہاں ہیں؟ کیا وہ آج تمہاری کچھ مدد کر سکتے ہیں کہ تمہیں اس عذاب سے بچا لیں جو تمہیں دیا جانے والا ہے یا خود یہ لوگ ہی اپنے آپ کو

اس عذاب سے بچانے کی سکت رکھتے ہیں؟ نہیں! تو پھر تم کیوں ایسے بے بس معبودوں کی عبادت کرتے تھے؟۔ الغرض تم اور تمہارے یہ بت اور یہ گمراہ کرنے والے شیطانوں کا لشکر سب کے سب جہنم میں جائیں گے۔ چنانچہ ان سب کو جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیا جائے گا فَکُبْکِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ O وَجُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ۔ جب یہ مشرکین و کفار اس دن یہ منظر دیکھیں گے کہ یہ ہمارے معبود تو کسی کام کے نہیں کہ نہ ہمیں عذاب سے بچا پا رہے ہیں نہ ہی خود اپنے آپ کو جبکہ ہم تو ان کے بارے میں یہ سمجھا کرتے تھے کہ یہ ہماری اس دن اللہ کے سامنے سفارش کریں گے اور اللہ ہمیں انکی سفارش پر جنت میں ڈال دے گا هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس ۱۸ :) مگر وہاں ایسا کچھ نہیں ہوگا جسے دیکھ کر یہ لوگ بے ساختہ کہہ اٹھیں گے کہ ہائے افسوس! ہمارا انہیں خدا اور سفارشی سمجھنا اور انہیں اللہ کے برابر کھڑا کرنا اور انہیں اس رب کا شریک اور ہمارا سفارشی سمجھنا بہت بڑا دھوکہ تھا جس کی سزا ہمیں آج یہاں مل رہی ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۰۳﴾ دنیا میں دوبارہ جانا ہوا تو ہم مومن بن جائیں گے ﴿الشعراء ۹۹-تا-۱۰۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ O فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ O وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ O فَلَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّةً فَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ O اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ O وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمَآ اور نہیں اَضَلَّنَآ ہمیں گمراہ کیا تھا اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ مگر مجرموں ہی نے فَمَا چنانچہ نہیں ہے لَنَا ہمارے لیے مِنْ شَافِعِیْنَ کوئی بھی سفارشی وَلَا اور نہ صَدِیْقٍ کوئی دوست حَمِیْمٍ مخلص فَلَوْ پھر کاش کہ اَنَّ لَنَا بے شک ہو ہمارے لیے کَرَّةً ایک بار لوٹنا فَنَکُوْنَ تو ہوں گے ہم مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں میں سے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ بلاشبہ اس میں لَاٰیَةً البتہ نشانی ہے وَمَا کَانَ اور نہیں ہیں اَکْثَرُهُمْ ان کے اکثر مُّؤْمِنِیْنَ ایمان لانے والے وَاِنَّ اور بلاشبہ رَبَّكَ آپ کا رب لَهُوَ البتہ وہ ہے الْعَزِیْزُ نہایت غالب الرَّحِیْمُ بہت رحم کرنے والا

ترجمہ:۔ اور ہم کو ان گنہگاروں نے ہی گمراہ کیا تھا O تو (آج) نہ کوئی ہمارا سفارش کرنے والا ہے O اور نہ گرم جوش دوست O کاش! ہمیں (دنیا میں) پھر جانا ہو تو ہم مومنوں میں ہو جائیں O بیشک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں O اور تمہارا رب تو غالب اور مہربان ہے۔

تشریح:۔ ان چھ آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں:

ا۔ہم کوان گنہ گاروں نے ہی گمراہ کیا تھا۔ ۲۔تو آج نہ ہمارا کوئی سفارشی ہے۔

۳۔ نہ ہی ایسادوست جو ہمدردی کر سکے۔

۴۔کاش! ہمارا دنیامیں دوبارہ جانا ہوا تو ہم مومنوں میں ہو جائیں گے۔

۵۔یقیناً اس میں ایک نشانی ہے ۔ ۷۔تمہارا رب تو غالب اور مہربان ہے۔

پچھلی آیتوں میں قیامت کے دن گمراہ شخص کے خود اپنے معبودوں سے جھگڑنے کی تفصیلات بیان کی گئیں،ان آیتوں میں مزید کہا جارہا ہے کہ جہنمی لوگ اس دن کہیں گے وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ یہ جہنمی لوگ اللہ تبارک وتعالی کے سامنے کہیں گے کہ اے اللہ! ہمیں گمراہ کرنے میں ان مجرموں کا ہاتھ ہے کہ ہمیں انہوں نے حق بات کو تسلیم کرنے سے روکے رکھا اور ہم سے جھوٹے وعدہ کئے جس کی بنا پر ہم گمراہ ہو گئے اور حق سے دور ہو گئے، ان کے اسی بیان کو سورۂ احزاب کی آیت نمبر ٦٧ میں بھی بیان فرمایا گیا وَ قَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآئَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا انہوں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے بڑے اور اپنے سرداروں کا کہنا مانا چنانچہ انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا، ہم انہیں اپنا غم خوار اور ہمدرد سمجھتے تھے اور یہ گمان کرتے تھے کہ وہ ہمیں کبھی غلط راستہ کی طرف نہیں لے جائیں گے لیکن ہم اس معاملہ میں دھوکہ میں پڑے رہے، ہم ان کی باتوں میں آ کر اس حق کو جھٹلا بیٹھے جو آپ کے پیغمبر ہماری طرف لے آئے تھے جنہوں نے ہمیں بہت کچھ سمجھایا تھا اور واضح نشانیاں بھی بتلائی تھیں پھر بھی ہم نے اسے قبول نہیں کیا جس کا نقصان ہمیں آج بھگتنا پڑ رہا ہے کہ آج جب ہمیں سفارش اور مدد کی ضرورت ہے تو کوئی ہماری سفارش اور مدد کرنے والا نہیں فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ O وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ آج نہ ہمیں کوئی سفارش کرنے والا میسر ہے اور نہ ہی کوئی ہمدری جتانے والا دوست، فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ (الاعراف ۵۳ :) کیا ہمیں کوئی سفارشی میسر ہو سکتا ہے جو ہماری سفارش کرے؟ اس افسوس کے عالم میں وہ اپنی خواہش کا اظہار کریں گے کہ کاش! ہمیں دوبارہ اس دنیا میں لوٹایا جائے تو ہم بس اللہ کے بندے بن کر رہیں گے اور سچے پکے مومن بن کر زندگی گزاریں گے فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اسی طرح سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۳ میں بھی ان کی اس خواہش کو یوں ظاہر کیا گیا اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ یا ہمیں دوبارہ سے اس دنیا میں اگر بھیج دیا جائے تو ہم اس شرک و کفر کے علاوہ اعمال کریں گے، لیکن اللہ تعالی کو یہ معلوم ہے کہ انکے اندر برائی اتنی بھری ہوئی ہے اور یہ لوگ برائی سے اتنے مرعوب ہو چکے ہیں کہ اگر دوبارہ انہیں دنیا میں اس عذاب کو دیکھنے کے بعد بھی بھیج دیا جائے تو یہ لوگ پھر سے انہی اعمالِ کفر و شرک میں لگے رہیں گے وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (الانعام ۲۸) ویسے تو ان کی یہ خواہش بھی پوری نہیں ہوگی اور نہ ہی اللہ تعالی انہیں دوبارہ دنیا میں بھیجے گا اس لئے کہ یہی آخری سفر ہے اسکے بعد اب وہ منزل ہی

آئے گی جس سے انہیں ڈرایا جاتا تھا یعنی جہنم، چنانچہ ان کافروں کے برے انجام اور انکی پوری نہ ہونے والی خواہش کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ تمام عالم کے انسانوں سے فرمارہے ہیں کہ دیکھو! ہم نے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا ہے اس میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حق بیان کرنا، اللہ کی وحدانیت وخالقیت پر دلیلیں دینا اور ان کا آگ میں ڈالے جانے کے بعد صحیح سالم نکل آنا وغیرہ، یہ تمام واقعات ایسے ہیں کہ اگر ان پر کوئی غور وفکر کرے تو ایمان ضرور لائے گا، لیکن افسوس! ان سب واضح نشانیوں کے باوجود بہت کم لوگ تھے جو ان پر ایمان لے آئے بلکہ ان میں کی اکثریت بے ایمان تھی، لہٰذا اے نبی! اگر آپ کی امت میں بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لا رہے ہیں اور آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو اس سے آپ افسردہ نہ ہوں اس لئے کہ یہ تو سارے ہی انبیاء کے ساتھ ہوتا رہا اور رہی بات آپ کے ان دشمنوں کو سزا دینا اور آپ پر ایمان لانے والوں کی حفاظت کرنا تو اس کے لئے ہم کافی ہے وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۔ اور بیشک آپ کا رب غالب ہے رحم کرنے والا ہے

﴿درس نمبر ۱۵۰۴﴾ **میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں** ﴿الشعراء ۱۰۵۔تا۔۱۱۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ O اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ O اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ O فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ O وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحٍ قومِ نوح نے جھٹلایا الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کو اِذْ قَالَ جب کہا لَهُمْ ان کو اَخُوْهُمْ نُوْحٌ ان کے بھائی نوح نے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم نہیں ڈرتے؟ اِنِّيْ بلاشبہ میں ہوں لَكُمْ تمہارے لیے رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ امانتدار رسول فَاتَّقُوا اللّٰهَ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو وَمَآ اَسْئَلُكُمْ اور میں تم سے نہیں مانگتا عَلَيْهِ اس پر مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر اِنْ نہیں ہے اَجْرِيَ میرا اجر اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ مگر رب العالمین کے ذمے فَاتَّقُوا اللّٰهَ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو

ترجمہ:۔ قومِ نوح نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا O جب اُن سے اُن کے بھائی نوح نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟ O میں تو تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں O تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو O اور اس کام کا میں تم سے کچھ صِلہ تو نہیں مانگتا میرا صلہ تو اللہ رب العالمین ہی پر ہے O تو اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو۔

تشریح:۔ ان چھ آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا
۲۔جب ان سے ان کے بھائی حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟
۳۔میں تو تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں۔ ۴۔اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو
۵۔اس کام کا تم سے کچھ صلہ تو میں نہیں مانگتا۔ ۶۔میرا صلہ تو اللہ رب العالمین ہی پر ہے
۷۔اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو

جب بھی دنیا میں پیغمبر آئے اورانہوں نے اپنی قوموں کو توحید کا پیغام دیا اورانہیں اللہ سے ڈرنے کی تلقین کی قوموں نے نبیوں کو جھٹلایا۔ یہاں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی بابت یہ بات کہی جارہی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا۔قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو اس وقت جھٹلایا جب کہ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہا کہ اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟اے قوم کے لوگو! کیا تم کو اس بات سے ڈر نہیں لگتا کہ تم اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرتے ہو؟ جب کہ ایک اللہ وہ ہے جو زمین و آسمان کا خالق اور مالک ہے؟ کیا تم کو اپنے اس کفر کے انجام کا کوئی خوف نہیں ہے کہ اگر تم دنیا میں کفر اور شرک کرو گے تو آخرت میں تمہارا کیا انجام ہوگا؟

یہاں مفسرین نے ہونے والے اس اعتراض کا جواب بھی دیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے تو صرف حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس قوم نے الْمُرْسَلِيْنَ پیغمبروں کو جھٹلایا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ کسی ایک پیغمبر کو جھٹلانا تمام پیغمبروں کو جھٹلانے کے برابر ہے اسی لئے الْمُرْسَلِيْنَ کا لفظ استعمال کیا گیا۔ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کے اس برے عمل سے ڈرایا تو ساتھ ہی اپنی دو خصوصیتوں کا اظہار بھی کیا کہ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ میں تمہارے لئے امانتدار رسول ہوں۔یعنی ایک تو یہ کہ میں خود آیا نہیں ہوں بلکہ تمہاری طرف رب العالمین کی طرف سے بھیجا گیا ہوں یعنی رسول ہوں۔دوسری بات یہ کہی کہ جس چیز کو اللہ نے دے کر مجھے بھیجا ہے اس معاملہ میں میں امانتدار بھی ہوں کہ اس پیغام حق میں میں نے امانتداری کا لحاظ رکھا ہے کوئی خیانت میں نے نہیں کی ہے۔اللہ کے پیغام کو کمی بیشی کے بغیر میں نے تم تک پہنچایا ہے۔

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو۔جب تم پر میری سچائی، میری امانتداری اور میری خیر خواہی ثابت ہوگئی اور واضح ہوگئی تو اب تمہارا کام یہ ہے کہ تم اس اللہ سے ڈرو جس نے تم کو اور ساری کائنات کو پیدا کیا اور جب میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں تو تم میری اطاعت کرو اس لئے کہ تقویٰ یعنی پرہیز گاری اور اطاعت دونوں دین کی بنیاد ہیں، بغیر تقویٰ اور اطاعت کے دین کی تکمیل ناممکن ہے۔حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے اس بات کی بھی وضاحت کردی کہ

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ میں اس دعوت وتبلیغ اور پند ونصیحت کے بدلہ میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میرا صلہ اور معاوضہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے وہ مجھے بہتر سے بہتر صلہ عطا کرے گا۔ میرا تم سے صرف یہ مطالبہ ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ حضرت نوح علیہ السلام کے اس خطاب کا جواب قوم نے کیا دیا اگلے درس میں اس کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

﴿درس نمبر ۱۵۰۵﴾ **ان کا حساب میرے رب کے ذمہ ہے** ﴿الشعراء ۱۱۱۔تا۔۱۱۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ○ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰی رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ○ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالُوْٓا انہوں نے کہا اَنُؤْمِنُ کیا ہم ایمان لائیں لَكَ تجھ پر وَاتَّبَعَكَ حالانکہ تیری پیروی کی ہے الْاَرْذَلُوْنَ رذیل لوگوں نے قَالَ اس نے کہا وَمَا عِلْمِيْ اور مجھے کیا علم بِمَا اس کا جو کچھ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ عمل کرتے تھے اِنْ نہیں ہے حِسَابُهُمْ ان کا حساب اِلَّا عَلٰی رَبِّيْ مگر میرے رب کے ذمے لَوْ تَشْعُرُوْنَ کاش کہ تم شعور رکھتے وَمَآ اَنَا اور میں نہیں ہوں بِطَارِدِ دور کرنے والا الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کو اِنْ اَنَا میں نہیں ہوں اِلَّا نَذِيْرٌ مگر ڈرانے والا مُّبِيْنٌ کھلم کھلا

ترجمہ:۔ وہ بولے کہ کیا ہم تمہیں مان لیں اور تمہارے پیروکار تو رذیل لوگ ہوتے ہیں ○ نوح نے کہا کہ مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کرتے ہیں ○ ان کا حساب (اعمال) میرے رب کے ذمے ہے کاش! تم سمجھو ○ اور میں مومنوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں ○ میں تو صرف کھول کھول کر نصیحت کرنے والا ہوں۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا کہ کیا ہم تمہیں مان لیں اور تمہارے پیروکار تو رذیل لوگ ہوتے ہیں

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کرتے ہیں؟

۳۔ ان کا حساب میرے رب کے ذمہ ہے ۴۔ کاش! تم اس بات کو سمجھ جاؤ

۵۔ میں مومنوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں ۶۔ میں تو صرف کھول کھول کر نصیحت کرنے والا ہوں

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو صاف سمجھا دیا اور انہیں اللہ سے ڈرنے کی تلقین کی اور اپنی اطاعت کا بھی انہیں حکم دیا اور یہ بھی بتلا دیا کہ میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو مجھے میرا رب دے گا۔ اس قدر

واضح اور بے لوث گفتگو کو سننے کے بعد کوئی معقول بات پیش کرنے سے قوم قاصر رہی اور واہیات قسم کی ایک بات قوم نے پیش کی کہ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں اے نوح! جبکہ یہ کمزور قسم کے نچلے درجے کے لوگ تمہاری پیروی کرتے ہیں؟ قوم کے یہ بڑے لوگ یہ کہنا چاہتے تھے کہ ہم تم پر ایمان اس لئے نہیں لاسکتے کہ تمہارے اطراف تو قوم کے کمزور اور گرے پڑے لوگ رہتے ہیں۔ قوم کے غریب اور فقیر قسم کے لوگوں نے تم پر ایمان قبول کیا ہے اور ہم تو مقام اور مرتبہ والے لوگ ہیں، مال و دولت رکھنے والے شریف قسم کے لوگ ہیں (نعوذ باللہ من ذالک)۔ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کی اس بات کا جواب یہ دیا کہ مجھے کیا معلوم کہ وہ لوگ جو مجھ پر ایمان لے آئے کیا کام کرتے ہیں؟ میرے نزدیک مالدار اور غریب کا فرق نہیں ہے۔ حیثیت والے اور بے حیثیت والے کا کوئی فرق نہیں ہے، میرے پاس آقا اور غلام کا کوئی فرق نہیں ہے۔ مجھے تو میری قوم کے سارے لوگوں کی طرف میرے رب نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ مجھے ان کے کاموں اور ان کے پیشوں سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ ان کے کاموں کی جانچ پڑتال میں مجھے نہیں لگنا ہے، ان کا حساب تو میرے رب کے ذمہ ہے۔ کاش! تم اس بات کو سمجھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں سے واقف ہے وہی ان کا حساب کرے گا اور ان کو جزا یا سزا دے گا۔ میرا کام تو بس انہیں ڈرانا ہے۔ میرے ذمہ نہ ان کا حساب ہے اور نہ ہی ان کو بدلہ دینا ہے۔ اگر واقعی تم عقلمند ہو۔ شعور، عقل اور احساس رکھتے ہو تو غور کرو کہ تمہاری بات معقول ہے یا غیر معقول؟ لیکن تم تو نادان، بے شعور اور جاہل قسم کے لوگ ہو۔

اے قوم کے لوگو! اے سردارو! میرا یہ فیصلہ تم لوگ کان کھول کر سن لو کہ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ جو لوگ مجھ پر ایمان لے آئے ہیں میں تو ان کو اپنے سے دور کرنے والا نہیں ہوں۔ میرے لئے یہ زیبا نہیں دیتا کہ میں کسی کو اس کے غریب اور بے حیثیت ہونے کی وجہ سے مجھ سے دور کردوں۔ میرے پاس سب سے زیادہ قیمتی چیز ان کے دل کا وہ ایمان ہے جو انہیں نصیب ہوا ہے۔ جن خوش نصیب لوگوں نے ایمان قبول کیا میرے نبی ہونے کی تصدیق کی اور میری اتباع کی میں تو انہیں اپنے سے دور نہیں کرسکتا۔ رسولِ رحمت ﷺ کو بھی اس بات سے روک دیا گیا تھا کہ آپ ﷺ ان لوگوں کو اپنی مجلس سے دور کردیں جو بظاہر غریب و کمزور ہیں مگر وہ صبح و شام اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۵۲ میں یہی بات کہی گئی : وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اور جو لوگ صبح و شام اپنے رب سے دعا کرتے ہیں (اور) اُس کی ذات کے طالب ہیں اُن کو (اپنے پاس سے) مت نکالو اُن کے حسابِ (اعمال) کی جوابدہی تم پر کچھ نہیں اور تمہارے حساب کی جوابدہی اُن پر کچھ نہیں (پس ایسا نہ کرنا) اگر اُن کو نکالو گے تو ظالموں میں ہو جاؤ گے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۲۹ میں بھی حضرت نوح علیہ السلام

کا قوم سے یہ خطاب مذکور ہے :وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اور میں ایمان والوں کو اپنے پاس سے نکال نہیں سکتااس کے بعد یہ بات کہی گئی کہ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ میں تو بس صاف طور پر ڈرانے والا ہوں۔ جو میری اطاعت کرے گااور میری اتباع کرے گا وہ مجھ میں سے ہےاور میں ان میں سے ہوں، چاہے وہ آقا ہو یا غلام، بڑا ہو یا چھوٹا، مالدار ہو یا غریب، حیثیت والا ہو یا بے حیثیت، میں تو اس شخص کو ڈراتا ہوں جو مجھے جھٹلائے اور میری بات کو قبول نہ کرے اور جو میری بات کو مانے گا وہ تو مجھ سے قریب ہی ہوگا اور جو میری بات کا انکار کردے گا وہ مجھ سے دور ہو جائے گا۔

﴿درس نمبر ۱۵۰۶﴾ اگر تم باز نہیں آ ؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے ﴿الشعراء ۱۱۶۔تا۔۱۲۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ۝ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبَاقِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالُوْا انہوں نے کہا لَئِنْ البتہ اگر لَّمْ تَنْتَهِ تو نہ رکا اس سے يٰنُوْحُ اے نوح لَتَكُوْنَنَّ البتہ تو ضرور ہو جائے گا مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ سنگسار کیے ہوئے لوگوں میں قَالَ اس نے کہا رَبِّ اے میرے رب! اِنَّ قَوْمِيْ بے شک میری قوم نے كَذَّبُوْنِ مجھے جھٹلا دیا ہے فَافْتَحْ لہٰذا تو فیصلہ کر بَيْنِيْ میرے درمیان وَبَيْنَهُمْ اور ان کے درمیان فَتْحًا فیصلہ وَّنَجِّنِيْ اور تو نجات دے مجھے وَمَنْ اور ان لوگوں کو جو مَّعِيَ میرے ساتھ ہیں مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں میں سے فَاَنْجَيْنٰهُ چنانچہ ہم نے نجات دی اسے وَمَنْ اور ان لوگوں کو جو مَّعَهٗ اس کے ساتھ تھے فِي الْفُلْكِ اس کشتی میں الْمَشْحُوْنِ جو بھری ہوئی تھی ثُمَّ اَغْرَقْنَا پھر ہم نے غرق کر دیا بَعْدُ اس کے بعد الْبَاقِيْنَ باقی لوگوں کو اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بلاشبہ اس میں لَاٰيَةً البتہ نشانی ہے وَمَا كَانَ اور نہیں تھے اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے وَاِنَّ اور بلاشبہ رَبَّكَ آپ کا رب لَهُوَ البتہ وہ ہے الْعَزِيْزُ نہایت غالب الرَّحِيْمُ بہت رحم کرنے والا

ترجمہ:۔ انہوں نے کہا کہ نوح اگر تم باز نہ آ ؤ گے تو سنگسار کر دیئے جاؤ گے ۝ نوح نے کہا کہ الٰہی! میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا ۝ سو تو میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا فیصلہ کر دے اور مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں ان کو بچا لے ۝ پس ہم نے ان کو اور جو اُن کے ساتھ کشتی میں سوار تھے ان کو بچا لیا ۝ پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو

ڈبو دیا O بیشک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے O اور تمہارا رب تو غالب (اور) مہربان ہے۔

تشریح:۔ان سات آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا اے نوح! اگر تم باز نہ آؤ گے تو تم سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔

۲۔حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب! میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا

۳۔میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا فیصلہ کر دیجئے ۴۔مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں ان کو بچا لیجئے

۵۔ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے ان کو بچا لیا

۶۔پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو ڈبو دیا ۷۔بیشک اس میں نشانی ہے

۸۔ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے

جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے صاف صاف فیصلہ والی بات سن لی کہ وہ ان کے مطالبہ کے مطابق ان کمزور اور غریب لوگوں کو اپنے سے دور نہیں کریں گے تو قوم کے لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو یوں دھمکی دی کہ اے نوح! اگر تم اپنی اس دعوت سے باز نہیں آؤ گے اور اپنے دین کی طرف ہمیں بلانا نہیں چھوڑو گے تو یہ بات یاد رکھ لو کہ ہم تم کو پتھروں سے ماریں گے، یعنی قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو پتھروں سے مار مار کر قتل کرنے کی دھمکی دی۔ جب قوم نے ایسی دھمکی دی تو حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کی اس دھمکی کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو کر اپنے حقیقی پروردگار سے یوں کہا کہ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ کَذَّبُوْنِ اے میرے رب! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ اب آپ ہی میرے اور میری قوم کے درمیان میں فیصلہ فرما دیجئے۔ آپ ایسا انصاف والا فیصلہ کر دیجئے کہ جس کے ذریعہ حق بات کو اختیار کرنے والوں کی مدد ہو اور جو باطل پر اور گمراہی پر ہیں وہ ہلاک اور برباد ہوں اور جو مجھ پر ایمان لائیں ان کو اس عذاب سے نجات دیجئے جو عذاب ان گمراہوں کو دیا جائے گا۔ سورۂ قمر کی آیت نمبر ۱۰ میں بھی حضرت نوح علیہ السلام کی دعا یوں ہے فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ تو انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں (ان کے مقابلے میں) کمزور ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اور ان پر ایمان لاتے ہوئے کشتی پر سوار ہونے والوں کو اس طوفان سے نجات دی اور ان کے علاوہ قوم کے جتنے افراد تھے ان سب کو غرق کر دیا۔ جن لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت پر لبیک کہا اور توحید کو اختیار کیا اور حضرت نوح علیہ السلام کی اطاعت کی اور بتوں کی عبادت کو یکسر چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو اس زبردست اور ہلاکت خیز طوفان سے بچا لیا، جو لوگ کفر پر باقی رہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمانی اور مخالفت کی اللہ تعالیٰ نے ان کو غرق کر دیا۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد اسّی (۸۰) تھی جن میں چالیس مرد تھے اور چالیس عورتیں تھیں۔

طوفانِ نوح کے اس واقعہ میں قدرت کی زبردست نشانی ہے۔ یعنی مومنوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت میں عبرت ونصیحت کا زبردست سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ طاقتور اور غالب ہے اس کے قبضہ میں کائنات کی ہر چیز ہے۔ اس کے سامنے سب مغلوب ہیں اور وہ سب پر غالب ہے اور وہ اپنے بندوں پر مہربانی کرنے والا بھی ہے۔

قومِ عاد نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا

﴿درس نمبر ۱۵۰۷﴾ ﴿الشعراء ۱۲۳۔تا۔۱۲۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَذَّبَتْ عَادُ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ كَذَّبَتْ عَادُ عاد نے جھٹلایا الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کو اِذْ قَالَ جب کہا لَهُمْ ان سے اَخُوْهُمْ ان کے بھائی هُوْدٌ ہود نے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم نہیں ڈرتے ؟ اِنِّيْ بے شک میں ہوں لَكُمْ تمہارے لیے رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ امانتدار رسول فَاتَّقُوا اللّٰهَ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو وَمَآ اور نہیں اَسْئَلُكُمْ میں تم سے مانگتا عَلَيْهِ اس پر مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر اِنْ نہیں ہے اَجْرِيَ میرا اجر اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ مگر رب العالمین کے ذمے

ترجمہ:۔ عاد نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا ۝ جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟ ۝ میں تو تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں ۝ تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ۝ اور میں اس کا تم سے کچھ صلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ (اللہ) رب العالمین کے ذمے ہے۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ قومِ عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا

۲۔ جب قومِ عاد سے ان کے بھائی حضرت ہود علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟

۳۔ میں تو تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں

۴۔ اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو

۵۔ میں اس کا تم سے کچھ صلہ نہیں مانگتا

۶۔ میرا بدلہ تو اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے

قومِ عاد نے بھی دیگر قوموں کی طرح ان پیغمبروں کو جھٹلایا جو ان کی جانب بھیجے گئے، دیگر نبیوں کی طرف حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو وحدانیت کی طرف بلایا اور انہیں اس بات کی تلقین کی کہ وہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو نافرمانی کے نتیجہ میں ہونے والی بدانجامی سے بھی آ گاہ کیا۔ قومِ عاد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد اس دنیا میں آباد ہوئی اور یہ بڑی طاقتور قوم تھی۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۶۹ میں قومِ عاد کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَكُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّزَادَكُمۡ فِى الۡخَلۡقِ بَصۜۡطَةً قومِ عاد یمن کے شہروں میں سے ایک شہر حضر موت کے قریب ریگستانی پہاڑوں میں رہا کرتے تھے۔ قومِ عاد کی عمریں لمبی تھیں اور یہ قوم بہت ہی زیادہ طاقتور تھی اور مال و دولت کی کثرت و بہتات کی وجہ سے خوشحالی میں یہ زندگی بسر کرتی تھی۔ ان کے پاس نہریں، کھیتیاں، پھل پھلاریاں اور دیگر اسباب و وسائل موجود تھے۔ لیکن ان سب نعمتوں کے باوجود وہ قوم ایک اللہ کی عبادت سے محروم تھی اور وہ بتوں کی پوجا میں غرق تھی۔ اس قوم نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا جبکہ حضرت ہود علیہ السلام اسی قوم کی برادری سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک وتباہ کر دیا۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے دیگر نبیوں کی طرح یہی بات کہی کہ اَلَا تَتَّقُوۡنَ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ یعنی اے قوم کے لوگو! کیا تم اللہ کے عذاب سے ڈرتے نہیں ہو؟ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا امانتدار رسول ہوں۔ میں نے پوری امانتداری سے اللہ کے اس پیغامِ توحید کو پہنچا دیا ہے اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ میں اس محنت ومشقت پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کر رہا ہوں۔ میری محنت کا معاوضہ تو میرا رب مجھے دے گا۔ تم بس میرے پیغام کو سنو اور سمجھو اور غور کرو اور میری بات کو تسلیم کرلو اور اللہ سے ڈرو۔

﴿درس نمبر ۱۵۰۸﴾ جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو ﴿الشعراء ۱۲۸۔تا۔۱۳۵﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَتَبۡنُوۡنَ بِكُلِّ رِيۡعٍ اٰيَةً تَعۡبَثُوۡنَ ۝ وَتَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ۝ وَاِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِيۡنَ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ۝ وَاتَّقُوا الَّذِىۡۤ اَمَدَّكُمۡ بِمَا تَعۡلَمُوۡنَ۝ اَمَدَّكُمۡ بِاَنۡعَامٍ وَّبَنِيۡنَ۝ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍ ۝ اِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَتَبۡنُوۡنَ کیا تم بناتے ہو بِكُلِّ رِيۡعٍ ہر اونچی جگہ پر اٰيَةً ایک نشانی تَعۡبَثُوۡنَ کھیلتے ہوئے وَتَتَّخِذُوۡنَ اور تم بناتے ہو مَصَانِعَ مضبوط محل لَعَلَّكُمۡ شاید کہ تم تَخۡلُدُوۡنَ ہمیشہ رہو گے وَاِذَا اور جب

بَطَشْتُمْ تم پکڑتے ہو بَطَشْتُمْ پکڑتے ہو جَبَّارِيْنَ سرکشوں کی طرح فَاتَّقُوا اللّٰهَ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو وَاتَّقُوا اور تم ڈرو الَّذِيْٓ اس سے جس نے اَمَدَّكُمْ تمہیں بڑھایا بِمَا ان چیزوں کے ساتھ جو تَعْلَمُوْنَ تم جانتے ہو اَمَدَّكُمْ اس نے تمہیں بڑھایا ہے بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ مویشیوں اور بیٹوں کے ساتھ وَجَنّٰتٍ اور باغات وَّعُيُوْنٍ اور چشموں کے اِنِّيْٓ بے شک میں اَخَافُ ڈرتا ہوں عَلَيْكُمْ تم پر عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے

ترجمہ:۔ بھلا تم جو ہر اونچی جگہ پر نشان تعمیر کرتے ہو O اور محل بناتے ہو شاید تم ہمیشہ رہو گے O اور جب (کسی کو) پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو O تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو O اور اس سے جس نے تمہیں ان چیزوں سے مدد دی جن کو تم جانتے ہو O اس نے تمہیں چوپایوں اور بیٹوں سے مدد دی O اور باغوں اور چشموں سے O مجھے تمہارے بارے میں بڑے (سخت) دن کے عذاب کا خوف ہے۔

تشریح:۔ ان آٹھ آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بھلا تم جو ہر اونچی جگہ پر نشان تعمیر کرتے ہو ۲۔ محل بناتے ہو شاید تم ہمیشہ رہو گے

۳۔ جب کسی کو پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو ۴۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو

۵۔ اس سے ڈرو جس نے تمہیں ان چیزوں سے مدد دی جن کو تم جانتے ہو

۶۔ اس نے تمہیں چوپایوں اور بیٹوں سے مدد دی ۷۔ باغوں اور چشموں سے مدد دی

۸۔ مجھے تمہارے بارے میں بڑے سخت دن کے عذاب کا خوف ہے

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے تین امور کے سلسلہ میں گفتگو کی۔

سب سے پہلے حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ اونچی اونچی جگہوں پر بلند اور مضبوط تعمیر کرتے ہو جس سے تمہاری قوت و طاقت کے ساتھ تمہارے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تفاخر کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ یہ بلند عمارتیں تو تم صرف اپنی قوت کے اظہار کے لئے بناتے ہو، تمہارا یہ بے کار کا مشغلہ ہے جبکہ اتنی اونچی جگہوں پر اتنے مضبوط گھروں کی تعمیر کی ضرورت تو نہیں ہے، اس سے ایک تو تمہارا وقت ضائع ہوا اور تم نے اپنے جسموں کو بے فائدہ چیز میں تھکا دیا اور یہ ایسی مشغولیت ہے جس کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہے اور نہ آخرت میں۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے دوسری بات یہ کہی کہ تم لوگ خوبصورت محلات اور قلعوں کی تعمیر کرتے ہو تا کہ تم ہمیشہ ہمیش ان محلات اور قلعوں میں رہ سکو، تمہارا خیال ہے کہ تمہیں دنیا میں ہمیشہ ہمیش رہنا ہے یا تمہیں اس بات کی امید ہے کہ تم دنیا میں ہمیشہ رہو گے جبکہ تم سب کو اس دنیا میں فنا ہونا ہے جیسا کہ تم سے پہلے تمہارے آباء واجداد فنا ہو گئے۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے دمشق میں مسلمانوں کی حالت دیکھی کہ انہوں نے گھروں کی عمدہ تعمیر کی ہے اور درخت لگوائے ہیں تو انہوں نے اہلِ دمشق کی مسجد میں جا کر اہلِ دمشق کو پکارا، چنانچہ اہلِ دمشق جمع ہو گئے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر کہا کہ کیا تم شرم نہیں کرتے؟ کیا تم شرم نہیں کرتے؟ تم وہ جمع کر رہے ہو جو خود تم کھا نہیں سکتے، تم ایسی عمارتیں تعمیر کر رہے ہو جس میں خود تم قیام نہیں کر سکتے اور تم ایسی امیدیں رکھ رہے ہو جن امیدوں کے مطابق تم پا نہیں سکتے جبکہ تم سے پہلے وہ قومیں گزر چکی ہیں جنہوں نے جمع کیا۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے تیسری بات یہ کہی کہ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو۔ یعنی لوگوں کے ساتھ تم لوگ ظالمانہ برتاؤ کرتے ہو۔ تمہارے اندر نرمی، محبت اور انصاف کے بجائے سختی، بگاڑ اور ظلم کی روش موجود ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قومِ عاد میں جو برائیاں تھیں کہ وہ بلند مقامات پر اونچی عمارتیں بناتے تھے، ان کا یہ عمل ان کے غرور پر دلالت کرتا ہے اور ان کا محلات کا تعمیر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دنیا میں باقی رہنے کی چاہت رکھتے تھے اور ان کی ظالمانہ گرفت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اپنی انفرادی شناخت چاہتے تھے کہ وہ بڑے ہیں اور غالب ہیں جبکہ یہ تینوں صفتیں بندوں کے لئے زیبا نہیں دیتیں۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہی بات کہی کہ تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میری بات کو مان لو اور اطاعت کرو اور اس پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں وافر مقدار میں اپنی نعمتیں دیں، تمہیں چوپائے دیئے کہ انہیں کھاؤ، کثرت سے اولاد عطا کی تاکہ ان سے خوشی حاصل کرو اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کرلو، باغات اور نہریں عطا کئے تاکہ آرام سے رہو، ان سب نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو یاد رکھو کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر بہت بڑا عذاب نہ آجائے۔

﴿درس نمبر ١٥٠٩﴾ نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لئے یکساں ہے ﴿الشعراء ٢٦ ١٣٦- تا- ١٤٠﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:- قَالُوْا انہوں نے کہا سَوَآءٌ برابر ہے عَلَيْنَآ ہم پر اَوَعَظْتَ خواہ تو نصیحت کرے اَمْ لَمْ

تَكُنْ یا نہ ہوتو مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ نصیحت کرنے والوں میں سے اِنْ هٰذَآ یہ نہیں ہے اِلَّا خُلُقُ مگر عادت الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں کی وَمَا نَحْنُ اور ہم نہیں بِمُعَذَّبِيْنَ عذاب دیئے جائیں گے فَكَذَّبُوْهُ پھر انہوں نے اسے جھٹلایا فَاَهْلَكْنٰهُمْ تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيَةً البتہ نشانی ہے وَمَا كَانَ اور نہیں تھے اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے وَاِنَّ اور بلاشبہ رَبَّكَ آپ کا رب لَهُوَ البتہ وہ ہے الْعَزِيْزُ نہایت غالب الرَّحِيْمُ بہت رحم کرنے والا

ترجمہ:۔ وہ کہنے لگے ہمیں خواہ نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لئے یکساں ہے O یہ تو اگلوں ہی کے طریق ہیں O اور ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا O تو انہوں نے ہود کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا بیشک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے O اور تمہارا رب تو غالب اور مہربان ہے۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ کہنے لگے ہمیں خواہ نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لئے یکساں ہے

۲۔ یہ تو اگلوں ہی کے طریقے ہیں ۳۔ ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا

۴۔ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا ۵۔ ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا

۶۔ بیشک اس میں نشانی ہے ۷۔ ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے

۸۔ تمہارا رب تو غالب اور مہربان ہے

جب حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہر طرح سے سمجھایا تو جاہل اور نافرمان قوم کا جواب یہ تھا کہ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ اے ہود! تم چاہے ہم کو نصیحت کرو یا نہ کرو دونوں باتیں ہمارے لئے یکساں ہیں۔ تمہارا ہمیں نصیحت کرنا اور تمہارا نصیحت کرنے سے رک جانا دونوں کا ہم پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم جس حالت میں ہیں اس سے ہم کبھی باز نہیں آئیں گے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۵۳ میں بھی قومِ ہود کا یہ قول یوں ظاہر کیا گیا ہے: وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ اے ہود! تمہارے کہنے کی وجہ سے ہم اپنے معبودوں کی عبادت چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں، جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶ میں مشرکین مکہ کے بارے میں کہا گیا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ بیشک جن لوگوں نے کفر کیا برابر ہے آپ کا ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا وہ تو ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

قوم نے حضرت ہود علیہ السلام سے مزید یہ بھی کہا کہ ہم جس دین پر ہیں وہی ہم سے پہلے گزرے آباء واجداد کا دین ہے اور ہم انہی کے طریقے کی اتباع کر رہے ہیں اور انہی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ ہم اسی طرح زندگی گزار رہے ہیں جیسے ہمارے باپ دادا نے گزاری اور ہم بھی اسی طرح مریں گے جیسے ہمارے باپ دادا مر گئے، نہ تو

جی کر دوبارہ اٹھنا ہے اور نہ ہی ثواب اور سزا ہے اور نہ ہی حساب و کتاب ہے اور نہ ہی جنت ہے اور نہ ہی دوزخ ہے۔ ہم کو کبھی بھی عذاب نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ اے ہود! تم جیسی باتیں کر رہے ہو حقیقت میں بات ویسی نہیں ہے۔ اس قسم کی جاہلانہ باتیں قوم نے کیں۔ مگر جس قوم نے عذاب کا صاف طور پر انکار کیا اور ان کی جانب بھیجے گئے نبی اور نبی کی باتوں کا انکار کیا وہی قوم عذاب میں گرفتار ہو گئی، اس لئے کہ قومِ عاد نے اپنے نبی کا انکار کیا اور جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک و برباد کر دیا۔ قومِ عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کو نہ صرف جھٹلایا بلکہ جھٹلاتے ہی رہے اور حضرت ہود علیہ السلام کی مخالفت کرتے رہے اور ان سے دشمنی کی، نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو سخت اور تیز و تند ہواؤں کے ذریعہ ہلاک کر دیا۔ سورۃ الفجر کی آیت نمبر ۶ تا ۸ میں کہا گیا اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ O اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ O الَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِى الْبِلَادِ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ O (جو) ارم (کہلاتے تھے اتنے) دراز قد O کہ تمام ملک میں ایسے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ سورۃ النجم کی آیت نمبر ۵۰ میں کہا گیا وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ۟ الْاُوْلٰى اور یہ کہ اسی نے عاد اوّل کو ہلاک کر ڈالا۔ یہی وہ قوم تھی جس قوم نے یہ کہا تھا کہ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ جیسا کہ سورۃ فُصِّلَتْ کی آیت نمبر ۱۵ میں ہے فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ جو عاد تھے وہ ناحق ملک میں غرور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے رہے۔

قوم عاد کی حقیقت اور انکے انجام کو بتلانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان فی ذالك لاية وما كان اكثرهم مومنين O وان ربك لهو العزيز الرحيم بیشک قوم عاد کے اس واقعہ نے عبرت و نصیحت کا سامان ہے اور قدرت کی نشانی ہے، ان میں کے اکثر ایمان نہیں لائے اور اللہ کی شان یہ ہے کہ وہی غالب اور مہربان ہے

قومِ ثمود نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا

﴿درس نمبر ۱۵۱۰﴾ ﴿الشعراء ۱۴۱۔تا۔۱۴۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ O اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ O اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ O فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ O وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ كَذَّبَتْ جھٹلایا ثَمُوْدُ ثمود نے الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کو اِذْ قَالَ جب کہا لَهُمْ ان سے اَخُوْهُمْ ان کے بھائی صٰلِحٌ صالح نے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم نہیں ڈرتے؟ اِنِّيْ بلاشبہ میں ہوں لَكُمْ تمہارے لیے رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ امانتدار رسول فَاتَّقُوا اللّٰهَ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو وَ اَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو وَمَآ اَسْئَلُكُمْ اور میں تم سے نہیں مانگتا عَلَيْهِ اس پر مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر اِنْ اَجْرِيَ نہیں ہے میرا اجر اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ مگر رب العالمین ہی کے ذمے

ترجمہ:۔ اور قومِ ثمود نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایاO جب ان کو ان کے بھائی صالح نے کہا تم ڈرتے کیوں نہیں؟O میں تو تمہارا امانتدار پیغمبر ہوںO تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانوO اور میں اس کا تم سے بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ (اللہ) رب العالمین کے ذمے ہے۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ قومِ ثمود نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا

۲۔ جب ان کو ان کے بھائی صالح علیہ السلام نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں ہو؟

۳۔ میں تو تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں ۴۔ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو

۵۔ میں اس کا تم سے بدلہ نہیں مانگتا ۶۔ میرا بدلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے

قومِ ثمود نے ان کی جانب بھیجے گئے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا جبکہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس بات کی نصیحت کی کہ کیا تم لوگ اللہ کے عذاب اور اس کی سزا سے ڈرتے نہیں ہو؟ اے قوم کے لوگو! تم لوگ اللہ پر ایمان لے آؤ، اسی ایک اللہ کی عبادت کرو اور اسی کے معبود ہونے کا یقین کرو اور رسالت کا جو پیغام لے کر میں تمہارے پاس آیا ہوں اس سلسلہ میں تم لوگ میری اطاعت کرو اور یہ بات یاد رکھو کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف بھیجا گیا رسول ہوں اور اللہ نے جو پیغام رسالت دے کر مجھے تم سب کی طرف بھیجا ہے اس بارے میں میں امانتدار ہوں، پوری امانتداری کے ساتھ میں نے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا ہے اور اللہ کے پیغام کو پہنچا دیا ہے۔ اے قوم کے لوگو! یہ بات بھی تم لوگ یاد رکھو کہ میں تم سے اس نصیحت اور تبلیغ پر کسی قسم کا معاوضہ اور بدلہ نہیں مانگتا، میرا بدلہ تو میرا پروردگار دے گا جس نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے وہی دنیا اور آخرت میں میرا وکیل اور نگہبان ہے۔

ہر نبی نے اپنی قوم کو دو اہم باتوں کا حکم دیا ایک تو تقویٰ کا حکم دیا کہ تم لوگ اپنی زندگی میں اس اللہ سے ڈرو جس کے ہاتھ میں زمین اور آسمان کی سلطنت اور حکومت ہے اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں تمہاری نافرمانی کی وجہ سے تم پر عذاب نازل نہ کردے۔ ہر نبی نے جہاں اللہ سے ڈرنے کا حکم اپنی اپنی قوموں کو دیا وہیں اس بات کا بھی حکم اپنی قوموں کو دیا کہ وہ ان کی اطاعت کریں، اس لئے کہ دنیا کے سارے انسان ہدایت اور نجات کیلئے اس نبی کی

اطاعت کے محتاج ہیں جس نبی کو اللہ نے پیغام دے کر ان کی جانب بھیجا ہے۔

تقویٰ اور اطاعت کا ذکر قرآنِ مجید کی مختلف آیات میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے۔ اسی سورت کی آیت نمبر ١٠٨، ١٢٦، ١٣١، ١٤٤، ١٥٠، اور ١٦٣ میں تقویٰ اور اطاعت کا ایک ساتھ حکم موجود ہے کہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ کہ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اسکے علاوہ سورۃ الزخرف کی آیت نمبر ٦٣ میں بھی یہی بات کہی گئی ہے۔

﴿درس نمبر ١٥١١﴾ تم تکلف سے تراش تراش کر گھر بناتے ہو ﴿الشعراء ١٤٦ - تا - ١٥٢﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ۝ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَتُتْرَكُوْنَ کیا تم چھوڑ دیئے جاؤ گے فِيْ مَا ان چیزوں میں جو هٰهُنَآ یہاں ہیں اٰمِنِيْنَ امن سے فِيْ جَنّٰتٍ باغات میں وَّعُيُوْنٍ اور چشموں میں وَّزُرُوْعٍ اور کھیتوں میں وَّنَخْلٍ اور کھجوروں میں طَلْعُهَا جن کے شگوفے هَضِيْمٌ نرم و نازک ہیں وَتَنْحِتُوْنَ اور تم تراشتے ہو مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا پہاڑوں سے گھر فٰرِهِيْنَ اتراتے ہوئے فَاتَّقُوا اللّٰهَ چنانچہ تم اللہ سے ڈرو وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو وَلَا تُطِيْعُوْٓا اور تم اطاعت نہ کرو اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ حد سے بڑھنے والوں کے حکم کی الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ وہ جو فساد کرتے ہیں فِي الْاَرْضِ زمین میں وَلَا يُصْلِحُوْنَ اور وہ اصلاح نہیں کرتے

ترجمہ:۔ کیا جو چیزیں (تمہیں یہاں میسر) ہیں ان میں تم بے خوف چھوڑ دیئے جاؤ گے ۝ (یعنی) باغ اور چشمے ۝ اور کھیتیاں اور کھجوریں جن کے خوشے لطیف و نازک ہوتے ہیں ۝ اور تکلف سے پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے ہو ۝ سو اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو ۝ اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات نہ مانو ۝ جو ملک میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

تشریح:۔ ان سات آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ کیا جو چیزیں تمہیں یہاں میسر ہیں ان میں تم بے خوف چھوڑ دیئے جاؤ گے؟

٢۔ یعنی یہ باغ، چشمے، کھیتیاں اور کھجوریں جن کے خوشے لطیف و نازک ہوتے ہیں

٣۔ تم لوگ تکلف سے اِترا کر گھر بناتے ہو

٤۔ اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو

٥۔ حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات نہ مانو

۶۔ جو ملک میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے

قومِ ثمود کی غافلانہ روش اور دنیا کی محبت پر گہری توجہ پر نظر رکھتے ہوئے ان آیات میں ان کا مواخذہ کیا جارہا ہے اور ان سے تین باتیں کہی جارہی ہیں۔

قومِ ثمود سے پہلی بات یہ کہی گئی کہ کیا جو چیزیں تمہیں اس دنیا میں میسر ہیں یعنی دنیوی زندگی کے ساز و سامان اور آرام و راحت کی جو چیزیں تمہارے لئے میسر ہیں کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ان ساری چیزوں کے ساتھ دنیا میں ہمیشہ رہ جانے والے ہو کہ تم کو دنیا میں ان نعمتوں اور راحتوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیش کے لئے رہنے دیا جائے گا اور تمہیں تمہارے شہروں، بستیوں اور گھروں میں اسی طرح امن و امان کے ساتھ باوجود تمہارے جرائم کے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا کہ تم ان باغات اور چشموں میں اور رس بھرے تر و تازہ کھجوروں کے باغوں میں تمہیں یوں ہی رہنے دے دیا جائے گا اور تمہیں تمہاری ان کھیتیوں اور تمہارے ان پھلوں کے درمیان چھوڑ دیا جائے گا کہ تم یہ ساری چیزیں کھاتے رہو اور موج مستی کرتے رہو؟ اور تم اس خیال اور گمان میں کھوئے رہے کہ ان کرتوتوں کی کوئی سزا تمہیں نہیں ملے گی اور تم اپنی من چاہی زندگی کفر و شرک کے دلدل میں پھنس کر گزار رہے ہو، جس رب ذوالجلال نے تمہیں یہ نعمتیں اور یہ فراوانی عطا کی اس کی عبادت سے منہ موڑے ہوئے ہو، مختلف قسم کے درختوں پر مشتمل یہ باغات اور صاف و شفاف پانی کی یہ نہریں اور یہ لہلہاتی کھیتیاں اور یہ کھجوریں جن کے خوشے لطیف و نازک ہوتے ہیں، ان ساری نعمتوں کے درمیان تم ایسے زندگی گزار رہے ہو کہ تم کو گویا اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے اور تم کو ان نعمتوں میں یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟

قومِ ثمود سے یہاں دوسری بات بطور مواخذہ یہ کہی گئی کہ **وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِهِیْنَ** اور تم لوگ تکلف سے تراش تراش کر گھروں کی تعمیر کرتے ہو۔ قومِ ثمود کا حال یہ تھا کہ وہ پہاڑوں کو تراش کر اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق گھروں کی تعمیر کرلیا کرتے تھے اور آپس میں ان تعمیرات پر اتراتے تھے اور غرور کرتے تھے کہ ہمارا گھر تمہارے گھر سے زیادہ بلند اور مضبوط ہے اور ان تعمیرات میں یہ قوم اس قدر مگن تھی کہ گویا ان کو اس دنیا میں ہمیشہ کیلئے رہنا ہے اور انہیں گویا مرنا ہی نہیں ہے اور تیسری بات یہ کہی گئی کہ تم حد سے تجاوز کرنے والوں اور اللہ کے حکموں سے منہ پھیرنے والوں اور زمین فساد اور بگاڑ پیدا کرنے والوں کی اطاعت مت کرو، تمہارے سامنے نبی کی زندگی ہے جو اللہ کے حکموں کے مطابق زندگی بسر کررہے ہیں ان کو نمونہ بنا کر زندگی بسر کرو۔

قومِ ثمود نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں

﴿درس نمبر ۱۵۱۲﴾ ﴿الشعراء ۱۵۳۔تا۔۱۵۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ۝ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۝ فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ

الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۝ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالُوْٓا انہوں نے کہا اِنَّمَآ اَنْتَ یقینا تو مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ سحر زدہ لوگوں میں سے ہے مَآ اَنْتَ نہیں ہے تو اِلَّا بَشَرٌ مگر بشر مِّثْلُنَا بشر ہم جیسا ہی فَاْتِ بِاٰيَةٍ چنانچہ تو لے آ کوئی نشانی اِنْ كُنْتَ اگر تو ہے مِنَ الصّٰدِقِيْنَ سچوں میں سے قَالَ اس نے کہا هٰذِهٖ نَاقَةٌ یہ اونٹنی ہے لَّهَا اس کے لیے شِرْبٌ پانی پینے کی باری ہے وَّلَكُمْ اور تمہارے لیے شِرْبُ پانی پینے کی باری ہے يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مقرر دن میں وَلَا تَمَسُّوْهَا اور تم اسے ہاتھ نہ لگانا بِسُوْٓءٍ برائی سے فَيَاْخُذَكُمْ چنانچہ تمہیں آ پکڑے گا عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ایک بہت بڑے دن کا عذاب فَعَقَرُوْهَا پھر انہوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ پھر وہ سخت نادم ہو گئے فَاَخَذَهُمُ بالآخر آ پکڑا ان کو الْعَذَابُ عذاب نے اِنَّ بے شک فِيْ ذٰلِكَ اس میں لَاٰيَةً البتہ نشانی ہے وَمَا كَانَ اور نہیں تھے اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے وَاِنَّ اور بلاشبہ رَبَّكَ آپ کا رب لَهُوَ البتہ وہ ہے الْعَزِيْزُ نہایت غالب الرَّحِيْمُ بہت رحم کرنے والا

ترجمہ:۔ وہ کہنے لگے کہ تم تو جادو زدہ ہو ۝ تم اور کچھ نہیں ہماری ہی طرح کے آدمی ہو اگر سچے ہو تو کوئی نشانی پیش کرو ۝ صالح نے کہا (دیکھو) یہ اونٹنی ہے (ایک دن) اس کی پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمہاری باری ۝ اور اس کو کوئی تکلیف نہ دینا (نہیں تو) تمہیں سخت عذاب پکڑے گا ۝ انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر نادم ہوئے ۝ اور تمہارا رب تو غالب (اور) مہربان ہے۔

تشریح:۔ ان سات آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا تم تو جادو زدہ ہو

۲۔ تم کچھ نہیں بلکہ ہماری ہی طرح کے آدمی ہو

۳۔ اگر سچے ہو تو کوئی نشانی پیش کرو

۴۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ دیکھو! یہ اونٹنی ہے

۵۔ اس اونٹنی کو کوئی تکلیف نہ دو

۶۔ ورنہ تمہیں سخت عذاب آ پکڑے گا

۷۔ قومِ ثمود نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں

۸۔ پھر وہ لوگ شرمندہ ہوئے

۹۔ تمہارا رب تو غالب اور مہربان ہے

جب حضرت صالح علیہ السلام نے قومِ ثمود کو سمجھایا اور انہیں مختلف باتوں سے متنبہ کیا تو قومِ ثمود نے ان برائیوں سے باز آنے کے بجائے حضرت صالح علیہ السلام پر ہی الزام تھوپ دیا کہ اے صالح! تم پر تو جادو کر دیا

گیا ہے، اس لئے تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔ جادو کی کثرت کی وجہ سے تمہاری عقل مغلوب ہوگئی ہے اور تم سحر زدہ ہوگئے ہو۔ (نعوذ باللہ) اس کا واضح مطلب قوم کی جانب سے یہی تھا کہ جب تم پر جادو کر دیا گیا ہے تو ہم نہ تمہاری کوئی نصیحت سنیں گے اور نہ ہی تمہاری کسی رائے پر عمل کریں گے۔

جس طرح قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں یہ کہا کہ تم پر جادو کر دیا گیا ہے اسی طرح دیگر بہت سی قوموں نے بھی اپنے نبیوں سے یہی بات کہی ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہی بات یوں کہی فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا (بنی اسرائیل ۱۰۱:) فرعون نے کہا اے موسیٰ! میرے خیال میں تو تجھ پر جادو کر دیا گیا ہے۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی ظالم کافروں نے یہ بات کہی تھی وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (الفرقان ۸:) اور ان ظالموں نے کہا کہ تم ایسے آدمی کے پیچھے ہو گئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔

قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے یہ بھی کہا کہ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تم تو بس ہماری طرح کے ایک انسان ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم ہمارے ہی جیسے آدمی ہو تو ہم کو چھوڑ کر تم پر کیسے وحی نازل کی جاتی ہے؟ اور تم کیسے ہمارے لئے نبی بن گئے؟ جیسا کہ سورۂ قمر کی آیت نمبر ۲۵ اور ۲۶ میں قومِ ثمود کے ان ظالموں نے یوں کہا تھا کیا ہمارے سب کے درمیان صرف اس پر وحی اتاری گئی۔ نہیں! بلکہ وہ جھوٹا شیخی خور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں کا جواب دیا کہ اب سب جان لیں گے کہ کل کو کون جھوٹا اور شیخی خور تھا؟

قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے ان کے نبی ہونے کی نشانی طلب کی کہ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اے صالح! اگر واقعی تم اپنی بات میں سچے اور اپنے دعویٰ میں کھرے ہو تو کوئی نشانی تو لے کر آؤ جس سے ہم یہ سمجھیں کہ واقعی تم اللہ کے نبی ہو۔ ان لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات تھی جو وہ آپس میں تذکرے کرتے رہتے تھے کہ اللہ کا نبی کوئی انسان نہیں بلکہ فرشتوں میں سے کوئی نبی بن کر آتا ہے اس لئے انہوں نے یہ بات کہی۔

جب قوم نے معجزہ کا مطالبہ کیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے کہا یہ ہے میرا وہ معجزہ جو میرے نبی ہونیکی دلیل ہے۔ یہ اونٹنی ہے جس کے بارے میں نظام یہ رہے گا کہ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیے گی اور ایک دن تم سب پیو گے۔ اس طرح باری باری پانی کی تقسیم ہوگی اور یہ بات یاد رکھو کہ اس اونٹنی کو کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اگر تم نے اس اونٹنی کو کوئی تکلیف پہنچائی تو یاد رکھو کہ ایک بہت بڑے دن کا عذاب تمہیں آ پکڑے گا۔ قوم نے اس اونٹنی کی قدر نہیں کی اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ پھر جب عذاب آنے لگا تو اپنی اس حرکت پر شرمندہ ہوئے۔ یا پھر ایک شدید زلزلہ آیا، پھر ایک چیخ آئی جن سے ان کے دل پارہ پارہ ہو گئے۔ قومِ ثمود کے اس واقعہ میں عبرت کا سامان ہے۔ اس قوم کے اکثر لوگ ایمان سے محروم رہے۔ اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ غالب بھی ہے اور رحیم بھی۔

سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۷۷ میں بھی اونٹنی کو مار ڈالنے کا تذکرہ کیا گیا ہے : فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ آخر انہوں نے اونٹنی (کی کونچوں) کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ صالح! جس چیز سے تم ہمیں ڈراتے تھے اگر تم (اللہ کے) پیغمبر ہو تو اُسے ہم پر لے آؤ۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۶۵ میں بھی یہ مضمون اس طرح ہے : فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ مگر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو (صالح نے) کہا کہ اپنے گھروں میں تین دن (اور) فائدہ اٹھالو، یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا۔ سورۃ القمر کی آیت نمبر ۲۹ میں یوں ہے : فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ تو ان لوگوں نے اپنے رفیق کو بلایا تو اس نے (اونٹنی کو پکڑ کر اس کی) کونچیں کاٹ ڈالیں۔ سورۃ الشّمس کی آیت نمبر ۱۴ میں بھی یہ مضمون اس طرح ہے فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا مگر انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو اللہ نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو ہلاک کر کے برابر کر دیا۔

﴿درس نمبر ۱۵۱۳﴾ حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے نکل جانے والے ہو ﴿الشعراء ۱۶۰ تا ۱۶۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:- كَذَّبَتْ جھٹلایا قَوْمُ لُوْطٍ قوم لوط نے الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کو اِذْ قَالَ جب کہا لَهُمْ ان سے اَخُوْهُمْ ان کے بھائی لُوْطٌ لوط نے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم نہیں ڈرتے ؟ اِنِّيْ بلاشبہ میں ہوں لَكُمْ تمہارے لیے رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ امانتدار رسول فَاتَّقُوا اللّٰهَ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو وَمَآ اَسْئَلُكُمْ اور میں تم سے نہیں مانگتا عَلَيْهِ اس پر مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر اِنْ اَجْرِيَ نہیں ہے میرا اجر اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ مگر رب العالمین کے ذمے اَتَاْتُوْنَ کیا تم آتے ہو الذُّكْرَانَ مردوں کے پاس مِنَ الْعٰلَمِيْنَ جہان میں سے وَتَذَرُوْنَ اور تم چھوڑ دیتے ہو مَا خَلَقَ جنہیں پیدا کیا لَكُمْ تمہارے لیے رَبُّكُمْ تمہارے رب نے مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ تمہاری بیویوں میں سے بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ بلکہ تم لوگ ہو عٰدُوْنَ حد سے بڑھنے والے

ترجمہ:- اور قوم لوط نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا ۝ جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں

نہیں؟O میں تو تمہارا امانتدار پیغمبر ہوںO تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانوO اور میں تم سے اس (کام) کا بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ (اللہ) رب العالمین کے ذمے ہےO کیا تم اہلِ عالم میں سے لڑکوں پر مائل ہوتے ہو؟O اور تمہارے رب نے جو تمہارے لئے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے نکل جانے والے ہو۔

تشریح:۔ ان سات آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔قومِ لوط نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا ۲۔جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں ہو؟

۳۔میں تو تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں ۴۔اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو

۵۔میں تم سے اس کام کا کوئی بدلہ نہیں مانگتا ۶۔میرا بدلہ تو اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے

۷۔کیا تم اہل عالم میں سے لڑکوں پر مائل ہوتے ہو؟

۸۔تمہارے رب نے جو تمہارے لئے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہو

۹۔حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے نکل جانے والے ہو

جس طرح قومِ نوح ،قومِ ہود اور قومِ ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا اسی طرح قومِ لوط نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا یعنی حضرت لوط علیہ السلام کو جھٹلایا اس لئے کہ ایک پیغمبر کو جھٹلانا گویا سارے ہی پیغمبروں کو جھٹلانا ہے۔

قومِ لوط نے کب جھٹلایا حضرت لوط علیہ السلام کو؟ اس وقت جبکہ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں یہ کہا کہ تم لوگ اللہ کے عذاب اور عقاب سے ڈرتے کیوں نہیں ہو؟ حضرت لوط علیہ السلام ہاران کے بیٹے ہیں جبکہ ہاران آزر کے بیٹے ہیں ، اس طرح حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی قوم کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ ہی میں حضرت لوط علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ قومِ لوط اردن کی سرزمین میں سدوم علاقہ میں قیام پذیر تھی ،حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی اور بتلایا کہ تمہارا معبود ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ بھی بتلایا کہ اللہ نے تمہاری طرف جس شخص کو رسول بنا کر بھیجا ہے تم لوگ اس رسول کی اطاعت کرو اور حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو برائیوں سے روکا اور جن فحش کاموں میں قومِ لوط ملوث تھی اس فحش کام سے بھی حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو روکا اور یہ قوم ایک ایسے برے کام میں ملوث تھی جو برا کام اب تک کی قوموں میں سے کسی قوم نے نہیں کیا تھا کہ وہ عورتوں کے بجائے مردوں سے اپنی جنسی ہوس پوری کرتے تھے ،حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ میں تمہاری طرف اللہ کی طرف سے امانتدار رسول بن کر آیا ہوں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم دنیا والوں میں سے جولڑکے ہیں ان کی طرف مائل ہوتے ہو اور تمہارے پروردگار نے تمہاری جنسی خواہش کی تکمیل کیلئے جولڑکیاں پیدا کی ہیں ان سے بے رغبتی رکھتے ہو؟ اس سوال کے بعد حضرت لوط علیہ السلام نے اس بدکار قوم سے یہ بھی کہا کہ تم

لوگ تو حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔ تم لوگ کس طرح ایک ایسے جرم کے مرتکب ہو رہے ہو جس بدترین قسم کے جرم کا ارتکاب اب تک کسی دوسری قوم نے نہیں کیا کہ تم لوگ مردوں سے اپنی جنسی ہوس پوری کرتے ہو؟

سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۸۰ میں بھی اس قوم کے اس جرم کا تذکرہ کیا گیا ہے اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ یا تم ایسی فحش حرکتیں کرتے ہو کہ دنیا جہاں میں اس سے قبل کسی نے بھی ایسی حرکت نہیں کی اور تم لوگوں کو چاہئے تھا کہ فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے جنسی عمل کیلئے لڑکیوں کا انتخاب کیا ہے تم ان لڑکیوں کے ذریعہ اپنی یہ فطری خواہش پوری کرتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۲ میں حکم دیا کہ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ تم ان عورتوں کے پاس اس طریق پر آؤ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ پھر حضرت لوط علیہ السلام نے اس قوم کے مزاج کی ترجمانی کی کہ تم ہو ہی حد سے تجاوز کرنے والی قوم۔

﴿درس نمبر ۱۵۱۴﴾ اگر تم باز نہیں آؤ گے تو شہر بدر کر دیئے جاؤ گے ﴿الشعراء ۱۶۷ تا ۱۷۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ○ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ○ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ○ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ○ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ○ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ○ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالُوْا انہوں نے کہا لَئِنْ البتہ اگر لَّمْ تَنْتَهِ نہ باز آیا تو يٰلُوْطُ اے لوط! لَتَكُوْنَنَّ تو یقیناً تو ہو جائے گا مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ نکالے ہوئے لوگوں میں سے قَالَ اس نے کہا اِنِّيْ بے شک میں ہوں لِعَمَلِكُمْ تمہارے عمل کو مِّنَ الْقَالِيْنَ ناپسند کرنے والوں میں سے رَبِّ اے میرے رب! نَجِّنِيْ تو نجات دے مجھے وَاَهْلِيْ اور میرے گھر والوں کو مِمَّا اس سے جو يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے ہیں فَنَجَّيْنٰهُ چنانچہ ہم نے نجات دی اسے وَاَهْلَهٗ اور اس کے اہل کو اَجْمَعِيْنَ سبھی کو اِلَّا عَجُوْزًا سوائے ایک بڑھیا کے فِي الْغٰبِرِيْنَ وہ تھی پیچھے رہنے والوں میں سے ثُمَّ دَمَّرْنَا پھر ہم نے ہلاک کر دیا الْاٰخَرِيْنَ دوسروں کو وَاَمْطَرْنَا اور ہم نے بارش برسائی عَلَيْهِمْ ان پر مَّطَرًا بارش فَسَآءَ چنانچہ بری تھی مَطَرُ بارش الْمُنْذَرِيْنَ ان لوگوں کی جو ڈرائے گئے تھے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بلاشبہ اس میں لَاٰيَةً عظیم نشانی ہے وَمَا كَانَ اور نہیں تھے اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے وَاِنَّ اور بلاشبہ رَبَّكَ آپ کا رب لَهُوَ البتہ وہ ہے الْعَزِيْزُ نہایت غالب الرَّحِيْمُ بہت رحم کرنے والا

ترجمہ:۔ وہ کہنے لگے کہ لوط! اگر تم باز نہ آ ؤ گے تو شہر بدر کر دیئے جاؤ گے O لوط نے کہا کہ میں تمہارے کام کا سخت دشمن ہوں O اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں (کے وبال سے) نجات دے O سو ہم نے ان کو ان کے سب گھر والوں کو نجات دی O مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ گئی O پھر ہم نے اوروں کو ہلاک کر دیا O اور ان پر مینہ برسایا، سو جو مینہ ان (لوگوں) پر (برسا) جو ڈرائے گئے، بُرا تھا O بیشک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے O اور تمہارا رب تو غالب (اور) مہربان ہے۔

تشریح:۔ ان نو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت لوط علیہ السلام سے قوم نے کہا : اے لوط! اگر تم باز نہ آ ؤ گے تو شہر بدر کر دیئے جاؤ گے
۲۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا کہ میں تمہارے کام کا سخت دشمن ہوں
۳۔ اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں کے وبال سے نجات دے
۴۔ ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات دی
۵۔ مگر ایک بڑھیا کہ وہ پیچھے رہ گئی ۶۔ پھر ہم نے اوروں کو ہلاک کر دیا
۷۔ ان پر مینہ برسایا جو مینہ ان لوگوں پر برسا جو ڈرائے گئے برا تھا
۸۔ بیشک اس میں نشانی ہے ۹۔ ان میں اکثر ایمان لانے والے نہ تھے
۱۰۔ تمہارا رب تو غالب اور مہربان ہے

حضرت لوط علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا کہ اے لوط! اگر تم نبوت کے اس پیغام کے دینے سے باز نہیں آ ؤ گے اور ہم جو حرکتیں کر رہے ہیں ان سے ہمیں روکنا نہیں چھوڑو گے تو ہم تم کو اس شہر سے نکال دیں گے اور شہر بدر کر دیں گے جس میں تم پیدا ہوئے ہو اور ہمارے درمیان سے تم کو ہم دور کر دیں گے۔ سورۃ النمل کی آیت نمبر ۵۶ میں بھی قوم لوط کا یہ قول نقل کیا گیا ہے فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ تو ان کی قوم کے لوگ (بولے تو) یہ بولے اور اس کے سوا ان کا کچھ جواب نہ تھا کہ لوط کے گھر والوں کو اپنے شہر سے نکال دو یہ لوگ پاک رہنا چاہتے ہیں۔

جب قوم نے یہ بات کہی تو حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اِنِّىْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ میں تو تمہارے کاموں کا سخت دشمن ہوں۔ یعنی مجھے تمہاری حرکتوں پر بہت زیادہ غصہ ہے۔ میں تمہاری ان حرکتوں سے نہ ہی خوش ہوں اور نہ ہی میں ان حرکتوں کو پسند کرتا ہوں۔ میں تو تم سے بری ہوں۔

اس کے بعد حضرت لوط علیہ السلام اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے اور یوں کہا کہ رَبِّ نَجِّنِىْ وَاَهْلِىْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں کے وبال سے نجات دے دیجئے۔ ان کی

بداعمالیوں کی نحوست سے اے اللہ! مجھے اور میرے گھر والوں کو بچالے۔ جب قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کو شہر سے نکال دیئے جانے کی دھمکی دی تو حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس بات سے آگاہ کیا کہ ان کے کرتوت کے وہ سخت دشمن ہیں، پھر اس کے بعد حضرت لوط علیہ السلام اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہوئے اور نجات کی دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی دعا کا جواب یوں دیا :فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ یعنی ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کو اور انکے گھر والوں کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو ان کی قوم کی بدعملی اور معصیت کے وبال سے نجات دی۔ ہاں! مگر ایک بوڑھی کو ہم نے نجات نہیں دی حالانکہ وہ ان کے گھر والوں میں سے تھی، وہ حضرت لوط علیہ السلام ہی کی بیوی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی یہ بیوی باوجود بیوی ہونے کے حضرت لوط علیہ السلام پر ایمان نہ لائی اور قوم کے بے غیرت و بے حیاو بے ایمان لوگوں کے ساتھ رہ گئی۔ وہ قوم کی بری حرکتوں پر راضی اور خوش تھی۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۸۱ میں بھی حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا تذکرہ کیا گیا اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ اے لوط! مگر تمہاری بیوی کو نجات نہیں دی جائے گی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ان کی قوم تک خبریں پہنچایا کرتی تھی جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی جب آمد ہوئی تو اسی بدبخت خاتون نے قومِ لوط کو آگاہ کیا تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ پھر ہم نے اور لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ قومِ لوط کی سرکشی، بدعملی، فحاشی اور نافرمانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی۔ بہت بری بارش تھی جو ان لوگوں پر برسائی گئی، جنہیں ہلاک کر دیا گیا جنہیں اس عذاب سے ڈرایا بھی گیا تھا۔ حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے قومِ لوط کو زمین میں دھنسا دیا، پھر ان لوگوں پر جو زمین کے اوپر دھنسنے سے بچ کر رہ گئے تھے پتھروں کی بارش برسائی۔ حضرت وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قومِ لوط پر آگ کے انگارے برسائے گئے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ قومِ لوط پر سخت ترین زلزلہ آیا اور اس زلزلہ سے ان کے شہر کا اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر ہو گیا اور اوپر سے آگ کے انگارے اس طرح برسے کہ ان انگاروں نے ان بستیوں کو جلا کر خاکستر کر دیا، جیسا کہ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۸۲ میں کہا گیا فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ تو جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس (بستی) کو (الٹ کر) نیچے اوپر کر دیا اور اُن پر پتھر کی تہہ بتہہ (یعنی پے در پے) کنکریاں برسائیں۔

قومِ لوط کے اس واقعہ میں یقیناً عبرت کا سامان موجود ہے۔ ان میں کے اکثر تو ایمان نہ لائے اور رب ذوالجلال کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے ارادوں، منصوبوں اور کاموں میں غالب ہی غالب ہے اس کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا اِنَّ اللّٰهَ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے کام میں غالب ہے اور اس کے ساتھ رب ذوالجلال کی شان یہ ہے کہ وہ بڑا مہربان ہے کہ وہ اپنی مخلوق پر رحم زیادہ کرتا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۱۵﴾ ایکہ کے رہنے والوں نے بھی پیغمبر کو جھٹلایا ﴿الشعراء ۱۷۶ - تا - ۱۸۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ ایکہ والوں نے جھٹلایا الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کو اِذْ قَالَ جب کہا لَهُمْ ان سے شُعَيْبٌ شعیب نے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم نہیں ڈرتے؟ اِنِّيْ بلاشبہ میں ہوں لَكُمْ تمہارے لیے رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ رسول امین فَاتَّقُوا اللّٰهَ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو وَمَآ اَسْئَلُكُمْ اور میں تم سے نہیں مانگتا عَلَيْهِ اس پر مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر اِنْ اَجْرِيَ نہیں ہے میرا اجر اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ مگر رب العالمین کے ذمے

ترجمہ:۔ اور بَن کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا ۝ جب ان سے شعیب نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟ ۝ میں تو تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں ۝ تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ۝ اور میں اس کام کا تم سے کچھ بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ تو اللہ رب العالمین کے ذمے ہے۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ ایکہ کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔

۲۔ جبکہ ان سے حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا تھا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں ہو؟۔

۳۔ میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں۔ ۴۔ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔

۵۔ میں اس کام کا تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا۔ ۶۔ میرا بدلہ تو اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے۔

ان آیتوں میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ ہے جس قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا اور ان کی نافرمانی کی۔ چنانچہ فرمایا كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ اصحاب ایکہ نے بھی رسولوں کو جھٹلایا کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا تھا جیسا کہ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۸۴ اور سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۳۶ میں فرمایا گیا: وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام کو جس قوم کے پاس بھیجا گیا تھا وہ قوم گھنے باغات اور زراعت وکھیتی باڑی والے علاقہ میں رہا کرتی تھی اسی وجہ سے انہیں اصحاب ایکہ کہہ کر مخاطب کیا گیا، ایکہ کہتے ہیں گھنے جنگلات کو تو اسی نسبت سے انہیں اصحاب الا یکہ کہہ کر مخاطب

کیا گیا۔ ابنِ کثیر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اصحاب ایکہ دراصل اہل مدین ہی ہیں۔ الغرض اس قوم کے پاس اللہ تبارک وتعالی نے حضرت شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تو حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالی کی عبادت کرنے اور اسکے احکامات پر عمل کرنے کی دعوت دی اور انہیں بتلایا کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں جس نے مجھے تمہاری اصلاح کے لئے اس دنیا میں بھیجا ہے اور تا کہ میں تمہیں یہ بھی بتلاؤں کہ ثواب کے کام کیا ہیں اور گناہ کے کام کیا ہیں؟ لہٰذا تمہارا اور معبودوں کی عبادت کرنا، دوسروں کا حق مارنا، ناپ تول میں کمی کرنا وغیرہ جن کا تذکرہ اگلی آیتوں میں کیا جارہا ہے، یہ سب گناہ کے کام ہیں، لہٰذا تم ان سے بچ جاؤ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان گناہوں پر ملنے والی سزائیں انکے سامنے بیان کیں تا کہ وہ ان سزاوں اور عذاب سے ڈر کر سیدھا راستہ اختیار کریں مگر ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کی بات کو جھٹلا دیا كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ اصحاب ایکہ نے بھی رسولوں کو جھٹلایا چنانچہ جب حضرت شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم لوگ کیوں نہیں ڈرتے؟ حالانکہ میں تمہارے پاس امانتدار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں جو اپنے رب کا پیغام بڑی دیانتداری کے ساتھ تم تک پہنچارہا ہے، اسکے باوجود بھی تم لوگ ڈرتے کیوں نہیں؟ اور حضرت شعیب علیہ السلام نے انکے سامنے یہ بات بھی رکھ دی کہ تم لوگ یہ سمجھ رہے ہو کہ میں اپنے اس کام پر تم سے تمہارے اموال میں سے کچھ مطالبہ کروں گا؟ حالانکہ ایسا کچھ نہیں نہ تو مجھے تمہارا مال چاہئے اور نہ ہی تمہاری سلطنت و بادشاہت بلکہ میں تو بس تم سے یہ چاہتا ہوں کہ تم سیدھے راستہ پر آ جاؤ اور اللہ کے اس عذاب سے بچ جاو جو اس نے اپنے نافرمان بندوں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ میں جو یہ کام کر رہا ہوں وہ میرے رب کے کہنے پر کر رہا ہوں، لہٰذا میرے اس عمل کا بدلہ بھی وہی دے گا اور میں اسی کا امیدوار بھی ہوں۔

﴿درس نمبر ۱۵۱۶﴾ **ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو** ﴿الشعراء ۱۸۱-تا-۱۸۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ۝ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَوْفُوا تم پورا بھر کردو الْكَيْلَ ماپ وَلَا تَكُوْنُوْا اور نہ ہوتم مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ دوسروں کو نقصان دینے والوں میں سے وَزِنُوْا اور تم تولو بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ سیدھی ترازو کے ساتھ وَلَا تَبْخَسُوا اور نہ تم کم دو النَّاسَ لوگوں کو اَشْيَآءَهُمْ ان کی چیزیں وَلَا تَعْثَوْا اور نہ تم دوڑو فِي الْاَرْضِ زمین میں

مُفْسِدِيْنَ فساد کرتے ہوئے وَاتَّقُوا اورتم ڈرو الَّذِيْ اس ذات سے خَلَقَكُمْ جس نے تمہیں پیدا کیا وَالْجِبِلَّةَ اورمخلوق الْاَوَّلِيْنَ پہلی کو

ترجمہ:۔ (دیکھو) پیمانہ پورا بھرا کرواور نقصان نہ کیا کروO اور ترازو سیدھی رکھ کرتولا کروO اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرواور ملک میں فساد نہ کرتے پھروO اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلی خلقت کو پیدا کیا۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ پیمانہ پورا پورا بھرا کرو۔ ۲۔نقصان نہ کیا کرو۔

۳۔ترازو سیدھی رکھ کرتولا کرو۔ ۴۔لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔

۵۔ملک میں فساد نہ کرتے پھرو۔ ۶۔اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔

یہاں ان گناہوں کا تذکرہ ہے جن میں قوم مدین مبتلا تھی جن سے حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں روکا چنانچہ فرمایا اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ جب تم غلہ یا اناج وغیرہ لوگوں کو فروخت کرو تو دیتے وقت جس پیمانہ سے دیتے ہو اسے پورا پورا بھر کر دیا کرو اور اس پیمانہ میں سے کچھ مقدار کم نہ کرو، ان لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب کسی کو ناپ کر دیتے تو اس میں کمی کر کے دیا کرتے تھے جیسا کہ سورۃ المطففین میں فرمایا گیا وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْوَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ اسی فعل بد سے انہیں روکا گیا کہ تمہارا یہ فعل اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں کہ اس میں اوروں کی حق تلفی ہو۔ لہٰذا تم لوگ اسے چھوڑ دو اور جب بھی کسی کو ناپ کر دو تو پورا پورا ناپ کر دو اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ اسی طرح جو چیزیں تول کر دی جاتی ہیں اس میں بھی کسی قسم کی کوئی کمی نہ کرو بلکہ جتنی مقدار اس نے مانگی ہے اتنی مقدار اسے دیدو، ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ جب تم اسے کوئی چیز تول کر دو تو تھوڑا سا کسی قدر زیادہ دو جیسا کہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی کو وزن کر کے کوئی چیز دو تو ترازو کو تھوڑا سا جھکا لو۔ (ابن ماجہ ۲۲۲۲ :) یعنی تھوڑا سا زیادہ ہی دیدو تا کہ تم بھی اس ناپ تول میں کمی کرنے کے وبال اور گناہ میں نہ پڑ جاؤ، جیسا کہ یہ اصحاب ایکہ کیا کرتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مزید تاکید کے لئے فرما رہے ہیں کہ بس ناپ تول کی ہی بات نہیں بلکہ ہر ہر چیز میں جسکی تم خرید و فروخت کرتے ہو اس میں کسی قسم کی کوئی کمی اور لوگوں کی حق تلفی نہیں ہونی چاہیئے اسی کے ساتھ ساتھ تم لوگ زمین میں فتنہ وفساد پھیلاتے ہو، لوگوں کو لوٹتے ہوئے دھمکاتے ہوئے چوری اور قتل وغیرہ کرتے مت پھرو بلکہ شہر میں امن وامان کو برقرار رکھو، جیسا کہ سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۸۵ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

مُّؤْمِنِيْنَ اور اہل مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔انہوں نے کہا : اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل آ چکی ہے۔لہٰذا ناپ تول پورا پورا کیا کرو اور جو چیزیں لوگوں کی ملکیت میں ہیں ان میں ان کی حق تلفی نہ کرو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو۔لوگو! یہی طریقہ تمہارے لیے بھلائی کا ہے، اگر کوئی اس دنیا کو پیدا کرنے والے، تمہیں اور تم سے پہلے سارے لوگوں کو پیدا کرنے والے رب کی باتوں سے منہ موڑے گا اور اپنے ان برے کاموں میں ہی لگا رہے گا تو پھر وہ تمہیں سخت سے سخت سزا دے گا جس سے بچنا کسی بھی حال ممکن نہیں۔ چنانچہ اگلی آیتوں میں انہیں عذابوں کا تذکرہ ہے جو اس قوم یعنی اصحاب ایکہ یا اہل مدین پر اللہ تبارک وتعالی نے نازل فرمایا۔

﴿درس نمبر ۱۵۱۷﴾ اگر سچے ہو تو آسمان سے ایک ٹکڑا ہم پر گرا دو ﴿الشعراء ۱۸۵ ـ تا ـ ۱۹۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالُوْٓا انہوں نے کہا اِنَّمَآ اَنْتَ یقیناً تو مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ سحرزدہ لوگوں میں سے ہے وَمَآ اَنْتَ اور تو نہیں ہے اِلَّا بَشَرٌ مگر بشر مِّثْلُنَا ہم جیسا ہی وَاِنْ اور بلاشبہ نَّظُنُّكَ ہم تجھے گمان کرتے ہیں لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ البتہ جھوٹوں میں سے فَاَسْقِطْ چنانچہ تو گرا دے عَلَيْنَا ہم پر كِسَفًا ایک ٹکڑا مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے اِنْ كُنْتَ اگر ہے تو مِنَ الصّٰدِقِيْنَ سچوں میں سے قَالَ اس نے کہا رَبِّيْٓ میرا رب اَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِمَا اس کو جو تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو فَكَذَّبُوْهُ چنانچہ انہوں نے اسے جھٹلایا فَاَخَذَهُمْ تو پکڑ لیا ان کو عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ سائے والے دن کے عذاب نے اِنَّهٗ بلاشبہ وہ كَانَ عَذَابَ عذاب تھا يَوْمٍ عَظِيْمٍ ایک بڑے دن کا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بلاشبہ اس میں لَاٰيَةً البتہ نشانی ہے وَمَا كَانَ اور نہیں تھے اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے وَاِنَّ اور بلاشبہ رَبَّكَ آپ کا رب لَهُوَ البتہ وہ ہے الْعَزِيْزُ نہایت غالب الرَّحِيْمُ بہت رحم کرنے والا

ترجمہ:۔ وہ کہنے لگے کہ تم تو جادو زدہ ہو ۝ اور تم اور کچھ نہیں ہمارے جیسے آدمی ہو اور ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو ۝ اگر سچے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لا کر گراؤ ۝ شعیب نے کہا کہ وہ کام جو تم کرتے ہو میرا رب اس

سے خوب واقف ہے O تو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا پس سا قصان کے عذاب نے ان کو آ پکڑا بیشک وہ بڑے (سخت) دن کا عذاب تھاO اس میں یقیناً نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے O اور تمہارا رب تو غالب (اور) مہربان ہے۔

تشریح:۔ ان سات آیتوں میں گیارہ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ قوم شعیب نے کہا کہ تم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ ۲۔ تم اور کچھ نہیں بس ہماری ہی طرح کے آدمی ہو۔

۳۔ ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ ۴۔ اگر سچے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لا کر گرادو۔

۵۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ جو کام تم کرتے ہو میرا رب ان سے خوب واقف ہے۔

۶۔ لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا۔ ۷۔ لہٰذا سا قصان کے عذاب نے انہیں آ پکڑا۔

۸۔ بے شک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا۔ ۹۔ اس واقعہ میں یقیناً نشانی ہے۔

۱۰۔ ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے۔ ۱۱۔ تمہارا رب تو غالب اور مہربان ہے۔

جب حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ دیکھو! تم لوگ جو ناپ تول میں کمی کرتے ہو، لوگوں کا حق مارتے ہو، ملک میں فتنہ وفساد مچاتے ہو، قتل وغارت گری جیسے گناہوں میں مبتلا ہو، اس سے توبہ کرلو اور تمہیں اور تم سے پہلے جنہیں پیدا کیا گیا ان کے رب سے معافی مانگ لو تو وہ تمہارے ان گناہوں کو بخش دے گا ورنہ تم اس کے عذاب سے نہیں بچ پاوگے، جب اس قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کی ان باتوں کو سنا تو کہنے لگے کہ ہمیں تو لگتا ہے کہ تم پر کوئی جادو وغیرہ کے اثرات ہوگئے ہیں اس لئے تم ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ اور ویسے بھی تمہاری بات کوئی کیوں سنے؟ جبکہ تم میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں کہ تم بھی ہماری ہی طرح کے ایک آدمی ہو اور بس کچھ نہیں، ہاں! اگر تم کوئی فرشتہ ہوتے یا انوکھی فطرت یا عجائب کے مالک ہوتے تو پھر اس وقت ہم تمہاری بات ماننے کے لئے غور وفکر کر سکتے تھے مگر تم میں ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ ہمیں تو لگتا ہے کہ تم اپنے رسول ہونے کی اللہ کی طرف جھوٹی نسبت کر رہے ہو وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ چلو! اگر واقعی تم اپنی بات میں سچے ہو اور اللہ رب العزت کے بھیجے ہوئے خاص پیغمبر ہو تو پھر ایک کام کرو اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرادے تا کہ ہمیں بھی یقین ہوجائے کہ ہاں! واقعی آپ اس اللہ رب العزت کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں، یہ لوگ اس طرح کی باتیں بطور مذاق وتمسخر کہا کرتے تھے اس لئے کہ انہیں ان باتوں پر بالکل یقین نہیں کہ کوئی اللہ بھی ہے جو اسکی بات نہ ماننے پر اپنا عذاب نازل کریگا، وہ ان باتوں کو بعید از عقل شمار کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو پھر سے آگاہ کرتے ہوئے فرمادیا کہ دیکھو! یہ جو کچھ بھی تم باتیں کر رہے ہو یا جو عمل بھی تم کرتے رہے ہو اسکی پوری پوری خبر میرے رب کو ہے لہٰذا تم اگر اب بھی اس سے باز نہ آ ؤگے تو پھر یقیناً اسکا عذاب تم پر آ ہی جائے گا، مگر اس قوم نے اپنے پیغمبر کی ایک نہ سنی اور انہیں مسلسل

جھٹلاتے ہی رہے جس کے سبب آخرکار ان پر اللہ کا عذاب آ ہی گیا، ان پر جو عذاب آیا وہ ایک سائبان کی طرح ابر سے آیا۔ علامہ سیوطی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر الدر المنثور میں بیان کرتے ہیں کہ پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سات دن تک جہنم کی گرم بھانپ کو ان پر مسلط کیا حتیٰ کہ اس گرمی کی شدت سے انکے نہروں، چشموں اور سمندروں کا پانی بھی ابلنے اور جوش مارنے لگا اور انکے گھر بھی انہیں اس گرمی سے بچا نہ سکے تو وہ لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورج کو ان پر مسلط کر دیا جسکی مزید تپش سے انکی کھوپڑیاں ابلنے لگیں اور نیچے زمین بھی گرم ہوگئی جس سے انکے پیر کے گوشت گل کر گرنے لگے۔ آخر کار اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک کالا ابر پیدا کیا جسے دیکھ کر یہ سب لوگ اسکی طرف بھاگ نکلے تاکہ اس ابر کا سایہ حاصل کر سکیں۔ چنانچہ وہ سب اس ابر کے نیچے جمع ہو گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر اس ابر سے آگ برسائی جس سے وہ سب ہلاک ہو گئے سوائے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کے (الدر المنثور) یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنے برے عمل سے باز آجائیں، لیکن وہ اس ڈھیل کو اللہ کی رضا اور رحمت سمجھ کر مزید برے کاموں میں ڈوب جاتے ہیں یہاں تک کہ اسکا وہ عذاب آجاتا ہے جس سے وہ آگاہ کرتا ہے، ایسا ہی کچھ ان کے ساتھ بھی ہوا، یقیناً یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو عبرت سے بھرا ہوا ہے اب جو کوئی اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہتا ہے وہ سبق حاصل کر لے ورنہ وہی انجام ہوگا جو اس قوم کا ہوا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ یقیناً اس واقعہ میں عبرت اور نشانی موجود ہے، اور اس رب نے جس قوم شعیب کو ہلاک کیا ان میں سے اکثر لوگ بے ایمان و کافر تھے اسی لئے وہ ہلاک ہوگئے اور جو ایمان والے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے اس عذاب سے بچا لیا یقیناً اے محمد (ﷺ)! آپ کا رب بڑا غالب اور مہربان ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۱۸﴾ قرآن مجید کو امانتدار فرشتہ لے کر اترا ہے ﴿الشعراء ۱۹۲۔تا۔۱۹۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ○ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ○ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ ○ وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاِنَّهٗ اور بلاشبہ وہ لَتَنْزِیْلُ البتہ نازل کیا ہوا ہے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رب العالمین کا نَزَلَ اترا ہے بِهِ اس کو لے کر الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ روح الامین عَلٰی قَلْبِكَ آپ کے دل پر لِتَكُوْنَ تاکہ آپ ہوں مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ڈرانے والوں میں سے بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ فصیح عربی زبان میں وَاِنَّهٗ اور بلاشبہ وہ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ پہلی کتابوں میں بھی ہے

ترجمہ:۔ اور یہ (قرآن اللہ) رب العالمین کا اتارا ہوا ہےOاس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہےO (یعنی اس نے) تمہارے دل پر (اِلقا) کیا ہے تا کہ (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہوO (اور اِلقا بھی) فصیح عربی زبان میں (کیا ہے)Oاس کی خبر پہلے پیغمبروں کی کتابوں میں (لکھی ہوئی) ہے۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ یہ قرآن مجید اللہ رب العزت کا اتارا ہوا ہے۔ ۲۔اس قرآن مجید کو امانت دار فرشتہ لیکر اترا ہے۔

۳۔اے پیغمبر! اللہ تعالی نے آپ کے دل پر اس کتاب کا القاء کیا ہے۔

۴۔تا کہ آپ لوگوں کو نصیحت کرتے رہیں۔ ۵۔ یہ قرآن مجید فصیح عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔

۶۔ یہ خبر پہلے پیغمبروں کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔

پچھلی آیتوں میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات بیان کئے گئے اور کس طرح ان کی قوموں نے ان انبیاء کرام علیہم السلام کو ستایا اور انکار کیا اور انکی اطاعت سے منہ موڑا؟ یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد ان قوموں پر جو عذاب آیا اسے بھی بیان کیا گیا تا کہ ان واقعات سے آپ علیہ السلام کو تسلی دی جائے کہ اے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کفار قریش آپ کی جو تکذیب کررہے ہیں اور آپ کو طرح طرح سے ستارہے ہیں کہ کبھی جادوگر، کبھی مجنون اور کبھی جھوٹا کہہ رہے ہیں یہ سب آپ سے پہلے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام گزرے ان سب کے ساتھ ہوا لہٰذا آپ بھی ان کی طرح صبر سے کام لیں اور جس طرح ہم نے انکی قوموں کو سزا دی اسی طرح ہم آپ کی قوم کو بھی عذاب دیں گے اور یہاں قریش مکہ کے لئے بھی ان واقعات میں نصیحت ہے کہ دیکھو! جس طرح پچھلی قوموں کو انکے انبیاء کی تکذیب کرنے اور انہیں تکلیفیں دینے کی وجہ سے ہلاک وبرباد کیا گیا تمہیں بھی اسی طرح ہلاک کیا جائے گا، ان کفار مکہ کے سامنے جب اللہ تبارک وتعالی کا یہ پاکیزہ کلام جس میں نصیحت اور ہدایت ہے پڑھا جاتا تو یہ لوگ اس قرآن کریم کے بارے میں کہنے لگتے کہ یہ کلام اللہ کا نہیں بلکہ خود محمد نے اسے بنالیا ہے اور اس کلام کو بنانے میں انکی مدد کی گئی ہے جیسا کہ پچھلی سورت میں تفصیل سے بیان کیا گیا اور اسکا جواب بھی وہاں دیا گیا مزید تاکید کے لئے یہاں بھی انکی ان باتوں کا جواب دیا جارہا ہے چنانچہ فرمایا **وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ** کہ اے کفارِ مکہ! جس قرآن کے بارے میں تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمتیں لگارہے ہو اس قرآن کی حقیقت یہ ہے کہ اسے اس ذات نے نازل کیا ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے، اور اس نے یہ قرآن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مقرب اور امانتدار فرشتہ کے ذریعہ نازل کیا ہے اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس القاء کئے ہوئے کلماتِ قرآنی کو اپنے سینہ میں محفوظ کرلیتے ہیں اور پھر وہی تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں تا کہ تمہیں جہنم کے عذاب سے ڈرائیں، مگر تم ہو کہ اس کلام کے بارے میں کہتے ہو کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا کلام ہے، کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں کہ یہ قرآن جو نازل کیا گیا؟ وہ تو فصیح عربی میں ہے اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کے بارے میں تم لوگ خود جانتے ہو کہ وہ

پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تو پھر یہ کیسے اس فصیح کلام کو بنا سکتے ہیں؟ اور اس قرآن کو فصیح عربی میں نازل کرنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ اسے تمہاری اپنی زبان میں ہونے کی وجہ سے سمجھنے اور اسکے احکام جاننے میں کسی قسم کی کوئی دشواری نہ ہو اور تم یہ نہ کہہ سکو کہ یہ تو ہماری زبان میں نہیں ہے تو پھر اسے کیسے پڑھیں؟ ان سب کے باوجود بھی تم لوگ اس کلام کو اور اسکے نازل کرنے والے اور جس پر اس کلام کو نازل کیا گیا ہے ان سب کو جھٹلاتے ہو جسکی ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے وہ عناد اور دشمنی جو تمہاری رگوں اور نسوں میں بسی ہوئی ہے حالانکہ اس نبی اور اس کتاب کے نازل ہونے سے متعلق معلومات تمہیں اس سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتابوں میں بھی ملتی ہیں۔ سورۃ صف کی آیت نمبر ۶ میں فرمایا گیا وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ یاد کرو اس وقت کو جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری جانب اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں اور مجھ سے پہلے جو کتاب تورات نازل ہوئی اسکی تصدیق کرنے والا ہوں اور ساتھ ہی میرے بعد آنے والے اس پیغمبر کی بشارت دیتا ہوں جنکا نام احمد ہوگا" بنی اسرائیل کے جو علماء تھے وہ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی نبی ہیں جنکی صفات اور بشارت تورات میں دی گئی ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۱۹﴾ اگر ہم یہ قرآن کسی غیر اہلِ زبان پر اتارتے! ﴿الشعراء ۱۹۷-تا-۲۰۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ O وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ O فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ O كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ O لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ O فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَوَلَمْ يَكُنْ کیا نہیں ہے لَّهُمْ ان کے لیے اٰيَةً ایک نشانی اَنْ يَّعْلَمَهٗ یہ کہ جانتے ہیں اس (قرآن یا رسول) کو عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کے علماء وَلَوْ اور اگر نَزَّلْنٰهُ ہم اس کو نازل کرتے عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ عجمیوں میں سے کسی پر فَقَرَاَهٗ پھر وہ اسے پڑھتا عَلَيْهِمْ ان پر مَّا كَانُوْا نہ ہوتے وہ بِهٖ اس پر مُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے كَذٰلِكَ اسی طرح سَلَكْنٰهُ ہم نے اس کو داخل کیا فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کے دلوں میں لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے بِهٖ اس پر حَتّٰى يَرَوُا یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ نہایت دردناک عذاب فَيَاْتِيَهُمْ چنانچہ وہ ان کے پاس آجائے گا بَغْتَةً اچانک ہی وَّهُمْ جبکہ وہ لَا يَشْعُرُوْنَ شعور نہ رکھتے ہوں گے

ترجمہ:۔ کیا ان کیلئے یہ سند نہیں ہے کہ علمائے بنی اسرائیل اس (بات) کو جانتے ہیں O اور اگر ہم اس کو کسی غیر اہلِ زبان پر اتارتے O اور وہ اسے ان (لوگوں کو) پڑھ کر سناتا تو یہ اُسے (کبھی) نہ مانتے O اسی طرح ہم نے انکار کو گنہگاروں کے دلوں میں داخل کر دیا O اور جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں گے اس کو نہیں مانیں گے O وہ ان پر ناگہاں آ واقع ہوگا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

تشریح:۔ ان چھ آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا ان کے لئے یہ سند نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کے علماء اس بات کو جانتے ہیں؟

۲۔ اگر ہم اس کتاب کو کسی غیر اہلِ زبان پر اتارتے

۳۔ وہ اس قرآن کو ان لوگوں کو پڑھ کر سناتے تو یہ اسے کبھی نہ مانتے

۴۔ اسی طرح ہم نے انکار کو گنہگاروں کے دلوں میں داخل کر دیا

۵۔ جب تک دردناک عذاب نہ دیکھیں گے اس کو نہیں مانیں گے

۶۔ وہ عذاب ان پر اچانک آ واقع ہوگا ۷۔ انہیں اس بات کی خبر بھی نہ ہوگی

قرآنِ مجید کے نزول کی حقیقت اور کیفیت کو بتلائے جانے کے بعد ان مشرکینِ مکہ سے یہ سوال کیا جا رہا ہے کہ کیا ان مشرکین کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ رسولِ عربی حضرت محمد ﷺ کی سچائی کی گواہی بنی اسرائیل کے وہ علماء دیتے ہیں جو اس قرآنِ مجید کا ذکرِ خیر اپنی ان آسمانی کتابوں میں پاتے ہیں، یعنی تورات اور انجیل میں اس قرآنِ مجید کا بھی ذکر ہے اور رسولِ عربی حضرت محمد مصطفی ﷺ کا بھی ذکر ہے۔ تورات اور انجیل میں رسولِ رحمت ﷺ کے اوصاف و عادات و اخلاق کا تذکرہ ہے اور آخری پیغمبر کے مبعوث کئے جانے اور آخری امت کے پیدا کئے جانے کا بھی ذکر ہے اور یہ مکہ کے مشرکین بنی اسرائیل کے ان علماء کے پاس جاتے تھے اور آخری نبی کے بارے میں ان علماء سے پوچھتے تھے اور اس آخری پیغمبر کی بعثت کی خبر کے بارے میں معلومات حاصل کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما جیسے علماء یہود جو بعد میں رسولِ رحمت کے دستِ مبارک پر ایمان لے آئے ان سب کے پاس یہ مشرکین جاتے تھے اور معلومات حاصل کرتے تھے۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ذکرِ خیر تورات و انجیل میں ہے اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وہ جو (محمد ﷺ) رسول (اللہ) کی، جو نبی اُمی ہیں، پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کام سے روکتے ہیں۔ یہ آیت صاف طور پر دلالت کرتی ہے کہ واقعی محمد عربی ﷺ اللہ کے آخری

نبی اور رسول ہیں۔آسمانی کتابوں کا رسول عربی ﷺ کی نبوت پر اتفاق کرنا خود ایک بڑی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول اور نبی ہیں۔

یہ قرآنِ مجید عربی زبان میں ہے۔اگر اس عربی قرآن کو کسی ایسے شخص پر اتارا جاتا جو عربی زبان سے ناآشنا ہوا اور وہ شخص عجمی ہوا اور وہ عجمی ان عربی لوگوں کو قرآنِ مجید پڑھ کر سناتا تو یہ مکہ کے مشرکین ہرگز اس پر ایمان نہ لاتے۔
قرآنِ مجید عربی واضح زبان میں ہے اور یہ ایک عربی النسل ایسی شخصیت پر اتاری گئی ہے جو اس کتاب کے اتارے جانے کے لائق اور قابل تھے،یعنی حضرت محمد مصطفی ﷺ۔سورۂ فصّلت کی آیت نمبر ۴۴ میں یہی حقیقت یوں بیان کی گئی کہ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ اور اگر ہم اس قرآن کو غیر زبانِ عرب میں (نازل) کرتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں (ہماری زبان میں) کیوں کھول کر بیان نہیں کی گئیں؟
ظاہر ہے کہ اگر قرآنِ مجید عربی زبان کے علاوہ کسی عجمی زبان میں اتارا جاتا تو عرب کے یہ لوگ صاف طور پر کہہ دیتے کہ اس کی آیتیں تو صاف اور واضح نہیں ہیں اور جب قرآنِ مجید کو عربی زبان میں اتارا گیا تو اہلِ عرب جن کیلئے قرآن عربی زبان میں نازل کیا گیا تو انہیں اس پر ایمان لانے پر کوئی عذر رہنا ہی نہیں چاہئے اس لئے کہ ان کی ہدایت کیلئے انہی کی زبان میں یہ آسمانی کتاب نازل کی گئی ہے۔
معلوم یہ ہوا کہ ان مشرکین کیلئے یہ بات برابر ہے کہ یہ قرآن کسی عربی شخص پر نازل کیا جائے یا کسی عجمی شخص پر اتارا جائے دونوں صورتوں میں یہ مشرکین ایمان لانے والے نہیں ہیں۔مشرکین کے اس رویہ سے ان کی سرکشی اور کفر وشرک کے معاملہ میں ان کی شدت ظاہر ہو رہی ہے حالانکہ ان مشرکین کو محمد عربی ﷺ اور قرآنِ مجید کی صداقت وحقانیت کا علم ہے مگر انکی یہ بدبختی ہے کہ وہ ان دونوں پر ایمان لانے سے محروم ہیں،ان کے غرور وسرکشی نے انہیں اندھا بنا دیا ہے،ان مشرکین کا معاملہ تو یہ ہے کہ اگر یہ قرآنِ مجید کاغذ میں لکھا ہوا اتارا جاتا اور وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تو یہ کافر لوگ یہی کہتے یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۷ میں یہی بات یوں بیان کی گئی وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ اور اگر ہم تم پر کاغذوں پر لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے اور یہ اُسے اپنے ہاتھوں سے بھی ٹٹول لیتے تو جو کافر ہیں وہ یہی کہہ دیتے کہ یہ تو (صاف اور) صریح جادو ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کے بارے میں فرمایا کہ یہ اس قرآن پر اور اس کی صداقت وحقانیت پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں،یعنی یہ کفار ومشرکین اپنے شرک اور کفر پر قائم رہیں گے اور حق پر ایمان نہیں لائیں گے اور اس قرآن اور صاحبِ قرآن کو جھٹلانے پر سختی سے قائم رہیں گے یہاں تک کہ وہ دردناک اور سخت ترین عذاب دیکھ لیں گے۔عذاب کا معاملہ تو ایسا نہیں ہے کہ پہلے اطلاع دی جائے اور مہلت دی

جائے اور پوری طرح باخبر کر دیا جائے اور اس کے بعد عذاب آئے بلکہ عذاب کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ اچانک آ جائے گا، انہیں اس عذاب کے آنے کا شعور اور احساس بھی نہیں رہے گا اور اس وقت جب عذاب آ جائے گا تو وہ اپنے کیئے پر پچھتائیں گے۔ اس کے سوا اور کوئی صورت ان کے لئے باقی نہیں رہے گی۔

﴿درس نمبر ۱۵۲۰﴾ کیا یہ ہمارے عذاب کو جلدی طلب کر رہے ہیں؟ ﴿الشعراء ۲۰۳۔تا۔۲۰۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ۝ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ۝ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ۝ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۝ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَيَقُوْلُوْا تو وہ کہیں گے هَلْ نَحْنُ کیا ہم مُنْظَرُوْنَ مہلت دیئے جائیں گے اَفَبِعَذَابِنَا کیا پھر ہمارے عذاب کو يَسْتَعْجِلُوْنَ وہ جلدی طلب کرتے ہیں اَفَرَءَيْتَ کیا پس آپ نے دیکھا اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ اگر ہم ان کو فائدہ دیں سِنِيْنَ کئی سال ثُمَّ جَآءَهُمْ پھر آ جائے ان کے پاس مَّا وہ جس کا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ وہ وعدہ دیئے جاتے تھے مَآ اَغْنٰى کفایت نہیں کریں گی عَنْهُمْ ان سے مَّا وہ چیزیں جن سے كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ وہ فائدہ پہنچائے جاتے تھے وَمَآ اَهْلَكْنَا اور ہم نے ہلاک نہیں کی مِنْ قَرْيَةٍ کوئی بستی اِلَّا مگر لَهَا اس کے لیے مُنْذِرُوْنَ تھے ڈرانے والے ذِكْرٰى یاد دہانی کے لیے وَمَا كُنَّا اور ہم نہیں ہیں ظٰلِمِيْنَ ظلم کرنے والے

ترجمہ:۔ اس وقت کہیں گے کیا ہمیں مہلت ملے گی؟ ۝ تو کیا یہ ہمارے عذاب کو جلدی طلب کر رہے ہیں؟ ۝ بھلا دیکھو! اگر ہم ان کو برسوں فائدے دیتے رہے ۝ پھر ان پر وہ (عذاب) آ واقع ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ۝ تو جو فائدے یہ اٹھا رہے ہیں ان کے کس کام آئیں گے؟ ۝ اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر اس کیلئے نصیحت کرنے والے (پہلے بھیج دیتے) تھے ۝ (تاکہ) نصیحت کر دیں اور ہم ظالم نہیں ہیں۔

تشریح:۔ ان سات آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ اس وقت کہیں گے کیا ہمیں مہلت ملے گی؟
۲۔ کیا یہ ہمارے عذاب کو جلدی طلب کر رہے ہیں؟
۳۔ بھلا دیکھو! اگر ہم ان کو برسوں فائدے دیتے رہے
۴۔ پھر ان پر وہ عذاب آ واقع ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے
۵۔ تو جو فائدے یہ اٹھا رہے ہیں ان کے کس کام آئیں گے؟

۶ ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر اس کے لئے نصیحت کرنے والے پہلے بھیج دیتے تھے تاکہ نصیحت کر دیں ۷۔ہم ظالم نہیں ہیں

گزشتہ آیات کی روشنی میں یہ بات کہی گئی تھی کہ مکہ کے یہ مشرکین کسی بھی صورت میں ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ہاں! وہ صرف ایک صورت میں ایمان لائیں گے جبکہ وہ سخت ترین اور دردناک عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور جب وہ عذاب آ جائے گا تو ان کی زبانوں سے یہی جملہ نکلے گا کہ کیا ہمیں مہلت ملے گی؟ یعنی اس عذاب کو دیکھنے کے بعد یہ مشرکین یہ تمنا کریں گے کہ انہیں مہلت دی جائے اور ان پر جلد عذاب نازل نہ ہو۔ عذاب کو دیکھنے کے بعد ان کے دلوں میں یہ خواہش ہوگی کہ جو نعمت ان سے فوت ہوگئی اس نعمت کو وہ حاصل کر لیں اور اس کے بعد والی زندگی اللہ کی اطاعت میں گزاریں، لیکن جب عذاب آ ہی گیا تو اب ان کی اس ندامت اور شرمندگی کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔ اب انہیں کسی بھی قسم کی مہلت نہیں دی جائے گی۔ ان مشرکین پر حماقت اور جہالت کا غلبہ ہے، اسی لئے وہ عذاب کی جلدی مچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ کیا وہ ہمارے عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں؟ کہتے ہیں کہ فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ (ہود ۳۲:) جس عذاب کی دھمکی تم ہمیں دے رہے ہو وہ عذاب لے آؤ۔ یہی بدبخت قسم کے لوگ عذاب کے آتے ہی مہلت مانگنے لگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اگر ہم ان کے عیش و آرام کی مدت کو طویل کر دیں تاکہ وہ لمبی مدت تک دنیا کی ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں پھر وہ عذاب اچانک آ جائے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا رہا تو جو فائدے یہ اٹھا رہے ہیں وہ ان کے کس کام آئیں گے؟ نہ ہی ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی اور نہ ہی وہ عذاب ان سے ٹالا جائے گا، اس لئے کہ دنیا کی یہ زندگی جس میں انہوں نے خوب فائدے اٹھائے اور موج مستی کی یہ زندگی تو آخرت کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہے اور آخرت کی مدت تو ایسی ہے کہ اس کی انتہاء ہی نہیں ہے، جیسا کہ سورۃ النّٰزعٰت کی آیت نمبر ۴۶ میں کہا گیا كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا جب وہ اس کو دیکھیں گے (تو ایسا خیال کریں گے) کہ گویا (دنیا میں صرف) ایک شام یا ایک صبح رہے تھے۔

یہ لوگ کتنی مدت بھی جی لیں آخر کار ان کو دردناک عذاب تو چکھنا ہی ہے، ان کی دنیا کی یہ لمبی زندگی کی کوئی حیثیت اور حقیقت نہیں ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۹۶ میں کہا گیا يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ان میں سے ہر ایک یہی خواہش کرتا ہے کہ کاش وہ ہزار برس جیتا رہے مگر اتنی لمبی عمر اُس کو مل بھی جائے تو اُسے عذاب سے تو نہیں چھڑا سکتی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنا نظامِ انصاف بتلا رہے ہیں کہ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر اس کے لئے نصیحت کرنے والے پہلے بھیج دیتے تھے

تا کہ وہ نصیحت کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی قوم کو اس کے پاس نصیحت کرنے والوں کو بھیجنے سے پہلے ہلاک نہیں کیا۔ تاریخِ اقوام بتاتی ہے کہ ہر قوم کے پاس پیغمبر آتے گئے اور وہ انہیں نصیحت کرتے گئے۔ قوموں نے جب انکار کیا، جھٹلایا، سرکشی کی اور نافرمانی کی حد تک پہنچ گئے اور حد سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک و برباد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں رحمت ہیں اور منصف ہیں۔ وہ اپنی مخلوق پر رحم و کرم کرتے ہیں اور انصاف کرتے ہیں، مگر اپنی مخلوق پر وہ کبھی ظلم نہیں کرتے۔ قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ نظام بتلایا ہے کہ وہ کسی پر بھی عذاب نازل نہیں کرتے جب تک کہ ان کے پاس رسول نہیں بھیجتے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۵ میں فرمایا: وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک کہ رسول نہیں بھیجتے۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۵۹ میں فرمایا گیا وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ اور تمہارا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک اُن کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے جو اُن کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے مگر اس حالت میں کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں۔

﴿درس نمبر ۱۵۲۱﴾ اس قرآنِ مجید کو شیاطین لے کر نازل نہیں ہوئے ﴿الشعراء ۲۱۰۔تا۔ ۲۱۳﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ O وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ O اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ O فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمَا تَنَزَّلَتْ اور لے کر نہیں اترے بِهٖ اس کو الشَّيٰطِيْنُ شیاطین وَمَا يَنْۢبَغِيْ اور لائق نہیں لَهُمْ ان کے وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اور وہ استطاعت ہی نہیں رکھتے ہیں اِنَّهُمْ بلاشبہ وہ تو عَنِ السَّمْعِ اس کے سننے سے بھی لَمَعْزُوْلُوْنَ البتہ دور رکھے گئے ہیں فَلَا تَدْعُ چنانچہ نہ پکاریں آپ مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ اِلٰهًا اٰخَرَ کوئی اور معبود فَتَكُوْنَ ورنہ آپ ہو جائیں گے مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ان لوگوں میں سے جو عذاب دیئے گئے

ترجمہ:۔ اور اس (قرآن) کو شیطان لے کر نازل نہیں ہوئے O یہ کام نہ تو ان کو سزاوار ہے اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں O وہ (آسمانی باتوں کے) سننے (کے مقامات) سے الگ کر دیئے گئے ہیں O تو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو مت پکارنا ورنہ تمہیں عذاب دیا جائے گا۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس قرآنِ مجید کو شیطان لے کر نازل نہیں ہوئے ۲۔ یہ کام نہ تو ان شیطانوں کو سزاوار ہے

۳۔ نہ وہ اس بات کی طاقت رکھتے ہیں کہ قرآنِ مجید لے کر نازل ہوں
۴۔ وہ آسمانی باتوں کے سننے کے مقامات سے الگ کر دیئے گئے ہیں
۵۔ اللہ کے سوا کسی اور معبود کو مت پکارو ۶۔ ورنہ تمہیں عذاب دیا جائے گا

رسولِ رحمت ﷺ پر وحی کے نازل ہونے کو دیکھ کر مشرکین نے یہ الزام آپ ﷺ پر لگایا کہ محمد کاہن ہیں اور جادوگر ہیں، جس طرح شیاطین کہانت کی باتیں کرتے ہیں محمد بھی کہانت کی باتیں کرتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) مشرکین کی اس غلط بیانی کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہاں یوں دیا کہ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اس قرآن کو شیطان لے کر نازل نہیں ہوتے اور نہ ہی اتنا مقدس اور اہم ترین کام ان شیطانوں کو سزاوار اور لائق ہے اور یہ بات جان لینا چاہئے کہ یہ شیاطین آسمانی باتوں کے سننے کے مقامات سے الگ کر دیئے گئے ہیں۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ قرآنِ مجید جیسی مقدس کتاب کا آسمانوں سے حاصل کرنا شیطانوں کیلئے کوئی آسان کام نہیں ہے، وہاں تو ایسی سخت سیکوریٹی کا نظام ہے کہ کوئی شیطان یا جن قرآنِ مجید کو وہاں سے اچک نہیں سکتا۔ یہ سب ان کے بس کی بات نہیں ہے کہ اللہ کا کلام آسمان سے لے کر آ جائیں۔ وحی کا یہ محفوظ اور مضبوط نظام حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حوالے ہے اور وہ قوت والے بھی ہیں کہ ان سے اللہ کی یہ وحی کوئی اچک نہیں سکتا اور نہ ہی اس بات کا امکان ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس امانت میں کوئی خیانت کریں اور شیطانوں کو وحی الٰہی سے کیا مطلب ہے؟ یہ قرآن تو ان کے مطلب کی ہی نہیں ہے۔ ان شیطانوں کا کام تو فساد اور بگاڑ ہے اور بندوں کو گمراہی کی طرف لے جانا ہے اور قرآنِ مجید تو ہدایت نامہ ہے جو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔ قرآنِ مجید تو نور اور برہان ہے۔ قرآنِ مجید اور شیطانوں کے درمیان واضح فرق ہے۔ یہ مشرق تو وہ مغرب ہیں۔ یہ شمال تو وہ جنوب ہیں۔ قرآنِ مجید اور شیطانوں میں تضاد ہی تضاد ہے۔ یہ شیطان اس قرآنِ مجید کے بوجھ کو اٹھانے کی طاقت وسکت بھی نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قرآنِ مجید کے بارے میں صاف فرما دیا کہ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر ۲۱:) اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے اور یہ باتیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکر کریں۔ جب پہاڑ قرآنِ مجید کے بوجھ سے ناقابل برداشت ہو کر ریزے ریزے ہو جاتے ہوں تو ان شیاطین کا کیا عالم ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں کی باتوں کو سننے سے ان شیطانوں کو معزول و محروم کر دیا ہے۔ وہ ہرگز ہرگز آسمانی باتوں کو نہ سن سکتے ہیں اور نہ ہی اچک سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں سخت پہرے لگا رکھے ہیں، اس کے بعد رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود تجویز مت کیجئے ورنہ تمہیں عذاب دیا جائے گا۔ قدرت کا دستور اور قانون بتلایا جا رہا ہے کہ اللہ کے علاوہ دوسرے کسی کی عبادت کرنا

اور اللہ کے سوا کسی اور کو معبود سمجھنا اس قدر گمبھیر جرم ہے کہ اس میدان میں معافی کا دروازہ بند ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (النساء ۴۸:۴) اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرتے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے، اس لئے عذاب سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ عبادت کو صرف اور صرف ایک اللہ کے لئے خالص کرلیا جائے۔ اسی ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور اسی سے مدد طلب کی جائے۔ اے اللہ! ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم آپ ہی کی عبادت کریں گے اور آپ ہی سے مدد طلب کریں گے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

﴿درس نمبر ۱۵۲۲﴾ پیغمبر! اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈرائیے ﴿الشعراء ۲۱۴۔تا۔۲۲۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ O وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ O فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ O وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ O الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ O وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ O اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاَنْذِرْ اور آپ ڈرائیں عَشِيْرَتَكَ اپنے قبیلے الْاَقْرَبِيْنَ قریبی لوگوں کو وَاخْفِضْ اور جھکا دیجئے جَنَاحَكَ اپنا بازو لِمَنِ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اتَّبَعَكَ آپ کی پیروی کی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں میں سے فَاِنْ پھر اگر عَصَوْكَ وہ آپ کی نافرمانی کریں فَقُلْ تو کہہ دیجئے اِنِّيْ بلاشبہ میں بَرِيْٓءٌ مِّمَّا اس سے بَری ہوں جو تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے ہو وَتَوَكَّلْ اور توکل کیجئے عَلَى پر الْعَزِيْزِ خوب غالب الرَّحِيْمِ نہایت رحم کرنے والا ہے الَّذِيْ وہ جو يَرٰىكَ آپ کو دیکھتا ہے حِيْنَ تَقُوْمُ جب آپ کھڑے ہوئے وَتَقَلُّبَكَ اور آپ کے پھرنے کو فِي السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والوں میں اِنَّهٗ هُوَ بلاشبہ وہی ہے السَّمِيْعُ خوب سننے والا الْعَلِيْمُ خوب جاننے والا

ترجمہ:۔ اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سنا دو O اور جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان سے متواضع پیش آؤ O پھر اگر لوگ تمہاری نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال سے بے تعلق ہوں O اور (اللہ) غالب اور رحمن پر بھروسہ رکھو O جو تمہیں جب تم (تہجد کے وقت) اٹھتے ہو دیکھتا ہے O اور نمازیوں میں تمہارے پھرنے کو بھی O وہ بیشک سننے والا اور جاننے والا ہے۔

تشریح:۔ ان سات آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

۲۔ جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان سے متواضع انداز میں پیش آؤ۔

۳۔ اگر لوگ تمہاری نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال سے بے تعلق ہوں۔

۴۔ اللہ پر بھروسہ رکھو جو کہ غالب و مہربان ہے۔

۵۔ جو تمہیں اس وقت دیکھتا ہے جب تم تہجد کے لئے اٹھتے ہو۔

۶۔ نمازوں میں تمہارے پھرنے کو بھی جانتا ہے۔ ۷۔ وہ بے شک سننے والا جاننے والا ہے۔

چونکہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کی ذمہ داری ڈالی گئی اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام جو کہ آپ پر نازل کیا گیا ساری دنیا تک پہنچانے کا حکم دیا گیا جیسا کہ سورۃ انعام کی آیت نمبر ۹۲ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا اور (اسی طرح) یہ بڑی برکت والی کتاب ہے جو ہم نے اتاری ہے، پچھلی آسمانی ہدایات کی تصدیق کرنے والی ہے، تاکہ تم اس کے ذریعے بستیوں کے مرکز (یعنی مکہ) اور اس کے اردگرد کے لوگوں کو خبردار کردو، اسی طرح سورۃ شوریٰ کی آیت نمبر ۷ میں بھی فرمایا وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ یَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَیْبَ فِیْهِ اور اسی طرح ہم نے یہ عربی قرآن تم پر وحی کے ذریعے بھیجا ہے، تاکہ تم مرکزی بستی (مکہ) اور اس کے اردگرد والوں کو اس دن سے خبردار کرو جس میں سب کو جمع کیا جائے گا، لہٰذا آپ علیہ السلام اس دین کی تبلیغ کے لئے مستعد ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کو اپنے گھر والوں کے درمیان اس کام کی ابتدا کرنے کا حکم فرمایا جس کا ذکر ان آیتوں میں کیا جارہا ہے چنانچہ فرمایا وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سب سے پہلے اپنے خاندان اور رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے اس عذاب سے ڈراو جو اسکی عبادت نہ کرنے اور اسکی نافرمانی کرنے والوں کو پہنچے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے گھر والوں سے اس کام کی ابتدا کرنے کا جو حکم دیا ہے اس میں کئی مصلحتیں ہیں جیسے کہ عام طور سے انسان اپنے گھر والوں سے نرمی کا برتاؤ کرتا ہے اور انکی خواہش کے آگے مجبور ہو جاتا ہے۔

جب ان رشتہ داروں سے اس دعوتِ دین کی ابتداء کی جائے گی تو دوسروں تک اس پیغام کا پہنچانا اور بھی آسان ہو جائے گا اور لوگوں کو کہنے کے لئے بھی کچھ نہ ہوگا، چنانچہ آپ علیہ السلام نے اس پر عمل کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنے خاندان والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب یہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی تو آپ علیہ السلام نے صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر اپنے گھر والوں کو ندا لگائی کہ اے فاطمہ بنت محمد!، اے صفیہ بنت عبد المطلب!، اے بنو عبد المطلب! میں اللہ کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کی طاقت نہیں رکھتا ہاں! البتہ میرے اس دنیوی مال میں سے جو تم مانگنا چاہو مانگ سکتے ہو (مسلم ۲۰۵) اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی تو آپ علیہ السلام

نے قبیلۂ قریش کے تمام خاص وعام افراد کو جمع کیا اور نام بنام جیسے کہ بنو کعب، بنو مرہ، بنو ہاشم، بنو عبد شمس اور بنو عبد مناف وغیرہ کو پکار کر کہا کہ دیکھو! میں اللہ تعالی کے مقابلہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا، لہٰذا تم خود ہی اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالو، ہاں! البتہ جو رشتہ داری کا حق یعنی صلہ رحمی وغیرہ ہے تو میں اسکا جہاں حق ادا کرنا ہوا ادا کروں گا، اسکے سوا میں کچھ نہیں کرسکتا۔ (مسلم ۲۰۴) چنانچہ ان رشتہ داروں کو دعوت دینے کے بعد آپ ﷺ نے عام لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا شروع کیا۔ اللہ تعالی نے آپ علیہ السلام سے تاکیداً فرمایا کہ دیکھو! جو ایمان نہیں لائے ان کا اللہ کے یہاں کوئی مقام نہیں، خواہ وہ آپ کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں؟ ہاں! جو اسلام قبول کرلے اور اللہ کو اپنا رب تسلیم کرلے وہ ہمارے ہیں لہٰذا آپ ان سے نرمی سے پیش آئیے اور انکا اپنے بے ایمان رشتہ داروں سے کہیں بڑھ کر اکرام کیجئے وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور آپ نے جب اللہ تعالی کا یہ پیغام خاص وعام تک پہنچادیا اور انہوں نے اس پیغام کو قبول نہیں کیا تو اس کی کوئی پرواہ نہ کیجئے بلکہ سرعام ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہارے ان اعمال شرکیہ سے بے تعلق ہوں اس لئے کہ میرا کام اللہ کا پیغام تم تک پہنچانا تھا بس میں نے پہنچادیا اب تم جانو اور وہ رب جسکی تم نافرمانی کررہے ہو فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔ جب آپ علیہ السلام نے اپنی ذمہ داری پوری کرلی اور اللہ تعالی کا یہ پیغام پہنچادیا۔ اللہ تعالی آپ علیہ السلام سے فرمارہے ہیں کہ آپ نے اپنی ذمہ داری پوری کرلی اب آپ اللہ تعالی پر بھروسہ رکھئے وہ جسے چاہے گا اس دین حق کے لئے قبول کرے گا اور اسے ہدایت سے ہمکنار کرے گا، یقیناوہ بڑا غالب ومہربان ہے کہ جو آپ کی اس تبلیغ سے منہ موڑے گا وہ اسے سزا دے گا اور جو اسے قبول کرے گا اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا اور وہ ہمیشہ آپ کی نگرانی کررہا ہے وہ آپ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ تہجد کے وقت اٹھ کر اپنے رب کے سامنے اپنی امت کے لئے رو رو کر دعائیں کرتے ہو اور اس وقت بھی جب آپ نماز کی حالت میں ایک رکن سے دوسرے رکن یعنی رکوع سے سجدہ اور سجدہ سے قعدہ وغیرہ میں جاتے ہو دیکھتا ہے، لہٰذا آپ اسکی حفظ وامان میں ہیں، وہ آپ کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑے گا اور اللہ تعالی تو بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے کہ کس بندہ کے دل ودماغ میں کیا چل رہا ہے؟ اور کون آپ کے خلاف سازشیں کررہا ہے! اسے سب کچھ پتہ ہے، وہ وقت ضرورت ہر چیز سے آپ کو باخبر کردے گا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔

﴿درس نمبر ۱۵۲۳﴾ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ ﴿الشعراء ۲۲۱ ـ تا ـ ۲۲۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ○ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ○ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ

وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ۝ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ کیا میں تمہیں خبر دوں عَلٰى مَنْ کس پر تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ شیطان نازل ہوتے ہیں تَنَزَّلُ وہ نازل ہوتے ہیں عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ ہر جھوٹ گھڑنے والے پر اَثِيْمٍ گناہ گار يُّلْقُوْنَ وہ لگاتے ہیں السَّمْعَ کان وَاَكْثَرُهُمْ اور ان کے اکثر كٰذِبُوْنَ جھوٹے ہیں وَالشُّعَرَآءُ اور شاعر يَتَّبِعُهُمْ ان کی پیروی کرتے ہیں الْغَاوٗنَ گمراہ لوگ اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اَنَّهُمْ کہ بلاشبہ وہ فِيْ كُلِّ وَادٍ ہر وادی میں يَّهِيْمُوْنَ سرگرداں پھرتے ہیں وَاَنَّهُمْ اور بلاشبہ وہ يَقُوْلُوْنَ مَا کہتے ہیں وہ بات جو لَا يَفْعَلُوْنَ وہ نہیں کرتے

ترجمہ:۔ (اچھا) میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں ۝ ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں ۝ جو سنی ہوئی بات (اس کے کان میں) لا ڈالتے ہیں اور وہ اکثر جھوٹے ہیں ۝ اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں ۝ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سر مارے مارے پھرتے ہیں ۝ اور کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں۔

تشریح:۔ ان چھ آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟۔
۲۔ ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔
۳۔ جو سنی ہوئی بات اس کے کان میں ڈالتے ہیں۔
۴۔ وہ اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔
۵۔ شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔
۶۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں مارے مارے پھرتے ہیں؟۔
۷۔ کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے اور آپ کے محفوظ ہونے کو بیان کرنے کے بعد دوبارہ اللہ تبارک وتعالی ان کفار مکہ کی تردید کررہے ہیں جو کہتے تھے کہ آپ علیہ السلام نعوذ باللہ کاہن ہیں، شاعر ہیں اور آپ جو یہ کلام سناتے ہیں وہ انہیں شیاطین کا لایا ہوا ہے جو انکے پاس آتے جاتے ہیں چنانچہ فرمایا هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ کہ یہ محمد جو ہمارے پیغمبر ہیں ان کے پاس کوئی شیطان نہیں آتا البتہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ شیطان کس پر آتا ہے؟ وہ شیاطین بڑے ہی مکار، جھوٹے اور گنہ گاروں کے پاس آتے ہیں اس لئے کہ شیاطین خبیث ہوتے ہیں اور خباثت وبرائی کو ہی پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کا آنا جانا بھی انہی کے پاس ہوتا ہے نہ کہ اس رسول کے پاس، اور رہی وہ باتیں جو شیطان ان شیطان صفت انسانوں یعنی مسیلمہ اور طلیحہ جیسے افراد کو پہنچاتا اور سناتا ہے ان میں سے اکثر باتیں جھوٹی اور اسی کی بنائی ہوئی ہوتی ہیں جبکہ ہمارے پیغمبر جو کچھ بھی تمہیں بتاتے ہیں وہ سب

کچھ حقیقت اور سچائی ہوتی ہے، تو پھر تم ہی بتاؤ کہ یہ محمد ہمارے پیغمبر ہیں یا کاہن؟ اور ہاں! رہی بات انہیں شاعر کہنے کی تو یہ بھی جان لو کہ شاعر تو وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے نام لیوا اور انکی اتباع کرنے والے عیاش قسم کے گمراہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں اپنے نفس کی خواہش کی تکمیل سے مطلب ہوتا ہے نہ کہ دوسروں کی ہمدردی اور انکی تکلیفوں سے جبکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے متقی، امانت دار، غمخوار، برائیوں سے دور بھاگنے والے، اچھائی کو اپنانے والے، لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی اور غمگساری کرنے والے، سچ بولنے والے اور دیانت دار ہوتے ہیں، حقیقت تمہارے سامنے ہے کہ کون سیدھے راستہ پر ہے اور کون غلط؟ اور یہ شاعر لوگ جو ہوتے ہیں وہ لوگ وہم وخیالات میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں اور ایسی افسانوی باتیں کہتے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی اور اسکے علاوہ لوگوں کو خوش کرنے اور ان کی رضا کی خاطر ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے وہ خود بھی راضی نہیں ہوتے یعنی جھوٹی باتیں اور تعریفیں کرتے ہیں جبکہ یہ پیغمبر حق کہتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو کہتے ہیں، جن کے فعل اور قول میں کوئی تضاد نہیں ہوتا، تو کیا ان ساری باتوں کو جاننے کے بعد بھی اب تم انہیں کاہن وشاعر کہو گے؟

﴿درس نمبر ۱۵۲۴﴾ **ظالم لوگ عنقریب جان لیں گے** ﴿الشعراء ۲۲۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔اِلَّا الَّذِيْنَ مگر وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے نیک عمل کیے وَذَكَرُوا اللّٰهَ اور انہوں نے اللہ کو یاد کیا كَثِيْرًا بہت زیادہ وَّانْتَصَرُوْا اور انہوں نے بدلہ لیا مِنْۢ بَعْدِ مَا اس کے بعد کہ ظُلِمُوْا وہ ظلم کیے گئے تھے وَسَيَعْلَمُ اور عنقریب وہ جان لیں گے الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا جنہوں نے ظلم کیا اَيَّ مُنْقَلَبٍ کونسی لوٹنے کی جگہ يَّنْقَلِبُوْنَ وہ لوٹیں گے

ترجمہ: ۔مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اور اللہ کو بہت یاد کرتے رہے اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کون سی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں۔

تشریح: ۔اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے نیک کام کئے۔ ۲۔اللہ کا کثرت سے ذکر کیا۔

۳۔اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا۔

۴۔ظالم لوگ عنقریب جان لیں گے کہ کونسی جگہ لوٹ کر جانا ہے؟

پچھلی سورت میں شاعروں کی برائی اور انکے گمراہ ہونے کو بیان کیا گیا کہ شاعر لوگ گمراہی کو پسند کرتے ہیں اور انکی اتباع کرنے والے بھی گمراہ لوگ ہی ہوتے ہیں اور انکی باتوں میں کسی قسم کی کوئی سچائی نہیں ہوتی اور ان کا فعل وعمل اور قول میں تضاد ہوتا ہے کہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ اور مسلمانوں میں کچھ صحابہ تھے جو اسلام لانے کے بعد بھی شعر شاعری کیا کرتے تھے جیسے کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن مالک، حضرت کعب بن زھیر، حضرت حسان بن ثابت، حضرت خنساء رضوان اللہ علیہم اجمعین تو یہ آیت سن کر وہ بہت شرمندہ ہوئے اور آپ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ! اللہ تعالی نے یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں اور وہ خوب جانتا ہے کہ ہم شاعر ہیں، لہٰذا ہم تو ہلاک ہوگئے، انکی یہ باتیں اللہ تبارک وتعالی نے سن لیں اور یہ آیت اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ نازل فرمائی۔(التفسیر المنیر) کہ جن شاعروں کے بارے میں کہا گیا وہ اہل ایمان نہیں ،اس لئے کہ ایمان والے ان مقاصد کے ساتھ اپنے اشعار نہیں کہتے جو یہ کافر لوگ کہتے ہیں، آپ لوگ تو اہلِ ایمان ہو، نیک اور اچھے اعمال کرتے ہو، اللہ تعالی کا ذکر خیر ہمیشہ آپ کی زبانوں پر جاری رکھتے ہو، تم لوگ ان کافروں کی طرح اوروں پر پہلے پہل وار بھی نہیں کرتے بلکہ جب اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم ہوتا دیکھتے ہو تب جا کر اسکا بدلہ لیتے ہو اور بدلہ لینے میں بھی حد سے تجاوز نہیں کرتے ہو تو پھر آپ لوگ ان کافروں اور ظالموں کی طرح کیسے ہو سکتے ہو؟ اور تم لوگ جو اشعار کہتے ہو اس میں پیارے نبی کی تعریف اور انکا دفاع ہوتا ہے جیسا کہ آپ علیہ السلام نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم انکی ہجو کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ ہجو ان پر تیر چلانے سے بھی زیادہ سخت ہے۔(مشکوۃ ۴۷۹۰) ایسا ہی آپ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے حسان! تم ان کی ہجو کرو، جبرئیل امین علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔(بخاری ۳۲۱۳) اسی طرح تم لوگوں کے اشعار ان گندگیوں سے پاک وصاف ہوتے ہیں جو گندگی ان کافروں کے اشعار میں بھری ہوتی ہے، الغرض تم لوگ بالکل ان جیسے نہیں ہو بلکہ تم تو اللہ اور اسکے رسول کے محبوب ہو۔ اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ فی نفسہ شعر شاعری گناہ کا کام نہیں لیکن اشعار میں ایسی باتوں کو شامل کرنا جو اخلاق سے گری ہوئی ہوں اور گناہ کی ہوں وہ ناپسند ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی ایسے اشعار کہے جن میں اس قسم کی کوئی برائی نہیں تو وہ گناہ بھی نہیں ہے۔ اس فرق کو بیان کرنے کے بعد دوبارہ اللہ تبارک وتعالی ان کفار مکہ کو سخت وعید سناتے ہوئے فرما رہے ہیں یہ ظالم لوگ جو اس قرآن کریم میں غور وفکر کرنے، ہدایت کو تلاش کرنے، حق کو جاننے، سیدھا راستہ معلوم کرنے کے بجائے خود اس کلام میں شک وشبہ پیدا کرنے لگیں ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی وضلالت کو اختیار کرنے لگیں تو عنقریب انہیں وہ ٹھکانہ جس میں طرح طرح کا عذاب ہے جسے ان ظالموں کے لئے بنایا گیا ہے معلوم ہوجائے گا۔

سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ

یہ سورت ۷ رکوع اور ۹۳ آیات پر مشتمل ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۲۵﴾ قرآن مجید میں ہدایت اور بشارت ہے ﴿النمل ۱۔۲۔۳﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍO هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَO الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَO

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ طٰسٓ طٰس تِلْكَ یہ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ قرآن کی آیتیں ہیں وَ اور كِتَابٍ مُّبِيْنٍ واضح کتاب کی O هُدًى ہدایت وَّ اور بُشْرٰى خوشخبری لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے لیے الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يُقِيْمُوْنَ قائم رکھتے ہیں الصَّلٰوةَ نماز وَ اور يُؤْتُوْنَ ادا کرتے ہیں الزَّكٰوةَ زکوۃ وَ اور هُمْ وہ بِالْاٰخِرَةِ آخرت کے ساتھ هُمْ وہی يُوْقِنُوْنَ یقین رکھتے ہیں

ترجمہ:۔ طٰس۔ یہ قرآن کی اور ایک ایسی کتاب کی آیتیں ہیں جو حقیقت کھول دینے والی ہے۔ یہ ان مومنوں کے لیے سراپا ہدایت اور خوشخبری بن کر آئی ہے۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ اور وہی ہیں جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ طٰس۔ یہ قرآن اور کتابِ روشن کی آیتیں ہیں۔ ۲۔ مومنوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے۔

۳۔ وہ جو نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے ہیں۔ ۴۔ وہ آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا طٰس تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَ كِتَابٍ مُبِيْنٍ اے نبی! ہم آپ پر جو یہ آیتیں نازل کرتے ہیں یہ آیتیں ایک واضح کتاب اور قرآن کریم کی آیتیں ہیں کہ اسکے ذریعہ جو باتیں ہم بیان کرتے ہیں انکا پڑھنا بھی آسان ہے اور انہیں سمجھنا بھی آسان ہے جبکہ واقعی کوئی اسے سمجھنا چاہے اور جب کوئی سچے دل سے اسکے احکامات کو جاننے اور اس کے معنی ومراد کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی نیت سے پڑھتا ہے تو پھر وہ ہدایت کے اس راستہ کو پالیتا ہے جو جنت کی جانب جانے والا ہے اور جنت کی نعمتوں کی خوشخبری بھی اسے اس کلام میں مل جائے گی هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْن یہ ہدایت اور خوشخبری ان لوگوں کے لئے ہے جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں کہ ہر نماز کو اسکے اپنے وقت میں ادا کرتے ہیں، اسے ادا کرنے میں نہ ہی کسی قسم کا ٹال مٹول کرتے ہیں اور نہ ہی سستی اور

لاپرواہی کرتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے اس مال میں سے جو انہیں اللہ تبارک وتعالی نے عطا کیا ہے زکوۃ بھی ادا کرتے ہیں اور اسے فقراء ومساکین میں اللہ کے حکم پر خرچ بھی کرتے ہیں۔اس بات کا یقین رکھتے ہوئے کہ کل ہمیں اس دنیا کو چھوڑ کر اس آخرت کے گھر منتقل ہونا ہے جہاں پر ہمارے اعمال کا پورا پورا حساب لیا جائیگا اور اگر ہم اس دن حساب میں کامیاب ہو گئے تو پھر وہ ہمیں اپنے اعمال کے بدلہ اپنی رحمت سے جنت میں جگہ عطا فرمائے گا۔یعنی جب بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالی کے حوالہ کر دیتا ہے تو پھر وہ اس خوشخبری کا یقینا مستحق ہوتا ہے۔اور جو کوئی اللہ تعالی کے ان احکامات کو نہیں مانتا یعنی نہ ہی اللہ کے کلام کو سچا مانتا ہے، نہ ہی نماز پڑھتا ہے، نہ ہی زکوۃ دیتا ہے اور نہ ہی آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو پھر اسے اللہ تعالی کل قیامت کے دن دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔

﴿درس نمبر ۱۵۲۶﴾ یہی وہ لوگ ہیں جنکے لئے بڑا عذاب ہے ﴿النمل ۴-۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ O اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔اِنَّ بلا شبہ الَّذِيْنَ وہ لوگ جو لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے بِالْاٰخِرَةِ آخرت کے ساتھ زَيَّنَّا ہم نے مزین کر دیئے لَهُمْ ان کے لیے اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال فَهُمْ لھذا وہ يَعْمَهُوْنَ سرگردان پھرتے ہیں اُولٰٓئِكَ یہ الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں لَهُمْ جن کے لیے سُوْٓءُ الْعَذَابِ برا عذاب ہے وَ اور هُمْ وہ فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں هُمُ وہی الْاَخْسَرُوْنَ سب سے زیادہ خسارہ پانے والے ہیں

ترجمہ:۔حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ،ہم نے ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں خوشنما بنا دیا ہے۔اس لیے وہ بھٹکتے پھر رہے ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور وہی ہیں جو آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

تشریح:۔ان دو آیتوں میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال ان کے لئے آراستہ کر دیئے ہیں تو وہ سرگرداں ہو رہے ہیں۔

۲۔یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے۔

۳۔آخرت میں بھی وہ بہت نقصان اٹھانے والے ہیں۔

ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جنہیں خوشخبریاں اور بشارتیں ملیں گی اور جو کل قیامت کے دن کامیاب رہیں گے تو

دوسری طرف ایسے لوگ ہیں جنہیں اس دن عذاب اور رسوائی ملے گی، جنہیں خوشخبریاں، سکون و راحت ملے گی انکا تذکرہ پچھلی آیتوں میں گزر چکا اور ایسے لوگ جنہیں عذاب، سزا اور رسوائی ملے گی انکا ان آیتوں میں تذکرہ کیا جا رہا ہے چنانچہ فرمایا إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ کہ جو ہماری کہی ہوئی باتوں پر ایمان نہیں لانے اور آخرت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے اور پھر وہاں حساب و کتاب دئے جانے کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے ایسے لوگوں کی نظر میں انکے برے اعمال کو ہی اچھا کر دیا جس کا نقصان انہیں یہ اٹھانا پڑا کہ وہ لوگ ان اعمال سے جو کہ حقیقت میں اچھے اور پسندیدہ ہیں دور بھاگتے رہے، خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (البقرۃ ۷) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی سماعت پر بھی اور ان کی آنکھوں پر ڈاٹ ہے اور اپنے ہی برے اعمال پر یہ سوچ کر جمے رہے کہ ہم ہی حق پر ہیں جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۱۰ میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ جس طرح یہ لوگ پہلی بار (قرآن جیسے معجزے پر) ایمان نہیں لائے، ہم بھی (ان کی ضد کی پاداش میں) ان کے دلوں اور نگاہوں کا رخ پھیر دیتے ہیں اور ان کو اس حالت میں چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں اور سورۃ الجاثیہ کی آیت نمبر ۲۸ میں بھی فرمایا اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ پھر کیا تم نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنا خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنا لیا ہے؟ اور علم کے باوجود اللہ نے اسے گمراہی میں ڈال دیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ اب اللہ کے بعد کون ہے جو اسے راستے پر لائے؟ کیا پھر بھی تم لوگ سبق نہیں لیتے؟ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو دنیا و آخرت دونوں جگہ بھی سزا دیتے ہیں دنیا میں دی جانے والی سزا تو کچھ ہی لمحوں میں ختم ہو جاتی ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اسکا درد بھی مٹ جاتا ہے جبکہ قیامت کے دن ملنے والا دردناک عذاب دائمی اور لازوال ہوگا لہٰذا یہ عذاب ہی اصل نقصان ہے اس لئے کہ اس سے کبھی راحت نہیں ملے گی أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکے لیے بدترین عذاب ہے اور وہ آخرت میں بڑے خسارہ میں ہوں گے۔ ان آیتوں سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب انسان کسی برائی کا عادی ہو جاتا ہے تو پھر وہ برائی اسکی نظر میں برائی باقی نہیں رہتی بلکہ وہ اس برائی کو ہی اچھائی تصور کرنے لگتا ہے اور ہمیشہ اسی برائی کے ساتھ چمٹا رہتا ہے، لہٰذا جب بھی ایسا لگے کہ ہم برائی کے عادی ہوتے جا رہے ہیں تو فوراً اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہو کر اپنے اس گناہ کی معافی مانگ لینی چاہیئے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو یہ برائی ہمیں کل قیامت کے دن رسوا کر دے۔

﴿درس نمبر ۱۵۲۷﴾ حکیم اور علیم رب کی طرف سے یہ قرآن مجید دیا گیا ہے ﴿النمل ٦﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ اور اِنَّكَ بلا شبہ آپ لَتُلَقَّى سکھلائے جاتے ہیں الْقُرْاٰنَ قرآن حکیم مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ حکیم، علیم کی طرف سے

ترجمہ:۔ اور (اے پیغمبر) بلا شبہ تمہیں یہ قرآن اس (اللہ) کی طرف سے عطا کیا جا رہا ہے جو حکمت کا بھی مالک ہے علم کا بھی مالک۔

تشریح:۔ اس آیت میں ایک بات بتلائی گئی ہے۔

1۔ اے پیغمبر! آپ کو یہ قرآن اس ذات کی جانب سے عطا کیا جاتا ہے جو بڑا حکمت والا اور جاننے والا ہے۔

اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ یہ قرآن نہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ لیا ہے اور نہ ہی کسی شیطان نے اسے آپ تک پہنچایا ہے جیسے پچھلی سورت میں ان مشرکین کی باتوں کو نقل کیا گیا اور دوسری خاص بات یہ کہ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قرآن کے نازل ہونے کو اپنی صفت حکمت وعلم کی جانب منسوب کیا جبکہ دیگر مقامات پر قرآن کریم کے نازل کرنے کے سلسلہ میں یہ کہا گیا کہ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ، یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ غالب اور رحیم کی طرف سے نازل شدہ ہے، تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ زبردست علم والے اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رحمان ورحیم کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ کفار قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ بیان کیا گیا تو انکی اس غلط فہمی کو دور کرنے اور اسکے اللہ کی جانب سے نازل ہونے کا یقین پیدا کرنے کے لئے یہاں اس صفت کی جانب اشارہ کیا گیا کہ دیکھو! یہ قرآن اس ذات کی جانب سے نازل کیا ہوا ہے جو علم وحکمت کا مالک ہے اور جب تم اس قرآن کریم کو پڑھو گے یا سنو گے تو تمہیں اسکی حکمت اور علم کا پتا چل جائیگا کہ اس نے اس کلام میں ایسی ایسی باتیں بیان کی ہیں جو بڑے سے بڑا دانشور بھی نہیں کہہ سکتا، اسی طرح قبل از وقوع چیزوں کی خبریں اور لاکھوں سال پرانے واقعات بھی اس نے تمہارے سامنے بیان کئے ہیں اور موقع محل کے مطابق اس نے مسائل اور احکام نازل فرمائے ہیں جو اسکی حکمت کو ظاہر کرتے ہیں، الغرض اگر کوئی ان باتوں پر دل کی گہرائیوں سے غور کرے گا تو یقیناً اس رب کے معبود ہونے اور اسکے خالق ہونے کی یقیناً گواہی دیگا بہت سے ایسے صحابہ تھے جنہوں نے جب قرآن سنا تو بے ساختہ کہہ اٹھے کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں اور نہ ہی کوئی معمولی کلام ہے، یہ کلام تو حکمت سے بھرا ہوا اور سراپا ہدایت ہے چنانچہ وہ اس پر ایمان لے آئے۔

﴿درس نمبر ۱۵۲۸﴾ **اے موسیٰ! میں ہی اللہ غالب ودانا ہوں** ﴿النمل ۷۔۸۔۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذْ قَالَ مُوْسٰى لِأَهْلِهٖٓ إِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ O فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O يٰمُوْسٰٓى إِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ إِذْ جب قَالَ کہا مُوْسٰى موسیٰ نے لِأَهْلِهٖ اپنی اہلیہ سے إِنِّيْٓ بے شک میں نے اٰنَسْتُ دیکھی ہے نَارًا آگ سَاٰتِيْكُمْ عنقریب میں لاؤں گا تمہارے پاس مِّنْهَا اس سے بِخَبَرٍ کوئی خبر اَوْ یا اٰتِيْكُمْ میں لاؤں گا تمہارے پاس بِشِهَابٍ کوئی شعلہ قَبَسٍ سلگتا ہوا لَّعَلَّكُمْ تا کہ تم تَصْطَلُوْنَ تاپو O فَلَمَّا پھر جب جَآءَهَا اس کے پاس آئے نُوْدِيَ تو آواز دیئے گئے اَنْۢ بُوْرِكَ کہ مبارک ہے مَنْ وہ جو فِي النَّارِ آگ میں ہے وَ اور مَنْ وہ جو حَوْلَهَا اس کے ارد گرد ہے وَ اور سُبْحٰنَ پاک ہے اللّٰهِ اللہ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین O يٰمُوْسٰٓى اے موسیٰ! إِنَّهٗٓ اَنَا بلاشبہ میں ہی ہوں اللّٰهُ اللہ الْعَزِيْزُ نہایت غالب الْحَكِيْمُ خوب حکمت والا O

ترجمہ:۔ اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا تھا کہ : مجھے ایک آگ نظر آئی ہے۔ میں ابھی تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر لے کر آتا ہوں یا پھر تمہارے پاس آگ کا کوئی شعلہ اٹھا کر لے آؤں گا، تا کہ تم آگ سے گرمی حاصل کرسکو۔ چنانچہ جب وہ اس آگ کے پاس پہنچے تو انہیں آواز دی گئی کہ برکت ہو ان پر جو اس آگ کے اندر ہیں اور اس پر بھی جو اس کے آس پاس ہے اور پاک ہے اللہ جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اے موسیٰ : بات یہ ہے کہ میں اللہ ہوں، بڑے اقتدار والا، بڑی حکمت والا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے۔

۲۔ میں وہاں سے راستہ کا پتا لا سکتا ہوں۔ ۳۔ یا سلگتا ہوا انگارا لاتا ہوں تا کہ تم تاپو۔

۴۔ جب موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آئے تو آواز دی گئی کہ برکت ہو ان پر جو اس آگ کے اندر ہے اور ان پر جو اسکے ارد گرد ہے۔

۵۔ اللہ جو تمام عالم کا رب ہے پاک ہے۔ ۶۔ اے موسیٰ! میں ہی اللہ غالب ودانا ہوں۔

پچھلی سورت میں جس طرح اللہ تبارک وتعالی نے گزرے ہوئے انبیاء کے قصے سنائے تا کہ لوگ ان سے نصیحت وعبرت حاصل کریں اسی طرح اللہ تبارک وتعالی یہاں بھی چند انبیاء کرام علیہم السلام کے قصے بیان فرما رہے

ہیں تا کہ یہ مشرکین مکہ ان سے نصیحت وسبق حاصل کریں چنانچہ فرمایا إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ اے پیغمبر! اس وقت کو یاد کرو جب کہ موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا ذرا ٹھہر وتو مجھے وہاں آگ جلتی نظر آرہی ہے میں جا کر دیکھتا ہو کہ اگر وہاں کوئی ہوگا تو میں اس سے راستہ کا پتہ لاونگا اور اگر نہ ہوگا تو پھر آگ کا ایک ٹکڑا ہی لالوں تا کہ تم لوگ اس سے اس سردی میں گرمی حاصل کرو، واقعہ یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ اور چند لوگوں کے ساتھ مدین سے مصر جا رہے تھے اب چونکہ رات کا وقت تھا اور جنگل بھی گھنا اور تاریک تھا اس لئے وہ راستہ گم ہو گئے اسی اثناء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک جگہ آگ جلتی نظر آئی تو وہ فوراً اپنے سفر کے ساتھیوں سے جن میں آپ کی اہلیہ بھی تھیں کہا کہ تم لوگ یہیں ٹھہرو مجھے وہاں دور آگ جلتی نظر آرہی ہے میں جا کر دیکھتا ہوں اور اگر وہاں لوگ ہونگے تو میں ان سے راستہ کا پتا معلوم کر لیتا ہوں اور اگر کوئی نہ ہو تو پھر اسی آگ کے ٹکڑے کو لے آتا ہوں تا کہ تم لوگ اس سردی میں اس سے گرمی حاصل کر لو چنانچہ یہ کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے قریب پہنچے تو ایک عجیب منظر ہی دیکھنے لگے کہ یہ آگ تو ایک سرسبز وشاداب درخت میں لگی ہوئی ہے کہ آگ بھی جل رہی ہے اور درخت بھی گھنا اور ہرا بھرا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو وہاں سے ایک آواز سنائی دی فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَن بُورِكَ مَن فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا کہ برکت ہوان پر جو اس آگ میں موجود ہیں اور ان پر بھی جو اس کے ارد گرد ہیں، آگ میں موجود لوگوں سے کون مراد ہے اور آگ کے ارد گرد سے کون مراد ہیں؟ تو اس بارے میں مفسرین نے دورائے بیان فرمائی ہیں ایک یہ کہ آگ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا نور ہے اور آگ کے ارد گرد فرشتے ہیں جیسا کہ امام زحیلی اور امام طبری علیہما الرحمہ نے بیان فرمائی اور امام نسفی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس آگ میں ملائکہ تھے جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اکرام کے لئے وہاں بھیجا تھا اور اس آگ کے ارد گرد حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں کے لئے برکت کی دعا دی، یہ دعائیہ کلمات اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس لئے بھی کہے تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپسی ملاقات کے وقت کیا کہنا ہے وہ معلوم ہو جائے، الغرض اس ندا کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام گھبرا گئے کہ ایک تو یہ منظر کہ ہرے بھرے جھاڑ سے آگ نکل رہی ہے اور دوسری طرف غیب سے آواز بھی آرہی ہے، اس گھبراہٹ کو دیکھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا يَا مُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اے موسیٰ! جو تم سے مخاطب ہے اور جس کی تم آواز سن رہے ہو وہ میں اللہ ہوں تمہارا اور سارے جہانوں کا پروردگار ہوں، بڑے اقتدار والا اور حکمت والا، ایسے اقتدار والا کہ اسکے برابر کا کوئی نہیں اور نہ اسکے مثل کوئی ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ، وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ اور نہ ہی اس کا کوئی ساجھی ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۲۹﴾ **اے موسیٰ! اپنا عصا ڈال دو** ﴿النمل ۱۰۔۱۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ٥ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ اور اَلْقِ تو ڈال عَصَاكَ اپنا عصا فَلَمَّا پھر جب رَاٰهَا اس نے اسے دیکھا تَهْتَزُّ وہ حرکت کر رہا ہے كَاَنَّهَا گویا کہ وہ جَآنٌّ سانپ ہے وَّلّٰى وہ لوٹا مُدْبِرًا پیٹھ پھیر کر وَّ اور لَمْ يُعَقِّبْ اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا يٰمُوْسٰى اے موسیٰ لَا تَخَفْ مت ڈر تو اِنِّيْ بلاشبہ میں لَا يَخَافُ نہیں ڈرتے لَدَيَّ میرے حضور میں الْمُرْسَلُوْنَ رسول اِلَّا مگر مَنْ جس نے ظَلَمَ ظلم کیا ثُمَّ پھر بَدَّلَ اس نے بدل کر کی حُسْنًا نیکی بَعْدَ بعد سُوْٓءٍ برائی کے فَاِنِّيْ تو بلاشبہ میں غَفُوْرٌ بڑا بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہوں

ترجمہ:۔ اور ذرا اپنی لاٹھی کو نیچے پھینکو۔ پھر جب انہوں نے لاٹھی کو دیکھا کہ وہ اس طرح حرکت کر رہی ہے جیسے وہ کوئی سانپ ہو تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ (ارشاد ہوا) موسیٰ! ڈرو نہیں، جن کو پیغمبر بنایا جاتا ہے ان کو میرے حضور کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ الا یہ کہ کسی نے کوئی زیادتی کی ہو۔ پھر وہ برائی کے بعد اسے بدل کر اچھے کام کر لے، تو میں بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہوں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اے موسیٰ! اپنا عصا ڈال دو۔ ۲۔ جب اسے دیکھا تو وہ ایسے ہل رہی تھی گویا سانپ ہو۔

۳۔ یہ دیکھ کر وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔

۴۔ حکم ہوا کہ اے موسیٰ! ڈرو مت! ہمارے پاس پیغمبر ڈرا نہیں کرتے۔

۵۔ البتہ جس نے ظلم کیا پھر برائی کے بعد اسے نیکی سے بدل دیا تو میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ آنے والی آواز اس اللہ کی ہے جس نے انہیں اور ساری کائنات کو پیدا کیا تو وہ وہیں ٹھہرے رہے، اسکے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ! آپ کے ہاتھ میں جو لاٹھی ہے اسے نیچے پھینک دو چنانچہ آپ علیہ السلام نے اس حکم کی تعمیل میں اسے نیچے ڈال دیا، جیسے ہی اسے نیچے ڈالا وہ ایک چلتے پھرتے سانپ کی شکل میں تبدیل ہو گئی جسے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام خوف کھا گئے اور مارے خوف کے وہاں سے بھاگ نکلے کہ پیچھے مڑ کر دیکھنا بھی آپ نے مناسب نہ سمجھا، فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ خوف دیکھا تو انہیں دوبارہ سے ندا

دی کہ اے موسیٰ! ڈرو نہیں آپ تو ہمارے پیغمبر ہیں اور پیغمبر ہمارے پاس ڈرا نہیں کرتے يَا مُوسٰى لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا تو آپ وہیں ٹھہر گئے اور اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کے دل سے خوف ورعب کو دور کر دیا، سورۂ قصص کی آیت نمبر ۳۱ میں بھی اس واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ اے موسیٰ! لوٹ آؤ ڈرو نہیں، بے شک آپ محفوظ ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ سے کس کو ڈرنا چاہئے بیان کرتے ہوئے فرمایا إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ہاں! البتہ جس نے گناہ اور برے کام کر کے، شرک وکفر کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا مجھ سے اس کو ڈرنا چاہئے لیکن اگر ایسے شخص نے بھی اپنے ان گناہوں کے بعد میرے آگے توبہ کر کے ان برے اعمال کو اچھے اعمال سے بدل لیا تو پھر اسے بھی ڈرنا نہیں چاہئے اس لئے کہ جو گناہوں سے توبہ کرتا ہے ہم اسکے سارے گناہ بخش دیتے ہیں یقینا ہم بڑے بخشنے والے مہربان ہیں فَإِنِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ اور سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر ۸۲ میں بھی فرمایا گیا وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى یہ بھی حقیقت ہے کہ جو شخص توبہ کرے، ایمان لے آئے، نیک اعمال کرے، پھر سیدھے راستہ پر قائم رہے تو میں اس کے لئے بہت بخشنے والا ہوں، اس معجزہ کے بعد اللہ تبارک تعالیٰ نے ایک دوسرا معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا اسی کا تذکرہ اگلی آیتوں میں کیا جارہا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۳۰﴾ اے موسیٰ! اپنے ہاتھ گریبان میں ڈالو ﴿النمل ۱۲۔۱۳۔۱۴﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ اَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ○ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ اور اَدْخِلْ تو داخل کر يَدَكَ اپنا ہاتھ فِيْ جَيْبِكَ اپنے گریبان میں تَخْرُجْ وہ نکلے گا بَيْضَآءَ سفید مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ بغیر کسی عیب کے فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ نو نشانیوں میں سے ہیں اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف وَ اور قَوْمِهٖ اس کی قوم کی طرف اِنَّهُمْ بے شک كَانُوْا ہیں قَوْمًا لوگ فٰسِقِيْنَ نافرمان فَلَمَّا پھر جب جَآءَتْهُمْ ان کے پاس آئے اٰيٰتُنَا ہمارے معجزات مُبْصِرَةً واضح روشن قَالُوْا انہوں نے کہا هٰذَا یہ سِحْرٌ جادو ہے مُّبِيْنٌ صریح وَ اور جَحَدُوْا انہوں نے انکار کیا بِهَا ان کا وَ جب کہ اسْتَيْقَنَتْهَآ ان کا یقین کر لیا تھا اَنْفُسُهُمْ ان کے دلوں نے ظُلْمًا ظلم وَّ اور عُلُوًّا تکبر سے فَانْظُرْ پھر دیکھیے كَيْفَ کیسا كَانَ ہوا عَاقِبَةُ انجام الْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنے والوں کا

ترجمہ:۔ اور اپنا ہاتھ گریبان میں داخل کرو تو وہ کسی بیماری کے بغیر سفید ہو کر نکلے گا۔ یہ دونوں باتیں ان نو نشانیوں میں سے ہیں جو فرعون اور اس کی قوم کی طرف (تمہارے ذریعے) بھیجی جا رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ نافرمان لوگ ہیں۔ پھر ہوا یہ کہ جب ان کے پاس ہماری نشانیاں اس طرح پہنچیں کہ وہ آنکھیں کھولنے والی تھیں تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ اور اگرچہ ان کے دلوں کو ان (کی سچائی) کا یقین ہو چکا تھا، مگر انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کیا۔ اب دیکھ لو ان فساد مچانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اے موسیٰ! اپنے ہاتھ گریبان میں ڈالو وہ بغیر کسی بیماری کے سفید ہو کر نکلے گا۔

۲۔ یہ معجزے ان نو معجزوں میں سے ہیں جنہیں فرعون اور اسکی قوم کی طرف آپ کے ذریعہ بھیجے جا رہے ہیں

۳۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ بڑے نافرمان ہیں۔

۴۔ جب ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں پہنچیں تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

۵۔ اگرچہ کہ انکے دلوں کو اسکی سچائی کا یقین ہو چکا تھا لیکن پھر بھی ظلم اور تکبر کی وجہ سے انہوں نے اسکا انکار کر دیا۔

۶۔ دیکھ لو! ان فساد مچانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟۔

اس آیت میں یدِ بیضا والے معجزہ کا بیان ہے چنانچہ فرمایا وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْءٍ اے موسیٰ! آپ اپنا ہاتھ اپنی قمیص کے جیب میں داخل کرو اور پھر اسے نکالو، آپ دیکھو گے کہ وہ سفید تاروں کی طرح چمکتا ہوا نکلے گا یہ ہمارا معجزہ ہے کوئی بیماری نہیں، چنانچہ ان دو معجزوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور سات معجزات عطا کئے اس طرح یہ کل نو ہوئے جیسا کہ فرمایا فِي تِسْعِ آيَاتٍ کہ یہ دو معجزات ان نو معجزات میں سے ہی ہیں، اسی طرح سورۃ الاسراء کی آیت نمبر ۱۰۱ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ہم نے موسیٰ کو نو واضح نشانیاں یعنی معجزات عطا کئے، ان معجزات کے عطا کرنے کا کیا مقصد ہے؟ یہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا إِلَى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْماً فَاسِقِينَ کہ ہم نے یہ تمام کھلی نشانیاں اور معجزات اس لئے دیئے ہیں کہ آپ ان معجزات کو لیجاؤ اور فرعون اور اس کی قوم کے سامنے ہمارے پیغام وحدانیت کو بیان کرو اور انہیں ہماری اطاعت کی دعوت دو اور ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے لہٰذا تم لوگ میری اطاعت کو قبول کرو اور اگر وہ اس پر تم سے کوئی دلیل مانگیں تو آپ انکے سامنے ان معجزات کو پیش کر دینا تا کہ انہیں آپ کی باتوں کا یقین آجائے، یقیناً یہ فرعون اور اسکی قوم بڑی نافرمان ہو چکی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فرعون کے پاس پہنچے اور اسے اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام پہنچایا جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بھیجا تھا، جیسا کہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر

۱۰۳ سے ۱۰۹ تک بیان کیا گیا، چنانچہ فرعون نے آپ کی بات نہ مانی اور کہنے لگا کہ اگر تم واقعی اپنی بات میں سچے ہو تو وہ نشانیاں ہمیں بھی بتلاو جو تم لیکر آئے ہو، چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام نے عصاء اور یدِ بیضا والا معجزہ اس کے سامنے دکھلایا تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے " فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ"، ان کے اس کہنے پر اللہ تعالی فرمارہے ہیں کہ انکے دل تو اس بات کی گواہی دینے لگے کہ یقینا یہ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں لیکن انکے ظلم اور تکبر نے انہیں یہ سچائی زبان سے ظاہر کرنے پر عار دلائی لہٰذا وہ لوگ اسکا انکار کر بیٹھے، انکے اس انکار کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے فرعون اور اسکی قوم کو انکی سرکشیوں کی وجہ سے سمندر میں غرق کر ڈالا فَاغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ (البقرہ ۵۰، الانفال ۵۴)، اسی کے بارے میں اللہ تبارک وتعالی فرمارہے ہیں " فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ کہ دیکھ لو! جنہوں نے ہمارے پیغمبر کو جھٹلایا تھا تو انکا انجام کیسا ہوا؟ اگر تم بھی اے کفارِ مکہ! اپنی ان حرکتوں سے باز نہیں آو گے تو تمہارا انجام بھی اسی طرح کا ہوگا۔

﴿درس نمبر ۱۵۳﴾ ہم نے حضرت داود اور سلیمان علیہما السلام کو علم بخشا ﴿النمل ۱۵۔۱۶۔۱۷﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ O وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ O وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ اور لَقَدْ البتہ تحقیق اٰتَيْنَا ہم نے دیا تھا دَاوٗدَ داود وَ اور سُلَيْمٰنَ سلیمان کو عِلْمًا علم وَ اور قَالَا ان دونوں نے کہا الْحَمْدُ تمام تعریفیں لِلّٰهِ اللہ ہی کے لیے ہیں الَّذِيْ جس نے فَضَّلَنَا ہمیں فضیلت دی عَلٰى كَثِيْرٍ بہتوں پر مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ اپنے مومن بندوں میں وَ وَرِثَ اور وارث بنا سُلَيْمٰنُ سلیمان دَاوٗدَ داود کا وَ اور قَالَ اس نے کہا يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! عُلِّمْنَا ہمیں سکھلائی گئی ہے مَنْطِقَ بولی الطَّيْرِ پرندوں کی وَ اور اُوْتِيْنَا ہمیں دی گئی ہے مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز بھی اِنَّ بلاشبہ هٰذَا یہ لَهُوَ البتہ یہ الْفَضْلُ فضل ہے الْمُبِيْنُ ظاہر وَ اور حُشِرَ اکٹھے کیے گئے لِسُلَيْمٰنَ سلیمان کے لیے جُنُوْدُهٗ اس کے لشکر مِنَ الْجِنِّ جنوں سے وَ اور الْاِنْسِ انسانوں سے وَ اور الطَّيْرِ پرندوں سے فَهُمْ پھر وہ يُوْزَعُوْنَ الگ الگ تقسیم کیے جاتے تھے

ترجمہ:۔ اور ہم نے داود اور سلیمان کو علم عطا کیا۔ اور انہوں نے کہا تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اور سلیمان کو داود کی وراثت ملی اور انہوں نے کہا :

اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر (ضرورت کی) چیز عطا کی گئی ہے۔ یقیناً یہ (اللہ تعالیٰ کا) کھلا ہوا فضل ہے۔ اور سلیمان کے لیے ان کے سارے لشکر جمع کر دیئے گئے تھے جو جنات، انسانوں اور پرندوں پر مشتمل تھے، چنانچہ انہیں قابو میں رکھا جاتا تھا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ہم نے داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو علم بخشا۔

۲۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی۔

۳۔ حضرت سلیمان حضرت داؤد کے قائم مقام ہوئے۔

۴۔ کہنے لگے کہ لوگو! ہمیں اللہ کی طرف سے جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے۔

۵۔ ہمیں ہر چیز عطا فرمائی گئی ہے۔ ۶۔ بے شک یہ اس کا صریح فضل ہے۔

۷۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے اور ہر قسم کی الگ الگ درجہ بندی کردی گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مختصراً بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ یہاں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ تفصیل سے بیان فرما رہے ہیں کہ ہم نے داؤد اور انکے بیٹے سلیمان کو علم دیا یعنی شریعت کا علم، اسکے احکامات، لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا علم و ہنر وغیرہ عطا کیا اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کو جنگی لباس بنانے کا ہنر اور سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولی سمجھنے کا علم عطا کیا جسکا تذکرہ اگلی آیت میں موجود ہے، چنانچہ ان دونوں پیغمبروں نے اپنے رب کا ان نعمتوں کے عطا کئے جانے پر شکر ادا کیا کہ سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے بہت سے مومنوں میں سے ہمیں اپنا پیغام پہنچانے کے لئے چنا اور ہمیں اس کے ذریعہ ان پر فضیلت عطا کی **وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْماً وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيرٍ مِنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ** ۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو تین چیزیں خاص طور پر عطا کیں، انکے لئے پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ انکے ساتھ چلا کرتے اسی طرح لوہے کو انکے لئے نرم کر دیا کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے جس طرح چاہیں موڑ کر چیزیں بناتے اور انہیں پرندوں کی بولی بھی سکھائی گئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی پرندوں کی بولی عطا کی گئی اور انکے لئے جنات کو مسخر کر دیا کہ وہ انکے حکم کے تابع ہو گئے اور ان کے لیے ہواؤں کو مسخر کر دیا (الدر المنثور) اسی کو اگلی آیت میں بیان کیا گیا کہ **وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ** حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد انکے بیٹے حضرت سلیمان انکی نبوت، علم و فضل میں انکے جانشین ہوئے اور اپنے جانشین ہونے کے بعد

انہوں نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اسکے علاوہ ہمیں ہر چیز عطا کی گئی یقینا یہ اللہ تبارک وتعالی کا ہم پر بڑا فضل ہے، انہیں صرف پرندوں کی ہی بولی نہیں بلکہ ہر جانور کی بولی سکھائی گئی تھی اور ایک واقعہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن جانوروں کے درمیان فیصلہ کیا کرتے تھے اور ایک دن لوگوں کے درمیان چنانچہ جب جانوروں کے دن کی باری تھی تو ایک گائے آئی اور اس نے دروازہ کی چوکھٹ پر اپنے سینگ رکھ دیئے اور کہا کہ جب میں جوان تھی تب انہوں نے مجھ سے ہل چلوایا اور اسکے علاوہ بہت سے کام بھی لئے اور اب جبکہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں تو وہ مجھے ذبح کرنا چاہتے ہیں، یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا کہ اسکے ساتھ حسن وخوبی کا معاملہ کرنا اور اسے ذبح نہ کرنا، (الدرالمنثور) وَأُوتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سے متعلق جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو مشرق ومغرب کی سلطنت عطا کی گئی اور آپ کی حکومت سات سو سال اور چھ مہینہ تک رہی اور آپ کی بادشاہت دنیا کی ہر چیز جیسے کہ جنات، انسان، چرند پرند اور درندوں وغیرہ پر تھی اور ہر کسی کی بولی آپ کو سکھائی گئی (الدرالمنثور) آگے فرمایا گیا وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ کہ سلیمان کے لئے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے اور سب کے سب مختلف قسم کے جمع کئے گئے یعنی آپ کے لشکر میں جہاں انسان شریک تھے وہیں جنات، درند، پرند اور چرند بھی تھے جسکے متعلق محمد بن کعب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر سو فرسخ یعنی تین سو میل پر مشتمل ہوتا تھا جن میں پچیس فرسخ پر انسان ہوتے، پچیس فرسخ پر جن، پچیس فرسخ پر وحشی جانور اور پچیس فرسخ پر پرندے ہوتے تھے۔ (الدرالمنثور) یقیناً یہ اللہ تعالی کا ایسا فضل رہا جو صرف ان انبیاء تک محدود تھا کہ ان کے بعد کسی کو اس طرح کی فضیلت نہیں ملی، یہ وہی دعاء ہے جو آپ نے اللہ تعالی سے فرمائی تھی کہ اے اللہ! مجھے ایسی بادشاہت عطا کر جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو

﴿درس نمبر ۱۵۳۲﴾ اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ ﴿النمل ۱۸۔۱۹﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَتّٰٓى إِذَآ أَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓأَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيْٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَأَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ حَتّٰٓى حتی کہ إِذَآ جب أَتَوْا وہ آئے عَلٰى وَادِ النَّمْلِ چیونٹیوں کی وادی پر قَالَتْ (تو) کہا نَمْلَةٌ

ایک چیونٹی نے یٰٓاَیُّهَا اے النَّمْلُ چیونٹیو! ادْخُلُوْا تم داخل ہو جاؤ مَسٰكِنَكُمْ اپنے بلوں میں لَا يَحْطِمَنَّكُمْ کچل نہ ڈالیں سُلَيْمٰنُ سلیمان وَ اور جُنُوْدُهٗ اس کے لشکر وَهُمْ جبکہ وہ لَا يَشْعُرُوْنَ شعور نہیں رکھتے ہوں O فَتَبَسَّمَ پھر وہ ہنس پڑا ضَاحِكًا مسکرا کر مِّنْ قَوْلِهَا اس کی بات سے وَ اور قَالَ کہا رَبِّ اے میرے رب! اَوْزِعْنِيْٓ تو مجھے توفیق دے اَنْ اَشْكُرَ کہ میں شکر کروں نِعْمَتَكَ تیری نعمت کا الَّتِيْٓ وہ جو اَنْعَمْتَ تو نے انعام کی عَلَيَّ مجھ پر وَ اور عَلٰى وَالِدَيَّ میرے والدین پر وَ اور اَنْ یہ کہ اَعْمَلَ میں عمل کروں صَالِحًا نیک تَرْضٰىهُ کہ تو اسے پسند کرے وَ اور اَدْخِلْنِيْ تو مجھے داخل کر بِرَحْمَتِكَ اپنی رحمت کے ساتھ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ اپنے نیک بندوں میں

ترجمہ:۔ ہاں تک کہ ایک دن جب یہ سب چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا : چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں پیس ڈالے، اور انہیں پتہ بھی نہ چلے۔ اس کی بات پر سلیمان مسکرا کر ہنسے اور کہنے لگے : میرے پرورگار! مجھے اس بات کا پابند بنا دیجیے کہ میں ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں اور وہ نیک عمل کروں جو آپ کو پسند ہو، اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما لیجیے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ایک دن یہ سب جب چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے۔

۲۔ ایک چیونٹی نے کہا : اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاو۔

۳۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت سلیمان کا لشکر تمہیں بے خبری میں روند نہ ڈالے۔

۴۔ اسکی اس بات پر حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرائے۔

۵۔ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! مجھے اس بات کا پابند بنا دیجئے کہ میں ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھے اور میرے والد کو عطا فرمائی ہیں۔

۶۔ وہ نیک عمل کروں جو آپ کو پسند ہو۔ ۷۔ اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما لیجئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر اور جانوروں کی بولی سمجھنے سے متعلق ایک واقعہ بیان کیا جا رہا ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے اس لشکر کے ساتھ جسکا اوپر بیان ہوا، کسی جنگل سے گزر رہے تھے حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ جنگل یا وادی ملک شام میں تھی (الدر المنثور) اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ سدیر نامی وادی تھی (تفسیر قرطبی) چنانچہ ان چیونٹیوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے آنے کی خبر پہنچی، امام نسفی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ چیونٹیوں کی یہ وادی اونچائی پر تھی لہٰذا انہیں حضرت سلیمان علیہ السلام اور انکا لشکر دور سے ہی نظر آ گیا، جب انہوں نے یہ لشکر دیکھا تو ان میں سے ایک چیونٹی نے جو کہ انکی ملکہ تھی، کہا کہ اے چیونٹیو! تم سب اپنے

اپنے گھروں میں داخل ہوجاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے نظر نہ آنے کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ لشکر بے خیالی میں تمہیں اپنے پیروں سے روند نہ ڈالے '' حَتّٰٓى إِذَآ أَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓأَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ '' چنانچہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے کان پر اس چیونٹی کی آواز پڑی تو آپ علیہ السلام مسکرا اٹھے، حضرت وہب بن منبہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ہوا کو حکم دے رکھا تھا کہ جب بھی زمین پر موجود کوئی مخلوق بات کرے توتم یہ آواز حضرت سلیمان کے کان تک پہنچا دینا، لہٰذا ہوا نے اس چیونٹی کی بات کو بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے کان تک پہنچا دیا (الدر المنثور)، چیونٹی کی اس بات کو سننے کا ایک اور واقعہ ابن ابی حاتم ابو الصدیق الناجی نقل کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک مرتبہ پانی طلب کرنے کے لئے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی زمین پر الٹی پڑی ہوئی ہے اور اسکے پیر آسمان کی طرف ہیں اور وہ کہہ رہی تھی کہ اے اللہ! ہم تیری مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں اور ہم تیرے پلانے سے بے نیاز نہیں لہٰذا اگر تو ہمیں نہ پلائیگا تو ہم ہلاک ہوجائیں گے، چیونٹی کی اس مناجات کو سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ چلو! تمہیں دوسروں کی دعا سے پانی مل گیا (التفسیر المنیر)، الغرض حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولیوں کو پہچاننے کی اس نعمت پر اللہ تعالی سے کہنے لگے کہ اے اللہ! یقیناً آپ نے ہم باپ بیٹے پر بہت سے انعامات فرمائے ہیں لہٰذا اے میرے رب! مجھے ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا پابند بنا دیجئے اور ایسے نیک اعمال کرنے کی توفیق نصیب فرمائیے جس سے تو راضی ہوجائے اور جب قیامت کا دن ہو تو مجھے تو اپنے نیک و فرمانبردار بندوں میں یعنی انبیاء و مومنین میں شامل فرما۔

﴿درس نمبر ١٥٣٣﴾ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ہد ہد کو غائب پایا ﴿النمل ٢٠۔٢٤﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ○ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ○ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ○ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ اور تَفَقَّدَ اس نے تفتیش کی الطَّيْرَ پرندوں کی فَقَالَ تو کہا مَا کیا ہے لِيَ مجھے لَآ اَرَى کہ میں نہیں دیکھتا الْهُدْهُدَ ہد ہد اَمْ یا كَانَ ہے وہ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ غائب ہونے والوں میں سے لَاُعَذِّبَنَّهٗ البتہ میں

اسے ضرور سزا دوں گا عَذَابًا سزا شَدِيْدًا سخت اَوْ یا لَاَ اذْبَحَنَّهٗ میں اسے ضرور ذبح کر دوں گا اَوْ یا لَيَاْتِيَنِّيْ وہ لائے میرے پاس بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ کوئی واضح (معقول) دلیل O فَمَكَثَ پھر وہ ٹھہرا غَيْرَ بَعِيْدٍ تھوڑی ہی دیر فَقَالَ اور اس نے کہا اَحَطْتُّ میں نے معلوم کیا ہے بِمَا وہ جو لَمْ تُحِطْ معلوم نہیں کیا آپ نے بِهٖ اسے وَ اور جِئْتُكَ میں آپ کے پاس لایا ہوں مِنْ سَبَاٍ سبا سے بِنَبَاٍ ایک خبر يَّقِيْنٍ یقینی O اِنِّيْ وَجَدْتُّ بلا شبہ میں نے پائی امْرَاَةً ایک عورت تَمْلِكُهُمْ جو ان پر حکومت کرتی ہے وَ اور اُوْتِيَتْ وہ دی گئی ہے مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز وَّ اور لَهَا اس کا عَرْشٌ تخت ہے عَظِيْمٌ عظیم الشان O وَجَدْتُّهَا میں نے اسے پایا ہے وَ اور قَوْمَهَا اس کی قوم کو يَسْجُدُوْنَ کہ وہ سجدہ کرتے ہیں لِلشَّمْسِ سورج کو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے وَ اور زَيَّنَ مزین کر دئے لَهُمُ ان کے لیے الشَّيْطٰنُ شیطان نے اَعْمَالَهُمْ ان کے عمل فَصَدَّهُمْ پھر اس نے ان کو روک رکھا ہے عَنِ السَّبِيْلِ راہ سے فَهُمْ چنانچہ وہ لَا يَهْتَدُوْنَ ہدایت نہیں پاتے O

ترجمہ:۔ اور انہوں نے (ایک مرتبہ) پرندوں کی حاضری لی تو کہا کیا بات ہے، مجھے ہد ہد نظر نہیں آ رہا ہے کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟۔ میں اسے سخت سزا دوں گا، یا اسے ذبح کر ڈالوں گا، الا یہ کہ وہ میرے سامنے کوئی واضح وجہ پیش کرے۔ پھر ہد ہد نے زیادہ دیر نہیں لگائی اور (آ کر) کہا کہ: میں نے ایسی معلومات حاصل کی ہیں جن کا آپ کو علم نہیں ہے، اور میں ملک سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت کو پایا جو ان لوگوں پر بادشاہت کر رہی ہے، اور اس کو ہر طرح کا ساز و سامان دیا گیا ہے، اور اس کا ایک شاندار تخت بھی ہے۔ میں نے اس عورت اور اس کی قوم کو پایا ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کے آگے سجدے کرتے ہیں اور شیطان نے ان کو یہ سمجھا دیا ہے کہ ان کے اعمال بہت اچھے ہیں، چنانچہ اس نے انہیں صحیح راستے سے روک رکھا ہے اور اس طرح وہ ہدایت سے اتنے دور ہیں۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں پندرہ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جانوروں کا جائزہ لیا۔

۲۔ کہنے لگے کہ کیا وجہ ہے جو ہد ہد نظر نہیں آ رہا ہے؟ ۳۔ کیا کہیں غائب ہو گیا ہے؟۔

۴۔ میں اسے سخت سزا دونگا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا۔

۵۔ یا پھر میرے سامنے اپنے بے قصور ہونے کی کوئی واضح دلیل پیش کرے۔

۶۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ہد ہد آ پہنچا۔

۷۔ کہا کہ مجھے ایسی چیزیں معلوم ہوئی ہیں کہ جس کی آپ کو خبر نہیں۔

۸۔ میں آپ کے پاس شہر سبا سے ایک سچی خبر لے کر آیا ہوں۔

۹۔ میں نے ایک عورت دیکھی ہے جو لوگوں پر حکومت کرتی ہے۔

۱۰۔ ہر چیز اسے میسر ہے۔ ۱۱۔ اس کا ایک بڑا تخت ہے۔

۱۲۔ میں نے دیکھا وہ عورت اور اسکی قوم سورج کو سجدہ کرر ہے ہیں۔

۱۳۔ شیطان نے ان کے اعمال کو آراستہ اور خوشنما کر کے دکھایا ہے۔

۱۴۔ ان کو راستہ سے روک رکھا ہے۔ ۱۵۔ چنانچہ وہ راستہ پر نہیں آتے۔

پچھلی آیتوں میں بیان کیا گیا کہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو اللہ تعالی نے پرندوں اور جانوروں کی بولی سکھائی لہٰذا اسی سے متعلق ایک واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان آیتوں میں بیان کیا جار ہا ہے کہ آپ کے لشکر میں جہاں جن وانس شریک رہتے تھے وہیں پرندے بھی رہا کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے لشکر کی خبر لی تو دیکھا کہ اس لشکر میں ہدہد غائب ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اتنے سارے پرندوں کے درمیان ہدہد کا غائب ہونا کیسے معلوم ہوا؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ ایک جگہ اترے اور وہ جگہ ایسی تھی جہاں پانی نہ تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس پانی کی گہرائی کی کچھ خبر نہیں تھی لہٰذا جب کبھی ایسا ہوتا تو ہدہد انہیں پانی کی گہرائی اور اسکے واقع ہونے کی جگہ کی خبر بتا دیتا اسی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ اسلام نے ہدہد کو طلب کیا تو وہ وہاں موجود نہیں تھا (الدر المنثور)، اور جب ہدہد پانی سے متعلق معلومات سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو باخبر کر دیتا تو جن اس پانی کو پلک جھپکنے تک لے آتے (تفسیر قرطبی) چنانچہ ضرورت کے وقت ہدہد کو نہ پا کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے غصہ کی حالت میں کہا لَأُعَذِّبَنَّه عَذاباً شَدِيداً أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ کہ میں اسے سخت سزا دونگا حتی کہ اسے ذبح ہی کر دونگا اگر اس نے مجھے اپنے غائب ہونے کی معقول وجہ نہ بتائی، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اس سخت سزا کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ پرندوں کو سخت عذاب دینے کا یہ مطلب ہے کہ انکے پروں کو نوچ ڈالنا اور انہیں سورج کی تپش میں چیونٹیوں کے حوالہ کر دینا (الدر المنثور) چنانچہ اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد ہی ہدہد آ گیا اور اس نے ماحول کو دیکھتے ہوئے پہلے ہی کہہ دیا أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَّقِينٍ میں نے ایسی معلومات حاصل کی ہیں جن کی آپ کو کوئی خبر نہیں وہ یہ کہ میں آپ کے پاس ملک سبا کی ایک یقینی خبر لیکر آیا ہوں، میں نے وہاں ایک عورت کو پایا ہے جو وہاں کے لوگوں پر حکومت کر رہی ہے اور اسکی بادشاہت کا یہ عالم ہے کہ اس کے پاس ہر طرح کا ساز وسامان ہے اور اس کے پاس ایک شاندار تخت بھی ہے، امام زحیلی علیہ الرحمہ نے اس ملکہ کا نام بلقیس بنت شراحیل نقل کیا ہے (التفسیر المنیر)، الغرض حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس ملکہ کے بارے میں ہدہد نے مزید یہ کہا وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ کہ ملکہ اور اسکی ساری قوم کو میں نے سورج کو سجدہ کرتے دیکھا ہے اور انکے اس برے عمل کو شیطان نے انکے لئے مزین کر دیا ہے لہٰذا وہ اسی کو درست راہ سمجھتے ہوئے سیدھے اور حق کے راستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں اور شیطان نے ہی انہیں اس سیدھے راستہ سے روکے رکھا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۳۴﴾ اس خط کو ان کی طرف ڈال دو ﴿النمل ۲۵۔۲۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ O اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ O قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ O اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَا ذَا يَرْجِعُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلَّا یہ کہ نہیں يَسْجُدُوْا وہ سجدہ کرتے لِلّٰهِ اللہ ہی کو الَّذِيْ وہ جو يُخْرِجُ نکالتا ہے الْخَبْءَ ان چھپی چیزوں کو جو فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں ہیں وَ اور الْاَرْضِ زمین میں وَ اور يَعْلَمُ وہ جانتا ہے مَا جو تُخْفُوْنَ تم چھپاتے ہو وَ اور مَا جو تُعْلِنُوْنَ تم ظاہر کرتے ہو O اَللّٰهُ اللہ لَآ نہیں اِلٰهَ کوئی معبود اِلَّا مگر هُوَ وہی رَبُّ جو رب ہے الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ عرشِ عظیم کا O قَالَ اس نے کہا سَنَنْظُرُ عنقریب ہم دیکھیں گے أَ کیا صَدَقْتَ تو نے سچ کہا اَمْ یا كُنْتَ تو ہے مِنَ الْكٰذِبِيْنَ جھوٹوں میں سے اِذْهَبْ تو لے جا بِّكِتٰبِيْ هٰذَا میرا یہ خط فَاَلْقِهْ پس تو اس کو ڈال اِلَيْهِمْ ان کی طرف ثُمَّ پھر تَوَلَّ تو ہٹ جا عَنْهُمْ ان سے فَانْظُرْ پھر تو دیکھ مَا ذَا کیا يَرْجِعُوْنَ وہ لوٹاتے ہیں

ترجمہ:۔ کہ وہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتے، جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو باہر نکال لاتا ہے، اور تم جو کچھ چھپاؤ اور جو کچھ ظاہر کرو، سب کو جانتا ہے۔ اللہ تو وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (اور) جو عرش عظیم کا مالک ہے۔ سلیمان نے کہا: ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تم نے سچ کہا ہے یا جھوٹ بولنے والوں میں تم بھی شامل ہو گئے ہو۔ میرا یہ خط لے کر جاؤ اور ان کے پاس ڈال دینا، پھر الگ ہٹ جانا اور دیکھنا کہ وہ جواب میں کیا کرتے ہیں؟

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

ا۔ وہ یہ بات نہیں سمجھتے کہ وہ اللہ جو آسمان اور زمین میں چھپی چیزوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے، اسے کیوں سجدہ نہ کریں؟۔

٢۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ٣۔ وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔
٤۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اچھا ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا جھوٹ؟۔
٥۔ یہ میرا خط لے جا۔ ٦۔ اس خط کو ان کی طرف ڈال دے۔
٧۔ پھر ان کے پاس سے ہٹ جانا اور دیکھنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟۔

ان آیتوں میں ہدہد کی وہی باتیں جو اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہی بیان کی جا رہی ہیں کہ شیطان نے اس قوم کو ہدایت سے دور رکھا ہے کہ انہیں سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ حقیقت میں کس کو سجدہ کرنا ہے اور کسے نہیں؟ کون اس سجدہ کا حقدار ہے اور کون نہیں؟ لہٰذا یہ لوگ اس حقیقی رب کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کر رہے ہیں جو رب آسمان وزمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو باہر نکال لاتا ہے جیسے کہ بارش، کھیتی، اناج، معدنیات وغیرہ اسی طرح وہ رب انسانوں اور اپنی مخلوق کی ہر چھپی وعلانیہ باتوں کو خوب جانتا ہے أَلاَّ يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ اس رب کی عبادت کرتے، اسکے سامنے اپنے سر کو جھکاتے۔ وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ اسی کی نشانیوں میں سے ہے یہ رات ودن، سورج اور چاند، نہ سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا، اگر واقعی تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ (فصلت ٣٧) لہٰذا یہی حقیقت میں عبادت کے لائق ہے اور وہی اللہ ہے جو عرش عظیم کا مالک ہے اللّٰهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ہدہد کی یہ باتیں اور اسکے غائب ہونے کی وجہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اچھا چلو! ہم ابھی تیری باتوں کی حقانیت کو جانچ لیتے ہیں کہ تو اپنی باتوں میں کتنا سچا اور کتنا جھوٹا ہے؟۔ قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ۔ اب ایک کام یہ کر کہ میرا یہ خط اس ملکہ کے پاس لے جا اور جا کر وہاں اسکے پاس اسے ڈال کر ان سے الگ ہو کر ایک جگہ جہاں تو انہیں نظر نہ آئے اور دیکھ کہ انکا تاثر اس خط کو دیکھ کر کیسا ہوتا ہے؟ وہ لوگ اس خط کے بارے میں کیا گفتگو کرتے ہیں؟ اِذْهَبْ بِكِتَابِي هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ، چنانچہ ہدہد نے ایسا ہی کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کو لیا اور ملکہ سبا کے تخت کے بیچوں بیچ اس خط کو ڈال دیا۔ (الدر المنثور)

﴿درس نمبر ١٥٣٥﴾ **میرے سامنے ایک باوقار خط ڈالا گیا ہے** ﴿النمل ٢٩۔٣١﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ○ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَتْ اس نے کہا يٰٓاَيُّهَا اے الْمَلَؤُا درباریو اِنِّیْٓ بلاشبہ میں اُلْقِیَ ڈالا گیا ہے اِلَیَّ میری طرف كِتٰبٌ ایک خط كَرِيْمٌ عزت والا اِنَّهٗ یقیناً وہ مِنْ سُلَيْمٰنَ سلیمان کی طرف سے وَ اور اِنَّهٗ وہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے اَلَّا یہ کہ نہ تَعْلُوْا تم سرکشی کرو عَلَيَّ میرے مقابلے میں وَ اور اْتُوْنِیْ تم آجاؤ میرے پاس مُسْلِمِيْنَ فرمانبردار

ترجمہ:۔ (چنانچہ ہدہد نے ایسا ہی کیا اور) ملکہ نے (اپنے درباریوں سے) کہا : قوم کے سردارو! میرے سامنے ایک باوقار خط ڈالا گیا ہے۔ وہ سلیمان کی طرف سے آیا ہے اور وہ اللہ کے نام سے شروع کیا گیا ہے جو رحمن ورحیم ہے۔ (اس میں لکھا ہے) کہ : میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، اور میرے پاس تابع دار بن کر چلے آؤ۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ملکہ سبا نے کہا کہ اے درباریو! میرے سامنے ایک باوقار خط ڈالا گیا ہے۔

۲۔ وہ سلیمان کی طرف سے آیا ہے۔

۳۔ مضمون یہ ہے کہ شروع اللہ کا نام لیکر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

۴۔ اس میں لکھا ہے کہ میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو۔ ۵۔ میرے تابعدار بن کر چلے آؤ۔

چنانچہ جب ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا وہ خط ملکہ سبا کے تخت کے سامنے ڈال دیا جیسا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ سبا جب سویا کرتی تو سارے دروازے بند کر کے چابیوں کو اپنے سرہانے رکھ لیا کرتی چنانچہ اس دن بھی اس نے ایسا ہی کیا لیکن اسکے باوجود ہدہد وہاں روشن دان سے آیا اور وہ خط اسکے پیٹ کے پاس ڈال دیا، چنانچہ ملکہ سبا نے اس خط کو کھولا اور پڑھا، پڑھنے کے بعد اس نے اپنے درباریوں کو آواز لگادی قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْٓ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ (الدرالمنثور) ملکہ سبا نے اپنے درباریوں کو آواز دے کر بلایا اور ان سے کہا کہ دیکھو! میرے یہاں ایک معزز خط آیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ملکہ نے معزز اس لئے کہا کہ وہ مہر بند تھا (الدرالمنثور) جو عام دھمکی بھرے خط ہوتے ہیں اس پر نہ ہی کوئی مہر ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی پتہ ہوتا ہے تاکہ اس خط والے کو کوئی پہچان نہ سکے اور اگر وہ پہچان میں آ گیا تو اسے سزا دیجائیگی، لیکن یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جو خط تھا وہ مہر بند تھا اور دوسرا اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام بھی تھا اور سب سے حیرت کی بات یہ تھی کہ اتنی پابندیوں کے بعد بھی وہ خط ملکہ کے پاس آپہنچا اس لئے مارے حیرت کے اس نے اپنے درباریوں کو آواز لگادی اور کہا کہ دیکھا میرے پاس کوئی معزز خط ڈال گیا ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، یہ خط ہے سلیمان بن داؤد کی طرف سے، خبردار! میرے مقابلہ میں سرکشی کی کوشش بھی نہ کرنا ورنہ تمہیں اسکا بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑیگا، تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم

سب میرے پاس تابعدار بن کر چلے آؤ، مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ خط مختصر مگر جامع تھا اور خطوط کی خاصیت بھی یہی ہوتی ہے کہ وہ مختصر ہوں چنانچہ وہ مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر اہم پیغام لیے ہوئے تھا وہ یہ کہ دیکھو! تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ حقیقی معبود نہیں بلکہ حقیقی معبود تو وہ اللہ ہے جس نے اس جہاں کو بنایا اور وہ بڑا ہی مہربان اور نہایت رحم والا ہے اس لئے تم لوگ اس سورج کی پرستش سے اللہ کے سامنے توبہ کرو اور میں سلیمان بن داود ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا ہے لہٰذا تم لوگ میری اتباع قبول کرلو اور میری سرکشی کرنے کی کوشش نہ کرو ورنہ تمہاری دنیا میں خرابی ہوگی اور آخرت بھی إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ۔

﴿درس نمبر ١٥٣٦﴾ اے درباریو! میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو ﴿النمل ٣٢۔تا۔٣٥﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ۝ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ۬ وَّ الْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ۝ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ وَ اِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَتْ اس نے کہا يٰۤاَيُّهَا اے الْمَلَؤُا درباریو! اَفْتُوْنِيْ تم مجھے مشورہ دو فِيْۤ اَمْرِيْ میرے معاملے میں مَا نہیں كُنْتُ ہوں میں قَاطِعَةً قطعی فیصلہ کرتی اَمْرًا کسی کام کا حَتّٰى حتی کہ تَشْهَدُوْنِ تم حاضر ہو قَالُوْا انہوں نے کہا نَحْنُ ہم اُولُوْا قُوَّةٍ قوت والے ہیں وَّ اور اُولُوْا بَاْسٍ جنگجو ہیں شَدِيْدٍ سخت وَّ اور الْاَمْرُ تمام اختیار اِلَيْكِ تیرے پاس ہے فَانْظُرِيْ سو تو سوچ لے مَاذَا تَاْمُرِيْنَ تو کیا حکم دیتی ہے قَالَتْ اس نے کہا اِنَّ بلاشبہ الْمُلُوْكَ بادشاہ اِذَا جب دَخَلُوْا وہ داخل ہوتے ہیں قَرْيَةً کسی بستی میں اَفْسَدُوْهَا (تو) اس کو خراب کردیتے ہیں وَ اور جَعَلُوْۤا وہ کردیتے ہیں اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اس کے معزز لوگوں کو اَذِلَّةً ذلیل وَ اور كَذٰلِكَ اسی طرح يَفْعَلُوْنَ یہ کریں گے وَ اور اِنِّيْ بے شک میں مُرْسِلَةٌ بھیجتی ہوں اِلَيْهِمْ ان کی طرف بِهَدِيَّةٍ کچھ ہدیہ فَنٰظِرَةٌ پھر دیکھتی ہوں بِمَ کس چیز کے ساتھ يَرْجِعُ لوٹتے ہیں الْمُرْسَلُوْنَ قاصد

ترجمہ:۔ ملکہ نے کہا : قوم کے سردارو! جو مسئلہ میرے سامنے آیا ہے اس میں مجھے فیصلہ کن مشورہ دو۔ میں کسی مسئلے کا حتمی فیصلہ اس وقت تک نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود نہ ہو۔ انہوں نے کہا : ہم طاقتور اور ڈٹ کر لڑنے والے لوگ ہیں، آگے معاملہ آپ کے سپرد ہے، اب آپ دیکھ لیں کہ کیا حکم دیتی ہیں؟۔ ملکہ بولی :

حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ لوگ جب کسی بستی میں گھس آتے ہیں تو اسے خراب کرڈالتے ہیں، اور اس کے باعزت باشندوں کو ذلیل کر کے چھوڑتے ہیں، اور یہی کچھ یہ لوگ بھی کریں گے۔ اور میں ان کے پاس ایک تحفہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھوں گی کہ ایلچی کیا جواب لے کر واپس آتے ہیں؟

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں دس باتیں بیان کی گئی ہیں۔

ا۔ بلقیس نے درباریوں کو خط کا مضمون سنا کر کہا کہ اے درباریو! میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو۔

۲۔ میں کسی معاملہ کا حتمی فیصلہ اس وقت تک نہیں کرونگی جب تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہوں۔

۳۔ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ طاقتور اور ڈٹ کر لڑنے والے لوگ ہیں۔

۴۔ معاملہ آپ کے سپرد ہے۔ ۵۔ آپ ہی دیکھ لیں کہ کیا حکم دینا ہے؟۔

۶۔ ملکہ نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ لوگ جب کسی بستی میں گھس آتے ہیں تو اسے خراب کردیتے ہیں

۷۔ شہر کے باشندوں کو ذلیل کر کے چھوڑ دیتے ہیں۔

۸۔ یہی کچھ یہ لوگ بھی کرینگے۔ ۸۔ میں ان کی طرف کچھ تحفے بھیجتی ہوں۔

۱۰۔ دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لاتا ہے؟۔

الغرض ملکۂ سبا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ خط اپنے درباریوں کو سنا کر کہا کہ مجھے اب تم لوگ اس معاملہ میں مشورہ دو کہ کیا کرنا ہے؟ میں تمہارے مشورہ کے بغیر اور تم سب کی موجودگی کے بغیر کوئی کام کرنے والی نہیں ہوں لہٰذا میری اس معاملہ میں تم لوگ معاونت کرو، مفسرین نے فرمایا کہ اسکا اپنے درباریوں سے مشورہ طلب کرنا اسکی حسن سیاست اور اسکی حکمت اور دوراندیشی کو ظاہر کرتا ہے اس لئے کہ عقلمند اور دانشور ہی مشورہ سے کام لیتے ہیں اور جو افضل اور درست رائے نکل آتی ہے اس پر عمل کرتے ہیں، چنانچہ جب اس نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے ہمت دلاتے ہوئے اپنی ملکہ کو کہا **قَالُوا نَحْنُ أُولُوا قُوَّةٍ وَأُولُوا بَأْسٍ شَدِيدٍ** کہ دیکھو! ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں اس لئے کہ ہم لوگ تو بڑے طاقتور اور جنگجو ہیں لہٰذا اگر ان سے مقابلہ کرنا پڑا یا آپ ہمیں لڑائی کے لئے کہیں گے تو ہم اس کے لئے بالکل تیار ہیں، ہم موت سے گھبرا کر پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں، اسکے بعد بھی اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں **وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانْظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ** آپ جو ہمیں حکم دوگی وہ ہمیں منظور ہے، آپ ہمیں لڑنے کو کہیں گی تو ہم اپنی جان دیکر بھی آپ کی اور اس ملک کی حفاظت کرینگے اور اگر مصالحت و تابعداری اختیار کرنی ہو تو اسکے لئے بھی ہم تیار ہیں، آپ کا جو بھی فیصلہ ہوگا وہ ہمیں منظور ہوگا، چنانچہ اپنی قوم کا یہ جواب سن کر ملکۂ سبا نے کہا **قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ** کہ یہ بادشاہ لوگ جو ہوتے ہیں وہ جب کسی بستی اور شہر میں گھس آتے ہیں تو اسے اجاڑ کر رکھ

دیتے ہیں اور جو یہاں کے باعزت شہری ہیں انہیں اپنا غلام ونوکر بنا کر ذلیل کر دیتے ہیں، اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ہم اس سلیمان سے لڑینگے تو ہم ان کا مقابلہ نہیں کر پائینگے اس لئے کہ ان کے خط سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی معمولی ہستی نہیں کیونکہ اتنے سخت پہرے میں بھی انکا یہ خط مجھ تک پہنچنا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے، لہٰذا اگر میں انکی مخالفت کرونگی اور ان سے جنگ کرونگی تو مجھے خدشہ ہے کہ ہماری یہ مملکت بھی کہیں اجڑ نہ جائے، الغرض اس ملکہ نے اپنی ذہانت کو استعمال کرتے ہوئے اپنے درباریوں سے کہا کہ اب ہم یہ کام کرتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ بادشاہی تحفے اور ہدایا بھیجتے ہیں اور پھر دیکھتے ہیں کہ انکا ردعمل اس پر کیا ہوتا ہے؟، اس سے ہمیں پتہ چل جائیگا کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟، اگر انہوں نے یہ ہدایا قبول کر لئے تو اس سے معلوم ہوجائیگا وہ ہماری دولت چاہتے ہیں جس پر ہم انہیں سالانہ ٹیکس ادا کر کے بچ سکتے ہیں اور اگر وہ اسے قبول نہ کریں تو پھر معاملہ کچھ اور ہوگا جس پر ہمیں سوچنا پڑیگا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ملکہ نے اپنی قوم سے ہدیہ بھیجتے وقت کہا کہ اگر انہوں نے ان ہدیوں کو قبول کرلیا تو سمجھ لینا کہ وہ بادشاہ ہیں لہٰذا ہم ان سے جنگ کرینگے اور اگر انہوں نے ان ہدایا کو قبول نہ کیا تو سمجھ لینا کہ وہ نبی ہیں تو پھر ہم ان کی اتباع کرلیں گے (مختصر تفسیر ابن کثیر)، چنانچہ ملکہ نے قیمتی ہدایا حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ کئے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا کیا ردعمل رہا اسے اگلی آیتوں میں بیان کیا جارہا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۳﴾ کیا تم مجھ کو مال سے مدد دینا چاہتے ہو؟ ﴿النمل ۳۶۔۳۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ○ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَلَمَّا چنانچہ جب جَآءَ آیا سُلَيْمٰنَ سلیمان کے پاس قَالَ تو اس نے کہا اَتُمِدُّوْنَنِ کیا تم مجھے بڑھاتے ہو بِمَالٍ مال کے ساتھ فَمَآ پس جو کچھ اٰتٰنِۦَ اللّٰهُ اللہ نے مجھے دیا ہے خَيْرٌ بہت بہتر ہے مِّمَّآ اس سے جو اٰتٰىكُمْ اس نے تمہیں دیا ہے بَلْ بلکہ اَنْتُمْ تم بِهَدِيَّتِكُمْ اپنے ہدیے سے تَفْرَحُوْنَ خوش رہو اِرْجِعْ تو لوٹ جا اِلَيْهِمْ ان کی طرف فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ چنانچہ ہم ضرور آئیں گے ان کے پاس بِجُنُوْدٍ اپنے لشکروں کے ساتھ لَّا قِبَلَ طاقت نہیں ہوگی لَهُمْ ان کو بِهَا ان سے وَ اور لَنُخْرِجَنَّهُمْ البتہ ہم انہیں ضرور نکال دیں گے مِّنْهَآ اس جگہ سے اَذِلَّةً ذلیل کر کے وَّ جب کہ هُمْ وہ صٰغِرُوْنَ خوار ہوں گے

ترجمہ:۔ چنانچہ جب ایلچی سلیمان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کیا تم مال سے میری امداد کرنا چاہتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے جو کچھ مجھے دیا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے، البتہ تم ہی لوگ اپنے تحفے پر خوش ہوتے ہو۔ ان کے پاس واپس جاؤ، کیونکہ اب ہم ان کے پاس ایسے لشکر لے کر پہنچیں گے جن کے مقابلے کی ان میں تاب نہیں ہوگی اور انہیں وہاں سے اس طرح نکالیں گے کہ وہ ذلیل ہوں گے اور ماتحت بن کر رہیں گے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ جب قاصد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم مجھے مال سے مدد دینا چاہتے ہو؟۔

۲۔ جو کچھ اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا گیا ہے۔

۳۔ حقیقت یہ ہے کہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو گے۔ ۴۔ ان کے پاس واپس جاؤ۔

۵۔ ہم ان پر ایسے لشکر جمع کرینگے جس کے مقابلہ کی ان کو طاقت نہ ہوگی۔

۶۔ ان کو وہاں سے بے عزت کر کے نکال دیں گے اور وہ ذلیل ہوں گے۔

چنانچہ جب ملکۂ سبا کا قاصد سونا، چاندی، ہیرے جواہرات سے لدے تحائف لیکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا جبکہ ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس سارے واقعہ سے آگاہ کر دیا تھا، چنانچہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے جنات کو حکم دیا کہ وہ انکے لئے سونے چاندی کی دیواروں سے محل بنائیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب ہدہد نے یہ خبر دی کہ ملکۂ سبا اپنے قاصد کو آپ کے پاس سونے، چاندی اور ہیرے جواہرات سے لدے تحائف دیکر روانہ کر رہی ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا کہ وہ سونے، چاندی کی دیواریں انکے ارد گرد بنوا دیں، (تفسیر قرطبی)، امام قرطبی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات سے کہا کہ تم اپنے نوجوان لڑکوں کو یہاں دائیں بائیں کھڑا کر دو جیسے ایک دربار لگا ہوتا ہے اسکے بعد پھر سلیمان علیہ السلام اس مجلس میں اپنی کرسی پر بیٹھ گئے اور آپ کے ارد گرد سونے سے بنی ہوئی چار ہزار کرسیاں بھی لگا دی گئیں، چنانچہ جب اس ملکۂ سبا کے قاصد نے یہ سب دیکھا تو اپنے تحفے وہیں پھینک دیئے، اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان تحائف کو دیکھ کر کہا أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ کہ کیا تم مال سے میری امداد کرنا چاہتے ہو اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس قاصد کو انکے تحائف کے ساتھ لوٹاتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو کچھ عطا کیا ہے یعنی اسلام، نبوت اور ایسی بادشاہت وغیرہ جسے تم دیکھ رہے ہو یہ اس سے کئی درجہ بہتر ہے جو تمہارے پاس ہے، یہ تحفے تحائف سے تو تم لوگ خوش ہوتے ہو ہم نہیں، نہ ہی ہمیں دنیا کی کوئی خواہش ہے اور نہ ہی ہم دنیا کے طلب گار ہیں، ہم تو بس یہ چاہتے ہیں کہ تم لوگ اس

سورج کی پرستش کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کرو اور ہماری اطاعت قبول کرلو، ان تحائف کو لیکر اپنی ملکہ کے پاس جاؤ اور میرا یہ پیغام اس تک پہنچا دینا کہ وہ ہماری اطاعت قبول کر لے ورنہ ہم اس پر ایسے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوں گے کہ وہ اسکا مقابلہ نہیں کر پائے گی اور ہم اسے اور اسکے شہر والوں کو وہاں سے ذلیل ورسوا کر کے نکال دینگے "
اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ

﴿درس نمبر ۱۵۳۸﴾ ملکۂ سبا کا تخت تم سے کون لے کر آئے گا؟ ﴿النمل ۳۸۔تا۔۴۰﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَ اِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۝ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا يٰٓاَيُّهَا اے الْمَلَؤُا اہلِ دربار! اَيُّكُمْ تم میں سے کون يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا لائے گا میرے پاس اس کا تخت قَبْلَ اس سے پہلے اَنْ يَّاْتُوْنِيْ وہ میرے پاس آئیں مُسْلِمِيْنَ مسلمان ہو کر قَالَ کہا عِفْرِيْتٌ ایک دیو نے مِّنَ الْجِنِّ جنوں میں سے اَنَا میں اٰتِيْكَ آپ کے پاس لے آؤں گا بِهٖ اسے قَبْلَ اس سے پہلے اَنْ تَقُوْمَ کہ آپ اٹھیں مِنْ مَّقَامِكَ اپنی جگہ سے وَ اور اِنِّيْ بلا شبہ میں عَلَيْهِ اس پر لَقَوِيٌّ البتہ نہایت طاقتور اَمِيْنٌ امین ہوں قَالَ کہا الَّذِيْ اس شخص نے عِنْدَهٗ جس کے پاس تھا عِلْمٌ علم مِّنَ الْكِتٰبِ کتاب کا اَنَا میں اٰتِيْكَ آپ کے پاس لے آتا ہوں بِهٖ وہ قَبْلَ اس سے پہلے اَنْ يَّرْتَدَّ کہ جھپکے اِلَيْكَ آپ کی طرف طَرْفُكَ آپ کی آنکھ فَلَمَّا پھر جب رَاٰهُ اس نے اسے دیکھا مُسْتَقِرًّا رکھا ہوا عِنْدَهٗ اپنے پاس قَالَ کہا هٰذَا یہ مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ میرے رب کے فضل سے ہے لِيَبْلُوَنِيْ تا کہ وہ مجھے آزمائے ءَاَشْكُرُ کہ کیا میں شکر کرتا ہوں اَمْ یا اَكْفُرُ ناشکری کرتا ہوں وَ اور مَنْ جو کوئی شَكَرَ شکر کرتا ہے فَاِنَّمَا تو بس يَشْكُرُ وہ شکر کرتا ہے لِنَفْسِهٖ اپنی ہی ذات کے لیے وَ اور مَنْ جو کوئی كَفَرَ ناشکری کرتا ہے فَاِنَّ تو بلا شبہ رَبِّيْ میرا رب غَنِيٌّ بڑے بے پروا كَرِيْمٌ نہایت کرم کرنے والا ہے

ترجمہ:۔ سلیمان نے کہا : اے اہل دربار! تم میں سے کون ہے جو اس عورت کا تخت ان کے تابع دار بن کر آنے سے پہلے ہی میرے پاس لے آئے ؟ ۔ ایک قوی ہیکل جن نے کہا : آپ اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہ ہوں

گے کہ میں اس سے پہلے ہی اسے آپ کے پاس لے آؤں گا اور یقین رکھیے کہ میں اس کام کی پوری طاقت رکھتا ہوں (اور) امانت دار بھی ہوں۔جس کے پاس کتاب کا علم تھا، وہ بول اٹھا : میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی اسے آپ کے پاس لے آتا ہوں۔ چنانچہ جب سلیمان نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا : یہ میرے پروردگار کا فضل ہے، تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے اور اگر کوئی ناشکری کرے تو میرا پروردگار بے نیاز ہے، کریم ہے۔

تشریح:۔ان تین آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے درباریو! کوئی تم میں ایسا ہے کہ ملکہ کا تخت میرے پاس لیکر آئے اس سے قبل کہ وہ لوگ ہمارے پاس فرمانبردار ہو کر آئیں؟۔

۲۔جنات میں سے ایک قوی ہیکل جن نے کہا کہ آپ کے اپنی جگہ سے اٹھنے سے قبل میں اسکا تخت آپ کے سامنے حاضر کر دیتا ہوں۔

۳۔میں اس کے اٹھانے کی طاقت رکھتا ہوں اور امانتدار بھی ہوں۔

۴۔ایک شخص جس کو کتاب الٰہی کا علم تھا کہا کہ میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے اس تخت کو آپ کے پاس حاضر کر دیتا ہوں۔

۵۔چنانچہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں اسکا شکر کرتا ہوں یا نہیں؟۔

۶۔جو شکر کرتا ہے وہ اپنے فائدہ کے لئے ہی شکر کرتا ہے۔

۷۔جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے نیاز ہے اور کرم کرنے والا ہے۔

چنانچہ ملکۂ سبا کا قاصد حضرت سلیمان علیہ السلام کا پیغام اور اسکے تحائف لیکر ملکہ کے پاس لوٹ آیا اور سارا واقعہ بیان کیا جسے سن کر ملکۂ سبا نے کہا کہ مجھے پتا تھا کہ وہ کوئی بادشاہ نہیں اور نہ ہی ہم میں اتنی طاقت ہے کہ ہم کسی اللہ کے نبی کا مقابلہ کرسکیں، چنانچہ اس نے اپنے اس عظیم تخت کو اپنے ساتویں اور سب سے آخری محل کے آخری کمرے میں رکھوانے کا حکم دیا اور اس پر پہرے دار بھی مقرر کروا دیئے اور خود اپنے لشکر کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس روانہ ہوگئی، چنانچہ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی جگہ باوقار حیثیت میں بیٹھے تھے کہ انہیں قریب سے گرد وغبار اٹھتا دکھائی دینے لگا، جس پر آپ نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے؟ اس پر درباریوں نے کہا کہ وہ ملکۂ سبا یعنی بلقیس کا لشکر ہے (تفسیر قرطبی)، یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے جناتی درباریوں سے کہا کہ انکے ہمارے پاس فرمانبردار ہو کر آنے سے پہلے کون اسکا تخت میرے پاس لا سکتا ہے؟

تا کہ اسے میری نبوت کا پختہ یقین ہو جائے اور یہ ایک ایسا معجزہ ثابت ہو کہ جسے دیکھ کر بلقیس کو اپنی مملکت اس رب کے عجائبات کے سامنے بہت چھوٹی معلوم ہو جائیں، قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَؤُا أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ سوال سن کر فوراً ایک بہت ہی طاقتور جن نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ کے اپنے اس مجلس سے اٹھنے سے قبل ہی میں اسے آپ کی خدمت میں حاضر کر دونگا اگر آپ مجھے حکم دیں اس لئے کہ میں بہت طاقتور بھی ہوں کہ اسے بآسانی اٹھا لاؤنگا اور امانت دار بھی کہ جیسا اسکا تخت ہے بعینہ وہی آپ کے پاس لے آؤنگا اور اس میں کسی قسم کی کوئی خیانت نہیں کرونگا قَالَ عِفْرِيتٌ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ اب چونکہ بلقیس بہت ہی قریب تھی اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ تخت اس سے بھی جلدی چاہئے تھا اس لئے آپ علیہ السلام اس جن کی بات سن کر خاموش رہے کہ اتنے میں ایک اور جن نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں اس تخت کو آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے ہی حاضر کر دیتا ہوں قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ "جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا کہ میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی اسے آپ کی خدمت میں لے آؤنگا، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے لانے کا حکم دے دیا اور اس نے بھی اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے پلک جھپکنے سے قبل ہی اس تخت کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا، مفسرین نے اس شخص کے بارے میں جس نے پلک جھپکتے ہی اس تخت کو حاضر کر دیا، کہا کہ وہ ملائکہ میں سے تھا اور بعض نے کہا کہ وہ انسان ہی تھا جسکا نام آصف بن برخیا تھا اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر تھا (التفسیر المنیر)، الغرض جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے حکم کی اس قدر جلدی تعمیل ہوتے دیکھا تو فرمانے لگے فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ " میرا اس پر کوئی بس نہیں بلکہ یہ تو میرے رب کا مجھ پر فضل ہے کہ اس نے مجھے ان نعمتوں اور ایسی بادشاہت سے نوازا ہے تا کہ وہ مجھے پرکھیں کہ میں اسکی ان نعمتوں پر اسکا شکر ادا کرتا ہوں یا پھر ان نعمتوں کی چمک دمک میں کھو کر اسکی ناشکری کرنے لگتا ہوں اور پھر فرمانے لگے کہ جب کوئی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو اسکا فائدہ اس شکر کرنے والے ہی کو ہوتا ہے اس لئے کہ شکر کرنے سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور ناشکری کرنے پر اسی کا نقصان ہوتا ہے کہ اس سے یہ نعمتیں چھن جاتی ہیں، شکر کرنے اور نہ کرنے سے نہ ہی اللہ تبارک وتعالی کی شان میں کوئی بڑھوتی ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی کمی وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے پس میرا رب بے نیاز اور کریم ہے۔ یقیناً وہ اللہ اس شکر و ناشکری سے بے نیاز ہے کہ اسے یہ شکر کرنا نہ کوئی فائدہ دیتا ہے اور نہ کرنا کوئی نقصان اور یقینا وہ رب بڑا کرم کرنے والا ہے کہ وہ اپنے مخلص اور شکر گزار بندوں پر بڑا کرم کرنے والا اور نوازنے والا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۳۹﴾ **یہ تو ہو بہو وہی لگتا ہے** ﴿النمل ۴۱۔تا۔۴۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ○ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ○ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا نَكِّرُوْا تم بدل دو لَهَا اس کے لیے عَرْشَهَا اس کا تخت نَنْظُرْ ہم دیکھیں گے اَتَهْتَدِيْ کیا وہ راہ پاتی ہے اَمْ یا تَكُوْنُ وہ ہے مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے جو لَا يَهْتَدُوْنَ راہ نہیں پاتے فَلَمَّا پھر جب جَآءَتْ وہ آئی قِيْلَ کہا گیا اَهٰكَذَا کیا اسی طرح کا ہے عَرْشُكِ تیرا تخت؟ قَالَتْ اس نے کہا كَاَنَّهٗ گویا یہ هُوَ وہی ہے وَ اور اُوْتِيْنَا ہم دیئے گئے تھے الْعِلْمَ علم مِنْ قَبْلِهَا اس سے پہلے ہی وَ اور كُنَّا تھے ہم مُسْلِمِيْنَ مسلمان وَ اور صَدَّهَا اسے روکا ہوا تھا مَا اس چیز نے كَانَتْ تھی وہ تَعْبُدُ عبادت کرتی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے اِنَّهَا اس لیے کہ وہ كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ تھی کافروں کی قوم میں سے

ترجمہ:۔ سلیمان نے (اپنے خدام سے) کہا کہ :اس ملکہ کے تخت کو اس کے لیے اجنبی بنادو۔ دیکھیں وہ اسے پہچانتی ہے، یا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو حقیقت تک نہیں پہنچتے؟۔ غرض جب وہ آئی تو اس سے پوچھا گیا: کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟ کہنے لگی :ایسا لگتا ہے کہ یہ تو بالکل وہی ہے۔ ہمیں تو اس سے پہلے ہی (آپ کی سچائی کا) علم عطا ہو گیا تھا اور ہم سر جھکا چکے تھے۔ اور (اب تک) اس کو (ایمان لانے سے) اس بات نے روک رکھا تھا کہ وہ اللہ کے بجائے دوسروں کی عبادت کرتی تھی اور ایک کافر قوم سے تعلق رکھتی تھی۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ ملکہ سبا کے امتحانِ عقل کے لئے اس تخت کی صورت بدل دو۔

۲۔ دیکھیں تو سہی کہ وہ سمجھ بوجھ رکھتی ہے یا پھر ان لوگوں میں سے ہے جو سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔

۳۔ جب ملکہ سبا آپہنچی تو پوچھا گیا کہ کیا آپ کا تخت اسی طرح کا ہے؟۔

۴۔ ملکہ سبا نے کہا کہ یہ تو ہو بہو وہی لگتا ہے۔

۵۔ کہا کہ ہم کو اس سے پہلے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمتِ شان کا علم ہو گیا تھا۔

۶۔ ہم فرمانبردار ہیں۔

۷۔ وہ جو اللہ کے سوا اور کسی پرستش کرتی تھی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو اس سے منع کیا۔

۸۔اس سے پہلے تو وہ کافروں میں سے تھی۔

جب سلیمان علیہ السلام کے سامنے ملکۂ سبا کا تخت لایا گیا تو آپ علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے کہا کہ اس تخت میں کچھ ردو بدل کردو تاکہ ہم یہ پتا تو لگا سکیں کہ ملکہ کی دانشمندی کتنی ہے، وہ اپنے اس تخت کو اس میں ردو بدل ہونے کے باوجود بھی پہچان پاتی ہے یا نہیں؟ قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ چنانچہ جب ملکۂ سبا حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے وہ تخت دکھا کر فرمایا کہ کیا تمہارا تخت بھی اسی طرح کا ہے؟ فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكِ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ سارا معاملہ اس لئے کیا تھا تا کہ ملکہ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت اور آپ کو عطا کئے جانے والے معجزات پر یقین آجائے اور اس طرح وہ آپ کی نبوت کا اقرار کر کے اپنی اس سورج پرستی سے باز آجائے اور ایک اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے، الغرض ملکۂ سبا نے بھی سوال کی طرح جواب دیتے ہوئے یہی کہا کہ یہ تخت لگتا تو اسی تخت کے مشابہ ہے، اس نے یہ نہیں کہا کہ یہ وہی تخت ہے اس لئے کہ پہلے تو اس تخت میں کچھ ردو بدل کیا گیا تھا جسکی بنا پر اس نے اس تخت کو اسی کے مشابہ کہا اور دوسری بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی اس سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا تیرا تخت اس تخت کی طرح ہی ہے؟ اسی لئے اس نے بھی اسی قسم کا ہی جواب دیا جو اسکی ذہانت و دانشمندی کو ظاہر کرتا ہے، چنانچہ اس تخت کو دیکھنے کے بعد ملکہ نے کہا کہ ہمیں تو آپ کی نبوت کا پہلے ہی علم ہو چکا تھا اس لئے آپ کے پاس مطیع بن کر آئے ہیں، ان سب معجزات کو دکھانے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی، ہاں! اگر ہم آپ کو نبی ماننے میں کچھ تردد کرتے تو پھر ان معجزات کو ظاہر کرتے وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ اس آیت کی مراد میں دو قول ہیں پہلا یہ کہ بعض نے کہا کہ یہ قول ملکۂ بلقیس کا ہے جیسا کہ اوپر تشریح کی گئی اور بعض نے کہا کہ یہ قول حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے تو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ ہمیں تو پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ تم اسلام لا چکی ہو اور اپنی اطاعت کا اظہار کرنے کے لئے یہاں آئی ہو، اور بعض نے یہ بھی کہا کہ یہ قول حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوم کا تھا، چنانچہ اس کے بعد کہ جب ملکۂ بلقیس نے آپ کی نبوت کا اقرار کر لیا تو بحیثیت نبی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے سب سے پہلے شرک اور سورج پرستی سے منع فرمایا کیونکہ اسلام لانے کے بعد سب سے پہلا کام جو کرنا ہوتا ہے وہ غیر اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کرنا ہے لہٰذا اسی فریضہ کو انجام دیتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے اپنی اس سورج پرستی سے منع فرمایا وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ اور اسے یہ بھی بتلا دیا کہ دیکھو! جو اللہ کی عبادت کرتا ہے اسے مسلمان کہتے ہیں اور جو غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اسے کافر، لہٰذا تم پہلے کافر تھی اور اب مسلمان ہو چکی ہو۔

﴿درس نمبر ۱۵۴۰﴾ **ملکۂ سبا سے کہا گیا کہ تم اس محل میں داخل ہو جاؤ** ﴿النمل ۴۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قِيْلَ کہا گیا لَهَا اسے ادْخُلِي تو داخل ہو الصَّرْحَ محل میں فَلَمَّا پھر جب رَاَتْهُ اس نے اسے دیکھا حَسِبَتْهُ تو اسے سمجھی لُجَّةً گہرا پانی وَّ اور كَشَفَتْ اس نے کھول دیں عَنْ سَاقَيْهَا اپنی دونوں پنڈلیاں قَالَ اس نے کہا اِنَّهٗ بلاشبہ یہ صَرْحٌ محل ہے مُّمَرَّدٌ جڑا ہوا مِّنْ قَوَارِيْرَ شیشوں سے قَالَتْ اس نے کہا رَبِّ اے میرے رب! اِنِّيْ ظَلَمْتُ بے شک میں نے ظلم کیا نَفْسِيْ اپنی جان پر وَ اور اَسْلَمْتُ میں مطیع ہو گئی مَعَ ساتھ سُلَيْمٰنَ سلیمان کے لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اللہ رب العالمین کے لیے

ترجمہ:۔ اس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو جاؤ اس نے جو دیکھا تو یہ سمجھی کہ یہ پانی ہے، اس لیے اس نے (پائینچے چڑھا کر) اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ سلیمان نے کہا کہ یہ تو محل ہے جو شیشوں کی وجہ سے شفاف نظر آرہا ہے۔ ملکہ بول اٹھی میرے پروردگار! حقیقت یہ ہے کہ میں نے (اب تک) اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور اب میں نے سلیمان کے ساتھ رب العالمین کی فرمانبرداری قبول کر لی ہے۔

تشریح:۔ اس آیت میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو جاو۔

۲۔ اس نے جب دیکھا تو اسے پانی سمجھ کر اپنے پائینچے چڑھا کر اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔

۳۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ یہ تو محل ہے جو شیشوں کی وجہ سے شفاف نظر آرہا ہے۔

۴۔ ملکہ بول اٹھی کہ اے میرے پروردگار! میں اب تک اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی۔

۵۔ اب میں نے سلیمان کے ساتھ رب العالمین کی اطاعت قبول کر لی ہے۔

اس گفتگو کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام ملکۂ سبا کو اس محل کی طرف لے گئے جو اسکی ضیافت کے لئے بنایا گیا تھا، یہ محل اتنا شاندار تھا کہ جسے دیکھ کر ملکہ کی حیرت کا کوئی اندازہ نہ تھا اور وہ اپنی بادشاہت اور اپنی ملکیت کو اس کے سامنے کمتر محسوس کرنے لگی اور اس بات کا یقین اسکے دل میں جم گیا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں کو دنیا سے بھی نوازتا ہے تھا اور آخرت میں بھی انکا ٹھکانہ بہتر بناتا ہے، چنانچہ جب وہ اس محل کے قریب پہنچی تو محل پر معمور

دربانیوں نے ملکہ سے اکراما کہا کہ چلیئے اندر تشریف لے آئیے، جب ملکہ اس محل کے اندر آنے لگی تو اسے اس محل کا فرش پانی نظر آنے لگا اور اس پانی میں مچھلیاں تیرتی نظر آئیں جسکی بنا پر اس نے اپنے پائینچے اوپر چڑھا لئے تا کہ وہ پانی میں بھیگ نہ جائے، ملکہ کے اس فعل کو دیکھتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ ڈرو نہیں تمہارے پائینچے نہیں بھیگیں گے اس لئے کہ یہ فرش کانچ کا بنا ہوا ہے اور جو پانی بہہ رہا ہے وہ اس کانچ سے بنے فرش کے نیچے ہے فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرَ ملکہ کو تو اپنا ہی تخت بہت شاندار لگتا تھا اور اسکا ایسا گمان تھا کہ اس جیسا تخت کسی کے پاس نہیں وَأُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ لیکن جوں ہی اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس بادشاہت کو دیکھا تو بے ساختہ کہہ اٹھی قَالَتْ رَبِّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کہ اے میرے معبود! میں تو اب تک اپنی بادشاہت اور دولت کے گھمنڈ میں ڈوب کر تجھ جیسے حقیقی معبود اور خالق کائنات سے غافل ہو کر شیطان کے بہکاوے میں آکر اوروں کی عبادت کرتے ہوئے اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ اے میرے رب! مجھے بالکل تیرے معبود ہونے کا علم نہ تھا، لیکن اب جب کہ مجھے سلیمان علیہ السلام نے تیری حقیقت اور معبودیت سے واقف کروایا تو مجھے تیرے معبود برحق ہونے کا یقین آ گیا لہٰذا میں اس سلیمان کے ساتھ آپ پر ایمان لاتی ہوں اور اپنے پرانے گناہوں سے توبہ کرتی ہوں کہ جو کچھ میں نے کیا تھا وہ میری نادانی تھی، لہٰذا مجھے معاف فرما کر میری اس اطاعت کو قبول فرما، اس طرح ملکہ سبا نے اپنی سورج پرستی سے توبہ کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔

﴿درس نمبر ۱۵۴﴾ تم لوگ بھلائی سے پہلے برائی کیلئے کیوں جلدی مچاتے ہو؟ ﴿النمل ۴۵-تا-۴۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ○ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ اور لَقَدْ البتہ تحقیق اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا اِلٰى ثَمُوْدَ ثمود کی طرف اَخَاهُمْ ان کے بھائی صٰلِحًا صالح کو اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کہ تم اللہ کی عبادت کرو فَاِذَا پھر ناگہاں هُمْ وہ فَرِيْقٰنِ دو فریق (مومن اور کافر ہو کر) يَخْتَصِمُوْنَ باہم جھگڑتے تھے قَالَ اس نے کہا يٰقَوْمِ اے میری قوم لِمَ یوں تَسْتَعْجِلُوْنَ تم جلدی طلب کرتے ہو بِالسَّيِّئَةِ برائی کو قَبْلَ پہلے الْحَسَنَةِ بھلائی سے لَوْ لَا کیوں نہیں تَسْتَغْفِرُوْنَ تم مغفرت طلب

کرتے اللہَ اللہ سے لَعَلَّكُمْ تاکہ تم تُرْحَمُوْنَ رحم کیے جاؤ قَالُوا انہوں نے کہا اطَّيَّرْنَا ہم نے بدشگونی لی بِكَ تیرے ساتھ وَ اور بِمَنْ ان لوگوں کے ساتھ جو مَّعَكَ تیرے ہمراہ ہیں قَالَ اس نے کہا طٰٓئِرُكُمْ تمہاری بدشگونی عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس ہے بَلْ بلکہ اَنْتُمْ تم قَوْمٌ ایسے لوگ ہو تُفْتَنُوْنَ جو آزمائش میں ڈالے گئے ہو

ترجمہ:۔ اور ہم نے قوم ثمود کے پاس ان کے بھائی صالح کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو تو اچانک وہ دو گروہ بن گئے جو آپس میں جھگڑنے لگے۔ صالح نے کہا : میری قوم کے لوگو! اچھائی سے پہلے برائی کو کیوں جلدی مانگتے ہو۔ تم اللہ سے معافی کیوں نہیں مانگتے تاکہ تم پر رحم فرمایا جائے ؟۔ انہوں نے کہا : ہم نے تو تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے برا شگون لیا ہے،۔ صالح نے کہا تمہارا شگون تو اللہ کے قبضے میں ہے، البتہ تم لوگوں کی آزمائش ہو رہی ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ ۲۔ اس حکم کے ساتھ کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو۔

۳۔ لہٰذا وہ فریق ہو کر آپس میں جھگڑنے لگے۔

۴۔ صالح نے کہا کہ بھائیو! تم لوگ بھلائی سے پہلے برائی کے لئے کیوں جلدی کر رہے ہو؟۔

۵۔ اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے ؟۔

۶۔ وہ کہنے لگے کہ تم اور تمہارے ساتھی ہمارے لئے بدشگون ہو۔

۷۔ صالح نے کہا کہ تمہاری بدشگونی تمہاری طرف سے ہی ہے۔

۸۔ بلکہ تم ایسے لوگ ہو جن کی آزمائش کی جاتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ کے بعد یہاں حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم یعنی قوم ثمود کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، البحر المحیط میں ابو حیان علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا کہ ثمود ایک قبیلہ کا نام تھا جو مقام حجر کے قریب بسا کرتی تھی لہٰذا جب ان کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں بڑھیں تو اللہ تبارک وتعالی نے ان کے نسبی بھائی حضرتِ صالح علیہ السلام کو ان کے پاس نبی بنا کر بھیجا، چنانچہ جب اللہ تعالی نے آپ کو نبی بنا کر ان کے پاس بھیجا تو آپ نے انہیں سب سے پہلا پیغام یہ دیا کہ تم لوگ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ عبادت میں کسی اور کو شریک نہ بناؤ، جب آپ علیہ السلام نے یہ پیغام اپنی قوم کو پہنچایا تو اس وقت یہ قوم دو فرقوں میں بٹ گئی ایک وہ جو آپ پر ایمان لے آئے اور دوسرے وہ جو آپ پر ایمان نہیں لائے جیسا کہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۷۵، ۷۶ میں فرمایا گیا قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قَالُوْا اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا اِنَّا بِالَّذِيْ اٰمَنْتُمْ

بِهٖ كٰفِرُوْنَ ان کی قوم کے سرداروں نے جو بڑائی کے گھمنڈ میں تھے ان کمزوروں سے پوچھا جو ایمان لے آئے تھے کہ کیا تم لوگ اس بات کا یقین رکھتے ہو کہ صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں؟ تو ان کمزوروں نے جواب دیا کہ بے شک ہم اس پیغام پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کے ذریعہ بھیجا گیا ہے، وہ مغرور لوگ کہنے لگے کہ جس پیغام پر تم لوگ ایمان لائے ہو ہم تو اس کے منکر ہیں، چنانچہ اس طرح وہ لوگ دو فرقوں میں بٹ گئے اور جھگڑا کرنے لگے اسی حقیقت کو یہاں یوں بیان فرمایا فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُوْنَ چنانچہ جو لوگ ایمان نہیں لائے تھے جب انہیں حضرت صالح علیہ السلام نے ان کے ایمان نہ لانے پر اللہ کے عذاب سے ڈرایا تو وہ لوگ کہنے لگے کہ چلو! اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہم پر اللہ کا عذاب لے ہی آو جیسا کہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۷۷ میں فرمایا گیا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ان کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام نے یہاں فرمایا قَالَ يَا قَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ بھائیو! تم لوگ بھلائی سے پہلے برائی کے لئے کیوں جلدی مچا رہے ہو؟ یعنی تمہیں اللہ کی رحمت اور اسکے اجر کا سوال کرنا چاہئے تھا، اپنے گناہوں کی معافی مانگنا اور توبہ کرنا چاہئے تھا مگر تم نے تو اسے چھوڑ کر سیدھا اس کے عذاب کا ہی مطالبہ کر دیا، لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ کاش! تم لوگ اللہ سے مغفرت مانگتے تا کہ تم پر رحم کیا جاتا الغرض ان سرکش لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کو جھٹلا دیا اور جب کبھی ان پر اللہ کی طرف سے کوئی آزمائش یا سختی آ پہنچتی تو یہ لوگ کہتے کہ یہ تکلیف اور سختی ہمیں تمہاری ہی طرف سے پہنچی ہے، تم لوگ ہمارے لئے بدشگونی کی علامت ہو، یعنی جس دین کو تم لیکر آئے ہو اس دین کی وجہ سے ہم پر یہ مصیبتیں اور آفتیں آرہی ہیں قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ہر نبی کے ساتھ انکی قوم نے ایسا ہی سلوک کیا کہ جب انہیں کوئی مصیبت آگھیرتی تو اسکا ذمہ دار انبیاء کرام کو ٹھہراتے اور جب کوئی راحت انہیں میسر آجاتی تو اسے اپنی طرف منسوب کر لیتے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے بھی کہا فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هٰذِهٖ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ (الأعراف ۱۳۱) اسی طرح کفار مکہ نے بھی آپ علیہ السلام سے کہا وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (النساء ۷۸)، اگر ان پر کوئی مصیبت آتی تو کہتے یہ تو ہمارے لیے ہونا ہی تھا اور اگر ان کو کوئی مصیبت آتی تو کہتے کہ یہ تو موسیٰ اور اس کے ساتھ والوں کی نحوست ہے حالانکہ سچائی تو یہ ہے کہ بندوں پر جو مصیبتیں اور آفات اللہ کی جانب سے ان پر آتی ہیں تو وہ انہیں کے بداعمالیوں کا نتیجہ ہوتا ہے، یہی بات حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہی قَالَ طَائِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ، کہ یہ تمہاری یہ نحوست جو تم پر آئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ کیا تم اس کے بعد بھی اس رب کی نافرمانی ہی کرتے رہو گے یا پھر اسکے اطاعت گزار بندے بن جاو گے؟ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ۔ بلکہ تم تو وہ قوم ہو جو آزمائی گئی ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۴۲﴾ **فساد مچانے والے نو آدمی** ﴿النمل ۴۸۔تا۔۵۰﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ○ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ○ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ○

لفظ بہ لفظ **ترجمہ**:۔ وَ اور كَانَ تھے فِي الْمَدِيْنَةِ شہر میں تِسْعَةُ رَهْطٍ نو سر غنے يُّفْسِدُوْنَ وہ فساد کرتے تھے فِي الْاَرْضِ زمین میں وَ اور لَا يُصْلِحُوْنَ وہ اصلاح نہیں کرتے تھے قَالُوْا انہوں نے کہا تَقَاسَمُوْا تم آپس میں قسم کھاؤ بِاللهِ اللہ کی لَنُبَيِّتَنَّهٗ البتہ ہم ضرور اس پر شب خون ماریں گے وَ اور اَهْلَهٗ اس کے اہل پر ثُمَّ پھر لَنَقُوْلَنَّ البتہ ہم ضرور کہہ دیں گے لِوَلِيِّهٖ اس کے ولی سے مَا شَهِدْنَا کہ ہم حاضر نہیں تھے مَهْلِكَ اَهْلِهٖ اس کے اہل کی ہلاکت کے وقت وَ اور اِنَّا بلاشبہ ہم لَصٰدِقُوْنَ یقیناً سچے ہیں وَ اور مَكَرُوْا انہوں نے چلی مَكْرًا ایک چال وَّ اور مَكَرْنَا ہم نے بھی چلی مَكْرًا ایک چال وَّ اور هُمْ وہ لَا يَشْعُرُوْنَ شعور نہیں رکھتے تھے

ترجمہ:۔ اور شہر میں نو آدمی ایسے تھے جو زمین میں فساد مچاتے تھے، اور اصلاح کا کام نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے (آپس میں ایک دوسرے سے) کہا: سب ملکر اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم صالح اور اس کے گھر والوں پر رات کے وقت حملہ کریں گے، پھر اس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم ان گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہ تھے۔ اور یقین جانو ہم بالکل سچے ہیں۔ انہوں نے یہ چال چلی اور ہم نے بھی ایک چال اس طرح چلی کہ ان کو پتہ بھی نہ لگ سکا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ شہر میں نو آدمی ایسے تھے جو زمین میں فساد مچاتے تھے۔ ۲۔ وہ اصلاح کا کام نہیں کرتے تھے۔

۳۔ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ اللہ کی قسم کھاو کہ ہم صالح اور ان کے گھر والوں پر رات کے وقت حملہ کریں گے۔

۴۔ پھر ان کے وارثوں سے کہہ دینگے کہ ہم ان گھروں والوں کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہ تھے۔

۵۔ یقین جانو ہم بالکل سچے ہیں۔ ۶۔ انہوں نے یہ چال چلی۔

۷۔ ہم نے بھی ایک ایسی تدبیر کی کہ انہیں پتا بھی نہ لگ سکا۔

ان آیتوں میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کی سرکشی بیان کی جارہی ہے کہ جس طرح مکہ کے سردار اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر اور مخالف تھے اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کی قوم میں بھی نو سردار ایسے تھے جو

ہر وقت آپ کی ایذ رسانی کے لئے کوشاں رہتے اور ہر وقت شہر حجر کے امن کو بگاڑنے، لوگوں کو ستانے اور انہیں تنگ کرنے کی فکر میں رہتے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انکے نام بتلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ نولوگ یہ تھے، زعمی، زعیم، ھرمیو، ھریم، داب، ھواب، ریاب، سیطع، قدار بن سالف اور وہ جس نے حضرت صالح کی اونٹنی کو کاٹا (الدرالمنثور) اور دیگر حضرات نے دوسرے نام بھی بتائے ہیں الغرض ان نوسرداروں نے ملکر آپس میں ایک دن یہ مشورہ کیا کہ ہم رات کے وقت صالح اور ان کے گھر والوں پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دینگے اور جب ان کے وارثین ہم سے اس قتل کے متعلق پوچھیں گے تو ہم سب کہہ دینگے کہ اس وقت ہم میں سے کوئی بھی یہاں موجود نہیں تھا تا کہ قصاص یا دیت کا کوئی معاملہ ہی پیش نہ آئے قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان کے پاس یہ جرات اس وقت آئی جبکہ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر دیا اسکے بعد یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کی جانب متوجہ ہوئے تا کہ انہیں بھی قتل کر دیں (تفسیر قرطبی)، چنانچہ ان لوگوں نے صالح علیہ السلام کے خلاف چال چلی اور اللہ تبارک وتعالی نے بھی اپنی تدبیر کر رکھی تھی کہ اللہ تعالی اپنے حضرت صالح علیہ السلام کی حفاظت کے لئے فرشتوں کے دستہ کو متعین کر دیا اور جیسے ہی یہ لوگ حضرت صالح پر حملہ کرنے کے لئے تلواریں تھامے آئے تو فرشتوں نے ان پر مسلسل پتھر برسائے چنانچہ وہ لوگ پتھر کو آتا تو دیکھ سکے مگر کس نے ان پتھروں کو پھیکا نہیں دیکھ پائے اور اس طرح وہ ہلاک ہو گئے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان فرشتوں کے ہاتھ میں چٹانیں تھیں کہ انہوں نے ان چٹانوں کو ان پر پھینک دیا جس سے وہ ہلاک ہو گئے (تفسیر قرطبی)۔ ان کی ہلاکت کے بعد ایک عمومی عذاب حضرت صالح علیہ السلام کی پوری قوم پر آیا جس سے کہ وہ ساری کی ساری قوم تباہ ہوگئی۔

﴿درس نمبر ۱۵۴۳﴾ دیکھو! ان کی چالبازی کا انجام کیا ہوا؟ ﴿النمل ۵۱۔تا۔۵۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ O فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ O وَ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَانْظُرْ پھر آپ دیکھیں كَيْفَ کیسا كَانَ ہوا عَاقِبَةُ انجام مَكْرِهِمْ ان کی چال کا اَنَّا بے شک ہم نے دَمَّرْنٰهُمْ ان کو ہلاک کر دیا وَ اور قَوْمَهُمْ ان کی قوم کو اَجْمَعِيْنَ سب کو فَتِلْكَ چنانچہ یہ بُيُوْتُهُمْ

ان کے گھر ہیں خَاوِيَةً خالی بِمَا بوجہ اس کے کہ ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا اِنَّ بلاشبہ فِيْ ذٰلِكَ اس میں لَاٰيَةً البتہ عظیم نشانی ہے لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے جو يَّعْلَمُوْنَ علم رکھتے ہیں وَ اور اَنْجَيْنَا ہم نے نجات دی الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَ اور كَانُوْا تھے وہ يَتَّقُوْنَ ڈرتے

ترجمہ:۔ اب دیکھو کہ ان کی چال بازی کا انجام کیسا ہوا کہ ہم نے انہیں اور ان کی ساری قوم کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ چنانچہ وہ رہے ان کے گھر جو ان کے ظلم کی وجہ سے ویران پڑے ہیں۔ یقیناً اس واقعے میں ان لوگوں کے لیے عبرت کا سامان ہے جو علم سے کام لیتے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے تھے اور تقوی اختیار کیے ہوئے تھے ان سب کو ہم نے بچا لیا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ دیکھو! کہ ان کی چال بازی کا انجام کیسا ہوا؟۔

۲۔ ہم نے انہیں اور ان کی ساری قوم کو تباہ کر کے رکھ دیا۔

۳۔ وہ رہے ان کے گھر جو ان کے ظلم کی وجہ سے ویران پڑے ہیں۔

۴۔ یقیناً اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے عبرت کا سامان ہے جو علم سے کام لیتے ہیں۔

۵۔ جو لوگ ایمان لائے تھے، تقوی اختیار کئے ہوئے تھے ان سب کو ہم نے بچا لیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر ڈالا تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ تم اپنے گھروں میں تین دن مزے کر لو اسکے بعد پھر اللہ کا عذاب آئے گا' یہ بالکل سچا وعدہ ہے۔ (ہود ۶۵)، چنانچہ جب صالح علیہ السلام نے ان سے یہ بات کہی تو ان سرکش اور مفسد لوگوں نے کہا کہ صالح تو یہ سوچتے ہیں کہ وہ تین دن میں ہم سے چھٹکارہ پائیں گے جبکہ ہم تین دن سے پہلے ہی ان سے اور ان کے گھر والوں سے چھٹکارہ پالیں گے چنانچہ وہ لوگ اس رات وہاں موجود اس غار کی جانب نکل پڑے جہاں حضرت صالح علیہ السلام کی شہر حجر میں اس گھاٹی کے پاس مسجد تھی جہاں وہ نماز پڑھا کرتے تھے اور کہا کہ جب وہ نماز پڑھنے یہاں آئیں گے تو ہم انہیں قتل کر دیں گے پھر ان سے فارغ ہونے کے بعد ان کے گھر والوں کے پاس جائیں گے اور انہیں بھی قتل کر دیں گے، چنانچہ اس ٹیلہ سے انکی طرف اللہ تبارک وتعالی نے ایک چٹان بھیجی جسے دیکھ کر وہ ڈر گئے کہ کہیں وہ ہمیں پیس نہ دے اور پھر بھاگنے لگے کہ وہ چٹان اس غار کے منہ پر آ کر جم گئی جس غار میں وہ لوگ چھپے ہوئے تھے، اب نہ تو انکی قوم کو کچھ پتا چلا کہ یہ لوگ کہاں گئے اور نہ ہی انہیں پتا چلا کہ ان کی قوم کے ساتھ کیا ہوا؟ اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں یہاں سزا دی اور انہیں وہاں اور پھر جو ایمان والے تھے انہیں اللہ تعالی نے اس عذاب سے بچا لیا

(مختصر تفسیر ابن کثیر) اسی حقیقت کو اللہ تبارک وتعالی نے یہاں بیان فرمایا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ۔

اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ دیکھو! ان ایمان لانے والوں اور پیغمبروں کے ساتھ مکر کرنے والوں کے گھر ان کے ظلم کے سبب جو انہوں نے ایمان نہ لاکر اپنی جانوں پر کیا، کس طرح خالی کھنڈرات کی شکل میں پڑے ہوئے ہیں فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ یقیناً ان کھنڈرات کو دیکھ کر وہی شخص عبرت حاصل کریگا جو علم والا ہے، اور جو جاہل ہوتے ہیں ان پر کسی واقعہ کا اثر نہیں ہوتا اور وہ اپنی جہالت کے سبب گمراہی میں ہی ڈوبے رہتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو نبی مان کر ایک اللہ کی عبادت کی اور اپنے آپ کو شرک و بت پرستی سے روکے رکھا اور تقوی اختیار کیا تو اللہ تبارک وتعالی نے انہیں اس عذاب سے نجات عطا فرمائی وَأَنْجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ چنانچہ یہ لوگ شہر حجر کو چھوڑ کر رملہ جو فلسطین میں واقع ہے وہاں چلے گئے (التفسیر المنیر)، شہر حجر کے وہ مقامات جہاں پر اللہ تعالی نے قوم ثمود پر عذاب بھیجا تھا وہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک بھی موجود تھے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان لوگوں نے ایک دفعہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قوم ثمود کی بستی حجر پر پڑاؤ ڈالا، چنانچہ انہوں نے وہاں پر موجود کنویں سے پانی بھر لیا اور آٹا بھی گوندلیا لیکن جب اس کی خبر آپ علیہ السلام کو ہوئی تو آپ نے اس پانی کے بہادینے اور اس گوندے ہوئے آٹے کو اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ پانی اس کنویں سے بھرو جہاں سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پیا کرتی تھی (بخاری ۳۳۷۹) مسند احمد میں اس بات کا مزید اضافہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے اس قسم کے عذاب والی جگہوں پر جانے سے منع فرمایا اور یہ خدشہ ظاہر کیا کہ یہاں آنے کی وجہ سے کہیں اللہ تعالی اس عذاب میں تمہیں بھی مبتلا نہ کردے جو انہیں پہنچا تھا لہٰذا ایسی جگہوں پر مت داخل ہو۔ (مسند احمد ۵۹۸۴)
اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالی نے ان کفار مکہ سے کہا کہ دیکھو! یہ ان کے خالی پڑے ہوئے مکانات ہیں جن کے رہنے والے جو اپنے انبیاء اور ان پر ایمان لانے والوں کے ساتھ زیادتی کرتے تھے، لہٰذا اس سے عبرت حاصل کرو تاکہ تم اس طرح کے عذاب سے بچ جاو۔

﴿درس نمبر ۱۵۴۴﴾ ہم نے ان پر ایک زوردار بارش برسائی ﴿النمل ۵۴۔تا۔۵۸﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ۝ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۝ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا

اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ اور لُوْطًا لوط کو اِذْ جب قَالَ اس نے کہا لِقَوْمِهٖ اپنی قوم سے اَتَاْتُوْنَ کیا تم آتے ہو الْفَاحِشَةَ بے حیائی کو وَ اور اَنْتُمْ تم تُبْصِرُوْنَ دیکھتے ہو اَئِنَّكُمْ کیا بے شک تم لَتَاْتُوْنَ البتہ آتے ہو الرِّجَالَ مردوں کے پاس شَهْوَةً شہوت رانی کے لیے مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ عورتوں کو چھوڑ کر بَلْ بلکہ اَنْتُمْ تم قَوْمٌ لوگ تَجْهَلُوْنَ جہالت والے کام کرتے ہو فَمَا پھر نہ كَانَ تھا جَوَابَ جواب قَوْمِهٖ اس کی قوم کا اِلَّاۤ مگر اَنْ قَالُوْۤا کہ انہوں نے کہا اَخْرِجُوْۤا تم نکال دو اٰلَ لُوْطٍ لوط کے ماننے والوں کو مِّنْ قَرْيَتِكُمْ تمہاری بستی سے اِنَّهُمْ بے شک وہ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ بڑے پاکباز لوگ فَاَنْجَيْنٰهُ پس ہم نے انکو نجات دی وَ اَهْلَهٗۤ اور ان کے گھر والوں کو اِلَّا امْرَاَتَهٗ مگر ان کی بیوی قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ہم نے یہ طے کر دیا تھا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہے۔

ترجمہ:۔ اور ہم نے لوط کو پیغمبر بنا کر بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ کیا تم کھلی آنکھوں دیکھتے ہوئے بھی بے حیائی کا یہ کام کرتے ہو؟۔ کیا یہ کوئی یقین کرنے کی بات ہے کہ تم اپنی جنسی خواہش کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم بڑی جہالت کے کام کرنے والے لوگ ہو۔ اس پر یہ کہنے کے سوا ان کی قوم کا کوئی جواب نہیں تھا کہ لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو، یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔ پھر ہوا یہ کہ ہم نے لوط اور اس کے گھر والوں کو بچا لیا، سوائے ان کی بیوی کے جس کے بارے میں ہم نے یہ طے کر دیا تھا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں شامل رہے گی۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں نو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ یاد کرو لوط کو کہ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تم لوگ جانتے بوجھتے بھی بے حیائی کے کام کیوں کرتے ہو؟۔

۲۔ تم عورتوں سے اپنی شہوت پوری کرنے کے بجائے مردوں کے پاس جاتے ہو۔

۳۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ بڑے جاہل ہو۔

۴۔ انکی قوم کے پاس اسکے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ تم لوط کے گھر والوں کو ان کی بستی سے نکال دو۔

۵۔ یہ لوگ بڑے پاک باز بنے پھرتے ہیں۔

۶۔ چنانچہ ہم نے لوط اور انکے گھر والوں کو بچا لیا سوائے انکی بیوی کے۔

۷۔ ہم نے اس بارے میں یہ طے کر دیا تھا کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی۔

۸۔ ہم نے ان پر ایک زوردار بارش برسائی۔

۹۔ یہ بہت بری بارش تھی جو ان لوگوں پر برسی جنہیں پہلے سے ہی متنبہ کر دیا گیا تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام کے واقعہ کے بعد حضرت لوط علیہ السلام اور انکی قوم کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے چنانچہ فرمایا وَلُوطاً إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ لوط علیہ السلام کا واقعہ بھی یاد کرو جنہیں ہم نے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا تھا سو انہوں نے اپنی قوم یعنی اہل سدوم سے کہا کہ اے میری قوم! تم لوگ جانتے بوجھتے بھی اس قدر بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو؟ یعنی تم لوگ اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو؟ تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کی جنسی لذت کو پورا کرنے کے لئے انکے جوڑے بنائے ہیں کہ مرد عورت سے اور عورت مرد سے اپنی جنسی خواہش پوری کرے اور یہی فطرتِ انسانی ہے لیکن تم لوگوں نے اس انسانی فطرت کے خلاف ایسا قبیح فعل اپنا رکھا ہے جو سب سے بڑا گناہ ہے، دنیا میں تم سے بڑا جاہل اور کوئی نہیں کہ سب جاننے کے بعد بھی اس برائی کو اپنائے ہوئے ہو أَإِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ اور سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۱۶۵ اور ۱۶۶ میں بھی انکے بارے میں کہا گیا أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ کیا دنیا کے سارے لوگوں میں تم ہی ہو جو اپنی ان بیویوں کو چھوڑ کر جنہیں اللہ تعالی نے تمہارے لئے پیدا کیا، مردوں کے پاس جاتے ہو؟ حقیقت تو یہ ہے کہ تم لوگ حد سے گزرے ہوئے لوگ ہو، اسی طرح سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۸۱ اور سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۲۸ میں بھی یہ مضمون موجود ہے، الغرض حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے انکے اس بدترین فعل کی خباثت بیان کی تا کہ انہیں اسکی قباحت وخباثت کا پتہ ہو لیکن اس قوم پر انکی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس لوط کو اپنی بستی سے نکال باہر کر دو کہ یہ بڑے پاکباز بنے پھرتے ہیں کہ جنہیں ہمارا فعل اور ہماری حرکتیں بری لگتی ہیں فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ چنانچہ جب آپسی مشورہ کے بعد یہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام اور انکے ساتھ ایمان لانے والوں کو اس شہر سے نکالنے کا ارادہ کر لیا تو اللہ تعالی نے حضرت لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھ ایمان والوں کو لیکر وہاں سے نکل جائیں چنانچہ وہ وہاں سے نکل گئے اور اپنی بیوی کو بھی وہیں چھوڑ دیا اس لئے کہ وہ بھی ان برے لوگوں میں سے تھی کہ اس نے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آنے والے مہمانوں کی خبر اپنی اس قوم تک پہنچائی تھی تا کہ وہ ان کے ساتھ بدفعلی کرے چنانچہ اللہ تعالی نے بھی اسکے مقدر میں یہی طے کر رکھا تھا کہ وہ انہی لوگوں کے ساتھ رہے گی، پھر جب حضرت لوط علیہ السلام اور ایمان والے وہاں سے نکل گئے تو اللہ تعالی نے ان پر بارش برسائی اور یہ بارش عام بارشوں کی طرح نہیں تھی بلکہ سب سے بری بارش تھی جو ان لوگوں پر انہیں آگاہ کرنے کے بعد ہی برسائی گئی وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَراً

فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ یہ بری بارش کونسی تھی؟ اس بارے میں سورۂ ھود کی آیت نمبر ۸۲ میں فرمایا گیا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ہم نے ان پر پکی مٹی کے تہہ بہ تہہ پتھر برسائے، اور سورۂ ذاریات کی آیت نمبر ۳۳ میں کہا گیا لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ تا کہ ہم ان پر پکی مٹی کے پتھر برسائیں، اس طرح اس قوم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہلاک کردیا۔

﴿درس نمبر ۱۵۴۵﴾ اس کے بندوں پر سلام ہے جن کو اس نے منتخب فرمایا ﴿النمل ۵۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى آللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قُلِ کہہ دیجیے الْحَمْدُ تمام تعریفیں لِلّٰهِ اللہ ہی کے لیے ہیں وَ اور سَلٰمٌ سلام ہے عَلٰى عِبَادِهِ اس کے ان بندوں پر الَّذِيْنَ جنہیں اصْطَفٰى اس نے چن لیا آللّٰهُ کیا اللہ خَيْرٌ بہتر ہے اَمَّا یا وہ جنہیں يُشْرِكُوْنَ وہ شریک ٹھہراتے ہیں؟

ترجمہ:۔ (اے پیغمبر) کہو: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور سلام ہو اس کے ان بندوں پر جن کو اس نے منتخب فرمایا ہے بتاؤ کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو ان لوگوں نے اللہ کی خدائی میں شریک بنا رکھا ہے؟۔

تشریح:۔ اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ کہہ دو کہ سب تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔

۲۔ اس کے بندوں پر سلام ہے جن کو اس نے منتخب فرمایا۔

۳۔ بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں؟۔

ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہے ہیں کہ اے نبی! آپ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر اسکا شکر بجالائیے اور اسکی تعریف کیجئے کہ کس طرح اس نے ان انبیاء کے مخالفین کو ہلاک کیا اور کس طرح اپنے بندوں پر خاص کرم فرمایا؟، جس طرح اس نے اپنے گزرے ہوئے پیغمبروں اور انکے ماننے والوں کی مدد کی اور ان کے دشمنوں و نافرمانوں کو ہلاک کیا اسی طرح کا معاملہ وہ آپ کے ساتھ اور آپ کے مخالفین کے ساتھ بھی کریگا، سورۃ الصّٰفّٰت کی آخری آیتوں میں بھی فرمایا گیا سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمہارا پروردگار عزت کا مالک ہے اور ان سب چیزوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بناتے ہیں، سلام ہو پیغمبروں پر، تمام تر تعریف اللہ کی ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، ان باتوں کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اب یہ بتاؤ کہ وہ اللہ جو اپنے مخلص و اطاعت گزار بندوں کی مدد کرنے اور ان کے دشمنوں کو ہلاک و تباہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے، وہ بہتر ہے یا یہ بے بس ولاچار معبود جن کی یہ

لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں؟ یقیناً وہی اللہ بہتر ہے جو ہر حال میں اپنے بندوں کے ساتھ ہوتا ہے، جبکہ یہ باطل معبود کہ نہ تو خود اپنی کوئی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کی، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت آللّٰهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ پڑھتے تو اسکے بعد بَلِ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى، وَأَجَلُّ وَأَكْرَمُ پڑھا کرتے تھے (الدر المنثور)، لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ہم جب بھی یہ آیت پڑھیں تو اسکے ساتھ اس بات کا اقرار کریں کہ یقیناً وہ اللہ ہی بہتر، باقی رہنے والا، عزت والا اور اکرام والا ہے۔ قرآن مجید کی سینکڑوں آیتیں ایسی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کی پاکی وکبریائی بیان کی گئی ہے' سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱ میں یوں تعریف رب ذوالجلال ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تمام تعریف اس اللہ کے لیے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۳۹ میں یوں حمد بیان کی گئی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے۔

﴿درس نمبر ۱۵۴۶﴾ ہم ہی نے اس پانی سے بارونق باغ اُگائے ﴿النمل ۶۰-۶۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَمَّنْ یا وہ جس نے خَلَقَ پیدا کیا السَّمٰوٰتِ آسمانوں کو وَ اور الْاَرْضَ زمین کو وَ اور اَنْزَلَ اتارا لَكُمْ تمہارے لیے مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے مَآءً پانی فَاَنْۢبَتْنَا پھر ہم نے اُگائے بِهٖ اس سے حَدَآئِقَ باغات ذَاتَ بَهْجَةٍ پُر رونق مَا نہیں كَانَ تھی لَكُمْ تمہیں اَنْ یہ کہ تُنْۢبِتُوْا تم اگاتے ہو شَجَرَهَا ان کے درخت ءَاِلٰهٌ کیا کوئی (اور) معبود ہے مَّعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ بَلْ بلکہ هُمْ وہ قَوْمٌ ایسے لوگ ہیں يَّعْدِلُوْنَ جو برابر ٹھہراتے ہیں اَمَّنْ یا وہ جس نے جَعَلَ بنایا الْاَرْضَ زمین قَرَارًا ٹھہرنے کے لائق وَّ اور جَعَلَ بنادیں خِلٰلَهَا اس کے درمیان اَنْهٰرًا نہریں وَّ اور جَعَلَ بنائے لَهَا اس کے لیے رَوَاسِیَ مضبوط پہاڑ وَ اور جَعَلَ بنادی بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ دوسمندروں کے درمیان حَاجِزًا آڑ ءَاِلٰهٌ کیا کوئی معبود ہے مَّعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ بَلْ (نہیں) بلکہ اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر لَا يَعْلَمُوْنَ علم نہیں رکھتے

ترجمہ:۔ بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا؟ پھر ہم نے اس پانی سے بارونق باغ اگائے، تمہارے بس میں نہیں تھا کہ تم ان کے درختوں کو اگا سکتے۔ کیا (پھر بھی تم کہتے ہو کہ) اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ نہیں! بلکہ ان لوگوں نے راستے سے منہ موڑ رکھا ہے۔ بھلا وہ کون ہے جس نے زمین کو قرار کی جگہ بنایا اور اس کے بیچ بیچ میں دریا پیدا کیے اور اس (کو ٹھہرانے) کے لیے (پہاڑوں کی) میخیں گاڑ دیں، اور دو سمندروں کے درمیان ایک آڑ رکھ دی؟ کیا (پھر بھی تم کہتے ہو کہ) اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ نہیں! بلکہ ان میں سے اکثر لوگ حقیقت سے ناواقف ہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟۔

۲۔ تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا۔ ۳۔ پھر ہم ہی نے اس پانی سے بارونق باغ اگائے۔

۴۔ تمہارے بس میں نہیں تھا کہ تم ان درختوں کو اگا سکتے۔

۵۔ کیا پھر بھی تم کہتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟۔

۶۔ نہیں! بلکہ ان لوگوں نے راستہ سے منہ موڑ رکھا ہے۔

۷۔ بھلا وہ کون ہے جس نے زمین کو قرار کی جگہ بنایا؟۔ ۸۔ اس کے بیچ بیچ میں دریا پیدا کئے۔

۹۔ اس کو ٹھہرانے کے لئے پہاڑوں کی میخیں گاڑیں۔ ۱۰۔ پھر بھی تم کہتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟

۱۱۔ نہیں! بلکہ ان میں سے اکثر لوگ حقیقت سے ناواقف ہے۔

پچھلی آیتوں میں یہ بیان کیا کہ وہ اللہ جس نے اپنے مخلص بندوں پر انعام واکرام کیا وہ بہتر ہے یا پھر ان کفار کے وہ معبود جنہیں یہ لوگ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں، ان کے باطل معبودوں سے بہتر رب ذوالجلال کی قدرت کی چند نشانیوں کو ظاہر کی جارہی ہیں تاکہ اس اللہ کی قدرت اور اسکے قادر مطلق ہونے کا انہیں یقین آجائے چنانچہ فرمایا أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں وزمین کو پیدا کیا اور پھر تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا؟ یقینا ہم ہی نے اس اونچے اور بلند آسمان کو بغیر کسی سہارے کے پیدا کیا اور اس آسمان میں چاند، سورج، ستارے سیارے، بادل، بجلی سب کچھ پیدا کیا، اسی طرح اس زمین کو جس پر تم بآسانی چلتے ہو ہم ہی نے تو پیدا کیا اور پھر اس زمین کو ہم نے آسمان سے پانی برسا کر سیراب کیا کہ اس پانی کے ذریعہ ہم اس زمین سے طرح طرح کے اناج اور غلے اگاتے ہیں، اگر ہم اس زمین سے ان درختوں کے اگنے کی صلاحیت کو چھین لیں تو نہ تم انہیں آگاہ کرسکو گے اور نہ ہی تمہارے یہ باطل معبود، اسکے علاوہ ہم نے اس زمین کو تمہاری رہائش کے قابل بنایا کہ اس میں غلے بھی اگتے ہیں اور ان سے پینے کے لئے پانی کی نہریں

بھی چلتی ہیں اور اس زمین پر ہم نے پہاڑوں کو کیلوں کی طرح گاڑ دیا تا کہ وہ ڈانواڈول نہ ہوں ورنہ تمہارا اس پر رہنا مشکل ہو جاتا کہ جب اتنا سب کچھ ہم ہی نے کیا تو پھر تم لوگ ہمارے ساتھ کسی اور کو کیوں شریک کرتے ہو؟ تمہارا یہ عمل مشرکانہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہم اکیلے ہی ہیں نہ تو ہمارا کوئی ساتھی ہے اور نہ ہی کوئی شریک مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ کہ اللہ نے نہ تو کسی کو اولاد بنایا اور نہ ہی اسکے ساتھ کوئی اور معبود، (المؤمنون ۹۱) دراصل یہ رد ہے کفار پر جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اس دنیا کو تو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا جیسا کہ سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۲۵ میں فرمایا گیا وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ کہ اگر آپ ان سے پوچھو کہ ان آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، مگر اسکے ساتھ وہ یہ بھی کہیں گے کہ اس دنیا میں بہت سارے شعبے جات ہیں جیسے بارش کا برسانا، ہواؤں کا چلانا، سورج کا نکالنا، بندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا، روزی پہنچانا، مصیبتوں کو لانا اور انہیں دور کرنا، بیماریوں کو دفع کرنا وغیرہ یہ سارے امور دوسرے معبودوں کے قبضہ میں ہیں اسی لئے انہیں بھی پوجنا ضروری ہے (نعوذ باللہ) س طرح یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو شریک مانتے تھے، جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے یہ حقیقت بیان کردی کہ ان ساری چیزوں کو وہ خود اکیلا ہی پیدا کرتا ہے، اس میں کوئی اسکا شریک نہیں اور نہ ہی اسکی مرضی کے بغیر کچھ ہوسکتا ہے جو لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے ان کے بارے میں کہا گیا بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ کہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ لوگ راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اور مزید کہا بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ کہ ان میں سے اکثر لوگ تو ایسے ہیں جو عقل و دانش نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ جو عقل مند ہوگا وہ اس بات کو اچھی طرح جان جائیگا کہ اگر اس دنیا کو چلانے والے بہت سے خدا ہوتے تو یہ دنیا تباہ و برباد ہو چکی ہوتی جیسا کہ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۲۲ میں فرمایا گیا لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا کہ اگر ان آسمانوں اور زمین میں اللہ کے علاوہ بھی کوئی اور معبود ہوتا تو یہ سب کچھ تباہ ہو چکا ہوتا، لہٰذا اپنے اس عقیدہ سے باز آؤ اور ایک اللہ کو اپنا معبود تسلیم کرو اسی میں نجات، کامیابی اور سلامتی ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۴﴾ کون بے قرار کی التجا کو سنتا ہے؟ ﴿النمل ۶۲ ۔ ۶۳﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَمَّنْ یا وہ جو يُّجِيْبُ قبول کرتا ہے الْمُضْطَرَّ لاچار کی اِذَا جب دَعَاهُ وہ اسے پکارتا ہے وَ اور

يَكْشِفُ وہ دور کردیتا ہے السُّوْٓءَ برائی کو وَ اور يَجْعَلُكُمْ وہ تمہیں بناتا ہے خُلَفَآءَ جانشین الْاَرْضِ زمین میں ءَاِلٰهٌ کیا کوئی معبود ہے مَّعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ قَلِيْلًا مَّا بہت ہی کم تَذَكَّرُوْنَ تم نصیحت حاصل کرتے ہو O اَمَّنْ یا وہ جو يَّهْدِيْكُمْ تمہیں راہ دکھاتا ہے فِيْ ظُلُمٰتِ اندھیروں میں الْبَرِّ خشکی کے وَ اور الْبَحْرِ تری کے وَ اور مَنْ وہ جو يُّرْسِلُ بھیجتا ہے الرِّيٰحَ ہوائیں بُشْرًا خوشخبری دینے والیاں بَيْنَ يَدَيْ پہلے رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے؟ ءَاِلٰهٌ کیا کوئی معبود ہے مَّعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ تَعٰلَى برتر ہے اللّٰهُ اللہ عَمَّا اس سے جو يُشْرِكُوْنَ وہ شریک ٹھہراتے ہیں

ترجمہ:۔ بھلا وہ کون ہے کہ جب کوئی بے قرار اسے پکارتا ہے تو وہ اس کی دعا قبول کرتا ہے، اور تکلیف دور کردیتا ہے اور جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا (پھر بھی تم کہتے ہو کہ) اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ نہیں! بلکہ تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو۔ بھلا وہ کون ہے جو خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں تمہیں راستہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت (کی بارش) سے پہلے ہوائیں بھیجتا ہے جو تمہیں (بارش کی) خوشخبری دیتی ہیں؟ کیا (پھر بھی تم کہتے ہو کہ) اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ (نہیں! بلکہ) اللہ اس شرک سے بہت بالا و برتر ہے جس کا ارتکاب یہ لوگ کررہے ہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں دس باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ بھلا کون بے قرار کی التجا کو قبول کرتا ہے؟۔ ۲۔ جب وہ اس سے دعا کرتا ہے۔

۳۔ کون اسکی تکلیف کو دور کرتا ہے؟۔ ۴۔ کون تمہیں زمین میں اگلوں کا جانشین بناتا ہے؟۔

۵۔ یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟۔

۶۔ ہرگز نہیں! تم بہت کم غور کرتے ہو۔

۷۔ بھلا کون تمہیں جنگل اور دریا کے اندھیروں میں راستہ بتاتا ہے؟۔

۸۔ کون ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے؟۔

۹۔ یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟۔

۱۰۔ ہرگز نہیں! یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ کی شان اس سے بلند ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بطور سوال بیان کیا جارہا ہے تاکہ ان مشرکین مکہ کو پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ کرنے پر قادر ہے، اسے ان امور کو انجام دینے کے لئے دوسروں کی کوئی ضرورت نہیں، چنانچہ فرمایا أَمَّنْ يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلٰهٌ مَعَ اللهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُوْنَ اے کفار مکہ! یہ بتاؤ تو سہی کہ تمہارے یہ بے بس معبود جو نہ تو کسی کی سنتے ہیں اور نہ ہی کسی کی مدد کرسکتے ہیں، وہ بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو تم جیسے پریشان حال لوگوں کی آوازوں اور صداؤں کو سنتا ہے جب تم اپنی بے بسی اور پریشانی کی حالت میں اسے پکارتے ہو؟، وہ تم پر ترس کھاتے ہوئے تمہاری دعا کو قبول کرتا ہے اور تم سے اس

مصیبت، پریشانی و تکلیف کو دور بھی کرتا ہے، ایک شخص نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ کس کو پکارتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایک اللہ کو پکارتا ہوں، یہی وہ ذات ہے جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے پھر تم اسے دعا کرو تو وہ تم سے اس مصیبت کو دور کر دیتا ہے، یہی وہ ذات ہے کہ جب تم کہیں جنگل میں بھٹک جاو اور اس سے تم دعا مانگو تو وہ تمہیں راستہ پر دوبارہ لا دیتا ہے، یہی وہ ذات ہے کہ جب تم پر قحط آجائے تو اور تم اس سے دعا کرو تو اس قحط کو تم سے دور کر دیتا ہے۔ (مسند احمد ۲۰۶۳۶) حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں آپ میرے لئے دعا کر دیجئے میں بہت پریشان ہوں، یہ سن کر حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ نے کہا کہ تم اسی سے مانگو اس لئے کہ پریشان لوگوں کی پکار کو وہ سنتا ہے جب وہ اسے پکارتے ہیں (تفسیر قرطبی)۔

آگے فرمایا وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ کہ یہی وہ ذات ہے جو تمہیں اس زمین پر یکے بعد دیگرے بھیجتا رہتا ہے کہ جس طرح تم سے پہلے لوگ تھے اس نے ان کو موت دی اور ان کے بعد تمہیں اس زمین کا خلیفہ بنایا اور پھر تمہارے بعد اسی طرح اور لوگ آتے رہیں گے، لہٰذا بتاؤ کہ ایسے عظیم القدرت رب کے علاوہ بھی کوئی معبود ہوسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! بلکہ تم لوگ ایسے ہو جو بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو اس لئے کہ تمہارے سامنے اتنی ساری باتیں بیان کی گئیں اگر تم نصیحت ماننے والے ہوتے تو اب تک نصیحت مان لیتے لیکن اتنی ساری قدرت کی نشانیاں بتلانے کے باوجود تم لوگ حق کو تسلیم نہیں کرتے جس سے یہ واضح ہو گیا کہ تم لوگ بہت کم نصیحت مانتے ہو قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ۔ عرب کے لوگ تجارت وغیرہ کی غرض سے دور دراز کے سفر کیا کرتے تھے کبھی یہ سفر زمینی راستہ پر ہوتا اور کبھی سمندری راستہ سے اور یہ سفر راتوں میں جاری رہتا تھا اور سخت اندھیرا ہونے کے سبب وہ اکثر راستہ بھٹک جایا کرتے تھے یا پھر سمندری طوفان کے سبب موت کا انہیں اندیشہ ہوتا تھا، ان کی اسی حالت کو یہاں ذکر فرما کر اللہ تعالی کی قدرت بیان کی جارہی ہے کہ تمہارے وہ باطل معبود جو تمہاری کسی قسم کی کوئی طاقت نہیں رکھتے وہ بہتر ہیں یا یہ رب جو تمہیں سمندر اور زمینی راستہ کے سخت اندھیرے میں بھی تمہیں راستہ دکھاتا ہے؟، یعنی اس نے تمہارے لئے ان چمکتے، ٹمٹماتے ستاروں کو پیدا کیا تاکہ تم ان کے ذریعہ راستہ تلاش کرسکو وَعَلَامَاتٍ وَّبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ راستوں کی پہچان کے لئے اس نے بہت سی علامتیں بنائیں جن میں سے یہ ستارے بھی ہیں جن کے ذریعہ تم راستہ معلوم کرتے ہو (النحل ۱۶) اسی طرح سورۃ انعام کی آیت نمبر ۹۷ میں فرمایا وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اسی نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں بھی راستہ معلوم کرسکو، اسی طرح یہ لوگ چونکہ ریگستان اور صحرائی علاقوں میں رہا کرتے تھے جہاں پانی ان کے لئے بہت اہمیت کا حامل تھا اسی لئے ان کی اسی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ

تمہارے باطل معبود اور پتھروں سے بنے بت بہتر ہیں یا وہ اللہ جو تمہارے پاس ہواؤں کو پانی کی خوشخبری لیکر آنے والا بنا کر بھیجا ہے اور پھر وہ ہوائیں تم پر بادل لے آتے ہیں جن سے بارش برستا ہے جو تمہارے لئے بھی نفع بخش ہے اور تمہارے مویشیوں کے لئے بھی، کیا تم لوگ پھر بھی اللہ تعالی کے ساتھ اوروں کو شریک مانتے ہو؟ وہ ذات تو تمہارے اس شرک سے بالکل منزہ و پاک ہے لیکن تم جو کرو گے اسکی سزا کل قیامت کے دن تمہیں دی جائیگی۔

﴿درس نمبر ۱۵۴۸﴾ بھلا کون مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے؟ ﴿النمل ۶۴-تا-۶۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ O قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ O بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔ اَمَّنْ یا وہ جو یَّبْدَؤُا پہلی بار پیدا کرتا ہے الْخَلْقَ مخلوق کو ثُمَّ پھر یُعِیْدُهٗ وہ لوٹائے گا اسے وَ اور مَنْ وہ جو یَّرْزُقُكُمْ تمہیں رزق دیتا ہے مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے وَ اور الْاَرْضِ زمین سے ءَاِلٰهٌ کیا کوئی معبود ہے مَّعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ قُلْ کہہ دیجیے هَاتُوْا تم لے آؤ بُرْهَانَكُمْ اپنی دلیل اِنْ اگر كُنْتُمْ ہو تم صٰدِقِيْنَ سچے قُلْ کہہ دیجیے لَّا نہیں یَعْلَمُ جانتا مَنْ کوئی بھی فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَ اور الْاَرْضِ زمین میں الْغَيْبَ غیب کی بات اِلَّا اللّٰهُ سوائے اللہ کے وَ اور مَا يَشْعُرُوْنَ وہ شعور نہیں رکھتے اَيَّانَ کہ کب يُبْعَثُوْنَ وہ اٹھائے جائیں گے بَلِ بلکہ ادّٰرَكَ ختم ہو گیا ہے عِلْمُهُمْ ان کا علم فِي الْاٰخِرَةِ آخرت کے بارے میں بَلْ بلکہ هُمْ وہ فِيْ شَكٍّ شک میں ہیں مِّنْهَا اس سے بَلْ بلکہ هُمْ وہ مِّنْهَا اس سے عَمُوْنَ اندھے ہیں

ترجمہ: ۔ بھلا وہ کون ہے جس نے ساری مخلوق کو پہلی بار پیدا کیا، پھر وہ اس کو دوبارہ پیدا کرے گا، اور جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق فراہم کرتا ہے؟ کیا (پھر بھی تم کہتے ہو کہ) اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ کہو: لاؤ اپنی کوئی دلیل، اگر تم سچے ہو۔ کہہ دو کہ: اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے۔ اور لوگوں کو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ انہیں کب دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ بلکہ آخرت کے بارے میں ان (کافروں) کا علم بے بس ہو کر رہ گیا ہے، بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں، بلکہ اس سے اندھے ہو چکے ہیں۔

تشریح: ۔ ان تین آیتوں میں دس باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ بھلا کون مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے؟ ۲۔ پھر اس کو دوبارہ پیدا کرتا ہے۔

۳۔ کون تمہیں آسمان وزمین سے رزق دیتا ہے؟۔

۴۔ یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے تو کیا پھر اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟

۵۔ ہرگز نہیں! کہہ دو کہ اے مشرکو! اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

۶۔ کہہ دو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے۔

۷۔ نہ یہ جانتے ہیں کہ کب زندہ کر کے دوبارہ اٹھایا جائیگا؟۔

۸۔ بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم منتہی ہو چکا ہے۔

۹۔ بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں۔ ۱۰۔ بلکہ اس سے اندھے ہو رہے ہیں۔

اسی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان جاری فرمایا أَمَّنْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ کہ تمہارے یہ بے بس اور عاجز معبود بہتر ہیں یا وہ رب جس نے تمہیں بغیر کسی نمونہ اور مثال کے پہلی مرتبہ پیدا کیا، اور پھر تمہارے مرنے کے بعد دوبارہ تمہیں اپنی قبروں سے اسی طرح زندہ اٹھائیگا جس طرح تم پہلے تھے إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا (البروج ۱۳) وَهُوَ الَّذِي يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ وہی ہے جو مخلوق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کریگا اور یہ کام اس کے لئے بہت ہی آسان ہے (الروم ۲۷) اسکے بعد فرمایا کہ یہ تمہارے باطل معبود بہتر ہیں یا وہ ذات جو تمہیں آسمانوں سے بھی رزق دیتی ہے اور زمین سے بھی۔ اس طور پر کہ وہ آسمانوں سے بارش برساتا ہے اور پھر جب یہ بارش زمین پر پڑتی ہے تو اس سے میوے غلہ اور ترکاریاں اسکے حکم سے آگ آتی ہیں، تو بھلا تم لوگ اسکے بعد بھی اس رب کے ساتھ اوروں کو معبود بناتے ہو؟، سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۳ میں فرمایا هَلْ مِنْ خَالِقٍ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے رزق دیتا ہو؟ کوئی معبود اسکے سوا نہیں، پھر آخر تم کہاں اوندھے چلے جا رہے ہو؟۔ اگر پھر بھی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ مشرکین اس اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک مانتے ہیں تو آپ ان سے اپنے قول کو سچا کر دکھانے کے لئے اس پر کوئی دلیل پیش کرنے کے لئے کہئے، ان کے پاس اسکی کوئی دلیل نہیں ہے وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ اور جو اللہ کے ساتھ اور معبود کو بھی پکارتا ہے اسکے پاس اس پر کوئی دلیل ہی نہیں۔ (المؤمنون ۱۱۷)

اور کہا گیا کہ اے نبی! آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ آسمان کی جو غیب کی باتیں ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جیسے بارش کب ہوگی؟ کون سی چیز زمین سے کب اُگے گی بندوں کو رزق کہاں سے ملے گا ماں کے رحم میں کیا ہے انسان کی موت کب اور کہاں آئیگی وغیرہ؟، اللہ کے سوا کوئی جانتا تک نہیں تو پھر اسکے علاوہ کوئی اور خدا کیسے ہوسکتا ہے؟ اور نہ ہی کسی کو یہ پتہ ہے کہ مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا وقت کونسا ہے؟ بلکہ حقیقت تو یہ ہے

کہ آخرت کے بارے میں ان کافروں کا علم بے بس ہو کر رہ گیا، سورۂ انعام کی آیت نمبر ۵۹ میں فرمایا گیا وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جسے اسکے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اسی طرح سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۳۴ میں فرمایا گیا إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ یقیناً قیامت کی گھڑی کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے، کسی جاندار کو یہ پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کمائے گا، اور نہ یہ پتہ ہے کہ اسے کہاں موت آئیگی؟ بے شک اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے اور ہر بات سے پوری طرح باخبر ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کل کیا ہونے والا ہے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا رحم مادر میں کیا چھپا رکھا ہے کوئی نہیں جانتا بارش کب آئیگی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کس جاندار کی کہاں موت آئیگی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور قیامت کب آئیگی یہ بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (بخاری ۴۶۹۷) اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان مشرکین کے بارے میں فرمایا کہ یہ کافر لوگ قیامت کے آنے اور نہ آنے کے سلسلہ میں شک میں پڑے ہوئے ہیں بلکہ یہ لوگ تو آخرت کے بالکل ہی منکر ہو کر اس سے اندھے بنے ہوئے ہیں بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْهَا بَلْ هُمْ مِنْهَا عَمُونَ۔

﴿درس نمبر ۱۵۴۹﴾ لو پھر واور دیکھو گنہ گاروں کا انجام کیا ہوا؟ ﴿النمل ۶۷۔تا۔۶۹﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَا اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ○ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ○ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ اور قَالَ کہا الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا ءَاِذَا کیا جب كُنَّا ہم ہو جائیں گے تُرٰبًا مٹی وَّ اور اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا بھی اَئِنَّا تو کیا ہم لَمُخْرَجُوْنَ البتہ نکالے جائیں گے لَقَدْ البتہ تحقیق وُعِدْنَا ہم وعدہ دیے گئے هٰذَا اس بات کا نَحْنُ ہم وَ اور اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے اِنْ نہیں ہیں هٰذَا یہ اِلَّا مگر اَسَاطِيْرُ افسانے الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں کے قُلْ کہہ دیجیے سِيْرُوْا تم سیر کرو فِي الْاَرْضِ زمین میں فَانْظُرُوْا پھر تم دیکھو كَيْفَ کیسا كَانَ ہوا عَاقِبَةُ انجام الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کا؟

ترجمہ:۔ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادے مٹی ہو چکے ہوں

گے تو کیا اس وقت واقعی ہمیں نکالا جائے گا؟۔ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے اس قسم کے وعدے پہلے بھی کیے گئے تھے، (لیکن) ان کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ قصہ کہانیاں ہیں جو پرانے زمانے کے لوگوں سے نقل ہوتی چلی آرہی ہیں۔ کہو کہ : ذرا زمین میں سفر کر کے دیکھو کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا ہے۔

تشریح:۔ان تین آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر قبروں سے نکالے جائیں گے؟

۲۔یہ وعدہ ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے۔

۳۔یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ۴۔کہہ دو کہ چلو پھرو اور دیکھو کہ گنہگاروں کا انجام کیا ہوا؟۔

جس قیامت کے یہ لوگ منکر ہیں اور اس بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں اس قیامت کے بارے میں یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ ان آیتوں میں بیان کیا جارہا ہے چنانچہ فرمایا وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا وَآبَاؤُنَا أَإِنَّا لَمُخْرَجُونَ کافروں نے کہا کہ جب ہم مر جائیں گے اور ہماری ہڈیاں، سب کچھ گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور ہم مٹی میں مل جائیں گے تو کیا اس وقت ہمیں اللہ تعالی ہماری اسی حالت پر زندہ اٹھائیگا؟ یعنی یہ کافر لوگ اس بات کو محال اور نہ ہونے والی باتیں سمجھتے ہیں اسی لئے کہہ رہے ہیں کہ ایسا ہونا تو ممکن نہیں ہے، انکی ان باتوں کو قرآن کریم کی دیگر سورتوں میں بھی بیان کیا گیا ہے جیسے سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۳۵ میں کہا گیا أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُم مُّخْرَجُونَ بھلا بتاو یہ شخص تمہیں ڈراتا ہے کہ جب تم مر جاو گے اور مٹی اور ہڈیوں میں تبدیل ہو جاو گے تو کیا تمہیں دوبارہ زمین سے نکالا جائے گا، اسی سورت کی آیت نمبر ۸۲ میں بھی کہا گیا قَالُوا أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ان لوگوں نے کہا کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیوں میں بدل جائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائیگا؟۔اسکے علاوہ سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۱۶ اور ۵۳ میں، سورۂ قصص کی آیت نمبر ۳ میں، سورۂ واقعہ کی آیت نمبر ۴۷ وغیرہ میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔

ان کافروں کی مزید باتوں کو نقل کرتے ہوئے کہا جارہا ہے لَقَدْ وُعِدْنَا هَٰذَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِن قَبْلُ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ کہ یہ باتیں اے نبی! جو آپ ہمیں کہہ رہے ہیں یہی باتیں ہم سے پہلے بھی ہمارے باپ داداؤں سے کہی جا چکی ہے لیکن اب تک ان میں سے کوئی زندہ نہیں ہوا، اس لئے ہمیں لگتا ہے بلکہ یقین ہے کہ یہ ساری باتیں بس کہانیاں ہیں جو سچ ہونے والی نہیں۔ چونکہ یہ کافر آپ علیہ السلام کی لائی ہوئی خبروں اور آپ پر اتاری ہوئی کتاب کی تکذیب کیا کرتے تھے اسی لئے بطور تنبیہ ان سے کہا جارہا ہے قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ کہ اگر تمہیں اس نبی کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین نہیں اور تم انکے رسول ہونے اور اس کتاب کے کتاب الٰہی ہونے کا انکار کرتے ہو تو ایک کام کرو کہ اپنے اطراف جو حجاز، شام اور یمن وغیرہ کی جو سرزمین

ہے وہاں کا ایک مرتبہ دورہ کرو اور ان بستیوں کا مشاہدہ کرو جہاں اللہ تعالی نے تم جیسے مجرموں اور کافروں کو تم سے پہلے سزا دے چکا ہے تو ہوسکتا ہے کہ تمہیں انکے انجام کا حال دیکھ کر اور انکی اجڑی ہوئی اور تباہ شدہ بستیوں کے نشانات دیکھ کر ہی صحیح عقل آئے اور تم مسلمان ہوجاو، قرآن کریم کی بہت ساری آیتوں میں اس طرح کا مضمون وارد ہوا ہے جیسے کہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۷، سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۱، سورۃ یوسف کی آیت نمبر ۱۰۹، سورۃ نحل کی آیت نمبر ۳۶، سورۃ حج کی آیت نمبر ۴۶ وغیرہ، میں مختلف طریقہ سے یہ مضمون بیان کیا گیا ہے' بہ کثرت اس بات کو بیان کرنے کا بس یہی مقصد ہے کہ انہیں اس سے عبرت ملے اور یہ سیدھے راستہ پر آجائیں۔

﴿درس نمبر ۱۵۵۰﴾ اے نبی! آپ ان کے حال پر غم نہ کریں ﴿النمل ۷۰۔تا۔۷۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ O وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ O قُلْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ O وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ O وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ اور لَا تَحْزَنْ آپ غم نہ کریں عَلَيْهِمْ ان پر وَ اور لَا تَكُنْ نہ آپ ہوں فِيْ ضَيْقٍ تنگی میں مِّمَّا ان سے جو يَمْكُرُوْنَ وہ سازشیں کرتے ہیں وَ اور يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں مَتٰى کب ہوگا هٰذَا یہ الْوَعْدُ وعدہ اِنْ اگر كُنْتُمْ ہو تم صٰدِقِيْنَ سچے؟ قُلْ کہہ دیجیے عَسٰى امید ہے اَنْ یہ کہ يَّكُوْنَ رَدِفَ قریب آلگا ہو لَكُمْ تمہارے بَعْضُ بعض الَّذِيْ وہ جسے تَسْتَعْجِلُوْنَ تم جلدی طلب کررہے ہو وَ اور اِنَّ بلاشبہ رَبَّكَ آپ کا رب لَذُوْ فَضْلٍ البتہ فضل والا ہے عَلَى النَّاسِ لوگوں پر وَ اور لٰكِنَّ لیکن اَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر لَا نہیں يَشْكُرُوْنَ شکر کرتے وَ اور اِنَّ بلاشبہ رَبَّكَ آپ کا رب لَيَعْلَمُ البتہ جانتا ہے مَا جو کچھ تُكِنُّ چھپاتے ہیں صُدُوْرُهُمْ ان کے سینے وَ اور مَا جو کچھ يُعْلِنُوْنَ وہ ظاہر کرتے ہیں

ترجمہ:۔ اور (اے پیغمبر) تم ان لوگوں پر غم نہ کرو اور یہ جس مکاری کا مظاہرہ کررہے ہیں، ان کی وجہ سے گھٹن محسوس نہ کرو۔ یہ (تم سے) یوں کہتے ہیں کہ: یہ وعدہ کب پورا ہوگا، اگر تم سچے ہو؟۔ کہہ دو کہ: کچھ بعید نہیں ہے کہ جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو، اس کا کچھ حصہ تمہارے بالکل پاس آلگا ہو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پروردگار لوگوں پر بہت فضل کرنے والا ہے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اور یقین رکھو کہ تمہارا پروردگار وہ ساری باتیں بھی جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں، اور وہ باتیں بھی جو وہ علانیہ کرتے ہیں۔

تشریح: ۔ان پانچ آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔اے نبی! آپ ان کے حال پر غم نہ کریں۔

۲۔ان کی چالوں سے جو یہ کر رہے ہیں تنگ دل نہ ہوں۔

۳۔ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟۔

۴۔ کہہ دو کہ جس عذاب کے لئے تم جلدی کر رہے ہو اس میں سے کچھ تمہارے نزدیک آپہنچا ہے۔

۵۔تمہارا رب تو لوگوں پر فضل کرنے والا ہے۔ ۶۔ان میں سے اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

۷۔جو باتیں ان کے سینے میں پوشیدہ ہوتی ہیں اور جو کام وہ ظاہر کرتے ہیں آپ کا رب ان سب کو خوب جانتا ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اے نبی! ان مشرکوں کو لاکھ سمجھانے کے باوجود بھی یہ لوگ آپ کا کہنا نہیں مانتے، آپ کے خلاف سازشیں کرتے ہیں، مکروفریب کرتے ہیں اور آپ سے اعراض کرتے ہیں تو آپ ان باتوں سے غمگین نہ ہوں اور نہ ہی اسکا کوئی غم اپنے دل میں رکھیں کہ جس سے آپ کو تکلیف ہو، یقیناً اللہ آپ کے ساتھ ہے جو آپ کی حفاظت فرمائے گا اور ان کے مکر سے محفوظ رکھے گا، سورۂ آل عمران میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یوں تسلی دی وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں ان سے آپ غمگین نہ ہوں (آل عمران ۱۷۶) ، اسی طرح سورۂ مائدہ میں فرمایا گیا يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ اے پیغمبر! جو لوگ کفر میں جلدی دکھا رہے ہیں وہ آپ کو غم میں مبتلا نہ کریں، اسی طرح سورۂ یونس کی آیت نمبر ۶۵ میں، سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۲۳ میں، سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۷۶ وغیرہ میں بھی آپ کو تسلی دی گئی کہ ان کفار کی حرکتوں سے آپ غمگین نہ ہوں ان کی تو عادت ہے انبیاء کرام علیہم السلام کو تنگ کرنے کی یہ لوگ آخرت سے متعلق مذاق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ قیامت جس سے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں آخر کب آئے گی اور اللہ رب العزت کا یہ وعدہ کب پورا ہوگا ہمیں بتلا بھی دو اگر آپ اپنی ان باتوں میں سچے ہو؟ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ان کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا قُلْ عَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ اے نبی! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ آخرت کا عذاب تو تمہیں ملنا ہی ہے لیکن دنیا میں تم لوگ جس عذاب کی جلدی مچا رہے ہو ہوسکتا ہے کہ وہ عذاب تمہارے بہت قریب ہو اور تم اس سے غافل ہو، چنانچہ دنیا میں وہ عذاب بہت جلد ان پر آ گیا کہ جنگ بدر میں ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنا لیا گیا، اور آپ کا رب تو بڑا فضل والا ہے کہ وہ لوگوں پر عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں کرتا، اس کے باوجود بھی اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے اور لوگوں کے دلوں میں جو باتیں چھپی رہتی ہیں اور وہ باتیں جو یہ لوگ ظاہر کرتے ہیں ان سب کو وہ اللہ جانتا ہے سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ جو تم میں سے چپکے سے

بات کرے یا پھر زور سے اسکے نزدیک سب برابر ہے، (الرعد ۱۳)، اسی طرح سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۷ میں بھی فرمایا گیا یَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفٰی وہ چھپی اور ظاہر دونوں باتوں کو جانتا ہے، لہٰذا تم اپنے دلوں میں جو مکر اور بغض پالے ہوئے ہو اسکی اللہ تعالیٰ کو پوری خبر ہے اور وہ اپنے رسول کو اس حقیقت سے آگاہ کردے گا۔

ہر چیز کتابِ روشن میں لکھی ہوئی ہے

﴿درس نمبر ۱۵۵۱﴾ ﴿النمل ۷۵۔تا۔۷۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمَا اور نہیں مِنْ غَآئِبَةٍ کوئی پوشیدہ چیز فِي السَّمَآءِ آسمان میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ مگر وہ ہے واضح کتاب میں اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ بلاشبہ یہ قرآن يَقُصُّ بیان کرتا ہے عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل پر اَكْثَرَ الَّذِيْ اکثر وہ کہ هُمْ فِيْهِ وہ ان میں يَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے ہیں وَاِنَّهٗ اور بلاشبہ یہ لَهُدًى البتہ ہدایت وَّرَحْمَةٌ اور رحمت ہے لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے لیے اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب يَقْضِيْ فیصلہ کرے گا بَيْنَهُمْ ان کے درمیان بِحُكْمِهٖ اپنے حکم سے وَهُوَ اور وہی ہے الْعَزِيْزُ نہایت غالب الْعَلِيْمُ خوب جاننے والا

ترجمہ:۔ اور آسمانوں اور زمین میں کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے مگر (وہ) کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے ۝ بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں بیان کردیتا ہے ۝ اور بیشک یہ مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے ۝ تمہارا رب (قیامت کے روز) ان میں اپنے حکم سے فیصلہ کردے گا اور وہ غالب (اور) علم والا ہے۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آسمانوں اور زمین میں کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے مگر (وہ) کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے
۲۔ بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں بیان کردیتا ہے
۳۔ بیشک یہ مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے
۴۔ تمہارا رب (قیامت کے روز) ان میں اپنے حکم سے فیصلہ کردے گا
۵۔ وہ (اللہ) غالب (اور) علم والا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جتنی چیزیں ہماری نگاہوں سے غائب ہیں اور چھپی ہوئی ہیں وہ ساری چیزیں اور ان ساری چیزوں کی ساری تفصیلات لوحِ محفوظ میں موجود اور محفوظ ہیں۔ ہر وہ واقعہ اور حادثہ جو ہو گیا وہ بھی لوحِ محفوظ میں ہے اور جو کچھ بھی قیامت کے دن تک ہوگا وہ بھی لوحِ محفوظ میں موجود اور محفوظ ہے۔

یہاں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ انسان جتنے اعمال کرتا ہے چاہے ہو اچھے ہوں یا برے، چھوٹے ہوں یا بڑے، سارے اعمال اور ان کی جزا اور سزا کی ساری تفصیلات رب والجلال کے سرکاری دفتر میں محفوظ ہیں۔ یہی حقیقت وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ کے ذریعہ بتلادی گئی کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے مگر وہ کتاب روشن یعنی لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ یہاں کتابِ مبین سے مراد قرآنِ مجید نہیں بلکہ وہ نامۂ اعمال ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔ سورۃ الحج کی آیت نمبر ۷۰ میں بھی یہ حقیقت یوں بیان کی گئی اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ کیا تم نہیں جانتے کہ آسمان اور زمین کی تمام چیزیں اللہ کے علم میں ہیں؟ یہ سب باتیں ایک کتاب میں محفوظ ہیں۔ بیشک یہ سارے کام اللہ کے لئے بہت آسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کیلئے دنیا جہاں کی ساری معلومات کو از اول تا آخر کسی رجسٹر میں محفوظ رکھنا مشکل کام نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کیلئے آسان ہے۔ سورۃ لقمان کی آیت نمبر ۱۶ میں اس حقیقت کی وضاحت حضرت لقمان علیہ السلام کی زبانی یوں بیان کی گئی : يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ (لقمان نے یہ بھی کہا کہ) بیٹا! اگر کوئی عمل (بالفرض) رائی کے دانے کے برابر بھی (چھوٹا) ہو اور ہو بھی کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں (مخفی ہو) یا زمین میں، اللہ اس کو قیامت کے دن لا موجود کرے گا کچھ شک نہیں کہ اللہ باریک بین (اور) خبردار ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ رسولِ رحمت ﷺ کے زمانہ میں ایک طرف کفار و مشرکین تھے تو دوسری جانب یہود و نصاریٰ تھے جو اہلِ کتاب تھے۔ اللہ کے نبی ﷺ کو وحی کے ذریعہ بہت سی ایسی باتیں بتلائی گئیں جن میں خود یہود کو اختلاف تھا۔ رسولِ رحمت ﷺ اگرچہ کہ بنی اسرائیل کے دور میں اس دنیا میں موجود نہیں تھے اور آپ ﷺ امی تھے، مگر اس کے باوجود آپ ﷺ کی زبانی اس قرآنِ مجید میں ان واقعات کی حقیقت کھول کھول کر رکھ دی گئی جن کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا، جن امور میں بنی اسرائیل میں اختلاف تھا قرآنِ مجید کے ذریعہ نبی رحمت ﷺ کی زبانی دو اور دو چار کی طرح صاف صاف بتلادیا گیا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے اور حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے؟ جن باتوں میں بنی اسرائیل کے علماء غلط فہمیوں کا شکار تھے اور تورات و انجیل میں جان بوجھ کر یا بے جانے بوجھے تحریف

کیا تھا۔ قرآنِ مجید نے موقع بموقع ان امور کے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے حق کو واضح کر دیا اور جن حقیقتوں کو بنی اسرائیل نے فراموش کر دیا تھا انہیں قرآنِ مجید نے پھر سے واضح اور روشن کر دیا۔ قرآنِ مجید کی سچائی نے اور حقیقت پر مبنی باتوں نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ حق پر تو رسولِ رحمت ﷺ ہیں اور ابوجہل اور ابولہب جیسے لوگ باطل پر ہیں۔ حق پر تو خاتم النبیین محمد عربی ﷺ ہیں اور باطل پر وہ یہود و نصاریٰ ہیں جنہوں نے آسمانی کتابوں یعنی تورات و انجیل کی شکل بدل ڈالی۔ اس حقیقت کو اس آیت میں یوں بیان کیا گیا کہ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں بیان کر دیتا ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہود و نصاریٰ نے غلو سے کام لیا۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بہتان باندھا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت میں غلو کیا اور ان کو اللہ کا بیٹا بنالیا۔ قرآنِ مجید جو حق اور انصاف اور اعتدال پر مبنی کتاب ہے اس نے یہ فیصلہ کن حقیقت بیان کر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وہ اللہ کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ویسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا، فرق یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں اور باپ کے پیدا کئے گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام میں روح پھونکی اور اپنی قدرت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ (آل عمران ۵۹) عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک آدم کا سا ہے۔

قرآنِ مجید کی دو صفتیں یہاں بیان کی گئی ہیں وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ پہلی صفت یہ کہ یہ قرآن ہدایت ہے یعنی جو کوئی قرآنِ مجید کو اپنی زندگی کا دستور بنالیتا ہے قرآنِ مجید اسے سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور یہ قرآنِ مجید ایمان والوں کیلئے رحمت بھی ہے کہ جو ایمان والے اس قرآنِ مجید سے استفادہ کرتے ہیں اور اس سے نفع حاصل کرتے ہیں وہ قرآنِ مجید ان ایمان والوں کے لئے رحمت بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر ظلم نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ انصاف اور احسان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ راہِ حق پر رہنے والوں اور غلطی اور گمراہی پر رہنے والوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔ قرآنِ مجید کو تھامنے والے، اس کی تلاوت کرنے والے، اس کے معنی اور مطلب کو سمجھنے والے اور اس پر غور و فکر اور تدبر کرنے والے اس حقیقت کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ غالب ہے اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا وہ علیم بھی ہے کہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۵۲﴾ **ہم ان کیلئے زمین میں سے ایک جانور نکالیں گے** ﴿النمل ۷۹-تا-۸۲﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ O اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ O وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ O وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَتَوَكَّلْ لہٰذا آپ توکل کریں عَلَى اللّٰهِ اللہ پر اِنَّكَ بلاشبہ آپ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ صریح حق پر ہیں اِنَّكَ یقیناً آپ لَا تُسْمِعُ نہیں سنا سکتے الْمَوْتٰى مُردوں کو وَلَا تُسْمِعُ اور نہیں سنا سکتے آپ الصُّمَّ الدُّعَآءَ بہروں کو پکار اِذَا وَلَّوْا جب وہ پھر جائیں مُدْبِرِيْنَ پیٹھ پھیر کر وَمَآ اَنْتَ اور آپ نہیں بِهٰدِى راہ پر لانے والے الْعُمْىِ اندھوں کو عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ان کی گمراہی سے اِنْ تُسْمِعُ آپ نہیں سنا سکتے اِلَّا مَنْ مگر اسی شخص کو جو يُّؤْمِنُ ایمان لاتا ہے بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ تو وہی ہیں فرمانبردار وَاِذَا اور جب وَقَعَ الْقَوْلُ عذاب واقع ہوگا عَلَيْهِمْ ان پر اَخْرَجْنَا ہم نکالیں گے لَهُمْ ان کے لیے دَآبَّةً ایک جانور مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے تُكَلِّمُهُمْ وہ ان سے کلام کرے گا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بیشک لوگ تھے وہ بِاٰيٰتِنَا آیتوں پر لَا يُوْقِنُوْنَ یقین نہیں رکھتے

ترجمہ:۔ تو اللہ پر بھروسا رکھو تم تو صریح حق پر ہو O کچھ شک نہیں کہ تم مُردوں کو (بات) نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر پھر جائیں آواز سنا سکتے ہو O اور نہ اندھوں کو گمراہی سے (نکال کر) رستہ دکھا سکتے ہو تم تو انہی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ فرمانبردار ہو جاتے ہیں O اور جب ان کے بارے میں (عذاب کا) وعدہ پورا ہوگا تو ہم اُن کیلئے زمین میں سے ایک جانور نکالیں گے جو اُن سے بیان کر دے گا اس لئے کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ پر بھروسا رکھو ۲۔ تم تو صریح حق پر ہو

۳۔ کچھ شک نہیں کہ تم مُردوں کو (بات) نہیں سنا سکتے

۴۔ نہ بہروں کو جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر پھر جائیں آواز سنا سکتے ہو

۵۔ اور نہ اندھوں کو گمراہی سے (نکال کر) رستہ دکھا سکتے ہو

۶۔تم تو انہی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ فرمانبردار ہو جاتے ہیں
۷۔جب ان کے بارے میں (عذاب کا) وعدہ پورا ہوگا تو ہم اُن کیلئے زمین میں سے ایک جانور نکالیں گے جو اُن سے بیان کر دے گا
۸۔اس لئے کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے

توکّل مومن کا وہ عظیم سرمایہ ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے مستقبل کے مشکل کاموں کو آسان بنا سکتا ہے، مایوسی کے لڑکھڑاتے قدموں میں استقامت کی قوت اسی توکل سے پیدا ہوتی ہے، اپنے سے نہ ہونے اور رب سے اسی کام کے ہونے کا نام توکل ہے اور اس یقین کا نام توکل ہے کہ میرا پروردگار میری ہر مشکل کو آسانی میں بدلنے کی قوت و طاقت رکھتا ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کو اسی لئے بار بار یہ حکم قرآنِ مجید کی متعدد آیات کے ذریعہ دیا گیا کہ پیغمبر! آپ اللہ پر بھروسہ رکھئے۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۹ میں کہا گیا فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔ سورۃ نساء کی آیت نمبر ۸۱ میں کہا گیا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ پیغمبر! آپ ان منافقین سے منہ پھیر لیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ مخالفانہ ہوائیں جب چلیں تو ایک مومن کیلئے یہی توکل مضبوط سہارا بن جاتا ہے، اسی لئے ایمان والوں کو حکم دیا گیا کہ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (آل عمران ۱۶۰) ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ سے یہ کہا جا رہا ہے کہ پیغمبر! اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ یقیناً آپ صریح حق پر ہیں۔ یعنی آپ جس دین اور طریقہ پر ہیں دین خوب واضح اور حق ہے اور جو حق اختیار کر لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا حقدار رہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے حق پر قائم شخص یا جماعت کی حفاظت کی جاتی ہے۔ یہاں رسولِ رحمت ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کافروں کے مقابلہ میں عنقریب آپ کی ضرور مدد کی جائے گی

جب رسولِ رحمت ﷺ نے اہلِ مکہ کے سامنے دینِ حق کی دعوت دی اور ان کافروں اور مشرکوں نے آپ کی بات کو تسلیم نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کافروں اور مشرکوں کو مردوں اور بہروں سے تعبیر کیا کہ جو لوگ آپ کے پیغام کو سنتے نہیں ہیں اور سنی ان سنی کر دیتے ہیں ایسے لوگ تو مردے اور بہرے ہیں اور اے پیغمبر! آپ ان مردوں کو سن نہیں سکتے اور جب یہ لوگ پیٹھ پھیر کر چلے جائیں تو ایسے بہروں کو آپ اپنی آواز سنا بھی نہیں سکتے اور یہ نہ صرف یہ کہ مردوں اور بہروں کی طرح ہیں بلکہ یہ اندھے بھی ہیں اور ان اندھوں کو آپ راستہ دکھا بھی نہیں سکتے۔ اب ان مردوں، بہروں اور اندھوں سے اس بات کی امید ہی نہیں ہے کہ وہ آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور آپ کی اتباع کریں۔ یہ مشرکین اس لئے اندھوں اور بہروں کی طرح ہیں کہ ان کے سامنے آسمانی کتاب کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے مگر یہ ان آیتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور جس ایمان کی طرف ان کی رہنمائی کی جا رہی ہے یہ اس طرف یہ

دیکھتے ہی نہیں، اس لئے کہ یہ تو پیٹھ پھیر کر اس دینِ حق سے بھاگ رہے ہیں۔

پیغمبر! اب آپ اپنی طاقت وتوانائی کو ان سرکش کافروں اور مشرکوں پر مت لگائیے بلکہ اب آپ اپنا رخ ان ایمان والوں کی جانب کیجئے جو آپ کے ہر پیغام پر لبیک کہتے ہیں اور آپ کے ہر حکم کو بجالاتے ہیں اور آپ کیلئے اپنی جان فدا کردیتے ہیں اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ آپ تو بس انہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لے آتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد آپ کی فرمانبرداری میں لگ جاتے ہیں۔

علاماتِ قیامت میں ایک علامت جانور کا نکلنا بھی ہے۔ مسند احمد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مذکور ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ (۱) سورج کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا (۲) دخان یعنی دھوئیں کا نکلنا (۳) دَآبَّة یعنی جانور کا نکلنا (۴) یاجوج ماجوج کا نکلنا (۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول (۶) دجال کا ظہور، ساتواں، آٹھواں اور نواں، تین مرتبہ گرہن لگنا، ایک مغرب میں دوسرا مشرق میں تیسرا جزیرۃ العرب میں (۱۰) ایک آگ جو عدن سے نکلے گی اور سب لوگوں کو گھیر کر میدان محشر کی طرف لے جائے گی جہاں لوگ رات کو ٹھہریں گے، یہ آگ بھی ٹھہر جائے گی، زمین سے جو جانور نکلے گا وہ لوگوں سے بات بھی کرے گا۔

﴿درس نمبر ۱۵۵۳﴾ قیامت کے دن مجرموں کی بولتی بند ہوجائے گی ﴿النمل ۸۳۔تا۔۸۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ وَقَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَيَوْمَ اور جس دن نَحْشُرُ ہم اکٹھا کریں گے مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ہر امت میں سے فَوْجًا ایک گروہ مِّمَّنْ ان لوگوں میں سے جو يُّكَذِّبُ جھٹلاتے تھے بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو فَهُمْ پھر وہ يُوْزَعُوْنَ روکے جائیں گے حَتّٰٓى یہاں تک کہ اِذَا جَآءُوْا جب وہ آجائیں گے قَالَ کہے گا اَكَذَّبْتُمْ کیا تم نے جھٹلایا تھا بِاٰيٰتِيْ میری آیتوں کو وَلَمْ تُحِيْطُوْا جب تم نے احاطہ نہیں کیا تھا بِهَا ان کا عِلْمًا علم سے اَمَّا ذَا یا کیا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے رہے تھے وَوَقَعَ اور واقع ہوجائے گا الْقَوْلُ قول عَلَيْهِمْ ان پر بِمَا بوجہ اس کے جو ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا فَهُمْ پھر وہ لَا يَنْطِقُوْنَ بول نہیں سکیں گے

ترجمہ:۔ اور جس روز ہم ہر اُمت میں سے اس گروہ کو جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے

تھے تو اُن کی جماعت بندی کی جائے گی O یہاں تک کہ جب (سب) آجائیں گے تو (اللہ) فرمائے گا کہ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور تم نے (اپنے) علم سے ان پر احاطہ تو کیا ہی نہ تھا بھلا تم کیا کرتے تھے؟ O اور ان کے ظلم کے سبب ان کے حق میں وعدۂ عذاب پورا ہو کر رہے گا تو وہ بول بھی نہ سکیں گے۔

تشریح:۔ ان آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جس روز ہم ہر اُمت میں سے اس گروہ کو جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے

۲۔ تو اُن کی جماعت بندی کی جائے گی

۳۔ یہاں تک کہ جب (سب) آجائیں گے تو (اللہ) فرمائے گا کہ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا

۴۔ تم نے اپنے علم اس کا احاطہ بھی نہیں تھا ۵۔ بھلا تم کیا کرتے تھے؟

۶۔ ان کے ظلم کے سبب ان کے حق میں وعدۂ عذاب پورا ہو کر رہے گا تو وہ بول بھی نہ سکیں گے

پچھلی آیت میں قیامت کی ایک علامت کا ذکر ہوا یعنی دابہ یعنی جانور کا نکلنا۔ یہاں قیامت اور حشر کا ذکر کیا جارہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر امت میں سے ان رئیسوں کو جمع کریں گے جو دنیا میں ظلم کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور اس کے رسولوں کو بھی جھٹلاتے تھے۔ میدانِ محشر میں اس قدر ہجوم کی کثرت ہوگی کہ اگلوں کو پچھلوں کے ساتھ کرنے کے لئے روکا جائے گا تاکہ وہ سب ایک ساتھ ہو کر چلیں جس طرح چرواہا جانوروں کو روک روک کر چلتا ہے اسی طرح فرشتے ان لوگوں کو روک روک کر ایک ساتھ لے چلیں گے۔ جب یہ لوگ جمع ہو جائیں گے اور حساب، تحقیق اور تفتیش کیلئے اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے کر دیئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان مجرموں کو خاموش کرنے اور انہیں ڈانٹ ڈپٹ کیلئے کہیں گے کہ کیا تم نے میری ان آیتوں کو جھٹلایا جو آیتیں آج کے دن کی ملاقات پر دلالت کرتی تھیں؟ اور تم نے جو جھٹلایا تھا بغیر کسی تحقیق اور بغیر غور وفکر کے ایک دم جھٹلا دیا تھا جبکہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانا بہت بڑا جرم ہے اور بغیر سوچے سمجھے ایک دم جھٹلا دینا یہ تو جرم بالائے جرم ہے۔ تم نے ان آیتوں پر غور وفکر ہی نہیں کیا جن آیتوں کی تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی تھی۔ اگر تم ان آیتوں پر غور وفکر کرتے تو تم اس حق کو پالیتے جو تمہارے سامنے پیش کیا گیا تھا۔؟ تم نے نہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر غور کیا اور نہ نبیوں اور رسولوں کی رسالت ونبوت پر غور کیا اور نہ ہی آخرت اور قیامت کے واقع ہونے کے بارے میں غور کیا اور پہلے مرحلہ ہی میں ایک دم تم نے اس دین حق کو ہی صاف طور پر جھٹلا دیا، اس بات پر نظر رکھے بغیر کہ اس طرح جھٹلانے کا انجام کیا ہوگا؟

قیامت کے دن ساری انسانیت کے جمع کئے جانے اور بالخصوص مشرکوں کے سرغنوں کے جمع کئے جانے کا ذکر قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں موجود ہے۔ سورۃ الانعام کی ایت نمبر ۲۲ میں ہے **وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا**

ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم ان تمام مخلوقات کو جمع کریں گے پھر ہم مشرکین سے کہیں گے کہ تمہارے وہ شرکاء جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے کہاں گئے؟ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۲۸ میں کہا گیا وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کرے گا۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۲۸ میں کہا گیا وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو تو ہم اُن میں تفرقہ ڈال دیں گے اور اُن کے شریک (اُن سے) کہیں گے کہ تم ہمیں تو نہیں پوجا کرتے تھے۔ سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۲۵ میں کہا گیا وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۚ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ اور تمہارا رب (قیامت کے دن) اُن سب کو جمع کرے گا وہ بڑا دانا (اور) خبردار ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۹۷ میں بروز قیامت جمع کئے جانے کی کیفیت یوں بیان کی گئی وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۚ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا اور ہم اُنہیں قیامت کے دن منہ کے بل اس طرح اکٹھا کریں گے کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جب کبھی اُس کی آگ دھیمی ہونے لگے گی ہم اُسے اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔

اس کے بعد ان ظالموں پر ان کے ظلم کی پاداش میں وہ عذاب واقع ہو جائے گا، اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا تھا اور کفر کیا تھا۔ ان مجرموں کو بولنے کا بھی موقع نہیں دیا جائے گا۔ وہ اس دن عذر و معذرت بھی نہیں کرسکیں گے۔ سورۂ مرسلٰت کی آیت نمبر ۳۵ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ یہ ایسا دن ہے کہ وہ بول نہیں پائیں گے۔

﴿درس نمبر ۱۵۵۴﴾ رات کو آرام کا سبب اور دن کو روشن بنا دیا ﴿النمل ۸۶ تا ۸۸﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۚ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۝ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلَمْ کیا نہیں يَرَوْا انہوں نے دیکھا اَنَّا جَعَلْنَا کہ بے شک ہم نے بنایا الَّيْلَ رات کو

لِيَسۡكُنُوۡا تاکہ وہ آرام کریں فِيۡهِ اس میں وَالنَّهَارَ اور دن کو مُبۡصِرًا دکھلانے والا اِنَّ بلاشبہ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ اس میں نشانیاں ہیں لِّقَوۡمٍ ان لوگوں کے لیے جو يُّؤۡمِنُوۡنَ ایمان لاتے ہیں وَيَوۡمَ اور جس دن يُنۡفَخُ پھونکا جائے گا فِي الصُّوۡرِ صور میں فَفَزِعَ تو گھبرا جائے گا مَنۡ جو کوئی ہے فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَمَنۡ اور جو کوئی ہے فِي الۡاَرۡضِ زمین میں اِلَّا مَنۡ سوائے اس کے جسے شَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہے وَكُلٌّ اور سب اَتَوۡهُ آئیں گے اس کے پاس دٰخِرِيۡنَ ذلیل ہو کر وَتَرَى اور آپ دیکھیں گے الۡجِبَالَ پہاڑوں کو تَحۡسَبُهَا آپ ان کو گمان کریں گے جَامِدَةً جمے ہوئے وَّهِيَ جبکہ وہ تَمُرُّ چل رہے ہوں گے مَرَّ السَّحَابِ بادلوں کے چلنے کی طرح صُنۡعَ اللّٰهِ اللہ کی کاری گری ہے الَّذِيۡۤ اَتۡقَنَ جس نے پختہ بنایا كُلَّ شَيۡءٍ ہر ایک چیز کو اِنَّهٗ بلاشبہ وہ خَبِيۡرٌ خوب خبردار ہے بِمَا اس کے ساتھ جو تَفۡعَلُوۡنَ تم کرتے ہو

ترجمہ:۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو (اس لئے) بنایا ہے کہ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن (بنایا ہے کہ اس میں کام کریں) بیشک اس میں مومن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں O اور جس روز صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں سب گھبرا اٹھیں گے مگر وہ جسے اللہ چاہے اور سب اس کے پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے O اور تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو تو خیال کرتے ہو کہ (اپنی جگہ پر) کھڑے ہیں مگر وہ (اس روز) اس طرح اڑتے پھریں گے جیسے بادل اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا بیشک وہ تمہارے سب افعال سے باخبر ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو (اس لئے) بنایا ہے کہ اس میں آرام کریں
۲۔ دن کو روشن (بنایا ہے کہ اس میں کام کریں)
۳۔ بیشک اس میں مومن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں
۴۔ جس روز صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں سب گھبرا اٹھیں گے
۵۔ مگر وہ جسے اللہ چاہے ۶۔ سب اس کے پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے
۷۔ تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو تو خیال کرتے ہو کہ (اپنی جگہ پر) کھڑے ہیں
۸۔ مگر وہ (اس روز) اس طرح اڑتے پھریں گے جیسے بادل (یہ) اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا
۹۔ بیشک وہ تمہارے سب افعال سے باخبر ہے۔

قادرِ مطلق نے اپنی قدرت سے دن اور رات کا وہ نفع بخش نظام بنایا ہے جس نظام کی وجہ سے اس کی مخلوق سکون و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو اس کی مخلوق کی نفع رسانی کیلئے مسخر کر دیا اور

اس کام میں لگا دیا کہ وہ اپنے مقررہ وقت میں طلوع اور مقررہ وقت میں غروب ہو۔ سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۳۸ میں یہی بات یوں کہی گئی وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ اور سورج کے لئے جو مقررہ راہ ہے وہ اس پر چلتا ہے یہ ہے مقرر کردہ غالب باعلم اللہ تعالیٰ کا سورج کی اس گردش کے حساب سے دن اور رات کا یہ نظام جڑا ہوا ہے اور دن اور رات کا یہ مفید ترین نظام رب ذوالجلال کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک ہے جس کو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۴ میں یوں ظاہر کیا گیا اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر رواں ہیں اور بادل جس کو اللہ تعالیٰ آسمان سے برساتا اور اُس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہونے کے بعد سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں (ان سب میں) عقلمندوں کے لئے (اللہ تعالیٰ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔

انسان اگر اس بات پر غور کرے تو وہ دن اور رات کی افادیت کو بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اگر دنیا میں رات ہی رات ہوتی اور دن نہ ہوتا یا اس کے برعکس دن ہی دن ہوتا اور رات نہ ہوتی تو اس کا سب سے زیادہ اثر اس کے دل و دماغ پر ہوتا اور وہ اپنے گھر میں نہیں بلکہ پاگل خانے میں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جو اپنی مخلوق کی محدود طاقت اور اس کی کمزوری دونوں سے واقف ہے اس نے اپنی مخلوق پر رحم کرتے ہوئے دن اور رات کا وہ نفع بخش نظام بنایا کہ آدمی دن کی روشنی میں اللہ کا فضل تلاش کرتا ہے اور روزی روٹی کی فکر میں تگ و دو کرتا ہے اور جب رات ہوتی ہے تو وہ رات کی اندھیری اور خاموشی میں دن بھر کی تھکان اتارتا ہے اور گہری نیند سو کر جب اٹھتا ہے تو وہ سکون محسوس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اسی نعمت کی جانب اپنے بندوں کو متوجہ کر رہے ہیں کہ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو اس لئے بنایا ہے کہ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن کیا کہ اس میں کام کریں۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۶۷ میں بھی رات اور دن کی اس افادیت کا یوں تذکرہ کیا گیا هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور پر بنایا کہ دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۷۳ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اسی نے تو تمہارے لئے اپنے فضل و کرم سے دن رات مقرر کر دیئے ہیں کہ تم رات میں آرام کرو اور دن میں اس کی بھیجی ہوئی روزی تلاش کرو یہ اس لئے کہ تم شکر ادا کرو۔ مومن و مسلمان اگر رات اور دن کے اس نظام پر غور وفکر کرے تو اس میں قدرت کی نشانیاں موجود ہیں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ کے ذریعہ یہی بات بتلائی گئی ہے۔

قیامت کے دن کا ایک اہم مرحلہ صور میں پھونک مارنا ہے جس کا ذکر یہاں کیا گیا اور اس دن کو یاد کرنے کا حکم دیا جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی۔ قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں قیامت کے دن صور پھونکے جانے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۷۳ میں کہا گیا وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ اور ساری حکومت خاص اسی کی ہوگی جب کہ صور میں پھونک ماری جائے گی۔ سورۃ الکھف کی آیت نمبر ۹۹ میں کہا گیا وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا اور صور پھونک دیا جائے گا پس سب کو اکٹھا کر کے ہم جمع کر لیں گے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۰۲ میں کہا گیا يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا جس دن صور پھونکا جائے گا اور گنہگاروں کو ہم اس دن دہشت کی وجہ سے نیلی پیلی آنکھوں کے ساتھ گھیر لائیں گے۔ سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۱۰۱ میں کہا گیا فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ پس جبکہ صور پھونک دیا جائے گا اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے نہ آپس کی پوچھ گچھ۔

یہاں صور پھونکے جانے سے جو کیفیت آسمان وزمین کے سارے لوگوں میں ہوگی وہ یوں بیان کی گئی کہ سب کے سب آسمان والے اور زمین والے گھبرا اٹھیں گے، مگر جسے اللہ چاہے۔ اللہ کے کچھ ایسے بندے بھی ہوں گے کہ صور کے پھونکے جانے کے باوجود ان میں گھبراہٹ اور بے چینی نہیں ہوگی، ان کے دلوں پر سکون کی کیفیت ہوگی، کوئی خوف اور گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ صور کے سلسلہ میں مفسرین نے یہ بات لکھی ہے کہ جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو ہر چیز فنا ہو جائے گی سارے انسان مر جائیں گے اور جو پہلے مر چکے تھے ان کی روحوں پر ایک قسم کی مدہوشی طاری ہو جائے گی، البتہ چاروں فرشتوں یعنی جبرئیل، میکائیل، عزرائیل اور اسرافیل اور ان پر مقرر ملائکہ اس مدہوشی سے محفوظ رہیں گے اور اس نفخہ میں پہاڑ بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے، پھر جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو ساری روحیں ہوش میں آجائیں گی اور ساری روحیں اپنے اپنے بدن سے وابستہ ہو جائیں گی اور حشر برپا ہوگا۔

یہاں یہ بات بھی کہی جارہی ہے کہ یہ سب کچھ اس اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے اور ہر چیز کی کاریگری میں حکمتیں پوشیدہ ہیں وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ کے ذریعہ یہ بات بتلائی گئی ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص میدانِ محشر کی جانب اللہ کے سامنے سوال وحساب کے لئے آئے گا تو عاجزی وانکساری کے ساتھ آئے گا جیسا کہ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۹۳ میں کہا گیا کہ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا

آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوقات رب ذوالجلال کے سامنے بندہ بن کر آئیں گے، ان سب کی حیثیتیں اور ان کے دبدبے ختم ہو چکے ہوں گے۔

﴿درس نمبر ۱۵۵۵﴾ نیکی لے کر آنے والے کیلئے اس سے بہتر بدلہ ﴿النمل ۸۹۔۹۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ○ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ جو شخص نیکی لائے گا فَلَهٗ تو اس کیلئے خَيْرٌ بہت بہتر ہوگا مِّنْهَا اس سے وَهُمْ اور وہ لوگ مِّنْ فَزَعٍ گھبراہٹ سے يَّوْمَئِذٍ اس دن اٰمِنُوْنَ بےخوف ہوں گے وَمَنْ اور جو شخص جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ برائی لائے گا فَكُبَّتْ تو اوندھے کردیئے جائیں گے وُجُوْهُهُمْ ان کے منہ فِي النَّارِ آگ میں هَلْ تُجْزَوْنَ تم سزا نہیں دیئے جاؤ گے اِلَّا مَا مگر اسی کی جو کچھ كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے تھے

ترجمہ:۔ جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اُس کیلئے اُس سے بہتر (بدلہ تیار) ہے اور ایسے لوگ (اس روز) گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے ○ اور جو بُرائی لے کر آئے گا تو ایسے لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے تم کو تو ان ہی اعمال کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے رہے ہو۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اُس کیلئے اُس سے بہتر (بدلہ تیار) ہے

۲۔ ایسے لوگ (اس روز) گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے

۳۔ جو بُرائی لے کر آئے گا تو ایسے لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے

۴۔ تم کو تو ان ہی اعمال کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کو بھلائیوں اور برائیوں کے درمیان رکھا ہے اور انسان اپنی مرضی کے مطابق کبھی برائی کی زندگی کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو کبھی اللہ کی مرضی کے مطابق نیکیوں کی جانب اپنا رخ کر لیتا ہے۔ جس نے عقلمندی سے کام کیا اور نیکیاں لے کر اپنے رب کے حضور پہنچا اس کے لئے تو خیر ہی خیر ہے اور جس نے رب ذوالجلال کی دی ہوئی عقل کا استعمال نہیں کیا اور برائیاں لے کر اپنے رب کے حضور پہنچا تو اس کا حشر تو یہی ہوگا کہ اس کے چہرے کو اوندھا کر دیا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ یہی حقیقت اس آیت میں بیان کی گئی کہ جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لئے اس سے بہتر بدلہ تیار رہے گا اور ایسے لوگ قیامت کے دن گھبراہٹ اور

بے چینی سے محفوظ رہیں گے اور جو برائی لے کر آئے گا تو ایسے لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اللہ کے بندوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے رب کے حضور اپنے ایمان ویقین کے ساتھ جائیں اور اس یقین میں ڈوب کر زندگی بسر کریں کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور نیک اعمال کو اپنا وظیفہ بنالے تو اللہ تعالیٰ کی رحیمانہ صفت یہ ہے کہ وہ ایسے نیک بندوں کو اپنی شایانِ شان اس کو بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائیں گے۔ دنیا میں ایسے نیک اعمال کرنے والے قیامت کے دن کی اس بڑی گھبراہٹ سے محفوظ و مامون رہیں گے۔ ان پر قیامت کے دن کے عذاب کا خوف طاری نہیں ہوگا۔ وہ بڑے امن اور چین وسکون کے ساتھ رہیں گے۔ یہ ان کے ایمان اور نیک اعمال کا بدلہ ہوگا جو انہیں دیا جائے گا۔ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۱۰۳ میں یہی بات کہی گئی کہ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ بڑی گھبراہٹ انہیں غم میں مبتلا نہیں کرے گی۔

یہاں جو حَسَنَةٌ کہا گیا اس حَسَنَةٌ سے مراد ایمان اور اعمالِ صالحہ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حَسَنَةٌ سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ ہے کہ جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ یعنی توحید لے کر رب ذوالجلال کے دربار میں پہنچے گا اور جس نے شرک کا ارتکاب کیا اور گناہوں میں ڈوبا رہا اور جس نے اس حالت میں اپنے پروردگار سے ملاقات کی کہ کفر وشرک اور معاصی میں زندگی گزار دی جس کی برائیاں اس کی نیکیوں سے زیادہ رہیں تو ظاہر ہے کہ ایسے شخص کا انجام یہ ہوگا کہ اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ قیامت کے دن ساری انسانیت دو حصوں میں بٹ جائے گی۔ ایک وہ جو نیک بخت اور سعادت مند تھے جن کی زندگی میں ایمان اور اعمالِ صالحہ تھے اور دوسرے وہ بدبخت اور شقی قسم کے لوگ جن کی زندگی کفر و شرک کے دلدل میں پھنسی رہی۔ ان مجرموں سے صاف طور پر یہ کہہ دیا جائے گا کہ یہ جو سزا دی جارہی ہے یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے۔ تم جو حرکتیں کرتے تھے اس کے مطابق تمہیں بدلہ دیا جارہا ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۶۰ میں بھی یہ بات بیان کی گئی مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ جو کوئی (اللہ کے حضور) نیکی لے کر آئے گا اُس کو ویسی دس نیکیاں ملیں گی اور جو بُرائی لائے گا اُسے سزا ویسی ہی ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿درس نمبر ۱۵۵۶﴾ وہ تمہیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا ﴿النمل ۹۱۔تا۔۹۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۠ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ

فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ○ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّمَآ اُمِرْتُ بس میں حکم دیا گیا ہوں اَنْ اَعْبُدَ کہ میں عبادت کروں رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ اس شہر کے رب کی الَّذِيْ حَرَّمَهَا وہ جس نے اس کو حرمت دی وَلَهٗ اور اسی کے لیے ہے كُلُّ شَيْءٍ ہر چیز وَّاُمِرْتُ اور میں حکم دیا گیا ہوں اَنْ اَكُوْنَ کہ میں ہوجاؤں مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں میں سے وَاَنْ اور یہ کہ اَتْلُوَا میں تلاوت کروں الْقُرْاٰنَ قرآن کی فَمَنِ اهْتَدٰى چنانچہ جس نے ہدایت پائی فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ تو بس وہ ہدایت پائے گا لِنَفْسِهٖ اپنی ہی ذات کے لیے وَمَنْ ضَلَّ اور جو شخص گمراہ ہوا فَقُلْ تو آپ کہہ دیجیے اِنَّمَآ اَنَا میں تو صرف مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ڈرانے والوں میں سے ہو وَقُلِ اور کہہ دیجیے الْحَمْدُ تمام تعریف لِلّٰهِ اللہ ہی کے لیے ہے سَيُرِيْكُمْ عنقریب وہ تمہیں دکھائے گا اٰيٰتِهٖ اپنی نشانیاں فَتَعْرِفُوْنَهَا تو تم ان کو پہچان لوگے وَمَا اور نہیں ہے رَبُّكَ آپ کا رب بِغَافِلٍ غافل عَمَّا اس سے جو تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے ہو

ترجمہ:۔ (کہہ دو کہ) مجھے یہی ارشاد ہوا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے مالک کی عبادت کروں جس نے اس کو محترم (اور مقامِ ادب) بنایا ہے اور سب چیز اُسی کی ہے اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اس کا حکم بردار رہوں ○ اور یہ بھی کہ قرآن پڑھا کروں تو جو شخص راہِ راست اختیار کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کیلئے اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ رہتا ہے تو کہہ دو کہ میں تو صرف نصیحت کرنے والا ہوں ○ اور کہو کہ اللہ کا شکر ہے وہ تمہیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم اُن کو پہچان لوگے اور جو کام تم کرتے ہو تمہارا رب ان سے بے خبر نہیں ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ (کہہ دو کہ) مجھے یہی ارشاد ہوا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے مالک کی عبادت کروں

۲۔ جس نے اس کو محترم (اور مقامِ ادب) بنایا ہے

۳۔ سب چیز اُسی کی ہے ۴۔ یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اس کا حکم بردار رہوں

۵۔ یہ بھی کہ قرآن پڑھا کروں ۶۔ جو شخص راہِ راست اختیار کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کیلئے اختیار کرتا ہے

۷۔ جو گمراہ رہتا ہے تو کہہ دو کہ میں تو صرف نصیحت کرنے والا ہوں

۸۔ کہو کہ اللہ کا شکر ہے وہ تمہیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا

۹۔ تم اُن کو پہچان لوگے اور جو کام تم کرتے ہو تمہارا رب ان سے بے خبر نہیں ہے

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ پیغمبر! آپ لوگوں سے صاف طور پر کہہ دیجئے کہ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر مکہ کے مالک یعنی اللہ رب العالمین کی عبادت کروں جس رب العالمین نے اس شہر مکہ کو محترم بنا دیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ عبادت کے لائق تو صرف اور صرف ایک اللہ ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں،

اس لئے کہ دنیا کی ساری چیزیں مخلوق ہیں اور ان سب کا خالق صرف ایک اللہ ہے۔ اس لئے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۱ میں ساری انسانیت سے خطاب کرتے ہوئے یہ حکم دیا گیا: یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ اللہ کی عبادت کے بارے میں اپنی اور اپنے متعلقین کی فکر کرے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے سارے بیٹوں سے یہی سوال کیا تھا کہ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ (البقرہ ۱۳۳) اے میرے بیٹو! میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۵۱ میں کہا گیا کہ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ یقین مانو! میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے، تم سب اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔ سورۃ نساء کی آیت نمبر ۳۶ میں یوں حکم دیا گیا کہ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔ سورۃ قریش میں کہا گیا فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ پس چاہیئے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔

وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق بھی ہے اور مملوک بھی۔ مملوک کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، جس طرح ہمارے گھر کی ہر چیز کے ہم عارضی مالک ہیں اسی طرح پوری دنیا جہاں کی ہر چیز کے اللہ تعالیٰ حقیقی مالک ہیں اور اس پوری دنیا کا نظام بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا تمہیں علم نہیں کہ زمین اور آسمان کا ملک ہی کیلئے ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۸۴ میں کہا گیا لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے۔ یہ حقیقت قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں بیان کی گئی ہے۔

وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کے ذریعہ یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ پیغمبر! آپ یہ بات بھی لوگوں کو بتلا دیجئے کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں۔ یعنی میں رب ذوالجلال کی مرضی کے مطابق اس کی عبادت میں لگا رہوں اور اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بنا رہوں۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۴ میں بھی یوں کہا گیا کہ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں۔ سورۃ یونس کی آیت نمبر ۱۰۴ میں یوں ہے وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔ سورۃ مومن کی آیت نمبر ۶۶ میں کہا گیا وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے رب کا تابع فرمان ہو جاؤں۔

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانی یہ بات بھی کہی جا رہی ہے کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ میں قرآنِ مجید کی تلاوت کروں۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف میں سے ایک اہم وصف اور مشن یہ بھی تھا

کہ آپ لوگوں کے سامنے کلامِ الٰہی کی تلاوت کیا کرتے تھے، جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۲۹ میں ہے رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ اے پرودگاران (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرما جوان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور اُن (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۴۵ میں کہا گیا اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ مِنَ الۡكِتٰبِ جو کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھئے۔قرآنِ مجید کی تلاوت سے دلوں میں خشیت پیدا ہوتی ہے اور قرآنِ مجید کے سننے سے آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں، اسی لئے کہا گیا وَاِذَا سَمِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَى الرَّسُوۡلِ تَرٰۤى اَعۡيُنَهُمۡ تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ مِمَّا عَرَفُوۡا مِنَ الۡحَـقِّ (المائدہ ۸۳) اور جب وہ رسول کی طرف نازل کردہ کلام کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔

اسکے بعد یہ حقیقت بیان کی گئی کہ انسان اگر ہدایت پالیتا ہے تو اس کا فائدہ خود اسی کو ہوتا ہے اور اگر کوئی گمراہ ہوجاتا ہے تو اس کا وبال بھی اسی پر پڑتا ہے۔اگر ہم ہدایت کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو اس کا فائدہ خود ہم کو ہے کہ اس کا بہتر انجام جو بھی ہوگا اس سے ہمارا ہی فائدہ ہے اور اگر ہم گمراہ ہوجاتے ہیں تو اس گمراہی کی جو سزا ملے گی وہ ہم کو ہی ملے گی۔

اسکے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ وَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ پیغمبر! آپ اس نعمت کے شکرانہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر بھی خواہ مخواہ عذاب نہیں دیتا۔جب کسی پر حجت قائم ہوجاتی ہے تو اسی پر عذاب نازل ہوتا ہے۔آپ (ﷺ) اس نعت پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیجئے کہ اس ن نبوت ورسالت والی یہ عظیم نعمت آپ کو عطا فرمائی اور اس بات پر بھی آپ شکر ادا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت کی اس عظیم ذمہ داری کو برداشت کرنے کی قوت و طاقت اور اس کی توفیق عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ عنقریب اپنی وہ نشانیاں دکھلائے گا جو اس کی عظمت، حکمت اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں اور ان نشانیوں سے تم اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہو کہ واقعی سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔سورۂ فصّلت کی آیت نمبر ۵۳ میں یہی مضمون یوں بیان کیا گیا سَنُرِيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا فِى الۡاٰفَاقِ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَـقُّ ؕ اَوَلَمۡ يَكۡفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ہم عنقریب ان کو اطرافِ (عالم) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہوجائے گا کہ (قرآن) حق ہے کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سے خبر دار ہے۔

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ کے ذریعہ متنبہ کیا جا رہا ہے کہ یہ مشرکین وغیرہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہے بلکہ ان کی ہر حرکت پر رب ذوالجلال گواہ بھی ہے۔لیکن وہ حلیم و بردبار ہے، ان پر عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ اپنی رحمت سے وہ ان کو مہلت دیتا ہے۔

سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ

یہ سورت ۹ رکوع اور ۸۸ آیات پر مشتمل ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۵۷﴾ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں ﴿القصص :۱۔تا۔۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ طٰسٓمّٓ طٰسٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ یہ آیتیں ہیں الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ واضح کتاب کی نَتْلُوْا ہم پڑھتے ہیں عَلَيْكَ آپ پر مِنْ نَّبَاِ کچھ خبریں مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ موسیٰ اور فرعون کی بِالْحَقِّ حق کے ساتھ لِقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے جو يُّؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں اِنَّ فِرْعَوْنَ بے شک فرعون نے عَلَا سرکشی کی فِي الْاَرْضِ زمین میں وَجَعَلَ اور اس نے بنا دیا اَهْلَهَا اس کے رہنے والوں کو شِيَعًا کئی گروہ يَّسْتَضْعِفُ اس نے کمزور کر رکھا تھا طَآئِفَةً ایک گروہ کو مِّنْهُمْ ان میں سے يُذَبِّحُ وہ ذبح کرتا تھا اَبْنَآءَهُمْ ان کے بیٹے وَيَسْتَحْيٖ اور زندہ رکھتا تھا نِسَآءَهُمْ ان کی عورتیں (بیٹیاں) اِنَّهٗ كَانَ بلاشبہ وہ تھا مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنے والوں میں سے

ترجمہ:۔ طسم ۔ یہ اس کتاب کی آیتیں ہیں جو حقیقت واضح کرنے والی ہے۔ہم ایمان والے لوگوں کے فائدے کے لئے تمہیں موسیٰ اور فرعون کے کچھ حالات ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں۔واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی اختیار کر رکھی تھی اور اس نے وہاں کے باشندوں کو الگ الگ گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا جن میں سے ایک گروہ کو اس نے اتنا دبا کر رکھا ہوا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا، حقیقت یہ ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو فساد پھیلایا کرتے تھے۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ طسم، یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

۲۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کے کچھ حالات مومنین کو سنانے کے لئے صحیح صحیح سناتے ہیں۔

۳۔ فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا۔

۴۔ وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا۔

۵۔ان میں سے ایک گروہ کو اتنا کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا۔

۶۔ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ ۷۔بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا۔

حروف مقطعات سے اس سورت کی ابتداء کی گئی ہے طٰسٓمّٓ O تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ کہ اے پیغمبر! یہ ایک واضح اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں جو بندوں کے سامنے تمام حقائق، احکامات اور ان کے اشکالات کو کھول کھول کر بیان کرتی ہیں، حق کو باطل سے جدا کرتی ہیں، حلال کو حرام سے ممیز کرتی ہیں، اسکے علاوہ گزرے ہوئے انبیاء کے قصے بھی بیان کرتی ہیں، انہی میں سے ایک قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ہے جسے ہم آپ کے سامنے بیان کر رہے ہیں تا کہ آپ اس قصہ کو لوگوں کے سامنے بیان فرمائیں تا کہ یہ لوگ بھی اپنے اوپر کئے جانے والے مظالم پر بنی اسرائیل کی طرح صبر کریں اور جب یہ لوگ ان کی طرح صبر کرینگے تو ہم بھی ان پر دنیا کے خزانے کو کھول دیں گے جس طرح ہم نے بنی اسرائیل پر کھول دیئے تھے،" نَتْلُوا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ، چنانچہ واقعہ یوں ہے کہ فرعون ملک مصر میں تکبر کے ساتھ سر اٹھا رکھا تھا اور اس ملک کے رہنے والوں پر اس نے ظلم وستم کی انتہاء کر رکھی تھی کہ پہلے تو اس نے اس ملک کے باشندوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا جن میں سے ایک قبطیوں کا تھا اور دوسرا بنی اسرائیل کا، بنی اسرائیل کا جو گروہ تھا انہیں اس فرعون نے کمزور کر رکھا تھا اور ان پر اپنا قہر جما کر ان سے وہ سارے کام کر لیتا تھا جو ذلت بھرے ہوتے اور اس گروہ کے ساتھ اسکے قہر کی انتہاء تو یہ تھی کہ وہ اس بنی اسرائیل کے لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تا کہ یہ لوگ سر اٹھا نہ سکیں يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ امام سدی علیہ الرحمہ نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا کہ بیت المقدس سے آگ نکل کر اسکے پاس آرہی ہے اور اس آگ نے پورے مصر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور بنی اسرائیل کو چھوڑ کر قبطیوں کو جلا دیا ہے، یہ دیکھ کر فرعون نے جادوگروں، کاہنوں اور فال کھولنے والوں کو بلایا اور اپنا خواب سنایا، فال کھولنے والے جو پرندوں کو اڑا کر فال کھولتے تھے، چنانچہ جب فرعون نے انہیں اپنا خواب سنایا تو انہوں نے کہا کہ اس شہر یعنی بیت المقدس سے جہاں سے یہ بنو اسرائیل آئے ہیں ایک آدمی نکلے گا اور اس کے چہرے پر مصر کی ہلاکت لکھی ہوگی، یہ سن کر فرعون نے بنی اسرائیل میں یہ حکم جاری کر دیا کہ انکے یہاں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہونا چاہیئے ورنہ وہ اسے ذبح کر ڈالے گا (الدر المنثور) اسی فرعون کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بڑا فساد مچانے والا ہے لہٰذا ہم اس فسادی سے بنی اسرائیل کو نجات دینا چاہتے ہیں اور بنی اسرائیل پر احسان کرنا چاہتے ہیں کہ انہیں جینے کی مکمل آزادی حاصل ہو اور وہ اس ظلم سے نجات پا جائیں جیسا کہ اگلی آیتوں میں بیان کیا جا رہا ہے۔بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کرنے کا ذکر دیگر آیات میں بھی ہے۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۴۹ میں یوں ہے وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ اور جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بدترین عذاب دیتے تھے جو تمہارے لڑکوں کو مار ڈالتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۶ میں بھی یہی مضمون یوں بیان کیا گیا ہے وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ۔ وہ وقت یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اسے یاد رکھو کہ اس نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے نجات دی جو تمہیں بدترین تکلیفیں پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے، اور ان تمام واقعات میں تمہارے پروردگار کی طرف سے زبردست امتحان تھا۔

﴿درس نمبر ۱۵۵۸﴾ **ہم چاہتے ہیں کہ ان پر احسان کریں** ﴿القصص ۵۔۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ○ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَنُرِيْدُ اور ہم چاہتے تھے اَنْ نَّمُنَّ کہ ہم احسان کریں عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر جو اسْتُضْعِفُوْا کمزور کر دیئے گئے تھے فِي الْاَرْضِ زمین میں وَنَجْعَلَهُمْ اور ہم ان کو بنائیں اَئِمَّةً امام وَّنَجْعَلَهُمُ اور ہم انہیں بنائیں الْوٰرِثِيْنَ وارث وَنُمَكِّنَ اور ہم قدرت دیں لَهُمْ ان کو فِي الْاَرْضِ زمین میں وَنُرِيَ اور ہم دکھائیں فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ فرعون اور ہامان کو وَجُنُوْدَهُمَا اور ان دونوں کے لشکروں کو مِنْهُمْ ان سے مَّا وہ چیز جس سے كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ وہ ڈرتے تھے

ترجمہ:۔ اور ہم یہ چاہتے تھے کہ جن لوگوں کو زمین میں دبا کر رکھا گیا ہے ان پر احسان کریں ان کو پیشوا بنائیں، انہی کو (ملک ومال کا) وارث بنا دیں۔ اور انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں اور فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی کچھ دکھا دیں جس سے بچاؤ کی وہ تدبیریں کر رہے تھے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ہم چاہتے ہیں کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دئے گئے ہیں ان پر احسان کریں۔

۲۔ انہیں پیشوا بنائیں اور انہیں ملک کا وارث بنائیں۔ ۳۔ ملک میں ان کو قدرت دیں۔

۴۔ فرعون، ہامان اوران کے لشکر کو وہ چیز دکھائیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالی نے فرعون کی بری خصلتوں کا ذکر کیا مثلاً تکبر کرنا، لوگوں کو کمزور اور اپنا ماتحت بنائے رکھنا، لڑکیوں کو زندہ رکھ کر لڑکوں کو قتل کر دینا اور فساد مچانا وغیرہ، اللہ تبارک وتعالی نے بنی اسرائیل پر ہونے والے ان مظالم کو احسان سے بدلنے کا ارادہ کیا اور اسی حقیقت کو یہاں بیان فرمایا وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر جو زمین میں کمزور بنائے گئے احسان کریں کہ انہیں اس کمزوری سے نکال کر قوی کر دیں اور انہیں غلامی کی حالت سے ہٹا کر اس ملک کا مالک، حکمران اور وارث بنا دیں، اور انہیں اس سرزمین کا مختار بنا دیں جہاں ان پر ظلم وستم ہوتا رہا یعنی مصر اور شام، اللہ تبارک وتعالی نے اپنے اس وعدہ کو پورا کر دکھایا جیسا کہ سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۱۳۷ میں فرمایا وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا کہ جن لوگوں کو کمزور سمجھا جاتا تھا انہیں ہم نے اس سرزمین کے مشرق ومغرب کا مالک بنا دیا جس پر ہم نے برکتیں نازل کی تھیں اور بنی اسرائیل کے حق میں آپ کے رب کا کلمۂ خیر انکے صبر کے نتیجہ میں پورا ہوا۔ اسی طرح سورۃ الشعراء میں بھی فرمایا گیا كَذَٰلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اسی طرح ہم نے بنی اسرائیل کو اسکا وارث بنا دیا۔ (الشعراء ۵۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اتنا ہی نہیں بلکہ جس فرعون اور اسکی قوم نے ان بنی اسرائیل پر ظلم کیا تھا انہیں اس حالت سے بھی دوچار کیا جس حالت سے یہ لوگ ڈرا کرتے تھے یعنی ان کی ملکیت کا چھن جانا اور انکا اس بیت المقدس سے نکلنے والے ایک لڑکے یعنی حضرت موسی علیہ السلام کے ہاتھوں ہلاک ہونا وغیرہ، ان فرعونیوں کی وہ تمام چالیں جو انہوں نے اسے روکنے اور اپنی ہلاکت وبربادی سے بچنے کے لئے کی تھیں اللہ تعالیٰ نے ان سب کو بے کار کر دیا اور وہی ہو کر رہا جسکا انہیں خوف تھا، لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بندہ جو چاہے کر لے وہ اللہ تعالی کے فیصلہ کو بدل نہیں سکتا، اللہ کو جو کرنا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے، اسے کوئی روکنے والا نہیں خواہ انسان کتنی ہی تدبیریں کر لے رب ذوالجلال کے فیصلہ کے آگے ساری تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۵۵۹﴾ ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف یہ وحی بھیجی ﴿القصص ۷۔۸﴾

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۖ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ

لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے الہام کیا اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى موسیٰ کی ماں ماں کو اَنْ اَرْضِعِيْهِ کہ تو دودھ پلا اس کو فَاِذَا پھر جب خِفْتِ تو ڈرے عَلَيْهِ اس پر فَاَلْقِيْهِ تو اسے ڈال دے فِى الْيَمِّ دریا میں وَلَا تَخَافِىْ اور تو نہ ڈرنا وَلَا تَحْزَنِىْ اور نہ تو غم کھانا اِنَّا بلاشبہ ہم رَآدُّوْهُ اسے لوٹانے والے ہیں اِلَيْكِ تیری طرف وَ جَاعِلُوْهُ اور اسے بنانے والے ہیں مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں میں سے فَالْتَقَطَهٗٓ تو اسے اٹھالیا اٰلُ فِرْعَوْنَ فرعون کے گھر والوں نے لِيَكُوْنَ تا کہ ہو لَهُمْ ان کے لیے عَدُوًّا دشمن وَّحَزَنًا اور غم اِنَّ فِرْعَوْنَ بلاشبہ فرعون وَهَامٰنَ اور ہامان وَجُنُوْدَهُمَا اور ان دونوں کے لشکر كَانُوْا خٰطِئِيْنَ وہ خطا کار تھے

ترجمہ:۔ اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ تم اس (بچے) کو دودھ پلاؤ، پھر جب تمہیں اس کے بارے میں کوئی خطرہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور ڈرنا نہیں اور نہ صدمہ کرنا یقین رکھو ہم اسے واپس تمہارے پاس پہنچا کر رہیں گے اور اس پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر بنائیں گے۔ اس طرح فرعون کے لوگوں نے اس بچے (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو اٹھالیا، تا کہ آخر کار وہ ان کے لئے دشمن اور غم کا ذریعہ بنے، بیشک فرعون، ہامان اور ان کے لشکر بڑے خطا کار تھے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف یہ وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ۔

۲۔ جب تم کو اس کے بارے میں کچھ خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا۔

۳۔ نہ خوف کرنا اور نہ ہی رنج کرنا۔

۴۔ ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اسے پیغمبر بنا دیں گے۔

۵۔ فرعون کے لوگوں نے اسے اٹھالیا۔ ۶۔ اس لئے کہ وہ کہیں انکا دشمن نہ ہو جائے اور موجب غم بھی نہ ہو۔

۷۔ بے شک فرعون، ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔

امام سدی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ جب فرعون نے یہ حکم جاری کیا کہ بنی اسرائیل میں کوئی بھی لڑکا زندہ بچنا نہیں چاہیئے تو قبطی لوگ فرعون کے پاس آ گئے اور اس سے کہا کہ اگر ہم ان بنی اسرائیلیوں کے بچوں کو اسی طرح قتل کرتے رہیں تو ایک وقت ایسا آئیگا کہ وہ سارے کام جو ہم ان بنی اسرائیل کے مردوں سے لے رہے ہیں وہ کام ہمارے ہی بچوں کو کرنا پڑ جائے گا، لہٰذا اگر تم چند لڑکوں کو باقی رکھو گے تو ہمارے لئے ہی بہتر ہوگا، چنانچہ فرعون نے یہ حکم صادر کیا کہ ایک سال لڑکوں کو ذبح کریں اور ایک سال زندہ رہنے دیں، چنانچہ جب وہ سال آیا جس میں بچوں کو زندہ رکھا جانا تھا تو اس سال حضرت ھارون علیہ السلام پیدا ہوئے لہٰذا وہ بچ گئے لیکن جب وہ سال آیا

جس میں بچوں کو ذبح کیا جانا تھا تو اس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے لہٰذا جب ان کی ولادت کا وقت تھا تو وہ بہت پریشان تھیں کہ کہیں اسے فرعون کے لوگ ذبح نہ کردیں الغرض جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی ماں کے دل میں یہ وحی ڈالی کہ وہ آپ کو دودھ پلاتی رہیں اور جب یہ خوف ہوجائے فرعون کے لوگ اس بچہ کو ذبح کردینگے تو آپ انہیں دریا میں ڈال دیں چنانچہ اس غرض کے لیے ایک تابوت ایسا بنایا گیا جس کی کنڈی اندر تھی اور جب یہ خدشہ ہوگیا کہ اب فرعون کے لوگ اس بچہ کو ذبح کردینگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اللہ تعالیٰ کی اس وحی کے مطابق انہیں دریا میں پتھروں کے بیچ سے فرعون کے گھر کے سمت ڈال دیا اور وہاں حضرت آسیہ کی باندیاں ندی میں نہانے کے لئے آئیں تو انہوں نے یہ تابوت دیکھا اور فوراً اسے حضرت آسیہ جو کہ فرعون کی بیوی تھی لے آئے یہ سوچ کر کہ اس میں خزانہ ہوگا، لیکن جب یہ تابوت حرکت کرنے لگا تو اسے کھولا گیا جس میں ایک خوبصورت بچہ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے جنہیں دیکھ کر حضرت آسیہ کے دل میں انکی محبت آگئی، (الدرالمنثور). اس واقعہ کو ان آیتوں میں بیان کیا جارہا ہے چنانچہ فرمایا **وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ** کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے پاس وحی بھیجی کہ وہ انہیں دودھ پلائیں اور جب انکی جان کا خوف ہوتو انہیں دریا میں ڈال دیں اور نہ ہی گھبرائیں اور نہ ہی بچے کی جدائی میں غم وفکر کریں یقیناً ایک وقت ایسا آئے گا کہ ہم اس بچہ کو آپ کے پاس دوبارہ لوٹا دینگے اور ہم تو انہیں نبی بنانا چاہتے ہیں، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف جو وحی کی نسبت کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ بات ان کے دل میں ڈالی گئی وہ وحی مراد نہیں ہے جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس فرشتہ کے ذریعہ آتی ہے۔ (تفسیر طبری) امام زحیلی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اللہ کے اس القاء کرنے کے بعد کہ وہ حضرت موسیٰ کو دودھ پلائیں، انہوں نے انہیں تین یا چار مہینہ دودھ پلایا۔ (التفسیر المنیر) پھر اس کے بعد جب آپ علیہ السلام کی جان کا خوف ہوا تو انہوں نے انہیں اس تابوت میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت آسیہ کی باندیوں نے اٹھالیا اور جب فرعون کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ وہی بنو اسرائیل کا لڑکا تو نہیں جس کے بارے میں ہمیں اپنے کاہنوں نے بتایا کہ اسی کے ہاتھوں ہماری ہلاکت لکھی ہے (تفسیر طبری) اسی کو اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرمایا **فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ** اس طرح فرعون کے لوگوں نے اس بچے کو اٹھالیا تاکہ آخرکار وہ ان کے لئے دشمن اور غم کا ذریعہ بنے، فرعون، ہامان اور ان کے لشکر بڑے خطاکار تھے، یہاں خطارکار کے دو مطلب ہوسکتے ہیں پہلا یہ کہ فرعون، ہامان اور ان کا لشکر یہ سب اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور گنہگار ہیں، اور دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اٹھا کر غلطی کردی اس لئے کہ یہی حقیقت میں ان کی ہلاکت کا سبب بننے والے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۵۶۰﴾ **یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے** ﴿القصص ۹۔۱۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَقَالَتِ اور کہا امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ فرعون کی بیوی نے قُرَّتُ ٹھنڈک ہے عَيْنٍ آنکھوں کی لِّيْ میرے لیے وَلَكَ اور تیرے لیے لَا تَقْتُلُوْهُ تم قتل نہ کرواسے عَسٰٓى اَنْ امید ہے کہ يَّنْفَعَنَآ ہمیں نفع دے اَوْ نَتَّخِذَهٗ یا ہم بنالیں اسے وَلَدًا بیٹا وَّهُمْ اور وہ لَا يَشْعُرُوْنَ شعور نہیں رکھتے تھے وَاَصْبَحَ اور ہو گیا فُؤَادُ دل اُمِّ مُوْسٰى موسیٰ کی ماں کا فٰرِغًا خالی اِنْ كَادَتْ بلاشبہ قریب تھی لَتُبْدِيْ البتہ وہ ظاہر کردے بِهٖ اس کو لَوْلَآ اگر نہ ہوتی اَنْ یہ بات کہ رَّبَطْنَا ہم نے مضبوط کر دیا تھا عَلٰى قَلْبِهَا اس کے دل کو لِتَكُوْنَ تاکہ وہ ہو مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یقین کرنے والوں میں سے

ترجمہ:۔ اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ (یہ) میری اور تمہاری (دونوں کی) آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرنا شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ (انجام سے) بے خبر تھے ○ اور موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا اگر ہم اُن کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ وہ اس (قصے) کو ظاہر کر دیں غرض یہ تھی کہ وہ مومنوں میں رہیں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

۲۔ اس کو قتل نہ کرنا شاید کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے۔ ۳۔ یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں۔

۴۔ یہ لوگ اپنے انجام سے بے خبر تھے۔ ۵۔ موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا۔

۶۔ اگر ہم ان کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو قریب تھا کہ وہ اس قصہ کو ظاہر کر دیتیں۔

۷۔ غرض یہ تھی کہ وہ مومنوں میں رہیں۔

چنانچہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو اپنا یہ خدشہ ظاہر کیا کہ ہوسکتا ہے یہ وہی بچہ ہو جسکی ہمیں اطلاع دی گئی ہے لہٰذا ہم اسے قتل کر دیتے ہیں، لیکن فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت ڈال دی تھی اس لئے وہ فرعون سے اصرار کرتی رہیں کہ اس بچہ کو قتل نہ کرو یہ ہماری

آنکھوں کی ٹھنڈک ہے وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل مت کرو۔ محمد بن قیس علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا کہ اسے قتل نہ کرو یہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو فرعون نے کہا کہ یہ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک تو ہوسکتا ہے لیکن میری نہیں (تفسیر طبری)، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر وہ بھی یہ کہہ دیتا کہ یہ میری بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو وہ آپ پر ایمان لے آتا لیکن اس نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا (الدر المنثور) حضرت آسیہ نے فرعون سے مزید کہا کہ ہوسکتا ہے آگے چل کر یہ ہمیں نفع پہنچائے اس لئے کہ مجھے اس بچہ میں اہل یمن کی عادتیں اور سردارانہ صلاحیتیں نظر آتی ہیں، یا پھر یہ بچہ اتنا خوبصورت ہے کہ ہم خود ہی اسے اپنا بیٹا بنالیں، امام سدی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ جب فرعون کے پاس حضرت موسی علیہ السلام کو لایا گیا تو اس نے آپ کو اٹھالیا اور آپ علیہ السلام نے فرعون کی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچنی شروع کر دی یہ دیکھ کر فرعون نے کہا کہ جلادوں کو میرے پاس لاؤ تا کہ اسے قتل کر دوں، یہ سن کر حضرت آسیہ علیہا السلام نے کہا کہ اسے قتل مت کرنا شاید کہ یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں اور اس نے آپ کی ڈاڑھی نوچنے کی جو حرکت کی ہے وہ محض ایک بچہ ہونے کے اعتبار سے کی ہے جو عقل نہیں رکھتے (تفسیر طبری)، الغرض فرعون نے حضرت موسی کو قتل نہیں کیا اسی لئے اللہ تعالی نے آگے فرمایا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ کہ وہ لوگ اپنے انجام سے بے خبر تھے اسی لئے انہوں نے حضرت موسی کو قتل نہیں کیا ورنہ انہیں اگر معلوم ہوجاتا کہ یہ وہی لڑکا ہے جسکے ہاتھوں تمہاری ہلاکت لکھی ہوئی ہے تو ضرور انہیں قتل کر دیتے، فرعون کے محل میں تو یہ باتیں چل رہی تھیں وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر میں انکی والدہ کا حال یہ تھا کہ بس وہ حضرت موسی علیہ السلام کے بارے میں ہر وقت سوچتی رہتیں کہ دوسری چیزوں کا انہیں کچھ بھی خیال نہ تھا، بس حضرت موسی کی فکر ہی ہر دم انہیں لگی رہتی وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوسَى فَارِغًا اللہ تبارک وتعالی فرمارہے ہیں اگر ہم نے انہیں دلی تسلی نہ دی ہوتی اور ان کے دل کو مضبوط نہ کیا ہوتا تو انکی اس حالت سے ایسا لگتا تھا کہ عنقریب وہ اپنے اس راز کو ظاہر ہی کر دیتی اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا اللہ تبارک وتعالی نے انکے دل کو مطمئن اس لئے کیا تا کہ یہ لوگ اللہ تعالی کے اس وعدہ پر یقین کرنے والے بن جائیں جو اس نے کیا تھا یعنی اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

﴿درس نمبر ۱۵۶۱﴾ ہم نے موسیٰ کو ان کی ماں کے پاس پہنچادیا ﴿القصص ۱۱۔تا۔۱۴﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ

الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ○ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَقَالَتْ اور اس نے کہا لِاُخْتِهٖ اس کی بہن سے قُصِّيْهِ تو اس کے پیچھے پیچھے جا فَبَصُرَتْ چنانچہ وہ دیکھتی رہی بِهٖ عَنْ جُنُبٍ دوسرے اسے وَّهُمْ جبکہ وہ لَا يَشْعُرُوْنَ شعور نہیں رکھتے تھے وَحَرَّمْنَا اور ہم نے حرام کر دیا تھا عَلَيْهِ اس پر الْمَرَاضِعَ دائیوں کو مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَقَالَتْ چنانچہ اس نے کہا هَلْ اَدُلُّكُمْ کیا میں تمہاری رہنمائی کروں عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ کسی اہلِ خانہ پر يَّكْفُلُوْنَهٗ جو اس کی پرورش کریں لَكُمْ تمہارے لیے وَهُمْ جبکہ وہ لَهٗ اس کے نٰصِحُوْنَ خیر خواہ ہوں فَرَدَدْنٰهُ پھر ہم نے اس کو لوٹا دیا اِلٰٓى اُمِّهٖ اس کی ماں کی طرف كَيْ تَقَرَّ تا کہ ٹھنڈی ہوں عَيْنُهَا اس کی آنکھیں وَلَا تَحْزَنَ اور وہ غم نہ کھائے وَلِتَعْلَمَ اور تا کہ وہ جان لے اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ بیشک اللہ کا وعدہ حَقٌّ سچا ہے وَّلٰكِنَّ اور لیکن اَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر لَا يَعْلَمُوْنَ وہ نہیں جانتے وَلَمَّا اور جب بَلَغَ وہ پہنچا اَشُدَّهٗ اپنی جوانی کو وَاسْتَوٰٓى اور وہ توانا ہو گیا اٰتَيْنٰهُ تو ہم نے اس کو دیا حُكْمًا وَّعِلْمًا حکم اور علم وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نَجْزِى ہم جزا دیتے ہیں الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والوں کو

ترجمہ:۔ اور انہوں نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ اس بچے کا کچھ سراغ لگاؤ، چنانچہ اس نے بچے کو دور سے اس طرح دیکھا کہ ان لوگوں کو پتہ نہیں چلا۔ اور ہم نے موسیٰ پر پہلے ہی سے یہ بندش لگا دی تھی کہ دودھ پلانے والیاں انہیں دودھ نہ پلا سکیں، اس لئے ان کی بہن نے کہا کیا میں تمہیں ایسے گھر کا پتہ بتاؤں جس کے لوگ تمہارے لئے اس بچے کی پرورش کریں اور اس کے خیر خواہ رہیں؟ اسی طرح ہم نے موسیٰ کو ان کی ماں کے پاس لوٹا دیا تا کہ ان کی آنکھ ٹھنڈک رہے اور وہ غمگین نہ ہوں اور تا کہ انہیں اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور جب موسیٰ اپنی بھرپور توانائی کو پہنچے اور پورے جوان ہو گئے تو ہم نے انہیں حکمت اور علم سے نوازا اور نیک لوگوں کو ہم یوں ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں گیارہ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ انہوں نے حضرت موسیٰ کی بہن سے کہا کہ اس بچہ کا کچھ سراغ لگاؤ۔

۲۔ چنانچہ اس نے حضرت موسیٰ کو دور سے اس طرح دیکھا کہ انہیں کچھ پتا نہ چلا۔

۳۔ ہم نے موسیٰ پر پہلے ہی یہ بندش لگا رکھی تھی کہ دودھ پلانے والیاں انہیں دودھ نہ پلا سکیں۔

۴۔موسیٰ کی بہن نے کہا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسے گھر کے بارے میں نہ بتلاؤں جس کے لوگ تمہارے اس بچہ کی پرورش کریں؟

۵۔خیر خواہی کے ساتھ اسکی دیکھ بھال کریں۔ ۶۔اس طرح ہم نے موسیٰ کو انکی ماں کے پاس پہنچادیا۔

۷۔تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں اور انہیں کوئی غم نہ ہو۔

۸۔انہیں یہ بھی اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔

۹۔اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

۱۰۔جب موسیٰ بھرپور توانائی کو پہنچ گئے اور پورے جوان ہو گئے تو ہم نے انہیں حکمت اور علم سے نوازا۔

۱۱۔نیک لوگوں کو ہم یوں ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے بیٹے کی فکر میں ڈوبی ہوئی تھیں کہ اپنی بیٹی سے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے کہا کہ ذرا جاؤ اور میرے بیٹے کی کچھ خبر تو لے آؤ کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے اور کیسا ہے؟ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن جنکا نام مفسرین نے کلثوم اور بعض نے مریم بنت عمران بتلایا، ایک مریم بنت عمران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں تھی اور ایک یہ تھیں۔(تفسیر قرطبی) چنانچہ آپ کی بہن اسی دریائے نیل کے کنارے کنارے جس میں آپ کو ڈالا گیا تھا ڈھونڈتے ڈھونڈتے فرعون کے محل تک پہنچ گئیں پھر وہاں سے ایک کونہ میں چھپ کر جہاں سے انہیں کوئی دیکھ نہ پائے، سارا ماجرا دیکھنے لگیں اور یہ بھی دیکھ لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی کا دودھ پینے کو تیار نہیں ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ساری دودھ پلانے والیوں کو حرام کر دیا تھا، لہٰذا کوئی انہیں دودھ نہ پلاسکیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے یہ سارا معاملہ دیکھا تو فرعونیوں سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے کہا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسے گھرانے کے بارے میں نہ بتلاؤں جو تمہارے لئے اس بچہ کی کفالت کریگا اور ہاں! وہ گھرانہ تم سب کا بہت ہی خیر خواہ ہے لہٰذا اگر تم ان سے اس بچہ کو دودھ پلانے کے لئے کہو گے تو وہ آپ کی خاطر بخوشی راضی ہو جائے گی؟ ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے فرعونیوں سے یہ کہا کہ میں ایسے گھرانے کو جانتی ہوں جو آپ کی خاطر اس بچہ کی کفالت کرے گا تو ان فرعونیوں نے آپ کی بہن سے کہا کہ لگتا ہے تمہیں اس بچہ کے گھر والوں کی پوری خبر ہے لہٰذا ہمیں ان کا پتا بتاؤ؟ یہ سن کر آپ کی بہن نے کہا کہ میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ میں اس بچہ کے گھرانے کو جانتی ہوں بلکہ میرا یہ مطلب تھا کہ وہ گھرانہ بادشاہ کا خیر خواہ ہے، چنانچہ پھر آپ نے انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا پتہ بتلایا تو ان لوگوں نے آپ کی والدہ کو بلالانے کے لئے کہا پھر آپ کی بہن انکا حکم لے کر اپنی والدہ کے پاس چلی آئیں اور اپنے ساتھ انہیں یہاں لے آئیں، جب آپ کی والدہ وہاں پہنچی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ہاتھ میں تھے جوان پر اپنی

شفقت ظاہر کرنے کا ڈھونگ کر رہا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دودھ کی خاطر رو رہے تھے لہٰذا فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس دودھ پلانے والی جو کہ خود آپ کی والدہ تھیں حوالہ کر دیا اور جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے گود میں آئے آپ کے سینہ سے چپک کر دودھ پینے لگ گئے (تفسیر قرطبی)، چنانچہ جب فرعونیوں نے یہ دیکھا کہ بچہ دودھ پینے لگ گیا ہے تو ان میں سے ہر ایک خوشی خوشی فرعون کی بیوی یعنی حضرت آسیہ کے پاس یہ خوشخبری لیکر پہنچا جس پر حضرت آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اپنے پاس بلا بھیجا اور انکا اکرام واحسان کیا اور تحفے دیئے اور کہا کہ اگر آپ یہیں رک جاتیں اور اس بچہ کی دیکھ بھال کرتیں تو بہت اچھا ہوتا، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا اس لئے میرے گھر اور اولاد ہے مجھے انکا بھی خیال کرنا ہوتا ہے ہاں! البتہ اگر آپ اس بچہ کو میرے ہی ساتھ میرے گھر بھیج دیں تو پھر میں وہاں اس کا خوب خیال رکھونگی چنانچہ حضرت آسیہ اس پر راضی ہوگئیں اور ان کے لئے دودھ پلانے کی اجرت بھی مقرر کر دی، اس طرح اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے کیا گیا تھا کہ ہم اس بچہ کو آپ کے پاس دوبارہ لوٹا دینگے پورا ہو گیا فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ ہی کی پرورش میں ایک مدت تک رہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بھرپور جوان ہو گئے مفسرین نے کہا کہ جب تینتیس سال اور بعض نے چالیس سال کے ہونے کا ذکر کیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت، علم، دین کی سمجھ اور علم شریعت وغیرہ سے نوازا وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْماً وَعِلْماً وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ اور جب وہ بھرپور توانائی کو پہنچ گئے اور پورے جوان ہو گئے تو ہم نے انہیں حکمت اور علم سے نوازا، ہم نیک لوگوں کو یوں ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۵۶۲﴾ حضرت موسیٰ نے دیکھا کہ وہاں دو آدمی لڑ رہے ہیں ﴿القصص ۱۵-۱۶-۱۷﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ز هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ج فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ لا فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ O قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ O قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَدَخَلَ اور وہ داخل ہوا الْمَدِيْنَةَ شہر میں عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ ایسے وقت کہ غفلت میں تھے مِّنْ اَهْلِهَا اس کے باشندے فَوَجَدَ تو اس نے پایا فِيْهَا اس میں رَجُلَيْنِ دو آدمیوں کو يَقْتَتِلٰنِ جو باہم

لڑ رہے تھے ھٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ یہ اس کے گروہ میں سے تھا وَھٰذَا اور یہ مِنْ عَدُوِّهٖ اس کے دشمن سے تھا فَاسْتَغَاثَهُ چنانچہ مدد مانگی اس سے الَّذِيْ اس شخص نے جو مِنْ شِيْعَتِهٖ اس کے گروہ میں سے تھا عَلَى الَّذِيْ اس کے خلاف جو مِنْ عَدُوِّهٖ اس کے دشمن سے تھا فَوَكَزَهٗ تو گھونسا مارا اس کو مُوْسٰى موسیٰ نے فَقَضٰى عَلَيْهِ تو اس کا کام ہی تمام کر دیا قَالَ ھٰذَا کہا یہ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ شیطان کا عمل ہے اِنَّهٗ بلاشبہ وہ عَدُوٌّ دشمن ہے مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ صریح گمراہ کرنے والا قَالَ اس نے کہا رَبِّ اے میرے رب! اِنِّيْ ظَلَمْتُ بے شک میں نے ظلم کیا ہے نَفْسِيْ اپنے نفس پر فَاغْفِرْلِيْ لہٰذا تو مجھے بخش دے فَغَفَرَلَهٗ تو اس نے اسے بخش دیا اِنَّهٗ هُوَ بلاشبہ وہی ہے الْغَفُوْرُ بہت بخشنے والا الرَّحِيْمُ نہایت رحم کرنے والا قَالَ اس نے کہا رَبِّ اے میرے رب بِمَآ بسبب اس کے کہ اَنْعَمْتَ تو نے انعام کیا عَلَيَّ مجھ پر فَلَنْ لہٰذا ہرگز نہیں اَكُوْنَ بنوں گا میں ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کا مددگار

ترجمہ:۔ اور وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے باشندے بے خبر ہو رہے تھے تو دیکھا کہ وہاں دو شخص لڑ رہے ہیں ایک تو موسیٰ کی قوم کا ہے اور دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تو جو شخص اُن کی قوم میں سے تھا اُس نے دوسرے شخص کے مقابلے میں جو موسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا موسیٰ سے مدد طلب کی تو اُنہوں نے اس کو مکا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا کہنے لگے کہ یہ کام تو (اغوائے) شیطان سے ہوا بیشک وہ (انسان کا) دشمن اور صریح بہکانے والا ہے O بولے کہ الٰہی! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے تو اللہ نے ان کو بخش دیا بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے O کہنے لگے کہ اے اللہ! تو نے جو مجھ پر مہربانی فرمائی ہے میں (آئندہ) کبھی گنہگاروں کا مددگار نہ بنوں گا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں دس باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے جبکہ وہاں کے باشندے غفلت میں تھے۔

۲۔ انہوں نے دیکھا کہ وہاں دو آدمی لڑ رہے ہیں۔

۳۔ ان میں سے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برادری کا تھا اور دوسرا دشمن قوم کا۔

۴۔ جو شخص ان کی برادری کا تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دشمن قوم کے آدمی کے مقابلہ میں مدد کیلئے پکارا۔

۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس آدمی کو ایک مکا مارا جس نے اسکا کام تمام کر دیا۔

۶۔ جس پر انہوں نے پچھتاتے ہوئے کہا کہ یہ تو شیطانی کارروائی ہے۔

۷۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک کھلا دشمن ہے جو غلط راستہ پر ڈالتا ہے۔

۸۔ پھر کہنے لگے کہ اے میرے رب! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے لہٰذا تو مجھے معاف کر دے۔

۹۔ چنانچہ اللہ نے انہیں معاف کر دیا۔ ۱۱۔ یقیناً وہی ہے جو بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے شہر سے نکل کر فرعون کے شہر جو کہ اس شہر سے تھوڑے فاصلہ پر تھا دو پہر کے وقت جبکہ لوگ قیلولہ کر رہے تھے داخل ہوئے (التفسیر المنیر)، جب وہ اس شہر میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ دو لوگوں میں لڑائی ہو رہی ہے جن میں سے ایک اسرائیلی تھا اور دوسرا قبطی، امام قرطبی علیہ الرحمہ نے اس جھگڑے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قبطی نے اسرائیلی سے لکڑیاں اٹھا کر اسکے مطبخ تک لے جانے کو کہا جس پر اسرائیلی نے انکار کر دیا، اسی بات پر دونوں کے درمیان لڑائی ہوگئی، لڑائی کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گزر اس مقام سے ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اسرائیلی نے انہیں اپنی مدد کے لئے پکارا، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے اور اسے ایک طمانچہ رسید کر دیا جسکا مقصد یہ تھا کہ اس قبطی کو اس لڑائی سے روکیں لیکن اس طمانچہ کی وہ تاب نہ لایا اور اسی وقت مر گیا، آپ کے طمانچہ مارنے اور اسکے مرجانے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ندامت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ اے اللہ! میں تو اسے مارنا نہیں چاہتا تھا لیکن شیطان نے یہ چال چلی اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا، یقینا یہ شیطان تو انسانوں کا کھلا دشمن ہے إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ اپنے اس بے مقصد عمل سے برأت کا اظہار کرنے کے بعد دوبارہ حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ کے حضور نادم ہو کر اس انجانی غلطی پر معافی مانگنے لگے قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي اے اللہ! یقینا اس عمل کے ذریعہ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے لہٰذا مجھے اس غلطی پر معاف فرما دے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی اس خطا کو معاف فرما دیا فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے، اسکے بعد آپ علیہ السلام نے یہ عہد کر لیا کہ میں کسی کافر کی مدد نہیں کرونگا اس لئے فرمایا قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ کہ اے اللہ! آپ نے جو مجھے علم، حکمت، دانائی، عزت و مرتبہ عطا فرما کر مجھ پر احسان کیا ہے میں اب اس احسان کے بعد کسی بھی مجرم کا مددگار نہیں بنوں گا، امام قشیری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس وقت حضرت موسیٰ کو یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف بھی کیا ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ یہ واقعہ نبوت سے پہلے کا تھا (تفسیر قرطبی)، چنانچہ اس کی موت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اس جگہ سے نکل گئے۔

﴿درس نمبر ۱۵۶۳﴾ صبح کے وقت شہر میں ڈرتے ہوئے داخل ہوئے ﴿القصص ۱۸-۱۹﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ ط قَالَ لَهُ مُوسَىٰ إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِينٌ ○ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ

يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا ۢ بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَاَصْبَحَ پھر اس نے صبح کی فِي الْمَدِيْنَةِ شہر میں خَآئِفًا ڈرتے ڈرتے يَّتَرَقَّبُ انتظار کرتے ہوئے فَاِذَا تو ناگہاں الَّذِی وہ شخص جس نے اسْتَنْصَرَهٗ اس سے مدد مانگی تھی بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ کل وہی فریاد کر رہا تھا اس سے قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى موسیٰ نے اس سے کہا اِنَّكَ بلاشبہ تو لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ البتہ ظاہر گمراہ ہے فَلَمَّآ چنانچہ جب اَنْ اَرَادَ اس نے ارادہ کیا اَنْ يَّبْطِشَ کہ وہ پکڑے بِالَّذِیْ هُوَ اس شخص کو کہ جو عَدُوٌّ دشمن تھا لَّهُمَا ان دونوں کا قَالَ اس نے کہا يٰمُوْسٰٓى اے موسیٰ! اَتُرِيْدُ کیا تو چاہتا ہے اَنْ تَقْتُلَنِيْ کہ تو مجھے قتل کرے كَمَا جس طرح قَتَلْتَ تو نے قتل کیا تھا نَفْسًا ۢ بِالْاَمْسِ کل ایک شخص کو اِنْ تُرِيْدُ تو نہیں چاہتا اِلَّآ اَنْ مگر یہ کہ تَكُوْنَ جَبَّارًا تو ظالم ہو فِي الْاَرْضِ زمین میں وَمَا تُرِيْدُ اور تو نہیں چاہتا اَنْ تَكُوْنَ کہ تو ہو مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ اصلاح کرنے والوں میں سے

ترجمہ:۔ پھر صبح کے وقت وہ شہر میں ڈرتے ڈرتے حالات کا جائزہ لے رہے تھے، اتنے میں دیکھا کہ جس شخص نے کل ان سے مدد مانگی تھی وہ پھر انہیں فریاد کے لئے پکار رہا ہے، موسیٰ نے اس سے کہا کہ معلوم ہوا کہ تم تو کھلم کھلا شریر آدمی ہو۔ پھر جب انہوں نے اس شخص کو پکڑنے کا ارادہ کیا جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اس (اسرائیلی) نے کہا موسیٰ! کیا تم مجھے بھی اسی طرح قتل کرنا چاہتے ہو جیسے تم نے کل ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا؟ تمہارا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم زمین میں اپنی زبردستی جماؤ اور تم مصلح بننا نہیں چاہتے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں نو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ صبح کے وقت شہر میں ڈرتے ڈرتے داخل ہوئے۔ ۲۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا ہوتا ہے؟۔

۳۔ اچانک وہی شخص جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی پکار رہا ہے۔

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تو تو صریح گمراہ ہے۔

۵۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو جو دونوں کا دشمن تھا پکڑ لیا۔

۶۔ وہ کہنے لگا اے موسیٰ! جس طرح تم نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا کیا مجھے بھی اسی طرح مار ڈالنا چاہتے ہو؟

۷۔ تم یہی چاہتے ہو کہ ملک میں ظلم و ستم کرتے پھرو۔ ۸۔ تمہارا ارادہ نیکوکاروں میں سے ہونے کا نہیں ہے۔

اس قبطی کے قتل کے بعد جس کا ذکر پچھلی آیات میں کیا گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے نکل گئے اور اس ڈر سے چھپتے پھر رہے تھے کہ ان کے اس قتل کا حال لوگوں کو معلوم نہ ہو جائے کہ کہیں انہیں قاتل نہ کہا جانے لگے اور کہیں اس قتل کے بدلہ میں انہیں بھی قتل نہ کر دیا جائے، آپ ایسے ہی چھپتے پھر رہے تھے کہ پھر سے اسی

اسرائیلی نے جس نے آپ کو اس وقت مدد کے لئے پکارا تھا، پھر سے ایک دوسرے قبطی کے مقابلہ میں اپنی مدد کے لئے پکارا فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفاً يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ اس کے اس طرح پکارنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھے تو اصل فسادی حد سے گزرنے والا تو یہی لگتا ہے اس لئے کہ جب تو نے ہی اس قبطی سے لڑائی کی تھی اور آج اس دوسرے قبطی سے بھی تو ہی لڑ رہا ہے قَالَ لَهُ مُوسَى إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ یہ کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی اسرائیلی کو پکڑنے کے لئے آگے بڑھے یہ دیکھ کر وہ اسرائیلی ڈر گیا اور مارے خوف کے کہنے لگا کہ کل جس طرح آپ نے اس قبطی کو قتل کیا تھا اسی طرح آج مجھے بھی قتل کر دینا چاہتے ہو؟ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَهُمَا قَالَ يَا مُوسَى أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْساً بِالْأَمْسِ بعض مفسرین نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس دوسرے قبطی کو پکڑنے کے لئے آگے بڑھے تو اس اسرائیلی نے سمجھا کہ وہ اسے پکڑنے کے لئے آگے آرہے ہیں اس لئے اپنی جان بچانے کی غرض سے فوراً یہ کہہ ڈالا کہ کل اس قبطی کو جس طرح آپ نے قتل کیا اس طرح مجھے آج قتل کرنا چاہتے ہو؟ لہٰذا جب اس اسرائیلی نے یہ بات کہی تو اس قبطی کو معلوم ہو گیا کہ اس قبطی کو جسکا پہلے قتل ہوا تھا موسیٰ نے ہی مارا ہے؟ چنانچہ اس نے یہ راز پورے ملک میں فاش کر دیا (تفسیر قرطبی) اتنا ہی نہیں بلکہ اس اسرائیلی نے جس کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے احسان کیا تھا اور اسکی اس قبطی سے جان چھڑائی تھی احسان فراموشی کرتے ہوئے آپ پر یہ الزام تراشی کرنے لگا کہ اے موسیٰ! آپ تو ملک میں سارے ہی لوگوں کو قتل کر دینا چاہتے ہیں اور ملک میں ظلم وستم ڈھاتے پھرنا چاہتے ہیں تا کہ تمہارا رعب اور دبدبہ یہاں قائم ہو جائے اور آپ تو نیک اور صالح پسند لوگوں میں شامل ہونا نہیں چاہتے إِنْ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ جَبَّاراً فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ

ایک شخص شہر کے کونے سے دوڑتا ہوا آیا

﴿درس نمبر ۱۵۶۴﴾ ﴿القصص ۲۰۔۲۱۔۲۲﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۫ قَالَ يٰمُوْسٰى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَجَآءَ اور آیا رَجُلٌ ایک آدمی مِّنْ اَقْصَا آخری کنارے سے الْمَدِيْنَةِ شہر کے يَسْعٰى دوڑتا ہوا قَالَ اس نے کہا يٰمُوْسٰى اے موسیٰ اِنَّ الْمَلَاَ بلاشبہ سردار يَاْتَمِرُوْنَ مشورہ کر رہے ہیں بِكَ تیرے خلاف لِيَقْتُلُوْكَ تا کہ وہ تجھے قتل کر دیں فَاخْرُجْ چنانچہ تو نکل جا اِنِّيْ بیشک میں لَكَ مِنَ

النّٰصِحِيْنَ تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں فَخَرَجَ پھر وہ نکلا مِنْهَا اس سے خَآئِفًا ڈرتا سہمتا يَّتَرَقَّبُ انتظار کرتا ہوا قَالَ اُس نے کہا رَبِّ اے میرے رب نَجِّنِيْ تو نجات دے مجھے مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالم قوم سے وَلَمَّا اور جب تَوَجَّهَ وہ متوجہ ہوا تِلْقَآءَ مَدْيَنَ مدین کی طرف قَالَ اُس نے کہا عَسٰى امید ہے رَبِّيْٓ میرا رب اَنْ يَّهْدِيَنِيْ کہ وہ مجھے ہدایت دے گا سَوَآءَ السَّبِيْلِ سیدھے راستے کی

ترجمہ:۔ اور (اس کے بعد یہ ہوا کہ) شہر کے بالکل دور دراز علاقے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا کہ موسیٰ! سردار لوگ تمہارے بارے میں مشورے کر رہے ہیں کہ تمہیں قتل کر ڈالیں، اس لئے تم یہاں سے نکل جاؤ، یقین رکھو میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ چنانچہ موسیٰ ڈرتے ڈرتے حالات کا جائزہ لیتے شہر سے نکل کھڑے ہوئے کہنے لگے میرے پروردگار! مجھے ظالم لوگوں سے بچالے۔ اور جب انہوں نے مدین کی طرف رخ کیا تو کہا کہ مجھے پوری امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھے راستے پر ڈال دے گا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ایک شخص شہر کے کونے سے دوڑتا ہوا آیا۔

۲۔ کہنے لگا کہ اے موسیٰ! سردار لوگ آپ کو قتل کرنے کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں۔

۳۔ لہٰذا آپ یہاں سے نکل جاو۔

۴۔ یقین رکھو کہ میں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں۔

۵۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام حالات کا جائزہ لیتے ہوئے ڈرتے ڈرتے وہاں سے نکل گئے۔

۶۔ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! مجھے ظالم لوگوں سے بچالے۔

۷۔ جب انہوں نے مدین کی طرف رخ کیا تو کہنے لگے کہ امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھا راستہ بتادے گا۔

جب قبطی نے اس قتل کی خبر فرعون کو دی تو فرعون اور اسکے درباریوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس قبطی کے قتل کے بدلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا مشورہ کیا۔ یہاں فرعون کی درباریوں میں سے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ بھی تھا جسکا نام مفسرین نے حزقیل بن صبورا بتلایا ہے جو فرعون کا چچازاد بھائی تھا اور دوسرے مفسرین نے اس شخص کے دوسرے نام بھی بتلائے ہیں (تفسیر قرطبی)، چنانچہ یہ خیر خواہ دوڑتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ کے متعلق فرعون کے دربار میں جو قتل کے مشورے ہو رہے تھے اس کی آپ کو اطلاع دی اور کہا آپ یہاں سے کہیں دوسرے علاقہ میں چلے جائیں کہ جہاں یہ فرعون اور اسکے درباری آپ تک پہنچ نہ سکیں، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے نکل گئے اور ساتھ ہی یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما، ظالم اس اعتبار سے کہ ان لوگوں کی آپ کے ساتھ کفر اختیار کر کے اپنے آپ پر ظلم کر رکھا ہے لہٰذا مجھے

ایسے ظالموں سے نجات عطا فرمادے، چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کا پتہ نہیں جانتے تھے اس لئے اس شہر مصر سے شہر مدین کی جانب اس بھروسہ کے ساتھ نکل گئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے یقیناً اس راستہ تک پہنچا دے گا جو میرے لئے بہتر اور درست ہے، چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس راستہ کی گھاٹیوں میں چل رہے تھے تو اس وقت ایک فرشتہ جسکے ہاتھوں میں ایک کپڑا تھا گھوڑے پر سوار آپہنچا، اس فرشتے نے کہا کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلو چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے یہاں تک کہ آپ شہر مدین پہنچ گئے (تفسیر طبری، الدر المنثور)۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مجھے یہ کہا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ کہتے ہوئے کہ اے میرے رب! مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات عطا فرمائیے، مصر سے نکلے اس حال میں کہ نہ تو آپ کے پاس توشہ تھا، نہ ہی جوتے اور نہ ہی درہم وغیرہ بس ڈرتے ڈرتے وہاں سے نکل آئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے شہر مدین کی جانب آپ کی رہنمائی کی حتیٰ کہ آپ مدین کے اس کنویں کے پاس پہنچ گئے جہاں سے لوگ پانی پیتے تھے (تفسیر طبری)، چنانچہ اسکا ذکر اگلی آیتوں میں آرہا ہے۔

﴿درس نمبر ١٥٦٥﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جانوروں کو پانی پلادیا ﴿القصص ٢٣۔٢٤۔٢٥﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۖ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ○ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ○ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۖ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَمَّا اور جب وَرَدَ وہ پہنچا مَآءَ مَدْيَنَ مدین کے پانی پر وَجَدَ اس نے پایا عَلَيْهِ اس پر أُمَّةً ایک گروہ مِّنَ النَّاسِ لوگوں کا يَسْقُوْنَ وہ پانی پلا رہے تھے وَوَجَدَ اور اس نے پایا مِنْ دُوْنِهِمُ ان سے الگ امْرَاَتَيْنِ دو عورتوں کو تَذُوْدٰنِ وہ روکے کھڑی تھیں قَالَ اس نے کہا مَا خَطْبُكُمَا کیا حال ہے تمہارا! قَالَتَا ان دونوں نے کہا لَا نَسْقِيْ ہم پانی نہیں پلاتیں حَتّٰى يُصْدِرَ یہاں تک کہ واپس لے جائیں الرِّعَآءُ چرواہے وَاَبُوْنَا اور ہمارے باپ شَيْخٌ بوڑھے ہیں كَبِيْرٌ بڑی عمر کے فَسَقٰى چنانچہ اس نے پانی پلایا لَهُمَا ان دونوں کے لیے ثُمَّ تَوَلّٰٓى پھر پیچھے ہٹ آیا اِلَى الظِّلِّ سائے کی طرف فَقَالَ اور

کہا رَبِّ اے میرے رب! اِنِّیْ بے شک میں لِمَآ اس چیز کا جو اَنْزَلْتَ تو نازل کرے اِلَیَّ میری طرف مِنْ خَیْرٍ بھلائی سے فَقِیْرٌ محتاج ہوں فَجَآءَتْهُ پھر آئی اس کے پاس اِحْدٰىهُمَا ایک ان دونوں میں سے تَمْشِیْ چلتی ہوئی عَلَى اسْتِحْيَآءٍ حیاء سے قَالَتْ اس نے کہا اِنَّ اَبِیْ بے شک میرے والد یَدْعُوْكَ تجھے بلاتے ہیں لِیَجْزِیَكَ تاکہ وہ تجھے دیں اَجْرَ مزدوری مَا اس کی جو سَقَیْتَ تونے پانی پلایا لَنَا ہماری خاطر فَلَمَّا چنانچہ جب جَآءَهٗ وہ آیا اس کے پاس وَقَصَّ اور اس نے بیان کیا عَلَیْهِ اس پر الْقَصَصَ قصہ قَالَ اس نے کہا لَا تَخَفْ تو مت ڈر نَجَوْتَ تونے نجات پالی ہے مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اُس ظالم قوم سے

ترجمہ:۔ اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچے تو دیکھا کہ اس پر ایسے لوگوں کا ایک مجمع ہے جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور دیکھا کہ ان سے پہلے دو عورتیں ہیں جو اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں، موسیٰ نے ان سے کہا تم کیا چاہتی ہو؟ ان دونوں نے کہا ہم اپنے جانوروں کو اس وقت تک پانی نہیں پلاسکتیں جب تک سارے چرواہے پانی پلا کر نکل نہیں جاتے اور ہمارے والد بہت بوڑھے آدمی ہے۔اس پر موسیٰ نے ان کی خاطر ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر مڑ کر ایک سائے کی جگہ چلے گئے اور کہنے لگے میرے پروردگار! جو کوئی بہتری تو مجھ پر اوپر سے نازل کردے میں اس کا محتاج ہوں۔تھوڑی دیر بعد ان دونوں عورتوں میں سے ایک ان کے پاس شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی آئی کہنے لگی میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ کو اس بات کا انعام دیں کہ آپ نے ہماری خاطر جانوروں کو پانی پلایا ہے، چنانچہ جب وہ عورتوں کے والد کے پاس پہنچے اور ان کو ساری سرگزشت سنائی تو انہوں نے کہا کوئی اندیشہ نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں تیرہ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچے تو دیکھا کہ اس پر ایسے لوگوں کا مجمع ہے جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں۔

۲۔یہ بھی دیکھا کہ ان سے پہلے دو لڑکیاں ہیں جو اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں۔

۳۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم کیا چاہتی ہو؟۔

۴۔ان دونوں نے کہا کہ ہم اپنی بکریوں کو اس وقت تک پانی نہیں پلاسکتیں جب تک کہ سارے چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر نہ چلے جائیں۔

۵۔کہا کہ ہمارے والد بہت بوڑھے آدمی ہے۔

۶۔اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی خاطر ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔

۷۔جا کر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے۔

۸۔کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! جو کوئی بہتری تو مجھ پر اوپر سے نازل کردے میں اسکا محتاج ہوں۔

۹۔ تھوڑی دیر کے بعد ان دونوں میں سے ایک لڑکی شرم وحیا کے ساتھ ان کے پاس چلی آئی۔

۱۰۔ کہنے لگی کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ آپ کو اس کا اجر دیں جو آپ نے ہماری خاطر ہماری بکریوں کو پانی پلایا ہے۔

۱۱۔ چنانچہ وہ ان عورتوں کے والد کے پاس پہنچے اور انہیں سارا واقعہ سنایا۔

۱۲۔ انہوں نے کہا کہ تم کوئی اندیشہ مت کرو۔ ۱۳۔ تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر مدین کے ایک کنویں کے پاس پہنچے تو آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ اس کنویں کے اطراف لوگوں کا ہجوم لگا ہوا ہے اور یہ سب اپنے اپنے جانوروں کو اس کنویں سے پانی پلا رہے ہیں اور وہیں کچھ دور دو لڑکیاں کھڑی ہیں جو اپنے مویشیوں کو پانی پینے سے روکے ہوئے ہیں، یہ منظر دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان لڑکیوں کے پاس پہنچے اور ان سے اپنی ان بکریوں کو اس طرح پانی نہ پلا کر یہاں ٹھہرے رہنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتلایا کہ ہمارے والد بہت بوڑھے ہو چکے ہیں کہ وہ اب ان بکریوں کے چرانے کی طاقت نہیں رکھتے اسلئے ہم ہی ان بکریوں کو چراتے ہیں اور اب چونکہ ہم کمزور صنف سے ہیں اس لئے ہم اس بھیڑ میں جا کر اپنی ان بکریوں کو پانی پلانے کی استطاعت نہیں رکھتیں اس لئے ہم یہاں انتظار کر رہے ہیں تا کہ یہ مضبوط اور طاقتور قسم کے لوگ یہاں چلے جائیں تو پھر اسکے بعد ہم اپنی بکریوں کو پانی پلا کر واپس چلے جائیں گے وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ چنانچہ ان کی یہ کہانی سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام خود ہی ان کی بکریوں کو لیکر اس کنویں کے پاس بھیڑ میں گھس گئے اور ان سب پر غالب آتے ہوئے ان لڑکیوں کی ساری بکریوں کو پانی پلا کر ان کے حوالہ کر دیا اور پھر خود ایک درخت کے سایہ میں جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے بیٹھ گئے کہ اے اللہ! تو جانتا ہی ہے کہ میں اپنے شہر سے بے ساز وسامان حتی کے توشہ کے بغیر ہی اس انجان شہر میں آ پہنچا ہوں لہٰذا اب جو کچھ بھی تو میرے پاس اپنی طرف بھیج دے گا تو میں اس کا محتاج اور ضرورت مند ہوں فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ان لڑکیوں سے ان کے اپنے مویشیوں کو پانی نہ پلانے کی وجہ پوچھی اور انہوں نے اپنی وجہ بھی بتائی تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لڑکیوں سے پوچھا کہ کیا اس کنویں کے علاوہ کوئی اور کنواں نہیں ہے؟ انہوں نے کہا ایک اور کنواں ہے لیکن اس پر ایک پتھر ہے جو اکیلے آدمی سے نہیں ہٹتا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے اس کنویں کا پتا پوچھا اور انہیں لے کر وہاں پہنچے پھر خود ہی اس کنویں کا پتھر ہٹایا اور انکے مویشیوں کو پانی پلایا اور اسکے بعد اس پتھر کو دوبارہ رکھ کر

درخت کے سایہ میں آ کر بیٹھ گئے (الدر المنثور) جب وہ لڑکیاں اپنے گھر جلدی چلی گئیں تو ان کے والد نے ان کے جلدی آنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے سارا واقعہ سنایا اس پر ان کے والد نے اپنی ایک لڑکی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلا لانے کے لئے بھیجا وہاں حضرت موسی اپنے رب سے دعا مانگ کر بیٹھے ہی تھے کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی شرم وحیاء کے ساتھ پردہ کا لحاظ رکھتی ہوئی حضرت موسی علیہ السلام کے پاس پہنچی اور ان سے کہا کہ ان کے والد انہیں اس مدد کی اجرت دینے کے لئے بلا رہے ہیں جو انہوں نے کی ہے " فَجَاءَتۡهُ إِحۡدَاهُمَا تَمۡشِي عَلَى اسۡتِحۡيَاءٍ قَالَتۡ إِنَّ أَبِي يَدۡعُوكَ لِيَجۡزِيَكَ أَجۡرَ مَا سَقَيۡتَ لَنَا چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام ان کے ساتھ چلنے تیار ہو گئے، مفسرین نے بیان کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس لڑکی سے کہا کہ آپ میرے پیچھے چلیں اور مجھے راستہ کی خبر دیتی رہے تا کہ پردہ کا زیادہ اہتمام باقی رہے (التفسیر المنیر)، اس طرح جب آپ ان کے والد کے پاس پہنچے جو کہ اکثر مفسرین کی رائے کے مطابق حضرت شعیب علیہ السلام تھے تو آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہاں آنے کا سبب پوچھا تو آپ نے انہیں سارا واقعہ سنا دیا جس پر ان لڑکیوں کے والد یعنی حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یہاں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تم یہاں آ کر ان ظالموں سے چھٹکارہ پا چکے ہو" فَلَمَّا جَاءَهٗ وَقَصَّ عَلَيۡهِ الۡقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفۡ نَجَوۡتَ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ۔

﴿درس نمبر ۱۵۶۶﴾ یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طئے ہو گئی ﴿القصص ۲۶۔۲۷۔۲۸﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَالَتۡ اِحۡدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡهُ ۚ اِنَّ خَيۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِىُّ الۡاَمِيۡنُ ۝ قَالَ اِنِّىۡۤ اُرِيۡدُ اَنۡ اُنۡكِحَكَ اِحۡدَى ابۡنَتَىَّ هٰتَيۡنِ عَلٰۤى اَنۡ تَاۡجُرَنِىۡ ثَمٰنِىَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَيۡكَ ؕ سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝ قَالَ ذٰلِكَ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكَ ؕ اَيَّمَا الۡاَجَلَيۡنِ قَضَيۡتُ فَلَا عُدۡوَانَ عَلَىَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوۡلُ وَكِيۡلٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَتۡ اِحۡدٰىهُمَا ایک نے ان دونوں میں سے کہا يٰۤاَبَتِ اے ابا جان! اسۡتَاۡجِرۡهُ اسے اجرت پر رکھ لیجیے اِنَّ خَيۡرَ بلاشبہ بہترین مَنِ وہ شخص جسے اسۡتَاۡجَرۡتَ آپ اجرت پر رکھیں الۡقَوِىُّ الۡاَمِيۡنُ طاقتور امانتدار آدمی ہی ہے قَالَ اس نے کہا اِنِّىۡۤ بلاشبہ میں اُرِيۡدُ اَنۡ چاہتا ہوں کہ اُنۡكِحَكَ نکاح کر دوں تجھ سے اِحۡدَى ایک کا ابۡنَتَىَّ هٰتَيۡنِ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے عَلٰۤى اَنۡ اس پر کہ تَاۡجُرَنِىۡ تو میری نوکری کرے ثَمٰنِىَ حِجَجٍ آٹھ سال فَاِنۡ پھر اگر اَتۡمَمۡتَ تو پورے کرے عَشۡرًا دس سال فَمِنۡ عِنۡدِكَ تو وہ تیری طرف سے ہے وَمَاۤ اُرِيۡدُ اور میں نہیں چاہتا اَنۡ اَشُقَّ کہ سختی کروں عَلَيۡكَ تجھ پر سَتَجِدُنِىۡۤ یقینا تو

مجھے پائے گا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ نے چاہا مِنَ الصّٰلِحِیْنَ نیک لوگوں میں سے قَالَ اس نے کہا ذٰلِكَ یہ ہے بَیْنِیْ میرے درمیان وَبَیْنَكَ اور آپ کے درمیان اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ جونسی دو مدتوں میں سے قَضَیْتُ میں پوری کرلوں فَلَا تو نہیں ہوگی عُدْوَانَ عَلَیَّ مجھ پر زیادتی وَاللّٰهُ اور اللہ عَلٰی مَا اس پر جو نَقُوْلُ ہم کہہ رہے ہیں وَكِیْلٌ نگران ہے

ترجمہ:۔ ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے کہا ابا جان! آپ ان کو اجرت پر کوئی کام دے دیجئے ،آپ کسی سے اجرت پر کام لیں تو اس کے لئے بہترین شخص وہ ہے جو طاقتور بھی ہو، امانت دار بھی۔ان کے باپ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو لڑکیوں میں سے ایک سے تمہارا نکاح کر دوں، بشرطیکہ تم آٹھ سال تک اجرت پر میرے پاس کام کرو، پھر اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہوگا اور میرا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ تم پر مشقت ڈالوں، ان شاء اللہ تم مجھے ان لوگوں میں سے پاؤ گے جو بھلائی کا معاملہ کرتے ہیں۔موسیٰ نے کہا یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہوگئی ، دونوں مدتوں میں سے جو بھی میں پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی اور جو بات ہم کر رہے ہیں، اللہ اس کا رکھوالا ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں دس باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے کہا کہ ابا جان! آپ ان کو اجرت پر کوئی کام دے دیجئے۔

۲۔آپ کسی سے اجرت پر کام لیں تو اس کے لئے بہترین شخص وہ ہے جو طاقتور بھی ہو اور امانت دار بھی۔

۳۔ان کے والد نے کہا کہ میں اپنی ان دو لڑکیوں میں سے ایک کا آپ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔

۴۔مگر شرط یہ ہے کہ آپ آٹھ سال تک اجرت پر میرے پاس کام کرو گے۔

۵۔اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہوگا۔

۶۔میرا کوئی ارادہ نہیں کہ تم پر مشقت میں ڈالوں۔

۷۔ان شاء اللہ تم مجھے ان لوگوں میں سے پاو گے جو بھلائی کا معاملہ کرتے ہیں۔

۸۔حضرت موسی علیہ السلام نے کہا کہ یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہوگئی۔

۹۔دونوں مدتوں میں سے جو بھی مدت میں پوری کروں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔

۱۰۔جو بات ہم کر رہے ہیں اللہ اس کا رکھوالا ہے۔

جب حضرت شعیب وموسی علیہما السلام کی گفتگو ختم ہوئی تو حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک لڑکی نے کہا کہ اے ابا جان! کیوں نہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا خادم بنالیں تا کہ انکی معاش کا بھی ذریعہ ہوجائیگا اور ہماری مدد بھی اور خادم وہی اچھا ہوتا ہے جو طاقتور بھی ہو اور امانت دار بھی اور اس نوجوان میں یہ دونوں صفات بھی ہیں قَالَتْ

إِحداهُما يا أَبَتِ اِسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِيْنُ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کی اس بات پر کہا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ شخص قوت والا بھی ہے اور امانت دار بھی؟ بیٹی نے کہا کہ ابا جان! اسی اکیلے شخص نے کنویں کا وہ پتھر ہٹایا تھا جسے دس لوگ مل کر بھی ہٹا نہ پاتے اور رہی بات اس شخص کی امانت داری کی تو جب آپ نے مجھے انہیں بلوانے کے لئے بھیجا تو میں ان کے آگے آگے چل رہی تھی لیکن تھوڑی ہی دور جانے کے بعد انہوں نے کہا کہ میرے پیچھے ہو جاؤ اور مجھے پیچھے سے ہی راستہ بتلا دینا۔ (التفسیر المنیر)، چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کی رائے پر اتفاق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ دیکھو! اگر تم میرے لئے آٹھ سال کام کرو گے تو میں تمہارا نکاح اپنی ایک بیٹی سے کردونگا اور اگر خود ہی اس آٹھ سال کے بجائے دس سال پورے کرلو تو یہ تمہاری مرضی ہے ورنہ میری تو شرط بس آٹھ سال کی ہی ہے اگر منظور ہو تو بتا دینا قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ اسکے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی فرمایا کہ دیکھو! میں تو بس تمہارے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرنا چاہتا ہوں میرا مقصد ہرگز تمہیں کسی مصیبت یا تکلیف میں ڈالنا نہیں ہے سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّالِحِيْنَ اور تم مجھے اپنا وہ وعدہ پورا کرنے والوں میں سے پاؤ گے جو میں نے تم سے کیا یعنی اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کرادوں گا۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ چلو! مجھے یہ بات جو آپ کے اور ہمارے درمیان طے ہوئی منظور ہے اور رہی بات آٹھ یا دس سال کی مدت کو پورا کرنا سو وہ میرا حق ہے اگر میں آٹھ سال پورے کروں تب بھی آپ اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کر دینا اور اگر دس سال کی مدت پوری کروں تو بھی اپنا وعدہ پورا کر دینا، اسکے بعد کسی اور شرط کا اضافہ نہیں کرنا، اللہ تعالیٰ ہمارے ان وعدوں کا گواہ ہے قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ اب اس وعدہ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بیان کردہ مدت کو پورا کیا یا نہیں کیا؟ اسے اگلی آیتوں میں بیان کیا جارہا ہے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور کی طرف چلے

﴿القصص ۲۹۔۳۰﴾ ﴿درس نمبر ۱۵۶۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ○ فَلَمَّاۤ اَتٰهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَلَمَّا قَضٰى پھر جب پوری کرلی مُوْسَى الْاَجَلَ موسیٰ نے وہ مدت وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اور وہ اپنی بیوی کو لے کر چلا اٰنَسَ تو اس نے دیکھی مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا طور کی ایک جانب سے آگ قَالَ اس نے کہا لِاَهْلِهِ اپنی بیوی سے امْكُثُوْۤا تم ٹھہرو اِنِّيْۤ بے شک میں نے اٰنَسْتُ نَارًا آگ دیکھی ہے لَّعَلِّيْۤ شاید کہ میں اٰتِيْكُمْ تمہارے پاس لے آؤں مِّنْهَا اس سے بِخَبَرٍ کوئی خبر اَوْ جَذْوَةٍ یا کوئی انگارا مِّنَ النَّارِ آگ کا لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ تا کہ تم تاپو فَلَمَّا پھر جب اَتٰهَا وہ اس کے پاس آیا نُوْدِيَ وہ ندا دیا گیا مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ وادی کے دائیں کنارے سے فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ بابرکت جگہ میں مِنَ الشَّجَرَةِ درخت سے اَنْ يّٰمُوْسٰۤى کہ اے موسیٰ! اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ بلاشبہ میں اللہ ہوں رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ سب جہانوں کا رب

ترجمہ:۔ پھر جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کرلی اور اپنی اہلیہ کو لے کر چلے تو انہوں نے کوہِ طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی، انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: ٹھہرو! میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لے آؤں، یا آگ کا کوئی انگارہ اٹھالاؤں، تا کہ تم گرمائی حاصل کرسکو۔ چنانچہ جب وہ اس آگ کے پاس پہنچے تو دائیں وادی کے کنارے پر جو برکت والے علاقے میں واقع تھی ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں، تمام جہانوں کا پروردگار!۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وہ مدت کردی۔

۲۔ اپنی اہلیہ کو لیکر چلے تو انہیں طور کی طرف سے ایک آگ نظر آئی۔

۳۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ ٹہرو! میں نے آگ دیکھی ہے۔

۴۔ شاید میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لے آؤں۔

۵۔ یا آگ کا کوئی انگارہ اٹھالاوں تا کہ اس آگ سے گرمی حاصل کرسکو۔

۶۔ چنانچہ وہ اس درخت کے پاس پہنچے۔

۷۔ اس درخت سے جو دائیں وادی کے کنارہ پر برکت والی جگہ میں واقع تھا آواز آئی۔

۸۔ اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں تمام جہانوں کا پروردگار۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طے شدہ مدت کو پورا کردیا، اب آٹھ اور دس سال کی مدت میں موسیٰ علیہ السلام نے کس مدت کو پورا کیا؟ اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں مدتوں میں سے کونسی مدت کی تکمیل کی؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ کامل ومکمل یعنی پورے دس سال کی مدت کو آپ علیہ السلام

نے پورا کیا (الجامع الصغیر)۔ اس مدت کو پورا کرنے پر حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے اپنی ایک بیٹی کا ان سے نکاح کر دیا، درمنثور میں منقول ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی صفورا کا نکاح آپ سے کر دیا (الدر المنثور)، چنانچہ نکاح کے بعد آپ اپنی اہلیہ کو لیکر اپنے گھر مصر کی طرف روانہ ہونے کے لئے نکلے (تفسیر طبری) کہ راستہ میں رات ہوگئی اور وہ وقت سردیوں کا تھا جس کی وجہ سے وہ لوگ سردی محسوس کر رہے تھے کہ اتنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دور کوہ طور کی جانب سے آگ جلتی ہوئی دکھائی دی" فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ آپ یہیں ٹھہرو میں جا کر دیکھتا ہوں کہ شاید وہاں کوئی ہمیں راستہ کی خبر دینے والا مل جائے اور اگر وہاں کوئی نہ بھی ہو تو میں اس آگ کے شعلہ کو یہاں لے آؤنگا تا کہ ہم اس سے تاپ سکیں اور اپنی سردی کا دفاع کرے" قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ یہ کہہ کر آپ علیہ السلام اس آگ کی طرف بڑھ گئے اور جب اس آگ کے قریب پہنچے تو اس درخت کے دائیں جانب میں واقع ایک بابرکت وادی کے کنارہ سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! جو تم سے مخاطب ہے وہ تمہارا رب اللہ ہی ہے، اس درخت کے بارے میں جس سے آگ نکل رہی تھی مفسرین نے کہا کہ وہ درخت غرقد کا تھا۔ (تفسیر طبری) الغرض اس ندائے الٰہی کے بعد کیا ہوا اگلی آیتوں میں بیان کیا جا رہا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۶۸﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیٹھ پھیر کر بھاگے ﴿القصص ۳۱۔۳۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۞ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ز وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاَنْ اور یہ کہ اَلْقِ تو ڈال دے عَصَاكَ اپنی لاٹھی فَلَمَّا پھر جب رَاٰهَا اس نے اس کو دیکھا تَهْتَزُّ کہ وہ حرکت کر رہی ہے كَاَنَّهَا گویا کہ وہ جَآنٌّ سانپ ہے وَّلّٰى وہ پیچھے ہٹا مُدْبِرًا پیٹھ پھیر کر وَّلَمْ يُعَقِّبْ اور نہ پیچھے مڑ کر دیکھا اس نے يٰمُوْسٰٓى اے موسیٰ! اَقْبِلْ آگے آ وَلَا تَخَفْ اور تو نہ ڈر اِنَّكَ بلاشبہ تو مِنَ الْاٰمِنِيْنَ امن والوں میں سے ہے اُسْلُكْ تو داخل کر يَدَكَ اپنا ہاتھ فِيْ جَيْبِكَ اپنے گریبان میں تَخْرُجْ وہ نکلے گا بَيْضَآءَ سفید چمکتا ہوا مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ بغیر کسی تکلیف کے وَّاضْمُمْ اور تو ملا لے اِلَيْكَ

اپنی طرف جَنَاحَكَ اپنا بازو مِنَ الرَّهْبِ خوف سے فَذٰنِكَ چنانچہ یہ دونوں بُرْهَانٰنِ دلیلیں ہیں مِنْ رَّبِّكَ تیرے رب کی طرف سے اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف وَمَلَا۟ئِهٖ اوراس کے درباریوں اِنَّهُمْ بیشک وہ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ نافرمان لوگ ہیں

ترجمہ:۔ اور یہ کہ اپنی لاٹھی نیچے ڈال دو پھر ہوا یہ کہ جب انہوں نے اس لاٹھی کو دیکھا کہ وہ اس طرح حرکت کررہی ہے جیسے وہ سانپ ہوتو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ (ان سے کہا گیا) موسیٰ! سامنے آؤ اور ڈرو نہیں، تم بالکل محفوظ ہو۔ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، وہ کسی بیماری کے بغیر چمکتا ہوا نکلے گا اور ڈر دور کرنے کے لئے اپنا بازو اپنے جسم سے لپٹا لینا، اب یہ دونوں زبردست دلیلیں ہیں جو تمہارے پروردگار کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجی جارہی ہیں، وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔

تشریح:۔ ان دوآیتوں میں نو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ حکم ہوا کہ اپنی لاٹھی نیچے ڈال دو۔

۲۔ پھر ہوا یہ کہ جب انہوں نے اس لاٹھی کو دیکھا کہ وہ اس طرح حرکت کررہی ہے جیسے کہ سانپ ہو۔

۳۔ تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

۴۔ پھر حکم ہوا کہ موسیٰ! سامنے آو، ڈرو نہیں۔

۵۔ تم بالکل محفوظ ہو۔

۶۔ پھر حکم ہوا کہ اے موسیٰ! اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو وہ بغیر کسی بیماری کے چمکتا ہوا نکلے گا۔

۷۔ ڈر دور کرنے کے لئے اپنا بازو اپنے جسم سے لپٹا لینا۔

۸۔ یہ دوزبردست دلیلیں ہیں جو تمہارے پروردگار کی طرف سے فرعون اور اسکے درباریوں کی طرف بھیجی جارہی ہیں۔

۹۔ وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔

چنانچہ جب آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں ہی تمہارا رب اللہ ہوں تو یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں ٹھہر گئے، اسکے بعد ایک دوسری آواز آئی جس میں یہ حکم دیا گیا کہ اے موسیٰ! تمہارے ہاتھ میں جو عصا ہے اسے زمین پر ڈال دو، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں اپنا عصا زمین پر ڈال دیا، اس عصا کو زمین پر ڈالنا ہی تھا کہ وہ ایک چلتا پھرتا بڑا سا سانپ بن گیا یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈر سے گئے کہ کہیں یہ سانپ انہیں نقصان نہ پہنچادے اس لئے وہاں سے بھاگنے لگے وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِراً وَلَمْ يُعَقِّبْ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈرتا ہوا دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ انہیں پکارا کہ اے موسیٰ! قریب آو، ڈرو نہیں، یہ سانپ آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا، آپ یہاں بالکل محفوظ ہو یا مُوسَى أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اطمینان ہوا اور آپ کا خوف جاتا رہا اور آپ پھر سے

واپس وہیں آ گئے، اسکے بعد اللہ تعالی نے دوبارہ آواز دی کہ اے موسی! اب اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو اس سے تمہارا ہاتھ بالکل روشنی کی طرح چمکتا ہوا نکلے گا اور ہاں! یہ کوئی بیماری نہیں ہوگی بلکہ ہمارا معجزہ ہوگا جو تمہیں عطا کیا جانے والا ہے چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام نے ویسا ہی کیا جیسا کہ انہیں حکم دیا گیا اُسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ اس مرتبہ حضرت موسی علیہ السلام کو کوئی خوف نہیں ہوا اس لئے کہ اللہ تعالی نے انہیں اس عمل سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ تمہارے اس طرح کرنے سے تمہارا ہاتھ روشن ہو کر نکلے گا، اب چونکہ پہلی مرتبہ لاٹھی کے سانپ بن جانے کا انہیں علم نہیں تھا اس لئے اچانک اسے دیکھ کر خوف کھا گئے۔ اسکے بعد اللہ تبارک وتعالی نے خوف کو دور کرنے کا ایک طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اب بھی تمہیں خوف اور ڈر محسوس ہو رہا ہو تو تم اپنے ہاتھ کو اپنے جسم سے ملا لو، مفسرین نے یہاں جَنَاحَكَ سے مراد دل لیا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر خوف زدہ بندہ جب اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ لیتا ہے تو اسکا خوف دور ہو جاتا ہے (التفسیر المنیر) جب حضرت موسی علیہ السلام کا سارا خوف دور ہو گیا اور آپ اطمینان کی حالت میں آ گئے تو اللہ تبارک وتعالی نے آپ کی اصل ذمہ داری بیان کی کہ دیکھو! یہ دونوں نشانیاں ہم نے تمہیں اس لئے دی ہیں کہ تم ان دو نشانیوں کو لیکر فرعون اور اسکے درباریوں کے پاس جاؤ اور ہماری توحید کا پیغام انہیں سنانا اور انہیں ان برائیوں سے روکو جن میں یہ لوگ مبتلا ہیں، یقینا یہ لوگ بڑے نافرمان ہو گئے ہیں فَذٰنِكَ بُرْهَانَانِ مِنْ رَّبِّكَ إِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهِ إِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فَاسِقِيْنَ

مجھے خوف ہے کہ کہیں مجھے مار نہ ڈالیں

﴿درس نمبر ۱۵۶۹﴾ ﴿القصص ۳۳۔۳۴۔۳۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ رَبِّ إِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ وَأَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ إِنِّيْٓ أَخَافُ أَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ إِلَيْكُمَا بِاٰيٰتِنَا أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس نے کہا رَبِّ اے میرے رب! إِنِّيْ بے شک میں نے قَتَلْتُ قتل کیا تھا مِنْهُمْ ان میں سے نَفْسًا ایک شخص کو فَأَخَافُ لہذا میں ڈرتا ہوں أَنْ اس سے کہ يَّقْتُلُوْنِ وہ مجھے قتل کر دیں گے وَأَخِيْ هٰرُوْنُ اور میرا بھائی ہارون هُوَ أَفْصَحُ وہ زیادہ فصیح ہے مِنِّيْ مجھ سے لِسَانًا باعتبار زبان کے فَأَرْسِلْهُ چنانچہ تو بھیج اسے مَعِيَ میرے ساتھ رِدْاً مددگار بنا کر يُّصَدِّقُنِيْٓ (کہ) وہ میری تصدیق کرے إِنِّيْٓ أَخَافُ بے شک میں ڈرتا ہوں أَنْ اس سے يُّكَذِّبُوْنِ کہ وہ مجھے جھٹلائیں قَالَ اس نے کہا سَنَشُدُّ عنقریب ہم مضبوط

کر دیں گے عَضُدَكَ تیرا بازو بِاَخِيْكَ تیرے بھائی کے ساتھ وَنَجْعَلُ اور ہم کر دیں گے لَكُمَا سُلْطٰنًا تم دونوں کیلئے غلبہ فَلَا يَصِلُوْنَ پھر وہ نہیں پہنچ سکیں گے اِلَيْكُمَا تم دونوں کی طرف بِاٰيٰتِنَا ہماری نشانیوں کے ساتھ اَنْتُمَا تم دونوں وَمَنِ اور جس نے اتَّبَعَكُمَا تمہاری پیروی کی الْغٰلِبُوْنَ غالب رہو گے

ترجمہ:۔ موسیٰ نے کہا میرے پروردگار! میں نے ان کا ایک آدمی قتل کر دیا تھا، اس لئے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل نہ کر دیں اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے، اس لئے ان کو بھی میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دیجئے کہ وہ میری تائید کریں، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔ ارشاد ہوا ہم تمہارے بھائی کے ذریعے تمہارے ہاتھ مضبوط کئے دیتے ہیں اور تم دونوں کو ایسا دبدبہ عطا کر دیتے ہیں کہ ان کو ہماری نشانیوں کی برکت سے تم پر دسترس حاصل نہیں ہوگی تم اور تمہارے پیروکار ہی غالب رہو گے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پروردگار! انکا ایک شخص میرے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے۔

۲۔ مجھے خوف ہے کہ وہ کہیں مجھے مار نہ ڈالیں۔

۳۔ میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے۔

۴۔ آپ انہیں میرا مددگار بنا کر بھیجئے تاکہ وہ میری تائید کریں۔

۵۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔

۶۔ ارشاد ہوا کہ ہم تمہارے بھائی کے ذریعہ تمہارے ہاتھ مضبوط کئے دیتے ہیں۔

۷۔ تم دونوں کو ایسا دبدبہ عطا کر دیتے ہیں کہ ان کو ہماری نشانیوں کی برکت سے تم پر دسترس حاصل نہ ہوگی۔

۸۔ تم اور تمہارے پیروکار ہی غالب رہو گے۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ ان دو معجزات کو لیکر فرعون اور اسکے درباریوں کے پاس جاؤ تو حضرت موسیٰ کو کچھ خوف وڈر محسوس ہوا کہ میں انہی سے بچنے کے لئے یہاں مدین بھاگ کر آیا تھا اور اب اللہ تعالیٰ مجھے انہی کے پاس واپس جانے کا حکم دے رہے ہیں، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑے ادب سے اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض کیا کہ اے اللہ! آپ تو جانتے ہیں کہ میرے ہاتھ سے فرعون کے ایک آدمی کا قتل ہو گیا تھا جس پر وہ مجھے قتل کرنے کے در پر تھے تو میں وہاں سے بھاگ آیا اب آپ دوبارہ مجھے وہاں جانے کا حکم دے رہے ہیں تو میں اس حکم کو بجا تو لاؤنگا مگر میری آپ سے ایک التجا ہے کہ آپ میرے بھائی ہارون کو جو کہ مجھ سے زیادہ فصیح الزبان ہیں میرا مددگار اور میری نبوت کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجئے تاکہ مجھے ان کی موجودگی سے تھوڑی ہمت ملے قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْساً فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُوْنِ، وَأَخِي هَارُوْنُ هُوَ أَفْصَحُ

مِنِّي لِسَاناً فَأَرْسِلهُ مَعِي رِدْءاً يُصَدِّقُنِي إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ سورۂ طٰہ کی آیت نمبر ۲۹ ۔ ۳۲ میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام وَاجْعَلْ لِي وَزِيراً مِنْ أَهْلِي ○ هارُونَ أَخِي اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ○ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي میرے لئے میرے ہی خاندان کے ایک فرد کو میرا مددگار مقرر کردیجئے، یعنی ہارون کو جو میرے بھائی ہیں، ان کے ذریعہ میری طاقت مضبوط کردیجئے، ان کو میرا شریکِ کار بنادیجئے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس التجا کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطاناً فَلا يَصِلُونَ إِلَيْكُما بِآياتِنا أَنْتُما وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغالِبُونَ ٹھیک ہے ہم تمہارے بھائی کے ذریعہ تمہارے ہاتھ مضبوط کئے دیتے ہیں یعنی وہ بھی آپ کے اس کام میں شریک رہیں گے کہ ہم نے انہیں بھی آپ کے ساتھ اپنا پیغمبر چن لیا ہے، وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا (مریم: ۵۳)، اتنا ہی نہیں بلکہ ہم آپ دونوں کو ایسا دبدبہ بھی عطا کردیں گے کہ فرعون اور اسکے آدمیوں کو ہمارے ان معجزات کی برکت سے آپ پر دسترس حاصل نہیں ہوگی یعنی وہ آپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف پہنچانے سے ڈریں گے، لہٰذا بے خوف وخطر آپ انکے پاس ہمارا یہ پیغام لیکر چلے جائیے اور آپ ہی لوگ ان پر غالب رہو گے وَنَجْعَلُ لَكُما سُلْطاناً فَلا يَصِلُونَ إِلَيْكُما بِآياتِنا أَنْتُما وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغالِبُونَ

﴿درس نمبر ۱۵۷۰﴾ اللہ جانتا ہے کہ آخر میں بہتر ٹھکانہ کس کا ہوگا؟ ﴿القصص ۳۶۔۳۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ○ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَلَمَّا پھر جب جَآءَهُمْ مُّوْسٰى آیا ان کے پاس موسیٰ بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ ہماری واضح نشانیوں کے ساتھ قَالُوْا انہوں نے کہا مَا هٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى مگر جادو گھڑا ہوا وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا اور ہم نے نہیں سنیں یہ فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ اپنے پہلے باپ دادا میں وَقَالَ مُوْسٰى اور کہا موسیٰ نے رَبِّيْٓ میرا رب اَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِمَنْ جَآءَ اس شخص کو جو آیا بِالْهُدٰى ہدایت کے ساتھ مِنْ عِنْدِهٖ اس کی طرف سے وَمَنْ اور اس شخص کو کہ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ ہوگا اس کے لیے انجام الدَّارِ آخرت کا اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ بلاشبہ ظالم فلاح نہیں پاتے

ترجمہ:۔ چنانچہ جب موسیٰ ان کے پاس ہماری کھلی ہوئی نشانیاں لے کر پہنچے تو انہوں نے کہا یہ کچھ نہیں

بس بناوٹی جادو ہے اور ہم نے یہ بات اپنے پچھلے باپ دادوں میں نہیں سنی۔اور موسیٰ نے کہا میرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے اور آخر کار بہتر ٹھکانہ کس کے ہاتھ آئے گا، یہ یقینی بات ہے کہ ظالم فلاح نہیں پائیں گے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس ہماری کھلی ہوئی نشانیاں لیکر پہنچے تو انہوں نے کہا کہ یہ کچھ بس بناوٹی جادو ہے۔

۲۔ہم نے یہ بات اپنے پچھلے باپ داداوں میں نہیں سنی۔

۳۔موسیٰ نے کہا کہ میرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اس کے پاس سے ہدایت لیکر آیا ہے؟

۴۔یہ بھی جانتا ہے کہ آخر میں بہتر ٹھکانہ کس کے ہاتھ آئے گا۔

۵۔یہ یقینی بات ہے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ وعدہ کر دیا کہ فرعون اور اسکے حامی آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا پائیں گے اور آپ ہی ان پر غالب رہو گے تو موسیٰ علیہ السلام بلا خوف وخطر فرعون اور اسکے درباریوں کے پاس اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو لیکر چلے گئے، جب وہاں پہنچے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا کہ ایک اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت مت کرنا جیسا کہ سورۂ اعراف میں مذکور ہے وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے فرعون! میں رب العالمین کی جانب سے بھیجا ہوا پیغمبر ہوں، میرا فرض ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے حق کے سوا کوئی بات نہ کہوں، میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیل لیکر آیا ہوں لہٰذا تم بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو (الأعراف۔۱۰۴،۱۰۵) یہ سن کر فرعون نے کہا کہ اچھا تو پھر وہ واضح نشانیاں جو تم لیکر آئے ہو ہمیں بتلاو کہ ہم بھی تو دیکھیں کہ آخر وہ کیا ہیں؟ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی جس سے وہ بڑا اژدہا بن گیا اور پھر اپنا ہاتھ گریبان سے نکالا تو وہ روشن چمکدار ہو گیا، ان واضح نشانیوں کو دیکھ کر فرعون نے کہا کہ یہ تو بس بناوٹی جادو ہے اور کچھ نہیں فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى اور رہی وہ بات جس کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو تو یہ بات اب تک ہم نے اپنے پچھلے باپ داداوں سے کبھی نہیں سنی مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۔فرعون کی یہ بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا اے فرعون! میرا رب وہ اللہ ہے جسکے علاوہ کوئی معبود نہیں، اسی نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے اور وہی ہر ڈھکی چھپی بات کو جانتا ہے اور وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ

کون حق پر ہے اور کون گمراہی پر؟ اور کون ہدایت لیکر آیا ہے اور کون نہیں؟ اور یہ بھی جانتا ہے کہ آخر میں کس کا ٹھکانہ بہتر ہوگا؟ اب تو ظالم لوگ ہو اور ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ اگر تم بھی نجات چاہتے ہو اور آخرت میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو اس حق بات کو جو میں لیکر آیا ہوں قبول کرلو اور دیگر معبودوں کو چھوڑ کر بس ایک اللہ کی عبادت کرو اور اسی کا کہنا مانو۔

﴿درس نمبر ۱۵۷۱﴾ اے ہامان! میرے لئے ایک اونچی عمارت بناؤ ﴿القصص ۳۸۔۳۹۔۴۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۝ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور فرعون نے کہا يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اے سردارو! مَا عَلِمْتُ میں نہیں جانتا لَكُمْ تمہارے لیے مِّنْ اِلٰهٍ کوئی معبود غَيْرِيْ سوائے اپنے فَاَوْقِدْ لہٰذا تو آگ جلا لِيْ میرے لیے يٰهَامٰنُ اے ہامان! عَلَى الطِّيْنِ مٹی پر فَاجْعَلْ پھر تو بنا لِّيْ صَرْحًا ایک محل میرے لیے لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ تاکہ میں جھانکوں اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى موسیٰ کے الٰہ کو وَاِنِّيْ اور بلاشبہ میں لَاَظُنُّهٗ البتہ اس کو گمان کرتا ہوں مِنَ الْكٰذِبِيْنَ جھوٹوں میں سے وَاسْتَكْبَرَ اور تکبر کیا هُوَ وَجُنُوْدُهٗ اس نے اور اس کے لشکروں نے فِي الْاَرْضِ زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق وَظَنُّوْۤا اور انہوں نے گمان کیا اَنَّهُمْ کہ بے شک وہ اِلَيْنَا ہماری طرف لَا يُرْجَعُوْنَ لوٹائے نہیں جائیں گے فَاَخَذْنٰهُ چنانچہ ہم نے اسے پکڑ لیا وَجُنُوْدَهٗ اور اس کے لشکروں کو فَنَبَذْنٰهُمْ پھر ہم نے ان کو پھینک دیا فِي الْيَمِّ دریا میں فَانْظُرْ پھر آپ دیکھیں كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ کیسا ہوا انجام الظّٰلِمِيْنَ ظالموں کا

ترجمہ:۔ اور فرعون بولا اے درباروالو! میں تو اپنے سوا تمہارے کسی اور خدا سے واقف نہیں ہوں، ہامان! تم ایسا کرو کہ میرے لئے گارے کو آگ دے کر پکواؤ اور میرے لئے ایک اونچی عمارت بناؤ تا کہ میں اس پر سے موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور میں تو پورے یقین کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ غرض یہ کہ اس نے اور اس کے لشکروں نے زمین پر ناحق گھمنڈ کیا اور یہ سمجھ بیٹھے کہ انہیں ہمارے پاس واپس نہیں لایا جائے گا۔ اس لئے ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ میں لے کر سمندر میں پھینک دیا اب دیکھ لو کہ ظالموں کا انجام کیسا ہوا؟

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں دس باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ فرعون نے کہا :اے درباریو! میں اپنے سوا تمہارے کسی اور رب سے واقف نہیں ہوں۔

۲۔ ہامان! تم ایسا کرو کہ میرے لئے گارے کو آگ دیکر پکاؤ۔

۳۔ میرے لئے ایک اونچی عمارت بناؤ۔

۴۔ تا کہ میں اس پر سے موسیٰ کے رب کو جھانک کر دیکھوں۔

۵۔ میں تو پورے یقین کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔

۶۔ غرض یہ کہ اس نے اور اس کے لشکر نے زمین میں ناحق گھمنڈ کیا۔

۷۔ یہ سمجھ بیٹھے کہ انہیں واپس ہمارے پاس نہیں لایا جائیگا۔

۸۔ چنانچہ ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ میں لیکر سمندر میں پھینک دیا۔

۹۔ اب دیکھ لو کہ ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ دیکھو! تمہارا اور ہمارا بس ایک ہی رب اللہ ہے اسکے علاوہ کسی اور کی عبادت مت کرنا اور اسی کے سامنے سر جھکانا تو فرعون نے یہ سن کر اپنے دربار میں موجود لوگوں سے کہا وَقالَ فِرْعَوْنُ يا أَيُّهَا الْمَلَأُ ما عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرِي کہ اے درباریو! میں تو اپنے سوا تمہارے کسی اور خدا کو نہیں جانتا، یعنی وہ خود اپنے آپ کو خدا کہنے لگا جیسا کہ سورۃ النازعات میں فرمایا فَحَشَرَ فَنَادٰى. فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى فرعون نے سب کو اکٹھا کیا اور پھر آواز لگا کر کہا کہ میں ہی تمہارا اعلیٰ درجہ کا پروردگار ہوں (النازعات۔ ۲۳، ۲۴) اپنے اس خدائی دعوے کے بعد فرعون نے اپنے وزیر ہامان کو حکم دیا کہ وہ اس کے لئے مٹی کے گارے کو آگ میں پکا کر اینٹیں بنائے اور ان اینٹوں سے ایک اونچی عمارت تیار کرے اور بطور تمسخر و تکبر یہ کہا کہ شاید اس اونچی عمارت پر چڑھ کر ہی سہی مجھے موسیٰ کا رب دکھائی دے فَأَوْقِدْ لِي يَا هَامَانُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَلْ لِي صَرْحاً لَعَلِّي أَطَّلِعُ إِلٰى إِلٰهِ مُوسٰى اسکے بعد فرعون نے کہا کہ یہ سب کرنے کے بعد بھی مجھے یقین ہے کہ وہاں بھی موسیٰ کا رب نہیں ملے گا اور میرے خیال سے یہ موسیٰ اپنی بات میں جھوٹے ہیں وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ سورۂ غافر کی آیت نمبر ۳۶ میں بھی یوں کہا گیا وَقالَ فِرْعَوْنُ يا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحاً لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبابَ أَسْبابَ السَّماواتِ فَأَطَّلِعَ إِلٰى إِلٰهِ مُوسٰى، وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كاذِباً کہ فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ اے ہامان! میرے لئے ایک اونچی عمارت بنوادو تا کہ میں اسکے ذریعہ آسمان کے راستوں تک پہنچ جاوں اور موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں، میں تو انہیں جھوٹا سمجھتا ہوں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرعون ہی دنیا میں سب سے پہلا شخص ہے جس نے اینٹیں بنوائیں اور اس سے تعمیر کروائی اور فرمایا کہ فرعون کے حکم سے اتنی

اونچی عمارت بنائی گئی جو اس سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں بنوائی تھی اور امام سدی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ فرعون کی اس حرکت پر اللہ تبارک وتعالی فرعون کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتا تھا اس لئے جب وہ اس عمارت کی سطح پر چڑھا تو اس نے آسمان کی طرف ایک تیر پھینکی تو وہ اس حال میں لوٹ کر آئی کہ اس پر خون لگا ہوا تھا یہ دیکھ کر فرعون نے کہا کہ لو ہم نے موسی کے خدا کا ہی کام تمام کر دیا (تفسیر قرطبی)، چنانچہ اس واقعہ کے بعد فرعون اور اس کے لشکروں کا تکبر، گھمنڈ اور شرارتیں مزید بڑھ گئیں اور زمین پر فساد مچانے اور مومنوں کو ستانے لگ گئے یہ سوچ کر کہ انکی یہی زندگی آخری زندگی ہے کہ اسکے بعد انہیں دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالی کے پاس نہیں جانا ہے وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ان کی اس بڑھتی سرکشی کے سبب اللہ تعالی نے آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا ہی میں انہیں دردناک عذاب دیا جسکا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ کہ ہم نے فرعون اور اسکے لشکر کو پکڑ لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا کہ ان میں سے کوئی بھی بچ نہ سکا، اللہ تعالی کی عظمت وقدرت میں غور کرنے والو! دیکھ لو کہ ان ظالموں کا انجام کیسا برا ہوا

﴿درس نمبر ۱۵۷۲﴾ دنیا میں ہم نے لعنت ان کے پیچھے لگا دی ﴿القصص ۴۱-۴۲-۴۳﴾

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو بنایا اَئِمَّةً پیشوایان يَّدْعُوْنَ وہ بلاتے تھے اِلَى النَّارِ آگ کی طرف وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت کے دن لَا يُنْصَرُوْنَ وہ مدد نہیں کیے جائیں گے وَاَتْبَعْنٰهُمْ اور ہم نے ان کے پیچھے لگا دی فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً اس دنیا میں لعنت وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت کے دن هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ وہ بدحالوں میں سے ہوں گے وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اٰتَيْنَا ہم نے دی مُوْسَى الْكِتٰبَ موسیٰ کو کتاب مِنْ بَعْدِ مَاۤ بعد اس کے کہ اَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کیا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى پہلی امتوں کو بَصَآئِرَ بصیرتیں لِلنَّاسِ لوگوں کو وَهُدًى اور ہدایت وَّرَحْمَةً اور رحمت لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں

ترجمہ:۔ ہم نے انہیں قائد بنایا تھا جو لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن ان کو کسی کی مدد نہیں پہنچے گی، دنیا میں ہم نے لعنت ان کے پیچھے لگا دی ہے اور قیامت کے دن وہ ان لوگوں میں شامل ہوں

گے جن کی بری حالت ہونے والی ہے۔ہم نے پچھلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو ایسی کتاب دی تھی جو لوگوں کے لئے بصیرت کی باتوں پر مشتمل اور سراپا ہدایت ورحمت تھی، تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

تشریح: ۔ان تین آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

ا۔ہم نے انہیں قائد بنایا تھا جو لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔

۲۔قیامت کے دن ان کو کسی کی مدد نہیں پہنچے گی۔

۳۔دنیا میں ہم نے لعنت ان کے پیچھے لگادی ہے۔

۴۔قیامت کے دن یہ لوگ ان لوگوں میں شامل ہونگے جن کی بری حالت ہونے والی ہے۔

۵۔ہم نے پچھلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو ایسی کتاب دی تھی جو لوگوں کے لئے بصیرت اور ہدایت کی باتوں پر مشتمل تھی۔

۶۔اس کتاب کا مقصد تھا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

ان ہلاک ہونے والوں کو دنیا و آخرت میں دوہری سزا دیئے جانے کی وجہ بتلاتے ہوئے اللہ تعالی فرما رہے ہیں کہ ہم نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو پیشوا بنایا تھا مگر وہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے دوسروں کو بھی اس گمراہی کی طرف بلاتے تھے جو دوزخ میں جانے کا سبب ہے، چنانچہ انہیں انکے گمراہ ہونے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کی سزا دی جائیگی اور قیامت کے دن ان لوگوں کا نہ ہی کوئی مددگار ہوگا اور نہ ہی کوئی پرسان حال **وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُونَ** کل تک یہ لوگ ایک دوسرے کی مدد کیا کرتے تھے مگر آج قیامت کے دن نہ تو خود عذاب سے بچ پائیں گے اور نہ ہی کوئی ایسا ہوگا جو انہیں اس عذاب سے بچا سکے، جیسا کہ ہم نے جب انہیں سمندر میں غرق کیا تو وہاں نہ یہ خود بچ سکے اور نہ کوئی بچانے والا تھا تو اس طرح ہم نے دنیا ہی میں انکے لئے ذلت، رسوائی اور ہلاکت کو لازم کردیا اور پھر قیامت کے دن تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذلت اور عذاب چکھنا ہی ہے، جیسا کہ سورۃ ھود کی آیت نمبر ۹۹ میں فرمایا گیا **وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ** دنیا میں بھی ان کے پیچھے پھٹکار لگادی اور آخرت میں بھی یہ بدترین صلہ ہے جو کسی کو دیا جائے۔الغرض فرعون اور اسکا لشکر ہلاک ہوگیا اور حضرت موسی علیہ السلام اور انکی قوم بنی اسرائیل ان کے ظلم سے چھٹکارہ پاگئی تو اللہ تعالی نے چاہا کہ بنی اسرائیل کے لئے اب وقت آگیا ہے کہ وہ اللہ تعالی کی شریعت اور اسکے احکامات پر چلیں چنانچہ اسی لئے اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی جس میں بنی اسرائیل کے لئے زندگی گزارنے اور عبادات کا طریقہ وسلوک تھا اور ساتھ ہی یہ کتاب ہدایت کا راستہ بتلانے والی اور اللہ تعالی کی اطاعت کا طریقہ بتلانے والی تھی جس کی اطاعت کے ذریعہ انسان اسکی رحمت پالیتا ہے، **وَلَقَدْ آتَيْنَا**

مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَى، بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً مفسرین نے فرمایا کہ یہاں قرون اولی سے مراد قوم نوح، قوم عاد وثمود وغیرہ ہیں۔ حضرت یحیی بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تورات ہی وہ پہلی کتاب تھی جس میں اللہ تعالی نے فرائض، حدود اور احکامات نازل فرمائے (تفسیر قرطبی) اور مزید اس کتاب تورات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سات بار پڑھی جانے والی آیتیں دیں یعنی السَّبْعُ الْمَثَانِي تو ان میں سے چھ تو اسی تورات میں موجود تھیں (تفسیر قرطبی). اسکے بعد اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ یہ کتاب اس لئے نازل کی تاکہ لوگ اس میں بیان کردہ نعمتوں کو یاد کریں اور اپنے دین وایمان پر قائم رہیں اور آخرت میں انہیں ملنے والے ثواب اور جزا کا یقین رکھتے ہوئے اسکے تمام احکامات پر عمل کریں لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات کو نازل کرنے کے بعد کسی بھی قوم کو آسمان وزمین کے عذاب سے ہلاک نہیں کیا سوائے اس قوم کے جنہیں موسیٰ علیہ السلام کے بعد بندر بنا دیا گیا یہ کہہ کر آپ علیہ السلام نے یہ آیت وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَى، بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ تلاوت فرمائی۔ (مستدرک حاکم ۴ ۵۳۴ ۴)

﴿درس نمبر ۱۵۷۳﴾ آپ کو یہ باتیں وحی کے ذریعہ بتلائی جارہی ہیں ﴿القصص ۴۴۔تا۔۴۷﴾

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَلٰكِنَّآ أَنْشَأْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيٓ أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ إِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ أَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَلَوْلَآ أَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمَا كُنْتَ اورنہیں تھے آپ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ مغربی جانب إِذْ قَضَيْنَآ جب ہم نے وحی کی إِلَىٰ مُوسَى موسیٰ کی طرف الْأَمْرَ معاملے کی وَمَا كُنْتَ اورنہیں تھے آپ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ دیکھنے والوں میں سے وَلٰكِنَّآ لیکن ہم نے أَنْشَأْنَا قُرُوْنًا کئی امتیں پیدا کیں فَتَطَاوَلَ پھر لمبی ہوگئیں عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ

ان پر عمریں وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا اور نہیں تھے آپ مقیم فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ اہلِ مدین میں تَتْلُوْا کہ آپ تلاوت کرتے عَلَيْهِمْ ان پر اٰيٰتِنَا ہماری آیتیں وَلٰكِنَّا اور لیکن ہم ہی كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ہیں بھیجنے والے وَمَا كُنْتَ اور نہیں تھے آپ بِجَانِبِ الطُّوْرِ طور کی جانب اِذْ نَادَيْنَا جب ہم نے آواز دی تھی وَلٰكِنْ رَّحْمَةً اور لیکن رحمت ہے مِّنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے لِتُنْذِرَ تا کہ آپ ڈرائیں قَوْمًا اس قوم کو مَّآ اَتٰهُمْ نہیں آیا ان کے پاس مِّنْ نَّذِيْرٍ کوئی ڈرانے والا مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے لَعَلَّهُمْ شاید کہ وہ يَتَذَكَّرُوْنَ نصیحت حاصل کریں وَلَوْلَآ اور اگر نہ ہوتی اَنْ تُصِيْبَهُمْ یہ کہ ان کو پہنچتی مُّصِيْبَةٌ کوئی مصیبت بِمَا بوجہ اس کے جو قَدَّمَتْ آگے بھیجا اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں نے فَيَقُوْلُوْا تو وہ کہتے رَبَّنَا اے ہمارے رب لَوْلَآ اَرْسَلْتَ کیوں نہیں تو نے بھیجا اِلَيْنَا ہماری طرف رَسُوْلًا کوئی رسول فَنَتَّبِعَ کہ ہم پیروی کرتے اٰيٰتِكَ تیری آیتوں کی وَنَكُوْنَ اور ہم ہوتے مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں میں سے

ترجمہ:۔ اور (اے پیغمبر!) تم اس وقت (کوہِ طور کی) مغربی جانب موجود نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ کو احکام سپرد کئے تھے اور نہ تم ان لوگوں میں سے تھے جو اس کا مشاہدہ کر رہے ہوں۔ بلکہ ان کے بعد ہم نے بہت سی نسلیں پیدا کیں، جن پر طویل زمانہ گذر گیا اور تم مدین کے بسنے والوں کے درمیان بھی مقیم نہیں تھے کہ ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہو، بلکہ (تمہیں) رسول بنانے والے ہم ہیں۔ اور نہ تم اس وقت طور کے کنارے موجود تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) پکارا تھا بلکہ یہ تمہارے رب کی رحمت ہے (کہ تمہیں وحی کے ذریعہ یہ باتیں بتائی جا رہی ہیں) تا کہ تم اس قوم کو خبردار کرو جس کے پاس تم سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا، شاید وہ نصیحت قبول کرلیں۔ اور تا کہ جب ان لوگوں پر ان کے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے کوئی مصیبت آئے تو وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پروردگار! آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم آپ کی آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں ہم بھی شامل ہو جاتے؟

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں نو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اے پیغمبر! آپ اس وقت کوہِ طور کی مغربی جانب موجود نہیں تھے جہاں ہم نے موسی کو احکام سپرد کئے۔

۲۔ نہ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو اس کا مشاہدہ کر رہے ہوں۔

۳۔ بلکہ اس کے بعد بہت سی نسلیں ہم نے پیدا کیں جن پر زمانہ گزر گیا۔

۴۔ آپ مدین میں بسنے والوں کے درمیان بھی مقیم نہیں تھے کہ ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہو۔

۵۔ بلکہ تمہیں رسول بنانے والے ہم ہیں۔

۶۔ نہ آپ اس وقت طور کے کنارے موجود تھے جب ہم نے موسی کو پکارا تھا۔

۷۔ یہ آپ کے رب کی رحمت ہے کہ آپ کو یہ باتیں وحی کے ذریعہ بتلائی جارہی ہیں۔
۸۔ تاکہ آپ اس قوم کو خبردار کرو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا۔
۹۔ شاید یہ لوگ نصیحت قبول کرلیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد اللہ تبارک وتعالی یہ بات ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام ان کفار مکہ کو جو باتیں بتلارہے ہیں وہ بالکل برحق ہیں اور اللہ تعالی کی جانب سے آنے والی وحی ہے، اس لئے کہ یہ باتیں ایسی ہیں جو صدیوں پہلے ہوچکی ہیں جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت موجود نہیں تھے اور نہ ہی ان کے کسی فرد سے آپ کا رابطہ رہا کہ وہ آپ کو یہ ساری باتیں بتلاتے ہوں، تو لامحالہ یہ تسلیم کرنا ہی ہوگا کہ یہ تمام خبریں اللہ تعالی آسمان سے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھیج رہا ہے چنانچہ ان تمام باتوں کا ان آیتوں میں ذکر ہے فرمایا وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کوہِ طور کی مغربی جانب اس وقت موجود نہیں تھے جب آپ کا رب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رسالت کی ذمہ داری اور تورات کی تختیاں حوالہ کررہا تھا اور ان سے عہد لے رہا تھا کہ وہ اپنی امت کو توحید کی دعوت دینگے اور شرک و بت پرستی سے روکیں گے، لیکن پھر بھی آپ کو یہ خبر اور وہ سارا واقعہ معلوم ہے یہ اس لئے کہ ہم ہی نے آپ کو یہ تمام باتیں بتلائی ہیں تاکہ آپ کا اس طرح صدیوں پہلے کی باتوں کو بتلانا آپ کے سچے نبی ہونے کی دلیل اور آپ پر وحی الٰہی کے آنے کا ثبوت ہے اور آپ کے ان باتوں کے علم نہ ہونے کا ظاہری سبب یہ بھی ہے کہ آپ نہ تو ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کا مشاہدہ کررہے تھے آپ کا زمانہ تو حضرت موسیٰ کے زمانہ کے کئی صدیوں بعد کا ہے کیونکہ ان کے اور آپ کے درمیان کئی امتوں کو پیدا کیا گیا اور ان میں بھی ہر امت ایک طویل مدت تک آباد تھی، تو اس قدر طویل زمانہ گزرنے کے باوجود جب یہ نبی تمہیں یہ خبریں سنارہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ میرے اللہ کی جانب سے مجھ پر وحی کی گئی ہے تو تم لوگ اسے تسلیم کیوں نہیں کرتے؟ اسی طرح آپ اہل مدین کے پاس بھی نہیں تھے اسکے باوجود بھی آپ حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعات اور ان کی قوم نے آپ سے کیا کہا یہ سب اپنی اس امت کے سامنے بیان کررہے ہیں تو یہ سب آپ کو کہاں سے معلوم ہوا؟ یہ سب کچھ وحی کے ذریعہ معلوم ہوا جو آپ کے پاس آپ کے رب کی جانب سے آتی ہے کیونکہ ہم نے آپ کو اپنا رسول و پیغمبر بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ ہم آپ سے پہلے دیگر امتوں میں اپنے رسول بھیجتے رہے ہیں وَمَا كُنتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ اسی طرح آپ اس وقت بھی موجود نہیں تھے جب آپ کے رب نے کوہ طور کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، بلکہ اس وقت تو اللہ تعالی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور وہاں موجود بھی نہیں تھا اسکے باوجود وہاں کیا کیا ہوا؟ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنے رب سے کیا بات

ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا کیا دیا؟ آپ کو سب کچھ معلوم ہے اور وہ معلوم ہونا اس وحی کے ذریعہ ہی ہے جو ہم آپ کی طرف بھیجتے ہیں، لہٰذا یہ لوگ اس کے باوجود بھی آپ کو نبی کیوں نہیں تسلیم کرتے؟ جبکہ آپ کا ان کے پاس نبی بنا کر بھیجا جانا ایک رحمت ہے تا کہ آپ اس امت کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا جو انہیں آخرت کے عذاب سے ڈراتا، شاید کہ یہ لوگ آپ کے ڈرانے سے ڈر جائیں اور آپ پر ایمان لاکر ہدایت کو قبول کرنے والے بن جائیں وَما كُنْتَ بِجانِبِ الطُّورِ إِذْ نادَيْنا وَلٰكِنْ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْماً مَّا أَتاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ یہ عرب وہ لوگ تھے جن کے پاس حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آیا تھا جبکہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تو وہ خاص بنو اسرائیل کی طرف تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا وَلٰكِنْ رَحْمَةً مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْماً مَّا أَتاهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ان اہل عرب کے پاس نبی بنا کر بھیجنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ آپ کو نبی بنا کر اس لئے بھیجا گیا کہ کل قیامت کے دن جب انہیں انکے برے اعمال پر سزا دی جائے تو یہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے پاس تیرا کوئی پیغمبر آیا ہی نہیں تھا جو ہمیں اچھے اور برے کا سبق سکھاتا، شرک سے ہٹا کر توحید کی تعلیم دیتا، حلال وحرام کی تمیز سکھاتا، ہمیں ان باتوں کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ہم یہ کام کرتے رہے لیکن اگر آپ اپنا کوئی پیغمبر ہمارے پاس بھیج دیتے تو ہم اسی کی اطاعت کرتے اس لئے ہمیں آج سزا نہ دیجئے وَلَوْلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنا رَسُولاً فَنَتَّبِعَ آياتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے اے محمد! آپ کو نبی بنا کر ان کے پاس بھیج دیا تو ان کے پاس یہ کہنے کا اب کوئی حق ہی نہیں رہا، لہٰذا اسکے باوجود بھی جو آپ پر ایمان نہیں لائیگا ہم انہیں جہنم کی آگ میں ڈال دیں گے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۶۵ میں بھی اللہ تعالیٰ اس بات کو یوں بیان فرمایا رُسُلاً مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللهُ عَزِيزاً حَكِيماً ، اسی طرح سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۵۷ میں بھی فرمایا أَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتابُ لَكُنَّا أَهْدٰى مِنْهُمْ فَقَدْ جاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ.

﴿درس نمبر ۱۵۷۴﴾ یہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں ﴿القصص ۴۸-۴۹﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۟ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ○ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَلَمَّا پھر جب جَآءَهُمُ الْحَقُّ آیا ان کے پاس حق مِنْ عِنْدِنَا ہمارے پاس سے قَالُوْا انہوں نے کہا لَوْلَآ اُوْتِيَ کیوں نہیں دیا گیا مِثْلَ مَآ مثل ان کے جو اُوْتِيَ مُوْسٰى دیئے گئے تھے موسیٰ اَوَلَمْ کیا اور نہیں يَكْفُرُوْا انکار کیا تھا انہوں نے بِمَآ ان کا جو اُوْتِيَ مُوْسٰى دیئے گئے تھے موسیٰ مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے قَالُوْا انہوں نے کہا تھا سِحْرٰنِ دونوں جادوگر ہیں تَظٰهَرَا ایک دوسرے کے مددگار وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا اِنَّا بلاشبہ ہم بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ہر ایک کے منکر ہیں قُلْ آپ کہہ دیجیے فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ تو تم لے آؤ کوئی ایسی کتاب مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کے پاس سے هُوَ اَهْدٰى وہ زیادہ ہدایت والی ہو مِنْهُمَآ ان دونوں سے اَتَّبِعْهُ میں اس کی پیروی کروں گا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو

ترجمہ:۔ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ گیا تو کہنے لگے کہ اس پیغمبر کو اس جیسی چیز کیوں نہیں دی گئی جیسی موسیٰ (علیہ السلام) کو دی گئی تھی؟ حالانکہ جو چیز موسیٰ کو دی گئی تھی کیا انہوں نے پہلے ہی اس کا انکار نہیں کر دیا تھا؟ انہوں نے کہا تھا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں اور ہم ان میں سے ہر ایک کے منکر ہیں۔ (ان سے) کہو اچھا، اگر تم سچے ہو تو اللہ کے پاس سے کوئی اور ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت پر مشتمل ہو، میں اس کی اتباع کرلوں گا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ گیا۔

۲۔ تو وہ کہنے لگے کہ اس پیغمبر کو اس جیسی چیز کیوں نہیں دی گئی جو حضرت موسی علیہ السلام کو دی گئی تھی؟۔

۳۔ جو چیز موسی کو دی گئی تھی کیا انہوں نے پہلے ہی اسکا انکار نہیں کر دیا تھا؟۔

۴۔ انہوں نے کہا تھا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

۵۔ ہم ان میں سے ہر ایک کے منکر ہیں۔

۶۔ ان سے کہو کہ اچھا! اگر تم اتنے ہی سچے ہو تو اللہ تعالی کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آو جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت پر مشتمل ہو۔

۷۔ میں اس کی اتباع کرلوں گا۔

پچھلی آیتوں میں ان کفار مکہ کے بارے میں بیان کیا گیا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر نہ بھیج کر انہیں عذاب دیا جاتا تو یہ کفار اس وقت کہہ پڑتے کہ آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا تا کہ ہم ان کی اتباع کر کے اس عذاب سے بچ جاتے؟ لیکن حقیقت میں اللہ تعالی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر ان کے پاس بھیجا تو اب یہ لوگ اس نبی پر اعتراضات کرنے لگے کہ اس نبی کو حضرت موسی علیہ السلام کی طرح

معجزات کیوں نہیں دیئے گئے؟ یعنی عصا کا معجزہ، ید بیضاء کا معجزہ، کلام الٰہی کا یک بارگی نازل ہونا وغیرہ؟ اگر انہیں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح معجزات دیئے جاتے تو ہم بالکل ان کی اتباع کرتے فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى انکے اس سوال پر اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کہنے والوں سے فرما دیجئے کہ جنہیں ہم نے یہ کھلے معجزات دیئے تھے کیا ان لوگوں نے اس پیغمبر کا انکار نہیں کیا تھا؟ ان لوگوں نے تو ان دونوں پیغمبروں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو جادوگر ہی کہہ دیا تھا اور کھلم کھلا انہیں ماننے سے انکار کردیا تھا اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ بلکہ تم لوگوں کی تو یہ عادت ہے کہ حق کے آنے سے پہلے اس کے لئے شور مچاتے ہو اور جب وہ آجاتا ہے تو اس سے منہ موڑنے لگتے ہو، یہاں سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا سے مفسرین نے قرآن اور تورات لیا ہے اور بعض نے انجیل اور تورات لیا ہے اور بعض نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام مراد لیا ہے اور بعض نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام لیا ہے، الغرض ان کفار مکہ کی اصلی حالت کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو کہ یہ کتاب حضرت محمد ﷺ نے خود اپنی جانب سے بنا لی ہے جسکی تصدیق اس سے پہلی والی کتابوں میں بھی موجود ہے تو اگر تم اپنی اس بات میں سچے ہو تو ان دونوں کتابوں سے زیادہ سچی اور ہدایت والی کوئی کتاب اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئی ہے تو ہمارے سامنے پیش کردو، اگر تم ایسا کردو گے تو پھر ہم انہیں چھوڑ کر تمہاری ہی کتاب کی اتباع کرنے لگ جائیں گے قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ کتاب جو تمہارے سامنے ہے وہی سچی ہے لہٰذا اگر تم اس کی اتباع کرو گے تو ہدایت پالو گے اور اگر اس سے منہ موڑو گے اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے رہو گے تو پھر تم سے بڑا گمراہ کوئی نہیں ہوگا۔

﴿درس نمبر ۱۵۷۵﴾ ہم پے در پے لوگوں کے پاس ہدایت کی باتیں بھیجتے رہے ہیں ﴿القصص ۵۰-۵۱﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَاِنْ پھر اگر لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا قبول نہ کی انہوں نے لَكَ آپ کی فَاعْلَمْ تو جان لیجیے اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ بس وہ پیروی کر رہے ہیں اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات کی وَمَنْ اور کون اَضَلُّ زیادہ گمراہ ہے

مِمَّنِ اتَّبَعَ اس سے جو پیروی کرے هَوٰهُ اپنی خواہش کی بِغَيْرِ هُدًى بغیر ہدایت کے مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ظالم لوگوں کو وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق وَصَّلْنَا
ہم نے لگاتار بھیجا لَهُمُ ان کے لیے الْقَوْلَ اپنا کلام لَعَلَّهُمْ تا کہ وہ يَتَذَكَّرُوْنَ نصیحت حاصل کریں

ترجمہ: ۔ پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے اور کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو پیروی کرر ہے ہیں بغیر ہدایت کے اللہ کی طرف سے، بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O اور ہم پے در پے ان لوگوں کے پاس (ہدایت کی) باتیں بھیجتے رہے ہیں تا کہ نصیحت پکڑیں۔

تشریح: ۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے
۲۔ کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو پیروی کرر ہے ہیں بغیر ہدایت کے اللہ کی طرف سے
۳۔، بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا
۴۔ ہم پے در پے ان لوگوں کے پاس (ہدایت کی) باتیں بھیجتے رہے ہیں تا کہ نصیحت پکڑیں

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین سے متعلق یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اے پیغمبر! اگر یہ لوگ آپ کی باتوں کو تسلیم نہیں کرر ہے ہیں اور جس حق کی اتباع کی آپ انہیں تلقین کرر ہے ہیں اس حق کی اتباع وہ لوگ نہیں کرر ہے ہیں اور آپ نے انہیں جن امور کا مکلف بنایا ہے کہ یہ قرآنِ مجید پر ایمان لے آئیں اور آپ کی رسالت کو تسلیم کریں، اگر وہ اس ذمہ داری سے راہ فرار اختیار کرر ہے ہیں تو یہ بات جان لیجئے کہ یہ لوگ اپنے باطل عقیدوں میں اپنی خواہشات کی اتباع کرر ہے ہیں اور ان کی اس اتباع کیلئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، بغیر کسی حجت اور دلیل کے یہ خواہشات کی اتباع کرر ہے ہیں، یہ خواہشات والی بدبخت جماعت ہے۔

قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر خواہشات کی اتباع سے متعلق مختلف باتیں بتلائی گئی ہیں۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۳۵ میں کہا گیا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا تم خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۷۷ میں کہا گیا وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے بھٹک چکے ہیں اور بہت سے لوگوں کو بہکا بھی چکے ہیں اور سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔ سورۃ ص کی آیت نمبر ۲۶ میں حضرت داود علیہ السلام سے یوں کہا گیا يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اے داود! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔

دوسری بات یہاں یہ بتلائی گئی کہ جوشخص اپنی خواہشات کے ساتھ ساتھ چلے وہی سب سے زیادہ گمراہ ہے، اس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں ہوسکتا جو بغیر کسی حجت اور دلیل کے خواہشات کی اتباع کرے۔ سورۂ محمد کی آیت نمبر ۱۴ میں یہی بات کہی گئی کہ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ کیا پس وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل پر ہو اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جس کے لئے اس کا برا کام مزین کردیا گیا ہو اور وہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ کے ذریعہ یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو حق اور ہدایت کی توفیق نہیں دیتے جو شرک اور نافرمانی کے ذریعہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے اور رسولوں کو جھٹلاتا ہے اور خواہشات کی اتباع کرتا ہے۔ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ کے ذریعہ یہ بات کہی جارہی ہے کہ ہم نے پے در پے تھوڑا تھوڑا کرکے مکہ کے مشرکین کیلئے قرآنِ مجید کی آیتیں نازل کیں اور جب تک رسولِ رحمت ﷺ تیرہ سال کی مدت مکۂ مکرمہ میں نبوت کے بعد مقیم رہے قرآنِ مجید کی آیتیں مسلسل نازل ہوتی رہیں تا کہ مکہ کے یہ مشرکین نصیحت حاصل کریں اور اس کے بعد مزید دس سال مدینۂ منورہ میں نازل ہوتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تقاضہ کے مطابق قرآنِ مجید کو بالتدریج نازل کیا تا کہ یہ مشرکین ان آفاقی ہدایات سے نصیحت حاصل کریں، مگر ان مشرکین نے اس سے کوئی نصیحت حاصل نہیں کی۔

﴿درس نمبر ۱۵۷۶﴾ یہ نیکی سے بدی کو ٹال دیتے ہیں ﴿القصص ۵۲۔تا۔۵۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ○ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ○ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۫ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلَّذِيْنَ وہ لوگ کہ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ ہم نے ان کو کتاب دی مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے هُمْ بِهٖ وہ اس پر يُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں وَاِذَا اور جب يُتْلٰى تلاوت کیا جاتا ہے عَلَيْهِمْ ان پر قَالُوْٓا تو وہ کہتے ہیں اٰمَنَّا ہم ایمان لائے بِهٖٓ اس پر اِنَّهُ الْحَقُّ بیشک یہ حق ہے مِنْ رَّبِّنَآ ہمارے رب کی طرف سے اِنَّا بلاشبہ ہم تو كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ اس سے پہلے ہی مسلمان تھے اُولٰٓئِكَ یہ لوگ يُؤْتَوْنَ دیئے جائیں گے اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ اپنا اجر دوبار بِمَا بوجہ اس کے کہ صَبَرُوْا انہوں نے صبر کیا وَيَدْرَءُوْنَ

اور وہ دور کرتے ہیں بِالْحَسَنَۃِ بھلائی کے ساتھ السَّیِّئَۃَ برائی کو وَمِمَّا اور اس میں سے جو رَزَقْنٰھُمْ ہم نے ان کو رزق دیا یُنْفِقُوْنَ وہ خرچ کرتے ہیں وَاِذَا اور جب سَمِعُوا اللَّغْوَ وہ سنتے ہیں لغویات اَعْرَضُوْا وہ اعراض کرتے ہیں عَنْہُ اس سے وَقَالُوْا اور وہ کہتے ہیں لَنَآ ہمارے لیے اَعْمَالُنَا ہمارے اعمال ہیں وَلَکُمْ اور تمہارے لیے اَعْمَالُکُمْ تمہارے اعمال ہیں سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ سلام ہو تم پر لَا نَبْتَغِی الْجٰھِلِیْنَ ہم نہیں چاہتے جاہلوں کو

ترجمہ : جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں O اور جب (قرآن) اُن کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بیشک وہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے (اور) ہم تو اس سے پہلے کے حکم بردار ہیں O ان لوگوں کو دگنا بدلا دیا جائے گا کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں اور بھلائی کیساتھ بُرائی کو دُور کرتے ہیں اور جو (مال) ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں O اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں تو اُس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے اعمال اور تم کو تمہارے اعمال تم کو سلام ہم جاہلوں کو منہ نہیں لگاتے۔

تشریح:۔ان چار آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں
۲۔ جب (قرآن) اُن کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے
۳۔ بیشک وہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے ۴۔ ہم تو اس سے پہلے کے حکم بردار ہیں
۵۔ ان لوگوں کو دگنا بدلا دیا جائے گا ۶۔ کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں
۷۔ بھلائی کیساتھ بُرائی کو دُور کرتے ہیں
۸۔ جو (مال) ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں
۹۔ جب بیہودہ بات سنتے ہیں تو اُس سے منہ پھیر لیتے ہیں
۱۰۔ کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے اعمال اور تم کو تمہارے اعمال
۱۱۔ تم کو سلام ہم جاہلوں کو منہ نہیں لگاتے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کے وحی الٰہی ہونے پر دلیل قائم کرنے اور رسولِ رحمت ﷺ کے نبی برحق ہونے پر دلیل دینے کے بعد یہ فرمایا کہ جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب یعنی تورات و انجیل دی تھی وہ اس قرآنِ مجید پر بھی ایمان لے آتے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ کے وہ چنندہ علماء جنہوں نے رسولِ رحمت ﷺ کا مبارک زمانہ پایا ان علماء نے رسولِ رحمت ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی اور ایمان لے آئے اور اس قرآنِ مجید کو آسمانی کتاب تسلیم کیا

اوراس کوحق تسلیم کیااوراس قرآن پرایمان لے آئے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۹ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ اور بعض اہلِ کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور اُس (کتاب) پر جو تم پر نازل ہوئی اور اُس پر جو اُن پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے آگے عاجزی کرتے ہیں۔سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۰۷ اور ۱۰۸ میں بھی اہلِ کتاب کے اہلِ علم کے بارے میں یوں کہا گیا :اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا O وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا جب یہ (قرآن) اُن لوگوں کے سامنے پڑھا جاتا ہے جن کو اس سے پہلے علم دیا گیا تھا تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گرجاتے ہیں O اور کہتے ہیں: ''پاک ہے ہمارا پروردگار! بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ تو پورا ہی ہو کر رہتا ہے۔

ان علماء اہل کتاب کے بارے میں مزید وضاحت کی جارہی ہے کہ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ اور جب قرآن ان پر پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے بیشک وہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے اور ہم تو اس سے پہلے ہی اس کے حکم بردار ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اہلِ کتاب کے ان علماء کے سامنے قرآنِ مجید پڑھا جاتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو سچا جانا اور ہم اس بات پر ایمان لے آئے کہ یہ قرآنِ مجید سچا کلام ہے اور حق پر مبنی ہے اور ہمارے رب کی طرف سے اس کلام کا ہونا یقینی ہے۔ہم تو اس دین حق کو ماننے والے ہیں اور ہم اس قرآنِ مجید کے اور اس نبی آخرالزمان کے حق ہونے کا یقین پہلے ہی سے رکھتے ہیں۔یعنی قرآنِ مجید کے نازل ہونے سے پہلے اور رسولِ رحمت ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی ہم اس کے ماننے والے رہے ہیں، اس لئے کہ تورات اور انجیل میں اس کا ذکر آچکا تھا۔ یہود ونصاریٰ کے ان خوش نصیب علماء کے سلسلہ میں یہاں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ یہ ایمان رکھنے میں ہم سے مقدم ہیں اس لئے کہ تورات میں اس نبی کے اوصاف اور انجیل میں اس نبی کی آمد کی خوشخبری تھی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان نیک بخت علماء اہلِ کتاب کے بارے میں یہ خوشخبری دے رہے ہیں کہ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ انہیں دوگنا بدلہ دیا جائے گا۔اس لئے کہ علماء اہلِ کتاب نے پہلی آسمانی کتابوں کو بھی تسلیم کیا اور ایمان لائے اور اس قرآنِ مجید پر بھی ایمان لے آئے۔ان دونوں پر ایمان کی وجہ سے ان کیلئے یہ اعزاز ہے کہ ان کو دوگنا اجر دیا جائے گا اس لئے کہ انھوں نے دونوں پر ایمان لانے پر صبر وتحمل کیا۔اس سلسلہ میں بخاری ومسلم کی یہ روایت بھی دیکھئے جس کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو دوگنا اجر ملتا ہے۔ایک وہ آدمی جو اہلِ کتاب میں سے تھا جو اپنے نبی پر بھی ایمان لے آیا پھر مجھ پر بھی ایمان لے آیا۔دوسرا وہ آدمی جو غلام ہے جس نے اللہ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقا کا

بھی حق ادا کیا۔تیسرا وہ آدمی جس کی باندی تھی اس نے اس کو آزاد کیا پھر اس باندی سے نکاح کیا۔

اس کے بعد ان اہلِ کتاب کی یہ صفت بیان کی گئی کہ وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ یہ لوگ برائی کا دفاع بھلائی سے کرتے ہیں۔یعنی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ ان کو معاف کر دیتے ہیں جو ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کا معاملہ کرتے ہیں۔وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ کے ذریعہ ان اہلِ کتاب کے نیک بخت لوگوں کی یہ صفت بھی بیان کی گئی کہ یہ لوگ رب ذوالجلال کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کے راستہ میں خرچ بھی کرتے ہیں۔ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ اور جب یہ لوگ کوئی بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے وہ منہ پھیر لیتے ہیں اور صاف طور پر کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہم کو اور تمہارے اعمال تم کو۔یعنی یہ نیک بخت لوگ ایسے ہیں کہ اگر مشرکین کی طرف سے یا کسی اور طرف سے کوئی بیہودہ باتیں یہ سنتے ہیں یا کوئی ان کو گالی دیتا ہے یا برا بھلا کہہ دیتا ہے تو وہ ایسی بیہودہ باتوں میں اپنے آپ کو مشغول نہیں رکھتے بلکہ ایسے لوگوں سے دور رہ کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں، جیسا کہ سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۷۲ میں کہا گیا کہ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا جب وہ بیہودگی سے گزرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ایسے شریف قسم کے لوگ ان کے ساتھ برا برتاؤ کرنے والوں سے کہہ دیتے تھے کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں یعنی ہمارے اعمال کے ہم ذمہ دار ہیں کہ اس پر ثواب ملے گا یا سزا ملے گی اور تمہارے اعمال کا وبال تم پر ہے اور یہ کہہ کر وہ ان لوگوں سے وداعی سلام کر دیتے ہیں کہ ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے ہم تم سے جدا ہوتے ہیں تم ہم سے جدا ہو جاؤ یا یہ کہ اللہ تم کو سلامتی میں رکھے جس حال میں کہ تم ہو ہم تو جاہلوں کے طریقہ کی اتباع نہیں کرتے اور نہ ہی اس طریقہ کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہی ایسے جاہلوں کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۶۳ میں ہے وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا اور جب ان سے جاہل لوگ مخاطب ہوتے ہیں تو وہ انہیں سلام کہہ دیتے ہیں۔

﴿درس نمبر ۱۵۷۷﴾ اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے ﴿القصص ۵۶۔۵۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝ وَقَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰی مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰۤی اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّكَ بلاشبہ آپ لَا تَهْدِیْ ہدایت نہیں دے سکتے مَنْ اَحْبَبْتَ جس کو آپ چاہیں وَلٰكِنَّ اور لیکن اللّٰهَ یَهْدِیْ اللہ ہدایت دیتا ہے مَنْ یَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے وَهُوَ اور وہ اَعْلَمُ خوب جانتا

ہے بِالْمُهْتَدِيْنَ ہدایت پانے والوں کو وَقَالُوْٓا اور وہ کہتے ہیں اِنْ نَّتَّبِعِ اگر ہم پیروی کریں الْهُدٰى ہدایت کی مَعَكَ تیرے ساتھ نُتَخَطَّفْ ہم اچک لیے جائیں گے مِنْ اَرْضِنَا اپنی زمین سے اَوَلَمْ کیا اور نہیں نُمَكِّنْ لَّهُمْ ہم نے جگہ دی انہیں حَرَمًا حرم میں اٰمِنًا جو امن والا ہے يُّجْبٰٓى لائے جاتے ہیں اِلَيْهِ اس کی طرف ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کے پھل رِّزْقًا بطورِ رزق مِّنْ لَّدُنَّا ہماری طرف سے وَلٰكِنَّ اور لیکن اَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے

ترجمہ:۔ (اے محمد ﷺ!) تم جس کو دوست رکھتے ہو اُسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے O اور کہتے ہیں کہ اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو اپنے ملک سے اچک لئے جائیں، کیا ہم نے اُن کو حرم میں جو امن کا مقام ہے جگہ نہیں دی؟ جہاں ہر قسم کے میوے پہنچائے جاتے ہیں (اور یہ) رزق ہماری طرف سے ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ (اے محمد ﷺ!) تم جس کو دوست رکھتے ہو اُسے ہدایت نہیں کر سکتے

۲۔ بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے ۳۔ وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے

۴۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو اپنے ملک سے اچک لئے جائیں

۵۔ کیا ہم نے اُن کو حرم میں جو امن کا مقام ہے جگہ نہیں دی؟

۶۔ جہاں ہر قسم کے میوے پہنچائے جاتے ہیں ۷۔ رزق ہماری طرف سے ہے

۸۔ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے

اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات صاف طور پر بتلا دی کہ پیغمبر! آپ جس کو چاہے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ ہدایت کے بارے میں ہمارا دستور یہ ہے کہ ہم جس کو چاہتے ہیں اس کو ہدایت دیتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا کہ آپ لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے۔

حضرت ابو سعید بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ یہ آیت ابو جہل اور ابو طالب دونوں کے بارے میں ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں! یعنی ان دونوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ سے یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بہتر انداز میں یہ جانتے ہیں کہ کون ہدایت پانے والے ہیں اور ہدایت اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر موقوف ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۶ میں کہا گیا يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا اس کے ذریعہ بیشتر کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر لوگوں کو راہِ راست پر

لاتا ہے۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۱۴ میں کہا گیا: یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جسے چاہے سیدھی راہ کی ہدایت کردے۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۷۲ میں رسولِ رحمت ﷺ سے کہا گیا: لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ آپ پر ان کی ہدایت کی ذمہ داری نہیں ہے لیکن اللہ جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۱۰۳ میں کہا گیا وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ کہ آپ ان کے ایمان لانے کی خواہش کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قریش کے کچھ لوگوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے کہا کہ اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں یعنی اگر ہم تمہارے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں گے تو اپنے ملک سے اچک لئے جائیں گے۔(ابن جریر) نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حارث بن عثمان بن نوفل نے یہ بات رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی تھی کہ اگر ہم آپ کے نقشِ قدم پر چلیں گے تو لوگ ہم کو اچک لیں گے۔اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو معلوم ہے اے محمد! کہ آپ حق پر ہیں لیکن ہمیں خوف ہے کہ اگر ہم تمہارے راستہ پر چلیں گے اور اہلِ عرب کے راستہ کی خلاف ورزی کریں گے تو ہم ان لوگوں کا نوالہ بن جائیں گے۔

جب اس قسم کی باتیں کی گئیں تو یہ آیت نازل ہوئی اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا۔جب اس قسم کی باتیں مکہ کے مشرکین کی جانب سے آنے لگیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یوں دیا کہ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰٓى اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ کیا ہم نے ان لوگوں کو حرم میں جگہ نہیں دی جو امن کی جگہ ہے؟ جہاں ہر قسم کے میوے پہنچائے جاتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس عذر کو بنیاد بنا کر مکہ کے مشرکین ایمان کی دولت اور ہدایت کی نعمت سے محروم ہو رہے ہیں یہ جھوٹا اور باطل عذر ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اس مکہ کو امن وسلامتی کا گہوارہ اور مرکز بنادیا ہے اور یہ مکۂ مکرمہ پہلے ہی سے قابلِ عظمت اور امن کا مقام رہا ہے۔جب ان مشرکین کے شرک وکفر کے دور میں یہ شہر امن وامان کی جگہ رہی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کے اسلام وایمان کی حالت میں یہ شہر امن کے دائرہ سے نکل جائے؟ جبکہ اس شہر مکہ کی یہ خصوصیت ہے کہ ہر شہر سے اور ہر علاقہ سے مختلف قسم کے پھل کھینچے چلے آتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ ان مشرکین کو حقیقت کا علم نہیں ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۷۸﴾ ان کے پیچھے ہم ہی ان کے وارث ہیں ﴿القصص ۵۸-۵۹﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِیْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ

بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ كَمْ اور کتنی ہی اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ ہم نے بستیاں ہلاک کر دیں بَطِرَتْ جو اتراتی تھیں مَعِيْشَتَهَا اپنی گزران پر فَتِلْكَ چنانچہ یہ ہیں مَسٰكِنُهُمْ ان کے گھر لَمْ تُسْكَنْ آباد نہیں کیے گئے مِّنْ م بَعْدِهِمْ ان کے بعد اِلَّا قَلِيْلًا مگر تھوڑے ہی وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ اور ہم ہی وارث ہیں وَمَا كَانَ اور نہیں ہے رَبُّكَ آپ کا رب مُهْلِكَ ہلاک کرنے والا الْقُرٰى بستیوں کو حَتّٰى يَبْعَثَ یہاں تک کہ وہ بھیجتا ہے فِيْٓ اُمِّهَا ان میں سے بڑی بستی میں رَسُوْلًا کوئی رسول يَّتْلُوْا وہ تلاوت کرتا ہے عَلَيْهِمْ ان پر اٰيٰتِنَا ہماری آیتیں وَمَا كُنَّا اور ہم نہیں ہیں مُهْلِكِي ہلاک کرنے والے الْقُرٰٓى بستیوں کو اِلَّا وَ مگر جب کہ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ان کے باشندے ظالم ہوں

ترجمہ:۔ اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنی (فراخی) معیشت میں اِترار ہے تھے سو یہ اُن کے مکانات ہیں جو اُن کے بعد آباد ہی نہیں ہوئے مگر بہت کم، اور اُن کے پیچھے ہم ہی ان کے وارث ہوئے ۝ اور تمہارا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک اُن کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے جو اُن کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے مگر اس حالت میں کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا
۲۔ جو اپنی (فراخی) معیشت میں اِترار ہے تھے
۳۔ یہ اُن کے مکانات ہیں جو اُن کے بعد آباد ہی نہیں ہوئے مگر بہت کم
۴۔ اُن کے پیچھے ہم ہی ان کے وارث ہوئے
۵۔ تمہارا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک اُن کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے
۶۔ جو اُن کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے
۷۔ ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے مگر اس حالت میں کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں

پچھلی آیتوں میں اہلِ مکہ کی یہ بات بیان کی گئی کہ اگر ہم محمد عربی کی بات مان لیں گے اور ان کی اتباع کریں گے تو ہمیں اچک لیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ کہ اگر ہم ایمان لائیں گے اور محمد بن عبد اللہ کی اتباع کریں گے تو ہم نعمتوں سے محروم ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عذر لنگ کا جواب دیا کہ مکہ کے ان مشرکین کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ ان کا ایمان نہ لانا ہی انہیں نعمتوں سے محروم کر دے گا، اس لئے کہ بہت سی بستیوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر ڈالا جو اپنی معیشت کی فراخی یعنی دولت کی زیادتی پر اترار ہے تھے اور غرور و گھمنڈ کر رہے تھے۔ ان بستیوں کی ہلاکت و تباہی کا عالم یہ ہے کہ آج ان کے وہ مکانات ہیں جو ایسے ویران پڑے ہیں کہ یوں معلوم و محسوس ہوتا

ہے کہ یہاں کوئی تھا ہی نہیں۔ جن مکانات کو تباہ کیا گیا اس کے بعد ان مکانات میں کوئی آباد ہی نہیں ہوا سوائے چند گنے چنے گھروں کے۔ بہت سی ایسی بستیاں ہیں جن بستیوں کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک و برباد کر دیا۔ یہ بستی والے وہ تھے جنہوں نے ایمان لانے سے انکار کر دیا اور کفر کیا اور سرکشی کی اور نافرمانی کی۔ انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ نتیجہ اور انجام یہ ہوا کہ ان کے مکانات کے چھت گر گئے، ان مکانات کی حالت ایسی ہوگئی کہ اس میں مستقلاً کوئی رہ نہ سکے۔ ہاں! گزرنے والا مسافر کوئی ایک دو دن وہاں گزار لے۔ مکانات کے سارے عارضی مالک ہلاک ہو گئے اور ان سارے مکانات کا حقیقی وارث صرف اللہ ہی ہے جو زندۂ جاوید ہے اور حی و قیوم ہے۔

رب ذوالجلال کا دستور یہی رہا کہ اس نے ان قوموں کو تباہ کر دیا جن قوموں نے کفر کیا، سرکشی کی، نبیوں اور رسولوں کو جھٹلایا۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۱۲ میں یوں تصویر کشی کی گئی: وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ اور اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے کہ (ہر طرح) امن چین سے بستی تھی ہر طرف سے رزق بافراغت چلا آتا تھا مگر ان لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کے اعمال کے سبب ان کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزہ چکھا دیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ایک رحیمانہ دستور بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتے جب تک کہ اس بستی میں کوئی رسول نہ بھیج دیں اور وہ رسول ان کے سامنے اللہ کی آیتیں نہ سنا دیں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی رحیمانہ اصول ہے کہ وہ کسی بھی بستی کو اسی وقت تباہ کرتے ہیں جبکہ بستی کے لوگ مجموعی طور پر ظلم کرنے لگتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی عادت اور سنت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی شہر یا بستی کو ہلاک نہیں کرتے جب تک کہ اس کے مرکزی شہر میں رسول نہ بھیج دے۔ دستور یہی ہے کہ بستی والوں کی جانب رسول بھیجا جاتا ہے اور وہ رسول ان کے سامنے اللہ کے ایک ہونے کو دلائل کے ساتھ سمجھاتے ہیں اور یہ بھی بتلاتے ہیں کہ عبادت کے لائق تو صرف اور صرف ایک اللہ ہی ہے جو رب العالمین ہے اور قادر و مختار ہے خالق و مالک ہے۔ جب بھی قوموں نے رسولوں کو جھٹلایا اور اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو ہلاک کر دیا۔ یہ رب ذوالجلال کا منصفانہ قانون اور دستور ہے۔ ہلاکت، تباہی، سزا اور عذاب کسی بھی قوم پر ہوتا ہے جب وہ قوم شرک اور کفر اور نافرمانیوں کے ذریعہ ظلم کا بازار گرم کر دیتی ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۷۹﴾ جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے ﴿القصص ۶۰۔۶۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا

تَعْقِلُوْنَ ۝ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمَآ اور جو کچھ بھی اُوْتِيْتُمْ تم دیئے گئے ہو مِّنْ شَيْءٍ کوئی چیز فَمَتَاعُ تو وہ سامان ہے الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا زندگانیٔ دنیا کا وَزِيْنَتُهَا اوراس کی زینت ہے وَمَا اور جو کچھ عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس ہے خَيْرٌ وہ بہت بہتر وَّاَبْقٰى اور دیرپا ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پھر تم عقل نہیں رکھتے اَفَمَنْ کیا پھر وہ شخص کہ وَّعَدْنٰهُ ہم نے اس سے وعدہ کیا وَعْدًا حَسَنًا اچھا وعدہ فَهُوَ پھر وہ لَاقِيْهِ ملنے والا ہے اس کو كَمَنْ اس شخص جیسا ہے مَّتَّعْنٰهُ جسے ہم نے فائدہ دیا ہے مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فائدہ زندگانیٔ دنیا کا ثُمَّ هُوَ پھر وہ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ حاضر کردہ لوگوں میں سے ہوگا

ترجمہ:۔ اور جو چیز تمہیں دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ اور اس کی زینت ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے کیا تم سمجھتے نہیں؟ ۝ بھلا جس شخص سے ہم نے نیک وعدہ کیا اور اس نے اسے حاصل کرلیا تو کیا وہ شخص اس کے جیسا ہے جس کو ہم نے دنیا کی زندگی کے فائدے سے بہرہ مند کیا پھر وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں ہو جو (ہمارے رُوبرو) حاضر کئے جائیں گے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو چیز تمہیں دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ اور اس کی زینت ہے

۲۔ جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے ۳۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟

۴۔ بھلا جس شخص سے ہم نے نیک وعدہ کیا اور اس نے اسے حاصل کرلیا تو کیا وہ شخص اس کے جیسا ہے جس کو ہم نے دنیا کی زندگی کے فائدے سے بہرہ مند کیا

۵۔ پھر وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں ہو جو (ہمارے رُوبرو) حاضر کئے جائیں گے۔

دنیا کی یہ ساری چیزیں جنہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں یہ اونچی عمارتیں، یہ خوبصورت اور قیمتی سواریاں، یہ خوشنما لہلہاتی کھیتیاں، پھلوں اور پھولوں سے لدے یہ گھنے باغات، یہ رنگ برنگ میوہ جات اور ہری بھری ترکاریاں، یہ سونا چاندی، ہیرے جواہرات، یہ مال و دولت کے خزانے جو ہماری تجوریوں میں محفوظ ہیں الغرض رب ذوالجلال نے جو کچھ ہمیں اپنے فضل و کرم سے یہ چیزیں عطا کی ہیں یہ دنیوی زندگی کا فائدہ اور اس کی زینت کا سامان ہیں۔ بظاہر قیمتی، خوبصورت، دلکش اور حیرتناک ہونیکے باوجود حقیقت میں فانی اور حقیر ہیں۔ ان ساری چیزوں کو بقاء نہیں ہے۔ یہ ساری چیزیں سال دو سال، پچیس پچاس سال یا صدی دو صدی کے مہمان ہیں۔ ان ساری چیزوں کی قدر و قیمت ان ساری چیزوں کے مقابلہ میں ہیچ ہے جو رب ذوالجلال ہمیں آخرت میں عطا فرمائیں گے۔

آخرت کا اجر و ثواب آخرت کی سدا بہار نعمتیں، آخرت میں ملنے والی پر تعیش چیزیں ان کو فرار نہیں قرار ہے آخرت کی ان نعمتوں کو بقاء ہے فنا نہیں ہے۔ دنیا کی یہ ساری نعمتیں وقتی اور محدود ہیں چند روزہ زندگی کی وقتی بہار ہیں اور ان ساری چیزوں کی مثال اس سایہ کی سی ہے جو لمحوں یا گھنٹوں میں زائل ہو جاتا ہے۔ اصل نعمتیں تو وہ ہیں جو آخرت میں ملیں گی اور وہ نعمتیں ہمیشہ ہمیش رہیں گی۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان کیا ہے کہ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى جو چیز تمہیں دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی ساز و سامان ہے اور اس زندگی کی زینت ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والی بھی ہے۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۹۶ میں یہی بات یوں بیان کی گئی: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ تمہارے پاس جو کچھ ہے سب فانی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ باقی ہے۔ سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۴۶ میں یوں کہا گیا: اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا مال اور اولاد تو دنیا کی ہی زینت ہے اور ہاں! البتہ باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک ازروئے ثواب اور آئندہ کی اچھی توقع کے بہت بہتر ہیں۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۳۱ میں رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا کہ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى اور اپنی نگاہیں ہرگز چیزوں کی طرف نہ دوڑانا جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آزمائشِ دنیا کی دے رکھی ہیں تاکہ انہیں اس میں آزمائیں۔ تیرے رب کا دیا ہوا ہی بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔ سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۳۶ میں کہا گیا: فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ زندگانیٔ دنیا کا کچھ یوں ہی سا اسباب ہے اور اللہ کے پاس جو ہے وہ اس سے بدرجہ بہتر اور پائیدار ہے وہ ان کے لئے ہے جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کے ذریعہ سوالیہ انداز میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ کیا وہ شخص جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دے رہا ہے اس بات پر غور و فکر نہیں کرتا اور وہ شخص جو باقی چیز کے مقابلہ میں فانی چیز کو ترجیح دیتا ہے تدبر نہیں کرتا، انسان کو چاہئے کہ وہ بہتر اور باقی رہنے والی چیز کو اختیار کرنے میں پہل کرے اور اس شر سے بچے جو اس کے لئے باعثِ اذیت اور نقصان دہ ہے۔

آگے سوالیہ انداز میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ ایک شخص وہ ہے جو اللہ پر اور اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت پر یقین رکھتا ہے اور نیک اعمال پر جزا کے ملنے کا دل میں یقین رکھتا ہے اور جنت کی لازوال نعمتوں کی امیدیں اس کے ذہن میں سوار رہتی ہیں ایسا شخص کیا اس شخص کے جیسا ہو سکتا ہے جس نے دنیا ہی کو سب کچھ

سمجھ لیا اور چند روزہ زندگی ہی کو اپنا ہدف بنا لیا اور کفر و شرک کے دلدل میں پھنسا رہا۔ ہرگز نہیں! یہ دونوں رتبہ اور مقام میں اور انجام میں برابر نہیں ہو سکتے، پھر ایسے کافروں کا انجام تو یہی ہوگا کہ قیامت کے دن یہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کو فرشتے کھینچ کھینچ کر رب ذوالجلال کے روبرو لا کھڑا کریں گے اور ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

﴿درس نمبر ۱۵۸۰﴾ وہ دن کبھی نہ بھولو جب اللہ ان لوگوں کو پکارے گا ﴿القصص ۶۲۔تا۔۶۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ○ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ○ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَيَوْمَ اور جس دن يُنَادِيْهِمْ وہ انہیں ندا دے گا فَيَقُوْلُ تو کہے گا اَيْنَ شُرَكَآءِيَ میرے شریک کہاں ہیں الَّذِيْنَ وہ جن کو كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ تم گمان کرتے تھے قَالَ الَّذِيْنَ کہیں گے وہ لوگ کہ حَقَّ ثابت ہو چکا عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ ان پر قول رَبَّنَا اے ہمارے رب هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ یہی ہیں وہ لوگ جنہیں اَغْوَيْنَا ہم نے گمراہ کیا تھا اَغْوَيْنٰهُمْ ہم نے انہیں گمراہ کیا تھا كَمَا غَوَيْنَا جس طرح ہم گمراہ ہوئے تھے تَبَرَّاْنَآ ہم اظہارِ براءت کرتے ہیں اِلَيْكَ تیرے سامنے مَا كَانُوْٓا نہیں تھے وہ اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ خاص ہماری ہی عبادت کرتے وَقِيْلَ اور کہا جائے گا ادْعُوْا تم بلاؤ شُرَكَآءَكُمْ اپنے شریکوں کو فَدَعَوْهُمْ پھر وہ ان کو پکاریں گے فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ تو وہ جواب نہیں دیں گے انہیں وَرَاَوُا الْعَذَابَ اور وہ دیکھ لیں گے عذاب لَوْ اَنَّهُمْ کاش کہ بے شک وہ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ہدایت پر چلتے ہوتے

ترجمہ:۔ اور وہ دن (کبھی نہ بھولو) جب اللہ ان لوگوں کو پکارے گا اور کہے گا کہاں ہیں (خدائی میں) میرے وہ شریک جن کا تم دعوی کیا کرتے تھے۔ جن کے خلاف (اللہ کی) بات پوری ہو چکی ہوگی، وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! یہ لوگ جن کو ہم نے گمراہ کیا تھا ہم نے ان کو اسی طرح گمراہ کیا جیسے ہم خود گمراہ ہوئے، ہم آپ کے سامنے ان سے دست بردار ہوتے ہیں، یہ ہمارے عبادت نہیں کرتے تھے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں گیارہ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ وہ دن کبھی نہ بھولو جب اللہ ان لوگوں کو پکارے گا۔

۲۔ کہے گا کہ کہاں ہیں خدائی میں میرے وہ شریک جن کا تم دعوی کیا کرتے تھے۔

۳۔جن کے خلاف اللہ تعالی کی بات پوری ہو چکی ہوگی۔
۴۔ یہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! یہ لوگ جن کو ہم نے گمراہ کیا تھا۔
۵۔ہم نے ان کو اسی طرح گمراہ کیا جس طرح ہم گمراہ ہوئے تھے۔
۶۔ہم آپ کے سامنے ان سے دست بردار ہوتے ہیں۔
۷۔ یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔
۸۔ان کافروں سے کہا جائیگا کہ پکارو ان کو جنہیں تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا تھا۔
۹۔ چنانچہ وہ انہیں پکاریں گے مگر یہ انکا کوئی جواب نہیں دیں گے۔
۱۰۔ یہ لوگ عذاب آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ ۱۱۔کاش! یہ ایسے ہوتے کہ ہدایت قبول کر لیتے۔

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ ان کافروں کو جو دنیا کی نعمتیں دی گئی ہیں وہ صرف جزوی لذت کے لئے ہیں جبکہ ایمان والوں کو قیامت کے دن جو دیا جائیگا وہ اس سے کئی درجہ بہتر ہوگا جبکہ اس دن ان کافروں کی ہلاکت اور رسوائی ہونے والی ہے، ان کافروں کی وہاں کس طرح رسوائی ہوگی اور انہیں کیا عذاب دیا جائیگا؟ ان آیتوں میں بیان کیا جارہا ہے چنانچہ فرمایا وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ کہ اے کفار ومشرکین! کل تک تم لوگ جنہیں میری خدائی میں شریک مانتے تھے بھلا بتاؤ تو وہ آج کہاں ہیں؟ یعنی وہ فرشتے، جنات، چاند، ستارے، بت وغیرہ کہاں ہیں جن کے بارے میں تم دعوی کیا کرتے تھے کہ وہ قیامت کے دن ہمارے سفارشی ہوں گے؟ جن کی سفارش کے سبب ہم جنت میں جائیں گے اور ہمیں وہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی، تو بلاوا اپنے ان سفارشیوں کو ذرا ہم بھی تو دیکھیں کہ وہ تمہارے کس کام آتے ہیں؟ چنانچہ ان لوگوں کے پاس شرمندگی اور ندامت کے سوا کچھ نہ ہوگا اسکے بعد خود ان کے معبود اور پیروکار شیاطین وانس میں سے جن پر اللہ تعالی کا عذاب ثابت ہو چکا ہوگا کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں نے ایمان کے مقابلہ میں جو کفر کو اہمیت دی اور اسے اختیار کیا یہ ان کی اپنی خواہش نفس سے کیا ہے نہ کہ ہماری وجہ سے جیسا کہ ہم خود بھی اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے کی وجہ سے گمراہ ہو گئے، ان لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا، ان کے گمراہ ہونے میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں ہے لہذا ہم تیری جانب متوجہ ہو کر ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں کہ انکا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور نہ تو یہ لوگ ہمیں پوجا کرتے تھے قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ مَا كَانُوا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ان مشرکین کے بارے میں سورۂ مریم کی آیت نمبر ۸۱ میں بھی فرمایا وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو اس لئے معبود بنا رکھا ہے تاکہ وہ ان کی پشت پناہی کریں لیکن ایسا ہرگز

نہیں ہوگا بلکہ ان کے یہ معبود الٹا انکی عبادت کے ہی منکر ہو جائیں گے اور ان کی مخالفت کرنے لگیں گے۔ اسی طرح سورۃ احقاف میں بھی فرمایا گیا وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيبُ لَهٗ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ۔ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ أَعْدَاءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِيْنَ اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کو پکارے جو قیامت کے دن جواب نہیں دے سکتے، بلکہ ان معبودوں کو ان کی پکار کی خبر تک نہیں ہے، اور جب محشر میں لوگوں کو جمع کیا جائیگا تو یہ معبود ان کے دشمن بن جائیں گے اور ان کی عبادت کا ہی انکار کرنے لگے جائیں گے (الاحقاف ۵)، اسکے بعد دوبارہ اللہ تعالی ان مشرکین سے فرمائے گا کہ چلو! اب تمہارے ان معبودوں کو جن کی تم عبادت کرتے تھے پکارو اور یہاں بلاو چنانچہ اس وقت اللہ کے حکم کو ماننے کے علاوہ ان کے پاس کوئی چارہ نہیں ہوگا اس لئے وہ اللہ کا حکم مانتے ہوئے اپنے اپنے معبودوں کو ندا لگائیں گے لیکن اس ندا کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس لئے کہ جب اللہ کے علاوہ کوئی ہے ہی نہیں تو پھر آئیں گے کہاں سے؟ چنانچہ وہ لوگ جنہیں پکارا گیا ہے ان کی صدا اور پکار کا کوئی جواب نہیں دے پائیں گے، سورۃ کہف میں بھی اللہ تعالی نے بیان فرمایا وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَاءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا اس دن کو یاد کرو جب اللہ ان مشرکوں سے کہے گا کہ اپنے ان معبودوں کو پکارو جنہیں تم نے میری خدائی میں شریک سمجھ رکھا تھا، چنانچہ یہ انہیں پکاریں گے مگر وہ انکا کوئی جواب نہیں دیں گے اور ہم نے ان کے درمیان ایک مہلک آڑ حائل کردی ہے۔ (الکھف ۵۲) چنانچہ جب ان کی آواز کا کوئی جواب نہیں آئیگا تو انہیں وہ عذاب دکھا دیا جائیگا جو انہیں ملنے والا ہے جب یہ لوگ اس عذاب کو دیکھیں گے تو اپنے مشرک ہونے اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرنے پر پچھتائیں گے اور کہیں گے کہ کاش! ہم اس گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت کو اپنا لئے ہوتے تو آج اس عذاب سے بچ جاتے وَرَأَوُا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ۔

﴿درس نمبر ۱۵۸۱﴾ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا؟ ﴿القصص ۶۵ ۔تا۔ ۶۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَيَوْمَ اور جس دن يُنَادِيْهِمْ وہ ان کو پکارے گا فَيَقُوْلُ تو وہ کہے گا مَاذَآ اَجَبْتُمُ کیا جواب دیا تھا تم نے الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کو فَعَمِيَتْ پھر اندھی ہو جائیں گی عَلَيْهِمُ الْاَنْبَآءُ ان پر خبریں

يَوْمَئِذٍ اس دن فَهُمْ چنانچہ وہ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ سوال تک نہ کرسکیں گے ایک دوسرے سے فَاَمَّا چنانچہ مَنْ تَابَ جس شخص نے توبہ کی وَاٰمَنَ اور وہ ایمان لایا وَعَمِلَ صَالِحًا اور اس نے نیک عمل کیا فَعَسٰۤى اَنْ تو امید ہے کہ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا

ترجمہ:۔ اور وہ دن (کبھی ہرگز نہ بھولو) جب اللہ ان کو پکارے گا اور کہے گا تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا؟ اس پر ساری باتیں (جو یہ بنایا کرتے ہیں) اس دن بے نشان ہو چکی ہوں گی، چنانچہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے کچھ پوچھ بھی نہیں سکیں گے۔ البتہ جن لوگوں نے توبہ کرلی اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کئے تو پوری امید ہے کہ وہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جنہیں فلاح حاصل ہوگی۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اس دن کو ہرگز نہ بھولو جب اللہ ان کو پکارے گا۔

۲۔ ان سے کہے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا؟۔

۳۔ اس پر وہ ساری باتیں جو یہ لوگ بنایا کرتے تھے بے نشان ہو جائیں گی۔

۴۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے کچھ پوچھ بھی نہیں سکیں گے۔

۵۔ البتہ جن لوگوں نے توبہ کرلی، ایمان لے آئے اور نیک اعمال کئے۔

۶۔ تو یہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جنہیں فلاح حاصل ہوگی۔

مشرکین مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ مشرکین سے کہے گا کہ جب ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر تمہیں شرک و کفر سے روک کر ہماری عبادت کرنے کا حکم دیا کرتے تھے اور ہدایت کے راستہ کی طرف بلاتے تھے تو تم نے انکا کیا جواب دیا؟ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ دنیا میں تو یہ مشرکین ان رسولوں کو مجنون، جادوگر اور جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والا وغیرہ کہا کرتے تھے لیکن یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے سامنے کہنے کی ہمت و جرات نہیں ہوگی اور نہ ہی وہاں ایک دوسرے سے پوچھ پائیں گے کہ ہمیں کوئی بہانہ تو دو جو ہم یہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر پائیں، چنانچہ یہ لوگ اپنے منہ بند کئے ہوئے نظریں جھکائے خاموش اللہ کے دربار میں ٹھہرے رہیں گے، اسکے بعد ان سے کہا جائیگا کہ چلو! اب تمہارے جہنم میں جانے کا وقت آچکا ہے، وہیں تمہارا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ٹھکانہ ہے اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (الزمر۔ ۷۲، الغافر۔ ۷۶) جہنم کے دروازوں میں سے ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاو، تو یہ بڑا ہی برا ٹھکانہ ہے ان لوگوں کا جو تکبر کیا کرتے تھے۔ لیکن ایسے لوگ اس جہنم میں داخل نہیں ہونگے جنہوں نے اپنے گناہوں سے، شرک و کفر سے، بداعمالیوں سے توبہ کرلی ہوگی اور اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے ہوں گے اور پھر مرتے دم

تک ایمان پر قائم رہتے ہوئے نیک اعمال انجام دیئے ہوں گے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس جہنم میں داخل ہونے سے بچالے گا فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَعَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ البتہ جن لوگوں نے توبہ کرلی، ایمان لے آئے اور پھر نیک اعمال کرتے رہے تو یہ بھی ان لوگوں میں شامل ہوں گے جنہیں فلاح حاصل ہوگی اور فلاح پانے والے وہ لوگ ہیں جنہیں جہنم سے بچا کر جنت میں ڈال دیا جائیگا" فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ تو جسے جہنم سے بچا کر جنت میں ڈال دیا گیا تو ایسا شخص کامیاب ہو گیا۔ (آل عمران ۱۸۵)

﴿درس نمبر ۱۵۸۲﴾ **اسی کی طرف تم سب بھیجے جاؤ گے** ﴿القصص ۶۸ ۔ تا۔ ۷۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَرَبُّكَ اور آپ کا رب يَخْلُقُ پیدا کرتا ہے مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتا ہے وَيَخْتَارُ اور وہ پسند کرتا ہے مَا كَانَ نہیں ہے لَهُمُ ان کے لیے الْخِيَرَةُ کوئی اختیار سُبْحٰنَ اللّٰهِ پاک ہے اللہ وَتَعٰلٰى اور وہ برتر ہے عَمَّا ان سے جو يُشْرِكُوْنَ وہ شریک ٹھہراتے ہیں وَرَبُّكَ اور آپ کا رب يَعْلَمُ جانتا ہے مَا تُكِنُّ جو کچھ چھپاتے ہیں صُدُوْرُهُمْ ان کے سینے وَمَا اور جو کچھ يُعْلِنُوْنَ وہ ظاہر کرتے ہیں وَهُوَ اللّٰهُ اور وہی ہے اللہ لَآ إِلٰهَ نہیں کوئی الٰہ إِلَّا هُوَ مگر وہی لَهُ اسی کیلئے ہے الْحَمْدُ تمام حمد فِي الْأُوْلٰى دنیا میں وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت میں وَلَهُ الْحُكْمُ اور حکم اسی کا ہے وَإِلَيْهِ اور اسی کی طرف تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے

ترجمہ:۔ اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے ان کو کوئی اختیار نہیں ہے اللہ ان کے شرک سے پاک اور بہت بالا و برتر ہے۔ اور تمہارا پروردگار ان باتوں کو بھی جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں اور ان باتوں کو بھی جو یہ کھلم کھلا کرتے ہیں۔ اللہ وہی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تعریف اسی کی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور حکم اسی کا چلتا ہے اور اسی کی طرف تم سب واپس بھیجے جاؤ گے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں نو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جو چاہتا ہے پسند کرتا ہے۔

۲۔ ان کو کوئی اختیار نہیں۔ ۳۔ اللہ ان کے شرک سے پاک ہے اور بہت بالا و برتر ہے۔

۴۔تمہارا پروردگار ان باتوں کو بھی جانتا ہے جوانکے سینے چھپائے ہوئے ہیں۔
۵۔ان باتوں کو بھی جو یہ کھلم کھلا کرتے ہیں۔
۶۔اللہ وہی ہے کہ جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔
۷۔تعریف اسی کی ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ ۸۔اسی کا حکم چلتا ہے۔
۹۔اسی کی طرف تم سب واپس بھیجے جاوگے۔

پچھلی آیتوں میں مشرکین کی حالت بیان کی گئی یہ لوگ حقیقی معبود یعنی اللہ کو چھوڑ کر بے بس معبودوں کی عبادت کیا کرتے ہیں، اس حقیقی معبود کی قدرت وعظمت بیان کی جارہی ہے چنانچہ فرمایا وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا اوران ساری مخلوقات کا رب وہ ہے جوان تمام چیزوں کو پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے جو وہ چاہتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے مطیع وفرمانبردار بنا لیتا ہے، اسے ایسا کرنے سے کوئی روکنے والا نہیں جبکہ تم لوگ اے مشرکو! جن کی عبادت کرتے ہو وہ کسی کام کے نہیں ہیں نہ تو وہ تمہاری کوئی مدد کرسکتے ہیں اور نہ ہی تمہارے لئے کوئی راحت کا سامان مہیا کرسکتے ہیں تو پھر تم اس قادر مطلق اللہ کو چھوڑ کر ان باطل معبودوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ اور تم جن باطل معبودوں کی عبادت کررہے ہو اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے اس لئے کہ اس کی ذات تو تمہارے اس شرک سے پاک ومنزہ ہے خواہ تم اسکی تصدیق کرو یا نہ کرو" سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے جواب میں نازل ہوئی کہ اس نے کہا تھا کہ یہ قرآن کریم محمد کو چھوڑ کر ان دو بستیوں میں جو سب سے عظیم شخص ہے اس پر کیوں نازل نہیں کی گئی؟ جس سے وہ اپنے آپ کو مراد لیتا تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ جواب نازل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کیا کرنا ہے کیا نہیں؟ سب معلوم ہے اور وہ جو کرنا چاہتا ہے کرتا ہے اور جسے اپنا مطیع بنانا ہے بنا لیتا ہے، اس میں دوسروں کی منشاء کا کوئی دخل نہیں اس لئے اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رسالت کے لئے چنا ہے، اب تمہارا کام ہے اس رب کے بھیجے ہوئے پیغمبر کو مانو نہ کہ حیلے بہانے تلاش کرو (تفسیر قرطبی) اور بعض نے کہا کہ یہ یہودیوں کے جواب میں نازل ہوئی کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل کے علاوہ کوئی اور پیغمبر وحی لیکر آتے تو ہم اس محمد کو اپنا نبی مان لیتے مگر چونکہ ان کے پاس حضرت جبرئیل ہی آتے ہیں اس لئے ہم انہیں نبی تسلیم نہیں کرتے (تفسیر قرطبی) تو ان کے لئے بھی وہی جواب ہے جو اوپر دیا گیا کہ تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے اللہ تعالیٰ کوئی چیز بدلنے والے نہیں ہیں وہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، اب تمہیں چاہئے کہ اس نے جو چاہا ہے اسے اپنا ؤ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ جب اللہ اور اسکا رسول کسی بات کا حتمی فیصلہ کردیں تو نہ کسی مومن مرد کے لئے یہ گنجائش ہے اور نہ کسی مومن

عورت کے لئے کہ ان کو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار باقی رہے (الاحزاب۔٣٦) اور تم لوگوں کی فطرت تو ایسی ہے کہ دل میں کچھ اور ہوتا ہے اور ظاہر کچھ اور کرتے ہو مگر تمہیں یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ اللہ تعالی کو تمہارے دلوں میں چھپی باتوں کا بھی علم ہے اور ان باتوں کا بھی جو تم ظاہر کرتے ہو وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ لہٰذا وہ یہ بات اچھی طرح سے جانتا ہے کہ اگر اللہ تعالی حضرت جبرئیل کو چھوڑ کسی دوسرے فرشتہ کے ذریعہ اس قرآن کو بھیجتے تب بھی تم لوگ انہیں نہ مانتے یاد رکھو! تم اس بات کو مانو یا نہ مانو حقیقت تو یہی ہے کہ اس اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کے علاوہ تم جن معبودوں کو پوج رہے ہو وہ تمہیں جہنم کی طرف لے جائیں گے اور دنیا وآخرت میں تعریف کے لائق کوئی ذات نہیں ہے سوائے اللہ کے اور اسی کے اختیار میں ہے دنیا وآخرت کے تمام فیصلے اور اسکے فیصلوں کو کوئی رد کرنے والا نہیں وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ (الرعد۔٤١) اور پھر آخر میں تنبیہ کردی کہ تم لوگ اس دنیا میں جو بھی کررہے ہو، کرتے رہو مگر یہ نہ بھولو کہ کل قیامت کے دن تمہیں لوٹنا تو میرے ہی پاس ہے وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اب سوچ لو کہ اسکے پاس اسکا مطیع وفرمانبردار بن کر آنا ہے یا پھر اسکا نافرمان؟۔

﴿درس نمبر ١٥٨٣﴾ اللہ کے علاوہ ہے کوئی جو دن کو رات سے بدل دے؟ ﴿القصص ٧١۔٧٢﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ کہہ دیجیے تم بتلاؤ تو سہی اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ اگر اللہ کر دے عَلَيْكُمُ الَّيْلَ تم پر رات سَرْمَدًا ہمیشہ کیلئے اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک مَنْ اِلٰهٌ کون ہے الہ غَيْرُ اللّٰهِ سوائے اللہ کے يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ جو لے آئے تمہارے پاس روشنی اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ کیا پھر تم نہیں سنتے؟ قُلْ اَرَءَيْتُمْ کہہ دیجیے تم بتلاؤ تو سہی اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ اگر اللہ کر دے عَلَيْكُمُ النَّهَارَ تم پر دن سَرْمَدًا ہمیشہ کے لیے اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک مَنْ اِلٰهٌ کون ہے الہ غَيْرُ اللّٰهِ سوائے اللہ کے يَاْتِيْكُمْ جو لے آئے تمہارے پاس بِلَيْلٍ رات کو تَسْكُنُوْنَ تم آرام کرلو فِيْهِ اس میں اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا پھر تم نہیں دیکھتے؟

ترجمہ:۔ (اے پیغمبر! ان سے) کہو ذرا یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تم پر رات کو ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک مسلط رکھے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی لے کر آئے؟ بھلا کیا تم سنتے نہیں ہو؟ کہو: ذرا یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تم پر دن کو ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک مسلط کر دے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہیں وہ

رات لا کر دیدے جس میں تم سکون حاصل کرسکو؟ بھلا کیا تمہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا؟۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔اے پیغمبر! آپ ان سے کہوتو ذرا کہ اگر اللہ تعالی رات کو تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک مسلط کر دے تو تمہارا کونسا معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی لیکر آئے؟۔

۲۔تو بھلا کیا تم لوگ سنتے نہیں ہو؟۔

۳۔اے پیغمبر! ان سے یہ بھی کہو کہ اگر اللہ تعالی تم پر دن کو ہمیشہ کے لئے قیامت تک مسلط کر دے تو اللہ کے سوا وہ کونسا معبود ہے جو تمہیں وہ رات لا کر دے جس میں سکون حاصل کرتے ہو؟۔

۴۔بھلا کیا تمہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا؟۔

جس طرح پچھلی آیتوں میں اللہ تبارک وتعالی کی قدرت کو ظاہر کیا گیا کہ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے کر گزرتا ہے، ان آیتوں میں بھی اللہ تبارک وتعالی کی دو عظیم نعمتوں کو جو اس نے بندوں پر کی ہے بیان فرما رہا ہے جو کہ اسکے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا، فرمایا کہ اے پیغمبر! آپ ان مشرکین سے جو اللہ تعالی کے علاوہ اوروں کو اپنا معبود بنا بیٹھے ہیں ذرا یہ تو پوچھئے کہ اگر اللہ تبارک وتعالی اس رات کو جو تم پر دن ڈھلنے کے بعد آتی ہے، اگر ہمیشہ کے لئے ہی قیامت تک تم پر مسلط کر دے کہ کبھی یہ رات جائے ہی نہیں اور دن آئے ہی نہیں تو کیا تمہارے اتنے سارے معبودوں میں سے کسی میں یہ قدرت اور طاقت ہے کہ وہ اس رات کو ہٹا کر دن لے آئے؟ اسے ہٹانا تو دور کی بات یہ لوگ اللہ تعالی کے طے کردہ وقت سے پہلے بھی انہیں لا نہیں سکتے تو اسکے باوجود بھی کیا تم لوگ اس منادی کی ندا کو نہیں سنتے جو تمہیں حقیقت کی طرف بلا رہا ہے؟ اور اس ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلا رہا ہے جو دن ورات کو لانے پر قادر ہے اور اسی طرح اگر وہ اس دن کو جو تم پر رات کے اندھیرے کے بعد اجالا لیکر آتا ہے، ہمیشہ کے لئے قیامت تک مسلط کر دے تو بھلا تمہارے معبودوں میں سے کوئی ہے جو اس مسلط شدہ دن کو نکال کر وہ رات تم پر لے آئے جس کو اس نے تمہارے لئے راحت اور سکون کا ذریعہ بنایا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں کرسکتے تو کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں کہ تم یہ سمجھ سکو کہ حقیقی پروردگار کون ہے؟ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (آل عمران ۱۹۰) یہ دن رات کا آنا جانا تو اس اللہ تعالی کی ہی ایک قدرت کی نشانی ہے جس نے ان آسمانوں اور زمین کو اور اس جہاں کو پیدا کیا، اسی طرح سورۃ یونس کی آیت نمبر ۶ میں بھی فرمایا إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ حقیقت یہ ہے کہ رات ودن کے آگے پیچھے آنے میں اور اللہ نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جن کے دل میں خدا کا خوف ہو۔

﴿درس نمبر ۱۵۸۴﴾ **ہم ہر امت میں سے ایک گواہی دینے والا نکال لائیں گے** ﴿القصص ۷۳ ۔تا۔ ۷۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآئِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ○ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ اور اپنی رحمت ہی سے جَعَلَ اس نے بنایا لَكُمُ تمہارے لیے الَّيْلَ وَالنَّهَارَ رات اور دن کو لِتَسْكُنُوْا تا کہ تم آرام کرلو فِيْهِ اس میں وَلِتَبْتَغُوْا اور تا کہ تم تلاش کرو مِنْ فَضْلِهٖ اس کا فضل وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تا کہ تم شکر کرو وَيَوْمَ اور جس دن يُنَادِيْهِمْ وہ انہیں ندا دے گا فَيَقُوْلُ تو وہ کہے گا اَيْنَ شُرَكَآئِيَ کہاں ہیں میرے شریک الَّذِيْنَ وہ جن کو كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ تم گمان کرتے تھے وَنَزَعْنَا اور ہم نکالیں گے مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ہر امت میں سے شَهِيْدًا ایک گواہ فَقُلْنَا پھر ہم کہیں گے هَاتُوْا تم لاؤ بُرْهَانَكُمْ اپنی دلیل فَعَلِمُوْٓا تو وہ جان لیں گے اَنَّ الْحَقَّ بلاشبہ سچی بات لِلّٰهِ اللہ ہی کی ہے وَضَلَّ اور گم ہوجائے گا عَنْهُمْ ان سے مَّا جو کچھ كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ وہ افترا باندھتے تھے

ترجمہ:۔ یہ تو اسی نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات بھی بنائی ہے اور دن بھی، تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور اس میں اللہ کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔ اور وہ دن (نہ بھولو) جب وہ ان (مشرکوں) کو پکارے گا اور کہے گا کہ کہاں ہیں (خدائی میں) میرے وہ شریک جن کا تم دعوی کیا کرتے تھے؟ اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہی دینے والا نکال لائیں گے پھر کہیں گے کہ لاؤ اپنی کوئی دلیل! اس وقت ان کو پتہ چل جائے گا کہ سچی بات اللہ ہی کی تھی اور وہ ساری باتیں جو انہوں نے گھڑ رکھی تھیں سب گم ہو کر رہ جائیں گی۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں نو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ یہ تو اسی نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات بھی بنائی اور دن بھی۔

۲۔ تا کہ تم اس میں سکون اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ ۳۔ اس لئے بھی تا کہ تم شکر ادا کرو۔

۴۔ وہ دن نہ بھولو جب وہ ان مشرکین کو پکارے گا۔

۵۔ کہے گا کہ کہاں ہیں خدائی میں میرے وہ شریک جن کا تم دعوی کیا کرتے تھے؟

۶۔ ہم ہر امت میں سے ایک گواہی دینے والا نکال لائیں گے۔

۷۔ پھر کہیں گے کہ لاؤ اپنی دلیل۔

۸۔ اس وقت ان کو پتہ چل جائیگا کہ سچی بات اللہ ہی کی تھی۔

۹۔ وہ ساری باتیں جوانہوں نے گھڑ رکھی تھیں سب گم ہو کر رہ جائیں گی۔

اللہ تبارک وتعالی دن ورات کی پیدائش کا ذکر فرمارہے ہیں وَمِنْ رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهِ یہ رات اور دن کا پیدا کرنا اللہ تعالی کی رحمت ہی ہے کہ دن کو اس نے تمہاری روزی روٹی کے تلاش کرنے کا ذریعہ بنایا کہ تم اس دن کے اجالے میں اپنی ضرورت کے وہ سارے کام انجام دے پاتے ہو جو تم رات کے اندھیرے میں انجام نہیں دے پاتے لہٰذا جس طرح یہ دن ایک مخصوص کام کے لئے بنایا تو دوسری طرف رات کو بھی اللہ تعالی نے تمہارے راحت و آرام کے لئے بنایا کہ تم اپنی دن بھر کی تھکان اس رات کے سناٹے میں دور کرتے ہو اسی طرح اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنا بھی رات کے اوقات میں زیادہ راحت وسکون پیدا کرتا ہے وجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاساً وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشاًہم نے رات کو پردہ کا سبب اور دن کو روزی تلاش کرنے کا وقت قرار دیا (النبا۔ ۱۰،۱۱) یہ ایسی نعمتیں ہیں کہ جو تمہیں اللہ کے علاوہ کوئی فراہم نہیں کرسکتا تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں کرسکتے کہ اس رب کی ان نعمتوں پر شکرادا کرو؟ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ یہ سب کچھ اس لئے پیدا کیا گیا تاکہ تم ان نعمتوں کو دیکھ کر اس رب کا شکرادا کرو مگر افسوس کہ تم نے تو شکرادا کرنے کے بجائے ان ساری چیزوں کے پیدا کرنے والے رب کے ساتھ ہی شرک کردیا، سورۂ فرقان کی آیت نمبر ٦٢ میں بھی اللہ تبارک وتعالی نے رات ودن کے پیدا کرنے کو یوں بیان فرمایاوَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُوْراً وہی ہے جس نے رات ودن کو ایسا بنایا کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے چلے آتے ہیں مگر یہ ساری باتیں اس شخص کے لئے کارآمد ہیں جو نصیحت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یا شکر بجالانا چاہتا ہو، مگر تم لوگ اے قریش مکہ! نہ رب کی ان نعمتوں سے نصیحت حاصل کرتے ہو اور نہ شکرادا کرتے ہو بلکہ خدائی میں اس کے شریک بناتے پھرتے ہو، یادرکھو! قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالی اپنے ساتھ شرک کرنے والوں کو پکار کر کہے گا کہ اے مشرکو! کہاں ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں تمہارا عقیدہ تھا کہ وہ خدائی میں میرے شریک ہیں؟ تو پھر کیا تمہارے وہ شریک آج تمہاری مدد کو سامنے نہیں آتے؟ چنانچہ اللہ تعالی کے کہنے پر یہ مشرکین اپنے شرکاء کو پکاریں گے مگر ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملے گا جیسا کہ پچھلی آیتوں میں بھی کہا گیافَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ (القصص۔ ٦٤) اسکے بعد اللہ تبارک وتعالی ان کے مشرک ہونے پر گواہ کے طور پر ہر امت کے نبی کو سامنے لا کھڑے گا جو ان لوگوں کے مشرک وکافر ہونے کی گواہی دیں گے فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ، وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَآءِ شَهِيْداًاس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہی لے آئیں گے

اور اے پیغمبر! ہم آپ کو بھی ان کے خلاف گواہ کے طور پر پیش کرینگے ۔ (النساء ۔ ۴۱) چنانچہ جب تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے مشرکوں کے مشرک ہونے کی اللہ تعالی کے سامنے گواہی دے دیں گے تو پھر اللہ تعالی ان مشرکین سے کہے گا کہ تم جنہیں میری خدائی میں شریک ٹھہراتے تھے اس شریک ٹھہرانے پر دلیل پیش کرو فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اب چونکہ ان کے پاس حقیقت میں تو اللہ کا شریک ٹھہرانے پر کوئی دلیل نہیں رہیگی اور انہوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ ان کے اپنے شریکوں کو بلانے پر انہوں نے ایک آواز تک نہ نکالی لہٰذا یہ لوگ اس دن شرمندہ اور ذلیل ہو کر چہرے جھکائے اللہ کے سامنے ٹھہرے رہیں گے، اسکے وقت ان مشرکوں کو پتا چل جائیگا کہ حقیقت میں خدا ایک ہی ہے اور وہ اللہ ہے جسکا کوئی شریک نہیں فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ اس طرح وہ جھوٹ جو یہ لوگ اللہ پر دنیا میں باندھا کرتے تھے کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، حضرت عیسیٰ وعزیر اللہ کے بیٹے ہیں وغیرہ سب ختم ہو جائے گا وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُوْنَ۔

﴿درس نمبر ۱۵۸۵﴾ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا ﴿القصص ۷۶۔۷۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ص وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ق اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ O وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّ قَارُوْنَ بلاشبہ قارون كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى موسیٰ کی قوم میں سے تھا فَبَغٰى پھر اس نے ظلم کیا عَلَيْهِمْ ان پر وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے اسے دیا تھا مِنَ الْكُنُوْزِ خزانوں سے مَآ اس قدر کہ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ بلاشبہ اس کی چابیاں لَتَنُوْٓاُ البتہ بھاری ہوتی ھیں بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ایک قوت والی جماعت پر اِذْ قَالَ جب کہا لَهٗ قَوْمُهٗ اس سے اس کی قوم نے لَا تَفْرَحْ نہ اِترا تو اِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا وَابْتَغِ اور تو تلاش کر فِيْمَآ اس میں جو کچھ اٰتٰكَ اللّٰهُ تجھے اللہ نے دیا ہے الدَّارَ الْاٰخِرَةَ آخرت کا گھر وَلَا تَنْسَ اور مت بھول تو نَصِيْبَكَ اپنا حصہ مِنَ الدُّنْيَا دنیا سے وَاَحْسِنْ اور تو (لوگوں پر) احسان کر كَمَآ جس طرح کہ اَحْسَنَ اللّٰهُ اللہ نے احسان کیا اِلَيْكَ تجھ پر وَلَا تَبْغِ اور تلاش نہ کرو تو الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ زمین میں فساد اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا الْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنے والوں کو

ترجمہ:۔ قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا اور ان پر ظلم کرتا تھا اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ اُن کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتیں، جب اُس سے اُس کی قوم نے کہا کہ اِترائیے مت کہ اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا O اور جو (مال) تمہیں اللہ نے عطا فرمایا ہے اس سے آخرت (کی بھلائی) طلب کیجئے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلائیے اور جیسی اللہ نے تم سے بھلائی کی ہے (ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی کرو اور ملک میں طالبِ فساد نہ ہو کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا ۲۔ ان پر ظلم کرتا تھا

۳۔ ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ اُن کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتیں،

۴۔ جب اُس سے اُس کی قوم نے کہا کہ اِترائیے مت ۵۔ اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا

۶۔ جو (مال) تمہیں اللہ نے عطا فرمایا ہے اس سے آخرت (کی بھلائی) طلب کیجئے

۷۔ دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلائیے

۸۔ جیسی اللہ نے تم سے بھلائی کی ہے (ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی کرو

۹۔ ملک میں طالبِ فساد نہ ہو ۱۰۔ کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا

قرآنِ مجید میں جہاں فرعون اور ہامان کا تذکرہ ہے وہیں قارون کا بھی تذکرہ ہے۔ قارون کا نسب نامہ مفسرین نے یہ لکھا ہے قارون بن یصھر بن قاھت بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔ قارون دراصل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا، اس لئے کہ قارون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں کے دادا کا نام ایک ہی ہے یعنی قاھت۔

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی زجر و توبیخ اور ان کی بدانجامی بیان کرنے کے بعد قارون جیسے گھمنڈی مالدار کا ذکر کیا تاکہ لوگوں کو ایسے کافروں کا انجام معلوم ہو جو دنیا میں سرکشی، نافرمانی اور مغرورانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ مفسرین نے قارون کے بارے میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ لوگ اس کو منور نام سے پکارتے تھے، اس لئے کہ وہ خوبصورت تھا اور یہ بات بھی لکھی ہے کہ قارون نبی اسرائیل میں سب سے زیادہ مضبوط انداز میں تورات کا حافظ تھا اور تورات کو اچھے انداز میں پڑھنے والا بھی تھا۔

قارون بنی اسرائیل کا ایک فرد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بکثرت مال عطا کیا تھا، اس قدر مال و دولت کہ اس کے خزانوں کی کنجیوں کو آدمیوں کی ایک بڑی جماعت بڑی مشکل سے اٹھا پاتی تھی۔ اس کی قوم کے وہ افراد جو ناصح تھے انہوں نے قارون کو نصیحت بھی کی کہ وہ سرکشی اور غرور سے دور رہے اور زمین میں فساد و بگاڑ سے باز آجائے اور ان نصیحت کرنے والوں نے قارون سے یہ بھی کہا کہ وہ اپنے مال کو اللہ کی رضامندی اور خوشنودی میں خرچ کرے اور بقدر ضرورت اپنے مال میں سے وہ خود بھی استعمال کرے اور یہ بات بھی کہی کہ وہ اپنا مال ایسے راستہ میں خرچ نہ کرے جس سے

اللہ کا غضب ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتیں زائل ہو جائیں۔ مگر قارون نے ان نصیحت کرنے والوں کی نصیحت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ قارون کا ذکر سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۳۹ میں بھی موجود ہے وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی (ہلاک کر دیا) اور اُن کے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ ملک میں مغرور ہو گئے اور وہ (ہمارے) قابو سے نکل جانے والے نہ تھے۔ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۲۴ میں بھی قارون کا تذکرہ کیا گیا اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں اور بڑی واضح دلیل دے کر فرعون، ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تھا تو انہوں نے کہا کہ یہ جھوٹا جادوگر ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۸۶﴾ قارون ٹھاٹھ سے اپنی قوم کے سامنے نکلا ﴿القصص ۷۸۔تا۔۸۰﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قَالَ اس (قارون) نے کہا اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ یقیناً میں وہ (مال) دیا گیا ہوں عَلٰى عِلْمٍ اس علم کی بنا پر عِنْدِيْ جو میرے پاس ہے اَوَلَمْ کیا اور نہیں يَعْلَمْ جانا اس نے اَنَّ اللهَ کہ بیشک اللہ نے قَدْ اَهْلَكَ تحقیق ہلاک کیے ہیں مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے مِنَ الْقُرُوْنِ کئی امتوں سے مَنْ وہ لوگ کہ هُوَ اَشَدُّ وہ بہت زیادہ تھے مِنْهُ قُوَّةً اس سے قوت میں وَّاَكْثَرُ اور بہت زیادہ تھے جَمْعًا جمع پونجی (یا جماعت) میں وَلَا يُسْئَلُ اور نہیں پوچھے جاتے عَنْ ذُنُوْبِهِمُ اپنے گناہوں کی بابت الْمُجْرِمُوْنَ مجرم لوگ فَخَرَجَ پھر وہ نکلا عَلٰى قَوْمِهٖ اپنی قوم کے سامنے فِيْ زِيْنَتِهٖ اپنی زینت میں قَالَ الَّذِيْنَ کہا ان لوگوں نے جو يُرِيْدُوْنَ چاہتے تھے الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا زندگانی دنیا کی يٰلَيْتَ لَنَا اے کاش! ہمارے لیے ہوتا مِثْلَ مَآ مثل اس کے جو اُوْتِيَ قَارُوْنُ قارون کو دیا گیا اِنَّهٗ بلاشبہ وہ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ البتہ بہت بڑے نصیبے والا ہے وَقَالَ اور کہا الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جو اُوْتُوا الْعِلْمَ علم دیئے گئے تھے وَيْلَكُمْ افسوس تم پر ثَوَابُ اللهِ اللہ کا ثواب خَيْرٌ بہت بہتر ہے لِّمَنْ اس شخص کے لیے جو اٰمَنَ ایمان لایا وَعَمِلَ صَالِحًا اور اس نے نیک عمل

کیے وَلَا يُلَقّٰهَآ اور سکھلائی نہیں جاتی یہ بات اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ مگر صبر کرنے والوں ہی کو

ترجمہ:۔ بولا کہ یہ (مال) مجھے میری دانش (کے زور) سے ملا ہے کیا اُس کو معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی اُمتیں جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں بیشتر تھیں ہلاک کر ڈالی ہیں اور گنہگاروں سے اُن کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا O تو (ایک روز) قارون (بڑی) آرائش (اور ٹھاٹھ) سے اپنی قوم کے سامنے نکلا جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے کہ جیسا (مال ومتاع) قارون کو ملا ہے کاش (ایسا ہی) ہمیں بھی ملے وہ تو بڑا ہی نصیب والا ہے O اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم پر افسوس! مومنوں اور نیکوکاروں کیلئے (جو) ثواب اللہ (کے ہاں تیار ہے وہ) کہیں بہتر ہے اور وہ صرف صبر کرنے والوں کو ہی ملے گا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں :

۱۔ بولا کہ یہ (مال) مجھے میری دانش (کے زور) سے ملا ہے

۲۔ کیا اُس کو معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی اُمتیں جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں بیشتر تھیں ہلاک کر ڈالی ہیں

۳۔ گنہگاروں سے اُن کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا

۴۔ تو (ایک روز) قارون (بڑی) آرائش (اور ٹھاٹھ) سے اپنی قوم کے سامنے نکلا

۵۔ جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے کہ جیسا (مال ومتاع) قارون کو ملا ہے کاش (ایسا ہی) ہمیں بھی ملے

۶۔ وہ تو بڑا ہی نصیب والا ہے

۷۔ جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم پر افسوس مومنوں اور نیکوکاروں کیلئے (جو) ثواب اللہ (کے ہاں تیار ہے وہ) کہیں بہتر ہے

۸۔ وہ صرف صبر کرنے والوں کو ہی ملے گا

جب قارون کو اس کی قوم کے لوگوں نے نصیحت کی اور اس بات کی ترغیب دی کہ وہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے دیا ہے وہ اس میں سے آخرت کا حصہ فراموش نہ کرے اور اللہ تعالیٰ نے جیسے اس پر احسان کیا ہے اسی طرح وہ لوگوں پر احسان کرے اور زمین میں فساد و بگاڑ نہ کرے تو قارون نے صاف طور پر یہ کہہ دیا کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس سے مجھے کوئی لینا دینا نہیں ہے، اللہ نے مجھے یہ جو مال دیا ہے اس لئے دیا ہے کہ اس کو اس بات کا علم ہے کہ میں اس مال کا مستحق ہوں اور مجھے یہ مال میرے ہنر، میرے فن اور میری صلاحیت کی بنیاد پر ملا ہے، میں اس مال کا مستحق اور اہل ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قارون جیسے لوگوں کا ذکر دیگر آیات میں کیا ہے۔ سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۴۹ میں کہا گیا فَاِذَا

مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا لا قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ اور سورۂ فصلت کی آیت نمبر ۵۰ میں بھی اسی طرح کا مضمون موجود ہے وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۔ یہ انسان کی کمزوری ہے کہ وہ حقیقتِ حال سے واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے ایسی بے حقیقت باتیں اپنی زبان سے کہہ دیتا ہے اور ایسے نا اہلوں کو اپنی صلاحیت کا احساس تو ہوتا ہے مگر رب کی عطا اور بخشش کا احساس نہیں ہوتا۔ قارون کو بھی اس قسم کا دھوکہ ہو گیا تھا اور اس نے نصیحت کرنے والوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ یہ مال تو مجھے میرے ہنر کے سبب ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ کیا اس قارون کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بہت سی امتیں جو اس سے قوت میں بڑھ کر تھیں اور جمعیت میں بیشتر تھیں ہلاک کر ڈالی تھیں۔ یعنی قارون کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بہت سی ایسی قوموں کو ہلاک کر ڈالا جن قوموں کی طاقت اس قارون سے زیادہ تھی اور وہ لوگ افرادی قوت کے اعتبار سے اس سے کہیں زیادہ تھے، بڑی بھاری جماعتیں تھیں جو بہت زیادہ طاقتور تھیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو ان کی سرکشی اور غرور کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ جب ان طاقتور قوموں کو ہلاک کر دیا تو اس قارون کو ہلاک کرنا اس رب ذوالجلال کے لئے کیا مشکل کام ہے؟ جن قوموں نے کفر و شرک کیا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو ہلاک و برباد کر دیا۔

وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ کے ذریعہ یہ حقیقت بیان کی جا رہی ہے کہ کل قیامت کے دن گنہگاروں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ ان مجرموں کو سزا دیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کے محتاج نہیں ہوں گے کہ وہ ان مجرموں سے ان کے گناہوں کی نوعیت کے بارے میں اور ان کے گناہوں کی مقدار کے بارے میں ان سے پوچھیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو ساری معلومات ہیں انہیں اس سلسلہ میں سوال کرنے کی حاجت ہی نہیں ہے، جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۳ میں کہا گیا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ باخبر ہے جو کچھ تم عمل کر رہے ہو۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۳ میں کہا گیا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔

﴿درس نمبر ۱۵۸۷﴾ ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا ﴿القصص ۸۱۔۸۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ قف فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ق وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ○ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَخَسَفْنَا بِهٖ چنانچہ ہم نے اسے دھنسا دیا وَبِدَارِهِ اوراس کے گھر کو الْاَرْضَ زمین میں فَمَا كَانَ لَهٗ پھراس کے لیے نہ ہوئی مِنْ فِئَةٍ کوئی جماعت يَّنْصُرُوْنَهٗ جواس کی مدد کرتی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا وَمَا كَانَ اور نہ ہوا وہ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ بدلہ لینے والوں میں سے وَاَصْبَحَ اور ہو گئے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے تَمَنَّوْا تمنا کی تھی مَكَانَهٗ اس کے مرتبے کی بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ کل وہ کہتے تھے وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ کیا نہیں دیکھا تو نے کہ اللہ يَبْسُطُ الرِّزْقَ رزق کشادہ کرتا ہے لِمَنْ يَّشَآءُ جس کیلئے چاہتا ہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے وَيَقْدِرُ اور وہی تنگ کرتا ہے لَوْلَآ اگر نہ ہوتا اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ یہ کہ اللہ نے احسان کیا عَلَيْنَا ہم پر لَخَسَفَ تو البتہ وہ دھنسا دیتا بِنَا ہمیں بھی وَيْكَاَنَّهٗ کیا نہیں دیکھا تو نے کہ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ کافر فلاح نہیں پاتے

ترجمہ:۔ پھر ہوا یہ کہ ہم نے اسے اوراس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پھر اسے کوئی ایسا گروہ میسر نہ آیا جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود اپنا بچاؤ کر سکا۔اور کل جو لوگ اس جیسا ہونے کی تمنا کر رہے تھے کہنے لگے: اوہو! پتہ چل گیا کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں وسعت کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگی کر دیتا ہے ،اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو وہ ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا، اوہو! پتہ چل گیا کہ کافر لوگ فلاح نہیں پاتے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ پھر ہوا یہ کہ ہم نے اسے اوراس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔

۲۔ پھر اسے کوئی ایسا گروہ نہیں ملا جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتا۔

۳۔ وہ خود بھی اپنا بچاؤ نہ کر سکا۔ ۴۔ کل جو لوگ اس جیسا ہونے کی تمنا کر رہے تھے۔

۵۔ کہنے لگے کہ اوہو! پتہ چل گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں وسعت پیدا کر دیتا ہے جس کے لئے چاہے تنگی۔

۶۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا۔

۷۔ اوہو! پتہ چل گیا کہ کافر لوگ فلاح نہیں پاتے۔

پچھلی آیتوں سے قارون کا قصہ چلا آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام کیا؟ اس انعام کے ملنے پر شکر گزار ہونے کے بجائے وہ اور زیادہ شریر و مفسد ہو گیا، اسکے اسی فساد، غرور و گھمنڈ کے سبب اللہ تبارک و تعالیٰ نے

اسے اسکی ساری مال ودولت کے ساتھ زمین میں زندہ دفن کر دیا اسی کا یہاں تذکرہ کیا جارہا ہے فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ کہ ہم نے قارون کو اسکے گھمنڈ، غرور اور تکبر کی وجہ سے زمین میں دھنسا دیا اور ساتھ ہی اسکے پورے گھر کو اور اسکی دولت کو اور اس کی شان وشوکت کو زمین میں دھنسا دیا، اسے زمین میں دھنسنے سے نہ تو اسکا کوئی حمایتی بچا سکا اور نہ ہی اسکی یہ شان وشوکت اور وہ دولت جس کے بل پر وہ گھمنڈی ہو چکا تھا وہ بچا سکی اور نہ ہی اس میں طاقت تھی کہ وہ اللہ کے اس عذاب سے چھٹکارہ پا سکے فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ امام قرطبی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ قارون کو ہر دن زمین کے اندر اسکے قد کے بقدر دھنسایا جاتا ہے اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہیگا حتی کہ وہ زمین کی آخری تہہ تک پہنچ جائیگا پھر اس وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے (تفسیر قرطبی)، چنانچہ وہ لوگ جو اسکی شان وشوکت، مال ودولت کو دیکھ کر مرعوب ہو چکے تھے اور تمنائیں کرتے تھے کہ کاش! انہیں بھی قارون جیسی عزت، شہرت اور دولت ملی ہوتی، اسی قارون کا لرزہ دینے والا یہ انجام دیکھ کر کہنے لگے " وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ کہ دیکھو! اللہ تعالی جسے چاہے رزق کی فراوانی عطا کرتا ہے اور جسے چاہے رزق کی تنگی میں مبتلا کرتا ہے وہ اپنے علم کے مطابق اور بندہ کی بھلائی کے لئے کرتا ہے اور دولت کا مل جانا، شان وشوکت کا بڑھ جانا، رزق میں کشادگی کا ہو جانا یہ اللہ تعالی کی رضا کی علامت نہیں ہے، اس لئے کہ قارون کی جیسی کشادگی اور دولت اللہ تعالی نے کسی کو عطا نہیں کی اس کے باوجود بھی اللہ تعالی کا وہ ناپسند کافر تھا لہٰذا دولت وشہرت کے ہونے کے باوجود اللہ تعالی کے عذاب سے وہ بچ نہ سکا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تمہارے اخلاق کو تمہارے درمیان اسی طرح تقسیم کر دیا جس طرح اس نے تمہاری روزی تمہارے درمیان تقسیم کر دی، رہی بات دولت کی تو وہ دولت اسے بھی دیتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے اور اسے بھی جسے وہ ناپسند کرتا ہے لیکن ایمان کی دولت سے صرف اسے ہی نوازتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے لہٰذا اگر ایمان کی دولت کسی کو مل جائے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اللہ تعالی کی اس محبت کا نتیجہ ہے۔ (مسند احمد ۳۶۷۲) اسی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے بنی اسرائیل نے کہا " لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ کہ یہ تو اللہ تبارک وتعالی کا ہم پر احسان ہی ہے کہ اس نے ہمیں اس قارون کی طرح دولت سے نہیں نوازا جبکہ ہم تو خود اس سے اس دولت کو مانگا کرتے تھے۔ اگر وہ ہمیں بھی اس قارون جیسی دولت عطا کر دیتا تو ہمیں اسی کی طرح زندہ زمین میں دفن ہونا پڑتا۔ شکر ہے اللہ کا کہ ہم اس عذاب کے مستحق نہیں ٹھہرے۔ قارون کی ہلاکت سے ہمیں ایک بات یہ بھی واضح طور پر پتا چل گئی کہ اللہ تعالی اپنے نافرمان اور کافر بندوں کو کامیاب نہیں کرتا اور کامیاب سے مراد یہ نہیں کہ دنیا کی دولت، وسعت اور فراوانی مل جائے بلکہ کامیابی تو وہ کامیابی ہے کہ کل قیامت

کے دن اللہ تعالیٰ تمہارا نام بھی ان لوگوں میں شامل فرمائے جو جنت میں جانے کے مستحق ٹھہرے ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبہ۔۷۲، وغیرہ)

﴿درس نمبر ۱۵۸۸﴾ آخرت والا گھر کن کے لئے مخصوص ہے؟ ﴿القصص ۸۳۔۸۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ تِلْكَ یہ الدَّارُ دار الْاٰخِرَةُ آخرت نَجْعَلُهَا ہم اس کو کرتے ہیں لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لئے جو لَا نہیں يُرِيْدُوْنَ چاہتے عُلُوًّا بڑائی فِي الْاَرْضِ زمین میں وَ اور لَا نہ فَسَادًا فساد وَ اور الْعَاقِبَةُ انجام لِلْمُتَّقِيْنَ متقین کے لئے ہے مَنْ جو کوئی جَآءَ بِالْحَسَنَةِ نیکی لائے گا فَلَهٗ تو اس کے لئے ہوگا خَيْرٌ بہت بہتر مِّنْهَا اس سے وَ اور مَنْ جو کوئی جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ برائی لائے گا فَلَا يُجْزَى تو بدلہ نہیں دیئے جائیں گے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے عَمِلُوا عمل کیے السَّيِّاٰتِ برے اِلَّا مگر مَا جو کچھ کہ كَانُوْا وہ تھے يَعْمَلُوْنَ عمل کرتے

ترجمہ:۔ وہ آخرت والا گھر تو ہم ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں نہ تو بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد اور آخری انجام پرہیزگاروں کے حق میں ہوگا۔ جو شخص کوئی نیکی لے کر آئے گا تو اس کو اس سے بہتر چیز ملے گی اور جو کوئی بدی لے کر آئے گا تو جنہوں نے برے کام کئے ہیں ان کو کسی اور چیز کی نہیں، ان کے کئے ہوئے کاموں ہی کی سزا دی جائے گی۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ وہ آخرت والا گھر تو ہم ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں نہ تو بڑائی چاہتے ہیں اور نہ ہی فساد

۲۔ نیک انجام تو پرہیزگاروں کا ہی ہے۔

۳۔ جو شخص کوئی نیکی لیکر آئے گا تو اس کو اس سے بہتر ہی چیز ملے گی۔ ۴۔ جو کوئی بھی لے کر آئے گا۔

۵۔ جنہوں نے برے کام کئے ہیں ان کو کسی اور چیز کی نہیں بلکہ ان کے کئے ہوئے کاموں کی ہی سزا دی جائے گی۔

چنانچہ وہ گھر جس میں جہاں داخل ہونا کامیابی کی نشانی اور علامت ہے، اس آخرت والے گھر میں تو وہی جائے گا اور اس کی نعمتیں وہی پائیگا جس نے دنیا میں نہ تو تکبر کیا ہوگا اور نہ ہی فساد پھیلایا ہوگا، نہ لوگوں پر ظلم کیا ہوگا اور نہ ہی گناہ کا عادی ہوگا، تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا اگر تم بھی اس جنت میں جانا چاہتے ہو تو اپنے آپ کو ان برائیوں اور گندگی سے پاک وصاف رکھو اور اللہ کے لئے تقوی

اختیار کرلو تو تم بھی نعمتوں والے آخرت کے گھر کے مستحق ہو جاوگے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ تقوی اور عاجزی کا ایک واقعہ امام قرطبی علیہ الرحمہ نے حضرت اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہا کا گزر چند مساکین کے پاس سے ہوا جو اپنا اپنا توشہ کھا رہے تھے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں سلام کیا تو ان لوگوں نے آپ کو کھانے کے لئے بلایا، آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا تلاوت فرمائی اور ان کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ گئے اسکے بعد پھر آپ نے ان سے کہا کہ تم نے مجھے بلایا تو میں آ گیا اب میں تمہیں بلاتا ہوں لہٰذا چلو میرے ساتھ اور انہیں گھر لے جا کر کھلایا، پلایا، کپڑے پہنائے اور کچھ خرچہ دے کر روانہ کیا (تفسیر قرطبی) اسی طرح حضرت ابن جریر رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا آدمی اس دنیا میں یہ چاہتا ہے کہ اسکے جوتے کا تسمہ دوسرے آدمی کے جوتے کے تسمہ سے اچھا ہو تو اس کا یہ عمل بھی اس آیت میں شامل ہے (التفسیر المنیر) اور اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ جس کے دل میں رتی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائیگا (مسلم ۔ ۹۱) لہٰذا جنت کی خواہش رکھنے والوں کو چاہیئے کہ ان تمام برائیوں اور خرابیوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں۔ اس کے بعد اللہ تبارک وتعالی اعمال پر جزا کا کیا طریقہ ہے؟ بیان فرما رہے ہیں مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ کہ جو کوئی اس دنیا میں ایک نیکی بھی کما کر لائیگا تو اللہ تبارک وتعالی اسے ان نیکی سے بڑھ کر اجر اسے عطا فرمائیں گے، اس ایک نیکی سے بڑھ کر کتنا اجر اسے عطا کیا جائیگا اس سے متعلق سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۶۰ میں فرمایا گیا مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا کہ جو کوئی وہاں آخرت میں ایک نیکی لائے گا تو اسے اس ایک نیکی کے عوض دس نیکیوں کا اجر عطا کیا جائے گا جو کہ اللہ تعالی کا اپنے بندوں پر فضل کا نتیجہ ہے، لیکن اسکے مقابلہ میں جب کوئی بندہ دنیا میں کوئی گناہ کر کے آیا ہوگا تو اللہ تبارک وتعالی یہاں صرف اسی گناہ کا عذاب دیگا جو اس نے کیا ہوگا، اس کی سزا میں کسی قسم کا کوئی اضافہ نہیں کیا جائے گا جیسا کہ سورۂ انعام میں بھی فرمایا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ جو کوئی گناہ کر کے یہاں آتا ہے تو اسے صرف اسی گناہ کا بدلہ دیا جائے گا اور اس پر اضافی گناہوں کا بوجھ ڈال کر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿درس نمبر ۱۵۸۹﴾ آپ کو امید نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل کی جائے گی ﴿القصص ۸۵۔۸۶﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ مَن جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ

هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اِنَّ بلا شبہ الَّذِيْ وہ جس نے فَرَضَ فرض عَلَيْكَ آپ پر الْقُرْاٰنَ قرآن لَرَآدُّكَ البتہ وہ لوٹانے والا ہے آپ کو اِلٰى مَعَادٍ لوٹنے کی جگہ کی طرف قُلْ کہہ دیجئے رَّبِّيْٓ میرا رب اَعْلَمُ خوب جانتا ہے مَنْ اس شخص کو جو جَآءَ آیا ہے بِالْهُدٰى ساتھ ہدایت کے وَ اور مَنْ هُوَ اس کو بھی جو ہے فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ظاہر گمراہی میں وَ اور مَا نہیں كُنْتَ تھے آپ تَرْجُوْٓا امید رکھتے اَنْ یہ کہ يُّلْقٰٓى القا کی جائے گی اِلَيْكَ آپ کی طرف الْكِتٰبُ کتاب اِلَّا مگر رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی رحمت سے فَلَا تَكُوْنَنَّ لہٰذا نہ ہوں آپ ظَهِيْرًا مددگار لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لیے

ترجمہ:۔ (اے پیغمبر!) جس ذات نے تم پر اس قرآن کی ذمہ داری ڈالی ہے وہ تمہیں دوبارہ اس جگہ پر لا کر رہے گا جو (تمہارے لئے) انسیت کی جگہ ہے، کہہ دو میرا رب اس سے بھی خوب واقف ہے جو ہدایت لے کر آیا ہے اور اس سے بھی جو کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔ اور (اے پیغمبر!) تمہیں پہلے سے یہ امید نہیں تھی کہ تم پر یہ کتاب نازل کی جائے گی، لیکن یہ تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے، لہٰذا کافروں کے ہرگز مددگار نہ بننا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اے پیغمبر! جس ذات نے آپ پر اس قرآن کی ذمہ داری ڈالی ہے۔
۲۔ وہ آپ کو دوبارہ اس جگہ پر لا کر رہیگا جو آپ کے لئے انسیت کی جگہ ہے۔
۳۔ کہہ دو کہ میرا رب اس سے بھی خوب واقف ہے جو ہدایت لیکر آیا ہے۔
۴۔ اس سے بھی واقف ہے جو کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔
۵۔ اے پیغمبر! آپ کو پہلے سے یہ امید نہیں تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل کی جائے گی۔
۶۔ لیکن یہ آپ کے رب کی طرف سے رحمت ہے۔
۷۔ لہٰذا کافروں کے ہرگز مددگار نہ بننا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام، قارون اور بنی اسرائیل کا قصہ بیان کرنے کے بعد اللہ تبارک وتعالی رسول رحمت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قصہ ان آیتوں میں بیان کرر ہے ہیں چنانچہ جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اور مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کا سفر کیا تو درمیان میں آپ جب جحفہ نامی مقام پر پہنچے تو مکہ مکرمہ کے شوق اور اس سے دلی لگاؤ کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی جانب بار بار مڑ کر دیکھنے لگے اس لئے کہ یہ آپ ﷺ کا آبائی مقام تھا، چنانچہ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالی کا یہ پیغام بطور وحی آپ تک پہنچایا اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى

مَعَادٍ (التفسیر المنیر) کہ وہ ذات جس نے آپ پر اپنا کلام قرآن کریم نازل کر کے آپ کو اپنی نبوت و رسالت کے لئے چن لیا وہ آپ کو ضرور بالضرور اس جگہ دوبارہ پہنچا دیگا، اس طرح آپ ﷺ ایک فاتح اور کامیاب بن کر داخل ہوں گے، اس طرح آپ علیہ السلام کو اس آیت سے تسلی دی گئی اور آپ مدینہ روانہ ہو گئے۔ اسکے بعد اللہ تبارک وتعالی ان لوگوں سے جنہوں نے آپ علیہ السلام پر نعوذ باللہ گمراہ ہونے کی تہمت لگائی تھی اور کہا تھا کہ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ فرما رہے ہیں کہ اے پیغمبر! آپ اپنے ان مخالفین اور نافرمانوں سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالی اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جس نے ہدایت کا راستہ اپنایا اور اس شخص کو بھی جو کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا، لہٰذا وہ اسی حساب سے انہیں ان کے اعمال کا بدلہ اور اس کی جزا عطا کرے گا قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ سو اس وقت تمہیں پتا چلے گا کہ میں گمراہ تھا یا تم لوگ؟ اسکے بعد اللہ تبارک وتعالی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ اپنی عظیم نعمت بیان کر رہے ہیں کہ اے نبی! آپ کو اس بات کا اندازہ بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالی آپ کو اپنی رسالت کے لئے چن لے گا اس نے آپ کو چن لیا اور آپ پر اپنی یہ کتاب قرآن کریم نازل فرمائی، یقیناً یہ آپ کے رب کی رحمت تھی جو اس نے آپ پر نازل کی وَمَا كُنْتَ تَرْجُوا أَنْ يُّلْقٰى إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لہٰذا آپ کبھی ان کافروں کے جو کہ آپ پر نازل کردہ اللہ تعالی کی عظیم کتاب کو جھٹلاتے ہیں کبھی مددگار نہ بننا بلکہ ہمیشہ تائید و مدد صرف مسلمانوں کے لئے ہونی چاہئے فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ۔

﴿درس نمبر ۱۵۹۰﴾ آپ اپنے رب کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہیں ﴿القصص ۸۷-۸۸﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَ لَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَ ادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَا يَصُدُّنَّكَ اور نہ روک دیں آپ کو وہ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں سے بَعْدَ بعد اس کے اِذْ جب اُنْزِلَتْ وہ نازل کی گئیں اِلَيْكَ آپ کی طرف وَ اور ادْعُ آپ بلائیں اِلٰى رَبِّكَ اپنے رب کی طرف وَ اور لَا ہرگز نہ تَكُوْنَنَّ ہوں آپ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں میں سے وَلَا تَدْعُ اور مت پکاریں آپ مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ اِلٰهًا اٰخَرَ کسی دوسرے الہ کو لَا نہیں اِلٰهَ کوئی الہ اِلَّا مگر هُوَ وہی كُلُّ ہر شَيْءٍ چیز هَالِكٌ ہلاک ہونے والی ہے اِلَّا سوائے وَجْهَهٗ اس کے چہرے کے لَهُ اس کے لئے ہے الْحُكْمُ حکم وَ اور اِلَيْهِ اسی کی طرف تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے

ترجمہ:۔ اور جب اللہ کی آیتیں تم پر نازل کردی گئی ہیں تو اس کے بعد یہ لوگ تمہیں ہرگز ان (پر عمل کرنے) سے روکنے نہ پائیں اور تم اپنے رب کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہو اور ہرگز ان مشرکین میں شامل نہ ہونا۔ اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، ہر چیز فنا ہونے والی ہے، سوائے اس کی ذات کے، حکومت اسی کی ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ جب اللہ کی آیتیں آپ پر نازل کی گئی ہیں تو پھر اس کے بعد یہ لوگ آپ کو اس پر عمل کرنے سے روکنے نہ پائیں۔

۲۔ آپ اپنے رب کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہیں۔ ۳۔ ہرگز کبھی ان مشرکوں میں شامل نہ ہو۔

۴۔ اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکارو۔ ۵۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۶۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اس ذات کے

۷۔ حکومت اسی کی ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔

آپ علیہ السلام کو مزید آگاہ کرتے ہوئے اللہ تعالی فرما رہے ہیں **وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ آيَاتِ اللّٰهِ بَعْدَ إِذْ أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ** کہ جب اللہ تعالی کی آیتیں آپ پر نازل کردی گئی ہیں تو پھر اسکے بعد یہ لوگ آپ کو ہرگز ان پر عمل کرنے سے نہ روک پائیں، یعنی اے پیغمبر! آپ ان مشرکین کو خاطر میں نہ لائیں اور انکے اشکالات اور بیجا سوالات پر دھیان نہ دیجئے بلکہ برابر آپ انہیں اللہ تعالی کی توحید کی طرف بلائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ انکی باتوں میں آکر اور ان کی ایذاؤں سے پریشان ہو کر آپ اپنی اس دعوت وتبلیغ کو روک دیں، اللہ تعالی تو آپ کے کلمہ کو بلند کرنا چاہتا اور آپ کے دین کی تائید کرنا چاہتا ہے اور آپ کے اس دین کو سارے دینوں پر غالب کرنا چاہتا ہے، لہٰذا آپ اپنی اس تبلیغ کو ہرگز ترک مت کیجئے، اگر آپ نے ایسا کیا تو یہ کام انہی لوگوں کی طرح ہے جو اللہ تعالی کی نافرمانی اور اسکے ساتھ شرک کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ظاہر میں تو یہاں خطاب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد مومنین ہیں چنانچہ تنبیہ کرتے ہوئے یہاں کہا جارہا ہے۔ اسکے بعد مزید فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ان مشرکین کی باتوں میں آکر اوروں کو اللہ کے ساتھ معبود بنا کر پکارنے لگو، یہ حقیقت ہے کہ معبود ایک ہی ہے اور وہ اللہ ہے جسکے علاوہ کوئی معبود نہیں تو اب اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو پکارنا یہ اللہ کے معبود ورب ہونے کا انکار کرنا ہے اور جو اللہ کے معبود ہونے کا انکار کرتا ہے اللہ تعالی اسے مرنے کے بعد جہنم میں ڈالیگا اور یہ بات جان لو کہ اللہ کے علاوہ جو کہ حقیقی معبود ہے سب کو موت آئے گی۔ لہٰذا سب کو مرنے کے بعد اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور پھر وہی سب کے درمیان ان کے اعمال کے مطابق فیصلہ کرے گا، جو اس رب کی عبادت کرتے تھے اور اسکے احکام کی پابندی کیا کرتے تھے وہ سب جنت کی اعلی نعمتوں میں ہوں گے اور جو اسکا انکار کرتے تھے اور اسکے ساتھ

اوروں کو شریک بناتے تھے ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب سہتے رہیں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد مشرکین ہیں کہ انہیں شرک کرنے سے اس آیت میں ڈرایا گیا ہے اس لئے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایسی ہے کہ انہیں اللہ تعالی نے ان سب سے محفوظ رکھا ہے۔ (التفسیر البسیط) امام قرطبی علیہ الرحمہ نے ان آیتوں کے نازل ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قریش مکہ نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ اگر آپ علیہ السلام کچھ دن ان کے باطل معبودوں کی تعظیم کریں گے تو یہ کفار مکہ بھی آپ علیہ السلام کے رب جو کہ سب کا رب ہے کی تعظیم کریں گے۔ لہٰذا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ السلام کو ان کی اس پیش کش کو قبول نہ کرنے کا حکم دیا گیا اور اللہ تبارک وتعالی نے یہ آیتیں نازل فرمائی۔ (تفسیر قرطبی)

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ

یہ سورت ۷ رکوع اور ۶۹ آیات پر مشتمل ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۹۱﴾ ان سے پہلے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے آزمایا ہے ﴿العنکبوت ۱۔۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ الٓمّٓ اَحَسِبَ کیا گمان کیا ہے النَّاسُ لوگوں نے اَنْ يُّتْرَكُوْٓا کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اَنْ يَّقُوْلُوْٓا (صرف) یہ کہنے پر کہ اٰمَنَّا ہم ایمان لائے وَهُمْ اور وہ لَا يُفْتَنُوْنَ آزمائے نہیں جائیں گے وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق فَتَنَّا ہم نے آزمایا الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے تھے فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ چنانچہ البتہ ضرور جان لے گا اللہ الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے صَدَقُوْا سچ بولا وَلَيَعْلَمَنَّ اور البتہ وہ ضرور جان لے گا الْكٰذِبِيْنَ ان کو جو جھوٹے ہیں اَمْ حَسِبَ کیا گمان کیا ہے الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جو يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ برے عمل کرتے ہیں اَنْ يَّسْبِقُوْنَا کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے سَآءَ بہت برا ہے مَا يَحْكُمُوْنَ جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔

ترجمہ:۔ الٓمّٓ ۝ اللہ تعالیٰ ہی اس کے معنی ومطلب سے واقف ہیں، کیا لوگ یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟ ۝ اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے ان کو بھی آزمایا تھا (اور ان کو بھی آزمائیں گے) سو اللہ اُن کو ضرور معلوم کرے گا جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور اُن کو بھی جو جھوٹے ہیں ۝ کیا وہ لوگ جو بُرے کام کرتے ہیں یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہمارے قابو سے نکل جائیں گے؟ جو یہ خیال کرتے ہیں بُرا ہے۔

تشریح:۔ ان چار آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ کیا لوگوں نے یہ سوچ لیا کہ انہیں یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا جبکہ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟

۲۔ ان سے پہلے لوگوں کو بھی اللہ نے آزمایا ہے۔

۳۔تا کہ اللہ جان لیں کہ کس نے سچ کہا اور کس نے جھوٹ؟
۴۔کیا برے اعمال کرنے والے یہ سوچتے ہیں کہ وہ اللہ سے چھوٹ کر کہیں بھاگ جائیں گے؟
۵۔بہت برا فیصلہ ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

پچھلی سورت یعنی سورۂ قصص کے آخر میں اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ لوگوں کو اللہ کی راہ کی جانب بلائیں،سورۂ عنکبوت کے آغاز میں ان لوگوں کے بارے میں کہا جا رہا ہے جنہوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور اسلام لے آئے۔

سورۂ عنکبوت کا آغاز الٓمّٓ سے کیا گیا ہے جن کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے۔بعض مفسرین نے اسکے معنی بیان کرنے کی کوشش کی ہے مگر وہ اسکے یقینی معنی نہیں ہیں اس لئے ہم ان معنوں کا تذکرہ نہیں کر رہے ہیں،تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ ہی اس کی مراد کو بہتر جانتے ہیں۔اسکے بعد اللہ تعالی ان ایمان لانے والوں سے فرما رہے ہیں کہ تمہارا یوں ہی اپنی زبان سے یہ کہہ دینا کہ ہم ایمان لے آئے کافی نہیں ہے بلکہ ایمان لانے کے بعد ہم تمہارا امتحان بھی لیں گے،تم پر مصائب ڈالیں گے،اعمال کے ذریعہ سے تمہیں آزمایا جائے گا ، تمہیں چند کاموں کے کرنے کا حکم دے کر آزمایا جائے گا کہ تم وہ کام کرتے ہو یا نہیں؟تمہیں چند کاموں سے روک کر آزمایا جائے گا کہ تم کاموں سے رکتے ہو یا نہیں؟اور طرح طرح کی تکلیفیں اور مصیبتیں ایمان لانے کی وجہ سے تم پر آئیں گی پھر دیکھا جائے گا کہ تم ان آزمائشوں پر پورے اترتے ہو یا نہیں؟جو ان آزمائشوں پر کھرا اترا وہ کامیاب ہو گیا اور جو ان آزمائشوں سے ڈر کر بھاگ گیا وہ خسارہ میں ہو گیا۔

مفسرین نے اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں تین باتیں کہی ہیں،پہلی بات یہ کہ یہ آیت حضرت عمار بن یاسر اور ان کے والد یاسر اور انکی ماں سمیہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہیں طرح طرح کی تکلیفیں کفار نے دیں مگر پھر بھی انکی زبان پر احد احد کا کلمہ جاری تھا،انہوں نے ان تکلیفوں کو برداشت کرنا پسند کیا مگر ایمان سے ہٹنے کے لئے وہ تیار نہ ہوئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ آیت حضرت مہجع رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت عمر رضی اللہ کے غلام تھے جنہیں جنگ بدر میں شہید کیا گیا اور جو اس جنگ کے پہلے شہید تھے اور تیسری بات یہ ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ میں تھے مسلمان تھے مگر انہوں نے ہجرت نہیں کی،جنہیں مدینہ میں موجود مسلمانوں نے خط لکھ کر کہا تھا کہ جب تم ہجرت نہیں کرو گے تو تمہارا صرف اقرار کرنا کافی نہ ہوگا جس پر وہ لوگ ہجرت کے لئے نکلے اور مشرکین نے ان کا پیچھا کیا اور ان سے لڑائی کے سبب کچھ لوگ شہید ہو گئے اور کچھ بچ کر مدینہ آ گئے۔

اسکے بعد اللہ تعالیٰ فرمار ہے ہیں کہ یہ آزمانے کی رسم کوئی نئی نہیں ہے بلکہ ہم نے اس امت سے پہلے جتنے بھی لوگ تھے ان سب کو طرح طرح سے آزمایا، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۴ میں اللہ نے فرمایا أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم یوں ہی جنت میں چلے جاؤ گے اور تم پر وہ مصائب نہیں آئیں گے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے؟ انہیں تو ایسی مصیبتوں نے گھیر رکھا تھا جس نے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ ترمذی کی روایت ہے جسے حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ کس کی آزمائش ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ سب سے زیادہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آزمائش ہوتی ہے پھر ان لوگوں کی جوان کے ہم مرتبہ ہوتے ہیں اور پھر جوان کے بعد ہوتے ہیں، ہر انسان کو اسکے ایمان کے اعتبار سے آزمایا جاتا ہے۔ (ترمذی ۲۳۹۸:)

اللہ تعالیٰ مشرکین سے کہہ رہے ہیں کہ جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنایا اور برے اعمال میں مبتلا رہے وہ یہ سوچتے ہیں کہ انہیں ان کے اس جرم کی سزا نہیں دی جائے گی اور وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا انہیں ان کے برے اعمال کی سزا ضرور ملے گی، ہم انہیں دردناک عذاب میں ان کے گناہوں اور شرک کے سبب مبتلا کریں گے، یہ ان کا جو گمان ہے کہ ہم اللہ کے عذاب سے بچ جائیں گے، ہم اللہ کو عاجز کر دیں گے یہ غلط اور بیہودہ گمان ہے اور یہ برا فیصلہ ہے کہ تم اللہ کی نافرمانی بھی کرو اور سزا سے بھی بچ جاؤ؟ ایسا نہیں ہوگا، اللہ انہیں ضرور سزا دے گا۔

﴿درس نمبر ۱۵۹۲:﴾ جو لوگ اللہ سے ملاقات کی امید رکھتے ہیں ﴿العنکبوت ۵:۔۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ○ وَ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ○ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ مَنْ جو شخص كَانَ يَرْجُوْا امید رکھتا ہے لِقَآءَ اللّٰهِ اللہ کی ملاقات کی فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ تو بلاشبہ اللہ کا وعدہ لَاٰتٍ ضرور آنے والا ہے وَهُوَ اور وہ السَّمِيْعُ خوب سننے والا الْعَلِيْمُ خوب جاننے والا ہے وَمَنْ اور جو شخص جَاهَدَ جہاد کرے فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ تو بس وہ جہاد کرتا ہے لِنَفْسِهٖ اپنی ذات (کے فائدہ) کے لیے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ لَغَنِيٌّ البتہ بے نیاز ہے عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (تمام) جہان والوں سے○ وَالَّذِيْنَ اور وہ

لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اورانہوں نے نیک عمل کیے لَنُكَفِّرَنَّ البتہ ہم ضرور مٹادیں گے عَنْهُمْ ان سے سَيِّاٰتِهِمْ ان کی برائیاں وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ اور البتہ ہم ضرور بہترین جزادیں گے انہیں الَّذِيْ ان کی جو كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ عمل کرتے تھے

ترجمہ:۔ جوشخص اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہوتو اللہ کا (مقرر کیا ہوا) وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے O اور جوشخص محنت کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کیلئے محنت کرتا ہے اور اللہ تو سارے جہان سے بے پرواہ ہے O اور جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم اُن کے گناہوں کو اُن سے دُور کردیں گے اور اُن کو اُن کے اعمال کا بہت اچھا بدلا دیں گے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جولوگ اللہ سے ملاقات کی امید رکھتے ہیں وہ سن لیں کہ وہ اللہ کا مقرر وقت ضرور آئے گا۔

۲۔ اللہ تو سننے اور جاننے والا ہے۔

۳۔ جو مشقتیں اٹھاتا ہے تو وہ مشقتیں اٹھانا اس کے اپنے ہی فائدے کے لئے ہے۔

۴۔ اللہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے۔

۵۔ جولوگ ایمان لے آئے اور نیک اعمال کئے ہم ان کے گناہوں کا کفارہ کردیں گے۔

۶۔ ہم انہیں اس سے بہتر اجر عطا کریں گے جو وہ اعمال کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں جو اللہ سے ملاقات کے دن کی امید رکھتا ہے اور اپنے اعمال کے ثواب پانے کی بھی امید رکھتا ہے تو وہ سن لے کہ ضرور اللہ کا وہ مقرر وقت آئے گا جس دن وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ عنایت فرمائے گا، ایسا نہیں ہوگا کہ تم اس دنیا میں تو مشقتیں اور مصیبتیں برداشت کرو اور اسکے بعد تمہیں ان مشقتوں اور مصیبتوں پر انعامات نہ دیئے جائیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا اللہ تو انصاف کرنے والا ہے وہ ضرور انصاف کرے گا اور تم جس دن انعامات پانے کی امید رکھتے ہو تمہاری وہ امید ضرور پوری ہوگی، اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور تمہارے دل میں جو سچائی اور اخلاص ہے اسے بھی وہ جانتا ہے، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۳ میں کہا گیا کہ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مُلٰقُوْهُ اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو۔ سارے ہی پیغمبروں نے اپنی اپنی قوموں کو قیامت کے دن اللہ سے ملاقات سے ڈرایا تھا چناں چہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۳۱ میں فرمایا گیا ذٰلِكَ أَن لَّمْ يَكُن رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَافِلُونَ یہ (پیغمبر بھیجنے کا) سارا سلسلہ اس لیے تھا کہ تمہارے پروردگار کو یہ گوارا نہیں تھا کہ وہ بستیوں کو کسی زیادتی کی وجہ سے اس حالت میں ہلاک کردے کہ اس کے لوگ بے خبر ہوں۔ جولوگ قیامت کے بعد کی اس ملاقات کو دنیا میں بھول جائیں گے انہیں جان لینا چاہیے کہ قیامت کے دن انہیں بھلادیا

جائے گا جیسا کہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۱ میں کہا گیا فَالْيَوْمَ نَنسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا ہم آج کے روز ان کا نام بھول جائیں گے جیسا کہ وہ اس دن کو بھول گئے۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو شخص اپنے نفس کی خواہشات کی اتباع کرنے کے بجائے اپنے نفس کو کچلنے کے لئے مجاہدہ کرتا ہے اور اپنے نفس کی خواہش کے خلاف نیک اعمال کرتا ہے اور ان چیزوں سے رکتا ہے جن سے اسے روکا گیا تو ان سب کا فائدہ قیامت کے دن اسی کو ہوگا یعنی اسی کو اس مجاہدہ کے عوض ثواب عظیم سے نوازا جائے گا اس میں اللہ کا کچھ فائدہ نہیں ہے فائدہ تو تمہارا ہے اگر تم نیک اعمال کرو گے تو جنت ملے گی اور اگر برے اعمال کرو گے تو جہنم ملے گی جیسا کہ قرآن کریم میں کہا گیا ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ (فصلت ۴۶:) جو نیک اعمال کرے گا اس کا فائدہ اسی کو ہوگا، إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ (بنی اسرائیل ۷:) اگر تم نیکی کرو گے تو تم اپنے لئے ہی نیکی کرو گے۔ تو ان سب کا فائدہ تمہیں ہی ہوگا اللہ تو تمہاری عبادتوں سے بے نیاز ہے کہ اگر تم اسکی عبادت نہ کرو تو اس میں اللہ کا کوئی نقصان نہیں بلکہ نقصان تو تمہارا ہی ہوگا اور اگر تم نیک اعمال کرو گے تو اسمیں تمہارا ہی فائدہ ہے تمہاری اس عبادت سے اللہ کو کچھ ملنے والا نہیں ہے، اسکی عبادت میں تو فرشتے ہر دم اور ہر آن لگے ہی ہوئے ہیں، لہٰذا تم نیکی کرو اور تمہیں اس نیکی کا اجر کل قیامت میں دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ مومنوں پر کئے جانے والے ایک انعام کا اظہار یہاں کر رہے ہیں کہ جو ایمان لائے گا اور نیک اعمال کرتا رہے گا اور اگر اس دوران اس سے کچھ لغزشیں ہو جائیں اور کچھ خطائیں سرزد ہو بھی جائیں تو اللہ انہیں اپنی رحمت سے معاف فرما دے گا، بعض مفسرین نے کہا لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ سے مراد یہ ہے کہ ایمان لانے سے پہلے جو خطائیں اور شرک و کفران سے صادر ہوئے تھے ایمان لانے کے بعد اللہ اسے معاف فرما دے گا اور ان کے ایمان لانے کا اجر و ثواب انہیں عطا کرے گا اور عطاء بھی ان کے اعمال سے زیادہ ہوگا جس کا انہیں گمان بھی نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (الانعام ۱۶۰:) جو ایک نیکی کرے گا تو اسے دس نیکی کا ثواب ملے گا۔ لہٰذا ان مومنین کو ان کے ایمان کا بہتر سے بہتر بدلہ اللہ کل قیامت کے دن عطاء فرمائے گا۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴۰ میں کہا گیا إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا اللہ کسی کی ذرا بھر بھی حق تلفی نہیں کرتا اور اگر کسی نے نیکی کی ہوگی تو اس کو کئی گنا کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔

﴿درس نمبر ۱۵۹۳:﴾ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت ﴿العنکبوت ۸:۔۹﴾

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا

تُطِعْهُمَا اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِيْنَ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَوَصَّيْنَا اور ہم نے وصیت کی الْاِنْسَانَ انسان کو بِوَالِدَيْهِ اپنے والدین کے ساتھ حُسْنًا نیکی (کرنے) کی وَاِنْ اور اگر جَاهَدٰكَ وہ کوشش کریں تیرے ساتھ لِتُشْرِكَ کہ تو شریک ٹھہرائے بِیْ میرے ساتھ مَا لَيْسَ لَكَ اس چیز کو کہ نہیں تجھے بِهٖ عِلْمٌ اس کا کوئی علم فَلَا تُطِعْهُمَا تو تو اطاعت نہ کر ان دونوں کی اِلَیَّ میری طرف ہی مَرْجِعُكُمْ تمہاری واپسی ہے فَاُنَبِّئُكُمْ چنانچہ میں تمہیں خبر دوں گا بِمَا اس کی جو کچھ کہ كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے تھے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے نیک عمل کیے لَنُدْخِلَنَّهُمْ البتہ ہم انہیں ضرور داخل کریں گے فِی الصّٰلِحِيْنَ صالح لوگوں میں

ترجمہ:۔ اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کیساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے (اے مخاطب) اگر تیرے ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے جس کی حقیقت سے تجھے واقفیت نہیں تو اُن کا کہنا نہ ماننا تم (سب) کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو کچھ تم کرتے تھے میں تمہیں جتاؤں گا○ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو ہم نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ہم نے انسان کو اسکے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کی۔

۲۔ اگر والدین تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے جس کا تجھے علم نہیں تو تو انکی اس معاملہ میں اطاعت نہ کر

۳۔ تمہیں میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ ۴۔ میں تمہیں تمہارے اعمال بتلا دوں گا۔

۵۔ جو لوگ نیک اعمال کرتے ہیں تو ہم انہیں نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔

پچھلی آیت میں مومنوں اور اعمالِ صالحہ کرنے والوں کا تذکرہ تھا۔ اس آیت میں ایک اور عمل صالح بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو بطورِ خاص اور سارے انسانوں کو عموماً یہ حکم دے رہے ہیں کہ تم اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے انداز یعنی نرمی سے پیش آ و اور انکی خدمت اور اطاعت کرو ان کا کہنا مانو مگر ہاں !اگر والدین تمہیں اللہ کے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیں تو تم اس معاملہ میں ان کا کہنا نہ ماننا کیوں کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس بات سے تم اور تمہارے والدین ناآشنا ہیں لہٰذا بس تم وہی کام کرو جو اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے اور اللہ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اس کے علاوہ تمام ایسے کام جن سے اسلام کا کوئی حکم نہ ٹکرائے تو تم ان تمام کاموں میں والدین کی اطاعت کرو اور ان کا کہنا مانو۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ ترمذی کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میرے بارے میں چار آیتیں نازل ہوئیں پھر وہ ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی ماں نے کہا : کیا اللہ نے احسان کا حکم نہیں دیا؟ اللہ کی قسم نہ! میں کچھ کھاؤنگی اور نہ کچھ پیونگی یہاں تک کہ میں مرجاوں یا تم اپنے دین سے پھر جاو، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب لوگ اسے کھلانے کا ارادہ کرتے تو لکڑی ڈال کر ان کا منھ کھولتے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترمذی ۳۱۸۹:)

قرطبی نے ایک اور روایت حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بیان فرمائی، وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی ماں کا بہت فرمانبردار تھا پھر میں نے اسلام قبول کرلیا تو میری ماں نے کہا تو اپنا دین چھوڑ دے یا پھر میں اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتی ہوں یہاں تک کہ میں مرجاوں، پھر وہ مجھے اے اپنی ماں کے قاتل! کہہ کر عار دلانے لگی، اسی حالت میں ایک دو دن گذر گئے تو میں نے اپنی ماں سے کہا اے ماں! اگر تیرے پاس ایسی سو جانیں ہوں اور سب ایک ایک کر کے نکلنے لگیں تب بھی میں اپنے اس دین کو نہیں چھوڑوں گا، اگر آپ چاہیں تو کھائیں ورنہ نہ کھائیں، جب انہوں نے یہ معاملہ دیکھا تو کھانا شروع کردیا تب وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی۔ ج، ۱۳۳۔ص، ۳۲۸) اس حکم کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اپنے بارے میں بھی غور کریں کہ کیا ہم اپنے والدین کے فرمانبردار ہیں؟ جبکہ دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ ہم اپنے والدین کی خواہش کے لئے ایسے کام کرتے ہیں جسکی شریعت نے ہمیں اجازت نہیں دی جیسا کہ لڑکا سیدھی سادھی سنت کے مطابق شادی کرنا چاہتا ہے مگر گھر والوں کے خاطر سنت کو بالائے طاق رکھ کر تمام غیر اسلامی رسم و رواج کو روا رکھتا ہے اور جب اس سے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے کیا کریں گھر والے نہیں مان رہے ہیں اب انکی خوشی کی خاطر کرنا پڑا۔ تو میرے بھائی! کیا تمہیں اللہ اور اسکے رسول کے حکم سے بڑھ کر اپنے والدین کا حکم لگنے لگا؟ ماں باپ کے ساتھ احسان کا حکم قرآن مجید کی متعدد آیات میں دیا گیا ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳۶ میں کہا گیا وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور اللہ تعالی کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۲۳ میں کہا گیا وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۱۴ میں کہا گیا وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِیْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَیَّ الْمَصِيْرُ اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے بارے میں یہ تاکید کی ہے۔ (کیونکہ) اس کی ماں نے اسے کمزوری پر کمزوری برداشت کر کے پیٹ میں رکھا، اور دو سال میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے۔ کہ تم میرا شکر ادا کرو، اور اپنے ماں باپ کا میرے پاس ہی (تمہیں) لوٹ کر آنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو ایمان لے آئے گا اور نیک اعمال بھی کرے گا تو ایسے شخص کو نیک لوگوں میں شامل کریں گے اور نیک لوگوں کی جزا یہ ہوتی ہے کہ انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا تو یہ لوگ بھی ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے جنت میں داخل ہونگے، یہاں نیک لوگوں سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام اور مومنین ہیں۔

نیک اعمال دنیا میں نیک عمل کرنے والے کی حالت کو حسین بنا دیتے ہیں، پس اللہ آخرت میں اپنی شایانِ شان اچھا بدلہ عطا فرماتے ہیں۔ ایمان ایک ایسی نعمت ہے کہ نافرمانی اس کو بے کار ہونے نہیں دیتی بلکہ وہ ایمان ان گناہوں پر غالب آجاتا ہے اور ان گناہوں کو چھپا دیتا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۵۹۴:﴾ منافق کیا کہتے ہیں جب مسلمانوں کو فتح مل جاتی ہے؟ ﴿العنکبوت ۱۰:۔۱۱﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللهِ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ اَوَلَيْسَ اللهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمِنَ النَّاسِ اور بعض لوگوں میں سے مَنْ يَّقُوْلُ وہ ہیں جو کہتے ہیں اٰمَنَّا ہم ایمان لائے بِاللهِ اللہ پر فَاِذَآ پھر جب اُوْذِيَ وہ ایذا دیا جاتا ہے فِي اللهِ اللہ میں جَعَلَ وہ بناتا ہے فِتْنَةَ النَّاسِ لوگوں کی ایذا رسانی کو كَعَذَابِ اللهِ اللہ کے عذاب کی مانند وَلَئِنْ اور البتہ اگر جَآءَ نَصْرٌ مدد آجائے مِّنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے لَيَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے اِنَّا بلاشبہ ہم تو كُنَّا مَعَكُمْ تمہارے ساتھ ہی تھے اَوَ لَيْسَ اللهُ کیا اور اللہ نہیں ہے بِاَعْلَمَ خوب جاننے والا بِمَا اس کو جو کچھ ہے فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ جہان والوں کے سینوں میں وَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ اور اللہ ضرور جان لے گا الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَ لَيَعْلَمَنَّ اور وہ ضرور جان لے گا الْمُنٰفِقِيْنَ ○ منافقوں کو بھی

ترجمہ:۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے جب ان کو اللہ (کے رستے) میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لوگوں کی ایذا کو (یوں) سمجھتے ہیں جیسے اللہ کا عذاب اور اگر تمہارے رب کی طرف سے مدد پہنچے تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے کیا جو اہلِ عالم کے سینوں میں ہے اللہ اس سے واقف نہیں؟ ○ اللہ اُن کو ضرور معلوم کرے گا جو (سچے) مومن ہیں اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو صرف زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔

۲۔لیکن جب انہیں اللہ کی راہ میں تکلیفیں دی جاتی ہیں تو ان لوگوں کی تکلیف کو اللہ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں۔
۳۔لیکن جب مومنوں کو کوئی فتح نصیب ہو جائے تو یہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہی تھے۔
۴۔کیا اللہ تمام جہان والوں کے دلوں میں چھپی چیزیں خوب اچھی طرح نہیں جانتا؟
۵۔اللہ ایمان والوں کو ضرور جان لے گا۔ ۶۔منافقوں کو بھی خوب جان لے گا۔

سورۂ عنکبوت کی دوسری آیت میں کہا گیا تھا کہ اللہ سب کو آزمائے گا، بغیر آزمائے کسی کو نہیں چھوڑے گا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ کون اپنے ایمان میں سچا ہے اور کون جھوٹا ہے؟ اور یہ بات لوگوں کے سامنے آجائے، لہٰذا یہاں منافقین کی آزمائش ہوئی کہ جب اللہ نے انہیں آزمایا جو زبانی کہا کرتے تھے کہ ہم ایمان لے آئے اور ایمان لانے والا ہونے کی وجہ سے جب انہیں اللہ کی راہ میں تکلیفیں اور اذیتیں دی گئیں تو وہ ایمان سے پھر گئے اور اللہ کی آزمائشوں پر کھرے نہیں اترے جس سے یہ پتہ چل گیا کہ وہ صرف زبانی مومن تھے حقیقی مومن نہیں تھے، حقیقی مومن تو وہ تھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں گرم ریت پر سونا گوارا کیا، اللہ کی راہ میں شہید ہونا گوارہ کیا ان کے ایمان کی قوت نے انہیں یہ سب برداشت کرنے کی طاقت بخشی تھی اور انہوں نے اَحَدٌ اَحَدٌ کہتے ہوئے اپنی جان اللہ کی راہ میں دیدی، مگر یہ منافقین ہیں کہ کچھ برداشت نہیں کرتے اور مرتد ہو جاتے ہیں ان کے لئے تو یہ دنیاوی عذاب اخروی عذاب بنا دیا گیا، لیکن جب اللہ مومنوں کو فتح نصیب فرماتے ہیں اور مال غنیمت ان کے ہاتھ آتا ہے تو یہ منافق اس مال کی لالچ میں یوں کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے، مومن تھے ہمیں بھی اس مال کا حصہ دو، جیسا کہ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۴۱ میں بھی کہا گیا کہ یہ لوگ تم کو دیکھتے رہتے ہیں اور جب اللہ تمہیں فتح نصیب کرے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ مگر اللہ آگے فرما رہے ہیں کہ اللہ کو سب پتا ہے کہ کون مومن ہے کون مومن نہیں؟ کس نے سچے دل سے اللہ پر ایمان قبول کیا اور کس نے محض دنیا کی خاطر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا؟ تمہارے مومن کہنے نہ کہنے سے کچھ ہونے والا نہیں ہے۔ اصل تو وہ ایمان ہے جو دل میں ہوتا ہے۔

مفسرین نے کہا کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے مسلمان ہونے کا زبانی دعوٰی کرتے تھے مگر جب ان پر اللہ کی آزمائش آتی اور اپنی جانوں کا خدشہ انہیں ہونے لگتا تو وہ مرتد ہو بیٹھتے۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت حضرت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی مگر انہیں ان کے ماں شریک بھائی ابوجہل وغیرہ نے تکلیفیں دیں اور انہیں بہت ستایا جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو گئے لیکن بعد میں اسلام لے آئے اور پختہ ایمان والے ہو گئے۔ (التفسیر المنیر۔ج،۲۰۔ص،۲۰۰) اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اللہ اس طرح آزمائش میں ڈال کر ایمان والوں کو بے ایمانوں سے امتیاز کر دے گا اور انکی پہچان دنیا کے سامنے ظاہر کر دے گا کہ کون سچا مومن ہے اور کون جھوٹا؟ جس نے صرف دنیا کے حاصل کرنے کی

غرض سے کہہ دیا تھا کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ وہ ایمان والے نہیں تھے، تو اس آزمائش کا اصل سبب یہی تھا کہ سچے اور جھوٹے کی چھٹائی ہو جائے اور دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا جائے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے ایمان لا کر ہجرت کی تھی مگر بعد میں مشرکین کے کہنے پر مدینہ سے مکہ واپس ہو گئے تھے۔ (تفسیر قرطبی۔ج، ۱۳۔ص، ۳۳۰)

﴿درس نمبر ۱۵۹۵:﴾ ہم تمہارے گناہ اپنے سر لے لیں گے ﴿العنکبوت ۱۲:۔ ۱۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ O وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ وَلَيُسْئَلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَقَالَ اور کہا الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا لِلَّذِيْنَ ان لوگوں سے جو اٰمَنُوا ایمان لائے اتَّبِعُوْا تم پیروی کرو سَبِيْلَنَا ہمارے راستے کی وَلْنَحْمِلْ اور چاہیے کہ ہم اٹھا لیں خَطٰيٰكُمْ تمہارے گناہ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ حالانکہ وہ نہیں اٹھانے والے مِنْ خَطٰيٰهُمْ ان کے گناہوں میں سے مِّنْ شَيْءٍ کچھ بھی اِنَّهُمْ بلاشبہ وہ لَكٰذِبُوْنَ البتہ جھوٹے ہیں وَلَيَحْمِلُنَّ اور البتہ وہ ضرور اٹھائیں گے اَثْقَالَهُمْ اپنے بوجھ وَاَثْقَالًا اور کئی بوجھ (دوسروں کے بھی) مَّعَ اَثْقَالِهِمْ اپنے بوجھوں کے ساتھ وَلَيُسْئَلُنَّ اور البتہ وہ ضرور پوچھے جائیں گے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن عَمَّا ان باتوں کی بابت جو كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ وہ افترا باندھتے تھے

ترجمہ:۔ اور جو کافر ہیں وہ مومنوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے طریق کی پیروی کرو ہم تمہارے گناہ اٹھا لیں گے حالانکہ وہ اُن کے گناہوں کا کچھ بھی بوجھ اٹھانے والے نہیں ہیں کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں O اور یہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کیساتھ اور (لوگوں کے) بوجھ بھی۔ اور جو بہتان یہ باندھتے رہے قیامت کے دن اُن کی ان سے ضرور پرسش ہو گی۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ کافروں نے ایمان والوں سے کہا کہ تم ہمارے راستے پر چلو ہم تمہارے گناہ اپنے سر لے لیں گے۔

۲۔ حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی اپنے سر نہیں لے سکیں گے۔

۳۔ وہ لوگ تو پکے جھوٹے ہیں۔

۴۔البتہ وہ لوگ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اسکے ساتھ دوسروں کے بھی۔

۵۔قیامت کے دن ان کے جھوٹ بنانے کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا۔

پچھلی آیتوں میں منافقوں کی آزمائش کا بیان تھا یہاں مسلمانوں کی آزمائش کی بات کہی جارہی ہے کہ جب مشرکین مکہ نے دیکھا کہ قریش کے لوگ اپنے آباء واجداد کے دین کو چھوڑ کر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو قبول کررہے ہیں جنکا یہ عقیدہ ہے کہ ایک دن انسان کو مرنا ہے اور جب وہ مرجائے گا تو اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور پھر اسے اسکے اعمال کی جزاوسزادی جائے گی تو یہ کفار ومشرکین ان مسلمانوں کو آزمائش میں ڈالنے کے لئے کہہ رہے ہیں کہ دیکھو! تم اس دین کو چھوڑ کر ہمارے دین کی پیروی کرلو کیونکہ جو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیکر آئے ہیں اسمیں سختیاں ہیں، تکلیفیں اور مشقتیں ہیں اور ہمارادین بالکل آسان ہے جس میں کسی طرح کی مشقت نہیں ہے اور جو تمہارا خیال ہے کہ تم مرنے کے بعد اٹھائے جاوگے اور پھر تمہیں جزاوسزا ہوگی تو سن لو ہم اس بات کی گیارنٹی لیتے ہیں کہ اگر کل قیامت کے دن تمہیں سزا ہوگی تو وہ سزا ہم اپنے سر لے لیں گے بس تم اس دین کو چھوڑ کر ہمارے دین کو اپنا لو۔اللہ تعالیٰ ان کفار ومشرکین کے اس قول کی تردید فرمارہے ہیں کہ کوئی کسی کا بوجھ قیامت کے دن نہیں اٹھائے گا،جس کے سر پر جو گناہ ہوگا اسکی سزا اسے خود بھگتنی پڑے گی یہ لوگ جھوٹی باتیں بنا کر تمہیں تمہارے دین سے ہٹانا چاہتے ہیں تو تم انکی باتوں میں نہ آنا،ایک اور جگہ قرآنِ مجید میں اس مضمون کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ **وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰی لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ** (فاطر ۱۸:) کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے جس کو بیان کیا گیا کہ اگر گناہوں کے بوجھ میں ڈوبا ہوا شخص اس بوجھ کو ہٹانے کے لئے کسی کو بلائے گا تو کوئی اس بوجھ کو نہیں اٹھائے گا۔لہٰذا تم اے مسلمانو! انکی باتوں میں نہ آنا اور فتنہ میں نہ پڑنا اور انکی باتوں میں آکر اسلام سے پھر نہ جانا۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ یہ لوگ جو دوسروں کو کفر وشرک کی طرف بلارہے ہیں ہم انہیں ان کے گناہوں کی بھی سزادیں گے اور ان لوگوں کے گناہوں کی سزا بھی دیں گے جنہیں ان لوگوں نے گمراہ کردیا اور ان گمراہ لوگوں کی سزا میں بھی کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی ان گمراہ کرنے والوں کو تو دوگنی سزادیجائے گی اور ان گمراہ ہونے والوں کو ان کے گمراہ ہونے کی،جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل کی آیت نمبر ۲۵ میں بھی فرمایا کہ **لِیَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ** وہ لوگ اپنے گناہوں کا پورا پورا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور ساتھ میں ان لوگوں کا بوجھ بھی جنہیں ان لوگوں نے بغیر علم کے گمراہ کیا۔مسلم کی روایت ہے جسے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اسلام

میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اسے دوگنا اجر ملے گا ایک اسکے جاری کرنے کا اور دوسرا اس کا جو اس طریقہ پر کسی نے عمل کیا اسی طرح اگر کسی نے اسلام میں برا طریقہ جاری کیا تو اسے اس طریقہ کو جاری کرنے کا گناہ بھی ملے گا اور اس شخص کا گناہ بھی جو اس راستہ پر چلے گا۔ (مسلم ۱۰۱۷ :) اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ان مشرکین سے ان کے اس جھوٹ کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا جو یہ لوگ کہا کرتے تھے اس طور پر کہ اللہ کے ساتھ شرک کیا کرتے تھے اور جھوٹی باتیں اسکی جانب منسوب کرتے تھے۔

﴿درس نمبر ۱۵۹۶:﴾ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نوسو برس رہے ﴿العنکبوت ۱۴:۔۱۵﴾

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖ فَلَبِثَ فِیۡهِمۡ اَلۡفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا فَاَخَذَهُمُ الطُّوۡفَانُ وَ هُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ○ فَاَنۡجَیۡنٰهُ وَ اَصۡحٰبَ السَّفِیۡنَةِ وَ جَعَلۡنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ لَقَدۡ اور البتہ تحقیق اَرۡسَلۡنَا ہم نے بھیجا نُوۡحًا نوح کو اِلٰی قَوۡمِهٖ اس کی قوم کی طرف فَلَبِثَ تو وہ ٹھہرا رہا فِیۡهِمۡ ان میں اَلۡفَ سَنَةٍ ہزار سال اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا مگر پچاس سال (کم) فَاَخَذَهُمُ پھر ان کو پکڑ لیا الطُّوۡفَانُ طوفان نے وَ هُمۡ ظٰلِمُوۡنَ جبکہ وہ ظالم تھے فَاَنۡجَیۡنٰهُ پھر ہم نے نجات دی اس کو وَ اَصۡحٰبَ السَّفِیۡنَةِ اور کشتی والوں کو وَ جَعَلۡنٰهَا اور ہم نے اس (کشتی کو) بنا دیا اٰیَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ جہان والوں کیلئے (عظیم) نشانی

ترجمہ:۔ اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ اُن میں پچاس برس کم ہزار برس رہے پھر ان کو طوفان (کے عذاب) نے آ پکڑا اور وہ ظالم تھے ○ پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دی اور کشتی کو اہل عالم کیلئے نشانی بنا دیا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ہم نے نوح علیہ السلام کو انکی قوم کے پاس بھیجا۔ ۲۔وہ اس قوم میں ساڑھے نوسو برس رہے۔

۳۔پھر انہیں طوفان نے آ پکڑا اس سبب سے کہ وہ ظالم تھے۔

۴۔ہم نے نوح علیہ السلام اور کشتی والوں کو اس طوفان سے بچا لیا۔

۵۔ہم نے اس واقعہ کو تمام جہاں والوں کے لئے عبرت بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ رسول رحمت ﷺ کو گزرے ہوئے نبیوں اور رسولوں کے واقعات بیان فرما کر تسلی دے رہے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ واقعہ صرف آپ کے ساتھ ہی نہیں ہو رہا ہے بلکہ آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام

کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا آیا ہے چنانچہ ہم نے نوح علیہ السلام کو انکی قوم کے پاس دعوت الی اللہ کے لئے بھیجا تھا وہ تو اپنی قوم کو ساڑھے نوسو سال تک دین کی دعوت دیتے رہے، شرک و بت پرستی سے اپنی قوم کو روکتے رہے مگر انکی قوم انہیں اتنی لمبی مدت تک تکلیفیں ہی دیتی رہی بس گنے چنے لوگوں نے آپ کی اطاعت قبول کی باقی سارے ہی لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کا انکار کر دیا آخر میں حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے ان کے عذاب کی دعا مانگی چنانچہ سورہ نوح کی آیت نمبر ۲۶ میں اس دعا کا ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! زمین میں کسی کافر کو باقی نہ رکھ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک طوفان بھیجا جس نے ان ظالموں کو غرق کر ڈالا وہ ظالم اس لئے تھے کہ اللہ کے احکامات کو ٹھکرا کر انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا کیونکہ انہیں اسکی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ جو مسلمان کشتی پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے سوار ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طوفان سے نجات دی اور اس واقعہ کو رہتی دنیا تک کے لئے ایک عبرت بنا دیا تا کہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ اللہ کا انکار کرنا انہیں کتنا مہنگا پڑا ہے؟ اور اسکے رسولوں کی نافرمانی کیسے کیسے عذاب ان پر لے آئی؟ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۶۴ میں بھی اس واقعہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ کشتی میں موجود لوگوں کو بچا لیا باقی تمام کو جنہوں نے جھٹلایا تھا غرق کر دیا۔ لہٰذا آپ بھی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! غم اور فکر نہ کیجئے سارے کہ سارے امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور اللہ ہی کے پاس سب کو لوٹنا ہے اس وقت ہم انہیں ان کے کئے کی سزا ضرور دیں گے۔ سورۂ نوح کی آیت نمبر ۱ میں بھی حضرت نوح علیہ السلام کے ان کی قوم کی جانب بھیجے جانے سے متعلق یوں کہا گیا إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تھا کہ تم اپنی قوم کو ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آئے۔

﴿درس نمبر ۱۵۹۷﴾ وہ باطل معبود تمہارے رزق کے مالک نہیں ہیں ﴿العنکبوت ۱۶:۔۱۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاِبْرٰهِيْمَ اور ابراہیم کو اِذْ قَالَ جب اس نے کہا لِقَوْمِهِ اپنی قوم سے اعْبُدُوا اللّٰهَ تم اللہ کی عبادت کرو وَاتَّقُوْهُ اور تم اس سے ڈرو ذٰلِكُمْ خَيْرٌ یہ بہت بہتر ہے لَّكُمْ تمہارے لیے اِنْ كُنْتُمْ

تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ بس تم تو عبادت کرتے ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے اَوْثَانًا بتوں کی وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا اور تم جھوٹ گھڑتے ہو اِنَّ الَّذِيْنَ بلاشبہ وہ جن کی تَعْبُدُوْنَ تم عبادت کرتے ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا لَا يَمْلِكُوْنَ وہ اختیار نہیں رکھتے لَكُمْ تمہارے لیے رِزْقًا رزق کا فَابْتَغُوْا لہٰذا تم تلاش کرو عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ اللہ کے ہاں رزق وَ اعْبُدُوْهُ اور تم اس کی عبادت کرو وَ اشْكُرُوْا لَهٗ اور تم اس کا شکر (بھی) کرو اِلَيْهِ اسی کی طرف تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے

ترجمہ:۔ اور ابراہیم کو (یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے O تم تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے اور بہتان باندھتے ہو تو جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو اور اُسی کی عبادت کرو اور اُسی کا شکر ادا کرو اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا۔

۲۔ جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔

۳۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

۴۔ تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی ہی عبادت کرتے ہو اور جھوٹ تراشتے ہو۔

۵۔ جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہارے رزق کے مالک نہیں ہیں۔

۶۔ لہٰذا رزق اللہ ہی کے پاس تلاش کرو۔ ۷۔ اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر ادا کرو۔

۸۔ تمہیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

پچھلی آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام اور انکی قوم کا حال بیان کیا گیا تھا یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو بھی انکی قوم کے پاس بھیجا انہوں نے بھی اپنی قوم کو دعوتِ حق دی اور ایک اللہ کی طرف بلایا انہوں نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! ایک اللہ کی عبادت کرو اور جو سزائیں اس نے کفر و شرک کرنے والوں کے لئے تیار کر رکھی ہیں ان سے ڈرو اور اس رب ذوالجلال کی نافرمانی نہ کرو تمہارے لئے ایک اللہ کی عبادت کرنا ہی بہتر ہے اگر تمہیں سمجھ بوجھ ہے تو تم یقیناً اس ایک اللہ ہی کی عبادت کرو گے اس لئے کہ جن بتوں کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہیں روزی روٹی نہیں پہنچاتے بلکہ ان کا حال تو یہ ہے کہ اگر تم انہیں اپنے ہاتھوں سے نہ بناؤ تو ان کا وجود ہی نہیں ہوگا تو جو خود اپنے وجود میں آنے کے لئے تمہارا محتاج ہوگا وہ کیسے تمہاری ضرورتوں کو پورا کرے گا؟ یہ سوچنے والی بات ہے، اگر تمہارے اندر سمجھ بوجھ ہے تو تم یقیناً یہ

فیصلہ کرو گے کہ عبادت تو اسی ایک اللہ کی کرنی چاہیئے جو ہماری تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہے، جو ہمارا محتاج نہیں بلکہ ہم اسکے محتاج ہیں۔ لہٰذا ایک اللہ کی عبادت کرو اور اسی مالک سے روزی روٹی مانگو اور اسی کا شکر بھی ادا کرتے رہو کیونکہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم ۷:) اگر تم شکر ادا کرو گے تو اللہ اور بے شمار نعمتیں تمہیں عطاء کرے گا، یہ تو رہا دنیوی معاملہ ! لیکن جب تم اس دنیا کو چھوڑ کر جاو گے تو تمہیں لوٹ کر اسی رب کے پاس جانا ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور ڈھیر ساری نعمتوں سے نوازا، اگر تم اسی کی عبادت کرتے رہو گے تو تمہیں اپنے رب کے پاس جانے میں کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ اپنے بندوں کو اخروی انعامات سے نوازے گا، لیکن اگر تم اسے چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرو گے تو جس وقت تم اسکے پاس لوٹ کر جاو گے تو تم خوف و دہشت کے عالم میں رہو گے، لہٰذا جب لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے تو عبادت بھی اسی کی کیا کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں کیا گیا۔ مثلاً سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۲۴، ۲۶۰، ۲۸۵، سورۂ آل عمران ۶۷، سورۃ النسآء ۱۲۵، سورۃ الانعام ۱۶۱، ۷۴، ۷۵، سورۃ التوبۃ ۱۱۴، سورۃ ابراہیم ۳۵، سورۃ الحجر ۵۱، سورۃ النحل ۱۲۳، ۱۲۰، سورۂ مریم ۴۶، ۴۱، سورۃ الانبیاء ۵۱، سورۃ الصفت ۸۳ سورۂ یوسف ۳۸، ۶، سورۂ ص ۴۵، سورۃ الزخرف ۲۶، سورۃ الشعراء ۶۹ وغیرہ۔

تم سے پہلی امتیں بھی جھٹلا چکی ہیں

﴿درس نمبر ۱۵۹۸:﴾ ﴿العنکبوت ۱۸:۔۱۹۔۲۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاِنْ اور اگر تُكَذِّبُوْا تم (مجھے) جھٹلاؤ فَقَدْ كَذَّبَ تو تحقیق جھٹلایا تھا اُمَمٌ کئی امتوں نے مِّنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے بھی وَمَا اور نہیں ہے عَلَى الرَّسُوْلِ رسول پر اِلَّا الْبَلٰغُ مگر (صرف) پہنچا دینا الْمُبِيْنُ واضح طور پر اَوَلَمْ کیا اور نہیں يَرَوْا انہوں نے دیکھا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ کیسے اللہ پہلی بار پیدا کرتا ہے الْخَلْقَ مخلوق کو ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر وہی اس کو لوٹائے گا اِنَّ ذٰلِكَ بلاشبہ یہ ہے عَلَى اللّٰهِ اللہ پر يَسِيْرٌ بہت آسان قُلْ سِيْرُوْا کہہ دیجیے تم سیر کرو فِى الْاَرْضِ زمین میں فَانْظُرُوْا پھر تم دیکھو كَيْفَ بَدَاَ کس طرح اس نے پہلی بار پیدا کیا الْخَلْقَ مخلوق کو ثُمَّ اللّٰهُ پھر اللہ ہی يُنْشِئُ پیدا کرے گا النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ پیدا کرنا دوسری بار اِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ ہر چیز پر قَدِيْرٌ خوب قادر ہے

ترجمہ:۔ اور اگر تم (میری) تکذیب کرو تو تم سے پہلے بھی اُمتیں (اپنے پیغمبروں کی) تکذیب کر چکی ہیں اور پیغمبر کے ذمے کھول کر سنا دینے کے سوا اور کچھ نہیں O کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر (کس طرح) اس کو دوبارہ پیدا کرتا رہتا ہے؟ یہ اللہ کو آسان ہے O کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اُس نے کس طرح مخلوق کو پہلی بار پیدا کیا ہے پھر اللہ ہی پچھلی پیدائش پیدا کرے گا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اگر تم جھٹلاو گے تو تم سے پہلی امتیں بھی جھٹلا چکی ہے۔

۲۔ رسول کے ذمہ تو صرف واضح انداز میں (اللہ کا پیغام) پہنچانا ہوتا ہے۔

۳۔ کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسے مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا فرمایا۔

۴۔ پھر دوبارہ بھی وہ اسے پیدا فرمائے گا۔ ۵۔ یہ کام اللہ کے لئے بہت ہی آسان ہے۔

۶۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ کیسے اللہ نے مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا؟

۷۔ پھر دوسری مرتبہ بھی اللہ ایسے ہی پیدا کر دے گا۔ ۸۔ اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔

گزرے ہوئے انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات سنا کر اللہ کے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے اور آپ ﷺ کے دل کو تقویت پہنچانے کے بعد اللہ تعالی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کفار و مشرکین سے کہلوا رہے ہیں کہ اے کفار و مشرکین! اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو یہ بات سن لو کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، تم سے پہلے جتنے بھی انبیاء آئے، انہیں بھی انکی قوموں نے اسی طرح جھٹلایا تھا، تمہارے جھٹلانے سے مجھے کوئی نقصان ہونے والا نہیں ہے میرا کام تو تم تک اللہ کا پیغام واضح انداز میں پہنچا دینا ہے۔ اب مانو یا نہ مانو تمہاری مرضی، اسی طرح کی تسلی کے کلمات سورۂ انعام کی آیت نمبر ۳۴ میں موجود ہیں۔ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے۔ انہوں نے اس پر صبر ہی کیا ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں۔ یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴۷ میں یوں تسلی دی گئی فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ پھر اگر آپ کو جھٹلائیں تو آپ کہہ دیجیے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا' سورۂ انعام کی آیت نمبر ۶۶ میں یوں کہا گیا وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ اور آپ کی قوم اس کی تکذیب کرتی ہے حالاں کہ وہ یقینی ہے آپ کہہ دیجیے کہ میں تم پر کوئی داروغہ تو نہیں ہوں۔ اور جو تم اس بات کا انکار کرتے ہو کہ ہم دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے اور نہ ہی

ہمارا حساب و کتاب ہوگا اور نہ ہی ہمیں سزا دی جائے گی تو کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ کیسے اللہ نے تمکو اور سب چیزوں کو پہلی مرتبہ پیدا کیا، تمہارا اس دنیا میں وجود بھی نہ تھا مگر اس نے تمہیں وجود بخشا، توجس طرح اس نے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کیا تمہارے مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ وجود میں لائے گا اور تمہارے کرتوتوں کی سزا تمہیں ضرور دے گا۔ یہ کام تو اللہ کے لئے بہت ہی آسان ہے، اگر اپنی ذات میں غور کرنے کے بعد بھی یہ بات تمہیں سمجھ میں نہیں آ رہی ہے تو تم زمین کا چکر لاؤ اور مختلف شہروں اور علاقوں میں چلو پھرو اور جتنی مخلوقات اس دنیاء میں موجود ہیں انہیں دیکھو اور سوچو کہ یہ کیسے وجود میں آئیں؟ کس نے ان سب کو پیدا کیا؟ تمہیں کچھ سمجھ میں آ جائے گا کہ جب ان سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے تو وہ مرنے کے بعد بھی ہم سب کو دوبارہ زندگی بخش سکتا ہے، وہ اللہ ہے کوئی چیز اسکی قدرت سے باہر نہیں وہ ہر چیز پر قدرت و طاقت رکھتا ہے بلکہ اس کا تو کسی چیز سے ''ہوجا'' کہہ دینا ہی کافی ہے، وہ چیز خود بخود اسکے حکم سے وجود میں آ جاتی ہے تو پھر تمہیں وجود بخشنے میں اسے کیا دقت اور تکلیف ہوگی؟

تم لوگ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے

﴿درس نمبر ۱۵۹۹﴾ ﴿العنکبوت ۲۱:۔ ۲۲۔ ۲۳﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ وَ اِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ O وَ مَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ O وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللهِ وَلِقَآئِهٖ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ يُعَذِّبُ وہ عذاب دے گا مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے گا وَ يَرْحَمُ اور وہ رحم کرے گا مَنْ يَّشَآءُ جس پر چاہے گا وَ اِلَيْهِ اور اسی کی طرف تُقْلَبُوْنَ تم پھیرے جاؤ گے وَ مَا اَنْتُمْ اور نہیں تم بِمُعْجِزِيْنَ عاجز کرنے والے (اللہ کو) فِي الْاَرْضِ زمین میں وَلَا فِي السَّمَآءِ اور نہ آسمان میں وَ مَا اور نہیں ہے لَكُمْ تمہارے لیے مِّنْ دُوْنِ اللهِ سوائے اللہ کے مِنْ وَّلِيٍّ کوئی دوست وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہ کوئی مددگار وَ الَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا بِاٰيٰتِ اللهِ اللہ کی آیات کا وَلِقَآئِهٖ اور اس کی ملاقات کا اُولٰٓئِكَ یہ لوگ يَئِسُوْا ناامید ہیں مِنْ رَّحْمَتِيْ میری رحمت سے وَ اُولٰٓئِكَ اور یہ لوگ لَهُمْ انہی کے لیے ہے عَذَابٌ اَلِيْمٌ نہایت دردناک عذاب

ترجمہ:۔ وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اور اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے O اور تم (اس کو) نہ زمین میں عاجز کر سکتے ہو اور نہ آسمان میں اور نہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار O اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں سے اور اس کے ملنے سے انکار کیا وہ میری رحمت سے ناامید ہو گئے ہیں اور ان کو دردناک عذاب ہوگا۔

تشریح: ۔ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔
۱۔اللہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے۔
۲۔تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔
۳۔تم لوگ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے نہ ہی زمین میں اور نہ ہی آسمان میں۔
۴۔اللہ کے سوا نہ تو تمہارا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ ہی مددگار۔
۵۔جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور ہماری ملاقات کا بھی۔
۶۔یہی وہ لوگ ہیں جو ہماری رحمت سے مایوس ہونگے۔
۷۔ایسے ہی لوگوں کے لئے درد دینے والا عذاب ہے۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالی انسانوں کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے گا، تو اب دوبارہ پیدا کرنے کے بعد کیا حالات پیش آئیں گے؟ اللہ جسے چاہے گا عذاب دے گا اور جسے چاہے گا اپنی رحمت سے سرفراز فرمائے گا، اس دن اللہ ہی حاکم ہوگا اسی کے ہاتھ میں سب فیصلے ہوں گے، کوئی اسے روکنے والا نہیں ہوگا، جو لوگ کفر اور شرک کیا کرتے تھے اللہ انہیں عذاب دے گا ان کے جھوٹے معبود انہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیں گے اور جو مومن ہوں گے اگر ان سے کچھ گناہ بھی سرزد ہو جائیں تب بھی اگر اللہ چاہے گا تو ان کے گناہ معاف فرما کر ان پر رحم کرے گا، لیکن اللہ اپنے فیصلہ میں کسی پر ظلم نہیں کرے گا بلکہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا، کافروں کو ان کے اعمال کی جو سزا ہوگی وہ بھی عین انصاف ہوگا اور جو اپنی رحمت سے مومن کو اللہ تعالی معاف کر دے گا یہ بھی انصاف ہی ہوگا جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے کہ اگر اللہ تمام اہل زمین اور آسمان کو عذاب دیدے تو وہ انہیں عذاب دینے میں ظالم نہ ہوگا اور اگر وہ ان پر رحم کرے تو یہ رحمت ان کے لئے ان کے اعمال سے بہتر ہوگی۔(ابوداؤد ۴۶۹۹)

قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ عذاب اور مغفرت کا تعلق اللہ تعالی کی مشیت اور ارادہ سے ہے۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۸۴ میں ہے فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ پس وہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے عذاب دے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۲۹ میں ہے: يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ۔سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳۴ اور ۴۰ میں بھی یہی مضمون موجود ہے۔

اللہ تعالی فرمارہے ہیں کہ یہ سزا ہم تمہیں ضرور دیں گے کیونکہ تمہاری موت کے بعد تمہیں ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے اس لئے اگر تمہیں اس دنیا میں عذاب سے چھوٹ مل رہی ہے تو یہ نہ سمجھنا کہ آخرت میں بھی تم بچ جاوگے، نہیں بلکہ جب تم لوٹ کر ہمارے پاس آوگے تب یقیناً کافروں کو یہ عذاب ملے گا اور اگر مومن ہوگا تو اللہ کی رحمت کو پالے گا اور ایسا نہیں ہوگا کہ تم زمین میں کہیں چھپ جاو اور اللہ تم کو وہاں پکڑنے سے عاجز نہیں آئے گا تم دنیا میں جہاں

کہیں بھی ہو گے اللہ تمہیں پکڑ لے گا اور تمہیں موت دیدے گا اگرچہ کہ تم بلند پہاڑوں کی تنگ چٹانوں میں ہی کیوں نہ چھپ جاؤ۔ یاد رکھو! تم اسکی پکڑ سے بچ نہیں سکتے اور پھر جب آخرت کا معاملہ ہوگا اس وقت تم اس سے بچ نہیں سکو گے نہ تمہارے یہ اپنے ہاتھوں سے تراشے بت جنکی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے تمہارے کوئی کام نہیں آئیں گے اور نہ ہی وہ تمہاری کچھ مدد کر سکیں گے اور نہ وہ تمہیں عذاب سے بچا سکیں گے جیسا کہ ان کا گمان تھا هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس ۱۸:) یہ بت اللہ کے پاس ہماری سفارش کریں گے یہ بت اس لیے کام نہیں آسکیں گے کہ وہاں صرف اور صرف ایک اللہ کا حکم چلے گا وہ جو چاہے گا وہ کرے گا جسکو چاہے گا عذاب دے گا اور جسے چاہے گا معاف کر دے گا اسے کوئی روکنے والا نہیں ہوگا۔

قیامت کے دن کون اللہ کا عذاب پائے گا اور کون اسکی رحمت پائے گا؟ اس کا جواب یوں دیا جا رہا ہے کہ جو کفار و مشرکین ہماری آیات اور نشانیوں کو جھٹلاتے تھے اور جو یہ کہا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد نہ ہی انسان دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور نہ ہی اس کا حساب وَ کتاب ہوگا تو یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عذاب کے مستحق ہونگے اور اسکی رحمت سے محروم ہونگے جیسا کہ سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۸۷ میں بھی کہا گیا اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ اللہ کی رحمت سے کافر ہی نا امید ہوتے ہیں، لیکن جو مومن ہوگا، اللہ اور اسکے رسول کے احکامات کو مانتا ہوگا اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر یقین بھی رکھتا ہوگا تو ایسے لوگوں کو اللہ اپنی رحمت سے عذاب سے بچا لے گا۔ قیامت کے دن کی اس ہولناکی سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اور اسکے بتلائے ہوئے احکامات پر عمل کرو تو کل قیامت کے دن یہ تمہاری نجات کا سبب بنے گا۔

﴿درس نمبر ۱۶۰۰﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچا لیا ﴿العنکبوت ۲۴:۔۲۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ وَ قَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَمَا كَانَ جَوَابَ پھر جواب نہ تھا قَوْمِهٖٓ اس کی قوم کا اِلَّآ اَنْ مگر یہ کہ قَالُوا انہوں نے کہا اقْتُلُوْهُ تم اسے قتل کردو اَوْ حَرِّقُوْهُ یا تم اسے جلادو فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ پھر اللہ نے اس کو نجات دی مِنَ النَّارِ آگ سے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بلاشبہ اس میں لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے يُّؤْمِنُوْنَ جو ایمان لاتے ہیں

وَقَالَ اور اس نے کہا اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ بس تم نے تو ٹھہرایا ہے مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے اَوْثَانًا بتوں کو مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ آپس کی دوستی کی وجہ سے فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ پھر قیامت کے دن يَكْفُرُ کفر کرے گا بَعْضُكُمْ بعض تمہارا بِبَعْضٍ بعض کا وَّيَلْعَنُ اور لعنت کرے گا بَعْضُكُمْ بعض تمہارا بَعْضًا بعض کو وَّمَاْوٰىكُمُ اور تمہارا ٹھکانا النَّارُ آگ ہوگا وَمَا اور نہیں ہوگا لَكُمْ تمہارے لیے مِّنْ نّٰصِرِيْنَ کوئی مددگار

ترجمہ:۔ تو ان کی قوم کے لوگ جواب میں بولے کہ اسے مار ڈالو یا جلا دو مگر اللہ نے ان کو آگ سے بچا لیا جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کیلئے اس میں نشانیاں ہیں O اور ابراہیم نے کہا کہ تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو دنیا کی زندگی میں باہم دوستی کیلئے (مگر) پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے انہیں جواب دیا کہ انہیں قتل کردو یا جلا دو۔

۲۔ پھر اللہ نے انہیں آگ سے بچالیا۔

۳۔ یقیناً اس واقعہ میں مومنوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنالیا۔

۵۔ یہ تمہاری آپسی محبت کی وجہ سے ہے جو دنیوی زندگی میں ہے۔

۶۔ پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کے مخالف ہونگے اور بعض بعض پر لعنت کریں گے۔

۷۔ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ ۸۔ تمہاری مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

گزشتہ آیات میں یہ بات بتلائی گئی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اسی سے ڈرو تو ان باتوں کو سن کر انکی قوم نے ایک دوسرے سے یہ کہا کہ انہیں قتل کردو یا انہیں جلا دو تا کہ یہاں معبودوں کی برائی کرنے والا کوئی باقی ہی نہ رہے، جب بھی کسی قوم سے کوئی جواب نہ بنتا تو وہ قوم یہی کہہ دیتی کہ انہیں مار ڈالو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی انداز اپنایا جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا تھا کہ تم اللہ کو چھوڑ کر اس معبود کی عبادت کرتے ہو جسے تم خود بناتے ہو؟ تو جب انکی قوم کے پاس اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو قوم نے یہی جواب دیا کہ انہیں قتل کر ڈالو یا انہیں آگ میں ڈال دو، چنانچہ دوسری آیتوں میں اس کا ذکر یوں ہے کہ انکی قوم نے انہیں آگ میں ڈال دیا مگر اللہ نے اس آگ کو ٹھنڈی اور سلامتی والا بنا دیا قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (الانبیاء ۶۹:) ہم نے کہا اے آگ! تو ابراہیم پر

ٹھنڈی ہوجا اور سلامتی بن جا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس آگ سے نجات عطا فرمائی اور یہ ایک ایسا واقعہ جسے عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ایک انسان کو دہکتی آگ میں ڈالا جائے مگر وہ اس سے صحیح سالم باہر نکل آجائے، اس واقعہ کو دیکھ کر یہ احساس ضرور ہوتا ہے کہ ایسی کوئی ذات موجود ہے جس کے حکم پر ساری کائنات چلتی ہے اسی کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آگ سے صحیح سالم باہر نکل آئے، اسی لئے اللہ فرما رہے ہیں کہ یہ واقعہ ایمان والوں کے لئے ایک نشانی ہے کیونکہ غیر مومن تو اس کا انکار کرتے ہیں اور اسے جادو تسلیم کرتے ہیں، نصیحت تو بس مومن ہی حاصل کرتا ہے اسی لیے یہاں مومن کا لفظ استعمال کیا گیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے صحیح سالم باہر نکل آئے تو آپ نے پھر اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! یقیناً تم نے جو اللہ کو چھوڑ کر دیگر معبود بنا رکھے ہیں اسکی ایک ہی وجہ ہے کہ تم آپسی محبت کو جو ان بتوں کی عبادت کرنے والوں کے درمیان ہوتی ہے اسے باقی رکھ سکو کیوں کہ اگر تم ان بتوں کا انکار کروگے تو یہ لوگ تمہارے مخالف ہوجائیں گے اور تمہیں چین سے جینے نہیں دیں گے تمہیں معلوم ہے کہ یہ بت تمہارے کچھ کام نہیں آسکتے مگر پھر بھی تم اس محبت کی وجہ سے اس ایک اللہ کی عبادت کو جھٹلاتے ہو تاکہ تمہیں دنیوی فائدہ حاصل ہوجائے، یاد رکھو! تمہیں دنیا میں تو فائدہ مل جائے گا مگر تم قیامت کے دن جب اللہ کے دربار میں کھڑے ہوگے اس وقت تمہارے درمیان یہ محبت اور الفت باقی نہیں رہیگی بلکہ یہ محبت نفرت میں بدل جائے گی اور تم لوگ ایک دوسرے پر لعن طعن کروگے جیسا کہ سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۳۸ میں کہا گیا کہ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا جب بھی کوئی امت جہنم میں داخل ہوگی تو وہ پہلے سے موجود اپنی ہی قوم پر لعنت کرے گی اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ جو لوگ دنیا میں ایک دوسرے کے دوست تھے وہ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے سوائے متقیوں کے۔ (الزخرف ۶۷:) قیامت کے دن ایسا عالم برپا ہوگا کہ کوئی کسی کو ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۴ میں یہی بات یوں کہی گئی وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْــًٔـا۔ اس دن سے ڈرو جس دن کوئی نفس کسی نفس کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گا' قیامت کے دن نہ کوئی دوستی باقی رہے گی اور نہ ہر کوئی سفارش۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۴ میں یہی بات یوں کہی گئی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ۔ اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس دن نہ تجارت ہے نہ دوستی اور نہ شفاعت۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنا لیا تھا ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا وہ لوگ جہنم میں جائیں گے ایسے لوگوں کی اس دن کوئی مدد نہیں ہوگی اور ان کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوگا اور وہ یقیناً جہنم میں جائیں گے۔

﴿درس نمبر ۱۶۰۱﴾ ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا کئے ﴿العنکبوت ۲۶:۔۲۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ وَ قَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ وَ وَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَاٰمَنَ چنانچہ ایمان لایا لَهٗ لُوْطٌ اس پر لوط وَ قَالَ اور اس نے کہا اِنِّیْ بے شک میں مُهَاجِرٌ ہجرت کرنے والا ہوں اِلٰی رَبِّیْ اپنے رب کی طرف اِنَّهٗ هُوَ بلاشبہ وہی ہے الْعَزِیْزُ نہایت غالب الْحَكِیْمُ خوب حکمت والا وَ وَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیے لَهٗ اس کو اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ اسحاق اور یعقوب وَ جَعَلْنَا اور ہم نے رکھ دی فِیْ ذُرِّیَّتِهِ اس کی اولاد میں النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ نبوت اور کتاب وَ اٰتَیْنٰهُ اور ہم نے اس کو دیا اَجْرَهٗ اس کا اجر فِی الدُّنْیَا دنیا میں وَ اِنَّهٗ اور بلاشبہ وہ فِی الْاٰخِرَةِ آخرت میں لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ البتہ نیک لوگوں میں سے ہوگا

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنے رب کی جانب ہجرت کرنے والا ہوں۔

۳۔ وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

۴۔ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق اور یعقوب عطا کئے۔

۵۔ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو قائم رکھا۔

۶۔ ہم نے دنیا میں انہیں اس کا اجر دیا۔ ۷۔ وہ آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہوں گے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلنے سے بچالیا اور وہ صحیح سالم باہر نکل آئے تو حضرت لوط علیہ السلام نے انکی رسالت کا اقرار کیا اور ان پر ایمان لے آئے، قرآن مجید میں حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۸۰، سورۂ ھود کی آیت نمبر ۷۷، سورۂ حجر کی آیت نمبر ۶۱، سورۃ النمل کی آیت نمبر ۵۴، سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۸۶ اور سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۷۱ میں موجود ہے۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اس واقعہ کے بعد نمرود ایذا رسانی سے باز آ گیا اور اللہ نے آپ علیہ السلام سے اس نمرود کو چھٹکارہ دلایا تو اس قوم کے چند لوگ آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئے جبکہ انہوں نے وہ سارا ماجرا دیکھ لیا جو اللہ نے حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا اور انہی کے ساتھ حضرت سارہ علیہا السلام بھی ایمان لے آئیں جو کہ انکی چچیری بہن تھیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم۔ج،۹۔ص،۳۰۵) پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ اس قوم کے گنے چنے لوگ ہی ایمان لائے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اب میں یہاں سے ہجرت کر جاؤں گا اور جہاں اللہ مجھے جانے کا حکم دے گا وہاں چلا جاؤں گا۔التفسیر المنیر میں مذکور ہے کہ آپ علیہ السلام عراق سے نکل کر حران چلے گئے پھر وہاں سے فلسطین کی جانب رخ کیا اور حضرت لوط علیہ السلام سدوم جا بسے۔(التفسیر المنیر۔ج،۲۰۔ص،۲۲۴) اسکے بعد اللہ کی صفت بیان کی گئی جس کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی کہ وہ اللہ ایسا زبردست ہے کہ جب انتقام لینے پر آ جائے تو کسی کو نہیں چھوڑتا اور حکمت والا ایسا کہ اسکے حکم میں کیا حکمت چھپی ہوئی ہے؟ کوئی نہیں جانتا بس ہمیں تو اس کا حکم ماننا ہے اور اسکے احکامات کی پیروی کرنی ہے۔

اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو احسانات کئے ہیں اس میں سے ایک احسان یہاں یہ بیان کیا گیا کہ ہم نے بطور اولاد اسحاق اور یعقوب عطاء کئے، یہاں پر ایک بات ذہن میں رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے اسماعیل اور اسحاق تھے مگر یہاں پر اللہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کا بیٹا کہا؟ وہ اس لئے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے پوترے تھے چونکہ پوترا بھی بیٹے کی طرح ہوتا ہے اسی لئے انہیں بیٹا کہا گیا ہے۔ پھر ایک اور احسان جو اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کیا وہ یہ کہ نبوت کو اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان میں باقی رکھا یہاں تک کہ جتنے بھی انبیاء بنی اسرائیل میں گذرے وہ سب کے سب حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولادیں سے تھے اور نبی آخر الزمان ﷺ بھی آپ ہی کی نسل سے تھے اور ایک احسان یہ بھی بیان کیا گیا کہ اللہ نے انہیں آسمانی کتابیں بھی عطا کیں جیسے تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید۔ یہ تو تھا دنیوی اجر جو انہیں ان کے صبر کے بدلہ میں عطا کیا گیا اور اخروی اجر یہ ہوگا کہ انہیں اللہ اپنے مقرب اور نیک بندوں میں شامل کرے گا۔

﴿درس نمبر ۱۶۰۲:﴾ تم اللہ کا عذاب لے کر آ ؤ اگر تم سچے ہو ﴿العنکبوت ۲۸:۔۲۹۔۳۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلُوْطًا اورلوط کو اِذْ قَالَ جب اس نے کہا تھا لِقَوْمِہٖ اپنی قوم سے اِنَّكُمْ بلاشبہ تم لَتَاْتُوْنَ البتہ ارتکاب کرتے ہو الْفَاحِشَةَ ایسی بے حیائی کا مَا سَبَقَكُمْ نہیں کی تم سے پہلے بِهَا مِنْ اَحَدٍ وہ (برائی) کسی نے بھی مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ جہاں (والوں) میں سے اَئِنَّكُمْ کیا بیشک تم لَتَاْتُوْنَ البتہ آتے ہو الرِّجَالَ مردوں کے پاس وَ تَقْطَعُوْنَ اورتم قطع کرتے ہو السَّبِيْلَ راستے وَ تَاْتُوْنَ تم کرتے ہو فِيْ نَادِيْكُمُ اپنی مجلس میں الْمُنْكَرَ برے کام فَمَا كَانَ جَوَابَ پھر جواب نہ تھا قَوْمِہٖ اس کی قوم کا اِلَّآ اَنْ مگر یہ کہ قَالُوا انہوں نے کہا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آ اِنْ كُنْتَ اگر ہے تو مِنَ الصّٰدِقِيْنَ سچوں میں سے قَالَ اس نے کہا رَبِّ اے میرے رب انْصُرْنِيْ تو میری مدد فرما عَلَى الْقَوْمِ ان لوگوں کے خلاف الْمُفْسِدِيْنَ جو فسادی ہیں

ترجمہ:۔ اورلوط (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم (عجب) بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو تم سے پہلے اہلِ عالم میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیاO تم کیوں (لذت کے ارادے سے) مردوں کی طرف مائل ہوتے اور (مسافروں کی) رہزنی کرتے ہواور اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو؟ تو اُن کی قوم کے لوگ جواب میں بولے تو یہ بولے کہ اگر تم سچے ہوتو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤO لوط نے کہا کہ اے میرے رب! ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں مجھے نصرت عنایت فرما۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائیگئی ہیں۔

۱۔ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کو بھیجا۔

۲۔جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسا گناہ کرتے ہو جسے تم سے پہلے دنیا جہاں میں سے کسی نے نہیں کیا

۳۔کیا تم مردوں کے پاس آتے ہواور رہزنی کرتے ہو؟ ۴۔اپنی مجلسوں میں برا کام کرتے ہو۔

۵۔آپ کی قوم کا یہی جواب تھا۔ ۶۔تم اللہ کا عذاب لیکر آوا گر تم سچے ہو۔

۷۔حضرت لوط علیہ السلام نے دعاء مانگی کہ اے میرے رب! فساد کرنے والوں کے مقابلہ میں میری مدد فرما۔

پچھلی آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر تھا، یہاں حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر کیا جارہا ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر تھے۔حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سدوم کی جانب نبی بنا کر بھیجا تھا تو آپ نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت اور اس سے ڈرنے کی تلقین کی۔حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ایک ایسے گناہ میں مبتلا تھی جس گناہ کو اس سے پہلے دنیا کے کسی آدمی نے نہیں کیا تھا وہ یہ کہ یہ قوم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی شہوت پوری کرتی تھی جو کہ بہت ہی خبیث عمل ہے،اس کے بعد جو برا کام یہ کیا کرتے تھے وہ یہ کہ یہ لوگ راہ چلتے مسافروں کو لوٹا کرتے تھے،حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو مسافر ان کے یہاں سے گزرتا تو اسے

یہ لوگ روک لیتے اور اسکے ساتھ بھی یہ عملِ بد کرتے تھے اور اپنی شہوت اس سے پوری کرتے تھے (تفسیر ابن ابی حاتم۔ ج،۹۔ص، ۳۰۵۴) اور ایک گناہ جو یہ لوگ کیا کرتے تھے وہ یہ تھا کہ راستوں پر بیٹھ کر آنے جانے والوں پر تبصرے کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے جیسا کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے اس آیت کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ السلام سے پوچھا تو آپ ﷺ نے کہا کہ وہ لوگ راستوں میں بیٹھ کر لوگوں پر تبصرے کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ (تفسیر طبری۔ ج،۲۰۔ص،۲۹) افسوس کہ یہ عملِ بد آج بھی ہمارے معاشرہ میں بھی موجود ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا نوجوان طبقہ اکثر گلی کوچوں، نکڑوں اور چبوتروں پر بیٹھا ہوتا ہے اور ہر آنے جانے والے کو پریشان کرتا ہے اور ان کا مذاق اڑاتا ہے، اس عمل کو اللہ نے سب سے برا عمل قرار دیا ہے کہ جسکی وجہ سے اس قوم پر اللہ کا عذاب بھی نازل ہوا، ہمیں چاہیئے کہ اس برے عمل سے اپنے معاشرے کو پاک رکھیں تا کہ ہم بھی اللہ کے اس عذاب سے بچ سکیں۔ یہ وہ گناہ کے کام تھے جسے قوم لوط کیا کرتی تھی اور حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کو ان برے کاموں سے روکا کرتے تھے مگر جیسا کہ پہلے بھی بتلایا گیا کہ جب کسی سے کچھ جواب بن پاتا تو یہ لوگ یہی جواب دیتے تھے کہ جس عذاب سے تم ہمیں ڈرا رہے ہو وہ عذاب لے آؤ قوم لوط نے بھی حضرت لوط علیہ السلام سے یہی کہا کہ اگر واقعی تم اپنی بات میں سچے ہو کہ ہمارے گناہ کرنے کی وجہ سے اللہ ہم پر عذاب بھیجے گا تو تم وہ عذاب ہم پر لے آؤ تا کہ سب کو معلوم بھی ہو جائے کہ واقعی وہ سچ ہے جو تم کہہ رہے ہو، سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۸۲ میں بھی ایک جواب قوم لوط کا گذر چکا ہے کہ جب حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اس عمل بد سے روکا تھا تو اس قوم نے کہا تھا کہ انہیں اس شہر سے نکالدو یہ تو بڑے پاک لوگ ہیں۔

اسکے بعد اللہ نے ان پر عذاب مسلط کیا اور حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات دی، تو یہی وہ عذاب تھا جس کا یہ لوگ یہاں مطالبہ کر رہے ہیں، جب حضرت لوط علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ قوم اپنے کاموں سے رکنے والی نہیں ہے تو آپ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے بے حیائی اور گناہوں میں مبتلا قوم سے بچالے اور ان کے مقابلہ میں میری مدد فرما، سورۃ نوح کی آیت نمبر ۲۷ میں حضرت نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کے حق میں کی گئی بد دعاء کا ذکر ہے کہ انہوں نے اللہ سے فریاد کی کہ اے اللہ! زمین پر کسی کافر کو باقی مت چھوڑ سب کو ملیا میٹ کر دے اگر آپ انہیں ہلاک نہیں کریں گے تو یہ لوگ دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے اور انکی جو اولاد ہوگی وہ بھی گنہ گار اور نافرمان ہی ہوگی، کسی نبی نے اپنی قوم کے لئے بد دعاء اس وقت تک نہیں کی جب تک کہ انہیں اس بات کا یقین نہیں ہو گیا کہ اب یہ لوگ سدھرنے والے نہیں ہیں اپنی ساری کوشش اور محنت کے باوجود بھی یہ لوگ جب ایمان لانے والے نہیں ہوئے تب انہوں نے اللہ سے مدد مانگی حضرت لوط علیہ السلام نے بھی ایسا ہی کیا۔

﴿درس نمبر ۱۶۰۳﴾ جب فرشتے خوشخبری لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے ﴿العنکبوت ۳۱:-تا-۳۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قز كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۣ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔وَلَمَّا جَآءَتْ اور جب آئے رُسُلُنَآ ہمارے قاصد اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم کے پاس بِالْبُشْرٰى خوشخبری کے ساتھ قَالُوْٓا (تو) انہوں نے کہا اِنَّا بلاشبہ ہم مُهْلِكُوْٓا ہلاک کرنے والے ہیں اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اس بستی کے باشندوں کو اِنَّ اَهْلَهَا بلاشبہ اس کے باشندے كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ظالم ہیں قَالَ اس نے کہا اِنَّ فِيْهَا بیشک اس میں لُوْطًا لوط ہے قَالُوْا انہوں نے کہا نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں بِمَنْ اس کو جو کوئی فِيْهَا اس میں ہے لَنُنَجِّيَنَّهٗ البتہ ہم ضرور نجات دیں گے اس کو وَاَهْلَهٗٓ اور اس کے گھر والوں کو اِلَّا امْرَاَتَهٗ سوائے اس کی بیوی کے كَانَتْ وہ ہوگی مِنَ الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہنے والوں میں سے وَلَمَّآ اور جب اَنْ جَآءَتْ یہ کہ آئے رُسُلُنَا ہمارے قاصد لُوْطًا لوط کے پاس سِيْٓءَ وہ مغموم ہوا بِهِمْ انکی وجہ سے وَضَاقَ اور تنگ ہوا بِهِمْ ان کی وجہ سے ذَرْعًا سینہ وَّقَالُوْا اور انہوں نے کہا لَا تَخَفْ تو نہ ڈر وَلَا تَحْزَنْ اور نہ تو غم کھا اِنَّا بلاشبہ ہم مُنَجُّوْكَ نجات دینے والے ہیں تجھے وَاَهْلَكَ اور تیرے گھر والوں کو اِلَّا امْرَاَتَكَ سوائے تیری بیوی کے كَانَتْ وہ ہوگی مِنَ الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہنے والوں میں سے اِنَّا بے شک ہم مُنْزِلُوْنَ نازل کرنے والے ہیں عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اس بستی کے باشندوں پر رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ عذاب آسمان سے بِمَا بسبب اس کے جو كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ وہ نافرمانی کرتے تھے وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق تَّرَكْنَا ہم نے چھوڑی مِنْهَآ اس میں اٰيَةً ایک نشانی بَيِّنَةً واضح لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے جو يَّعْقِلُوْنَ عقل رکھتے ہیں

ترجمہ: ۔اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشی کی خبر لے کر آئے تو کہنے لگے کہ ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کر دینے والے ہیں کہ یہاں کے رہنے والے نافرمان ہیں ۝ ابراہیم نے کہا کہ اس میں تو لوط بھی ہیں، وہ

کہنے لگے کہ جو لوگ یہاں (رہتے) ہیں ہمیں سب معلوم ہیں ہم اُن کو اور اُن کے گھر والوں کو بچا لیں گے بجز اُن کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہو گی O اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان (کی وجہ) سے ناخوش اور تنگ دل ہوئے فرشتوں نے کہا کہ کچھ خوف نہ کیجئے اور نہ رنج کیجئے ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچا لیں گے مگر آپ کی بیوی کہ پیچھے رہنے والوں میں ہو گی O ہم اس بستی کے رہنے والوں پر اس سبب سے کہ یہ بدکرداری کرتے رہے ہیں آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں O اور ہم نے سمجھنے والوں کیلئے اس بستی سے ایک کھلی نشانی چھوڑ دی۔

تشریح:۔ ان پانچ آیتوں میں تیرہ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جب ہمارے فرشتے خوشخبری لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے۔

۲۔ ان فرشتوں نے کہا کہ ہم اس شہر کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ ۳ ۔ یقیناً اس شہر کے لوگ ظالم تھے۔

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اس شہر میں تو حضرت لوط علیہ السلام موجود ہیں۔

۵۔ فرشتوں نے کہا کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس شہر میں کون ہے۔

۶۔ ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو اس عذاب سے بچا لیں گے۔

۷۔ سوائے انکی بیوی کہ جو پیچھے رہنے والوں میں سے ہو گی۔

۸۔ جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ ان فرشتوں کو لیکر پریشان ہوئے اور تنگ دل ہوئے۔

۹۔ ان فرشتوں نے کہا کہ ڈرو مت اور غمگین نہ ہو

۱۰۔ ہم تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو بچا لیں گے سوائے تمہاری بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہو گی

۱۱۔ یقیناً ہم اس شہر والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں۔

۱۲۔ اس لئے کہ یہ لوگ گنہ گار و نافرمان تھے۔

۱۳۔ البتہ ہم نے اس بستی کے کچھ نشان چھوڑ دیئے ہیں جو واضح ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھدار ہیں۔

پچھلی آیت میں حضرت لوط علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے کی گئی فریاد کا ذکر تھا جو ان ظالم لوگوں سے نجات کی دعا کر رہے تھے۔ اس آیت میں حضرت لوط علیہ السلام کی دعا کی قبولیت بیان کی جارہیہے کہ جب اللہ کے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لیکر آئے، یہ خوشخبری کیا تھی اور یہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس کیوں گئے تھے اس کا ذکر سورۂ ھود کی آیت نمبر ۶۷ سے ۸۲ تک بیان کیا گیا ہے جسے مختصر طور میں یہاں بیان کیا جارہا ہے۔ سب سے پہلے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس انکی زوجہ حضرت سارہ اور انہیں یہ خوشخبری دینے پہنچے کہ انہیں ایک بیٹا اسحاق ہونے والا ہے پھر ان فرشتوں نے کہا کہ ہم یہاں سے قریہ سدوم کو جانے والے

ہیں جہاں ہمیں عذاب نازل کرنا ہے تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا وہاں تو حضرت لوط علیہ السلام ہیں پھر وہاں عذاب کس طرح آئے گا؟ اور اگر وہاں عذاب نازل کرو گے تو اسکی زد میں حضرت لوط علیہ السلام بھی آ جائیں گے تو ان فرشتوں نے کہا آپ گھبرائیے مت! ہم حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو ایمان لائے ہیں انہیں اس عذاب سے بچالیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان فرشتوں سے جھگڑنے لگے نہ انہیں چھوڑ دیں اور انہیں عذاب نہ دیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا کیا اگر وہاں مسلمانوں کے دس گھر ہوں تو تب بھی تم انہیں عذاب دو گے؟ تو فرشتوں نے کہا کہ وہاں دس تو کیا دو گھر بھی مسلمانوں کے نہیں ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم۔ج،۹۔ص،۳۰۵۵)

الغرض پھر جب وہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو ان فرشتوں کے پہنچنے سے حضرت لوط علیہ السلام کو تھوڑی گھبراہٹ ہوئی کیوں کہ وہ فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں ان کے گھر آئے تھے اور انکی قوم کی یہ بری عادت تھی کہ وہ لوگ لڑکوں سے شہوت پوری کرتے تھے اس لئے انہیں یہ تکلیف ہوئی کہ اب میں اپنے ان مہمانوں کو ان بے حیاء لوگوں سے کیسے بچاؤں؟ سورۂ ہود کی مذکورہ بالا آیتوں میں ہے کہ جب حضرت لوط علیہ السلام کو اپنے مہمانوں کے تعلق سے خوف ہوا تو انہوں نے اپنی بیٹیوں کو اس قوم کے سامنے کر دیا کہ تمہارے سامنے یہ میری بیٹیاں ہیں تم ان سے نکاح کرو مگر میرے مہمانوں کو چھوڑ دو، بہر حال جب فرشتوں نے یہ معاملہ دیکھا تو حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ فکر نہ کریں بلکہ ہم انسان نہیں ہم فرشتے ہیں، ہم یہاں ان لوگوں کو آپکی دعاء کے سبب عذاب دینے آئے ہیں ہم انہیں ہلاک و تباہ کر دیں گے مگر آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو اس عذاب سے بچالیا جائے گا مگر یہ جو آپ کی بیوی ہے وہ بھی انہی لوگوں میں سے ہے اس کو بھی اسی عذاب میں ہلاک کیا جائے گا، سدوم نامی بستی پر آسمان سے اللہ کا عذاب ان پر نازل کریں گے کیونکہ یہ لوگ اللہ کے نافرمان تھے اسکی نافرمانی کیا کرتے تھے سو اس کا بدلہ انہیں عذاب کی شکل میں ملے گا اور ہم انہیں ہلاک کر دیں گے اور ان کا نام و نشان مٹا دیا جائے گا لیکن ہاں! انکی بستی کے نشانات کو باقی رکھا جائے گا جو انکی ہولناک تباہی کے منظر کو ہمیشہ پیش کرتے رہیں گے تا کہ آگے آنے والے سمجھدار لوگ اسے دیکھ کر نصیحت حاصل کریں اور اللہ کی نافرمانی سے رک جائیں۔

﴿درس نمبر ۱۶۰۴﴾ زمین میں فسادی بن کر مت پھرو ﴿العنکبوت ۳۶:۔۳۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَاِلٰى مَدْيَنَ اور مدین کی طرف اَخَاهُمْ ان کے بھائی شُعَيْبًا شعیب کو فَقَالَ تو اس نے کہا يٰقَوْمِ اے میری قوم! اعْبُدُوا اللّٰهَ تم اللہ کی عبادت کرو وَارْجُوا اور تم امید رکھو الْيَوْمَ الْاٰخِرَ یوم آخرت کی وَلَا تَعْثَوْا اور تم نہ پھرو فِي الْاَرْضِ زمین میں مُفْسِدِيْنَ فساد کرتے ہوئے فَكَذَّبُوْهُ پھر انہوں نے اسے جھٹلایا فَاَخَذَتْهُمُ تو انہیں پکڑ لیا الرَّجْفَةُ زلزلے نے فَاَصْبَحُوْا بالآخر وہ ہو گئے فِيْ دَارِهِمْ اپنے گھروں میں جٰثِمِيْنَ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے

ترجمہ:۔ اور مدیَن کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو (بھیجا) تو اُنہوں نے کہا کہ بھائیو! اللہ کی عبادت کرو اور پچھلے دن (کے آنے) کی اُمید رکھو اور ملک میں فساد نہ مچاؤ O مگر اُنہوں نے اُن کو جھوٹا سمجھا سو اُن کو زلزلے (کے عذاب) نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ ہم نے اہل مدین کی جانب ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔

۲۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کی توقع رکھو۔

۳۔ زمین میں فسادی بن کر مت پھرو۔ ۴۔ انکی قوم نے انہیں جھٹلایا۔

۵۔ تو انہیں ایک زلزلہ نے آ پکڑا۔

۶۔ وہ اپنے گھروں میں صبح کے وقت اوندھے گرے ہوئے تھے۔

پچھلی آیتوں میں حضرت لوط علیہ السلام اور انکی قوم کا تذکرہ تھا، یہاں مختصر انداز میں حضرت شعیب علیہ السلام اور انکی قوم یعنی اصحابِ مدین کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اہل مدین کی طرف نبی بنا کر بھیجا جو خود بھی اہل مدین ہی سے تھے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو دو قوموں کے پاس نبی بنا کر بھیجا گیا تھا ایک اہل مدین اور دوسری اصحاب الایکہ (تفسیر ابن ابی حاتم۔ ج،۹۔ ص، ۳۰۵۹) تو انہوں نے بھی دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا اور ان سے کہا کہ اے میری قوم ان بتوں کی عبادت کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس عبادت میں تم کسی دوسرے کو شریک نہ کرو اور اس بات کا بھی یقین رکھو کہ جو کچھ نیکی کر رہے ہو اس کا اجر تمہیں کل قیامت کے دن ملے گا وہ قیامت کہ جس کا ہونا یقینی ہے تم اس قیامت کے واقع ہونے پر یقین رکھو ایسا نہ کہو کہ یہی دنیا ہے اسی دنیا میں رہنا ہے اسکے بعد اور کوئی دنیا نہیں ہوگی نہ ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور نہ ہمارا حساب ہوگا، اس غلط فہمی سے نکلو اور جب تم آخرت میں حساب و کتاب پر ایمان لاؤ گے تو تم زمین میں فساد مچانے سے بھی باز آ جاؤ گے لہٰذا تم اس زمین پر فساد برپا مت کرو اور ایک اللہ کی عبادت کرتے ہوئے امن اور سکون اس دنیا میں باقی رکھو، یہاں فساد سے مراد یہ ہے کہ یہ قوم

ناپ تول میں کمی کیا کرتی تھی جس سے انہیں روکا جارہا ہے کہ تم یہ جو ناپ تول میں کمی کررہے ہو یہ ایک فساد اور بگاڑ ہے کیوں کہ اللہ نے زمین میں انصاف پھیلا کراسکی اصلاح کردی ہے اب تم ناانصافی کر کے لوگوں کا حق مار کر اس میں بگاڑ مت پیدا کرو، جیسا کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے بیان کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اہل مدین کے پاس بھیجا جو کافر ہونے کے ساتھ ساتھ ناپ تول میں کمی بھی کیا کرتے تھے پھر انھوں نے اپنی قوم کو ناپ تول میں کمی کرنے سے روکا اور جب قوم نے انکی تکذیب کی اور وہ سرکشی پر اتر آئی۔حضرت شعیب علیہ السلام سے اللہ کے عذاب کی مانگ کی۔(تفسیر ابن ابی حاتم۔ج،۹۔ص،۳۰۵۹) پھر جو عذاب اللہ نے ان پر بھیجا اسے بیان کیا جارہا ہے کہ ان پر ایک دھماکہ دار زلزلہ آگیا جسکی وجہ سے وہ لوگ اپنے گھروں میں مردہ ایک دوسرے کے اوپر پڑے ہوئے لاشیں بن گئے،اس طرح اللہ نے اس قوم کو بھی ہلاک کرڈالا۔

﴿درس نمبر ۱۶۰۵﴾ شیطان نے ین کے اعمال کو مزین کر کے دکھلایا ﴿العنکبوت ۳۸:۔۳۹﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَعَادًا وَّثَمُوْدَاْ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۝ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَعَادًا اور عاد کو وَّثَمُوْدَاْ اور ثمود کو وَقَدْ اور تحقیق تَّبَيَّنَ واضح ہو چکی ہے لَكُمْ تم پر مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ان کے گھروں سے وَزَيَّنَ اور مزین کردیئے گئے لَهُمُ ان کیلئے الشَّيْطٰنُ شیطان نے اَعْمَالَهُمْ ان کے عمل فَصَدَّهُمْ اور اس نے انہیں روک دیا تھا عَنِ السَّبِيْلِ راہ سے وَكَانُوْا حالانکہ وہ تھے مُسْتَبْصِرِيْنَ ہوشیار سمجھدار وَقَارُوْنَ اور قارون وَفِرْعَوْنَ اور فرعون وَهَامٰنَ اور ہامان کو وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق جَآءَهُمْ آئے تھے ان کے پاس مُّوْسٰى موسیٰ بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلیلوں کے ساتھ فَاسْتَكْبَرُوْا پھر انھوں نے تکبر کیا فِى الْاَرْضِ زمین میں وَمَا كَانُوْا اور نہ تھے وہ سٰبِقِيْنَ آگے نکل جانے والے

ترجمہ:۔ اور عاد اور ثمود کو بھی (ہم نے ہلاک کردیا) چنانچہ اُن کے (ویران گھر) تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال ان کو آراستہ کر کے دکھائے اور اُن کو (سیدھے) رستے سے روک دیا حالانکہ وہ دیکھنے والے (لوگ) تھے ۝ اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی (ہلاک کردیا) اور اُن کے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ ملک میں مغرور ہو گئے اور وہ (ہمارے) قابو سے نکل جانے والے نہ تھے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔قوم عاد اور قوم ثمود کو بھی ہلاک کیا۔ ۲۔ان کے رہنے کی جگہوں سے تمہیں واضح طور پر معلوم ہو گیا۔
۳۔شیطان نے ان کے اعمال انہیں مزین کر کے دکھلائے۔
۴۔انہیں (سیدھے) راستے سے بھی روکا۔ ۵۔حالانکہ وہ صاحبِ بصیرت لوگ تھے۔
۶۔اسی طرح قارون، فرعون اور ھامان کو بھی ہلاک کیا۔
۷۔حالانکہ ان کے پاس موسیٰ علیہ السلام واضح نشانیاں لیکر آئے۔
۸۔انہوں نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا۔ ۹۔وہ (اللہ کے عذاب سے) بچ کر نکلنے والے نہ تھے۔

اہل مدین کی ہلاکت و بربادی کے بیان کے بعد قوم عاد جو کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی اور ثمود جو کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی ان دونوں قوموں کا تذکرہ یہاں کیا جارہا ہے کہ اللہ نے اسی طرح قوم عاد کو بھی ہلاک کر دیا جو کہ احقاف نامی جگہ میں رہا کرتے تھے جو یمن کے قریب ہے، ان کے پاس حضرت ہود علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے تھے انہوں نے بھی اپنے قوم کو بت پرستی اور شرک سے روکا اور ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی مگر اس قوم نے بھی انکو جھٹلایا اور ان کا کہنا نہ مانا جیسا کہ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۶۰ میں ہے اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ خبردار کہ قوم عاد نے اپنے رب کا انکار کیا تو انہیں اسکی وجہ سے ہلاک کر دیا گیا۔اور پھر قوم ثمود کو بھی ایسے ہی اللہ نے ہلاک کیا جو کہ حجر نامی مقام میں رہا کرتی تھی جنکے پاس حضرت صالح علیہ السلام نبی بن کر آئے تھے اور انہوں نے انہیں ایک رب کی عبادت کی دعوت دی جس پر انہوں نے معجزات بھی مانگے پھر ان کے مانگے ہوئے معجزات بھی انہیں دیئے گئے مگر اسکے باوجود اس قوم نے بھی حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی اور کفر میں مبتلا رہے جسکی وجہ سے انہیں ہلاک کیا گیا، ان کی ہلاکت کا سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۷۴ سے ۷۹ تک تفصیل سے موجود ہے۔ یہاں پر مختصر انداز میں اس واقعہ کی یاد دہانی کے لئے اشارہ دیا گیا۔پھر آگے اللہ تعالیٰ اہل مکہ کے کفار و مشرکین سے کہہ رہے ہیں کہ اے مشرکو! تمہیں خوب معلوم ہے کہ ان کے ساتھ کیا کچھ ہوا؟ کیونکہ تم ان کے تباہ شدہ گھروں کا مشاہدہ کررہے ہو، اور ان کے ساتھ جو دردناک عذاب کا معاملہ پیش آیا اسکی گواہی ان کے تباہ شدہ مکانات دے رہے ہیں، مگر پھر بھی وہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے اس وجہ سے کہ شیطان نے اس شرک کو ان کے سامنے خوبصورت بنا کر پیش کیا ہے جس میں یہ لوگ مگن ہو گئے اور اسطرح شیطان نے انہیں سیدھے راستے سے بھٹکا دیا۔ قیامت کے دن ان کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہے گا کیونکہ وہ اللہ کے عذاب کو اور اسکی نشانیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اور اللہ نے انہیں عقل و سمجھ بھی عطاء کی تھی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے بڑے بڑے مشرکوں کا تذکرہ فرمایا کہ ہم نے قارون جیسے مالدار شخص کو بھی ہلاک کر دیا کہ جسکی دولت کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، سورۂ قصص کی آیت نمبر ۷۶ میں اللہ نے کہا کہ اسکی دولت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اسکے

خزانے کی چابیاں ہی خود طاقتور لوگ اٹھایا کرتے تھے، مگر یہ مال اسکے کچھ فائدہ کا نہ ہوا بلکہ اورنقصان دہ ثابت ہو گیا جس کے ملنے پر وہ مغرور ہو گیا جو اسکی ہلاکت کا سبب بنا، اسی طرح اللہ نے مصر کے ایک بڑے بادشاہ فرعون کو بھی ہلاک کر دیا جبکہ اللہ نے اسے سلطنت وجاہ وحشمت سے نوازا تھا اسے بھی اس رتبے ومرتبہ نے اللہ کے سامنے جھکنے سے روکے رکھا آخر کار وہ بھی موت کے منہ میں چلا گیا وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ (البقرہ ۵۰:) اسی طرح فرعون کے وزیر ھامان کو بھی اس فرعون کے ساتھ اللہ نے ہلاک کر دیا جبکہ ان سب کے پاس اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کا پیغام اور نشانیاں لیکر آئے تھے جن نشانیوں کو دیکھ کر سارے جادوگر اسلام کے پرچم تلے آ گئے مگر مغرور فرعون اور اس کے وزیر ھامان نے انکار کر دیا، آخر کار عذابِ شدید میں مبتلا ہوئے جو قیامت تک آنے والوں کے لئے نصیحت اور عبرت کا سامان بن گئے۔

﴿درس نمبر ۱۶۰۶﴾ ہم نے ہر ایک اسکے گناہوں کے سبب پکڑا ﴿العنکبوت ۴۰:﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَكُلًّا (پھر) ہر ایک کو اَخَذْنَا ہم نے پکڑا بِذَنْۢبِهٖ اس کے گناہوں کی وجہ سے فَمِنْهُمْ چنانچہ کوئی تو ان میں سے مَّنْ وہ ہے کہ اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجی عَلَيْهِ اس پر حَاصِبًا پتھراؤ کرنے والی اندھی وَمِنْهُمْ اور کوئی ان میں سے مَّنْ وہ ہے کہ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ پکڑا اسے چیخ نے وَمِنْهُمْ اور کوئی ان میں سے مَّنْ وہ ہے کہ خَسَفْنَا بِهِ ہم نے دھنسا دیا اسے الْاَرْضَ زمین میں وَمِنْهُمْ اور کوئی ان میں سے مَّنْ وہ ہے کہ اَغْرَقْنَا ہم نے (اسے) غرق کر دیا وَمَا كَانَ اللّٰهُ اور نہیں تھا اللہ لِيَظْلِمَهُمْ کہ وہ ان پر ظلم کرتا وَلٰكِنْ اور لیکن كَانُوْٓا وہ تھے اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے

ترجمہ:۔ تو ہم نے سب کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا ان میں کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور کچھ ایسے تھے جن کو چنگھاڑ نے آ پکڑا اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ ایسے تھے جن کو غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔

تشریح:۔ اس آیت میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ہم نے ہر ایک کو اسکے گناہوں کے سبب پکڑا۔

۲۔ان میں سے بعض وہ تھے جن پر ہم نے سخت ہوا بھیجی۔
۳۔بعض وہ تھے جنہیں زوردار چیخ نے آ پکڑا۔ ۴۔بعض وہ تھے جنہیں ہم نے زمین میں دھنسادیا۔
۵۔بعض وہ تھے جنہیں ہم نے پانی میں ڈوبادیا۔ ۶۔اللہ ایسا نہیں کہ ان پر کسی قسم کا ظلم کرتا۔
۷۔بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔

پچھلی آیتوں میں انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کا تذکرہ تھا مثلاً قومِ عاد وثمود اور ساتھ ہی قارون، فرعون اور ھامان کا بھی تذکرہ کیا گیا۔ان آیات میں ان قوموں پر ہوئے عذاب کی شکلیں اور صورتیں بیان کی جارہی ہیں۔اللہ نے فرمایا کہ ہم نے ان تمام کو عذاب میں مبتلا کیا بعض کا عذاب تو ایسا تھا کہ ان پر ہم نے ٹھنڈی تیز آندھی بھیجی جو اپنے ساتھ پتھر بھی اٹھالائی تھی اور وہ پتھر اس قوم پر برسنے لگے جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوگئے، اس سے مراد قوم عاد ہے جس کی جانب حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا جس کا تذکرہ سورہ حجر کی آیت نمبر ۷۳ میں بھی کیا گیا، پھر اسکے بعد قوم ثمود پر کئے گئے۔عذاب کو اللہ نے بتلایا، بعض مفسرین نے کہا کہ اس سے مراد قوم ثمود اور اہل مدین دونوں ہیں ان دونوں پر اسی قسم کا عذاب اللہ نے نازل کیا تھا، کہ جب انہوں نے اپنے نبی صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور اللہ کی اونٹنی کو مارڈالا تب اللہ نے ان پر ایک ایسی خطرناک چیخ بھیجی جسے وہ برداشت نہ کرسکے اور ان کی موت واقع ہوگئی، ہوسکتا ہے کہ اس چیخ کی وجہ سے ان کی دماغی رگیں پھٹ گئی ہوں اور ان کی موت ہوگئی ہو، قوم ثمود کے عذاب کا تذکرہ سورۂ ہود آیت نمبر ۹۴ اور سورۂ حجر آیت نمبر ۸۳ میں بھی بیان کیا گیا ہے، اسکے بعد قارون پر کئے گئے عذاب کا تذکرہ ہے کہ اسے اسکے مال و دولت سمیت ہی زمین میں دھنسادیا گیا جس کا بیان سورۂ قصص کی آیت نمبر ۸۱ میں بھی کیا گیا، پھر اسکے بعد فرعون اور ھامان کو دیئے گئے عذاب کی تفصیل بیان کی گئی کہ انہیں اللہ نے سمندر میں غرق کردیا جبکہ وہ موسی علیہ السلام اور ان کے حواریین کی تلاش میں ان کا پیچھا کرتے ہوئے سمندر میں پہنچ گئے تھے جس سمندر میں اللہ نے موسی علیہ السلام کے لئے راستے بنادئے تھے مگر اسی سمندر نے فرعون کے ساتھ ھامان اور اسکی پوری فوج کو ڈبو دیا جس کا تذکرہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۵۰ میں اور سورۂ انفال کی آیت نمبر ۵۴ اور دیگر مقامات پر بھی کیا گیا، یہ بات یادرہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا یعنی انہیں جو عذاب آیا اس عذاب کا دینا ان پر کوئی ظلم نہیں بلکہ انہیں ان کے اعمال کی سزادی گئی جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے کہ جب کوئی مجرم جرم کرتا ہے تو اسے اس جرم کی سزادی جاتی ہے اسی طرح انہیں ان کے جرم کی سزادی گئی ان پر کوئی ظلم نہیں کیا گیا بلکہ انہوں نے خود ہی اپنے آپ پر اللہ کی نافرمانی کرکے ظلم کیا کہ اپنی جان کو نقصان میں ڈالدیا جس کا بدلہ انہیں اس دنیا ہی میں مل گیا اور آخرت میں تو ان کی سزا الگ ہی ہے۔

﴿درس نمبر ۱۶۰۷﴾ **سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے** ﴿العنکبوت ۴۱:۲۹ ـ ۴۲ ـ ۴۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مثال ان لوگوں کی جنہوں نے بنائے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے اَوْلِيَآءَ کارساز كَمَثَلِ جیسے مثال الْعَنْكَبُوْتِ مکڑی کی اِتَّخَذَتْ اس نے بنایا بَيْتًا ایک گھر وَاِنَّ اور بلاشبہ اَوْهَنَ زیادہ کمزور الْبُيُوْتِ سب گھروں سے لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ البتہ مکڑی کا گھر ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ وہ جانتے ہوتے اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ بلاشبہ اللہ جانتا ہے مَا يَدْعُوْنَ جو وہ پکارتے ہیں مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا مِنْ شَيْءٍ کوئی چیز وَهُوَ الْعَزِيْزُ اور وہ نہایت غالب الْحَكِيْمُ خوب حکمت والا ہے وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ اور یہ مثالیں ہیں نَضْرِبُهَا ہم ان کو بیان کرتے ہیں لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے وَمَا يَعْقِلُهَآ اور انہیں نہیں سمجھتے اِلَّا الْعَالِمُوْنَ مگر علم والے ہی

ترجمہ:۔ جن لوگوں نے اللہ کے سوا (اوروں کو) کارساز بنا رکھا ہے ان کی مثال لکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک (طرح کا) گھر بناتی ہے اور کچھ شک نہیں کہ تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے کاش یہ (اس بات کو) جانتے ○ یہ جس چیز کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں (خواہ) وہ کچھ ہی ہو اللہ اُسے جانتا ہے اور وہ غالب اور حکمت والا ہے ○ اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے بیان کرتے ہیں اور اسے تو اہلِ دانش ہی سمجھتے ہیں۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ ان لوگوں کی مثال جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بناتے ہیں مکھڑی کی طرح ہے جو گھر بناتی ہے۔

۲۔ سب سے کمزور گھر وہ مکھڑی کا ہی ہوتا ہے۔ ۳۔ کاش یہ لوگ اس بات کو جان لیتے۔

۴۔ اللہ تو اسے خوب جانتا ہے جسے یہ لوگ اسکے علاوہ پکارتے ہیں۔

۵۔ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ ۶۔ اس قسم کی مثالیں ہم لوگوں سے بیان کرتے ہیں۔

۷۔ ان مثالوں کو تو بس علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں مشرکوں کو ان کی نافرمانیوں کے سبب سزائیں بتلائی گئیں۔ ان آیتوں میں ان

مشرکوں کی بے وقوفی کی مثال بیان کی جارہی ہے کہ ان کفار ومشرکین کی مثال جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی اور بے جان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ بت اور یہ ان کے معبود ان کے کام آئیں گے اور انہیں دنیا میں فائدہ پہنچائیں گے اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچائیں گے، ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ مکڑی، جب یہ مکڑی اپنا گھر بناتی ہے تو اس کا گھر سب سے نازک ہوتا ہے کوئی کیڑا یا جانور اتنا کمزور گھر نہیں بناتا جتنا مکھڑی بناتی ہے کہ بس ایک پھونک سے ہی اس کا گھر اڑ جائے، بالکل اس مکڑی کے گھر کی طرح ان کے معبود بھی ہیں کہ وہ لوگ مکڑی ہیں اور اس کا جالا ان کے معبود ہیں جو انتہائی کمزور اور کچھ کام کے نہیں ہیں، نہ تو وہ انہیں کوئی نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی کوئی فائدہ، اور ان کی عبادت کرنا ان کافروں کے کچھ کام نہ آئے گا جیسا کہ وہ مکھڑی کا جالا انسان کے کچھ نہیں آتا نہ وہ اسے ٹھنڈک اور گرمی سے بچا سکتا ہے اور نہ بارش سے، ایسے ہی یہ بت ہیں کہ نہ تو انہیں کل قیامت میں اللہ کی پکڑ سے بچا سکیں گے اور نہ ان سے اس عذاب کو دور کرسکیں گے، اگر انہیں یہ بات سمجھ میں آجاتی تو اچھا رہتا کہ ان کے معبود کتنے ناکارہ ہیں مگر یہ لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے، سمجھتے تو وہ لوگ ہیں جو عقل اور سمجھ بوجھ رکھتے ہیں مگر ان کی عقلوں پر تو تالے لگے ہوئے ہیں انہیں یہ سب کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا۔

پھر آگے انہیں اور سمجھانے کے لئے اللہ فرمارہے ہیں کہ جس کسی معبود کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کررہے ہیں اسکی حقیقت سے اللہ خوب واقف ہے کہ وہ کتنا ناکارہ اور کتنا بے بس ہے کہ خود کے وجود میں آنے کے لئے وہ دوسروں کا محتاج ہوتا ہے، مگر اللہ جس کی عبادت کرنی چاہئے ایسا نہیں ہے بلکہ وہ تو ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے جو چاہے کرسکتا ہے، ان کفار کو ان کے کفر کی سزا دینے پر بھی وہ قادر ہے اور وہ حکمت والا بھی ہے جو کچھ وہ کرتا ہے اسکی وجہ خود اسے معلوم ہے، اس نے ان انسانوں کو مسلم ومشرک میں کیوں تقسیم کیا اسی کو اس کا علم ہے؟ کیوں اس نے ان بے جان معبودوں کو انسان کی آزمائش کے لئے وجود بخشا اسکی وجہ بھی اسی کو معلوم ہے؟ الغرض اسکے کاموں میں حکمت چھپی ہوئی ہے جو ہم انسانوں کی سمجھ سے بالاتر ہے، ہمارا تو کام ہے اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہ ہم ایمان لے آئے اور ہم نے تصدیق کی۔ اسکے بعد اللہ تعالی فرمارہے ہیں کہ یہ جو مثالیں ہیں یا اس جیسی مثالیں جو اللہ بیان کرتا ہے ان مثالوں کو دیکھ کر اور سن کر بس عقل مند لوگ ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب کبھی میں قران کی آیت پڑھتا ہوں تو وہ آیت مجھے غمزدہ کردیتی ہے کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور سوائے عقلمند کے اسے کوئی نہیں سمجھتا۔ (الدر المنثو) اللہ کا مقصد بھی ان مثالوں کو بیان کرنے کا یہ ہے کہ اگر کوئی عقل مند شخص کسی کے بہکاوے میں آکر غلط راہ پکڑ لے تو اسے یہ مثالیں راہ حق پر لانے کے لئے کافی ہوجائیں گی۔

﴿درس نمبر ۱۶۰۸﴾ **اللہ ہی نے آسمانوں اورزمین کو برحق پیدا کیا** ﴿العنکبوت ۴۴:۔۴۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ خَلَقَ اللّٰهُ اللہ نے پیدا کیا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ آسمانوں اورزمین کو بِالْحَقِّ ؕ حق کے ساتھ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ بلاشبہ اس میں لَاٰیَةً البتہ نشانی ہے لِّلْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں کے لیے اُتْلُ تلاوت کیجیے مَاۤ اُوْحِیَ جو کچھ وحی کی گئی اِلَیْكَ آپ کی طرف مِنَ الْكِتٰبِ کتاب سے وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اورنماز قائم کیجیے اِنَّ الصَّلٰوةَ بلاشبہ نماز تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ بے حیائی سے روکتی ہے وَالْمُنْكَرِ اور بے کاموں سے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اور البتہ اللہ کا یاد کرنا اَكْبَرُ بہت بڑی چیز ہے وَاللّٰهُ اور اللہ یَعْلَمُ جانتا ہے مَا تَصْنَعُوْنَ جو کچھ تم کرتے ہو

ترجمہ:۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کیساتھ پیدا کیا ہے کچھ شک نہیں کہ ایمان والوں کیلئے اس میں نشانی ہے ۝ (اے محمد ﷺ!) یہ کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بڑا (اچھا کام) ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے جانتا ہے۔

تشریح:۔ ان دو آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔

۲۔ یقیناً اس میں بھی ایمان لانے والوں کے لئے ایک نشانی ہے۔

۳۔ اے نبی! آپ پڑھئے جو وحی آپ کی جانب بھیجی جاتی ہے۔

۴۔ آپ نماز بھی قائم رکھئے۔

۵۔ یقیناً نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔

۶۔ البتہ اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

۷۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

پچھلی آیتوں میں معبودان باطل کا حال بیان کیا گیا تھا کہ وہ کتنے کمزور اور عاجز ہیں، یہاں اس اللہ کی قدرت بیان کی جارہی ہے جس کی عبادت کا حکم دیا گیا، ارشاد ہوا کہ وہ اللہ جس کی عبادت کا تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ ایسی قدرت و طاقت والا ہے کہ اس نے ان بلند آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کیا، اس آسمان میں اس رب ذوالجلال نے تمہاری سہولت کی خاطر سورج اور چاند پیدا کئے اور تمہارے نفع کے لئے بادلوں کو پیدا کیا جو بارش لے کر آتے ہیں جس سے تم

اپنی غذائیں پاتے ہو یہی نہیں جس زمین سے تم اپنی غذا حاصل کرتے ہو اور جس پر تم کھیتی کرتے ہو اور جس زمین پر تم عالیشان مکانات تعمیر کرتے ہو انہیں بھی اسی خالق و مالک ایک اللہ نے پیدا کیا، بھلا جو اللہ ایسی عظیم قدرت و طاقت والا ہو جو تمہاری ضرورتیں پوری کرتا ہو اور تمہیں نفع ونقصان پہنچانے پر قادر ہو تو تم اسے چھوڑ کر غیروں کو کیوں معبود بناتے ہو؟

تفسیر منیر میں یہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میری پہچان ہو تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا جس کے ذریعہ تم نے مجھے جانا۔ (تفسیر منیر۔ ج،۲۰۔ص،)۲۴۸ اللہ اپنی قدرت اور طاقت کو ظاہر کرنے کے بعد اپنے نبی کو اور تمام مومنوں کو قرآن کے پڑھنے اور نماز قائم رکھنے کی تاکید کی کہ اے نبی! آپ اس کلام کی تلاوت لوگوں کے سامنے کیجئے جس کلام کو آپ کے رب نے آپ پر بطور وحی اتارا تا کہ یہ کلام آپ کے امتی بھی سن لیں اور اس کلام میں جو احکامات ہیں انہیں بھی اس کا پتا چل جائے تو پہلا حکم تو یہ ہے کہ آپ اور تمام مسلمان اللہ کے آگے سر بسجود ہو جائیں، اسکے آگے اپنے ماتھے کو ٹیکیں اور نماز ادا کریں اور اسکی پابندی بھی کریں، یہی وہ عبادت ہے جو تمہیں اللہ کے قریب کرے گی اور برائی اور گناہ کے کاموں سے تمہیں دور رکھے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا جس کسی کو اسکی نماز بے حیائی اور برے کاموں سے نہیں روکی تو یہ نماز اسے اللہ سے دور ہی کرتی رہے گی۔)الجامع الصغیر)۱۲۶۰۶ :، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :اس شخص کی نماز نہیں جس نے نماز کی اطاعت نہیں کی اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ بے حیائی اور گناہوں سے بچا جائے۔ (جامع اَلاحادیث للسیوطی ۱۷۱۵۴) اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نماز کے بعد جو سب سے بڑی نیکی کا کام ہے وہ اللہ کا ذکر ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کا معنی ہے کہ اللہ کی تسبیح، حمد اور اسکی بڑائی نماز میں کی جائے۔ اور آپ نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا تمہیں یاد کرنا تمہارا اسے یاد کرنے سے زیادہ فضیلت والا ہے۔ (تفسیر طبری۔ ج،۲۰۔ص،)۴۲ پھر اسکے بعد اللہ نے فرمایا کہ جو کچھ تم کرتے ہو اور کس نیت سے کرتے ہو یہ سب اللہ کو معلوم ہے، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی عبادتوں میں اخلاص پیدا کریں اور اپنی نیتوں کو درست رکھیں اور ہمارا جذبہ صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرنا ہو۔

﴿درس نمبر ۱۶۰۹﴾ اہلِ کتاب سے بہتر طریقہ سے بحث کرو ﴿العنکبوت ۴۶:﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا

بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَاِلٰـھُنَا وَاِلٰـھُکُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اور نہ تم جھگڑو اَهْلَ الْکِتٰبِ اہلِ کتاب سے اِلَّا بِالَّتِیْ مگر اس طریقے سے کہ هِیَ اَحْسَنُ وہ بہت بہتر ہے اِلَّا الَّذِیْنَ مگر ان لوگوں سے جنہوں نے ظَلَمُوْا ظلم کیا مِنْھُمْ ان میں سے وَقُوْلُوْٓا اور تم کہو اٰمَنَّا ہم ایمان لائے بِالَّذِیْٓ اس پر جو اُنْزِلَ نازل کی گئی اِلَیْنَا ہماری طرف وَاُنْزِلَ اور نازل کی گئی اِلَیْکُمْ تمہاری طرف وَاِلٰـھُنَا اور ہمارا معبود وَاِلٰـھُکُمْ اور تمہارا معبود وَاحِدٌ ایک ہی ہے وَّنَحْنُ اور ہم لَهٗ مُسْلِمُوْنَ اسی کے فرمانبردار ہیں

ترجمہ:۔ اور اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر ایسے طریق سے کہ نہایت اچھا ہو ہاں جو اُن میں سے بے انصافی کرے (اُن کیساتھ اسی طرح مجادلہ کرو) اور کہہ دو کہ جو (کتاب) ہم پر اتری اور جو (کتابیں) تم پر اُتریں ہم سب پر ایمان لاتے ہیں اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔

تشریح:۔ اس آیت میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ تم اہل کتاب سے جھگڑا مت کرو مگر اس طریقہ سے جو بہتر ہو۔

۲۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں ظلم کیا۔

۳۔ تم کہو کہ ہم ایمان لے آئے اس پر جو ہم پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو تم پر اتاری گئی۔

۴۔ یہ کہ تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے۔ ۵۔ ہم تو اسی کے فرمانبردار ہیں۔

پچھلی آیتوں میں ان مشرکین و کفار کا ذکر تھا جو اللہ کو نہیں مانتے تھے اور انہوں نے دوسروں کو معبود بنا رکھا تھا مگر اس آیت میں اہل کتاب کو تبلیغ کا حکم دیا جا رہا ہے جو کہ اللہ کو تو مانتے تھے اسکی عبادت بھی کیا کرتے تھے مگر انہوں نے اللہ کے نبی ہونے کا انکار کیا اور اپنی کتابوں میں تبدیلیاں کر ڈالیں اور حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا لیا تھا تو انہیں دین اسلام کی جانب بلانے کا طریقہ اللہ یہاں بیان فرما رہے ہیں کہ اے مسلمانو! جب تمہیں اہل کتاب سے بحث کرنا پڑے اور انہیں سمجھانے کی ضرورت پیش آئے تو تم انہیں نرمی کے ساتھ سمجھاؤ اور سخت گوئی سے پرہیز کرو جیسا کہ یہ حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس وقت دیا گیا جب انہیں فرعون کو دعوت دین دینے کیلئے بھیجا گیا۔ سورۃ النحل میں بھی رسولِ رحمت ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (النحل ۱۲۵) (اے پیغمبر!) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے رب کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو۔ ویسا ہی حکم مسلمانوں کو یہاں دیا جا رہا ہے کیونکہ نرمی اور خوش اخلاقی سے جو کام بنتا ہے وہ سخت کلامی اور ترش روئی سے نہیں بنتا، ہاں! اگر کوئی آپ کی نرمی کا فائدہ اٹھائے اور آپ کے ساتھ سختی سے پیش آئے تو آپ کو اجازت ہے کہ آپ بھی اسکے ساتھ وہی رویہ اختیار کریں تا کہ اسے آپ پر حاوی ہونے کا موقع

نہ ملے اسی کو اللہ نے اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ سے تعبیر فرمایا، بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہاں مشرکین سے قتال کرنے کو کہا گیا اگر وہ جزیہ دینے کے لئے تیار ہو گئے تو ٹھیک ہے ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آ ولیکن اگر وہ جزیہ دینے سے انکار کر دیں تو آپ کو ان کے ساتھ سختی کرنے کی اجازت ہے، مگر پہلی بات جو انہیں اسلام کی دعوت دینے کے بارے میں کہی گئی وہی زیادہ مناسب ہے کیونکہ آگے اسے کا ذکر ہے کہ جب تم انہیں اللہ کی جانب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اقرار کی جانب بلاؤ تو تم ان سے پہلے یہ کہو کہ دیکھو! ہم اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں جو اللہ نے تمہارے پاس بھیجی ہے یعنی تورات اور انجیل اور اس کلام پر بھی جو نبی آخر الزماں پر اتاری گئی یعنی قرآن کریم، ہم مانتے ہیں کہ وہ بھی اللہ کا کلام ہے اور یہ بھی اللہ کا کلام ہے اور ہم اسی اللہ کی عبادت کرتے ہیں جس کی عبادت تم کرتے ہو یعنی تم بھی اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو مگر تم اس بات کا انکار کرتے ہو کہ یہ محمد ﷺ اللہ کے نبی ہیں، لہٰذا تم اس بات پر ایمان لے آ ؤ کہ یہ محمد ﷺ اللہ کے نبی ہیں جنکے نبی ہونے کی تصدیق تمہاری کتابوں میں بھی موجود ہے مگر تم اسے چھپاتے ہو اور اسے ماننے سے انکار کرتے ہو حالانکہ وہ اللہ کا کلام ہے جس کا ماننا ہر ایک کے لئے ضروری ہے جو اسے نہ مانے گا وہ کافر ہو جائے گا اور جو اسے مانے گا اسے مسلمان، مطیع و فرمانبردار کہا جائے گا، ہم تو اس بات کو مانتے ہیں اور اسکے ایک اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب بلکہ یہ کہو کہ ہم ایمان لے آئے جو ہم پر اترا اور جو تم پر اترا۔ (بخاری ۴۴۸۵)

﴿درس نمبر ۱۶۱۰﴾ ہماری آیتوں کا انکار صرف کافر ہی کرتا ہے ﴿العنکبوت ۴۷۔۴۸۔۴۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ كَذٰلِكَ اور اسی طرح اَنْزَلْنَآ ہم نے نازل کی اِلَيْكَ آپ کی طرف الْكِتٰبَ کتاب فَالَّذِيْنَ چنانچہ وہ لوگ کہ اٰتَيْنٰهُمُ ہم نے دی انہیں الْكِتٰبَ کتاب يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لاتے ہیں بِهٖ اس پر وَمِنْ اور بعض هٰٓؤُلَآءِ ان میں سے مَنْ وہ ہیں جو يُّؤْمِنُ ایمان لاتے ہیں بِهٖ اس پر وَمَا يَجْحَدُ اور انکار نہیں کرتے بِاٰيٰتِنَآ ہماری آیتوں کا اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ مگر کافر لوگ ہی وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا اور آپ نہیں پڑھتے تھے مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے مِنْ كِتٰبٍ کوئی کتاب وَّلَا تَخُطُّهٗ اور نہ آپ اسے لکھتے تھے بِيَمِيْنِكَ اپنے

دائیں ہاتھ سے اِذًا تب لَّارْتَابَ البتہ شک کرتے الْمُبْطِلُوْنَ باطل پرست بَلْ هُوَ بلکہ وہ اٰيٰتٌۢ آیتیں ہیں بَيِّنٰتٌ واضح فِيْ صُدُوْرِ سینوں میں الَّذِيْنَ ان لوگوں کے جو اُوْتُوا الْعِلْمَ علم دیئے گئے وَمَا يَجْحَدُ اور انکار نہیں کرتے بِاٰيٰتِنَآ ہماری آیتوں کا اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ مگر ظالم لوگ ہی

ترجمہ:۔ اور اسی طرح ہم نے تمہاری طرف کتاب اُتاری ہے تو جن لوگوں کو ہم نے کتابیں دی تھیں وہ اُس پر ایمان لے آئے ہیں اور بعض ان (مشرک) لوگوں میں سے بھی اس پر ایمان لے آتے ہیں اور ہماری آیتوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو کافر (ازلی) ہیں O اور تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اُسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے، ایسا ہوتا تو اہلِ باطل ضرور شک کرتے O بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے اُن کے سینوں میں (محفوظ) اور ہماری آیتوں سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو بے انصاف ہیں۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں نو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اسی طرح ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب نازل کی

۲۔ وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان لے آئے۔

۳۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جو اس پر بھی ایمان لے آئے۔

۴۔ ہماری آیتوں کا انکار صرف کافر ہی کرتا ہے۔

۵۔ آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے۔

۶۔ نہ آپ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔

۷۔ ورنہ یہ اہل باطل شک میں پڑ جاتے۔

۸۔ بلکہ یہ قرآن تو بذات خود واضح دلائل کا مجموعہ ہے ان لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا۔

۹۔ ہماری آیتوں کا انکار تو صرف ظالم لوگ ہی کرتے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں اہل کتاب کا تذکرہ تھا، اہل کتاب وہ لوگ کہلاتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتاب دی ہو جیسے تورات اور انجیل، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کر رہے ہیں اور اہل کتاب کو سمجھانے کے لئے کہہ رہے ہیں کہ جس طرح ہم نے تمہارے انبیاء کے پاس کتاب بھیجی تھی اسی طرح ہم نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کتاب نازل کی ہے، پھر آگے ان اہل کتاب کے بارے میں کہا گیا کہ پچھلی کتابیں دیکھ کر وہ اس پر ایمان لے آئے مگر اس کتاب کے اللہ کی طرف سے وحی ہونے کا انکار کر بیٹھے مگر ان اہل کتاب میں سے چند لوگ ایسے بھی تھے جو اس کتاب یعنی قرآن کے نازل ہونے کے بعد اس کتاب پر بھی ایمان لے آئے تھے میں حضرت عبد اللہ بن سلام اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما وغیرہ ہیں اور کفار مکہ کے بھی بعض لوگ

اس کتاب پر ایمان لے آئے حالانکہ وہ اہل کتاب نہ تھے، تو اسکے بعد اللہ تعالی فرمارہے ہیں کہ اس واضح کے کتاب کے نازل ہونے کے بعد اس کتاب کا انکار تو وہی شخص کرسکتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس کی فطرت میں سچ بات قبول کرنا نہیں ہوتا اور وہ کافر قسم کا ہوتا ہے اور جو عقل مند اور صاحب بصیرت لوگ ہوتے ہیں وہ اس کتاب کی حقانیت اور سچائی کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر ایمان لے آتے ہیں، آگے اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ وصف بیان کرر ہے ہیں جو وصف اللہ تعالیٰ نے پہلی کتابوں میں یعنی تورات اور انجیل میں بیان کیا وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے یعنی اس کتاب کے نازل ہونے سے پہلے تک بھی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے یہ وصف ان کی کتابوں میں موجود ہے کہ ایک آخری نبی آئیں گے جنکی نشانی یہ ہوگی کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے ہوں گے بلکہ امی ہوں گے، اگر ایسا نہیں ہوتا یعنی اگر آپ کو لکھنا پڑھنا آتا تو یہ اہل کتاب شک میں پڑ جاتے کہ ہماری کتابوں میں تو لکھا ہے کہ نبی ایسے ہوں گے جنہیں لکھنا پڑھنا نہیں آتا ہوگا، مگر یہ تو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں، اسی لئے اسی وصف کے ساتھ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تا کہ وہ اہل کتاب آپ کو اچھی طرح پہچان لیں جیسا کہ یہ مضمون سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ میں بھی گذر چکا ہے۔

یہاں پر ایک لفظ استعمال ہوا ہے وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ کہ آپ سیدھے ہاتھ سے نہیں لکھتے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ بائیں ہاتھ سے لکھ سکتے ہوں بلکہ عام طور سے انسان سیدھے ہاتھ سے ہی لکھتا ہے اسی لئے یہاں اس وصف کو بیان کیا گیا ہے اور مطلب ہے کہ آپ کو لکھنا بالکل بھی نہیں آتا، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کاتبین یعنی لکھنے والے موجود ہوتے تھے جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھوانا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حکم فرماتے تھے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صلح حدیبیہ کے موقع پر کہا تھا کہ تم ہمارے درمیان ان شرائط کو لکھو جس حدیث کی تفصیل مسلم کی حدیث نمبر ۱۷۸۳ میں موجود ہے۔ آگے اللہ فرما رہے ہیں کہ یہ جو کلام اللہ ہے وہ اللہ کی ایک واضح نشانی ہے کیونکہ تمہیں تو معلوم ہے کہ محمد لکھنا پڑھنا نہیں جانتے اور جو یہ کلام تمہیں سنا رہے ہیں وہ وحی ہے اس میں کوئی شک نہیں یہ قرآن جو کہ اہل علم حضرات کے سینوں میں محفوظ ہے حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :اس امت کو اللہ نے حفظ قرآن کی دولت سے نوازا اس سے پہلے کی امتیں اپنی کتابوں کو صرف دیکھ کر پڑھا کرتی تھیں، جب انہوں نے اس کتاب کو یکجا کیا تو اسے حفظ نہیں کیا سوائے ان کے انبیاء نے۔ (تفسیر قرطبی۔ ج، ۱۳۔ص، ۳۵۴)اور بعض نے کہا اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ کا مطلب یہ ہے کہ ان اہل کتاب کا جو اہل علم طبقہ تھا وہ اس بات کو اچھی طرح جانتا تھا کہ ایک نبی آئیں گے جو کہ امی ہوں گے لیکن پھر بھی انہوں نے جانتے بوجھتے اس بات کو چھپایا اور اسطرح انہوں نے حق کو چھپا کر ظلم کیا۔

﴿درس نمبر ۱۶۱۱﴾ **اللہ میرے اور تمہارے درمیان بطور گواہ کافی ہے** ﴿العنکبوت ۵۰:۔۵۱۔۵۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ قَالُوْا لَوْ لَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اِنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ O اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ O قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ شَهِيْدًا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ قَالُوْا اور کہا انہوں نے لَوْ لَا کیوں نہیں اُنْزِلَ اتارے گئے عَلَيْهِ اس پر اٰيٰتٌ معجزے مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے قُلْ آپ کہہ دیجیے اِنَّمَا الْاٰيٰتُ معجزے تو صرف عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس ہیں وَ اِنَّمَا اَنَا اور میں تو صرف نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ظاہر ڈرانے والا ہوں اَوَ لَمْ کیا نہیں يَكْفِهِمْ کافی ہے انہیں اَنَّا کہ بے شک ہم نے اَنْزَلْنَا نازل کی عَلَيْكَ آپ پر الْكِتٰبَ کتاب يُتْلٰى وہ پڑھی جاتی ہے عَلَيْهِمْ ان پر اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بلاشبہ اس میں لَرَحْمَةً البتہ رحمت وَّ ذِكْرٰى اور نصیحت ہے لِقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے جو يُّؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں قُلْ کہہ دیجیے كَفٰى بِاللّٰهِ اللہ کافی ہے بَيْنِيْ میرے درمیان وَ بَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان شَهِيْدًا گواہ يَعْلَمُ وہ جانتا ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَ الْاَرْضِ اور زمین (میں) وَ الَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے بِالْبَاطِلِ باطل (جھوٹ) پر وَ كَفَرُوْا اور انہوں نے کفر کیا بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ اُولٰٓئِكَ هُمُ وہی لوگ ہیں الْخٰسِرُوْنَ خسارہ پانے والے

ترجمہ:۔ اور (کافر) کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں؟ کہہ دو کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو کھلم کھلا ہدایت کرنے والا ہوں O کیا ان لوگوں کیلئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کیلئے اس میں رحمت اور نصیحت ہے O کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے۔ جو چیز آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کو جانتا ہے اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ سے انکار کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ان لوگوں نے کہا کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نہیں نازل ہوا؟

۲۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیجئے کہ تمام نشانیاں اللہ کے اختیار میں ہیں۔

۳۔ میں تو بس ایک کھلا ڈرانے والا ہوں۔

۴۔ کیاان کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پرایک ایسی کتاب اتاری جوان کے سامنے پڑھی جاتی ہے؟
۵۔ بے شک اس کتاب میں رحمت اور نصیحت ہے مومنین کے لئے۔
۶۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان بطور گواہ کافی ہے۔
۷۔ وہ سب کچھ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اورزمین میں ہے۔
۸۔ جولوگ باطل پرایمان لائے اوراللہ کاانکار کیا تو ایسےلوگ خسارہ میں ہیں۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کاایک معجزہ ہے نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ معجزہ اتارا ہے، اس آیت میں ان کفارومشرکین اوراہل کتاب کا حال بیان کیا جارہا ہے جواس قرآنی معجزہ کو دیکھ کر بھی اللہ کے نبی پرایمان نہیں لائے بلکہ انہوں نے اللہ کے نبی سے یہ مطالبہ کیا کہ اگرتم واقعی نبی ہوتوایسا کوئی معجزہ کیوں نہیں لاتے جیسا کہ صالح علیہ السلام نے اونٹنی کے طور پر پیش کیا تھا، موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی کے طور پراور عیسیٰ علیہ السلام نے مائدہ کے طور پر پیش کیا تھا؟ ہاں! اگرتم ایسا کوئی معجزہ لے کرآ ؤ گے تو ہم تم پرایمان لے آئیں گے، توان کے اس مطالبہ جواب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ دیا گیا کہ دیکھو! معجزہ کالانا میرے ہاتھ میں نہیں ہے یہ تو اللہ کی قدرت وقبضہ کی بات ہے میرا کام توتمہیں اللہ کی راہ کی جانب بلانا ہے اوراس راہ کی جانب نہ آنے پر اسکے عذاب سے ڈرانا ہے، رہی بات معجزہ کی تو اللہ ہی جب چاہے گا جس پر چاہے بھیجے گا اتارے گااس میں ہمارا کوئی اختیار نہیں ہے، اگراللہ کومعلوم ہوتا کہ تم اس معجزہ کو دیکھ کرایمان لے آتے تو وہ ضرور کوئی نہ کوئی مادی معجزہ بھیجتا مگر اسے پتا ہے کہ تم اس معجزہ کو دیکھ کربھی ایمان نہیں لاوگے اسی لئے اس نے ایسا کوئی معجزہ نہیں بھیجا کیونکہ اللہ کا قانون ہے کہ جب مطلوبہ معجزہ اسکی طرف سے آجائے اوراس کاانکار کیا جائے تواس کاعذاب ضرورآ پڑتا ہے اسی لئے اس نے کوئی مادی معجزہ نہیں بھیجا جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۵۹ میں ہے کہ ہمیں معجزہ نازل کرنے سے کس نے روک رکھا ہے؟ ہم تو اسے نازل کرسکتے ہیں مگر جب بھی ہم نے معجزہ پچھلی قوموں میں نازل کیاانہوں نے اسکو جھٹلایا، البتہ یہ جوقرآن ہے وہ بھی اللہ کاایک معجزہ ہی ہے، کیایہ معجزہ تمہارے لئے کافی نہیں ہے کہ تم دوسرے معجزوں کی مانگ کررہے ہو؟ اگرتمہیں ایمان لانا ہوتا تو یہ قرآن ہی تمہاری ہدایت کے لئے کافی ہوجاتا مگرتمہیں ایمان لانا نہیں ہےاس لئے طرح طرح کی باتیں بنارہے ہو، ایمان والےتو ایسے ہیں کہ انہیں اس کتاب میں اللہ کی رحمت اور نصیحت معلوم ہوتی ہے جسے دیکھ کروہ ایمان لاتے ہیں اوران کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، اس آیت کے شان نزول کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یحییٰ بن جعدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کچھ مسلمان چند مخطوطات لے کرآئے جس میں وہ بھی لکھا ہوا تھا جسے ان لوگوں نے یہودیوں سے سنا تھا، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بھی قوم کی بے وقوفی اور گمراہی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اس چیز کو چھوڑ کر جسے ان کے انبیاء لے کرآئے

اس چیز کو اپنائے جو وہ نہیں لے کر آئے۔(الدر المنثور۔ج،۶۔ص،۴۷۱) آگے اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کفار سے کہلوا رہے ہیں کہ اے کفار! اگر تم میری نبوت کو نہیں مانتے اور اس قرآن کے وحی ہونے کا انکار کرتے ہو تو کوئی بات نہیں، اللہ کی گواہی ہے کہ میں نبی ہوں اور یہ قرآن کہ اس کا کلام ہے میرے اور تمہارے لئے کافی ہے تمہارے جھٹلانے سے مجھے کچھ ہونے والا نہیں، وہ اللہ تو ایسا ہے جو سب کچھ جانتا ہے، دنیا کی ہر چیز سے وہ باخبر ہے، کوئی چیز آسمانوں اور زمین کی اس سے ڈھکی چھپی نہیں ہے اور جو لوگ حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف دوڑتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو حقیقی رب ہے اس کا انکار کرتے ہیں تو ایسے لوگ آخرت میں نقصان اٹھائیں گے اور بطور سزا انہیں جہنم میں ڈھکیل دیا جائے گا۔

ان پر عذاب اچانک ہی آجائے گا

﴿درس نمبر ۱۶۱۲﴾ ﴿العنکبوت ۵۳:۔۵۴۔۵۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَوْ لَا اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ يَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ اور وہ لوگ جلدی مانگتے ہیں آپ سے بِالْعَذَابِ عذاب کی وَ لَوْ لَا اور اگر نہ ہوتا اَجَلٌ مُّسَمًّى (عذاب کا) وقتِ مقرر لَّجَآءَهُمُ (تو) البتہ آجاتا ان کے پاس الْعَذَابُ عذاب وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ اور البتہ وہ ضرور ان کے پاس آئے گا بَغْتَةً اچانک ہی وَّ هُمْ جبکہ وہ لَا يَشْعُرُوْنَ شعور نہیں رکھتے ہوں گے يَسْتَعْجِلُوْنَكَ وہ جلدی مانگتے ہیں آپ سے بِالْعَذَابِ عذاب کی وَ اِنَّ جَهَنَّمَ اور بلاشبہ جہنم لَمُحِيْطَةٌ البتہ گھیرنے والی ہے بِالْكٰفِرِيْنَ کافروں کو يَوْمَ اس دن يَغْشٰهُمُ ان کو ڈھانپ لے گا الْعَذَابُ عذاب مِنْ فَوْقِهِمْ ان کے اوپر سے وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ اور ان کے پاؤں کے نیچے سے وَ يَقُوْلُ اور وہ (اللہ) فرمائے گا ذُوْقُوْا تم (مزا) چکھو مَا اس کا جو کچھ كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے تھے

ترجمہ:۔ اور یہ لوگ تم سے عذاب کیلئے جلدی کر رہے ہیں اگر ایک وقت مقرر نہ (ہو چکا) ہوتا تو اُن پر عذاب آگیا ہوتا اور وہ (کسی وقت میں) اُن پر ضرور ناگہاں آکر رہے گا اور اُن کو معلوم بھی نہ ہوگا ○ یہ تم سے عذاب کیلئے جلدی کر رہے ہیں اور دوزخ تو کافروں کو گھیر لینے والی ہے ○ جس دن عذاب اُن کو اُن کے اوپر سے اور نیچے سے ڈھانک لے گا اور (اللہ) فرمائے گا کہ جو کام تم کیا کرتے تھے (اب) اُن کا مزہ چکھو۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔وہ لوگ آپ سے عذاب کے جلد آنے کا تقاضہ کرتے ہیں۔

۲۔اگر اس عذاب کے آنے کا وقت متعین نہ ہوتا تو ضرور ان پر عذاب آجاتا۔

۳۔البتہ ان پر عذاب اچانک ہی آجائے گا اور انہیں معلوم بھی نہ ہوگا۔

۴۔یہ لوگ آپ سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں۔

۵۔یقینا جہنم کافروں کو اپنے گھیرے میں لے رکھی ہے۔

۶۔جس دن ان کے اوپر سے اور ان کے پیروں کے نیچے سے عذاب آئے گا۔

۷۔تو اللہ کہے گا کہ اپنے اعمال کی سزا کا مزہ چکھ لو۔

پچھلی آیتوں میں کافروں کا مطالبہ تھا کہ انہیں کوئی معجزہ دکھایا جائے جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کو معجزے دکھائے تھے، مگر جب انہیں اسکا جواب ان کی خواہش کے مطابق نہ ملا تو انہوں نے ایک اور مطالبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جس کا ذکر یہاں کیا جارہا ہے کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ان پر وہ عذاب جلدی آجائے جس عذاب سے آپ انہیں ڈراتے ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صفت پچھلی آیت میں نذیر بیان کی گئی تھی اسی وجہ سے وہ کفار کہنے لگے کہ اچھا چلو! آپ ہمیں جس عذاب سے ڈرار ہے ہو کہ اگر ہم ایمان نہ لائیں اور آپ کی رسالت کا اقرار نہ کریں تو ہم پر فلاں فلاں عذاب آئے گا، آپ اپنے رب سے یہی دعا کر دیجئے کہ وہ عذاب ہم پر ابھی آجائے جیسا کہ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۳۲ اور ۳۳ میں بیان کیا گیا وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ کہ وہ یہ کہنے لگے کہ اے اللہ! اگر یہ آپ کی جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نازل فرمایا، کوئی اور دردناک عذاب ہم پر بھیج۔الغرض ان کی اس جلد بازی پر انہیں ایک اور جواب دیا جارہا ہے کہ دیکھو! یہ عذاب کا آنا تو برحق ہے مگر اسکی ایک میعاد اور وقت مقرر ہے۔اللہ نے بھی اس عذاب کے آنے کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو کب کا وہ عذاب تم پر آجاتا لہٰذا تم صبر رکھو اتنی بھی جلدی نہ مچاؤ وہ عذاب تو ضرور آئے گا اور جب اس عذاب کے آنے کا وقت ہوگا تو وہ عذاب اس طرح اچانک آئے گا کہ تمہیں سوچنے سمجھنے کا بھی وقت نہیں ملے گا، پھر اگلی آیت میں ان کے مطالبہ کو بطور تاکید بیان کیا گیا کہ وہ تو اب یہی چاہتے ہیں کہ عذاب ان پر آہی جائے انہیں کیا معلوم کہ اس عذاب نے انہیں اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے اور ان کا مقام دوزخ میں کہاں ہے؟ وہ بھی متعین ہے وہ پہلے ہی سے اسکے گھیرے میں آگئے ہیں بس چند لمحوں کا انتظار ہے پھر ان کی یہ تمنا بھی پوری ہوجائیگی، اور جس دن ان پر یہ عذاب آئے گا اور جہنم میں انہیں اوپر سے بھی اور نیچے سے بھی عذاب دیا جائے گا تو تب اللہ ان سے کہے گا کہ یہ لو چکھو! اپنے مطلوبہ عذاب کا مزہ جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے، سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۴۱ میں بھی مذکور ہے لَهُمْ

مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ کہ ان کا اوڑھنا اور بچھونا یعنی اوپر سے اور نیچے سے عذاب ہوگا اور سورۂ زمر کی آیت نمبر ۱۶ میں بھی یہی مضمون ہے لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ کہ ان کے اوپر بھی آگ کے دہکتے انگارے ہوں گے اور نیچے سے بھی۔ الغرض جہنم میں جو سزا ہوگی وہ انہیں ان کے اعمال بد اور کفر وشرک کی وجہ سے دی جائے گی۔ سورۂ حج کی آیت نمبر ۴۷ میں بھی عذاب کی جلدی مچانے والوں کے بارے میں کہا گیا وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اور عذاب کو آپ سے جلدی طلب کرر ہے ہیں اللہ ہرگز اپنا وعدہ نہیں ٹالے گا۔ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر 204 میں عذاب کی جلدی کرنے والوں کے بارے میں کہا گیا اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ پس کیا یہ ہمارے عذاب کی جلدی مچار ہے ہیں؟ اللہ ہمیں اپنے عذاب سے محفوظ رکھے اور ہمیں سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

اے میرے بندو! میری زمین کشادہ ہے

﴿درس نمبر ۱۶۱۳﴾ ﴿العنکبوت ۵۶:۔۵۷﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ O كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ يٰعِبَادِيَ اے میرے بندو الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہو اِنَّ اَرْضِيْ بلاشبہ میری زمین وَاسِعَةٌ (بہت) وسیع ہے فَاِيَّايَ لہٰذا میری ہی فَاعْبُدُوْنِ تم عبادت کرو كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس ذَآئِقَةُ چکھنے والا ہے الْمَوْتِ موت ثُمَّ اِلَيْنَا پھر ہماری ہی طرف تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے

ترجمہ:۔ اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو میری زمین فراخ ہے تو میری ہی عبادت کرو O ہر متنفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے پھر تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آ ؤ گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اے میرے مومن بندو! میری زمین کشادہ ہے۔ ۲۔ تم لوگ میری ہی عبادت کرو۔

۳۔ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ ۴۔ موت کے بعد ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔

اللہ تعالیٰ مومن بندوں سے کہہ رہے ہیں کہ اے میرے مومن بندو! میری زمین بہت کشادہ ہے اگر کوئی میری عبادت کرنے سے تمہاری اس جگہ پر روکے تو تم اپنی اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جاو تا کہ وہاں تم میری عبادت سکون واطمینان سے کر سکو اور تم جہاں بھی رہو بس میری ہی عبادت کرو۔ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت ان کمزور مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مسلمان ہونے کے باوجود مکہ

میں رہ رہے تھے اور وہ اپنی زمین چھوڑ جانے پر فقر وفاقہ کا خوف بھی کیا کرتے تھے تو انہیں ہجرت پر ابھارنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر منیر۔ج،۲۱۔ص،) ۲۳ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب کسی جگہ اللہ کی نافرمانی کی جارہی ہو تو تم لوگ وہاں سے نکل جاؤ۔ (شعب الایمان ۶۷۸۹ :) یعنی مشقتیں، تکلیفیں اور ایذائیں برداشت کرتے ہوئے اسی جگہ رہنا جہاں ہماری عبادت صحیح انداز سے نہ ہوتی ہو تو درست بات نہیں ہے بلکہ درست کام تو یہ ہے کہ ہم اس زمین کو چھوڑ کر وہاں چلے جائیں جہاں ہمیں آسانی اور آزادی کے ساتھ عبادت کرنے کا موقع ملے، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ زمین جہاں پر ظلم اور گناہ کے کام کئے جاتے ہوں اس پر یہ آیت صادق آتی ہے کہ اس جگہ کو چھوڑ کر امن والی جگہ جانا لازم ہے۔ (تفسیر قرطبی۔ج، ۱۳۔ص، ۳۵۸) الغرض اللہ انسان کو تکلیف میں ڈال کر اپنی عبادت کروانا پسند نہیں کرتا اس لئے جہاں سہولت ملے وہاں جا کر اسکی عبادت کرو، پھر آگے اللہ تعالی ان مومنین کی ہمت افزائی کے لئے کہہ رہے ہیں کہ تمہیں اس جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جانے میں اپنی جان کا خطرہ لاحق ہے تو اسمیں کیا ہونے والا ہے؟ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۹۷ سے بھی ایسے مواقع پر ہجرت کی ترغیب ملتی ہے قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالی کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے؟ اور اسی سورت کی آیت نمبر ۱۰۰ میں مزید کہا گیا کہ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ جو کوئی اللہ کی راہ میں وطن کو چھوڑے گا وہ زمین میں بہت سی قیام کی جگہیں بھی پائے گا اور کشادگی بھی اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ تعالی اور اس کے رسول کی طرف نکل کھڑا ہوا پھر اسے موت نے آپکڑا تو بھی یقیناً اس کا اجر اللہ تعالی کے ذمہ ثابت ہو گیا۔ موت تو ایک دن آنی ہی ہے تم یہ جو سفر ہجرت کر رہے ہو، وہ میری خاطر اور میری رضا کے لئے کر رہے ہو تو اگر بالفرض اسکی وجہ سے تمہیں موت آ بھی جائے تو مرنے کے بعد تو تمہیں میرے ہی پاس آنا ہے، جب تم میرے لئے نکلے ہو اور مرنا بھی میرے لئے ہو تو جب تم میرے پاس آ وگے تو اس کا بہترین بدلہ میں تمہیں عطا کروں گا۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ اس آیت کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب یہ آیت اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! کیا ایسا نہیں کہ تمام مخلوق مرجائے گی اور انبیاء باقی رہ جائیں گے؟ تب اللہ نے جوابا یہ آیت نازل فرمائی كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (الدر المنثور۔ج،۶۔ص،) ۵۷ ۴ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو کوئی اپنے دین کی خاطر ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جائے اگرچہ کہ وہ چلا جانا ایک بالشت ہی کا کیوں نہ ہوا سکے لئے جنت واجب ہو گئی اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جنت میں رفیق وساتھی ہوگا۔ (تفسیر قرطبی۔ج، ۱۳۔ص، ۳۵۸)

﴿درس نمبر ۱۶۱۴﴾ **ایمان اور اعمالِ صالحہ پر جنت کا وعدہ** ﴿العنکبوت ۵۸:۔۵۹۔۶۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ O الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ O وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے نیک عمل کیے لَنُبَوِّئَنَّهُمْ البتہ ہم ضرور جگہ دیں گے انہیں مِّنَ الْجَنَّةِ جنت کے غُرَفًا بالا خانوں میں تَجْرِيْ بہتی ہوں گی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيْهَا ان میں نِعْمَ اَجْرُ بہت اچھا اجر ہے الْعٰمِلِيْنَ عمل کرنے والوں کا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ اور وہ اپنے رب پر ہی يَتَوَكَّلُوْنَ توکل کرتے ہیں وَ كَاَيِّنْ اور کتنے ہی مِّنْ دَآبَّةٍ زمین پر چلنے والے جانور ہیں (کہ) لَّا تَحْمِلُ وہ اٹھائے نہیں پھرتے رِزْقَهَا اپنا رزق اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا اللہ ہی ان کو رزق دیتا ہے وَ اِيَّاكُمْ اور تمہیں بھی وَ هُوَ اور وہی السَّمِيْعُ خوب سننے والا الْعَلِيْمُ خوب جاننے والا ہے

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بھی کئے تو ہم انہیں جنت کے ایسے بالا خانوں میں ٹھکانہ دیں گے کہ جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

۲۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ۳۔ عمل کرنے والوں کے لئے کتنا ہی عمدہ اجر ہے؟

۴۔ جو ایسے ہیں کہ صبر بھی کرتے ہیں۔ ۵۔ اپنے رب پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔

۶۔ کتنے ہی چوپائے ہیں جو اپنا رزق لے کر نہیں پھرتے

۷۔ اللہ انہیں بھی اور تمہیں بھی رزق دیتا ہے۔ ۸۔ وہ اللہ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کرنے والوں کو آخرت میں ملنے والے انعامات کا تذکرہ یہاں کیا جا رہا ہے۔ سب سے پہلے ان انعامات کو پانے کے لئے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ ایمان والا ہونا چاہئے بے ایمانوں کو یہ نعمتیں نہیں ملیں گی اور دوسری شرط یہ لگائی کہ صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ بھی کرنا ہوگا، احکامات الٰہیہ پر عمل کرنا ہوگا اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنی ہوگی اس کے بعد ہی یہ انعامات ملیں گے، وہ انعامات کیا ہوں گے؟ بیان کیا جا رہا ہے کہ انہیں بطور انعام جنت میں ایسے بالا خانے ملیں گے کہ جن

کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایسے بالاخانے ہوں گے کہ جنکا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے دکھائی دے گا (ترمذی ۲۵۲۷) اسکے بعد اللہ فرمارہے ہیں کہ ان بالاخانوں میں انہیں ایک دو دن یا چند دن کے لئے نہیں ٹھہرایا جائے گا جیسا کہ کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں آدمی چند دن کے لئے ٹھہرتا ہے بلکہ جنت کے ان بالاخانوں میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا گویا کہ یہ اسکی غیر محدود زمانہ کیلئے پراپرٹی بن جائے گی جو اسکے نیک اعمال کے بدلہ میں بطور انعام اللہ تعالی عطا فرمائیں گے اور کیا ہی بہتر انعام اللہ نے عمل کرنے والوں کا عطا کیا؟۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری دی گئی۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵ میں کہا گیا وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوشخبریاں دو جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں' سورۃ النسآء کی آیت نمبر ۵۷ میں کہا گیا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ہم عنقریب انہیں جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۴۲ میں کہا گیا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کسی کا مکلف نہیں بنائے وہی لوگ جنت والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

مومنوں کی اور دو صفتوں کا بیان کیا جارہا ہے کہ یہ مومن دنیوی مشقتوں اور تکلیفوں کو صرف اللہ کی خاطر برداشت کرتے رہے اور صبر سے کام لیتے رہے اور اللہ پر بھروسہ کرتے رہے اور اپنے سارے معاملات کو انہوں نے اللہ کے حوالے کردیا اور اس پر توکل کرکے اپنے مقام سے ایسی جگہ ہجرت کی جہاں نہ ان کا ٹھکانہ ہے اور نہ ہی کوئی آمدنی کا ذریعہ۔ محض اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے انہوں نے ہجرت کی۔ ترغیب کیلئے یہاں کہا گیا کہ کتنے ہی چوپائے ہیں جو اپنا رزق اپنے ساتھ لئے نہیں پھرتے پھر بھی ہم انہیں رزق دیتے ہیں، تم بھی اللہ پر بھروسہ کرکے ہجرت کرو کیونکہ جو ان چوپایوں کو رزق دیتا ہے وہ تمہیں بھی رزق دے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو تکلیفیں دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ یہاں سے نکل کر مدینہ چلے جاو، اور ظلم و زیادتی سہتے یہاں نہ رہو، اس پر مسلمانوں نے کہا کہ ہم وہاں چلے تو جائیں گے مگر وہاں نہ تو ہمارا گھر ہے اور نہ ہی ٹھکانہ، اور نہ ہی وہاں کوئی ہمارے رشتہ دار ہیں جو ہمیں کھلا پلا سکیں، تب یہ آیت وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ۔ الخ۔ نازل ہوئی (تفسیر منیر۔ ج ۲۱۔ ص، ۲۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹہلنے نکلا تو ہم انصار کے بعض باغات میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجوریں چننے اور کھانے لگے پھر آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ اے ابن عمر! تم کیوں نہیں کھاتے؟ تو میں نے کہا یا رسول اللہ میرا جی نہیں چاہ رہا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میرا تو کھانے کا من ہے کہ یہ چوتھی صبح ہے کہ میں نے کوئی کھانا نہیں چکھا اور نہ ہی مجھے کھانے کو کچھ ملا اگر میں چاہتا تو میرے رب سے دعا کرتا اور وہ مجھے قیصر و کسریٰ جیسی دولت سے نوازتا، (مگر میں نے ایسا نہیں کیا) اے ابن عمر! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ لوگ سالوں سال کی خوراکیں جمع کرنے لگیں گے جنکا ایمان و یقین کمزور ہوگا، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم اس جگہ سے ہٹے بھی نہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ ۔الخ۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ۔ج،۹ ۔ص،) ۳۰۷۸ ۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اللہ پر ایسا بھروسہ کرلو جیسا کہ بھروسہ کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں بھی ان پرندوں کی طرح رزق دے گا جو صبح تو خالی پیٹ اپنے آشیانے سے نکلتے ہیں مگر جب واپس رات کو لوٹتے ہیں تو ان کا پیٹ بھرا ہوتا ہے۔ (ترمذی ۲۳۴۴ :) آگے اللہ فرمارہے ہیں کہ وہ ایسا ہے کہ تمہیں اس سے زبان سے مانگنے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ وہ تو تمہارے دلوں کی آہٹوں کو اور آرزوؤں کو بھی سن لیتا ہے اور تمہارے دل میں جو تمنائیں ہیں بغیر کہے بھی وہ انہیں جان لیتا ہے بس اللہ پر بھروسہ کر کے نکل پڑو۔

﴿درس نمبر ۱۶۱۵﴾ **رزق کی کشادگی اور تنگی کا تعلق اللہ کے ارادے سے ہے** ﴿العنکبوت ۶۱:۔۶۲۔۶۳﴾

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۞ اَللهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ اِنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَلَئِنْ اور البتہ اگر سَاَلْتَهُمْ آپ ان سے پوچھیں مَّنْ خَلَقَ کس نے پیدا کیا السَّمٰوٰتِ آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو وَسَخَّرَ اور (کس نے) مسخر کر رکھا ہے الشَّمْسَ سورج کو وَالْقَمَرَ اور چاند کو لَيَقُوْلُنَّ اللهُ تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے فَاَنّٰى پھر کہاں يُؤْفَكُوْنَ وہ پھیرے جاتے ہیں اَللهُ اللہ يَبْسُطُ الرِّزْقَ رزق کشادہ کرتا ہے لِمَنْ جس کے لیے يَّشَآءُ وہ چاہتا ہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے وَيَقْدِرُ اور وہی تنگ کرتا ہے لَهٗ جس کے لیے (چاہتا ہے) اِنَّ اللهَ بلاشبہ اللہ بِكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کو عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے وَلَئِنْ اور البتہ اگر سَاَلْتَهُمْ آپ ان سے پوچھیں مَّنْ نَّزَّلَ کس نے اتارا ہے مِنَ السَّمَآءِ مَآءً آسمان سے پانی فَاَحْيَا پھر اس نے زندہ (آباد) کیا بِهٖ اس کے ساتھ

الْاَرْضَ زمین کو مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا اس کی موت (ویرانی) کے بعد لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ البتہ وہ ضرور کہیں گے اللہ نے قُلِ الْحَمْدُ کہہ دیجیے تمام تعریفیں لِلّٰهِ اللہ ہی کے لیے ہیں بَلْ اَكْثَرُهُمْ بلکہ ان کے اکثر لَا يَعْقِلُوْنَ عقل نہیں رکھتے

ترجمہ:۔ اور اگر ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے (تمہارے) زیرِ فرماں کیا؟ تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے۔تو پھر یہ کہاں الٹے جار ہے ہیں O اللہ ہی اپنی بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے O اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان سے پانی کس نے نازل فرمایا پھر اُس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد (کس نے) زندہ کیا تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دو کہ اللہ کا شکر ہے لیکن اُن میں اکثر نہیں سمجھتے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں دس باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا؟

۲۔تو یہ لوگ بھی ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ ۳۔ پھر یہ لوگ کہاں منہ موڑے جاتے ہیں؟

۴۔اللہ اپنے بندوں میں سے جس کسی کیلئے بھی چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کسی کیلئے چاہے تنگ کرتا ہے

۵۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

۶۔اے محمد! اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں سے پانی کس نے نازل کیا؟

۷۔ پھر اس پانی کے ذریعہ اس زمین کو اسکے مردہ ہونے کے بعد کس نے زندہ کیا؟

۸۔تب بھی یہ لوگ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے کیا۔

۹۔آپ کہہ دیجئے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ ۱۰۔لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔

پچھلی آیتوں میں مشرکین کا حال بیان کیا گیا تھا اور ان کے جو مطالبات تھے انہیں بیان کیا گیا تھا، اسکے بعد مومنوں کی شان اور انہیں ملنے والے انعامات کا تذکرہ کیا گیا تھا، ان آیتوں میں دوبارہ مشرکین کی رہنمائی کے لئے بطور سوال چند چیزیں بیان کی گئی ہیں چنانچہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ ان مشرکین کو مخاطب کرنے کے بجائے اپنے پیارے نبی کو مخاطب کرتے ہوئے ان مشرکین سے پوچھ رہے ہیں تا کہ انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ ان سے ناراض ہے اور ناراضگی کی وجہ سے ان سے گفتگو کرنا بھی پسند نہیں کرتا تا کہ اس طرزِ عمل کے ذریعہ ان کے دلوں پر چوٹ لگے اور انہیں کچھ سمجھ میں آ جائے لہٰذا اللہ فرما رہے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان سے یہ پوچھئے کہ یہ جو آسمان تم اپنے سامنے دیکھ رہے ہو اسے کس نے پیدا کیا؟ اور یہ زمین جس پر تم چل پھر رہے ہو اور اس زمین سے اپنی ضرورت کی چیزیں اللہ کے حکم سے نکال رہے ہو یہ کس نے بنایا؟ اور یہ سورج جو تمہیں آسانیاں مہیا کرتا ہے اور

تمہارے لئے روشنی اور گرمی لے آتا ہے تا کہ تم اس روشنی میں اپنے کام انجام دے سکو اسے کس نے اس کام پر مامور کیا؟ اسی طرح یہ چاند جورات کے اندھیرے میں تمہاری رہبری کرتا ہے اور جس کے ذریعہ تم اپنے دنوں کا حساب لگاتے ہو کس نے اسے اس کام کے کرنے کا حکم دیا؟ جب آپ ان سے یہ سوالات کریں گے تو ان لوگوں کا جواب یہی ہوگا کہ یہ سب کرنے والی ذات صرف اللہ کی ہے اسکے علاوہ یہ سب کوئی نہیں کرسکتا، جیسا کہ یہ مشرکین اپنے تلبیہ میں بھی اسکو ظاہر کرتے تھے وہ کہا کرتے تھے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ تَمْلِكُه (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۲۳۴۸) ہم حاضر ہیں اے اللہ! ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں کہ تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جس کا تو مالک ہے۔ جب یہ لوگ ان سب باتوں کا اقرار کرتے ہیں اور اللہ کے خالق و مالک ہونے کو بھی جانتے ہیں تو پھر کیوں یہ لوگ اللہ سے منہ موڑے ہوئے ہیں؟ ان سوالات کو کفار و مشرکین کے سامنے رکھا گیا تا کہ انہیں کچھ نصیحت ملے اور تا کہ وہ اس پر غور کریں اور اسلام لے آئیں، ابنِ عربیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ان سے کہا جائے گا کہ تمہارا رب کون ہے؟ تو وہ کہیں گے۔ اللہ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ یہ آسمانوں اور زمین کو کس نے سلیقہ سے رکھا تو کہیں گے کہ اللہ، اس کے باوجود وہ لوگ مشرکین ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کو بیٹا ہے، اور کہتے ہیں کہ اللہ تین میں سے ایک ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم۔ ج۹۔ ص، ۳۰۷۹) سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۳۸ میں بھی اس قسم کا مضمون ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا تو یقیناً وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے۔

مکہ کے مشرکین نے مسلمانوں کے بارے میں یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم حق پر ہوتے تو اس طرح محتاج نہ ہوتے۔ مشرکین کے اس اعتراض کا جواب یوں دیا گیا کہ رزق کا دینا اور نہ دینا، کسی کو مالدار بنانا اور کسی کو فقیر بنانا، کسی کی روزی میں وسعت دینا اور کسی کی روزی کو تنگ کرنا یہ سب اللہ ہی کرتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ کس کو کیا دینا ہے اور کس کو کیا نہیں دینا ہے؟ یہ باتیں تم نہیں جانتے اس لئے اللہ کے فیصلہ پر راضی رہو، اسی طرح کا مضمون سورۂ رعد کی آیت نمبر ۲۶ میں اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۳۰ میں بیان کیا گیا ہے، پھر اسکے بعد انہیں مشرکین سے دوسرا سوال کیا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ اے نبی! اگر آپ ان سے پوچھیں کہ یہ آسمان سے بارش کو کس نے نازل کیا؟ پھر اس بارش کو نازل کرنے کے بعد جو زمین بنجر اور مردہ ہوگئی تھی اسکو دوبارہ سے ہری بھری اور کھیتی والا بنا کر کس نے زندہ بنا دیا؟ اس پر بھی ان کا یہی جواب ہوگا کہ یہ سب اللہ ہی کی قدرت و طاقت سے ہوتا ہے، جب آپ ان کا یہ جواب سنیں تو اللہ کی حمد بیان کیجئے اور کہئے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے جس نے ان سب چیزوں کو کھول کھول کر بیان کیا جسے وہ جانتے بھی ہیں مگر اسکے باوجود کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اسے سمجھتے نہیں اور اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے، سب جان بوجھ کر بھی جاہل بنے ہوئے ہیں اور بتوں کی عبادت میں لگے ہوئے

ہیں ۔پیغمبر! انہیں ان کے حال پر ہی چھوڑ دو کیونکہ ان کے ذہنوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اب یہ لوگ حق بات کو نہیں سمجھیں گے۔

﴿درس نمبر ۱۶۱۶﴾ دنیوی زندگی تو بس کھیل کود ہے ﴿العنکبوت ۶۴:۔۶۵۔۶۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ O فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ O لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ وَلِيَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَمَا اور نہیں ہے هٰذِهِ الْحَيٰوةُ یہ زندگی الدُّنْيَا دنیا کی اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ مگر لہو ولعب (کھیل تماشا) وَ اِنَّ اور بلا شبہ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ دارِ آخرت لَهِيَ الْحَيَوَانُ البتہ وہی ہے (اصل) زندگی لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش وہ جانتے ہوتے فَاِذَا پھر جب رَكِبُوْا وہ (مشرکین) سوار ہوتے ہیں فِي الْفُلْكِ کشتی میں دَعَوُا اللّٰهَ (تو) وہ اللہ کو پکارتے ہیں مُخْلِصِيْنَ خالص کرتے ہوئے لَهُ اس کے لیے الدِّيْنَ دین (پکار) کو فَلَمَّا چنانچہ جب نَجّٰىهُمْ وہ انہیں نجات دے دیتا ہے اِلَى الْبَرِّ خشکی کی طرف اِذَا هُمْ تو نا کہاں وہ يُشْرِكُوْنَ شرک کرنے لگتے ہیں لِيَكْفُرُوْا تا کہ وہ کفر کریں بِمَآ اس (نعمت) کے ساتھ جو اٰتَيْنٰهُمْ ہم نے ان کو دی وَلِيَتَمَتَّعُوْا اور تا کہ وہ فائدہ اٹھائیں فَسَوْفَ پھر عنقریب يَعْلَمُوْنَ وہ جان لیں گے

ترجمہ:۔ اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشہ ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ (لوگ) سمجھتے O پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے (اور) خالص اُسی کی عبادت کرتے ہیں لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو جھٹ شرک کرنے لگ جاتے ہیں O تا کہ جو ہم نے ان کو بخشا ہے اُس کی ناشکری کریں اور فائدہ اٹھائیں عنقریب اُن کو معلوم ہو جائے گا۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں نو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ یہ دنیا والی زندگی صرف لہو ولعب یعنی کھیل کود ہے۔

۲۔ بلا شبہ آخرت والا گھر ہی حقیقی زندگی ہے۔ ۳۔ کاش لوگ جان جاتے۔

۴۔ جب وہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو بڑے اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اسی کو پکارتے ہیں۔

۵۔ پھر جب وہ انہیں خشکی کی جانب نجات دیتا ہے تو وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

۶۔تا کہ ان چیزوں کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دی ہیں۔ ۷۔تا کہ تھوڑا سا فائدہ اٹھالیں۔
۸۔عنقریب وہ لوگ جان جائیں گے۔

پچھلی آیتوں میں ان کفار و مشرکین اور بعض مسلمانوں کا حال بیان کیا گیا تھا جو دنیوی زندگی کے لئے پریشان تھے اور اس دنیا میں رزق اور رزق میں وسعت کے خواہش مند تھے۔ یہاں اللہ تعالیٰ اس دنیا کی زندگی کی حیثیت بیان کر رہے ہیں کہ یہ دنیوی زندگی تو محض کھیل تماشہ کی طرح ہے جس میں مزا تو آتا ہے مگر اس کا حاصل کچھ نہیں بلکہ اس سے انسان تھک جاتا ہے اور وہ مزہ بھی ہمیشہ نہیں رہتا بس چند لمحوں کا مزہ رہتا ہے، تو جس طرح یہ کھیل کود ہمیشہ باقی نہیں رہتا اسی طرح یہ دنیا اور اسکی آسائش ہمیشہ باقی نہیں رہتی تو تم اسکے پیچھے مت دوڑو، یہ انسان کی کم عقلی ہے کہ وہ ختم ہونے والی چیز کے پیچھے بھاگتا ہے، عقل مند تو وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ رہنے والی چیز کو پانے کی کوشش کرے تو ہمیشہ رہنی والی چیز جنت اور اسکی نعمتیں اور آسائشیں ہیں تم اسے پانے کی کوشش کرو جہاں پر ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے وہاں کی فکر کرو جیسا کہ ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تعجب ہے اس شخص پر جو آخرت کا یقین رکھتا ہو مگر کوشش دھوکہ والے گھر یعنی دنیا کے لئے کر رہا ہو (شعب الایمان للبیہقی ۱۰۰۵۶)

کاش اس چیز کو لوگ سمجھ جاتے اور دنیا کو چھوڑ کر آخرت کو تلاش کرتے یہ ان کے لئے فائدہ کا سودا ہوتا۔ دنیوی زندگی کو قرآن مجید کی دیگر آیات میں بھی لہو ولعب یعنی کھیل کود قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ محمد کی آیت نمبر ۳۶ میں کہا گیا اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ۔ واقعی دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے۔ سورۂ حدید کی آیت نمبر ۲۰ میں کہا گیا اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ۔ خوب جان رکھو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا زینت اور آپس میں فخر و غرور اور مال و اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے آپ کو زیادہ بتلانا ہے۔

دنیوی زندگی کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان مشرکین کا حال بیان کر رہے ہیں جو کہ اللہ کے خالق و قادر ہونے کا اقرار کرتے ہیں مگر پھر بھی اسکی عبادت کرنے کے بجائے باطل معبودوں کی عبادت کرتے ہیں ، ان کا حال ایسا ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اس مصیبت سے نجات کے لئے وہ اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتے ہیں اور اسی کی مدد چاہتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس مصیبت کو ہم سے زائل اور ختم فرما اور ہمیں اس سے نجات عطا کر، پھر جب اللہ ان کی ان صداوں کو سنتا ہے اور ان پر رحم کر کے انہیں اس مصیبت سے نجات دلا دیتا ہے تو پھر سے یہ لوگ اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں اور پھر سے اسکی نافرمانی اور اسکے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں، اسی حقیقت کو اللہ نے یوں بیان کیا کہ جب وہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں اور انہیں جب لگتا ہے کہ وہ ڈوبنے والے ہیں تو ایسے موقع پر اپنے سب بتوں کو چھوڑ کر خالص ایک اللہ کو پکارنے لگتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں اس طوفان

سے بچالے اور ہمیں بسلامتی اس سمندر سے نکال دے اور جب ان کی یہ دعا قبول کرلی جاتی ہے اور انہیں اس طوفان سے نجات دے دی جاتی ہے تو پھر سے وہ شرک کرنے لگتے ہیں تفسیر قرطبی میں یوں بیان کیا گیا کہ انہیں نجات ملنے پر وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ اور ہمارا لیڈر یا ملاح نہ ہوتا تو ہم ڈوب ہی گئے تھے۔ (تفسیر قرطبی۔ج، ۱۳۔ص، ۳۶۳)

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۶۷ میں بھی یہ مضمون یوں موجود ہے وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا۔ اور سمندروں میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں تم پکارے تھے سب گم ہوجاتے ہیں صرف وہی اللہ باقی رہ جاتا ہے پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ تفسیر منیر میں یہ روایت ہے جسے حضرت عکرمہ بن ابی جہل نے بیان کیا کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو وہ مکہ سے بھاگ کر ایک کشتی میں سوار ہو گئے جب کشتی غرق ہونے کے قریب تھی تو کشتی والوں نے کہا کہ اے لوگو! اپنے رب سے اخلاص کے ساتھ دعا مانگو اس لئے کہ اس مصیبت سے وہی نجات دے سکتا ہے، اس پر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب سمندر میں اسکے علاوہ کوئی نجات دینے والا نہیں ہے تو پھر خشکی میں بھی اسکے علاوہ کوئی نجات دینے والا نہیں ہے، اے اللہ! میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میں صحیح سلامت یہاں سے نکل گیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کرلوں گا اور ایسے ہی ہوا۔ پھر یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ اگر اسکے بعد بھی تم کفر کرنا چاہو تو کفر کرو اور ہماری نعمتوں کو جھٹلا دو اس میں میرا کچھ نقصان نہیں اور اگر تم چاہو تو اس دنیا سے لطف اندوز ہو مگر یاد رکھو! جب تم مرنے کے بعد ہمارے پاس آ وگے تب تمہیں معلوم ہوگا کہ کیا صحیح تھا اور کیا غلط؟ تمہیں کیا کرنا چاہئے تھا اور تم نے کیا کیا؟

﴿درس نمبر ۱۶۱۷﴾ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنادیا ﴿العنکبوت ۶۷:۔۶۸۔۶۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ O وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ O

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَوَلَمْ کیا نہیں يَرَوْا دیکھا انہوں نے اَنَّا کہ بے شک ہم نے جَعَلْنَا بنایا ہے حَرَمًا حرم کو اٰمِنًا امن والا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ جبکہ لوگ اچک لیے جاتے ہیں مِنْ حَوْلِهِمْ ان (اہلِ حرم) کے آس پاس اَفَبِالْبَاطِلِ کیا پھر باطل پر يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لاتے ہیں وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ اور اللہ کی نعمت کے ساتھ

يَكْفُرُوْنَ وہ کفر کرتے ہیں O وَمَنْ اور کون اَظْلَمُ زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ اس شخص سے جس نے افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ پر جھوٹ باندھا اَوْ كَذَّبَ یا اس نے جھٹلایا بِالْحَقِّ حق کو لَمَّا جَآءَهٗ جب وہ آ گیا اس کے پاس اَلَيْسَ کیا نہیں ہے فِيْ جَهَنَّمَ جہنم میں مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لیے ٹھکانہ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے جَاهَدُوْا جہاد کیا فِيْنَا ہماری راہ میں لَنَهْدِيَنَّهُمْ البتہ ہم انہیں ضرور ہدایت دیں گے سُبُلَنَا اپنے راستوں کی وَاِنَّ اللّٰهَ اور بلاشبہ اللہ لَمَعَ البتہ ساتھ ہے الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والوں کے O

ترجمہ:۔ کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو مقامِ امن بنایا ہے اور لوگ اُس کے گرد و نواح سے اچک لئے جاتے ہیں کیا یہ لوگ باطل پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں O اور اس سے بڑا ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا جب حق بات اُس کے پاس آئے تو اُس کی تکذیب کرے کیا کافروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے O اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھائیں گے اور اللہ تو نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

تشریح:۔ ان تین آیتوں میں نو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنا دیا۔

۲۔ جبکہ ان کے گرد و پیش کے لوگ اچک لئے جاتے ہیں۔ ۳۔ کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں؟

۴۔ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں؟

۵۔ اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا الزام لگائے؟

۶۔ یا حق کو جھٹلائے جبکہ وہ اسکے پاس آ جائے؟ ۷۔ کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے؟

۸۔ جس نے ہمارے راستے میں تکلیفیں اٹھائیں ہم ضرور انہیں اپنی راہ بتائیں گے

۹۔ یقیناً اللہ اچھے کام کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

پچھلی آیتوں میں کفار و مشرکین کے سامنے اللہ کی قدرت کی نشانیاں بیان کی گئیں۔ یہاں ایک ایسی نشانی بیان کی جا رہی ہے جس کا مشاہدہ یہ مشرکین اپنی آنکھوں سے کر رہے ہیں کہ اللہ نے حرم یعنی مکہ کو امن و امان کی جگہ بنایا کہ یہاں پر کوئی حملہ آور نہیں ہوتا اور کسی قسم کی جنگ نہیں ہوتی اللہ نے ان تمام چیزوں سے اسے محفوظ رکھا جبکہ اسکے اطراف کے جو علاقے ہیں ان تمام علاقوں میں دشمن حملہ آور ہوتے ہیں اور وہاں کے مکینوں کا قتل کرتے ہیں اور ان کا مال و دولت لوٹ کر لیجاتے ہیں، اللہ نے ایسا اس لئے کیا کہ اس پاک سرزمین پر اللہ کا گھر آباد ہے جو تمام لوگوں کا مرجع و ٹھکانہ ہے، ان حقیقتوں پر غور کرتے ہوئے انہیں اللہ کا شکر بجالانا چاہئے تھا اور ایک اللہ کی عبادت کرنی چاہئے تھی مگر افسوس کہ انہوں نے بتوں کو اللہ کا شریک بنا ڈالا جسے اللہ نے اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ کہہ کر بیان کیا کہ اللہ جو کہ حق ہے اسے چھوڑ کر باطل کی پوجا کرنے لگے اور یہ نعمتیں جو اللہ نے ان پر کی ہیں یعنی ان کے شہر

کوامن کی جگہ بنایا اس نعمت کو بھی جھٹلاتے ہیں مکہ مکرمہ کی اس سرزمین کی امن وسلامتی کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعاء کی تھی وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا آمِنًا۔ جب ابراہیم نے کہا کہ اے پروردگار! تو اس جگہ کوامن والا شہر بنا۔ اور طرّہ یہ کہ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ان شریکوں کی نسبت اللہ کی جانب کرتے ہیں جو کہ اللہ پر جھوٹا الزام لگانا ہے اسی حقیقت کو اللہ نے اِفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا کہہ کر بیان کیا کہ یہ لوگ جھوٹے معبودوں کی نسبت اللہ کی جانب کرتے ہیں جبکہ اللہ تو وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ہے۔ اسی آیت کے بارے میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نضر نامی شخص جو کہ بنی عبد دار سے تھا اس نے کہا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو یہ لات وعزیٰ میری شفاعت کریں گے، تب اللہ نے یہ آیت نازل کی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (الانعام ۲۱) (تفسیر ابن ابی حاتم۔ ج،۹۔ص، ۳۰۸۳) اسکے ساتھ ساتھ یہ لوگ اس کلام کو بھی جھٹلاتے ہیں جو کلام حق اللہ کی جانب سے اترا اور اسے یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ کا اپنی جانب سے بنایا ہوا کلام کہہ کر اسکی تکذیب کرتے ہیں جیسا کہ سورۂ سجدہ کی آیت نمبر ۳ میں ہے کہ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کلام کو محمد نے بنالیا ہے؟ نہیں بلکہ یہ تو آپکے رب کی جانب سے حق ہے، پھر اس پر انہیں ایک تنبیہ کی گئی کہ کیا انہیں یہ نہیں معلوم کہ یہ جو اللہ اور اسکے رسول کو جھٹلا رہے ہیں اور اسکے کلام کی تکذیب کررہے ہیں اسکی سزا انہیں جہنم میں دی جائے گی؟ کیا یہ لوگ اس سے بے خبر ہیں؟ اگر بے خبر ہیں تو انہیں جان لینا چاہیئے کہ ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔

اسکے بعد ان مسلمانوں کی ہمت افزائی کے لئے جو ہجرت کرنے سے ڈر رہے تھے اور مکہ چھوڑ کر مدینہ جانے کے سلسلہ میں تردد میں تھے بیان فرمارہے ہیں کہ جو ہمارے راستے میں مشقتیں اٹھائے گا اسے ہم سیدھا راستہ دکھائیں گے جیسا کہ ضحاک رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا (تفسیر قرطبی۔ ج، ۱۳۔ص، ۳۶۵) اور بعض مفسرین نے کہا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کفار ومشرکین سے جو لڑے گا اور جہاں بھی کوئی برائی دیکھے اسے دور کرنے کہ کوشش کرے گا تو اللہ اسے اپنا راستہ جو جنت کی جانب جاتا ہے دکھلائے گا اور برائیوں کو دور کرنا نیکیوں کو عام کرنا یہ نیکی کا کام ہے اور جو نیک کام کرتا ہے اللہ ہمیشہ اسکے ساتھ اسکی مدد کے لئے تیار رہتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جو کوئی ہماری اطاعت کے خاطر مشقتیں برداشت کرتا ہے تو ہم اسے اپنا درست راستہ دکھلادیتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی۔ج، ۱۳۔ص، ۳۶۵) لہٰذا ہمیں بھی اللہ کی راہ میں پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرنا چاہیئے تاکہ یہ تکلیفیں اور مشقتیں بھی ہماری ہدایت کا سامان بن جائیں۔ اللہ ہمیں اپنی اطاعت کے لئے اور اپنے دین کی حفاظت واشاعت کے لئے قبول فرمائے۔ آمین

تَمَّتْ بِالْخَيْر